قرۃ عیون الابرار

ترجمہ و تشریح

درِّ مختار

مترجم و شارح

مفتی غلام رسول منظور القاسمی بھراوی

جلد چہارم

کتاب الطلاق

MAKTABA-E REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اِقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون:042-37224228-37355743

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

نام کتاب

قرۃ عیون الابرار

جلد چہارم

مترجم

مفتی غلام رسول منظور القاسمی بھراوی

ناشر

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

مطبع

خضر جاوید پرنٹرز لاہور

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

تنبیہ

فہرست مضامین

قرۃ عیون الابرار شرح اردو درمختار (جلد چہارم)

عنوان	صفحہ
• کتاب الطلاق	۳۲
• طلاق کے احکام ومسائل کا بیان	۳۲
• طلاق کے لغوی معنی	۳۲
• طلاق کے شرعی معنی	۳۲
• الفاظ مخصوصہ کی تشریح	۳۲
• خیار عتق خیار بلوغ اور خیار ردت کا مطلب	۳۳
• طلاق دینے کا شرعی حکم	۳۳
• طلاق کے بارے میں قول اصح	۳۴
• الاصل فیہ الحظر کا مطلب	۳۴
• مسئلہ	۳۴
• ایک سوال اور اس کا جواب	۳۴
• طلاق دینے کا وجوب	۳۵
• طلاق حرام	۳۵
• طلاق دور	۳۵
• طلاق دور کی شکل	۳۵
• طلاق کے اقسام	۳۶
• الفاظ طلاق	۳۷
• ملحق بہ صریح	۳۷
• الفاظ کنایہ	۳۷
• محل طلاق	۳۷
• طلاق کا اہل	۳۷
• طلاق کا رکن	۳۷
• طلاق احسن کا طریقہ	۳۸
• طلاق حسن اور سنی کا طریقہ	۳۸
• حیض سے مایوس عورت کو طلاق دینا	۳۸
• طلاق بدعی کا طریقہ	۳۸
• حالت حیض میں طلاق کا شرعی حکم	۳۹
• طلاق سنت بیک وقت دینا	۳۹
• طلاق دینے کی اہلیت کا بیان	۴۰
• ہنسی مذاق میں طلاق دینے کا شرعی حکم	۴۱
• سکران یعنی نشہ کی حالت کی طلاق کا حکم	۴۱
• زوال عقل کی وجہ سے طلاق دینے کا حکم	۴۲
• نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق امام شافعی کے نظر میں	۴۲
• گونگے کی طلاق کا شرعی حکم	۴۳
• غلطی اور بھول سے طلاق دینے کا حکم شرعی	۴۳
• مریض وکافر شخص کی طلاق کا حکم	۴۴
• فضولی آدمی کی طلاق کا حکم شرعی	۴۴
• کسی دوسرے کا دوسرے کی بیوی کو طلاق دینے کا حکم شرعی	۴۴
• مجنون کی طلاق کا حکم شرعی	۴۵
• نابالغ کی طلاق کا حکم شرعی	۴۵
• مختل عقل والے کی طلاق کا حکم شرعی	۴۵
• برسام والے کی طلاق کا حکم	۴۶
• سونے والے کی طلاق کا حکم	۴۶
• سونے کی حالت میں دی گئی طلاق	

عنوان	صفحہ
کو بیداری میں نافذ کرنا	۴۶
• میاں بیوی میں سے کوئی دوسرے کا مالک ہو جائے تو کیا حکم	۴۷
• عدد طلاق میں عورت کا اعتبار	۴۷
• لفظ عتق سے وقوع طلاق کا حکم	۴۷
• لکھ کر طلاق دینے کا حکم	۴۸
• خط یا خطاب کے طور پر طلاق دینا	۴۸
• صورت مسئلہ	۴۸
• باب الطلاق الصریح	۴۹
• طلاق صریح کا بیان	۴۹
• طلاق صریح کی لغوی تعریف	۴۹
• الفاظ صریح سے ایک طلاق رجعی کا وقوع	۴۹
• سوال وجواب سے وقوع طلاق کا حکم	۵۰
• طلاق کا لفظ بول کر طلاق عن الوثاق کی نیت	۵۰
• شوہر طلاق دے کر منکر ہو جائے تو کیا حکم ہے	۵۰
• طلاق کے الفاظ اور ان کے اثرات	۵۱
• طلاق کا فرد حکمی تین طلاق	۵۱
• طلاق کے لیے عوام میں استعمال ہونے والے الفاظ	۵۲
• شوہر نے عورت کی جانب سے طلاق لی تو کیا حکم ہے	۵۲
• طلاق کی نسبت خدا کی طرف کرنے کا حکم	۵۳
• لفظ رہن اور لفظ ودیعت سے وقوع طلاق کا حکم	۵۳
• لفظ طلاق کی نسبت عورت یا اسکے جزبدن کی طرف کرنا	۵۴
• نصف اعلی واسفل پر طلاق کا حکم	۵۴
• جسم پر ہاتھ رکھ کر طلاق دینے کا حکم شرعی	۵۵
• طلاق کی نسبت ان اعضاء جسم کی جانب کرنا جن سے کل جسم مراد نہیں	۵۵

عنوان	صفحہ
• اجزاء طلاق کی نشست کا حکم شرعی	۵۶
• ڈیڑھ طلاق دو طلاق کے حکم ہوتا ہے	۵۷
• طلاق دینے کی مزید صورتیں	۵۷
• ایک فقہی اصول	۵۷
• متعدد طلاق کے اجزاء	۵۸
• طلاق کی نسبت کسی شہر کی جانب کرنا	۵۹
• طلاق کی تعلیق کرنے کا شرعی حکم	۵۹
• طلاق میں حسن کی قید لگانا	۶۰
• ایک سوال اور اس کا جواب	۶۱
• طلاق کی نسبت کل دن کی جانب کرنے کا حکم	۶۱
• انت طالق الیوم غدا کہا تو کیا حکم ہے	۶۲
• ایک قاعدہ کلیہ	۶۳
• طلاق دینے کی مختلف شکلیں	۶۳
• طلاق کی نسبت پیدائش سے پہلے کی جانب کرنے کا حکم	۶۴
• موت سے چند دن پہلے طلاق دینے کا حکم	۶۵
• طلاق کی نسبت ہر دن یا ہر ماہ کی جانب کرنا	۶۵
• ایک اصول	۶۶
• طلاق دینے کی مزید شکلیں	۶۶
• احکام شرعیہ کے ثبوت کے ذرائع	۶۶
• انقلاب کی تعریف	۶۶
• اقتصار کی تعریف	۶۷
• استناد کی تعریف	۶۷
• تبیین کی تعریف	۶۷
• اگر کہا انت طالق مالم اطلقک تو کیا حکم ہے	۶۷
• وقوع طلاق میں مختلف کلمات کا اثر	۶۸
• شوہر کی نیت کا اعتبار	۶۹

عنوان	صفحہ
• طلاق میں حیلہ اپنانا	۶۹
• طلاق کے وقوع کو دن کے ساتھ مقید کرنا	۶۹
• یوم کے متعلق ایک اصول	۷۰
• عورت کی جانب سے شوہر اپنے اوپر طلاق لے تو کیا حکم ہے	۷۰
• باندی کی طلاق کو آقا کی جانب سے آزادی پر موقوف کرنا	۷۱
• انگلیوں سے اشارہ کرکے طلاق دینے کا شرعی حکم	۷۲
• حضرت امام ابوحنیفہ کا قول ایمانی کایمان جبرئیل کا مطلب	۷۲
• اشارہ میں کن انگلیوں کا اعتبار ہے	۷۳
• انگلیوں سے اشارہ کرنا اور ھکذا نہ کہنا	۷۳
• کنائی الفاظ سے طلاق دینے کا شرعی حکم	۷۴
• الفاظ کنایات میں تین طلاق کی نیت کرنے کا حکم شرعی	۷۵
• الفاظ کنایات سے کب طلاق رجعی واقع ہوگی اور کب بائن	۷۵
• طلاق رجعی کے وقوع کی صورت	۷۶
• محرف لفظ سے وقوع طلاق کا حکم	۷۷
• فروع یعنی اضافہ شدہ مسائل	۷۸
• طلاق بائن کے وقوع کے الفاظ	۷۸
• بعض وہ جملے جن سے وقوع طلاق کا حکم کہا جاتا ہے	۷۹
• اثبات ونفی سے وقوع طلاق کا حکم	۷۹
• باب طلاق غیر المدخول بہا	۸۰
• شک کی وجہ سے وقوع طلاق کا حکم شرعی	۸۰
• نکاح فاسد کی صورت میں بیوی کو طلاق	۸۰
• غیر مدخولہ بیوی کو طلاق دینے کے متعلق احکام ومسائل	۸۱
• غیر مدخول بہا کو طلاق دینے کے بعد حد ولعان کا حکم	۸۱
• غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق دینا	۸۱
• غیر مدخولہ پر تین طلاق واقع نہ کرنے والوں کی تردید	۸۱
• غیر مدخولہ کو الگ الگ تین طلاق دینے کا شرعی حکم	۸۲
• طلاق میں عدد کا اعتبار	۸۳
• ایقاع طلاق کے بعد اور ذکر عدد سے قبل بیوی مرجائے تو کیا حکم	۸۴
• غیر موطوءہ بیوی پر طلاق کا حکم	۸۴
• قاعدہ کلیہ	۸۴
• قبل اور بعد کے مسائل کے متعلق اشعار کا مفہوم	۸۵
• دو یا تین بیویوں والا شخص مطلق طلاق دے تو اسکا حکم	۸۶
• واماتصحیح الزیلعی	۸۶
• ایک طلاق چار بیویوں پر واقع ہونے کا شرعی حکم	۸۶
• دو بیویوں والے پر طلاق کا شرعی حکم	۸۷
• نام لیے بغیر طلاق دینے کا حکم	۸۷
• اضافہ شدہ مسائل کا بیان	۸۸
• اگر بیوی کا نام طالق ہو اور شوہر نام لے کر پکارے تو کیا حکم	۸۸
• بیوی کو کتیا کہہ کر طلاق دینا	۸۹
• شوہر طلاق دیا اور کہا کہ میرا مقصد جھوٹی خبر دینا تھا تو کیا حکم	۸۹
• ایک نام کی متعدد عورت ہو تو پھر طلاق کا کیا حکم ہے	۸۹
• غلط نام کے ساتھ طلاق دینے کا حکم	۸۹
• مذاہب اربعہ پر طلاق دینے کا حکم	۹۰
• دنیا بھر کی عورتوں پر طلاق دینے کا حکم	۹۰
• بیوی کی طلاق کے مطالبہ پر جواب	۹۱

عنوان	صفحہ
• عورت کا خود اپنی ذات پر طلاق واقع کرنے کا حکم	۹۱
• مشروط طلاق کا جملہ دوستوں سے کہنے کا حکم	۹۲
• باب الکنایات	۹۲
• فقہاء کی اصطلاح میں کنایہ کی تعریف	۹۳
• الفاظ کنایہ کا حکم	۹۳
• حالات کی قسمیں	۹۳
• خلیتہ بریۃ سے وقوع طلاق کا حکم	۹۴
• استبری رحمک اور اعتدی وغیرہ کا حکم	۹۴
• کنایات میں نیت کا دخل	۹۵
• اخیر کی دو قسموں کا اثر	۹۵
• نیت کی شرط ہونے کی صورت میں سوال کا حکم	
• رد جواب مطالبہ طلاق اور گالم گلوج کے احتمال رکھنے والے سے وقوع طلاق کے متعلق نقشہ	۹۶
• کنایہ الفاظ سے طلاق بائن کا وقوع	۹۷
• الفاظ کنایات میں تین طلاق کی نیت کا حکم	۹۷
• اعتدی تین مرتبہ کہنے کا حکم	۹۷
• تین بار اعتدی کہے اور اس کی چوبیس قسمیں	۹۸
• مدخولہ کو ایک طلاق دے کر تین کرنے کا حکم	۹۹
• عدت کے اندر تین طلاق لازم کرنا	۹۹
• قول کے خلاف کرنا	۹۹
• طلاق صریح، طلاق صریح کے ساتھ اور بائن کے ساتھ ملتی ہے	۹۹
• طلاق صریح کی تعریف	۱۰۰
• طلاق بائن، بائن سے نہیں ملتی ہے	۱۰۱
• بائن، بائن کے تھوک بشامل نہیں ہوتا ہے	۱۰۱
• أنت بائن میں نیت کا حکم	۱۰۲
• طلاق بائن کی مزید ایک اور صورت	۱۰۲
• قبلیت کی قید لگانے کی وجہ	۱۰۲
• فسخ میں طلاق کا حکم	۱۰۳
• بیوی کا نکاح کرنے سے طلاق کا حکم	۱۰۴
• شوہر نے بیوی کو نکاح کا حکم دیا تو کیا حکم	۱۰۴
• درج ذیل جملوں میں وقوع طلاق کے لیے نیت شرط ہے	۱۰۴
• چند الفاظ کنایات اور اسکے حکم شرعی	۱۰۵
• باب تفویض الطلاق	۱۰۵
• تفویض طلاق کو بعد میں ذکر کرنے کی وجہ	۱۰۶
• تفویض اور توکیل کے درمیان فرق	۱۰۶
• تفویض طلاق کے لیے الفاظ	۱۰۶
• تفویض طلاق میں اختیار کب تک	۱۰۷
• تفویض طلاق کی حقیقت	۱۰۷
• مجلس علم کے بعد طلاق واقع کرنے کا حکم	۱۰۸
• توکیل بالنکاح میں رجوع کرنے کا شرعی حکم	۱۰۸
• توکیل اور تملیک میں فرق	۱۰۹
• مفوض الیہ کا پاگل ہونا	۱۰۹
• مجلس کی تبدیلی کب اور کب نہیں	۱۱۰
• کشتی میں سوار عورت کا مجلس	۱۱۰
• اختاری نفسک میں تین طلاق کی نیت	۱۱۱
• اختاری نفسک کے جواب میں اخترت نفسی کہنے کا حکم	۱۱۱
• لفظ نفس اور اختیار کے ذکر کا شرط ہونا	۱۱۲
• نفس اور اختیار کے لفظوں کا متصل ہونا	۱۱۲
• اختاری اختیارۃ سے وقوع طلاق کا حکم	۱۱۲

عنوان	صفحہ
• اخترت نفسی وزوجی سے وقوع طلاق کا حکم	۱۱۳
• اخترت زوجی ونفسی سے وقوع طلاق کا حکم	۱۱۳
• اختاری کے تکرار سے وقوع طلاق کا حکم	۱۱۴
• تخییر کا جواب طلقت نفسی سے دینے کا حکم	۱۱۴
• امرک بیدک سے طلاق کا حکم	۱۱۴
• عدم نفقہ کی شرط کے ساتھ طلاق کو معلق کرنا	۱۱۵
• اضافہ شدہ مسائل کا بیان	۱۱۶
• تکرار اختیار کا اثر	۱۱۶
• **باب الامر بالید**	۱۱۷
• یہ باب طلاق کو عورت کے حوالہ کرنے کے بیان میں	۱۱۷
• مسئلہ امر بالید کا شرعی حکم	۱۱۷
• امر بالید کہنے سے طلاق کا حکم شرعی	۱۱۷
• باپ کے قبول کرنے کا اثر	۱۱۸
• لفظ عاریت سے طلاق دینے کا حکم	۱۱۸
• امر بالید میں اگر اختلاف ہوجائے تو کیا حکم	۱۱۸
• امر بالید سے طلاق واقع ہونے کی شرائط	۱۱۹
• ہر وہ لفظ جو شوہر کی جانب سے ایقاع طلاق کی صلاحیت رکھتا ہے وہ عورت کی طرف سے جواب بھی بن سکتا ہے	۱۱۹
• امر بالید میں مرد کے تفویض کا اعتبار ہے	۱۲۰
• آج اور پرسوں پر تفویض طلاق	۱۲۰
• آج اور کل پر تفویض طلاق کا حکم	۱۲۱
• ایک اشکال اور اس کا جواب	۱۲۱
• امروز وفردا کی تفویض اور ایک روز کا رد	۱۲۱
تفویض کے بعد طلاق بائن دینے کا شرعی حکم	۱۲۲
• نکاح کے ساتھ امر بالید کی شرط لگانے کا حکم	۱۲۲
• زوجین میں اختلاف ہوجائے تو کیا حکم	۱۲۲
• بیوی کے اولیاء کا مطالبہ طلاق	۱۲۳
• فضولی شخص کا نکاح	۱۲۳
• دوآمیوں کو تفویض طلاق کرنا	۱۲۳
• **فصل فی المشیئت**	۱۲۳
• یہ فصل ان مسائل کے بیان میں جن میں عورت کی خواہش پر طلاق کو معلق کیا گیا ہے	۱۲۴
• طلقی نفسک کا جواب ابنت نفسی سے دینے کا حکم	۱۲۴
• تفویض طلاق کے بعد رجوع کرنے کا حکم	۱۲۴
• وکیل کو طلاق دینے کا حق	۱۲۵
• وکیل طلاق دینے کا مالک کیسے بنتا ہے	۱۲۵
• تفویض طلاق پر بیوی کا عمل	۱۲۶
• تفویض طلاق کے برعکس بیوی کا عمل	۱۲۶
• تفویض میں شوہر کی مخالفت کرنے کا شرعی حکم	۱۲۷
• ایک قاعدہ کلیہ	۱۲۷
• تفویض طلاق کے خلاف ورزی کرنے کا شرعی حکم	۱۲۷
• تفویض کا جواب تعلیق سے دینے کا حکم	۱۲۸
• متی شئت کے ساتھ تفویض طلاق	۱۲۸
• تفویض طلاق بالفاظ کلما	۱۲۸
• تفوض طلاق کی تحدید	۱۲۹
• تفویض طلاق بالفاظ حیث و این	۱۲۹
• کیف کے ساتھ تفویض طلاق کا حکم	۱۳۰
• کم اور ما کے ساتھ تفویض طلاق کا حکم	۱۳۰
• طلقی نفسک من ثلاث سے وقوع طلاق	۱۳۰
• اضافہ شدہ مسائل کا بیان	۱۳۱
• طلاق کے محبوب ومبغوض ہونے پر تعلیق کا حکم	۱۳۱

عنوان	صفحہ
• باب التعليق	۱۳۲
• تعلیق کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	۱۳۲
• تعلیق طلاق کے صحیح ہونے کی شرطیں	۱۳۳
• امر محال شیء پر طلاق معلق کرنے کا حکم	۱۳۳
• تعلیق طلاق کے لازم ہونے کی شرطیں	۱۳۴
• ملکیت کی طرف اضافت	۱۳۴
• تعلیق طلاق نکاح پر	۱۳۵
• اجنبی شخص کی تعلیق کا حکم	۱۳۵
• مدیوں کے یہاں زیارت کا مفہوم	۱۳۶
• اضافت والی طلاق کا حکم شرعی	۱۳۶
• تعلیق طلاق کے بعد علی الفور طلاق دیا تو کیا حکم	۱۳۷
• تعلیق طلاق زوال حلت کے بعد ختم ہو جاتی ہے	۱۳۷
• شیخین اور حضرت امام محمد کے درمیان اختلاف کا ثمرہ	۱۳۸
• شوہر کے مرتد ہونے سے تعلیق کا بطلان	۱۳۸
• منکوحہ باندی کے لیے تعلیق طلاق کا حکم	۱۳۹
• شرط کے الفاظ	۱۳۹
• بطلان تعلیق کب	۱۴۱
• کلما کا اثر	۱۴۲
• کلما کے عجیب وغریب مسائل	۱۴۲
• تعلیق کے بعد نکاح کا زوال	۱۴۲
• تعلیق طلاق کب ختم ہوگی	۱۴۳
• زوجین کے درمیان وجود شرط میں اختلاف ہو جائے تو کیا حکم	۱۴۳
• اختلاف کی صورت میں عورت کے قول کا اعتبار	۱۴۴
• طلاق کی تعلیق حیض پر کرنے کا حکم	۱۴۵
• فائدہ	۱۴۶

عنوان	صفحہ
• تعلیق بالحیض میں محض رویت دم سے طلاق واقع نہ ہوگی	۱۴۶
• غیر مدخولہ بیوی کا دوسرا نکاح	۱۴۶
• تعلیق بالحیض کی مختلف صورتیں	۱۴۷
• طلاق کی تعلیق کرنا لڑکے یا لڑکی کی ولادت پر	۱۴۸
• طلاق کی تعلیق حمل پر	۱۴۸
• حاملہ ہونے پر طلاق کو معلق کرنے کا حکم	۱۴۹
• طلاق اور عتاق کو دو چیزوں پر معلق کرنے کا حکم	۱۴۹
• پہلی صورت	۱۵۰
• دوسری صورت	۱۵۰
• تیسری صورت	۱۵۰
• چوتھی صورت	۱۵۰
• طلاق اور عتاق کو وطی پر معلق کرنے کا حکم	۱۵۰
• شادی کرنے پر طلاق کو معلق کرنا	۱۵۱
• ان شاء اللہ کے ساتھ طلاق کا حکم	۱۵۲
• استثناء متصل کا اعتبار کس وقت	۱۵۲
• لفظ ان شاء اللہ بولنے سے پہلے عورت کا انتقال ہونا	۱۵۳
• صحت استثنی کے لیے تلفظ اور ارادہ کا پایا جانا شرط نہیں	۱۵۳
• شیخ رملی شافعی کا فتوی	۱۵۳
• ان شاء اللہ کے کہنے پر گواہوں کی گواہی کا اعتبار	۱۵۴
• زوجین میں اختلاف ہو جائے تو کیا حکم	۱۵۴
• طلاق کی تعلیق ان کی مشیت پر معلق کرنا جنکی مشیت معلوم نہیں ہے	۱۵۵
• حروف شرطیہ	۱۵۵
• تاکید کا فصل ہو تو کیا حکم ہے	۱۵۵
• جملہ ان شاء اللہ کو طلاق سے پہلے متصلا لانا	۱۵۶
• انت طالق بمشیئۃ اللہ سے طلاق کا حکم	۱۵۷

عنوان	صفحہ
• بندہ کی طرف مشیت وغیرہ کی نسبت کرنے سے طلاق کا حکم	۱۵۷
• طلاق کو امر خدا کی طرف منسوب کرنے کا حکم	۱۵۸
• مشیت کو لام کے ساتھ لانا	۱۵۸
• مشیت کوئی کے ساتھ لانے کا حکم	۱۵۸
• مشیت وغیرہ کو بندہ کی طرف نسبت کرنا	۱۵۸
• مذکورہ الفاظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کا حکم	۱۵۹
• مذکورہ الفاظ کی مزید صورتیں	۱۵۹
• کیف شاء اللہ کے ساتھ طلاق دینا	۱۵۹
• مستثنیٰ منہ سے مستثنیٰ کرنا	۱۶۰
• متعدد استثنیٰ ہونے کی صورت میں وقوع طلاق	۱۶۱
• نو سے ایک تک کا استثناء	۱۶۱
• متعدد استثناء معلوم کرنے کا طریقہ	۱۶۱
• ایک طلاق سے بعض کا استثناء لغو ہے	۱۶۲
• لغو طلاق کا دوسرے بیوی پر استعمال	۱۶۲
• اضافہ شدہ مسائل کا بیان	۱۶۳
• تعلیق طلاق کی ایک نئی شکل	۱۶۳
• تکرار والی تعلیق	۱۶۴
• زوال ملک تعلیق کو باطل نہیں کرتا ہے	۱۶۴
• بھول کی وجہ سے تعلیق کا وقت نکل جائے تو کیا حکم ہے	۱۶۴
• آسودگی انزال پر موقوف ہے	۱۶۴
• اخبث والفحش کو طلاق	۱۶۵
• لے جانے کی تعلیق راستہ ہی میں گرفتاری پولس آجائے تو کیا حکم	۱۶۶
• بغیر اجازت شوہر گھر میں داخل ہونے پر تعلیق تعالیق براءت کا حکم	۱۶۶
• یمین پر کفارہ کا حکم	۱۶۷
• بیوی کے طلاق کی تعلیق کا حکم	۱۶۷
• تعلیق کی صورت میں قید کا حکم شرعی	۱۶۸
• تعلیق کی صورت میں جب گرفتار ہو جائے تو کیا حکم ہے	۱۶۸
• حنث اور عدم حنث کا اصول	۱۶۹
• **باب طلاق المریض**	۱۷۰
• باب طلاق المریض کے عنوان منعقد کرنے کی وجہ	۱۷۰
• مریض کی تعریف اصطلاح فقہاء میں	۱۷۰
• طلاق سے بھاگنے والے کا حکم	۱۷۱
• تہائی مال سے زیادہ متبرع کرنے کا حکم	۱۷۱
• مرض الموت میں عورت کب وارث ہوتی ہے	۱۷۲
• طلاق رجعی کا مطالبہ کرنے والی بیوی کا وارث ہونا	۱۷۳
• وراثت کی اہلیت	۱۷۳
• حالت مرض میں لعان اور ایلاء کا حکم	۱۷۴
• ارتداد کی صورت میں حق وراثت سے محرومی	۱۷۴
• جب مرض الموت میں جدائی عورت کی طرف سے آئے تو کیا حکم	۱۷۵
• عورت کی طرف سے خلع اور خیار بلوغ کی صورت میں حق وراثت	۱۷۵
• قید وغیرہ کی صورت میں شوہر کی موت	۱۷۵
• حاملہ عورت کا فرار شریعت کی نظر میں	۱۷۵
• مرض الموت میں طلاق کو اجنبی کے فعل پر معلق کرنے کا حکم	۱۷۶
• تعلیق کی سولہ صورتوں کی تفصیل	۱۷۶
• وہ دس صورتیں جن میں عورتیں وارث نہیں ہوگی	۱۷۷
• تعلیق کی صورت میں حق وراثت	۱۷۸

عنوان	صفحہ
وصیت واقرار کی صورت میں کیا حکم ہے	۱۷۸
دو بیویوں میں ایک طلاق کی صورت	۱۷۹
بیوی کی وراثت کا مسئلہ	۱۸۰
مرض الموت کی طلاق میں مرد کا وارث ہونے کا حکم	۱۸۱
حالت ارتداد میں میراث کا شرعی حکم	۱۸۱
پچھلی والی عورت کو طلاق واقع ہونے کی صورت	۱۸۱
شادی پر تعلیق کا شرعی حکم	۱۸۲
مرض الموت کی حالت میں طلاق کے مسائل	۱۸۲
باب الرجعت	۱۸۳
لفظ رجعت کی تحقیق	۱۸۳
رجعت کی تعریف حضرات فقہاء کی اصطلاح میں	۱۸۴
خلوت کے بعد رجعت کا حکم شرعی	۱۸۴
ہنسی مذاق اور اکراہ سے رجعت	۱۸۴
فعل سے رجعت کرنے کا شرعی حکم	۱۸۴
مسئلہ	۱۸۵
مسئلہ	۱۸۵
مسئلہ	۱۸۵
مجنون شخص کی رجعت فعل کا اعتبار	۱۸۵
مطلقہ رجعیہ کے دبر میں وطی کرنے سے ثبوت رجعت کا حکم	۱۸۶
طلاق بائن کی صورت میں رجعت کا حکم شرعی	۱۸۶
رجعت کے بدلہ عوض متعین کرنے کا حکم	۱۸۶
مسئلہ	۱۸۶
رجعت کرنے والے شوہر کے واسطے مستحب امور	۱۸۷
رجعت پر گواہ بنانا مستحب ہے	۱۷۸
دوران عدت رجعت کرنے کا دعوی	۱۸۸
شوہر کے قول کا اعتبار	۱۸۸
باندی اور اس کے شوہر کا بیان	۱۸۹
اقرار کرنے کے بعد انکار کرنے کا حکم	۱۹۰
حق رجعت کا انقطاع	۱۹۰
اقل مدت حیض میں عورت پاک ہوئی اور غسل کے لیے پانی موجود نہ ہو تو کیا حکم	۱۹۱
غسل میں کسی عضو کو دھونا بھول جائے تو کیا حکم ہے	۱۹۱
حاملہ بیوی سے طلاق کے بعد رجعت	۱۹۲
طلاق سے قبل بچہ والی بیوی سے رجعت	۱۹۲
خلوت صحیحہ کے بعد وطی کے انکار کا حکم	۱۹۳
بچے کی پیدائش پر تعلیق کرنے کا حکم	۱۹۳
لفظ کلما تعلیق کی صورت	۱۹۳
مطلقہ رجعیہ کے لیے عدت میں زینت اختیار کرنا	۱۹۴
مطلقہ رجعیہ کو سفر میں ساتھ لے جانے کا حکم	۱۹۵
مطلقہ رجعیہ سے وطی کرنے کا حکم شرعی	۱۹۵
مطلقہ رجعیہ کے لیے باری مقرر کرنا	۱۹۵
تین بائن طلاق سے کم کی صورت میں نکاح جدید کا جواز	۱۹۶
تین طلاق بائن کے بعد نکاح کا حکم	۱۹۶
مطلقہ ثلاثہ سے دوبارہ نکاح کے جواز کی شرط	۱۹۶
حلالہ کے صحیح ہونے کی شرط	۱۹۷
مطلقہ ثلاثہ کے جائز ہونے کی ایک لطیف شکل	۱۹۸
آقا کی وطی سے مطلقہ ثلاثہ شوہر اول کیلئے حلال نہ ہوگی	۱۹۸
ظہار ولعان کی صورت	۱۹۹
مقام وطی میں دخول حلالہ کے لیے شرط	۱۹۹
مفضاۃ سے وطی کا تیقن	۱۹۹
مقطوع الذکر شخص سے مطلقہ ثلاثہ کا نکاح اور اس کا حکم	۱۹۹

عنوان	صفحہ
• محل بکارت میں دخول تحلیل کا ذریعہ	۲۰۰
• کون سا دخول حلالہ میں معتبر ہے	۲۰۰
• مزہ چکھنے کی شرط	۲۰۱
• حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کا شرعی حکم	۲۰۱
• حلالہ کرنے کی تدبیر	۲۰۲
• شوہر ثانی سے مطلقہ ہونے کا طریقہ	۲۰۲
• تحلیل کی نیت کو چھپا کر نکاح کرنا	۲۰۳
• اول نکاح کا درست ہونا	۲۰۳
• زوجین کے قول میں اختلاف ہو جائے تو کیا حکم	۲۰۳
• دوسرے نکاح اور دخول کا اثر	۲۰۴
• مطلقہ ثلاثہ کے قول پر اعتماد	۲۰۴
• عدت گذارنے کی اقل مدت مقدار	۲۰۵
• عورت کے دعوی کا اعتبار	۲۰۵
• وہ مطلقہ ثلاثہ جو اپنے شوہر کو روکنے پر قادر نہیں ہے اس کا حکم	۲۰۵
• مسئلہ	۲۰۵
• تین طلاق پر گواہوں کی گواہی	۲۰۶
• شوہر بیوی سے الگ ہونے پر قادر نہ ہو تو کیا حکم ہے	۲۰۶
• جب عورت شوہر کو روک نہ سکے تو کیا حکم ہے	۲۰۶
• مرد کا حیلہ قابل اعتبار نہیں	۲۰۷
• باب الایلاء	۲۰۷
• باب الایلاء اور باب الرجعت سے مناسب	۲۰۸
• ایلاء کی لغوی اور شرعی تعریف	۲۰۸
• ایلاء کا رکن اور اس کی شرائط	۲۰۸
• ایلاء کا حکم شرعی	۲۰۹
• مدت ایلاء کی مقدار	۲۰۹
• ایلاء کا سبب	۲۰۹
• ایلاء کے الفاظ کی قسمیں	۲۱۰
• الفاظ صریح کی مثال	۲۱۰
• الفاظ کنایہ کا بیان	۲۱۱
• دائمی ایلاء کا ثبوت	۲۱۱
• مدت ایلاء پوری ہونے کے بعد کا حکم	۲۱۱
• ایلاء موقت کا شرعی حکم	۲۱۲
• ایلاء دائمی کا شرعی حکم	۲۱۲
• ایلاء کی ایک دوسری صورت	۲۱۳
• ایک سال تک عدم قربان کی قسم کھانا مگر ایک یوم کا استثناء کرنا	۲۱۴
• جب بیوی دوسری جگہ ہو اور وہاں کے متعلق قسم کھائی تو کیا حکم ہے	۲۱۴
• مطلقہ رجعیہ سے ایلاء کرنے کا شرعی حکم	۲۱۵
• ایلاء کے بعد طلاق بائن دینے کا شرعی حکم	۲۱۵
• ایلاء کرنے والا اگر وطی کرنے سے عاجز ہو تو کیا حکم ہے	۲۱۵
• زبان سے رجوع کے بعد قدرت علی الوطی کا حکم	۲۱۶
• رجوع کی مزید ایک دو شرط	۲۱۶
• بیوی کو حرام کا لفظ کہنا	۲۱۷
• حرام کا لفظ بیوی کہے تو کیا حکم	۲۱۷
• انت علی حرام کی طرح مزید جملے	۲۱۷
• چار بیوی والے کو انت علی حرام کہنے کا حکم	۲۱۸
• شارح کی طرف سے اضافہ شدہ مسائل	۲۱۹
• ایک قول سے دو مرادیں	۲۱۹
• یمین کے بعد وطی کرنے کا حکم	۲۱۹
• یہ کہنا کہ میں تم سے وطی نہیں کروں گا	۲۲۰

عنوان	صفحہ
• باب الخلع	۲۲۰
• خلع کی لغوی واصطلاحی تعریف	۲۲۱
• عورت کے قبول کرنے کی شرط	۲۲۱
• جن الفاظ سے خلع ہوجاتا ہے ان کا بیان	۲۲۲
• خلع کرنا شرعاً کب جائز ہے	۲۲۲
• خلع کے واقع ہونے کی شرطیں	۲۲۳
• خلع کے معنی ومفہوم کا جاننا	۲۲۴
• الفاظ خلع کون کون ہیں	۲۲۴
• خلع میں قرائن کا اعتبار کرنے کا حکم	۲۲۵
• لفظ خلع سے طلاق واقع ہونے کا حکم	۲۲۵
• خلع کے بدلے میں مال لینے کا حکم	۲۲۶
• عورت کو خلع کے قبول کرنے پر مجبور کرنے کا حکم	۲۲۶
• اگر بدل خلع عورت کے قبضہ ہی میں ہلاک ہوجائے تو کیا حکم ہے	۲۲۷
• اگر بدل خلع شرعاً مال نہ ہو تو خلع کا حکم	۲۲۷
• اگر بدل خلع میں حلال مال کا نام لیا اور حرام مال نکل گیا تو کیا حکم ہے	۲۲۷
• مال یا دراہم کے اضافہ کرنے کا حکم	۲۲۸
• بدل خلع کا نام لینے کا حکم	۲۲۹
• شرط فاسد کے ساتھ خلع کرنے کا حکم	۲۲۹
• بعوض مال طلاق کا مطالبہ	۲۳۰
• اگر شوہر نے طلاق کو عورت کے سپرد کیا بعوض مال تو کیا حکم ہے	۲۳۰
• ہزار لازم ہے کہنے سے وقوع طلاق کا حکم	۲۳۱
• میاں بیوی میں اختلاف ہوجائے تو کیا حکم ہے	۲۳۱
• طلاق اور بیع میں فرق کی وجہ	۲۳۲

عنوان	صفحہ
• خلع کے بارے میں زوجین کے درمیان اختلاف ہوجائے تو کیا حکم ہے	۲۳۳
• اضافہ شدہ مسائل کا بیان	۲۳۳
• مہر اور نفقہ میں اختلاف ہوجائے تو کیا حکم ہے	۲۳۳
• خلع سے تمام حقوق متعلقہ بالنکاح ساقط ہوجاتے ہیں	۲۳۴
• خلع سے نفقہ عدت اور سکنیٰ ساقط نہیں ہوتا ہے	۲۳۴
• خلع میں بچوں کے نفقہ سے بچنے کی شرط لگانا	۲۳۵
• بقیہ نفقہ عدت ونفقہ ولد کی واپسی	۲۳۶
• عند المطالبہ نفقہ کی وصولیابی	۲۳۷
• باپ کی طرف سے خلع کا مطالبہ ہو تو کیا حکم ہے	۲۳۷
• نابالغ لڑکے کا خلع	۲۳۸
• نابالغ لڑکی کا خلع کرانے کی شرعی حکم	۲۳۸
• مہر ساقط کرنے کا حیلہ	۲۳۸
• بدل خلع کی ضمانت نابالغہ پر ڈالنے کا حکم	۲۳۸
• خلع میں زوجین کا ایجاب وقبول	۲۳۹
• بیمار عورت کا خلع تہائی مال میں معتبر ہے	۲۳۹
• مکاتبہ باندی کا خلع کرنے کا حکم	۲۳۹
• باندی عورت کا خلع کرنے کا حکم	۲۴۰
• شارح کی طرف سے اضافہ شدہ مسائل	۲۴۱
• دخول دار پر طلاق کو معلق کرنا	۲۴۱
• خلع کی ایک اور صورت	۲۴۲
• خلع کی طلب پر طلاق دینے کا حکم شرعی	۲۴۲
• عوض کے بدلے طلاق رجعی کا قول	۲۴۲
• بدل خلع شوہر پر لازم کرنا	۲۴۳
• خلع بالشرط کا حکم	۲۴۳
• باب الظہار	۲۴۳

عنوان	صفحہ
• ظہار کی لغوی اور شرعی تعریف	۲۴۴
• بوصف لا یمکن زوالہ کی قید کی وجہ	۲۴۵
• محرم سے مراد شرعی	۲۴۵
• بدائع الصنائع کی عبارت پر خانیہ کی عبارت سے ایک اعتراض	۲۴۶
• علامہ ابن عابدین شامی کی طرف سے جواب	۲۴۶
• ظہار کی نسبت ملک اور سبب ملک کی طرف کرنا	۲۴۶
• اگر عورت مرد سے ظہار کرے تو کیا حکم ہے	۲۴۶
• ظہار کرنے کے طریقے اور اس کی مثالیں	۲۴۷
• ظہار کا حکم شرعی	۲۴۷
• ملک یمین کی صورت	۲۴۸
• کفارہ ظہار کی ادائیگی سے پہلے وطی کا حکم شرعی	۲۴۹
• ظہار والی عورت کا مطالبۂ وطی کا حق	۲۴۹
• ظہار کو کسی خاص وقت کے ساتھ مقید کرنے کا حکم	۲۵۰
• کنایہ الفاظ کی صورت میں نیت کا اعتبار	۲۵۰
• بیوی کو ماں، بہن کہنے کا شرعی حکم	۲۵۰
• بیوی کو حرام کہنے کا حکم شرعی	۲۵۰
• اپنی باندی سے ظہار کرنے کا حکم	۲۵۱
• ایک ساتھ تمام بیویوں سے ظہار کرنے کا حکم	۲۵۱
• ایک بیوی سے متعدد بار ظہار کرنے کا حکم	۲۵۱
• شارح کی طرف سے اضافہ شدہ مسائل کا بیان	۲۵۲
• شرط مکرر پر ظہار کو معلق کرنے کا شرعی حکم	۲۵۲
• باب الکفارۃ	۲۵۳
• یہ باب کفارہ ظہار کے احکام و مسائل کے بیان میں	۲۵۳
• وجوب کفارہ کا سبب کیا ہے	۲۵۴
• وجوب کفارہ کا سبب مشروعیت	۲۵۴

عنوان	صفحہ
• کفارہ کا رکن اسکے وجوب وصحت کی شرط اور مصرف	۲۵۴
• کفارہ کی آدائیگی کا وقت تاعمر	۲۵۴
• اصلاح شریعت میں کفارہ	۲۵۵
• کفارہ میں مرتد اور حربی غلام آزاد کرنے کا حکم	۲۵۵
• بہرہ، خصی، مقطوع الذکر مقطوع الاذنین وغیرہ غلام کا کفارہ میں آزاد کرنا	۲۵۵
• اعور: کانا: اعمش: چوندھا: وغیرہ غلام کو کفارہ میں آزاد کرنا	۲۵۵
• وہ غلام جن کو آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا ہے	۲۵۶
• اگر آزاد کرنے کیلئے غلام موجود نہ ہو تو کیا حکم ہے	۲۵۷
• غلام آزاد کرنے کے بجائے روزہ رکھنا	۲۵۷
• اگر کسی پر دو کفارہ واجب ہوں تو کیا حکم ہے	۲۵۸
• روزہ میں مہینہ کا اعتبار ہے یا ایام کا	۲۵۸
• روزہ رکھنے کے آخری دن غلام آزاد کرنے پر قادر ہو گیا تو کیا حکم ہے	۲۵۸
• آخری دن کے روزہ کا حکم شرعی	۲۵۹
• مسئلہ	۲۵۹
• صوم ظہار کی چند اہم شرطیں	۲۵۹
• مسئلہ	۲۶۰
• مسئلہ	۲۵۹
• مسئلہ	۲۵۹
• صوم کفارہ میں کسی عذر کی وجہ افطار کا حکم	۲۶۰
• بلا عذر شرعی روزہ افطار کرنا یا مظاہر کا بیوی سے وطی کرنے کا حکم	۲۶۰
• مظاہر کا رات یا دن میں عمداً یا سہواً وطی کرنے کا حکم	۲۶۱
• علامہ قہستانی کے قول کا خلاصہ	۲۶۱

عنوان	صفحہ
• علامہ ابن عابدین کا فیصلہ	۲۶۱
• کفارہ ظہار کی ادائیگی کے دوران اگر وطی کرلے تو کیا حکم ہے	۲۶۱
• غلام، مکاتب، اور مجور کے لیے کفارہ ظہار کا حکم	۲۶۲
• ایک اشکال اور اس کا جواب	۲۶۲
• آقا کے لیے اپنے غلام کو کفارہ کے ادا کرنے سے روکنا جائز نہیں ہے	۲۶۲
• اگر آقا غلام کی طرف سے کھانا کھلا دے تو کیا حکم ہے	۲۶۲
• غلام کا محصر ہوجائے اور آقا اس کی طرف سے حرم شریف جانور بھیجے	۲۶۳
• مظاہر کفارہ صوم سے بالکل عاجز ہوجائے تو کیا حکم ہے	۲۶۳
• غیر مراہق کا کھانا کھلانا	۲۶۳
• مسئلہ	۲۶۴
• تملیک طعام کتنا کیا جائے اور کن کن لوگوں کو کیا جائے	۲۶۴
• دوپہر اور شام کو کھانا کھلانا	۲۶۴
• کھانے میں سالن کی ضرورت	۲۶۴
• تملیک طعام اور اباحت طعام میں فرق	۲۶۵
• کفارے کفارہ کا کھانا اگر ایک ہی مسکین کو کھلا دے تو کیا حکم ہے	۲۶۵
• اگر ساٹھ مسکینوں کا پورا کھانا یا غلہ ایک مسکین کو یا ایک ہی دن دیدیا جائے تو کیا حکم ہے	۲۶۵
• مظاہر کسی دوسرے کو کھانا کھلانے کی ذمہ داری دیدے تو کیا حکم ہے	۲۶۵
• اباحت طعام کے صحیح ہونے کی شرط	۲۶۶
• اباحت اور تملیک کے جمع کرنے کا حکم	۲۶۶
• اباحت اور تملیک جمع کرنے اور نہ کرنے کے متعلق ایک ضابطہ	۲۶۶
• بغیر متعین کئے دو غلام دو کفاروں میں ادا کرنے کا حکم	۲۶۷
• دو کفاروں کے لیے لاعلی التعیین چار ماہ کا روزہ رکھنا	۲۶۷
• دو مختلف الجنس کفاروں کی طرف سے دو غلام کو آزاد کرنا	۲۶۷
• دو کفاروں میں صرف ایک غلام آزاد کرنا	۲۶۷
• دو ظہاروں کا کفارہ ایک ہی فقیر کو ایک ہی مرتبہ دینا	۲۶۸
• بدفعة واحدة کی قید کا فائدہ	۲۶۸
• مسئلہ	۲۶۸
• کفارۂ افطار اور کفارۂ ظہار میں ایک ہی دفعہ دینا	۲۶۸
• ایک اصول	۲۶۹
• اضافہ شدہ مسائل کا بیان	۲۶۹
• ایک ہی دن ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلانا	۲۶۹
• صبی فطیم اور شکم سیر شدہ شخص کو کفارہ کا کھانا کھلانے کا حکم	۲۷۰
• **باب اللعان**	۲۷۰
• لعان کی لغوی اور شرعی تعریف	۲۷۰
• لعان میں مرد کی گواہی حد کے قائم مقام ہوتی ہے	۲۷۱
• حکم لعان کے نزول کا سبب	۲۷۱
• لعان کے واقع ہونے کی شرطیں	۲۷۱
• لعان کا سبب	۲۷۲
• لعان کے ارکان	۲۷۲
• لعان کا حکم شرعی	۲۷۳
• کیا لعان کرنے والے میاں بیوی دونوں آپس میں جمع ہوسکتے ہیں	۲۷۳
• کن کن صورتوں میں لعان کا حکم دیا جائے گا	۲۷۳
• زوجین میں ادائے شہادت کی صلاحیت	۲۷۴
• اگر شوہر نے بچہ کے نسب کی نفی کردی تو کیا حکم	۲۷۴

عنوان	صفحہ
• مسئلہ	۲۷۴
• عورت کے لیے پردہ پوشی کرنا افضل ہے	۲۷۴
• لفظ لاعن کا ماقبل سے ربط	۲۷۴
• اگر شوہر لعان سے انکار کرے تو کیا حکم ہے	۲۷۵
• اگر شوہر لعان پر آمادہ ہو تو کیا حکم ہے	۲۷۵
• شوہر کے لعان کے بعد اگر عورت لعان سے انکار کرے تو کیا حکم ہے	۲۷۵
• لڑکے کا نسب منتفی کرنے سے منتفی نہ ہوگا	۲۷۵
• اگر زوجین شہادت سے رک جائیں تو کیا حکم ہے	۲۷۶
• عورت کے قید کیے جانے پر ایک اشکال اور اس کا جواب	۲۷۶
• شوہر اگر غلام یا کافر ہونے کی وجہ سے شاہد بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو کیا حکم ہے	۲۷۶
• شوہر شہادت کے اہل ہو اور بیوی اہل نہ ہو تو کیا حکم ہے	۲۷۶
• سدا للباب مرد پر تعزیر کا حکم	۲۷۷
• عورت کے محصنہ ہونے کا اعتبار	۲۷۷
• طلاق بائن سے لعان کا سقوط	۲۷۸
• وجوب لعان کے بعد اگر عورت زنا کرالے تو کیا حکم ہے	۲۷۸
• قذف کے بعد شاہد اندھا ہو گیا یا فاسق ہو گیا یا مرتد تو کیا حکم ہے	۲۷۸
• ذمیہ عورت یا باندی پر زنا کی تہمت لگانے کا حکم	۲۷۸
• لعان کا شرعی طریقہ	۲۷۹
• لعان کے بعد قاضی کی تعریف کے فیصلہ سے عورت بائنہ ہو جائے گی	۲۷۹
• لعان کے بعد اہلیت زائل ہو جائے تو کیا حکم ہے	۲۷۹
• لعان کے بعد زوجین میں سے کوئی ایک غائب ہو جائے تو کیا حکم ہے	۲۷۹
• قبل التفریق قاضی معزول ہو جائے تو کیا حکم ہے	۲۸۰
• اکثر لعان کے بعد غلطی سے قاضی کا تفریق کرنا	۲۸۰
• شوہر کے لعان کے بعد بیوی کے لعان سے قبل قاضی کا تفریق کرنا	۲۸۰
• لعان کے بعد وطی کا حکم	۲۸۱
• زندہ لڑکے سے باپ کے نسبت کی نفی کرنے کا شرعی حکم	۲۸۱
• لڑکے کے نسبت کی نفی کرنے کی شرطیں	۲۸۲
• لعان کے بعد شوہر اپنی تکذیب کرے تو کیا حکم ہے	۲۸۲
• اگر میاں بیوی میں سے دونوں یا کوئی ایک گونگے ہوں تو کیا حکم ہے	۲۸۲
• حمل کی نفی کرنے سے لعان واجب نہیں	۲۸۳
• اگر عند القذف حمل کا ہونا یقینی ہو تو کیا حکم ہے	۲۸۳
• زوجین میں ہر ایک لعان کرے	۲۸۳
• ایک سوال اور اس کا جواب	۲۸۳
• مبارک بادی کے وقت سات دن کے اندر لڑکے کے نسب کی نفی کرنا	۲۸۴
• بچے کے نسب کی نفی کرنے کی صورت میں لعان کا حکم	۲۸۴
• دو جڑواں بچے میں سے ایک کے نسب کا اقرار اور دوسرے کا انکار	۲۸۴
• دونوں صورتوں میں نسب کا ثبوت	۲۸۵
• جڑواں بچوں کی تعریف فقہاء کی اصطلاح میں	۲۸۵
• بطن واحد سے تین بچے جنے تو کیا حکم	۲۸۵
• لعان والا لڑکا مر گیا تو کیا حکم ہے	۲۸۵
• شارح کی طرف سے اضافہ شدہ مسائل	۲۸۶
• لڑکے کا نسب کبھی منتفی نہیں ہوگا	۲۸۶

عنوان	صفحہ
• ثبوت نسب کی ایک صورت	۲۸۷
• ولد لعان کے نسب کا شرعی حکم	۲۸۷
• نسب ولد کے متعلق شارح کی رائے گرامی	۲۸۸
• **باب العنین وغیرہ**	۲۸۸
• عنین کی لغوی وشرعی تعریف	۲۸۸
• دبر میں وطی پر قدرت کی وجہ عنین کا حکم	۲۸۹
• اگر بیوی شوہر کو مجبور پائے تو کیا حکم ہے	۲۸۹
• مذکورہ مسئلہ پر شارح کا اعتراض	۲۸۹
• تفریق مقطوع الذکر میں بلوغ کی شرط	۲۹۰
• اگر حرہ بالغہ تفریق کا مطالبہ کرے تو کیا حکم ہے	۲۹۰
• اگر مرد کے متعلق قبل النکاح ہی مجبوب ہونے کا علم ہو تو کیا حکم ہے	۲۹۰
• ایک مرتبہ وطی کرنے کے بعد مجبوب ہو گیا تو کیا حکم ہے	۲۹۱
• مقطوع الذکر شخص کی بیوی سے بچہ پیدا ہو تو کیا حکم ہے	۲۹۱
• تفریق کے دو سال کے بعد بچہ پیدا ہوا تو کیا حکم ہے	۲۹۱
• گواہوں کی گواہی سے تفریق کا بطلان	۲۹۱
• علامہ زیلعی کا اعتراض اور اس کا جواب	۲۹۱
• اگر عورت اپنے شوہر کو نامرد پائے تو کیا حکم ہے	۲۹۲
• عطف الخاص علی العام	۲۹۳
• عنین اور خصی شخص کو ایک سال کی مہلت	۲۹۳
• قمری سال معتبر ہے یا شمسی	۲۹۳
• حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی رائے عالی	۲۹۴
• درمیان ماہ سے مدت کی تعیین کس طرح کیا جائے	۲۹۴
• ماہ رمضان المبارک اور عورت کے حیض کے ایام	۲۹۴
• سال کی مدت کب سے مقرر کی جائے	۲۹۴
• اگر عنین نے ایک مرتبہ جماع کر لیا تو کیا حکم ہے	۲۹۵
• شوہر طلاق دینے سے انکار کرے تو کیا حکم ہے	۲۹۵
• اگر عورت دیوانی ہو تو مطالبہ تفریق کون کرے	۲۹۵
• اگر باندی ہو اور شوہر عنین یا خصی ہو تو کیا حکم ہے	۲۹۵
• عورت کے معاملہ دائر کرنے کے بعد قاضی نے ایک سال کی مدت متعین کر دیا	۲۹۶
• شوہر وطی کا دعوی کرے اور عورت انکار کرے تو کیا حکم ہے	۲۹۶
• عورت کے باکرہ ہونے کی پہچان	۲۹۷
• ایک سوال اور اس کا جواب	۲۹۷
• متقی عورت نے ثیبہ بتلایا تو کیا حکم ہے	۲۹۷
• زوال بکارت کا سبب جماع کے علاوہ کو قرار دینا	۲۹۷
• عورت کے اختیار زوج سے خیار کا بطلان	۲۹۸
• پہلی بیوی یا اجنبیہ عورت نے عنین سے اس کا حال جاننے کے باوجود نکاح کر لیا	۲۹۸
• دوسرے کے عیوب کی وجہ عدم اختیار	۲۹۸
• حضرات ائمہ ثلاثہ کا اختلاف	۲۹۹
• شارح پر مصنف کی طرف سے تین اعتراض	۲۹۹
• تفریق کے بعد زوجین نکاح پر راضی ہو جائے تو کیا حکم ہے	۲۹۹
• شارح کی رائے عالی	۳۰۰
• **باب العدۃ**	۳۰۰
• عدت کی لغوی اور شرعی تعریف	۳۰۱
• مرد کے انتظار کرنے کے مواقع	۳۰۱
• وہ بیس مواقع جن میں مرد انتظار کرے گا	۳۰۱
• عدت کی تعریف فقہاء کی اصطلاح میں	۳۰۲
• شارح کی رائے گرامی	۳۰۲

عنوان	صفحہ
• صغیرہ کے ولی کے اضافہ کا فائدہ	۳۰۲
• عدت کی تعریف مذکور پر ایک اعتراض	۳۰۳
• امام اعظم ابوحنیفہ کی ذہانت کا ایک عجیب وغریب واقعہ	۳۰۳
• وجوب عدت کے اسباب	۳۰۳
• وجوب عدت کی شرطیں اور ارکان	۳۰۴
• عدت کا حکم اور اس کی قسمیں	۳۰۴
• عدت کا اجمالی بیان	۳۰۵
• حرہ کی عدت دخول حقیقی یا حکمی کے بعد	۳۰۵
• لفظا حقیقتا و حکما کی قید کا اسقاط	۳۰۵
• حائضہ عورت تین کامل حیض سے عدت گذارے گی	۳۰۵
• پہلے حیض کی حکمت	۳۰۶
• دوسرے حیض کی حکمت	۳۰۶
• تیسرے حیض کی حکمت	۳۰۶
• ام ولد کی عدت شرعی	۳۰۶
• اگر ام ولد کا شوہر یا آقا مرجائے تو اس کو معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے	۳۰۷
• شکل اول	۳۰۷
• شکل ثانی	۳۰۷
• شکل ثالث	۳۰۷
• ام ولد اپنے شوہر کے مال کا وارث نہیں ہوگی	۳۰۸
• باندی اور مدبرہ کی عدت کا حکم	۳۰۸
• باندی اور مدبرہ کے لڑکے کا نسب کا حکم	۳۰۸
• وطی بالشبہ اور نکاح فاسد کی وجہ سے عدت کا حکم	۳۰۸
• نکاح فاسد کے بعد شوہر کا انتقال ہوگیا تو کیا حکم ہے	۳۰۸
• جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت	۳۰۹
• سن بلوغ پہنچنے کے بعد بھی حیض نہ آتا ہو	۳۰۹
• شرح وہبانیہ کے قول پر فتوی نہ دینے کا حکم	۳۰۹
• شارح کی عبارت کا مطلب	۳۱۰
• مسئلہ ہذا میں امام شافعی کے قول پر فتوی دینے کی مخالفت	۳۱۱
• غیر کے مذہب کے مطابق جواب دینے کی ممانعت	۳۱۱
• مفقود الخبر میں حضرت امام مالک کے قول پر فتوی	۳۱۱
• کتنے مسائل میں امام مالک کے قول پر فتوی ہے	۳۱۲
• و فاعدۃ کی توضیح	۳۱۲
• ممتدۃ الحیض عورت کی عدت	۳۱۲
• مسئلہ	۳۱۲
• عدت کا شمار قمری مہینوں کے اعتبار سے کرنا	۳۱۲
• عدت کا وجوب مشروط بالوطی ہے	۳۱۳
• ایک اعتراض اور اس کا جواب	۳۱۳
• دودھ پیتا شوہر کی فرقت سے عدت کا وجوب	۳۱۳
• متوفی عنہا زوجہا کی عدت	۳۱۳
• حائضہ باندی کی عدت وفات	۳۱۴
• غیر حائضہ باندی کی عدت وفات	۳۱۴
• حاملہ عورت کی عدت کا حکم	۳۱۵
• وضع حمل سے کیا مراد ہے	۳۱۵
• صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم المصری کا قول	۳۱۵
• خروج رأس سے مضئ عدت کا حکم شرعی	۳۱۶
• معتدہ بائنہ کے بطن سے بچے کا سر باہر نکل آئے تو نسبت کا حکم	۳۱۶
• اگر معتدہ عورت کا حمل ساقط ہوگیا تو کیا حکم ہے	۳۱۶
• اگر مرنے والا شوہر صغیر ہو تو کیا حکم ہے	۳۱۶
• صغیر شوہر کی وفات کے بعد عورت حاملہ ہوئی تو کیا حکم ہے	۳۱۷

عنوان	صفحہ
• پیدا ہونے والا بچہ کا ثبوت نسب	۳۱۷
• شوہر مشرق میں ہو اور بیوی مغرب میں پھر تولد ہوجائے تو نسب کا حکم	۳۱۷
• اگر بچہ معتدہ کے پیٹ ہی میں مرجائے تو کیا حکم ہے	۳۱۷
• امرأۃ الفار کی عدت	۳۱۸
• شارح کا اختلاف	۳۱۸
• ابعد الاجلین کی تفسیر	۳۱۸
• ابعد الاجلین کی صورتیں	۳۱۸
• امرأۃ الفار میں طلاق بائن کی قید کا فائدہ	۳۱۹
• طلاق رجعی کی حالت میں باندی آزاد ہوئی تو کیا حکم	۳۱۹
• اگر باندی طلاق بائن یا وفات زوج کی عدت آزاد ہوئی تو کیا حکم ہے	۳۲۰
• انتقال عدت کی چھ صورتیں	۳۲۰
• آئسہ عورت کو خون آنا شروع ہوجائے تو کیا حکم ہے	۳۲۱
• دوبارہ عدت شروع کرنے کی علت	۳۲۲
• علامہ علاء الدین حصکفی کی رائے	۳۲۲
• اگر صغرہ کو عدت بالاشہر مکمل ہونے کے بعد حیض آجائے تو کیا حکم ہے	۳۲۲
• صغیرہ عدت بالاشہر مکمل کررہی تھی کہ درمیان میں حیض آگیا تو کیا حکم ہے	۳۲۳
• عورت کس عمر میں سن ایاس کو پہنچتی ہے	۳۲۳
• سن ایاس کے متعلق علامہ ابن نجیم کی رائے	۳۲۳
• نکاح فاسد میں عدت کا حکم	۳۲۳
• نکاح فاسد میں وجوب عدت کے متعلق صحیح قول	۳۲۴
• علامہ ابن عابدین شامی کی رائے گرامی	۳۲۴
• نکاح فاسد میں دخول کا اعتبار	۳۲۴
• جس عورت سے شبہ میں وطی کرلی گئی اسکی عدت کا حکم	۳۲۵
• ام ولد کی عدت کا بیان اور ام ولد کی قید کا فائدہ	۳۲۵
• موطؤہ بالشبہ کے واطی کی موت سے عدت کا وجوب	۳۲۶
• متروکہ اور مفروقہ کی بیوی کی عدت	۳۲۶
• جس حیض میں طلاق ہوئی وہ عدت میں شمار نہیں ہوگی	۳۲۶
• اگر معتدہ عورت سے وطی کرلی گئی تو کیا حکم ہے	۳۲۷
• دونوں عدتوں مین تداخل کی مثال	۳۲۸
• معتدہ سے کون سی عورت مراد ہے	۳۲۸
• معتدہ رجعیہ سے شبہ میں وطی کا حکم	۳۲۸
• معتدہ بالاشہر اور معتدہ بالوفات کی عدت کا تداخل	۳۲۸
• صاحب تنویر الابصار پر اعتراض	۳۲۸
• عدت کی ابتداء کب سے ہوگی	۳۲۹
• شوہر طلاق دینے کے بعد انکار کرے تو کیا حکم ہے	۳۲۹
• شوہر نے بیوی کو مبہم طلاق دی تو کیا حکم ہے	۳۳۰
• عدت کی ابتداء طلاق کی گواہی دینے کے وقت سے ہوگی یا قاضی کے فیصلے کے وقت سے	۳۳۰
• عدت کی ابتداء اقرار کے وقت سے ہوگی یا طلاق دینے کے وقت سے	۳۳۰
• اقرار کی صورت میں نفقہ وسکنی کا وجوب	۳۳۰
• طلاق بائن دینے کے بعد شوہر بیوی کے پاس رہے تو کیا حکم ہے	۳۳۱
• مذکورہ بالا مسئلہ کے متعلق جواہر الفتاویٰ کے حوالہ	۳۳۱
• نکاح فاسد میں عدت کی ابتداء کب سے ہوگی	۳۳۱
• معتدہ عورت سے وطی کرنے کی صورت میں حد کب سے جاری ہوگی	۳۳۲
• متارکہ بیوی کی عدت کب سے ابتداء ہوگی	۳۳۲

عنوان	صفحہ
• نکاح فاسد کر کے طلاق دینا اور نکاح سے انکار کرنے کا حکم	۳۳۲
• منکوحہ بنکاح فاسد مدخولہ ہو تو کیا حکم ہے	۳۳۲
• نکاح فاسد میں خلوت کا قول	۳۳۲
• مضئ عدت کے متعلق زوجین کے درمیان اختلاف ہو جائے تو کیا حکم ہے	۳۳۴
• انقضاء عدت کے باب میں عورت کے قول معتبر ہونے کی وجہ	۳۳۴
• معتدہ عورت کی عدت مہینوں سے	۳۳۴
• تین حیض کم از کم کتنے ایام میں آ سکتے ہیں	۳۳۴
• ساٹھ دن میں تین حیض مکمل ہونے کی صورت	۳۳۵
• باندی کے لیے چالیس دن میں دو حیض مکمل کرنے کی صورت	۳۳۵
• مذکورہ مدت کے معتبر ہونے کی شرط	۳۳۵
• معتدہ عورت سے نکاح صحیح کرنے کے بعد طلاق دینے کا حکم	۳۳۶
• ایک مثال	۳۳۶
• وہ دس مسائل جن میں نکاح اول کا دخول نکاح ثانی کے دخول کے قائم مقام ہوتا ہے	۳۳۶
• مسئلہ بالا میں حضرت امام زفر کا قول	۳۳۸
• مقلد قاضی کا اپنے امام کے مذہب کے خلاف فیصلہ کرنا	۳۳۸
• ذمیہ غیر حاملہ عورت کی عدت فقیہ الولوالجی کی رائے	۳۳۸
• ذمیہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے	۳۳۸
• ذمیہ عورت کا خاوند مسلمان ہو تو کیا حکم ہے	۳۳۹
• دار الحرب سے قید کر کے لائی گئی عورت کی عدت	۳۳۹
• دار الحرب سے قید کر کے لائی گئی عورت اگر حاملہ ہو تو کیا حکم ہے	۳۳۹
• اگر کوئی حربیہ عورت مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آئی تو کیا حکم ہے	۳۳۹
• غیر کی منکوحہ سے شادی کر کے وطی کر لی تو کیا حکم ہے	۳۴۰
• منکوحہ مزنیہ زوج اول کے لیے حلال ہے	۳۴۰
• منکوحۃ الغیر سے نکاح اور وطی کی حرمت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کر لیا تو کیا حکم ہے	۳۴۰
• نفقہ کے وجوب کے بارے میں شارح کی رائے	۳۴۰
• مرد کی منی عورت نے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا تو کیا حکم ہے	۳۴۱
• دبر میں وطی کرنے سے عدت کے وجوب کا حکم	۳۴۱
• قنیہ میں مذکور ایک مسئلہ کی وضاحت	۳۴۲
• عورت کا قول کسی مرد سے	۳۴۳
• مطلقہ عورت کے بچے کا نسب	۳۴۳
• **فصل فی الحداد**	۳۴۳
• یہ فصل سوگ منانے کے بیان میں	۳۴۳
• حداد کی لغوی و شرعی تعریف	۳۴۴
• شرعی حداد کی تعریف	۳۴۵
• حداد واجب نہیں ہے	۳۴۵
• بناؤ سنگار کے ترک میں درج ذیل چیزیں داخل ہیں	۳۴۵
• بوقت مجبوری مذکورہ چیزوں کا استعمال کرنا	۳۴۵
• سوگ والی عورتوں کے لیے کالا کپڑا اور نیلا کپڑا استعمال کرنا	۳۴۶
• وہ عورتیں جن پر سوگ واجب نہیں ہے	۳۴۶
• مذکورہ عورتوں پر سوگ واجب نہ ہونے کی دلیل	۳۴۶
• رشتہ داروں کی موت پر سوگ کرنے کا شرعی حکم	۳۴۶

عنوان	صفحہ
• شوہر کو سوگ سے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں	۳۴۷
• مسئلہ سوگ میں صاحب تاتارخانیہ کی رائے گرامی	۳۴۷
• سیاہ کپڑا استعمال کرنے کے متعلق علامہ ابن نجیم کی رائے	۳۴۷
• زوجہ صغیرہ اگر بالغ ہوجائے تو سوگ کا حکم	۳۴۸
• مطلقہ معتدہ کو پیغام نکاح دینا	۳۴۸
• پیغام نکاح ملنے پر عورت کا سکوت اختیار کرنے کا حکم	۳۴۸
• کنایتاً پیغام نکاح دینے کا جواز	۳۴۸
• معتدہ عورت کو پیغام نکاح دینے کے متعلق علامہ قہستانی کی رائے	۳۴۹
• معتدہ عورت کے گھر سے نکلنے کے متعلق احکام ومسائل	۳۵۰
• معتدہ حرہ کے لیے خروج بیت کی ممانعت	۳۵۰
• مکلف عورت کے لیے بحالت عدت خروج من البیت کی ممانعت	۳۵۰
• معتدہ عورت اگر باندی ہو تو کیا حکم ہے	۳۵۱
• معتدہ وفات عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کا حکم	۳۵۱
• عورت گھر سے باہر تھی اور شوہر نے طلاق دیدی یا شوہر کا انتقال ہوگیا تو کیا حکم	۳۵۱
• جس گھر میں زوج کی وفات، طلاق واقع ہوئی اس میں عدت گذارنے کا حکم	۳۵۱
• معتدہ عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت کب ہے	۳۵۲
• معتدہ کے لیے اگر وہ حصہ مکان ناکافی ہو تو کیا حکم ہے	۳۵۲
• علامہ حلبی اور شیخ رحمتی محشی کی رائے گرامی	۳۵۲
• معتدہ طلاق بائنہ کو گھر میں پردہ کرنے کا حکم	۳۵۳
• عدت کا مکان تنگ ہو اور شوہر فاسق وفاجر ہو تو کیا حکم ہے	۳۵۳
• زوجین کی نگرانی کے لیے قاضی کوئی ثقہ عورت متعین کرنا	۳۵۳
• عدت گذر جانے کے بعد دونوں کا ایک مکان میں رہنا	۳۵۳
• شیخ الاسلام سے ایک سوال اور اس کا جواب	۳۵۳
• اگر عورت گھر سے باہر حالت سفر میں ہے تو عدت کہاں گذارے	۳۵۴
• عورت اگر ابھی راستے ہی میں ہو اور طلاق مل جائے یا شوہر مر جائے تو کیا حکم ہے	۳۵۵
• درمیان راہ میں کوئی مقام قابل رہائش ہو تو عدت کہاں گذارے	۳۵۵
• اگر مطلقہ معتدہ کی جائے عدت جنگل ہو تو کیا حکم ہے	۳۵۶
• معتدہ عورت کو ساتھ میں سفر پہ لیجانا	۳۵۶
• مطلقہ رجعیہ عدت کہاں گذارے گی	۳۵۶
• مطلقہ رجعیہ اور مطلقہ بائنہ کی عدتوں میں فرق	۳۵۶
• شوہر نے مطالبہ کیا، بیوی عدت اس کے گھر میں گذارے تو کیا حکم ہے	۳۵۷
• بیوی نے شوہر کے لڑکے کو بوسہ دیا تو کیا حکم ہے	۳۵۷
• معتدہ نکاح فاسد کو خروج من البیت سے روکنا	۳۵۷
• **فصل فی ثبوت النسب**	۳۵۸
• یہ فصل نسب کے ثبوت کے بیان میں ہے	۳۵۸
• اکثر مدت حمل اور اس کی دلیل	۳۵۸
• دارقطنی کی روایت	۳۵۸
• ائمہ ثلاثہ کی دلیل بیہقی کی روایت ہے	۳۵۹
• مدت حمل کی کم سے کم مقدار شرعی	۳۵۹
• معتدہ رجعیہ کے بچے کے نسب کا ثبوت	۳۵۹
• ثبوت نسب کے باب میں نکاح فاسد نکاح صحیح کے درجہ میں ہے	۳۵۹
• معتدہ رجعیہ کے بچے کا نسب کب تک	

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
شوہر سے ثابت ہوگا	۳۶۰	• شوہر بچہ کا منکر ہوا اور ورثہ مقر تو کیا حکم ہے	۳۶۷
• دوسال یا اس سے زائد میں بچہ جنے تو کیا حکم ہے	۳۶۰	• اگر نصاب شہادت پوری ہوجائے تو منکر ومقر کے حق میں ثبوت نسب	۳۶۷
• دوسال سے کم مدت میں بچہ جنی تو کیا حکم ہے	۳۶۰	• اگر نصاب شہادت پورا نہ ہوسکے تو کیا حکم ہے	۳۶۷
• معتوہ عورت کے بچے کے نسب کا ثبوت	۳۶۰	• لفظ اشہد سے شہادت دینا اور مجلس حکم	۳۶۸
• معتوہ عورت پورے دوسال کے بعد بچہ جنے تو کیا حکم ہے	۳۶۱	• گواہوں کے لیے صفت عدالت سے متصف ہونا شرط ہے یا نہیں	۳۶۸
• معتوہ عورت کے بچے کے نسب کے ثبوت کے متعلق قول ثانی	۳۶۱	• ولادت کے بعد زوجین میں اختلاف ہوجائے تو کیا حکم ہے	۳۶۹
• اگر شوہر معتوہ کے لڑکے کے نسب کا خود ہی مدعی ہو	۳۶۱	• شوہر سے ثبوت نسب کی ایک اور شکل	۳۶۹
• معتوہ عورت کے بچے کے نسب کے ثبوت کی صورت	۳۶۲	• چھ ماہ سے ایک دن بھی زائد مدت میں بچہ جنی تو کیا حکم ہے	۳۷۰
• فرقت کے تمام اسباب طلاق بائن کے حکم میں	۳۶۲	• صاحب فتح القدیر کی بحث کا خلاصہ	۳۷۰
• ثبوت نسب کے سلسلہ میں علامہ قہستانی کی رائے گرامی	۳۶۲	• مذکورہ صورت میں لزوم مہر کا حکم	۳۷۰
• مراہقہ سے تولد والے بچے کا نسب	۳۶۳	• اگر شوہر طلاق کو ولادت پر معلق کیا تو کیا حکم ہے	۳۷۰
• اقل مدت حمل اور مراہقہ کی عمر	۳۶۴	• ایک عورت کی موجودگی میں حمل کا اقرار	۳۷۱
• مراہقہ لڑکی کی عدت کے ختم ہونے کا اقرار نہ کرے تو کیا حکم ہے	۳۶۴	• مولی نے باندی سے کہا اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو میرا ہے	۳۷۱
• مراہقہ غیر مقرہ نو ماہ سے کم میں بچہ جنے تو کیا حکم ہے	۳۶۴	• اگر آقا کہے کہ یہ بیٹا میرا ہے تو کیا حکم ہے	۳۷۱
• اگر مراہقہ حمل کا دعوی کرے تو کیا حکم	۳۶۴	• وارث نے کہا کہ تو اس کے موت کے وقت نصرانی تھی تو کیا حکم ہے	۳۷۲
• معتدۃ الوفات کے بچے کے نسب کا ثبوت	۳۶۵	• منکوحہ باندی سے پیدا شدہ بچے کا نسب کس سے ثابت ہوگا	۳۷۲
• اگر صغیرہ عدت وفات میں بچہ جنے تو کیا حکم ہے	۳۶۵	• منکوحہ باندی سے پیدا شدہ بچہ غلام ہوگا یا آزاد	۳۷۲
• چار ماہ دس دن کے بعد عدت گذارنے کا اقرار کیا	۳۶۵	• مدخولہ باندی سے بچہ پیدا ہوا تو کس کا ہوگا	۳۷۳
• معتدہ وفات دو برس سے زائد میں بچہ جنے تو کیا حکم ہے	۳۶۵	• مشترکہ باندی کے بچہ کا نسب	۳۷۳
• معتدہ وفات نے مضئ عدت اقرار کرلیا تو کیا حکم ہے	۳۶۵		
• اگر پورے چھ ماہ میں بچہ تولد ہوا تو کیا حکم ہے	۳۶۶		
• معتدہ وفات اور معتدہ طلاق کے بچے کا ثبوت نسب	۳۶۶		
• شوہر حمل کا اقرار کرلے تو کیا حکم ہے	۳۶۶		

عنوان	صفحہ
• درجہ ۱ فراش ضعیف	۳۷۴
• درجہ ۲ فراش متوسط	۳۷۴
• درجہ ۳ فراش قوی	۳۷۴
• درجہ ۴ فراش اقوی	۳۷۴
• شوہر مغرب میں بیوی مشرق میں تو کیا حکم ہے	۳۷۴
• قیام فراش اور صاحب فراش کا مطلب	۳۷۴
• مشرق میں رہنے والی عورت کے بچے کے نسب کے ثبوت کی دلیل	۳۷۵
• صاحب النہر الفائق کی رائے	۳۷۵
• ولی کی زیارت کے لیے کعبہ کا جانا	۳۷۵
• کرامت اور معجزہ میں کوئی التباس نہیں	۳۷۵
• خلاصہ کلام	۳۷۶
• غائب شوہر کی بیوی نے دوسرا نکاح کرلیا تو بچہ کس کا ہوگا	۳۷۶
• مسئلہ	۳۷۶
• شارح کی طرف سے اضافہ شدہ مسائل کا بیان	۳۷۷
• مطلقہ قبل الدخول کے بچے کے نسب کا ثبوت	۳۷۸
• منکوحہ باندی کو طلاق رجعی دینے کے بعد بچے کے نسب کا ثبوت	۳۷۸
• دونوں صورتوں سے کون سی صورتیں مراد ہیں	۳۷۸
• مذکورہ صورتوں میں طلاق قبل الدخول دی تو بچہ کا کیا حکم ہے	۳۷۸
• باندی کو آزاد کرنے کے بعد ثبوت نسب کا مسئلہ	۳۷۹
• آقا ام ولد چھوڑ کر مر گیا یا ام ولد کو آزاد کردیا	۳۷۹
• ام ولد نے عدت کے اندر نکاح کرلیا تو کیا حکم ہے	۳۷۹
• معتدہ بائنہ نے نکاح کرلیا اور اس سے دو سال میں بچہ ہوا تو کیا حکم ہے	۳۸۰

عنوان	صفحہ
• اگر معتدہ بائنہ دو سال سے کم مدت بچہ جنے تو کیا حکم ہے	۳۸۰
• اگر معتدہ نے نکاح ثانی عدت میں کیا تو کیا حکم ہے	۳۸۰
• اگر معتدہ عورت نے چار ماہ میں بچہ جنا تو کیا حکم ہے	۳۸۱
• مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے	۳۸۱
• زانی شخص مزنیہ سے نکاح کرلیا تو کیا حکم	۳۸۱
• مرد نے محرمات سے نکاح کرلیا تو بچہ کا کیا حکم ہے	۳۸۱
• مسئلہ	۳۸۱
• **باب الحضانة**	۳۸۲
• یہ باب اولاد کی پر..ش کرنے کے مسائل واحکام کے بیان میں	۳۸۲
• لفظ حضانت کی لغوی تحقیق	۳۸۲
• ثبوت حضانت کے لیے شرطیں	۳۸۳
• حضانت کا حقیقی حق ماں کو حاصل ہے	۳۸۳
• حقیقی ماں مرتد ہوگئی تو حضانت حاصل نہیں ہے	۳۸۳
• فاسقہ فاجرہ ماں کو حق حضانت حاصل نہیں ہے	۳۸۳
• نمازوں کو ترک کرنے والی ماں کو حق حضانت حاصل نہیں	۳۸۳
• حق حضانت کی مزید شرطیں	۳۸۴
• مکاتبہ، مدبرہ، اور ام ولد ماں کو حق حضانت حاصل نہ ہوگا	۳۸۴
• ایک سوال اور اس کا جواب	۳۸۴
• اگر بچہ کی ماں نے صغیر کے نامحرم سے نکاح کرلیا تو کیا حکم ہے	۳۸۵
• اگر ماں مفت پرورش کرنے سے انکار کردے تو کیا حکم ہے	۳۸۵
• بچہ کی تربیت پر خرچ کی ہوئی رقم کی واپسی کا مسئلہ	۳۸۵
• صغیر کی ماں اگر نکاح کرلے تو حق پرورش کس کو حاصل ہوگا	۳۸۵

عنوان	صفحہ
• حقیقی ماں کسی اجنبی مرد سے نکاح کرلے تو حق حضانت کس کو حاصل ہوگا	۳۸۶
• عورت کو پرورش کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے	۳۸۷
• اگر ماں حق حضانت اپنا ساقط کردے تو کیا حکم ہے	۳۸۷
• اگر ماں حق حضانت باطل کرنا چاہے تو کیا حکم ہے	۳۸۷
• حضانت ولد کا حق ہے نہ کہ حاضنہ کا	۳۸۷
• پرورش کرنے والی اجرت کا مستحق ہے بشرطیکہ منکوحہ یا معتدہ نہ ہو	۳۸۸
• بچہ کے باپ پر تین چیزیں واجب ہیں	۳۸۸
• حضانت سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب	۳۸۸
• مسئلہ حضانت میں شوافع کی رائے	۳۸۹
• حضانت ورضاعت کے درمیان فرق	۳۸۹
• ماں کے بعد حق حضانت کس کو ملے گا	۳۸۹
• نانی کی عدم موجودگی میں دادی کو حق حضانت	۳۸۹
• حق حضانت میں نانا کی ماں دادی سے موخر ہے	۳۹۰
• حقیقی، علاتی، اور اخیانی بہنوں میں حضانت کی ترتیب	۳۹۰
• حق حضانت میں خالہ علاتی بہن کی بیٹی پر مقدم ہے	۳۹۰
• بہنوں کے بعد خالہ کا درجہ	۳۹۰
• ماں کے خالاؤں میں حق حضانت کی ترتیب	۳۹۰
• حق حضانت میں مذکورہ بالا ترتیب کی دلیل	۳۹۱
• مذکورہ بالا عورتوں کی عدم موجودگی میں حق حضانت عصبات کی طرف منتقل ہوگا	۳۹۱
• اگر چند رشتہ دار ایک درجہ کے جمع ہوجائیں تو کس اعتبار سے حق حضانت ملے گا	۳۹۲
• حضانت کے لیے عصبات نہ ہوں تو ذوی الارحام کا حق ہے	۳۹۲
• اگر ذوی الارحام ایک ہی درجہ کے چند افراد جمع ہوں تو کیا حکم ہے	۳۹۲
• غیر مسلمہ عورت کے پاس بچہ کب تک زیر پرورش رہے گا	۳۹۳
• باپ کو بچے کے دین اسلام میں خطرہ لاحق ہوجائے تو کیا حکم ہے	۳۹۳
• ماں کے نکاح ثانی کرنے کی وجہ سے حق حضانت ساقط ہوجاتا ہے	۳۹۴
• صاحب البحر الرائق کا تردد	۳۹۴
• حق حضانت لوٹ کر آتا ہے یا نہیں	۳۹۴
• عورت کے قول کا اعتبار	۳۹۴
• بیوی نے طلاق کے بعد نکاح ثانی کیا پھر طلاق ہوگئی تو کیا حکم ہے	۳۹۵
• پرورش کرنے والی عورت بچہ کو اپنے پاس کب تک رکھ سکتی ہے	۳۹۵
• اگر والدین بچے کے عمر میں اختلاف کریں تو مستغنی ہونے میں کس چیز کا اعتبار ہے	۳۹۵
• بچی کی دادی اور نانی تربیت کے حقدار ہیں	۳۹۶
• صغیرہ کے حائضہ اور غیر حائضہ ہونے میں زوجین کا اختلاف ہو تو کیا حکم ہے	۳۹۶
• حضرت امام مالک کا قول	۳۹۷
• ماں، نانی، دادی کے علاوہ دوسری عورتوں کو حق امساک	۳۹۷
• صغیرہ کی حضانت سے متعلق امام محمد کا ایک قول	۳۹۷
• صغیرہ لڑکی کے نکاح کردینے سے حق حضانت ساقط نہیں ہوتا ہے	۳۹۷
• حق حضانت سے متعلق ایک فقہی جزئیہ	۳۹۸
• نانی نے ایک مرد سے کہا یہ تیرا بیٹا ہے اور لڑکی سے۔	

عنوان	صفحہ
ہے تو کیا حکم ہے	۳۹۹
• بچہ ماں کے پاس رہے یا باپ کے پاس	۴۰۰
• بلوغ کے بعد لڑکا اکیلا رہنا چاہتا ہے تو کیا حکم ہے	۴۰۰
• حضرت امام شافعی کی دلیل	۴۰۰
• احناف علماء کی طرف سے حدیث پاک کا جواب	۴۰۰
• بالغ ہونے کے بعد لڑکی کس کے پاس رہے گی	۴۰۱
• بالغہ ثیبہ عورت کہاں رہے گی	۴۰۱
• لڑکا جب صاحب عقل ہو جائے تو کیا حکم ہے	۴۰۱
• عاقل، و بالغ لڑکے کا نفقہ باپ پر واجب نہیں	۴۰۲
• اگر لڑکی کا باپ اور دادا موجود نہ ہوں تو کیا حکم ہے	۴۰۳
• اگر لڑکی کی نگرانی کرنے والا کوئی بھی عصبہ موجود نہ ہوں تو کیا حکم ہے	۴۰۳
• لڑکا اگر کمانے کمانے کے لائق ہو گیا تو باپ اس کو کام پر لگا سکتا ہے	۴۰۳
• فضول خرچی کرنے والے باپ کو بیٹا اپنی کمائی نہ دے	۴۰۴
• مطلقہ بائنہ اپنے لڑکے کو دوسری جگہ لے جاسکتی ہے	۴۰۴
• اگر دونوں شہروں میں تفاوت ہو تو کیا حکم ہے	۴۰۴
• مطلقہ بائنہ عدت کے بعد گاؤں سے بچہ کو شہر لے جانا چاہتی ہے تو کیا حکم ہے	۴۰۴
• علامہ خیر الدین رملی کا اس مسئلہ میں قول	۴۰۵
• جہاں بچہ کو لے جا رہی ہے وہ مطلقہ کا وطن ہو تو کیا حکم ہے	۴۰۵
• اگر مطلقہ بائنہ کا وطن دار الحرب میں ہو تو کیا حکم ہے	۴۰۵
• بچہ کو باہر لے جانے کی اجازت صرف ماں مطلقہ کو ہے	۴۰۵
• ماں کا حق حضانت کا لوٹ آنا	۴۰۶
• بچے کو سفر میں لے جانے کے جواز پر مصنف کی جانب سے ایک قید کا اضافہ	۴۰۶
• مسئلہ	۴۰۶
• مدت حضانت میں صغیر کو باہر لیجانے کی اجازت	۴۰۶
• باپ پر کوئی اجبار نہیں ہے	۴۰۶
• علامہ خیر الدین رملی کا فتوی	۴۰۶
• ایک فقہی جزئیہ	۴۰۷
• **باب النفقة**	۴۰۷
• یہ باب نفقہ کے احکام کے بیان میں ہے	۴۰۷
• نفقہ کی لغوی، شرعی اور عرفی تعریف	۴۰۸
• نفقہ شریعت اسلامیہ کی نظر میں	۴۰۸
• وجوب نفقہ کے اسباب	۴۰۹
• وجوب نفقہ کا پہلا سبب بیوی ہونا	۴۰۹
• نفقہ واپس لینے کی علت	۴۰۹
• مسئلہ	۴۱۰
• نفقہ کا وجوب شوہر پر کیوں ہے	۴۱۰
• مفتی اور قاضی کا نفقہ بیت المال سے	۴۱۰
• مجاہدین اسلام کا نفقہ بیت المال سے دینا واجب ہے	۴۱۰
• مضارب کا سفر خرچ رب المال پر واجب ہے	۴۱۱
• ایک اعتراض اور اس کا جواب	۴۱۱
• بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے خواہ شوہر صغیر ہی کیوں نہ ہو	۴۱۱
• اگر شوہر چھوٹا ہونے کی وجہ سے وطی پر قادر نہ ہو تو بیوی کے نان ونفقہ کا حکم	۴۱۱
• مسلمہ، کافرہ، کبیرہ، صغیرہ بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے یا نہیں؟	۴۱۲
• نان ونفقہ واجب ہونے کی صورتیں	۴۱۲
• اگر بیوی مہر کے مطالبہ کے واسطے جماع پر قدرت	

عنوان — صفحہ

نہ دے تو شوہر پر نفقہ کا وجوب ۴۱۲
- میاں بیوی کی حیثیت کے مطابق نفقہ واجب ہے ۴۱۳
- شوہر تنگ دست اور غریب ہو اور بیوی مالدار تو نفقہ کس اعتبار سے واجب ہوگا ۴۱۳
- شوہر مالدار اور بیوی غریب ہو تو نفقہ کس اعتبار سے واجب ہوگا ۴۱۳
- اگر بیوی اپنے باپ کے گھر میں ہو تو نفقہ کے وجوب کا کیا حکم ہے ۴۱۴
- اگر بیوی اپنے سسرال میں بیمار ہو جائے تو کیا حکم ہے ۴۱۵
- بیوی اپنے گھر میں بیمار ہو گئی اور شوہر کے گھر منتقل ہو گئی تو کیا حکم ہے ۴۱۵
- بیمار بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے ۴۱۵
- بیمار بیوی کا علاج شوہر کے ذمہ واجب نہیں ۴۱۵
- گیارہ طرح کی عورتوں کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ۴۱۵
- نشوز میں شوہر کا قول معتبر ہوگا یا بیوی کا؟ ۴۱۶
- نشوز زوجہ سے کون سا نفقہ ساقط ہوتا ہے ۴۱۶
- ناشزہ حکمی کا شرعی حکم ۴۱۶
- مشتبہ مکان میں عورت کے داخل ہونے سے رکنے پر نفقہ کے وجوب کا حکم ۴۱۷
- مغصوبہ مکان سے نکلنا نفقہ کے لیے مانع نہیں ہے ۴۱۷
- بیوی شوہر کے ساتھ سفر میں جانے سے انکار کردے ۴۱۷
- مرضعہ عورت جو اجرت لے کر دودھ پلائے اس کا نفقہ ۴۱۷
- بیوی رات میں شوہر کے پاس رہتی ہے اور دن میں کام کرتی ہے اس کا نفقہ ۴۱۸
- عورت کو مقید کردی جائے تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟ ۴۱۸
- اگر شوہر مقید ہو اور عورت گھر پر ہو تو اس کے نفقہ کا وجوب ۴۱۸
- امام قدوری کی رائے ۴۱۹
- نفقہ کے بارے میں مآل الفتاوی کی رائے گرامی ۴۱۹
- عورت اتنا زیادہ بیمار ہے کہ گھر سے باہر نکلنے پر قادر نہیں ہے ۴۱۹
- مغصوبہ بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے ۴۱۹
- حج میں جانے والی عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں ۴۲۰
- بیوی اگر آٹا پیسنے اور روٹی پکانے سے انکار کردے تو کیا حکم ہے ۴۲۰
- گھریلو کام وکاج پر اجرت کا مطالبہ جائز نہیں ۴۲۰
- بیوی کی جملہ ضروریات کی فراہمی شوہر کی ذمہ داری ہے ۴۲۲
- دائی بچہ جنوانے والی کی اجرت ۴۲۲
- سال میں دو مرتبہ لباس دینا مرد پر واجب ہے ۴۲۲
- وقت سے پہلے کپڑے پھٹ جائیں تو کیا حکم ہے ۴۲۳
- از خود نفقہ ادا کرنا شوہر کے لیے جائز ہے ۴۲۳
- اگر قاضی کو معلوم ہو جائے کہ شوہر نفقہ نہیں دے گا ۴۲۳
- قاضی حسب حال مدت نفقہ متعین کرے ۴۲۳
- نفقہ ہر روز ادا کردینے کی اجازت ۴۲۴
- ضامن کی کفالت دائمی ہوگی ۴۲۴
- اگر شوہر کا قرض بیوی پر واجب ہو تو کیا حکم ہے ۴۲۴
- میاں بیوی دونوں ایک مکان میں رہتے ہوں ۴۲۴
- شوہر نے بیوی سے اس گھر میں جماع کرلیا جس میں وہ کرایہ دے کر رہتی تھی تو کیا حکم ہے ۴۲۵
- مکان موقوفہ یا یتیم کے مکان میں رہائش کرنے سے کرایہ کا وجوب شوہر کا ذمہ ۴۲۵

عنوان	صفحہ
• گرانی اور ارزانی کے اعتبار سے نفقہ متعین کیا جائے	۴۲۵
• متعینہ نفقہ میں بیوی کا بخل کرنا	۴۲۵
• اگر بیوی شوہر کی خواہش کے مطابق عمدہ لباس استعمال نہیں کرتی ہے	۴۲۶
• گرمی اور سردی کا پوشاک انتظام کرنا مردوں پر واجب ہے	۴۲۷
• سردی کے موسم میں لحاف اور گدا مہیا کرنا واجب ہے	۴۲۷
• لحاف گدا اور بچھونا عورت کی درخواست پر قاضی علیحدہ مقرر کرے	۴۲۷
• لباس کے متعلق حضرت امام محمدؒ کا قول	۴۲۷
• لباس کے متعلق علامہ ابن عابدین شامیؒ کی رائے گرامی	۴۲۸
• مرد کی حیثیت کے لحاظ سے لباس کا اختلاف	۴۲۸
• اگر بیوی کے پاس سردی و گرمی کا لباس موجود ہو پھر بھی شوہر کے ذمہ انتظام کرنا واجب ہے	۴۲۸
• عورت کا مملوکہ سامان شوہر کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے	۴۲۸
• شوہر بیوی کے سامان کو استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟	۴۲۹
• قاضی جو نفقہ مقرر کرتا ہے وہ حکم ہے یا نہیں	۴۲۹
• اگر بیوی شوہر کو نفقہ سے بری کردے تو کیا حکم ہے	۴۲۹
• بوقت نکاح قلیل مقدار میں نفقہ دینے کی شرط لگانا	۴۳۰
• شرط کے مطابق مالکی قاضی فیصلہ کردے تو کیا حکم ہے	۴۳۰
• حنفی قاضی کے فیصلہ کے بعد شافعی قاضی کے لیے کم کرنے کا اختیار ہے یا نہیں	۴۳۰
• شافعی قاضی نفقہ مقرر کر چکا ہے تو حنفی قاضی کے لیے کمی کرنے کا اختیار ہے یا نہیں	۴۳۰
• قضائے قاضی کے بعد زوجین راضی ہو جائے	۴۳۱
• کپڑے کی جگہ اس کی قیمت دینا	۴۳۱
• نفقہ ہلاک ہوگیا یا چوری چلا گیا	۴۳۱
• بیوی کے خادم کا نفقہ شوہر پر واجب ہے	۴۳۲
• بیوی کے خادم کا نفقہ شوہر پر کب واجب ہوگا	۴۳۳
• کثرت اولاد کی وجہ سے ایک خادم کافی نہ ہو تو مزید خادموں کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے	۴۳۳
• عصارۃ الکلام	۴۳۴
• اگر شوہر تینوں قسموں کے نفقہ سے عاجز ہو جائے تو کیا حکم ہے	۴۳۴
• تینوں قسم کے نفقات سے عاجز ہونے کی صورت میں امام شافعیؒ کا قول	۴۳۴
• حاکم کا مفلس یا غائب شوہر پر نفقہ متعین کرنا	۴۳۴
• اگر عورت نے قاضی کے حکم کے بغیر قرض لیا تو کیا حکم ہے	۴۳۵
• جن رشتہ داروں پر نفقہ واجب ہے ان پر قرض دینا بھی واجب ہے	۴۳۵
• بھائی اور چچا قرض دینے سے انکار کرے تو کیا حکم ہے	۴۳۵
• قاضی مفلسی کا نفقہ مقرر کر دیا اس کے بعد شوہر مالدار ہوگیا	۴۳۵
• قاضی نے مالداری کا نفقہ مقرر کر دیا پھر شوہر مفلس ہوگیا	۴۳۶
• عورت نے شوہر سے چند دراہم پر مصالحت کر لی	۴۳۶
• مصالحت کے بعد شوہر کہے کہ میں اتنا زیادہ نفقہ دینے پر قادر نہیں ہوں	۴۳۶
• مصالحت کے بعد سامانوں کی قیمت بدل جائے	۴۳۷
• بیوی کا نفقہ طرفین کی رضامندی	

عنوان	صفحہ
یا بحکم قاضی دین ہوتا ہے	۴۳۸
• قضائے قاضی یا باہم رضامندی کے بعد جو نفقہ عورت خرچ کرے گی	۴۳۸
• نفقۂ مقررہ کا سقوط	۴۳۸
• احد الزوجین کی موت اور طلاق سے سقوط نفقہ کی دلیل	۴۳۹
• نفقہ مقرر ہونے کے بعد قرض لیا تو کیا حکم ہے	۴۳۹
• علامہ ابن الکمال کی عبارت کا ماحصل	۴۳۹
• علامہ ابن عابدین کی رائے گرامی	۴۴۰
• اگر شوہر نے عورت کا نان ونفقہ پیشگی ادا کر دیا تو کیا حکم	۴۴۰
• فتاوی الولوالجیہ کا مسئلہ	۴۴۰
• ادائے گی نفقہ کے لیے خالص غلام کو فروخت کرنا	۴۴۰
• مدبر اور مکاتب غلام سے نفقہ کی ادائے گی	۴۴۰
• غلام کی بیوی آقا کی باندی ہے تو کیا حکم	۴۴۱
• اگر میاں بیوی دونوں مکاتب ہوں تو کیا حکم ہے	۴۴۱
• شوہر خالص غلام کو نفقہ میں متعدد بار فروخت کرنا	۴۴۲
• غلام سے نفقہ کا سقوط	۴۴۳
• بیوی کے کفن دفن کے لیے شوہر غلام کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں	۴۴۳
• منکوحہ باندی کا نفقہ غلام پر واجب ہے	۴۴۴
• رات میں باندی مولیٰ کی خدمت کرے اور دن میں شوہر کی تو کیا حکم ہے	۴۴۴
• منکوحہ باندی کے نفقہ کا شوہر سے ساقط ہونا	۴۴۴
• حرہ منکوحہ ناشزہ کے نفقہ کا وجوب	۴۴۴
• مختلف درجات کی بیویوں کا نفقہ	۴۴۵
• شوہر کے ذمہ ایسا مکان دینا واجب ہے جو اہل وعیال سے خالی ہو	۴۴۵
• اگر مکان میں شیر خوار بچہ یا باندی ہو تو کیا حکم ہے	۴۴۵
• رہائش کے متعلق ہمارے ملک کا رواج	۴۴۵
• مکان میں احماء یعنی شوہر کی طرف کے رشتہ دار نہ ہوں	۴۴۶
• متعدد بیویوں والے کے لیے کس طرح مکان دینا واجب ہے	۴۴۶
• سکنیٰ شرعی کے متعلق بعض فروعی مسائل	۴۴۶
• صالح پڑوسی کے بغیر سکنیٰ شرعی سکنیٰ نہیں	۴۴۷
• ہفتہ میں ایک دن بیوی کو والدین سے ملنے کے لیے جانے کی شرعاً اجازت ہے	۴۴۸
• اگر باپ بیمار ہو اور خدمت کا محتاج ہو تو کیا حکم ہے	۴۴۸
• اگر باپ کے پاس کوئی دوسرا خادم موجود ہو	۴۴۸
• بیوی کے والدین کو آنے سے روکنے کا حکم	۴۴۸
• والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ دار سے ملنے کی مدت شرعی	۴۴۹
• ان رشتہ داروں کو رات کے قیام سے شوہر کا روکنا	۴۴۹
• عبارت میں فرق	۴۴۹
• سات جگہوں پر بیوی کو جانے کی اجازت دینا	۴۴۹
• شوہر بیوی کو مندرجہ ذیل چیزوں سے روک سکتا ہے	۴۴۹
• فرض عین کی ادائے گی شوہر کے حق پر مقدم ہے	۴۵۰
• بچہ جنانے والی عورت کے متعلق صاحب خلاصہ کا قول	۴۵۰
• بیوی کو مجلس علم میں شرکت کے لیے جانا	۴۵۰
• حمام میں جانے سے بیوی کو روکنا	۴۵۰
• دونوں اقوال میں تطبیق وتوفیق	۴۵۰
• مریضہ اور نفساء کے لیے حمام میں جانے کی اجازت	۴۵۱
• غائب شوہر کی بیوی کا نفقہ	۴۵۱
• شوہر غائب پر وجوب نفقہ میں مدت سفر کی قید	۴۵۱

عنوان	صفحہ
• غائب شخص کے مال سے والدین کا نفقہ	۴۵۱
• غائب آدمی کے مال سے اس کے قرض کی ادائے گی کا حکم	۴۵۲
• غائب آدمی کے کون سے مال سے نفقہ مقرر کیا جائے گا	۴۵۲
• مودع قضائے قاضی کے بعد دعویٰ کرے کہ میں نے امانت میں سے خرچ کیا اور بیوی منکر ہو	۴۵۲
• قاضی کے حکم کے بغیر امانت دار نے نفقہ خرچ کیا تو کیا حکم	۴۵۳
• قاضی کا نفقہ مقرر کرنا	۴۵۴
• اگر دونوں باتوں میں سے صرف ایک بات کا علم قاضی کو ہو	۴۵۴
• غائب بیوی کو نفقہ دیتے وقت ضمانت طلب کرنا	۴۵۴
• بیوی اور اس کے ضامن دونوں سے احتیاطاً قسم لینا	۴۵۴
• ماتن پر ایک اعتراض	۴۵۵
• قاضی کس چیز کی قسم لے گا	۴۵۵
• شوہر غائب لوٹ کر گھر آ گیا تو کیا حکم ہے	۴۵۵
• صاحب درمختار پر علامہ شامی کا اعتراض	۴۵۵
• بیوی نے غائب شخص سے نکاح ہونے پر گواہ پیش کر دیا	۴۵۶
• قاضی ثبوت نکاح کا فیصلہ بھی نہ کرے	۴۵۶
• امام زفرؒ کے قول پر عمل اور فتویٰ	۴۵۶
• علامہ حموی کا قول محقق	۴۵۶
• علامہ ابن عابدین شامی کا قول	۴۵۷
• غائب شدہ شوہر کی اولاد کا نفقہ	۴۵۷
• مطلقہ رجعیہ اور بائنہ کے لیے نفقہ کا وجوب	۴۵۸
• قاضی کا مقرر کردہ نفقہ ساقط نہیں ہوتا ہے	۴۵۸
• معتدہ عورت کا طہر دراز ہونے کا دعویٰ کرنا	۴۵۸
• ایک اشکال	۴۵۸
• دعویٰ حمل کی وجہ سے دو سال تک نفقہ جاری رہا پھر معلوم ہوا حمل نہیں تھا تو کیا حکم	۴۵۹
• زوجین نے نفقہ عدت کو مہینوں پر مصالحت کر لی	۴۵۹
• معتدۃ الموت کا نفقہ	۴۶۰
• معتدۃ الموت اگر ام ولد ہو تو اس کے نفقہ کا وجوب	۴۶۰
• معصیت کی وجہ سے فرقت سے صرف سکنیٰ کا وجوب	۴۶۰
• طلاق بائنہ کے بعد عورت نعوذ باللہ مرتد ہو جائے تو کیا حکم ہے	۴۶۱
• طلاق بائن کے بعد عورت ابن الزوج سے تقبیل کر لی تو کیا حکم ہے	۴۶۱
• مرتدہ عورت کے نفقہ کا مسئلہ	۴۶۱
• مرتدہ عورت دار الحرب سے لوٹ آئے تو کیا حکم ہے	۴۶۲
• چھوٹے بچے کے نفقہ کا وجوب	۴۶۲
• طفل صغیر مالدار پر خرچ ہوئی رقم واپس لینا	۴۶۲
• طفل صغیر اور اس کے والد دونوں ہی محتاج ہوں تو کیا حکم ہے	۴۶۲
• ماموں اور چچا سے قرض لینا	۴۶۳
• عند العذر بچوں کا نفقہ بیت المال سے	۴۶۳
• بچے کی ماں نے باپ سے مخاصمت کر لی تو کیا حکم ہے	۴۶۳
• بچوں کی ماں کا باپ سے نفقہ کی مقدار میں مصالحت کرنا	۴۶۳
• ماں کے پاس سے اولاد صغار کا نفقہ ہلاک ہو گیا تو کیا حکم ہے	۴۶۴
• بچوں کے والد اگر تنگ دست ہو تو کیا حکم ہے	۴۶۴
• باندی سے پیدا شدہ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب نہیں	۴۶۴

عنوان	صفحہ
• کافر باپ پر مسلم اولاد کا نفقہ	۴۶۴
• بالغ لڑکا جو عاجز عن الکسب ہو اس کا نفقہ	۴۶۵
• اس لڑکے کا نفقہ جس کو کام وکاج کرنے سے حیا آتی ہو	۴۶۵
• طالب علم بالغ بیٹا کا نفقہ	۴۶۶
• ایک اعتراض اور اس کا جواب	۴۶۶
• ابو حامد کا فتویٰ	۴۶۶
• نفقہ کے وجوب میں باپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں	۴۶۶
• اگر باپ لاچار و تنگدست ہو	۴۶۶
• صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم المصری کی وضاحت	۴۶۷
• علامہ خیر الدین رملی کا قول فیصل	۴۶۷
• شارح کی طرف سے اضافہ شدہ جزوی مسائل	۴۶۷
• اگر دونوں میں سے صرف ایک کے نفقہ پر قادر ہو	۴۶۷
• باپ کی زوجہ اور اس کی ام ولد کا نفقہ	۴۶۸
• اگر باپ کی متعدد زوجات ہوں تو ان کا نفقہ	۴۶۸
• بہو کے نفقہ کا وجوب خسر پر	۴۶۸
• خسر پر بہو کے نفقہ کے وجوب کے متعلق شامی کا قول	۴۶۸
• لڑکے کے نفقہ کے لیے ماں کو مجبور کرنا	۴۶۹
• بھائی کی اولاد کے نفقہ کے لیے بھائی کو مجبور کرنا	۴۶۹
• فصولین کی چوبیسویں فصل میں درج ایک مسئلہ	۴۶۹
• مطالبہ کے بعد اجنبی شخص یا اس کی اولاد پر نفقہ خرچ کیا تو رقم واپس لے سکتا ہے یا نہیں	۴۶۹
• دوسرے کا قرض اس کے حکم سے ادا کر دینا	۴۶۹
• حاکم وقت نے ظلماً کسی کو قید خانہ میں بند کر دیا	۴۷۰
• کیا ماں کے ذمہ شرعی طور پر دودھ پلانا واجب ہے؟	۴۷۰
• اگر بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں پیتا	۴۷۱
• مرضعہ دودھ پلانے والی عورت کو نوکری کرنے پر جبر کرنا	۴۷۱

عنوان	صفحہ
• کرایہ پر دودھ پلانے والی عورت کو رکھنا	۴۷۱
• مرضعہ عورت کا بچہ ماں کے پاس قیام کرنا ضروری ہے	۴۷۱
• کیا بچہ کی ماں کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر رکھا جاسکتا ہے	۴۷۲
• مطلقہ رجعیہ ماں کو اجرت پر دودھ پلانے کے لیے رکھنا	۴۷۲
• بچے کی ماں کو کسی دوسرے کے بچے کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر رکھنا	۴۷۲
• بچہ کی حقیقی ماں کو اجرت پر رکھنا مقدم ہے	۴۷۲
• اجنبیہ عورت مفت میں دودھ پلانے پر راضی ہو تو کیا حکم ہے	۴۷۲
• شیر خوار بچہ کے نفقہ کا وجوب باپ پر	۴۷۳
• مطلقہ ماں کا بلا اجرت دودھ پلانا	۴۷۳
• صلح کا حکم اجارہ پر رکھنے کی طرح ہے	۴۷۳
• شوہر کی موت کی وجہ سے اجرت کا ساقط نہ ہونا	۴۷۳
• آباواجداد کا نفقہ چھوٹے بچے پر	۴۷۴
• بیٹا اپنی کمائی میں والدین کو بھی شریک کرے	۴۷۴
• صاحب مجتبیٰ کی رائے	۴۷۴
• نانا کے نفقہ کا وجوب نواسے پر	۴۷۵
• اگر بیٹا وسعت کا منکر ہو تو کیا حکم ہے	۴۷۵
• باپ بیٹا دونوں شہادت پیش کریں تو کس کی شہادت معتبر ہوگی	۴۷۵
• وجوب نفقہ میں بیٹا اور بیٹی کا درجہ	۴۷۶
• وجوب نفقہ کی علت قرب وجزئیت ہے نہ کہ وراثت	۴۷۶
• قرب میں دونوں مساوی ہوں تو کیا حکم ہے	۴۷۶
• اگر کوئی مرجح موجود نہ ہو تو کیا حکم ہے	۴۷۷
• ماں اور دادا موجود ہوں تو کیا حکم ہے	۴۷۷

عنوان	صفحہ
• ماں اور نانا موجود ہوں تو کیا حکم ہے	۴۷۷
• صاحب البحر الرائق کا ایک اشکال	۴۷۷
• ذی رحم محرم نفقہ کا وجوب	۴۷۸
• رضاعی بھائی بہن کے نفقہ کا عدم وجوب	۴۷۸
• صغیر کی قید لگانے کا فائدہ	۴۷۸
• محرم میں کون کون سی عورتیں داخل ہیں	۴۷۸
• ذی رحم محرم بالغ محتاج کے نفقہ کا وجوب	۴۷۹
• نفقہ کے واجب ہونے کی شرطیں	۴۷۹
• نفقہ کا وجوب حق وراثت کے اعتبار سے	۴۷۹
• فقیر و محتاج کا نفقہ اس کی بہنوں پر	۴۸۰
• محتاج و غریب شخص کے مختلف بھائی ہوں تو کیا حکم ہے	۴۸۰
• وجوب نفقہ کی مقدار کی ایک صورت	۴۸۱
• اگر باپ کے ساتھ بیٹی بھی محتاج ہو تو کیا حکم ہے	۴۸۱
• اگر محتاج کی بیٹی اور بہن متفرق ہوں تو کیا حکم ہے	۴۸۱
• وجوب نفقہ میں اہلیت ارث ہونا معتبر ہے	۴۸۱
• مفلس عاجز کا ماموں اور چچا کا بیٹا زندہ ہوں تو نفقہ کا حکم	۴۸۲
• محرم ہونے میں دو آدمی برابر ہوں تو کیا حکم ہے	۴۸۲
• قریبی رشتہ دار کے غائب ہونے کی صورت میں دور کے رشتہ دار پر نفقہ کا وجوب	۴۸۲
• بھائی کو حقیقی محتاج بہن کے نفقہ کی ادائیگی پر مجبور کرنا	۴۸۲
• اختلاف دین وجوب نفقہ کے لیے مانع ہے	۴۸۳
• اصول و فروع کے نفقہ کے وجوب کے لیے اختلاف دین مانع نہیں	۴۸۳
• اصول و فروع اگر ذمی ہوں تو ان کا نفقہ کس پر واجب ہے	۴۸۳
• حاصل کلام	۴۸۳
• باپ کا اپنے نفقہ کے لیے بیٹے کے مال کو فروخت کرنا	۴۸۴
• ماں اور دوسرے قرابت دار اس کے مال کو فروخت کر سکتا ہے	۴۸۴
• نابالغ لڑکے اور مجنون کے غیر منقول مال کو فروخت کرنا	۴۸۵
• علامی شامی کا قول ولایت تصرف کے متعلق	۴۸۵
• باپ اپنے واجب الاداقرض کے بدلہ غائب بیٹے کا مال فروخت نہ کرے	۴۸۵
• نفقہ کے بدلہ دین ذمہ میں واجب ہوا اس کے بدلہ غائب کا مال فروخت کرنا	۴۸۵
• امانت دار شخص نے غائب کے مال کو اس کے والدین پر قاضی کی اجازت کے بغیر خرچ کردیا	۴۸۶
• اگر وہاں قاضی موجود نہ ہوں	۴۸۶
• تاوان ادا کرنے کے بعد رجوع کا حق حاصل نہیں	۴۸۶
• امانت دار غائب کے وارث پر مال خرچ کردیا	۴۸۶
• غائب بیٹے کے والدین نے اس کے مال میں سے خرچ کیا جو ان کے پاس رکھا تھا	۴۸۷
• غائب بیٹا واپس آکر باپ کی مالداری کا دعوی کرے تو کیا حکم ہے	۴۸۷
• گذری ہوئی مدت کے نفقہ کا حکم	۴۸۷
• زوجہ اور صغیر کے نفقہ کا استثناء	۴۸۸
• قضائے قاضی کے بعد نفقہ کا ذمہ میں قرض ہونا	۴۸۸
• کتاب الذخیرہ میں ذکر کردہ ایک مسئلہ	۴۸۸
• بچوں نے کچھ نفقہ مانگ کر پورا کیا اور کچھ ماں نے قرض لیکر پورا کیا تو کیا حکم ہے	۴۸۸
• نفقہ ذمہ میں دین کب ہوتا ہے	۴۸۹
• شیخ رحمتی کی رائے عالی	۴۸۹

عنوان	صفحہ
• قرض لینے کے بعد باپ کا انتقال ہو جائے تو کیا حکم ہے	۴۹۰
• نفقہ ادا نہ کرنے والے کو سزا دی جائے گی	۴۹۰
• کیا صغیر کو قاضی قرض لینے کا حکم کر سکتا ہے	۴۹۰
• غلام کا نفقہ اس کے مالک پر واجب ہے	۴۹۱
• تینوں اقسام کے نفقہ سے مراد	۴۹۱
• کیا غلام کا نفقہ بائع کے ذمہ واجب ہے	۴۹۱
• مولی غلام کا نفقہ دینے سے انکار کرے تو کیا حکم ہے	۴۹۱
• اگر غلام کسب کرنے سے عاجز ہو تو کیا حکم ہے	۴۹۲
• اگر غلام یا باندی محل بیع نہ ہو تو کیا حکم ہے	۴۹۲
• اگر مولی غلام پر نفقہ خرچ نہ کرے تو غلام بقدر کفایت مولی کے مال لے سکتا ہے	۴۹۳
• اگر مولی غلام کے نفقہ واجبہ کی ادائیگی میں تنگی کرتا ہو	۴۹۳
• عبد مغصوب کا نفقہ غاصب کے ذمہ واجب ہے	۴۹۳
• غاصب کی درخواست قبول نہ کرنے کی وجہ	۴۹۳
• امانت دار کا، یا عبد آبق کو پکڑنے والے کا، یا دو شریکوں میں سے ایک کا قاضی سے نفقہ کا مطالبہ کرنا	۴۹۳
• جس غلام کو اجارہ پر بھیجا گیا اس کا نفقہ کس پر واجب ہے	۴۹۴
• غلام کا نفقہ آزاد کر دینے کے بعد ساقط ہو جاتا ہے	۴۹۴
• مشترک جانور کے نفقہ کے ادا کرنے سے کوئی ایک رک جائے تو کیا حکم ہے	۴۹۵
• اگر کوئی شخص اپنے جانور پر خرچ نہیں کرتا ہے تو کیا حکم ہے	۴۹۵
• جانور کے علاوہ کھیت وغیرہ پر خرچ کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا	۴۹۵
• عبد مشترک میں ایک شریک کا نفقہ دینے سے رکنا	۴۹۵
• قاضی کے حکم کے بغیر عبد مشترک پر خرچ کرنا	۴۹۵
• مشترک کھیتی اور مشترک گھر پر بدون اذن خرچ کرنا	۴۹۶
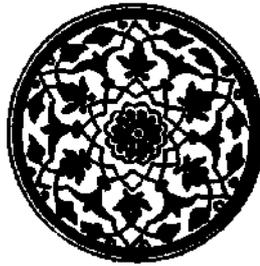
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الطَّلَاقِ

(هُوَ) لُغَةً رَفْعُ الْقَيْدِ لَكِنْ جَعَلُوهُ فِي الْمَرْأَةِ طَلَاقًا وَفِي غَيْرِهَا إِطْلَاقًا، فَلِذَا كَانَ أَنْتِ مُطْلَقَةٌ بِالسُّكُونِ كِنَايَةً وَشَرْعًا (رَفْعُ قَيْدِ النِّكَاحِ فِي الْحَالِ) بِالْبَائِنِ (أَوِ الْمَآلِ) بِالرَّجْعِيِّ (بِلَفْظٍ مَخْصُوصٍ) هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلَى الطَّلَاقِ، فَخَرَجَ الْفُسُوخُ كَخِيَارِ، عِتْقٍ وَبُلُوغٍ وَرِدَّةٍ فَإِنَّهُ فَسْخٌ لَا طَلَاقٌ، وَبِهَذَا عُلِمَ أَنَّ عِبَارَةَ الْكَنْزِ وَالْمُلْتَقَى مَنْقُوضَةٌ طَرْدًا وَعَكْسًا بَحْرٌ.

طلاق کے احکام ومسائل کا بیان

طلاق کے لغوی معنی

طلاق کے معنی لغت میں قید دور کرنا ہے، بند کھولنا ہے، لیکن حضرات فقہاء کرام نے فرمایا کہ لفظ طلاق عورت کے قید نکاحی کو دور کرنے کے لیے مستعمل ہے، اور عورت کے قید نکاحی کے علاوہ دوسرا قید وبند دور کرنے کے لیے لفظ اطلاق استعمال ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ سے "انت مطلقة" تا کے سکون کے ساتھ کہے تو یہ صریح طلاق نہ ہو کر طلاق کے واسطے کنایہ لفظ ہوگا، کیوں کہ لفظ "مطلقة" اطلاق سے ماخوذ ہے جو طلاق کے معنی حقیقی میں مستعمل نہیں ہے

طلاق کے شرعی معنی

شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں طلاق کہتے ہیں مخصوص الفاظ کے ذریعہ منکوحہ کے قید نکاحی کو دور کرنا خواہ یہ قید نکاحی دور کرنا فوراً ہو جیسا کہ طلاق بائن میں ہوتا ہے یا انجام کے اعتبار سے قید نکاحی دور کرنا ہو، جیسا کہ طلاق رجعی میں ہوتا ہے (طلاق رجعی میں عدت گزرجانے کے بعد طلاق واقع ہوتی ہے اور عدت کے اندر شوہر کو حق رجعت حاصل ہوتا ہے اور عدت گزرنے سے قبل اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس صورت میں عورت شوہر کے مال میں وارث ہوگی)

الفاظ مخصوصہ کی تشریح

صاحب کتاب نے فرمایا کہ الفاظ مخصوصہ کے ذریعہ قید نکاحی دور کرنے کا نام شرعاً طلاق ہے اب کہتے ہیں کہ الفاظ مخصوصہ سے مراد ایسے الفاظ ہیں جو طلاق کے معنی پر مشتمل ہوں اور وہ ایسے الفاظ ہیں جن میں ط، ل، ق کا مادہ پایا جائے، خواہ وہ طلاق صریح ہو یا کنایہ یا بائن یا رجعی لہٰذا لفظ مخصوص کی قید سے منسوخ خارج ہو گئے جیسے خیار عتق، خیار بلوغ اور خیار ردت

وغیرہ ہے یہ سب کے سب طلاق نہیں ہیں بلکہ فسخ ہیں۔

خیارعتق، خیار بلوغ اور خیار ردت کا مطلب

خیارعتق کا مطلب یہ ہے کہ زید کی باندی کسی کے نکاح میں تھی اب زید نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا تو اس صورت میں باندی کو شرعی اعتبار سے یہ اختیار ملتا ہے کہ وہ سابقہ نکاح میں رہے یا اپنے آپ کو اس نکاح سے الگ کر لے اسی کو خیار عتق کہا جاتا ہے۔

خیار بلوغ کا مطلب یہ ہے کہ باپ اور دادا کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے کسی نابالغہ لڑکی یا نابالغ لڑکے کا نکاح کر دیا تو لڑکا اور لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد شرعاً اختیار ہوتا ہے کہ وہ سابق نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کر دے اسی کو شرعاً خیار بلوغ کہا جاتا ہے

خیار ردت کا مطلب یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی نعوذ باللہ اسلام سے پھر جائے اور مرتد ہو جائے تو اس کی وجہ سے جو جدائی واقع ہوتی ہے اس کو فسخ کہا جاتا ہے نہ کہ طلاق۔

قوله: بهٰذا اعلم ان عبارة الكنز الخ: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ طلاق کی جو تعریف درمختار میں کی گئی ہے وہ نہایت جامع ہے اور صاحب کنز الدقائق اور صاحب ملتقی الابحر نے طلاق کی جو تعریف اپنی اپنی کتاب میں کی ہے اس میں جامعیت اور مانعیت کی شان نہیں پائی جاتی ہے بلکہ تعریف ادھوری ہے کیوں کہ اس تعریف کے اعتبار سے فسوخ بھی طلاق میں شامل ہو رہے ہیں حالاں کہ فسوخ طلاق نہیں ہیں نیز طلاق رجعی طلاق سے خارج ہو رہی ہے حالاں کہ یہ بھی طلاق میں شامل ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

(وَإِيقَاعُهُ مُبَاحٌ) عِنْدَ الْعَامَّةِ لِإِطْلَاقِ الْآيَاتِ أَكْمَلَ (وَقِيلَ) قَائِلُهُ الْكَمَالُ (الْأَصَحُّ حَظْرُهُ) (أَيْ مَنْعُهُ) (إِلَّا لِحَاجَةٍ) كَرِيبَةٍ وَكِبَرٍ وَالْمَذْهَبُ الْأَوَّلُ كَمَا فِي الْبَحْرِ، وَقَوْلُهُمْ الْأَصْلُ فِيهِ الْحَظْرُ، مَعْنَاهُ أَنَّ الشَّارِعَ تَرَكَ هَذَا الْأَصْلَ فَأَبَاحَهُ، بَلْ يُسْتَحَبُّ لَوْ مُؤْذِيَةً أَوْ تَارِكَةً صَلَاةً غَايَةٌ، وَمُفَادُهُ أَنْ لَا إِثْمَ بِمُعَاشَرَةِ مَنْ لَا تُصَلِّي وَيَجِبُ لَوْ فَاتَ الْإِمْسَاكُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَحْرُمُ لَوْ بِدْعِيًّا. وَمِنْ مَحَاسِنِهِ التَّخَلُّصُ بِهِ مِنَ الْمَكَارِهِ وَبِهِ يُعْلَمُ أَنَّ طَلَاقَ الدَّوْرِ بِنَحْوِ: إِنْ طَلَّقْتُكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ قَبْلَهُ ثَلَاثًا وَاقِعٌ إِجْمَاعًا كَمَا حَرَّرَهُ الْمُصَنِّفُ مَعْزِيًّا لِجَوَاهِرِ الْفَتَاوَى، حَتَّى لَوْ حَكَمَ بِصِحَّةِ الدَّوْرِ حَاكِمٌ لَا يَنْفُذُ أَصْلًا.

طلاق دینے کا شرعی حکم

صاحب کتاب علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور فقہاء کرام کے نزدیک طلاق دینا از روئے شرع صرف مباح ہے اس لیے کہ قرآن کریم میں طلاق دینے کی مطلق اجازت ہے جیسا کہ ”خزانۃ الاکمل“ میں ہے (چناں چہ ارشاد ربانی

ہے فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (سورة الطلاق رقم الآیۃ ۱) اور دوسری جگہ ارشاد ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ (سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ ۲۳۶) تمہارے اوپر کوئی حرج نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو۔ پس ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ طلاق دینے کی مطلق اجازت ہے خود نبی کریم ﷺ نے بھی حضرت حفصہؓ کو طلاق دی ہے اور حضرات صحابہ کرام سے بھی عورتوں کا طلاق دینا ثابت ہے نیز حضرت حسن بن علیؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کثرت سے نکاح کرتے اور کثرت کے ساتھ طلاق بھی دیتے پس فعل نبی اور آثار صحابہ سے معلوم ہوا کہ بلا کسی ضرورت بھی عورتوں کو طلاق دینا مباح ہے۔ (شامی زکریا: ۴/ ۴۲۷)

طلاق کے بارے میں قول اصح

صاحب فتح القدیر علامہ کمال الدین بابرتی فرماتے ہیں طلاق کے بابت اصح قول یہ ہے کہ بلا وجہ شرعی طلاق دینا اصلاً ممنوع ہے ہاں اگر طلاق دینے کی وجہ شرعی موجود ہو اور شوہر طلاق دینے کی ضرورت محسوس کرے بایں طور کہ بیوی پر حرام کاری کرانے کا شبہ ہو یا عورت زیادہ بوڑھی ہو اور مرد کی ضرورت اس سے پوری نہ ہوتی ہو تو اس صورت میں طلاق دینے کی اجازت ہے اور بلا وجہ طلاق دینا ممنوع ہے لیکن صاحب البحر الرائق فرماتے ہیں کہ مذہب قوی قول اول ہے کہ طلاق دینا مباح ہے کیوں کہ قرآنی آیات مطلق ہیں اور فعل نبوی سے بھی ثابت ہیں۔

الاصل فیہ الحظر کا مطلب

حضرات فقہاء کرام کا یہ کہنا کہ طلاق میں اصل یہ ہے کہ وہ ممنوع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس اصل کو چھوڑ دیا ہے اور طلاق کو مباح قرار دیا ہے بلکہ اگر عورت اپنے قول یا فعل کے ذریعہ شوہر کو ایذاء دے، یا فرض نماز کو چھوڑ دے تو ایسی عورت کو طلاق دینا مستحب ہے جیسا کہ غایت البیان میں ہے اور موذیہ عورت اور فاسقہ عورت کو طلاق دینا مستحب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی بیوی نماز نہ پڑھتی ہو تو اس کے ساتھ رہنے میں کوئی گناہ نہیں ہے کیوں کہ اگر بے نمازی عورت کو رکھنے میں گناہ ہوتا تو پھر اس وقت شوہر پر اس کو طلاق دینا واجب ہوتا نہ کہ مستحب۔

مسئلہ: اگر عورت نماز ادا نہ کرے اور سمجھانے کے باوجود نہ پڑھے تو شرعی اعتبار سے شوہر کو اجازت ہے کہ بے نمازی بیوی کی پٹائی کرے۔ (شامی زکریا: ۴/ ۴۲۹)

ایک سوال اور اس کا جواب

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی حدیث ہے جس کو امام ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ ابغض الحلال الی اللہ عزوجل الطلاق (ابوداؤد: ۲/ ۹۳۱) کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق ہے اس سے معلوم ہوا کہ طلاق دینا ممنوع ہے لہٰذا یہ کہنا کہ طلاق دینا مباح ہے صحیح معلوم نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ مباح

مبغوض دونوں ایک ساتھ کیوں کر جمع ہو سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کسی شئ کا مبغوض ہونا اس کے حلال ہونے کے منافی نہیں ہے اس لیے کہ حلال اس معنی میں مکروہ کو بھی شامل ہے جو مبغوض ہے لہٰذا حلال اور مبغوض دونوں ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اور یہاں حلال سے مراد وہ فعل ہے جس کا کرنا لازم نہیں ہے۔

طلاق دینے کا وجوب

اگر امساک بالمعروف فوت ہو جائے تو تسریح باحسان واجب ہے یعنی اگر شرعی ضابطہ واصول کے مطابق بیوی کا رکھنا شوہر کی جانب سے فوت ہو جائے تو اس وقت شوہر پر لازم اور واجب ہو جاتا ہے کہ بیوی کو طلاق دے (چناں چہ اگر شوہر خصی ہو، یا ذکر یعنی آلہ تناسل کٹا ہوا ہو، یا عنین یعنی نامرد ہو یا شوہر ایسا ہو کہ بیوی کو مس کرتے ہی انزال ہو جاتا ہو یا آلہ تناسل کھڑا نہ ہوتا ہو یا بیوی کے حقوق زوجیت ادا نہ کرتا ہو اور بیوی کی حقوق تلفی ہوتی ہو تو ان تمام صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے۔ (شامی زکریا: ۴/۴۲۹)

طلاق حرام

اور حرام ہے اگر طلاق بدعی دے، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حیض کی حالت میں طلاق دے یا اس طہر میں طلاق دے جس میں بیوی سے جماع کر چکا ہے یا بیک وقت تین طلاق دے تو ایسی طلاق دینا از روئے شرع حرام ہے، لیکن طلاق واقع ہو جائے گی کیوں کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں کسی نے یکبارگی تین طلاق دیدی جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو آپ بہت سخت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ میرے ہوتے کتاب اللہ سے کھیل کرتے ہیں، آپ نے فرمایا اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی لیکن بیوی اس سے جدا ہو گئی۔

طلاق دَور

صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ طلاق دور کی خوبیوں اور محاسن میں سے یہ ہے کہ اس طلاق کی وجہ سے آدمی بہت ساری مکروہات سے بچ جاتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طلاق دور بالاجماع واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ مصنفؒ نے اسکو جواہر الفتاوی کی طرف منسوب کر کے تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی حاکم طلاق دور کو درست مان کر عدم وقوع طلاق اور بقاء نکاح کا فیصلہ کرے تو اس صورت میں حاکم کا فیصلہ بالکل نافذ نہ ہوگا اس لیے کہ یہ فیصلہ اجماع امت کے بالکل خلاف ہوگا اور حاکم آخر پر لازم ہوگا کہ طلاق دور کی وجہ سے زوجین کے درمیان تفریق کرا دے۔

طلاق دور کی شکل

طلاق دور دینے کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ ان طلقتك فانت طالق قبله ثلاثا اگر میں تجھ کو طلاق

دوں تو طلاق دینے سے پہلے تجھ پر تین طلاق ہے، اور اس طلاق کو طلاق دور اس لیے کہتے ہیں کہ معاملہ دو منافی امور کے درمیان معلق ہوتا ہے اس لیے کہ طلاق منجز کے وقوع سے لازم آتا ہے کہ اس سے پہلے تین طلاق جو معلق تھیں وہ بھی واقع ہوں، اور ثلاث معلقہ کا وقوع متقاضی ہے منجز کے عدم وقوع کا، اور دور نام ہی دو چیزوں میں سے ہر ایک کا دوسرے پر توقف کا، جیسا کہ یہاں پر ہو رہا ہے، دور حکماء کے نزدیک باطل ہے لیکن فقہاء کے یہاں طلاق دور واقع ہوتی ہے۔

(وَأَقْسَامُهُ ثَلَاثَةٌ: حَسَنٌ، وَأَحْسَنُ، وَبِدْعِيٌّ يَأْثَمُ بِهِ) وَأَلْفَاظُهُ: صَرِيحٌ، وَمُلْحَقٌ بِهِ وَكِنَايَةٌ (وَمَحَلُّهُ الْمَنْكُوحَةُ) وَأَهْلُهُ زَوْجٌ عَاقِلٌ بَالِغٌ مُسْتَيْقِظٌ وَرُكْنُهُ لَفْظٌ مَخْصُوصٌ خَالٍ عَنْ الِاسْتِثْنَاءِ (طَلْقَةٌ رَجْعِيَّةٌ (فَقَطْ فِي طُهْرٍ لَا وَطْءَ فِيهِ) وَتَرْكُهَا حَتَّى تَمْضِي عِدَّتُهَا (أَحْسَنُ) بِالنِّسْبَةِ إلَى الْبَعْضِ الْآخَرِ (وَطَلْقَةٌ لِغَيْرِ مَوْطُوءَةٍ وَلَوْ فِي حَيْضٍ وَلِمَوْطُوءَةٍ تَفْرِيقُ الثَّلَاثِ فِي ثَلَاثَةِ أَطْهَارٍ لَا وَطْءَ فِيهَا وَلَا حَيْضَ قَبْلَهَا وَلَا طَلَاقَ فِيهِ فِيمَنْ تَحِيضُ وَ) فِي ثَلَاثَةِ (أَشْهُرٍ فِي) حَقِّ (غَيْرِهَا) حَسَنٌ وَسُنِّيٌّ فَعُلِمَ أَنَّ الْأَوَّلَ سُنِّيٌّ بِالْأَوْلَى (وَحَلَّ طَلَاقُهُنَّ) أَيْ الْآيِسَةِ وَالصَّغِيرَةِ وَالْحَامِلِ (عَقِبَ وَطْءٍ) لِأَنَّ الْكَرَاهَةَ فِيمَنْ تَحِيضُ لِتَوَهُّمِ الْحَبَلِ وَهُوَ مَفْقُودٌ هُنَا (وَالْبِدْعِيُّ ثَلَاثٌ مُتَفَرِّقَةٌ أَوْ ثِنْتَانِ بِمَرَّةٍ أَوْ مَرَّتَيْنِ) فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ (لَا رَجْعَةَ فِيهِ، أَوْ وَاحِدَةٌ فِي طُهْرٍ وُطِئَتْ فِيهِ، أَوْ) وَاحِدَةٌ فِي (حَيْضِ مَوْطُوءَةٍ) لَوْ قَالَ وَالْبِدْعِيُّ مَا خَالَفَهُمَا كَانَ أَوْجَزَ وَأَفْيَدَ (وَتَجِبُ رَجْعَتُهَا) عَلَى الْأَصَحِّ (فِيهِ) أَيْ فِي الْحَيْضِ دَفْعًا لِلْمَعْصِيَةِ (فَإِذَا طَهُرَتْ) طَلَّقَهَا (إنْ شَاءَ) أَوْ أَمْسَكَهَا، قَيَّدَ بِالطَّلَاقِ لِأَنَّ التَّخْيِيرَ وَالِاخْتِيَارَ وَالْخُلْعَ فِي الْحَيْضِ لَا يُكْرَهُ مُجْتَبَى وَالنِّفَاسُ كَالْحَيْضِ جَوْهَرَةٌ. (قَالَ لِمَوْطُوءَةٍ وَهِيَ) حَالَ كَوْنِهَا مِمَّنْ تَحِيضُ (أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا) أَوْ ثِنْتَيْنِ (لِلسُّنَّةِ وَقَعَ عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ طَلْقَةٌ) وَتَقَعُ أُولَاهَا فِي طُهْرٍ لَا وَطْءَ فِيهِ، فَلَوْ كَانَتْ غَيْرَ مَوْطُوءَةٍ أَوْ لَا تَحِيضُ تَقَعُ وَاحِدَةٌ لِلْحَالِ ثُمَّ كُلَّمَا نَكَحَهَا أَوْ مَضَى شَهْرٌ تَقَعُ (وَإِنْ نَوَى أَنْ تَقَعَ الثَّلَاثُ السَّاعَةَ أَوْ) أَنْ تَقَعَ عِنْدَ رَأْسِ (كُلِّ شَهْرٍ وَاحِدَةٌ صَحَّتْ نِيَّتُهُ) لِأَنَّهُ مُحْتَمِلُ كَلَامِهِ.

طلاق کے اقسام

یہاں سے صاحب کتاب طلاق کی دو قسمیں اور اس کے احکام بیان کرنا چاہ رہے ہیں چناں چہ فرماتے ہیں کہ طلاق کی تین قسمیں ہیں: (۱) طلاق حسن (۲) طلاق احسن (۳) طلاق بدعی: جس کے استعمال سے آدمی گناہ گار ہوتا ہے ان تینوں کی تعریفات عنقریب آنے والی ہیں۔

الفاظِ طلاق

اور طلاق کے الفاظ جن سے طلاق دی جاتی ہے تین طرح کے ہیں (۱) صریح الفاظ (۲) جو الفاظ صریحہ کے ساتھ ملحق ہوں، (۳) الفاظ کنایہ، الفاظ صریحہ کے ذریعہ طلاق دینا یہ ہے کہ ایسے الفاظ سے طلاق دی جائے جو طلاق کے علاوہ دوسرے معنی میں استعمال نہ ہوتے ہوں اور ان سے وقوع طلاق کے لیے نیت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی ہے جیسا کہ لفظ طلاق، طالق، مطلقۃ، بلا نیت طلاق واقع ہوجاتی ہے البتہ کبھی رجعی واقع ہوتی ہے کبھی بائن، بشرطیکہ الفاظ صریحہ سے منکوحہ کو مخاطب کرے۔

ملحق بہ صریح

ملحق بہ صریح وہ طلاق ہے جو لفظ حرام یا تحریم کے ساتھ واقع کی جائے اس میں بھی وقوع طلاق کے لیے نیت کرنا ضروری نہیں ہے مثلاً کسی نے کہا انت علی حرام یا انت محرمة علی تو بلا کسی نیت کے طلاق واقع ہوجائے گی۔

الفاظ کنایہ

ایسے الفاظ کے ذریعہ طلاق دینا جو طلاق کے لیے وضع نہ کئے گئے ہوں بلکہ ان کا استعمال طلاق اور غیر طلاق دونوں میں ہوتا ہو، تو اس طرح کہ الفاظ سے طلاق واقع نہ کرنے کے لیے نیت شرط ہے اس کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوگی، یا پھر وقوع طلاق کے لیے قرینہ پایا جائے یا دلالت حال کا تقاضہ ہو، تو اس صورت میں نیت کے بغیر بھی طلاق واقع ہوجائے گی۔

محل طلاق

طلاق کا محل منکوحہ عورت ہے لہٰذا اگر کوئی شخص غیر منکوحہ کو طلاق دے تو طلاق واقع نہ ہوگی، طلاق کے وقوع کے لیے منکوحہ ہونا شرط ہے خواہ وہ منکوحہ طلاق رجعی کی عدت میں ہو، یا منکوحہ حرہ تین طلاق کے علاوہ طلاق بائن کی عدت میں ہو، یا منکوحہ باندی طلاق بائن دو طلاق کے علاوہ کی عدت میں ہو تو انہیں بھی طلاق دی جاسکتی ہے اور یہ بھی طلاق کا محل ہے۔

طلاق کا اہل

اور طلاق دینے کا اہل وہ شوہر ہے جو عاقل بالغ ہو اور جاگنے کی حالت میں طلاق دے، لہٰذا اگر شوہر کے علاوہ اجنبی شخص طلاق دے، یا پاگل شوہر یا نابالغ شوہر طلاق دے یا خواب میں طلاق دے تو ان تمام صورتوں میں طلاق واقع نہ ہوگی۔ اسی طرح آقا اپنے غلام کی بیوی کو طلاق دے یا صغیر شوہر کا والد اس کی بیوی کو طلاق دے، تو طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق یا اکراہ کی حالت میں دی گئی طلاق اور اضطرار کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہوجائے گی۔ (شامی زکریا: ۴/۴۳۱)

طلاق کا رکن

طلاق کا رکن ایسا مخصوص لفظ ہے جو استثنا سے خالی ہو لہٰذا اگر کوئی شخص طلاق کے ساتھ انشاء اللہ ملالے گا تو طلاق واقع نہ

ہوگی، جیسے کہ اگر کوئی کہے انت طالق ان شاء اللہ تعالی انت طالق ان یشاء اللہ تعالی تو طلاق واقع نہ ہوگی اس لیے کہ استثنا لگ گیا ہے جس نے طلاق کو ختم کر دیا ہے لہٰذا طلاق واقع نہ ہوگی۔

طلاق احسن کا طریقہ

ایک طلاق رجعی دینا ایسے طہر میں جس میں شوہر نے بیوی کے ساتھ وطی نہ کی ہو پھر اس کو چھوڑ دینا یہاں تک کہ عدت گزر جائے اور بائنہ ہو جائے یہ طلاق احسن ہے یعنی طلاق کا یہ طریقہ طلاق حسن اور بدعی دونوں سے بہتر ہے۔

طلاق حسن اور سنی کا طریقہ

اور ایک طلاق اس منکوحہ کو دینا جس سے شوہر ابھی تک جماع نہ کیا ہو، اگر چہ طلاق حیض کی حالت میں دی گئی ہو یا منکوحہ موطوءۃ کو الگ الگ تین طلاق ایسے طہر میں دینا جس میں شوہر نے وطی نہ کی ہو، اور نہ اس حیض میں وطی ہوئی ہو جو اس طہر سے پہلے تھا اور یہ طلاق اس عورت کے حق میں ہے جس کو حیض آتا ہو، اور جس عورت کو حیض نہ آتا ہو خواہ عمر کی زیادتی کی وجہ سے حیض بند ہو گیا ہو یا کم عمری کی وجہ سے ابھی حیض آنا ہی شروع نہ ہوا ہو، تو اس کو الگ الگ تین طلاق تین مہینہ میں دینا طلاق حسن اور سنی ہے اور جب طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن تو بدرجہ اولی مسنون ہوگی، اور طلاق کے مسنون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح طلاق دینے میں اس پر کوئی عتاب نہیں ہوگا اور قیامت میں گرفت نہ ہوگی، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس پر کچھ ثواب ہوگا، کیوں کہ طلاق دینے پر کوئی ثواب نہیں،

حیض سے مایوس عورت کو طلاق دینا

اور جس عورت کو زیادتی عمر کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو یا عمر کی کمی کی وجہ سے ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، یا عورت حالت حمل میں ہو تو اس کو وطی کے بعد طلاق دینا جائز ہے، اس لیے کہ حائضہ عورت کو وطی کے بعد طلاق دینے کی کراہت احتمال حمل کی وجہ سے ہے اور یہاں حمل ہونے کا احتمال ہی نہیں ہے اس لیے ایسی عورت کو وطی کے بعد بھی طلاق دینا حلال ہے۔

طلاق بدعی کا طریقہ

طلاق بدعی کا دوسرا نام طلاق حرام بھی ہے، اس لیے کہ اس کی معصیت ہونے کی صراحت کی گئی ہے، اور طلاق بدعی یہ ہے کہ تین طلاق الگ الگ یا دو طلاقیں یکبارگی یا دو طلاق دو مرتبہ ایسے ایک طہر میں دی جائے جس میں رجعت نہ ہو، یا ایک طلاق ایسے طہر میں دینا جس میں وطی کی جا چکی ہو، یا مدخولہ بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دینا (اور جب تین الگ الگ طلاقیں ایک طہر میں دینا بدعی ہے تو تینوں طلاقیں یکبارگی ایک طہر میں دینا تو بدرجہ اولی بدعی ہوگا، اور تین طلاقیں بیک وقت دینا باعث گناہ

ہے۔ مگر طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے اور جمہور علماء امت کا مذہب ہے)(شامی: ۴/ ۴۴۴)

قوله: ولوقال البدعي ماخالفهما الخ: اس عبارت سے شارح علیہ السلام یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مصنفؒ نے طلاق بدعی کی جو تعریف بیان کی ہے وہ لمبی ہے طلاق بدعی کی تعریف اگر یہ کر دی جاتی ہے کہ بدعی وہ طلاق ہے جو طلاق احسن طلاق حسن کے مخالف ہو، تو یہ بہت مختصر اور بہت مفید ہوتی، مختصر ہونا تو بالکل ظاہر ہے، اور رہا مفید ہونا تو اس طور پر کہ یہ تعریف مذکورہ تعریف کو بھی شامل ہوتی ہے، اور طلاق بائن کو بھی، اور اس کے علاوہ طلاق بدعی کی دو قسموں کو بھی شامل ہوتی، واضح رہے کہ طلاق بدعی کی آٹھ قسمیں ہیں، (۱) تین الگ الگ طلاق ایک طہر میں دینا (۲) تین طلاق ایک لفظ سے طہر واحد میں دینا (۳) ایک لفظ سے دو طلاق دینا، (۴) دو طلاق دو لفظ سے اس طہر میں دینا جس میں رجعت نہ ہو، (۵) حیض کی حالت میں طلاق دینا، (۶) ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں وطی ہو چکی ہو، (۷) ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں وطی نہ ہوئی ہو لیکن طہر سے پہلے حیض میں وطی ہو چکی ہو، (۸) نفاس کی حالت میں طلاق دینا، الغرض طلاق بدعی کی مذکورہ تعریف کے علاوہ اگر ما خالفهما کے ذریعہ تعریف کرتے تو مذکورہ آٹھوں قسمیں طلاق کی تعریف میں داخل ہو جاتیں۔

حالت حیض میں طلاق کا شرعی حکم

صاحب کتاب علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دی ہے تو اصح قول کے مطابق رجوع کرنا واجب ہے، تا کہ حیض کی حالت میں طلاق دینے سے جو گناہ ہوا وہ رجعت کر لینے سے ختم ہو جائے، اور جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے تو طلاق دے چاہے تو بیوی بنا کر روکے رکھے اور شارح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مصنف نے طلاق کی قید اس لیے لگائی ہے کہ تخییر، اختیار اور خلع حیض کی حالت میں مکروہ نہیں ہے۔

اور تخییر یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے کہے اختاري نفسك یعنی تجھ کو اپنے نفس کا اختیار ہے پھر عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو اس صورت میں طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی، اگر چہ عورت حیض میں کیوں نہ ہو، اور اختیار یہ ہے کہ باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے نابالغ کا نکاح کیا ہے، تو بالغ ہونے کے بعد اس کو اختیار ہے چاہے اس نکاح کو باقی رکھے چاہے اس کو باطل قرار دے، اگر چہ بیوی حیض کی حالت میں کیوں نہ ہو، اور خلع حاصل کرنا بھی بحالت حیض صحیح ہے، الغرض حیض کی حالت میں طلاق دینا تو مکروہ اور ناجائز ہے، لیکن حیض کی حالت میں شوہر کی تخییر اور نابالغ کا اختیار اور خلع مکروہ نہیں ہے، جیسا کہ مجتبیٰ نامی کتاب میں مذکور ہے۔ اور نفاس کا حکم حیض کی طرح ہے، اس میں طلاق دینا مکروہ ہے، لیکن تخییر زوج اختیار صبی، اور خلع مکروہ نہیں ہے۔

طلاق سنت بیک وقت دینا

اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی مدخولہ سے جو حیض والی ہے کہا انت طالق ثلاثا للسنة کہ تجھے تین طلاق ہیں سنت کے

مطابق، یا یوں کہا، انت طالق ثنتین للسنة تجھ کو دو طلاق سنت کے مطابق ہے، تو اس طرح کہنے سے ہر طہر میں ایک طلاق واقع ہو جائے گی، خواہ نیت کی ہو یا نہ کی ہو، اور ان تین طلاقوں یا دو طلاقوں میں سے پہلی طلاق ایسے طہر میں پڑ واقع ہو گی جس میں وطی نہ کی گئی ہو، اور اگر شوہر انت طالق ثلاثا للسنة یا انت طالق ثنتین للسنة ایسی بیوی سے کہا جو ابھی غیر مدخولہ ہے یا ابھی حیض نہ آتا ہو، تو اس صورت میں ایک طلاق تو فوراً واقع ہو جائے گی پھر جب شوہر غیر مدخولہ سے رجوع کر کے نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہو گی اور غیر حائضہ پر جب مہینہ گزر جائے گا تو طلاق واقع ہو گی۔

اور اگر شوہر نے مذکورہ بالا جملہ سے اسی گھڑی تینوں طلاق واقع کرنے کی نیت کی ہے یا ہر ماہ کے شروع میں ایک طلاق واقع کرنے کی نیت کی ہے تو اس کی نیت درست ہے، کیوں کہ اس کے کلام میں اس کا احتمال ہے، اس لیے کہ للسنۃ کے لام میں جس طرح اختصاص کا احتمال ہے اسی طرح تعلیل کا بھی احتمال ہے اور مطلب یہ ہوگا، کہ وہ طلاق جس کا ثبوت سنت سے ہے، اور جب فی الحال ساری طلاق واقع کرنے کی نیت کرنا صحیح ہے تو ہر ماہ کے شروع میں ایک طلاق واقع کرنے کی نیت کرنا بدرجہ اولی صحیح ہوگا۔

(وَيَقَعُ طَلَاقُ كُلِّ زَوْجٍ بَالِغٍ عَاقِلٍ) وَلَوْ تَقْدِيرًا بَدَائِعُ، لِيَدْخُلَ السَّكْرَانُ (وَلَوْ عَبْدًا أَوْ مُكْرَهًا) فَإِنَّ طَلَاقَهُ صَحِيحٌ لَا إِقْرَارَهُ بِالطَّلَاقِ وَقَدْ نَظَمَ فِي النَّهْرِ مَا يَصِحُّ مَعَ الْإِكْرَاهِ فَقَالَ: طَلَاقٌ وَإِيلَاءٌ ظِهَارٌ وَرَجْعَةٌ ... نِكَاحٌ مَعَ اسْتِيلَادٍ عَفْوٌ عَنِ الْعَمْدِ رَضَاعٌ وَأَيْمَانٌ وَفَيْءٌ وَنَذْرُهُ ... قَبُولٌ لِإِيدَاعٍ كَذَا الصُّلْحُ عَنْ عَمْدٍ ... طَلَاقٍ عَلَى جَعْلٍ يَمِينٍ بِهِ أَتَتْ كَذَا الْعِتْقُ وَالْإِسْلَامُ تَدْبِيرُ لِلْعَبْدِ ... وَإِيجَابُ إِحْسَانٍ وَعِتْقٌ فَهَذِهِ صَحَّ مَعَ الْإِكْرَاهِ عِشْرِينَ فِي الْعَدِّ (أَوْ هَازِلًا) لَا يَقْصِدُ حَقِيقَةَ كَلَامِهِ (أَوْ سَفِيهًا) خَفِيفَ الْعَقْلِ (أَوْ سَكْرَانَ) وَلَوْ بِنَبِيذٍ أَوْ حَشِيشٍ أَوْ أَفْيُونٍ أَوْ بَنْجٍ زَجْرًا، وَبِهِ يُفْتَى تَصْحِيحُ الْقُدُورِيِّ وَاخْتَلَفَ التَّصْحِيحُ فِيمَنْ سَكِرَ مُكْرَهًا أَوْ مُضْطَرًّا، نَعَمْ لَوْ زَالَ عَقْلُهُ بِالصُّدَاعِ أَوْ بِمُبَاحٍ لَمْ يَقَعْ. وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ مَعْزِيًّا لِلزَّاهِدِيِّ أَنَّهُ لَوْ لَمْ يُمَيِّزْ مَا يَقُومُ بِهِ الْخِطَابُ كَانَ تَصَرُّفُهُ بَاطِلًا. اهـ. وَاسْتَثْنَى فِي الْأَشْبَاهِ مِنْ تَصَرُّفَاتِ السَّكْرَانِ سَبْعَ مَسَائِلَ: مِنْهَا الْوَكِيلُ بِالطَّلَاقِ صَاحِيًا، لَكِنْ قَيَّدَهُ الْبَزَّازِيُّ بِكَوْنِهِ عَلَى مَالٍ وَإِلَّا وَقَعَ مُطْلَقًا؛ وَلَمْ يُوقِعْ الشَّافِعِيُّ طَلَاقَ السَّكْرَانِ وَاخْتَارَهُ الطَّحَاوِيُّ وَالْكَرْخِيُّ، وَفِي التَّاتَارْخَانِيَّةِ عَنِ التَّفْرِيقِ: وَالْفَتْوَى عَلَيْهِ.

طلاق دینے کی اہلیت کا بیان

صاحب کتاب اس عبارت سے طلاق دینے کی اہلیت کو بیان کر رہے ہیں کہ کون لوگ طلاق دے سکتے ہیں تو فرماتے ہیں عاقل و بالغ شوہر کی طلاق از روئے شرع واقع ہوتی ہے اور یہاں بدائع الصنائع میں تقدیراً کی قید موجود ہے، یعنی اگر چہ

شوہر تقدیراً ہی کیوں نہ عاقل ہو پھر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور تقدیراً کی قید اس لیے لگائی گئی ہے، تا کہ اس میں حالت مستی اور نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق بھی شامل ہو جائے، کیوں کہ نشہ مدہوش شخص کو شریعت نے زجراً عاقل کے حکم میں مانا ہے، لہٰذا نشہ کی حالت میں جو طلاق دی جاتی ہے وہ واقع ہوتی ہے۔

عاقل و بالغ شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے خواہ وہ عاقل و بالغ شوہر غلام ہو، یا اس پر طلاق دینے کے واسطے زبردستی کی گئی ہو، بہر صورت طلاق ہو جائے گی، اس لیے مکرہ کی طلاق درست ہے، یعنی اگر کسی کو طلاق دینے پر مجبور کیا گیا ہو، اور وہ طلاق دے تو اس طلاق کا شریعت میں اعتبار ہے البتہ مکرہ شخص کا اقرار بالطلاق درست نہیں ہے، یعنی اگر کسی شخص نے کسی پر زور زبردستی کر کے طلاق کا اقرار کرالیا اور وہ جان کے خوف سے طلاق کا اقرار کرلیا، حالاں کہ حقیقت کے اعتبار سے طلاق نہیں دی ہے، تو محض اقرار سے بیوی پر طلاق نہیں ہوگی۔

اور کون سے معاملات ہیں جو اکراہ کے باوجود بھی درست ہو جاتے ہیں ان کو نہر الفائق میں منظوم بیان کیا گیا ہے، چناں چہ انہوں نے کہا کہ جو معاملات اکراہ کے ساتھ درست ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) طلاق (۲) ظہار (۳) ایلاء (۴) رجعت (۵) نکاح (۶) استیلاد یعنی ام ولد بنانا اس کی صورت یہ ہے کہ آقا کو کسی نے ام ولد بنانے پر مجبور کیا چناں چہ آقا نے اس سے وطی کی اور باندی نے بچہ جنا تو اس کا نسب آقا سے ثابت ہو جائے گا اور باندی ام ولد ہو جائے گی۔ (۷) قتل عمد میں قصاص معاف کرنا ہے، یعنی اگر مقتول کے اولیاء کو قصاص کے معاف کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے معاف کر دیا تو اس سے قصاص ساقط ہو جائے گا (۸) رضاعت (۹) قسمیں کھانا (۱۰) ایلاء کر کے رجوع کرنا (۱۱) نذر ماننا (۱۲) ودیعت قبول کرنا (۱۳) قصاص عمد میں مال پر صلح کرنا (۱۴) مال کے بدلے طلاق دینا (۱۵) طلاق کی قسم کھانا (۱۶) آزاد کرنا (۱۷) مسلمان ہونا (۱۸) غلام یا باندی کو مدبر بنانا (۱۹) صدقہ کا واجب کرنا (۲۰) آزادی کو واجب کرنا یہ تمام معاملات اکراہ یعنی زبردستی کے ساتھ درست ہے جن کی تعداد بیس ہیں۔

ہنسی مزاق میں طلاق دینے کا شرعی حکم

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خوش طبعی اور ہنسی مزاق میں طلاق کا لفظ زبان سے نکالے اور اس کا مقصد طلاق دینا نہ ہو، اور نہ اپنے کلام کے حقیقی معنی کا قصد کیا پھر بھی طلاق واقع ہو جائے گی خلاصہ یہ ہے کہ ہنسی مذاق میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے، یا طلاق دینے والا شخص کم عقل یا بے وقوف ہو تو اس کی طلاق بھی واقع ہو جائے گی، (البتہ مسلوب العقل شخص کی طلاق واقع نہ ہوگی جیسا کہ مسئلہ واضح ہے)

سکران یعنی نشہ کی حالت کی طلاق کا حکم

مفتی بہ قول کے مطابق بطور زجر و تنبیہ نشہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے خواہ یہ نشہ نبیذ پینے کی وجہ سے

ہو، یا بھنگ یا افیون یا ڈائریا، یا خراسانی اجوائن کے استعمال کرنے کی وجہ سے ہو، بہر صورت ان چیزوں کے نشہ سے طلاق واقع ہوجاتی ہے اور یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ لوگ نشہ استعمال کرنا ترک کردیں، وقوع طلاق ہی مفتی بہ قول ہے، جیسا کہ تصحیح القدوری نامی کتاب میں ہے، اور زجراً کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اس کو بطور دوا استعمال کی جائے اور نشہ کی وجہ سے طلاق دیدے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ بطور دوا استعمال کرنے کی اجازت ہے اور جس شخص کو زبردستی نشہ پلایا گیا یا حالت اضطرار میں پی لیا، پھر اس نے بیوی کو طلاق دیدی تو اس کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس کی تصحیح کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے چناں چہ صاحب تحفہ نے عدم وقوع طلاق کی تصحیح کی ہے، لیکن خلاصہ نامی کتاب میں وقوع طلاق کو بالجزم بیان کیا گیا ہے۔ لیکن صاحب فتح القدیر نے اول قول یعنی عدم وقوع طلاق کو احسن قرار دیا ہے۔ (شامی: ۴/ ۴۴۷)

زوال عقل کی وجہ سے طلاق دینے کا حکم

اگر کسی آدمی کی عقل دردسر کی وجہ سے زائل ہوجائے یا کسی مباح چیز کے استعمال کرنے کی وجہ سے زائل ہوجائے تو اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی، جس طرح کہ بھنگ وغیرہ کو بطور دوا استعمال کرنے کی صورت میں نشہ پیدا ہوجائے اور طلاق دیدے تو طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، اور قہستانی نامی کتاب میں زاہدی کی جانب منسوب کرکے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کی عقل اس طرح زائل ہوگئی، کہ احکام شرعیہ میں تمیز باقی نہ رہے تو اس کا تصرف باطل قرار پائے گا، اور اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

اور "الاشتباہ والنظائر" میں سات مسائل کے اندر نشہ والا آدمی کو ہوشیار کے درجہ میں قرار نہیں دیا گیا ہے، اور ان ہی سات مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ایک شخص کو کسی کے عقل وخرد کی حالت میں طلاق دینے کا وکیل بنایا ہے اور اس کے وکیل نے نشہ کی حالت میں طلاق دی ہے تو اس صورت میں یہ طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن عدم وقوع طلاق کے بعد بزازی نے یہ قید لگائی ہے، کہ وکیل طلاق نے مال لے کر طلاق دی ہو تو طلاق واقع ہوجائے گی خواہ مؤکل نے اس کو اپنا وکیل ہوش وہواش اور عقل وخرد کی حالت میں بنایا ہو، خواہ مستی کی حالت میں بنایا ہو اور مؤکل نے ہوش وخرد کی حالت میں طلاق دی ہو یا مستی میں۔

نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق امام شافعی کی نظر میں

حضرت امام شافعیؒ طلاق سکران یعنی (نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق) کو واقع نہیں مانتے ہیں، اور امام طحاوی اور امام کرخی نے اس قول کو اختیار کیا ہے، اور تاتارخانیہ میں تفریق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اسی پر فتوی ہے، (لیکن شامی میں ہے کہ روایت متون معتبرہ کے خلاف ہے متون کی تمام معتبر کتابوں میں اس قول کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے، اور تاتارخانیہ ہی میں ہے کہ نشہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوتی ہے بشرطیکہ کہ نشہ شراب یا نبیذ سے پیدا ہوا ہو اور یہی اصحاب احناف کا مذہب ہے۔ (شامی زکریا: ۴/ ۴۴۸)

(أَوْ أَخْرَسَ) وَلَوْ طَارِئًا إِنْ دَامَ لِلْمَوْتِ بِهِ يُفْتَى، وَعَلَيْهِ فَتَصَرُّفَاتُهُ مَوْقُوفَةٌ. وَاسْتَحْسَنَ الْكَمَالُ

اشْتِرَاطَ كِتَابَتِهِ (بِإِشَارَتِهِ) الْمَعْهُودَةِ فَإِنَّهَا تَكُونُ كَعِبَارَةِ النَّاطِقِ اسْتِحْسَانًا (أَوْ مُخْطِئًا) بِأَنْ أَرَادَ التَّكَلُّمَ بِغَيْرِ الطَّلَاقِ فَجَرَى عَلَى لِسَانِهِ الطَّلَاقُ أَوْ تَلَفَّظَ بِهِ غَيْرَ عَالِمٍ بِمَعْنَاهُ أَوْ غَافِلًا أَوْ سَاهِيًا - أَوْ بِأَلْفَاظٍ مُصَحَّفَةٍ يَقَعُ قَضَاءً فَقَطْ، بِخِلَافِ الْهَازِلِ وَاللَّاعِبِ فَإِنَّهُ يَقَعُ قَضَاءً وَدِيَانَةً لِأَنَّ الشَّارِعَ جَعَلَ هَزْلَهُ بِهِ جِدًّا فَتْحٌ (أَوْ مَرِيضًا أَوْ كَافِرًا) لِوُجُودِ التَّكْلِيفِ. وَأَمَّا طَلَاقُ الْفُضُولِيِّ وَالْإِجَازَةِ قَوْلًا وَفِعْلًا فَكَالنِّكَاحِ بَزَّازِيَّةٌ (وَ) بِنَاءً عَلَى اعْتِبَارِ الزَّوْجِ الْمَذْكُورِ (لَا يَقَعُ طَلَاقُ الْمَوْلَى عَلَى امْرَأَةِ عَبْدِهِ) لِحَدِيثِ ابْنِ مَاجَهْ «الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ» إِلَّا إِذَا شَرَطَ فِي الْعَقْدِ فَقَالَ زَوَّجْتُهَا مِنْكَ عَلَى أَنَّ أَمْرَهَا بِيَدِي أُطَلِّقُهَا كَمَا شِئْتُ فَقَالَ الْعَبْدُ: قَبِلْتُ، وَكَذَا إِذَا قَالَ الْعَبْدُ: إِذَا تَزَوَّجْتُهَا فَأَمْرُهَا بِيَدِكَ أَبَدًا كَانَ كَذَلِكَ خَانِيَّةٌ - (وَالْمَجْنُونُ) إِلَّا إِذَا عَلَّقَ عَاقِلًا ثُمَّ جُنَّ فَوُجِدَ الشَّرْطُ، أَوْ كَانَ عِنِّينًا أَوْ مَجْبُوبًا أَوْ أَسْلَمَتْ وَهُوَ كَافِرٌ وَأَبَى أَبَوَاهُ الْإِسْلَامَ وَقَعَ الطَّلَاقُ أَشْبَاهٌ (وَالصَّبِيُّ) وَلَوْ مُرَاهِقًا أَوْ أَجَازَهُ بَعْدَ الْبُلُوغِ، أَمَّا لَوْ قَالَ: أَوْقَعْتُهُ وَقَعَ لِأَنَّهُ ابْتِدَاءُ إِيقَاعٍ وَجَوَّزَهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ (وَالْمَعْتُوهُ) مِنَ الْعَتَهِ، وَهُوَ اخْتِلَالٌ فِي الْعَقْلِ.

گونگے کی طلاق کا شرعی حکم

یا گونگا شخص اشارہ سے طلاق دے تو اس کی طلاق بھی واقع ہوجاتی ہے اگر چہ وہ پیدائشی طور پر گونگا نہ ہو بلکہ بعد میں گونگا ہوا ہو اگر اس کا گونگا پن موت تک باقی رہے تو اس کی طلاق واقع ہوجائے گی، اسی پر فتویٰ بھی ہے، اسی اصول و بنیاد کے پیش نظر کہا گیا ہے، کہ گونگے کے تصرفات سب کے سب موقوف رہیں گے، اگر اس کا گونگا پن موت تک باقی رہا تو اس صورت میں گونگا کے اشارے سے دی ہوئی طلاق اور دیگر تمام تصرفات صحیح ہوں گے، اور اگر موت سے پہلے زبان کھل گئی ہو، تو سابقہ تمام تصرفات باطل ہوجائیں گے، اور گونگے سے دریافت کیا جائے گا اور علامہ کمال نے کہا کہ اگر گونگا لکھنا جانتا ہے تو محض اشارہ سے طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ وقوع طلاق کے لیے لکھنا شرط ہے اور اسی کو بعض ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ اور حاکم شہید کی کافی نامی کتاب میں اس کی صراحت بھی موجود ہے۔ (شامی: ۴/۴۴۸)

اور گونگا کے اشارہ معلومہ سے طلاق اس لیے واقع ہوجاتی ہے کہ اس کا اشارہ استحساناً ناطق کے بیان کے درجہ میں شرعاً مان لیا گیا ہے، ورنہ تو بڑا حرج لازم آئے گا۔

غلطی اور بھول کر طلاق دینے کا حکم شرعی

اگر کسی نے غلطی اور بھول کر بیوی کو طلاق دیدی ہے بایں طور کہ اس کا ارادہ کچھ اور کہنے کا تھا لیکن زبان سے بلا ارادہ اور

بلا اختیار طلاق کا لفظ نکل گیا یا طلاق کا لفظ بولا لیکن اس کو اس لفظ کے معنی معلوم نہیں ہے یا غفلت میں شوہر زبان سے لفظ طلاق نکالا، یا مجنوں کر طلاق کا لفظ زبان سے جاری ہوا، یا الفاظ محرفہ یعنی طلاق کے بجائے طلاغ، تلاک، تلاغ طلاک وغیرہ الفاظ سے طلاق دی تو ان تمام صورتوں میں قضاءً طلاق واقع ہوگی اور دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ طلاق واقع نہ ہوگی۔

اس کے برخلاف اگر کوئی شخص ہنسی مزاق میں طلاق دے تو اس صورت میں قضاءً اور دیانۃً دونوں طرح طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ شریعت اسلامیہ نے ہنسی مزاق میں طلاق دینے کو سنجیدگی میں طلاق دینے کے برابر قرار دیا ہے، اور سنجیدگی میں دی گئی طلاق واقع ہوتی ہے لہٰذا ہنسی مزاق میں دی گئی طلاق بھی واقع ہوگی جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

مریض وکافر شخص کی طلاق کا حکم

اگر مریض شوہر یا کافر شوہر بیوی کو طلاق دے تو اس کو بھی طلاق از روئے شرع واقع ہوجائے گی کیوں کہ یہ بھی احکام شرع کے مکلف ہیں، مریض مسلمان کا احکام شرع کا مکلف ہونا ظاہر ہے اور کافر چوں کہ فروع کا مکلف ہے اعتقاد اور ادا کے اعتبار سے اس لیے اس کی طلاق بھی واقع ہوگی۔

فضولی آدمی کی طلاق کا حکم شرعی

رہا فضولی شخص کی طلاق اور اس کی اجازت خواہ قول سے ہو یا فعل سے نکاح کی طرح ہے یعنی جس طرح فضولی کا کیا ہوا نکاح زوجین کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اسی طرح فضولی کی دی گئی طلاق بھی شوہر کی اجازت پر موقوف رہے گی اگر شوہر اجازت دیدے تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں، جیسا کہ فتاوی بزازیہ میں ہے۔

کسی دوسرے کا دوسرے کی بیوی کو طلاق دینے کا حکم شرعی

یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ سابق ضابطہ پر مسائل متفرع کررہے ہیں ضابطہ یہ تھا کہ عاقل وبالغ شوہر کی طلاق واقع ہوتی ہے لہٰذا ضابطہ کا اعتبار کرتے ہوئے صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ آقا نے اگر اپنے غلام کی بیوی کو طلاق دیدی تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اس بارے میں دلیل ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طلاق دینے کا اختیار اس کو حاصل ہے جس نے عورت کی پنڈلی تھام رکھی ہے یعنی جو عورت کے بضع کا مالک ہو اور ظاہر ہے کہ شوہر کے سوا کوئی دوسرا مالک نہیں ہوتا ہے اس لیے کوئی دوسرا طلاق بھی نہیں دے سکتا ہے۔

البتہ اگر عقد نکاح کے وقت آقا نے یہ شرط لگادی کہ میں تیرا نکاح فلاں لڑکی کے ساتھ اس شرط کے ساتھ کردے رہا ہوں کہ عورت کا معاملہ میرے ہاتھ میں ہوگا جس طرح میں چاہوں گا اور جب چاہوں گا طلاق دوں گا اور غلام اس کو قبول بھی کرلے

تو ایسی صورت میں اگر آقا نے اپنے غلام کی بیوی کو طلاق دی ہے تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی، اور اسی طرح جب غلام نے کہا کہ جب میں اس عورت سے نکاح کروں تو اس کا معاملہ دائمی طور پر میرے ہاتھ میں ہوگا تو اس شرط کے ساتھ بھی مولی کو اپنے غلام کی بیوی کو طلاق دینے کا حق حاصل ہوگا جیسا کہ فتاوی خانیہ میں ہے۔

مجنوں کی طلاق کا حکم شرعی

اگر مجنون شوہر نے حالت جنون میں طلاق دی ہے تو یہ طلاق بھی واقع نہ ہوگی، ہاں اگر شوہر نے ہوش وحواس اور عقل وخرد کے وقت طلاق کو کسی شرط پر معلق کر رکھا ہو پھر دیوانہ ہونے کے بعد وہ شرط پائی گئی، تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی، یا پاگل نامرد ہو یا مقطوع الذکر ہو یا پاگل کی بیوی مسلمان ہوگئی ہو اور اس کا شوہر جو پاگل ہے کافر ہو اور اس کے والدین نے اسلام سے انکار کر دیا ہو تو ان صورتوں میں بھی پاگل کی طلاق واقع ہوگی جیسا کہ الاشباہ میں ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ان صورتوں میں طلاق کا واقع ہونا پایا گیا ہے مجنوں کی طرف سے واقع کرنا نہیں پایا گیا ہے اور ممتنع ایقاع طلاق ہے نہ کہ وقوع طلاق۔

نابالغ کی طلاق کا حکم شرعی

نابالغ شوہر کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی ہے اگر چہ نابالغ قریب البلوغ ہو، یا نابالغ کی حالت میں طلاق دی ہو اور اس کو بعد البلوغ نافذ کیا ہو، تو بھی طلاق واقع نہ ہوگی لیکن اگر بعد البلوغ یہ کہا ہو کہ میں نے طلاق واقع کر دی ہے تو واقع ہو جائے گی اور یہ سمجھا جائے گا کہ بالغ ہونے کے بعد از سر نو اس نے طلاق دی ہے اور حضرت امام احمد ابن حنبلؒ یہ فرماتے ہیں کہ نابالغ شوہر کی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ نابالغ عاقل ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ طلاق سے بیوی جدا ہو جاتی ہے جیسا کہ متون کی کتابوں میں امام احمد ابن حنبل کا مذہب موجود ہے۔

مختل عقل والے کی طلاق کا حکم شرعی

معتوہ، عتہ سے ماخوذ ہے اور معتوہ وہ شخص ہے جس کی عقل میں خلل پیدا ہو جائے اور قلیل الفہم ہو جائے، الغرض جس کی عقل میں اختلال پیدا ہو جائے اور وہ اس حالت میں بیوی کو طلاق دے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی (علامہ شامی فرماتے ہیں کہ معتوہ قلیل الفہم، پریشان کلام اور فاسد تدبیر شخص کو کہتے ہیں جو نہ گالی گلوچ کرتا ہو اور نہ مارتا ہو اور مجنون بھی یہ دونوں کام کرتا ہے کبھی ان میں سے ایک کرتا ہے) (شامی: ۴/۴۵۱)

(وَالْمُبَرْسَمِ) مِنَ الْبِرْسَامِ بِالْكَسْرِ عِلَّةٌ كَالْجُنُونِ (وَالْمُغْمَى عَلَيْهِ) هُوَ لُغَةُ الْمَغْشِيِّ، (وَالْمَدْهُوشُ) فَتْحٌ. وَفِي الْقَامُوسِ: دَهِشَ الرَّجُلُ تَحَيَّرَ وَدُهِشَ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ فَهُوَ مَدْهُوشٌ وَأَدْهَشَهُ اللَّهُ

(وَالنَّائِمُ) لِانْتِفَاءِ الْإِرَادَةِ، وَلِذَا لَايَتَّصِفُ بِصِدْقٍ وَلَا كَذِبٍ وَلَا خَبَرٍ وَلَا إِنْشَاءٍوَلَوْ قَالَ: أَجَزْتُه أَوْ أَوْقَعْتُه لَا يَقَعُ لِأَنَّهُ أَعَادَ الضَّمِيرَ إِلَى غَيْرِ مُعْتَبَرٍ جَوْهَرَةٌ. وَلَوْ قَالَ: أَوْقَعْتُ ذٰلِكَ الطَّلَاقَ أَوْ جَعَلْتُه طَلَاقًا وَقَعَ بَحْرٌ (وَإِذَا مَلَكَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ) كُلَّهُ (أَوْ بَعْضَهُ بَطَلَ النِّكَاحُ، وَلَوْ حَرَّرَتْهُ حِينَ مَلَكَتْهُ فَطَلَّقَهَا فِي الْعِدَّةِ أَوْخَرَجَتْ الْحَرْبِيَّةُ) إِلَيْنَا (مُسْلِمَةً ثُمَّ خَرَجَ زَوْجُهَا كَذٰلِكَ) مُسْلِمًافَطَلَّقَهَا فِي الْعِدَّةِ أَلْغَاهُ الثَّانِي فِي الْمَسْأَلَتَيْنِ (وَأَوْقَعَهُ الثَّالِثُ) فِيهِمَا (وَاعْتِبَارُ عَدَدِهِ بِالنِّسَاءِ) وَعِنْدَالشَّافِعِيِّ بِالرِّجَالِ (فَطَلَاقُ حُرَّةٍ ثَلَاثٌ، وَطَلَاقُ أَمَةٍ ثِنْتَانِ) مُطْلَقًا. (وَيَقَعُ الطَّلَاقُ بِلَفْظِ الْعِتْقِ بِنِيَّةٍ) أَوْ دَلَالَةِ حَالٍ (لَا عَكْسِهِ) لِأَنَّ إِزَالَةَ الْمِلْكِ أَقْوَى مِنْ إِزَالَةِ الْقَيْدِ.

برسام والے کی طلاق کا حکم

جس شخص کو برسام کی بیماری ہو اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی ہے مبرسم برسام کسرہ کے ساتھ ماخوذ ہے یہ جنون کی طرح ایک بیماری ہے اس بیماری سے بے ہوشی طاری ہوتی ہے اس لیے کہ اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، اسی طرح جس شخص کو غش آتا ہے اس کی بھی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اور یہ ایک طرح کی بے ہوشی ہوتی ہے۔ جس میں قوت مدرکہ اور قوت محرکہ معطل ہو جاتی ہے اور اس کا اثر دماغ یا دل پر پڑتا ہے اور مدہوش کی بھی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اور مدہوش وہ شخص ہے جس کی عقل جاتی ہے اور قاموس میں ہے کہ مدہوش دهش الرجل سے ماخوذ ہے اور یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آدمی حیران و پریشان ہو، اور مفعول کا صیغہ مدہوش ہوگا۔

سونے والے کی طلاق کا حکم

اور سونے والے شخص کی بھی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے طلاق کا ارادہ منفی ہونے کی وجہ سے یعنی اس کو نہ اختیار ہوتا ہے اور نہ ارادہ یہی وجہ ہے کہ سونے والے کو نہ صدق کے ساتھ متصف کرتے ہیں نہ کذب کے ساتھ، اور نہ سونے والے کے کلام کو خبر کہتے ہیں اور نہ ہی انشاء کیوں کہ یہ اس کے اختیار اور ارادے سے نہیں ہوتا ہے۔

سونے کی حالت میں دی گئی طلاق کو بیداری کی حالت میں نافذ کرنا

اگر کسی نے سونے کی حالت میں طلاق دی ہے جاگنے کے بعد کسی نے کہا کہ تو نے سونے کی حالت میں طلاق دی ہے اس نے یہ سن کر کہا میں نے اس کو جائز رکھا یا اس کو واقع کیا تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی کیوں کہ اس نے ضمیر کا اعادہ ایسے کلام کی طرف کیا جو غیر معتبر ہے، یعنی ضمیر کا مرجع حالت خواب کی طلاق کا کیا جو قابل اعتبار ہی نہیں ہے جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے، اور اگر سونے والے نے جاگنے کے بعد اس طرح کہا کہ اوقعت ذالك الطلاق کہ میں نے اس طلاق کو نافذ کر دیا یا کہا

جعلتہ طالقاً میں نے اس کو طلاق قرار دیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کا مالک ہو جائے تو کیا حکم

جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کا مالک ہو جائے خواہ کل کا مالک ہو یا بعض کا، مالک ہوتے ہی نکاح باطل ہو جائے گا اس لیے کہ ملکیت زوجیت کے منافی ہے اور اگر شوہر نے یوں کہا کہ جس وقت اس کی بیوی اس کی مالک بنی تھی اسی وقت اس نے اپنے شوہر کو آزاد کر دی تھی پھر شوہر نے بیوی کو عدت کے اندر طلاق دی، یا دار الحرب کی رہنے والی عورت مسلمان ہو کر دار الاسلام آ گئی پھر اس کے بعد اس کا شوہر دار الحرب سے مسلمان ہو کر دار الاسلام آ گیا پھر اس نے عدت کے اندر طلاق دی تو اس طلاق کو حضرت امام ابو یوسفؒ نے دونوں مسئلوں میں کالعدم قرار دیا ہے اور حضرت امام محمدؒ نے دونوں مسئلوں میں طلاق کو واقع کر دیا ہے لیکن اس بارے میں فتوی حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے اس لیے مالک ہوتے ہی اور مسلمان ہو کر دار الاسلام آتے ہی دونوں ہی میں فرقت واقع ہو گئی تھی اور عورت محل طلاق باقی نہ رہی اس لیے طلاق لغو قرار دیا جائے گا۔

عدد طلاق میں عورت کا اعتبار

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک طلاق میں عورت کا اعتبار ہے یعنی اگر عورت آزاد ہے تو وہ تین طلاق سے مغلظہ ہوگی اور اگر باندی ہے تو مطلق دو طلاق سے مغلظہ ہو جائے گی خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام اور حضرت امام شافعی عدد طلاق میں مردوں کا اعتبار کرتے ہیں، لہٰذا ان کے یہاں اگر مرد آزاد ہے تو تین طلاق کا مالک ہوگا عورت خواہ آزاد ہو یا باندی، اور اگر مرد غلام ہو تو دو طلاق کا مالک ہوگا عورت خواہ باندی ہو یا آزاد، ہماری دلیل رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک طلاق الامة طلقتان وعدتها حيضتان ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عدد طلاق میں عورت کا اعتبار ہے نہ کہ مرد کا۔

لفظ عتق سے وقوع طلاق کا حکم

لفظ "عتق" سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس لفظ سے طلاق دینے کی نیت کرے یا دلالت حال وقوع طلاق کا تقاضہ کرے تو اس صورت میں لفظ "عتق" سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے لیکن اس کے برعکس نہیں ہے یعنی لفظ طلاق سے آزادی واقع نہیں ہوگی یعنی اگر کوئی شخص اپنی باندی سے کہے طلقتك یا انت طالق تو اس سے آزادی حاصل نہیں ہوگی، اس لیے کہ ملک کا ازالہ زیادہ قوی ہے قید کے ازالہ سے آزادی ملک کے ازالہ کا نام ہے اور طلاق قید نکاحی کے آزادی کا نام ہے اس لیے عتق سے طلاق مراد ہو سکتی ہے کیوں کہ یہ قوی ترین ہے لیکن طلاق سے آزادی حاصل نہ ہوگی اس لیے کہ طلاق آزادی سے کمزور ہے اس لیے ضعیف کے دباؤ میں قوی نہیں آ سکتا ہے شوہر نے بیوی سے کہا اعتقتك یعنی میں نے تجھ کو آزاد کیا ہے، اور طلاق کی نیت کی ہے یا قرینہ حال وقوع طلاق کا متقاضی ہے تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ اہل فہم و بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔

[فُرُوعٌ] كُتِبَ الطَّلَاقُ، وَإِنْ مُسْتَبِينًا عَلَى نَحْوِلَوْحٍ وَقَعَ إِنْ نَوَى، وَقِيلَ مُطْلَقًا، وَلَوْ عَلَى نَحْوِ الْمَاءِ فَلَا مُطْلَقًا. وَلَوْ كُتِبَ عَلَى وَجْهِ الرِّسَالَةِ وَالْخِطَابِ، كَأَنْ يَكْتُبُ يَا فُلَانَةُ: إِذَا أَتَاكِ كِتَابِي هَذَا فَأَنْتِ طَالِقٌ طَلُقَتْ بِوُصُولِ الْكِتَابِ جَوْهَرَةٌ. وَفِي الْبَحْرِ: كَتَبَ لِامْرَأَتِهِ: كُلُّ امْرَأَةٍ لِي غَيْرَكِ وَغَيْرَ فُلَانَةَ طَالِقٌ ثُمَّ مَحَا اسْمَ الْأَخِيرَةِ وَبَعَثَهُ لَمْ تَطْلُقْ، وَهَذِهِ حِيلَةٌ عَجِيبَةٌ وَسَيَجِيءُ مَا لَوْ اسْتَثْنَى بِالْكِتَابَةِ.

لکھ کر طلاق دینے کا حکم

شوہر نے اپنی بیوی کو یہ لکھ کر دیا کہ تجھ کو طلاق ہے اور یہ طلاق ایسی چیز پر لکھا جس پر نقش باقی رہتا ہے جیسے دیوار یا تختہ یا کاغذ ہے تو اگر نیت طلاق پائی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر شوہر نے ایسی چیز پر طلاق کا لفظ لکھا ہے جس پر نقش باقی نہیں رہتا ہے جیسے پانی پر لکھا یا ہوا پر لکھا تو اس صورت میں مطلق طلاق واقع نہ ہوگی، خواہ نیت کرے خواہ نیت نہ کرے۔

خط یا خطاب کے طور پر طلاق دینا

اگر شوہر نے خط کے طور پر یا خطاب کے طور پر لکھا مثال کے طور پر اس طرح لکھا کہ اے فلاں عورت جب میرا یہ مکتوب تیرے پاس پہنچے تو تجھ کو طلاق ہے، تو اس صورت میں جس وقت عورت کے پاس خط پہنچے گا فوراً طلاق واقع ہو جائے گی، جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ اور البحر الرائق میں مذکور ہے، شوہر نے اپنی بیوی کے پاس لکھا کہ تیرے علاوہ جو میری بیوی ہے یا فلاں عورت کے علاوہ جو میری بیوی ہے اس کو طلاق ہے پھر اخیر والی عورت کا نام مٹا دیا اور خط بھیج دیا تو اس صورت میں اس عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی جس کا نام مٹایا ہے اور یہ ایک عجیب وغریب طرح کا حیلہ ہے اور اس کی بحث عنقریب کتاب سے مستثنیٰ کرنے کے مسائل میں آئے گی۔

صورت مسئلہ

علامہ شامی نے اس حیلہ کی صورت یہ لکھی ہے کہ زید کی ایک بیوی ہے جس کا نام زینب ہے پھر زید کسی دوسرے شہر میں گیا وہاں جا کر اس نے ایک دوسری عورت سے نکاح کر لیا جس کا نام عائشہ ہے، جب زینب کو اس کا علم ہوا تو بہت تکلیف ہوئی اور دلی صدمہ پہنچا، اب زید نے اس کے دل کو خوش کرنے کے لیے لکھا کہ جو عورت تیرے علاوہ میری بیوی ہے اور سوائے فلانی کے اس کو طلاق ہے پھر اس نے عائشہ کا نام مٹا ڈالا تو اس صورت میں عائشہ پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ طلاق کا لفظ لکھنے اور اس کے نام کے مٹانے پر کسی کو گواہ بنا لے تاکہ جب یہ مقدمہ قاضی کی عدالت میں جائے تو قاضی اس کے خلاف عائشہ کی طلاق کے متعلق فیصلہ نہ کرے۔ (شامی زکریا: ۴/ ۴۵۷)

بَابُ الطَّلَاقِ الصَّرِيحِ

(صَرِيحُهُ مَالَمْ يُسْتَعْمَلْ إِلَّا فِيهِ) وَلَوْ بِالْفَارِسِيَّةِ (كَطَلَّقْتُكَ وَأَنْتِ طَالِقٌ وَمُطَلَّقَةٌ) بِالتَّشْدِيدِ قَيَّدَ بِخِطَابِهَا، لِأَنَّهُ لَوْ قَالَ: إِنْ خَرَجْتِ يَقَعُ الطَّلَاقُ أَوْلَاتَخْرُجِي إِلَّا بِإِذْنِي فَإِنِّي حَلَفْتُ بِالطَّلَاقِ فَخَرَجَتْ لَمْ يَقَعْ لِتَرْكِهِ الْإِضَافَةَ إِلَيْهَا (وَيَقَعُ بِهَا) أَيْ بِهَذِهِ الْأَلْفَاظِ وَمَا بِمَعْنَاهَا مِنَ الصَّرِيحِ، وَيَدْخُلُ نَحْوُطَلَاغٍ وَتَلَاغٍ وَطَلَاكٍ وَتَلَاكٍ أَوْ "طْ لَ قْ" أَوْ "طَلَاقٍ بَاشْ" بِلَافَرْقٍ بَيْنَ عَالِمٍ وَجَاهِلٍ، وَإِنْ قَالَ تَعَمَّدْته تَخْوِيفًا لَمْ يُصَدَّقْ قَضَاءً إِلَّا إِذَا أَشْهَدَ عَلَيْهِ قَبْلَهُ وَبِهِ يُفْتَى؛ وَلَوْ قِيلَ لَهُ: طَلَّقْتَ امْرَأَتَكَ فَقَالَ: نَعَمْ أَوْ بَلَى بِالْهِجَاءِ طَلُقَتْ بَحْرٌ (وَاحِدَةً رَجْعِيَّةً، وَإِنْ نَوَى خِلَافَهَا) مِنَ الْبَائِنِ أَوْأَكْثَرَ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ (أَوْ لَمْ يَنْوِ شَيْئًا) وَلَوْ نَوَى بِهِ الطَّلَاقَ عَنْ وَثَاقٍ دِينَ إِنْ لَمْ يَقْرِنْهُ بِعَدَدٍ؛ وَلَوْ مُكْرَهًا صُدِّقَ قَضَاءً أَيْضًا كَمَا لَوْ صَرَّحَ بِالْوَثَاقِ أَوْ الْقَيْدِ، وَكَذَا لَوْ نَوَى طَلَاقَهَا مِنْ زَوْجِهَا الْأَوَّلِ عَلَى الصَّحِيحِ خَانِيَّةٌ، وَلَوْ نَوَى عَنِ الْعَمَلِ لَمْ يُصَدَّقْ أَصْلًا؛ وَلَوْ صَرَّحَ بِهِ دِينَ، فَقَطْ.

طلاق صریح کا بیان

طلاق صریح کی لغوی تعریف

طلاق صریح ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو طلاق کے علاوہ کسی اور معنی میں استعمال نہ ہوتا ہو بلکہ جب اس لفظ کا تکلم کیا جائے تو طلاق ہی مراد ہو، خواہ وہ لفظ عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان مثلاً فارسی کا ہو، طلاق صریح صرف عربی زبان ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ دوسری زبانوں میں بھی اس کا تحقق ہوسکتا ہے الغرض جو بھی لفظ طلاق کے علاوہ کسی اور معنی میں مستعمل نہ ہو اس کو صریح طلاق کہیں گے جیسے عربی میں کوئی یوں کہے طلقتك یا انتِ طالق، مطلقة میں نے تجھ کو طلاق دیا، یا تو طلاق والی ہے یا تو مطلقہ ہے یہ الفاظ و جملے طلاق کے لیے صریح ہیں، شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صریح کو عورت کے خطاب کے ساتھ اس لیے مقید کیا کہ اگر بغیر خطاب کے اس طرح کہا ان خرجت تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، یا یوں کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر مت نکلنا اس لیے کہ میں نے طلاق کی قسم کھا رکھی ہے پھر وہ نکلی تو طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے اس عورت کی طرف اس کی اضافت نہیں کی ہے۔

الفاظ صریح سے ایک طلاق رجعی کا وقوع

درج ذیل الفاظ صریح اور اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ صریح سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اگر چہ شوہر نے اس کے خلاف طلاق بائن یا ایک سے زائد طلاق واقع کرنے کی نیت کیوں نہ کی ہو، یا کچھ بھی نیت نہ کی ہو، بہر صورت ایک طلاق

رجعی واقع ہوگی، اور الفاظ محرفہ جیسے طلاغ، تلاغ، طلاک، تلاک، یا ط، ل، ق یا طلاق باش وغیرہ تمام الفاظ صریح طلاق میں داخل ہیں اور ان الفاظ کے استعمال کرنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، خواہ ان الفاظ کا استعمال کوئی عالم کرے یا کوئی جاہل، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے عورت کو ڈرانے اور دھمکانے کے واسطے ان الفاظ کو بدل کر کہا تو قضاءً اس کی بات تسلیم نہیں کی جائے گی ہاں اگر اس شخص نے اپنی اس بات پر گواہ پیش کر دیا تو اس کی بات قبول کر لی جائے گی اور اسی پر فتوی ہے۔

سوال وجواب سے وقوع طلاق کا حکم

اور اگر کسی نے شوہر سے معلوم کیا کہ تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے؟ اس نے جواب میں ہجے کر کے نعم کہا، یا بلیٰ کہا، یعنی جی ہاں یا کیوں نہیں، تو اس سے بھی عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی، جیسا کہ البحر الرائق میں مذکور ہے اور ہجے کر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حروف کو الگ الگ کر کے اس طرح کہے، ن، ع، م یا ب، ل، ی۔

طلاق کا لفظ بول کر طلاق عن الوثاق کی نیت

اگر شوہر نے طلاق کو عدد کے ساتھ نہیں ملایا یا زبردستی کی وجہ سے شوہر نے طلاق کا لفظ بولا، اور اس سے اس نے قید سے آزاد کرنے کی نیت کی تو قضاءً اس کی بات اور نیت تسلیم کی جائے گی جس طرح کہ اگر قید یا بند کے لفظ کی تصریح کر دیتا تو اس کی بات تسلیم کی جاتی اور طلاق واقع نہیں ہوتی اسی طرح نیت کرنے کی صورت میں بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اسی طرح اگر شوہر نے یہ کہا کہ میں نے اس کے شوہر اول سے طلاق کی نیت کی تھی تو قولِ صحیح کے بموجب اس کی بات تسلیم کی جائے گی جیسا کہ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے اور اگر شوہر نے بیوی سے کہا طلقتك اور اس سے اس نے کام سے چھٹکارے کی نیت کی تو اس کی یہ نیت نہ تو قضاءً تسلیم کی جائے گی نہ دیانۃً تسلیم کی جائے گی اس لیے کہ ایسی چیز کی نیت ہے جس کا لفظ احتمال ہی نہیں رکھتا ہے اور اگر اس نے صراحتاً یوں کہا طلقتك عن العمل تو اس کی بات دیانت میں تصدیق کی جائے گی لیکن قضاء میں تصدیق نہیں کی جائے گی۔

شوہر طلاق دے کر منکر ہو جائے تو کیا حکم ہے

اگر شوہر نے تنہائی میں بیوی کو تین طلاق دی اور بیوی نے اس کو سنا پھر بعد میں شوہر طلاق دینے کا منکر ہو جائے اور عورت کے پاس کوئی گواہ بھی نہیں ہے اور شوہر قسم کھا کر طلاق کا انکار کر رہا ہے تو اس صورت میں اگر مال دے کر طلاق لے سکتی ہے تو مال دے کر طلاق لے لے، یا کہیں چلی جائے اور اگر عورت ان باتوں پر قادر نہیں ہے تو شوہر کے ساتھ رہے سارا گناہ شوہر پر ہوگا عورت پر کوئی گناہ نہ ہوگا، جیسا کہ شامی میں ہے۔ (شامی: ۴/ ۴۶۳)

(وَفِي أَنْتِ الطَّلَاقُ) أَوْ طَلَاقٌ (أَوْ أَنْتِ طَالِقٌ الطَّلَاقِ أَوْ أَنْتِ طَالِقٌ طَلَاقًا يَقَعُ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ إِنْ لَمْ يَنْوِ شَيْئًا أَوْ نَوَى) يَعْنِي بِالصَّدْرِ لِأَنَّهُ لَوْ نَوَى بِطَالِقٍ وَاحِدَةً وَبِالطَّلَاقِ أُخْرَى وَقَعَتَا رَجْعِيَّتَيْنِ لَوْ مَدْخُولًا بِهَا كَقَوْلِهِ: أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ زَيْلَعِيٌّ (وَاحِدَةً أَوْ ثِنْتَيْنِ) لِأَنَّهُ صَرِيحُ مَصْدَرٍ لَا يَحْتَمِلُ الْعَدَدَ (فَإِنْ نَوَى ثَلَاثًا فَثَلَاثٌ) لِأَنَّهُ فَرْدٌ حُكْمِيٌّ (وَلِذَا) كَانَ (الثِّنْتَانِ فِي الْأَمَةِ) وَكَذَا فِي حُرَّةٍ تَقَدَّمَهَا وَاحِدَةٌ جَوْهَرَةٌ، لَكِنْ جَزَمَ فِي الْبَحْرِ أَنَّهُ سَهْوٌ (بِمَنْزِلَةِ الثَّلَاثِ فِي الْحُرَّةِ) .وَمِنَ الْأَلْفَاظِ الْمُسْتَعْمَلَةِ: الطَّلَاقُ يَلْزَمُنِي، وَالْحَرَامُ يَلْزَمُنِي، وَعَلَيَّ الطَّلَاقُ، وَعَلَيَّ الْحَرَامُ فَيَقَعُ بِلَا نِيَّةٍ لِلْعُرْفِ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ امْرَأَةٌ يَكُونُ يَمِينًا فَيُكَفِّرُ بِالْحِنْثِ تَصْحِيحُ الْقُدُورِيِّ، وَكَذَا عَلَيَّ الطَّلَاقُ مِنْ ذِرَاعِي بَحْرٌ. وَلَوْ قَالَ: طَلَاقُكِ عَلَيَّ لَمْ يَقَعْ. وَلَوْ زَادَ وَاجِبٌ أَوْ لَازِمٌ أَوْ ثَابِتٌ أَوْ فَرْضٌ هَلْ يَقَعُ؟ قَالَ الْبَزَّازِيُّ: الْمُخْتَارُ لَا. وَقَالَ الْقَاضِي الْخَاصِيُّ: الْمُخْتَارُ نَعَمْ وَلَوْ قَالَ: طَلَّقَكِ اللّٰهُ هَلْ يَفْتَقِرُ لِنِيَّةٍ؟قَالَ الْكَمَالُ: الْحَقُّ نَعَمْ، وَلَوْ قَالَ لَهَا: كُونِي طَالِقًا أَوْ أَطْلُقِي أَوْ يَا مُطَلَّقَةُ بِالتَّشْدِيدِ وَقَعَ، وَكَذَا يَا طَالِ بِكَسْرِ اللَّامِ وَضَمِّهَا لِأَنَّهُ تَرْخِيمٌ أَوْ أَنْتِ طَالِ بِالْكَسْرِ وَإِلَّا تَوَقَّفَ عَلَى النِّيَّةِ، كَمَا لَوْ تَهَجَّى بِهِ أَوْ بِالْعِتْقِ.وَفِي النَّهْرِ عَنِ التَّصْحِيحِ: الصَّحِيحُ عَدَمُ الْوُقُوعِ بِرَهَنْتُكِ طَلَاقَكِ وَنَحْوَهُ.

طلاق کے الفاظ اور ان کے اثرات

اگر کسی نے اپنی بیوی کو انت الطلاق، یاانت طلاق، یا انت طالق الطلاق یاانت طالق طلاقا تو ان الفاظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، بشرطیکہ کہنے والے نے کچھ بھی نیت نہ کی ہو، نہ ایک طلاق کی نہ دوطلاق کی، اور اگر مصدر بول کرایک طلاق یادوطلاق دینے کی نیت کی ہو، تو اس صورت میں بھی ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوگی، اس لیے کہ مصدر صریح عدد کا احتمال نہیں رکھتا ہے، لہٰذادوطلاق کی نیت درست نہیں ہے، اور یہاں مصدر کی قیداس لیے لگائی ہے کہ اگر انت طالق طلاقا لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کرے گا، اور لفظ الطلاق سے دوسری طلاق کی نیت کرے گا، تو اگر بیوی مدخولہ بہا ہے تو دونوں طلاقیں رجعی واقع ہوں گی، اور مدخولہ بہا نہیں ہے، تو ایک طلاق ہی سے وہ بائنہ ہوجائے گی، اور عدت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی، اور دوسری طلاق کا محل باقی نہ رہے گی، اس لیے دوسری طلاق لغو ہوجائے گی۔ (شامی زکریا: ۴/ ۴۶۳)

طلاق کا فرد حکمی تین طلاق

اور اگر شوہر انت الطلاق یاانت طالق الطلاق بول کر تین طلاق کی نیت کی ہے تو اس صورت میں تین ہی طلاق

واقع ہوں گی اس لیے کہ تین طلاق طلاق کا فرد حکمی ہے، یعنی کل طلاق تین ہیں، اس سے زیادہ نہیں، لہٰذا تین طلاق کی نیت فرد کامل کی نیت ہوگی، اور تین طلاق واقع ہوجائے گی یہی وجہ ہے کہ باندی کے حق میں دو طلاق تین طلاق کے حکم میں ہے، یعنی جس طرح آزاد عورت تین طلاق سے مغلظہ ہوجاتی ہے اسی طرح باندی دو طلاق سے مغلظہ ہوجائے گی اسی طرح اگر آزاد عورت کو ایک طلاق پہلے دی جاچکی تھی، تو اب جب بھی دو طلاق پڑے گی مغلظہ ہوجائے گی، تین طلاق کے ساتھ اور یہ اس کے لیے فرد حکمی ہوگا۔ جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے، لیکن صاحب البحر الرائق نے بڑے اعتماد اور جزم کے ساتھ کہا ہے، جس عورت کو ایک طلاق پہلے ہوچکی ہے اس کے حق میں دو طلاق کو فرد حکمی قرار دینا سہو اور بھول ہے۔

طلاق کے لیے عوام میں استعمال ہونے والے الفاظ

اور جن الفاظ کو عوام الناس طلاق کے لیے استعمال کرتے ہیں وہ یہ ہیں، الطلاق يلزمني اگر ایسا نہ کروں تو طلاق مجھ پر لازم ہے، والحرام يلزمني اگر یہ کام نہ کروں تو حرام مجھ کو لازم ہے، وعليّ الطلاق مجھ پر طلاق لازم ہے، وعليّ الحرام مجھ پر میری بیوی حرام ہے، تو مذکورہ بالا الفاظ سے بلا کسی نیت کے طلاق واقع ہوجائے گی عرف کی وجہ سے، یعنی عرف عام میں ان الفاظ سے طلاق دینا عام بات ہے لہٰذا مذکورہ الفاظ صریح ہوں گے، نہ کہ کنایہ، اور اگر ان جملوں کے کہنے والے کی بیوی نہیں ہے تو یہ الفاظ قسم ہوجائیں گے، اور قسم توڑنے کا کفارہ دینا لازم ہوگا، جیسا کہ تصحیح القدوری میں ہے، اسی طرح اگر کسی نے یوں کہا، عليّ الطلاق من ذراعي تو اس سے بھی طلاق واقع ہوجائے گی، (شامی میں ہے کہ کسی نے کہا انت طالق من هٰذا العمل اور طلاق کو کسی عدد کے ساتھ نہیں ملایا تو اس سے قضاءً طلاق واقع ہوجائے گی، نہ کہ دیانۃً تو اس سے معلوم ہوا کہ عليّ الطلاق من ذراعي سے بھی بدرجہ اولیٰ قضاءً طلاق واقع ہوجائے گی، علامہ مقدسی نے اس قیاس کو رد کیا ہے اور یہ جواب دیا ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے اس لیے مقیس علیہ میں عورت مخاطب ہے اور وہ محل طلاق ہے، بخلاف مقیس کے وہ محل طلاق ہی نہیں ہے، اور طلاق غیر محل یعنی ذرائع کی طرف منسوب ہے، لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن علامہ شامی فرماتے ہیں کہ عليّ الطلاق من ذراعي میں طلاق کی اضافت غیر محل کی طرف نہیں ہے اس لیے کہ عرف میں اس کا استعمال عام ہے، لہٰذا طلاق واقع ہوجائے گی۔ (شامی: ۴/۳۶۶)

شوہر نے عورت کی جانب سے طلاق لی تو کیا حکم

اور اگر شوہر نے یہ کہا طلاقكِ عليّ تیری طلاق مجھ پر ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اور اگر اس نے لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کا اضافہ کیا اور یوں کہا طلاقكِ عليّ لازم یا طلاقكِ عليّ واجب وغیرہ تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے صاحب فتاوی بزازیہ فرماتے ہیں کہ مختار قول کے مطابق طلاق واقع ہوجائے گی، (اور فتوی بھی اسی پر ہے) اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر اس شخص نے طلاقك علیّ پر واجب کا اضافہ کیا تو طلاق واقع ہوگی اور دوسرے الفاظ کا اضافہ کرنے پر طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ دوسرے الفاظ کے اضافہ کرنے کا عرف نہیں ہے۔ (شامی: ۴/ ۴۶۷)

طلاق کی نسبت خدا کی طرف کرنے کا حکم

اگر کسی نے یوں کہا طلقتك الله اللہ تعالی تجھ کو طلاق دے، تو کیا اس جملے سے وقوع طلاق کے واسطے نیت کی ضرورت ہے یا بلا نیت بھی طلاق واقع ہوجائے گی؟ علامہ کمال الدین فرماتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ یہاں بھی نیت کی حاجت ہے بغیر نیت کے طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ اس کلام میں یہ احتمال ہے کہ یہ بددعا کے لیے ہو، لہٰذا نیت پر وقوع طلاق موقوف ہوگا اور اگر شوہر نے یوں کہا کونی طالقا تو طلاق والی ہوجا یا کہا اطلقي یا کہا یا مطلقة تشدید کے ساتھ تو ان الفاظ سے بھی طلاق واقع ہوجائے گی اسی طرح اگر کسی نے بیوی سے کہا یا طال لام کے زیر کے ساتھ یا لام کے پیش کے ساتھ تو اس سے بھی طلاق واقع ہوجائے گی، اس لیے طال طالق کی ترخیم ہے، بلا نیت طلاق واقع ہوگی، اور اگر یا طال لام کے پیش کے ساتھ کہا، تو اس سے بھی طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن وقوع طلاق نیت پر موقوف ہوگی، نیت کرے گا تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں، جس طرح کہ کوئی شخص حرف کو الگ الگ کرکے کہے انت ط، ا، ل، ق، یا لفظ عتق کو الگ الگ کرکے کہے، انت ع، ت، ق، تو ان صورتوں میں بلا نیت طلاق واقع نہیں ہوگی، اور نہ آزادی حاصل ہوگی، بلکہ نیت ضروری ہوگی،

لفظ رہن اور لفظ ودیعت سے وقوع طلاق کا حکم

اگر کسی نے یوں کہا رھنتك طلاقك جیسے جملہ بولا تو اس بارے میں صاحب نہر الفائق نے تصحیح القدوری سے نقل کیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، (اس کا مطلب یہ ہوا کہ لفظ ہبہ، لفظ رہن، ودیعت جیسے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے)

(وَإِذَا أَضَافَ الطَّلَاقَ إِلَيْهَا) كَأَنْتِ طَالِقٌ (أَوْ) إِلَى (مَا يُعَبَّرُ بِهِ عَنْهَا كَالرَّقَبَةِ وَالْعُنُقِ وَالرُّوحِ وَالْبَدَنِ وَالْجَسَدِ) الْأَطْرَافُ دَاخِلَةٌ فِي الْجَسَدِ دُونَ الْبَدَنِ. (وَالْفَرْجُ وَالْوَجْهُ وَالرَّأْسُ) وَكَذَا الِاسْتُ، بِخِلَافِ الْبُضْعِ وَالدُّبُرِ وَالدَّمِ عَلَى الْمُخْتَارِ خُلَاصَةٌ (أَوْ أَضَافَهُ (إِلَى جُزْءٍ شَائِعٍ مِنْهَا) كَنِصْفِهَا وَثُلُثِهَا إِلَى عُشْرِهَا (وَقَعَ) لِعَدَمِ تَجَزِّيهِ وَلَوْ قَالَ نِصْفُكِ الْأَعْلَى طَالِقٌ وَاحِدَةً وَنِصْفُكِ الْأَسْفَلُ ثِنْتَيْنِ وَقَعَتْ بِبُخَارَى فَأَفْتَى بَعْضُهُمْ بِطَلْقَةٍ، وَبَعْضُهُمْ بِثَلَاثٍ عَمَلًا بِالْإِضَافَتَيْنِ

خُلَاصَةٌ. (وَإِذَا قَالَ الرَّقَبَةُ مِنْكِ أَوْ الْوَجْهُ أَوْ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى الرَّأْسِ وَالْعُنُقِ) أَوْ الْوَجْهِ (قَالَ هٰذَا الْعُضْوُ طَالِقٌ لَمْ يَقَعْ فِي الْأَصَحِّ) لِأَنَّهُ لَمْ يَجْعَلْهُ عِبَارَةً عَنْ الْكُلِّ بَلْ عَنْ الْبَعْضِ؛ حَتّٰى لَوْ لَمْ يَضَعْ يَدَهُ بَلْ قَالَ: هٰذَا الرَّأْسُ طَالِقٌ وَأَشَارَ إِلَى رَأْسِهَا وَقَعَ فِي الْأَصَحِّ، وَلَوْ نَوَى تَخْصِيصَ الْعُضْوِ يَنْبَغِي أَنْ يَدِينَ فَتْحٌ. (كَمَا) لَا يَقَعُ (لَوْ أَضَافَهُ إِلَى الْيَدِ) إِلَّا بِنِيَّةِ الْمَجَازِ (وَالرِّجْلِ وَالدُّبُرِ وَالشَّعْرِ وَالْأَنْفِ وَالسَّاقِ وَالْفَخِذِ وَالظَّهْرِ وَالْبَطْنِ وَاللِّسَانِ وَالْأُذُنِ وَالْفَمِ وَالصَّدْرِ وَالذَّقَنِ وَالسِّنِّ وَالرِّيقِ وَالْعِرْقِ) وَكَذَا فِي الثَّدْيِ وَالدَّمِ جَوْهَرَةٌ لِأَنَّهُ لَا يُعَبَّرُ بِهِ عَنْ الْجُمْلَةِ، فَلَوْ عَبَّرَ بِهِ قَوْمٌ عَنْهَا وَقَعَ، وَكَذَا كُلُّ مَا كَانَ مِنْ أَسْبَابِ الْحُرْمَةِ لَا الْحِلِّ اتِّفَاقًا.

طلاق کی نسبت عورت یا اس کے جزو بدن کی طرف کرنا

اور اگر طلاق کی نسبت عورت کی طرف کی جائے جیسے کہا جائے انت طالق (تو طلاق والی ہے) یا طلاق کی نسبت عورت کے اس حصہ بدن کی طرف کی جائے جس سے کل کی تعبیر ہوتی ہے جیسے کے رقبہ (گردن) عنق (گردن) روح، بدن، جسد، (جسم) فرج، (شرمگاہ) چہرہ اور سر کی طرف کی جائے اور یوں کہا جائے روحك طالق تیری روح کو طلاق، رقبتك طالق تیری گردن کو طلاق، تو اس سے عورت پر طلاق واقع ہوجائے گی، اسی طرح اگر کوئی شخص یوں کہے تیری چوتڑ کو طلاق تو اس سے بھی طلاق واقع ہوجائے گی، ہاں اگر کسی نے طلاق کی نسبت بضع یا دبر کی طرف یا خون کی طرف کیا تو مختار مذہب کے مطابق طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں مذکور ہے،

اور اگر طلاق کی نسبت عورت کے ایسے جز کی طرف کیا جو شائع ہے، جیسے کہے نصفك طالق، یاثلثك طالق، یعنی تیرے نصف کو طلاق، یا تیرے ثلث کو طلاق، تو اس سے بھی طلاق واقع ہوجائے گی کیوں کہ طلاق میں تقسیم نہیں ہوتی ہے کہ اس میں نصف وغیرہ کی گنجائش ہو، اور لفظ جسد میں اطراف یعنی دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں اور سر داخل ہیں، بلفظ بدن بولا جائے تو اس میں اطراف داخل نہ ہوں گے۔

نصف اعلیٰ اور اسفل پر طلاق کا حکم

اگر کسی نے یوں کہا کہ نصفك الاعلی طالق واحدة ونصفك الاسفل ثنتين (تیرے اوپر کے آدھے حصہ کو ایک طلاق، اور نیچے کے آدھے والے حصہ کو دو طلاق ہے اس طرح کا واقعہ بخاریٰ میں پیش آیا تھا تو بعض علماء نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوئی، اور بعض علماء نے کہا کہ تین طلاق واقع ہوئی، دونوں نسبتوں کا لحاظ کرتے ہوئے، جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہے، جس میں صرف ایک طلاق واقع ہونے کے بارے میں کہا اس کی دلیل یہ ہے کہ نصف اعلیٰ میں سر داخل ہے، جو

کل کے درجہ میں ہوتا ہے، تو گویا کل جسم پر ایک طلاق واقع ہوئی، اور نصف اسفل میں فرج داخل ہے جو کل جسم کے درجہ میں ہے لہٰذا جب اسفل میں اعلیٰ داخل ہے تو اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہا لہٰذا اسفل کی طلاق لغو ہوگی۔

جسم پر ہاتھ رکھ کر طلاق دینے کا حکم شرعی

اور اگر شوہر نے یوں کہا کہ تیرے جسم میں سے گردن یا چہرے کو طلاق ہے یا اپنا ہاتھ اپنے سر پر یا گردن پر یا چہرے پر رکھ کر یوں کہا کہ اس عضو خاص کو طلاق ہے، تو اس صورت میں اصح قول کے مطابق طلاق نہیں واقع ہوئی، اس لیے کہ اس نے مذکورہ اعضاء کو کل جسم کا نام نہیں دیا ہے، بلکہ بعض جسم کا درجہ دیا ہے کیوں کہ جسم کے خاص عضو پر ہاتھ رکھ کر طلاق دی ہے ہاں اگر خاص عضو پر ہاتھ نہ رکھتا اور اس طرح کہتا کہ اس سر کو طلاق اور اشارہ عورت کے سر کی طرف کیا تو اصح قول کے مطابق اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر کسی نے راسك طالق وقبتك طالق بول کر عضو کی تخصیص مراد لی ہے تو دیانۃً اس کی بات تسلیم کی جانی چاہئے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے لیکن دیانۃً اس کی بات اس وقت تسلیم کی جائے گی جب عرف عام میں سر اور گردن بول کر کل مراد لیا جانا عام بات ہو، ورنہ نہیں۔

طلاق کی نسبت ان اعضاء جسم کی جانب کرنا جن سے کل جسم مراد نہیں

اگر کسی نے طلاق کی نسبت ان اعضاء جسم کی طرف کی جن کو بول کر کل جسم نہ مراد لیا جاتا ہو، جیسے طلاق کی نسبت ہاتھ کی طرف ہو، یا پاؤں کی طرف ہو، یا دبر کی طرف ہو، یا بال کی طرف ہو، یا ناک کی طرف ہو، یا پنڈلی کی طرف ہو، یا ران کی طرف ہو، یا پیٹھ کی طرف ہو، یا پیٹ کی طرف ہو، یا زبان کی طرف ہو، یا کان کی طرف ہو، یا منہ کی طرف ہو، یا سینہ کی طرف ہو، یا ٹھوڑی کی طرف ہو، یا دانت کی طرف ہو، یا تھوک کی طرف ہو، یا پسینہ کی طرف ہو، اسی طرح اگر طلاق کی نسبت چھاتی کی طرف ہو، یا خون کی طرف ہو، مذکورہ اعضا کی جانب طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگا، اس لیے کہ ان اعضاء کو بول کر کل جسم مراد نہیں لیا جاتا ہے۔ پس اگر کسی قوم میں ان اعضاء مذکورہ کو بول کر کل جسم مراد لیا جاتا ہو، تو اس قوم میں طلاق واقع ہوجائے گی، جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے۔

اسی طرح جو اسباب حرمت کے ہیں حلت کے نہیں ہیں ان کا حکم بھی بالاتفاق وہی ہوگا، جو حکم طلاق مذکورہ کا ہوا، یعنی جن اعضا کو بول کر جسم مراد لیتے ہیں ان کی طرف نسبت کر کے کہا تو حرمت ثابت ہوجائے گی، ورنہ نہیں، جیسے کسی نے کہا تیرا سر میری ماں کے سر کی طرح ہے، یا تیری گردن میری ماں کی گردن کی طرح ہے، تو ایلاء اور ظہار ہوجائے گا، اور پیر ہاتھ، تھوک، کان کی طرف منسوب کر کے کہا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی، اس کے برخلاف جو اسباب حلت کے ہیں جیسے نکاح، اگر نکاح کی نسبت ایسے اعضاء کی طرف ہو، جو کل کی جگہ مستعمل ہوتے ہوں، تو اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا، مثلاً کسی نے کہا میں نے تیرے سر یا تیری

گردن سے نکاح کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

(وَجُزْءُ الطَّلْقَةِ) وَلَوْ مِنْ أَلْفِ جُزْءٍ (تَطْلِيقَةٌ) لِعَدَمِ التَّجَزِّيْ، فَلَوْ زَادَتْ الْأَجْزَاءُ، وَقَعَ أُخْرَى وَهَكَذَا مَا لَمْ يَقُلْ نِصْفَ طَلْقَةٍ وَثُلُثَ طَلْقَةٍ وَسُدُسَ طَلْقَةٍ فَيَقَعُ الثَّلَاثُ، وَلَوْ بِلَا وَاوٍ فَوَاحِدَةٌ. وَلَوْ قَالَ طَلْقَةٌ وَنِصْفَهَا فَثِنْتَانِ عَلَى الْمُخْتَارِ جَوْهَرَةٌ، وَكَذَا لَوْ كَانَ مَكَانَ السُّدُسِ رُبُعًا فَثِنْتَانِ عَلَى الْمُخْتَارِ، وَقِيلَ وَاحِدَةٌ قُهُسْتَانِيٌّ، وَسَيَجِيءُ أَنَّ اسْتِثْنَاءَ بَعْضِ التَّطْلِيقِ لَغْوٌ بِخِلَافِ إيقَاعِهِ (وَ) يَقَعُ بِقَوْلِهِ (مِنْ وَاحِدَةٍ إلَى ثِنْتَيْنِ أَوْ مَا بَيْنَ وَاحِدَةٍ إلَى ثِنْتَيْنِ، وَاحِدَةٌ) بِقَوْلِهِ مِنْ وَاحِدَةٍ أَوْ مَا بَيْنَ وَاحِدَةٍ (إلَى ثَلَاثٍ ثِنْتَانِ) الْأَصْلُ فِيمَا أَصْلُهُ الْحَظْرُ دُخُولُ الْغَايَةِ الْأُولَى فَقَطْ عِنْدَ الْإِمَامِ، وَفِيمَا مَرْجِعُهُ الْإِبَاحَةُ كَخُذْ مِنْ مَالِي مِنْ مِائَةٍ إلَى أَلْفٍ الْغَايَتَيْنِ اتِّفَاقًا (وَ) يَقَعُ (بِثَلَاثَةِ أَنْصَافِ طَلْقَتَيْنِ ثَلَاثٌ) وَقِيلَ ثِنْتَانِ (وَبِثَلَاثَةِ أَنْصَافِ طَلْقَةٍ أَوْ نِصْفَيْ طَلْقَتَيْنِ طَلْقَتَانِ، وَقِيلَ يَقَعُ ثَلَاثٌ) وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ (وَبِوَاحِدَةٍ فِي ثِنْتَيْنِ وَاحِدَةٌ إنْ لَمْ يَنْوِ أَوْ نَوَى الضَّرْبَ) لِأَنَّهُ يُكَثِّرُ الْأَجْزَاءَ لَا الْأَفْرَادَ (وَإِنْ نَوَى وَاحِدَةً وَثِنْتَيْنِ فَثَلَاثٌ) لَوْ مَدْخُولًا بِهَا. (وَفِي غَيْرِ الْمَوْطُوءَةِ وَاحِدَةٌ كـ) قَوْلِهِ لَهَا (وَاحِدَةٍ وَثِنْتَيْنِ) لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ لِلثِّنْتَيْنِ مَحَلٌّ (وَإِنْ نَوَى مَعَ الثِّنْتَيْنِ فَثَلَاثٌ) مُطْلَقًا (وَ) يَقَعُ (بِثِنْتَيْنِ) فِي ثِنْتَيْنِ وَلَوْ (بِنِيَّةِ الضَّرْبِ ثِنْتَانِ) لِمَا مَرَّ، وَلَوْ نَوَى مَعْنَى الْوَاوِ أَوْ مَعَ فَكَمَا مَرَّ

اجزاء طلاق کی نسبت کا حکم شرعی

اگر کسی نے طلاق کے کسی جز کا نام لے کر طلاق دی اگر چہ طلاق کے ہزاروں حصہ کیوں نہ ہوں، ایک طلاق واقع ہوگی، اس لیے طلاق تجزی یعنی تقسیم کو قبول نہیں کرتی ہے، لہٰذا طلاق کا معمولی جز بھی کل طلاق کے حکم میں ہوگا، چناں چہ اگر کسی نے بیوی سے کہا میں نے تجھ کو ایک طلاق کا ہزاواں حصہ دیا تو اس صورت میں کامل طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر ایک طلاق پر کچھ اجزاء اور بھی بڑھ جائے تو دوسری طلاق واقع ہو جائے گی، مثلاً کسی نے کہا تجھ کو آدھی طلاق ہے اور دو تہائی، تو دو طلاق واقع ہوگی، کیوں کہ نصف اور دو تہائی کل سے بڑھ گیا ہے، اور حکم اس وقت تک باقی رہتا ہے، جب تک کہ شوہر یوں نہ کہے نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة پس اگر تینوں کو الگ الگ کر کے پورا جملہ کہا تو تین طلاق واقع ہو جائے گی، اس لیے کہ طلقة کا لفظ نکرہ ہے، اور اس لفظ کو تین بار کہا گیا ہے، اور اس بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ جب نکرہ کا اعادہ کیا جائے تو پہلے کا غیر مراد ہوتا ہے، اس لیے تین طلاق واقع ہوگی، اور اگر نصف طلقة کی جگہ نصف تطليقة ثلث تطليقة، سدس تطليقة، کہا تو ایک طلاق واقع ہوگی، اس لیے ثانی اور ثالث عین اول ہے، اور ایک طلاق اور تین طلاق کا واقع ہونا مدخول بہا میں ہے،

غیر مدخول بہا میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔ (شامی: ۴/ ۴۷۴)

اور اگر نصف طلقة وثلث طلقة، وسدس طلقة بولا لیکن درمیان میں واؤ عاطفہ نہیں لایا بلکہ یوں کہا، انت نصف طلقة، ثلث طلقة، سدس طلقة، تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ ہر واحد اپنے ماقبل سے بدل واقع ہوگا، اور نیت میں مبدل منہ ساقط ہو جاتا ہے۔

ڈیڑھ طلاق دو طلاق کے حکم میں ہوتا ہے

اگر کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے، اور اس کا نصف یعنی تجھ کو ڈیڑھ طلاق ہے، تو اس صورت میں قول مختار کے مطابق دو طلاق ہوں گی، جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص سدس طلقة کی جگہ ربع طلقة کہا تو قول مختار کے مطابق دو طلاق واقع ہوں گی، اور بعض علماء نے فرمایا کہ ایک طلاق واقع ہوگی جیسا کہ قہستانی میں ہے، لیکن یہ قول ضعیف ہے، اور باب التعلیق میں یہ بحث آنے والی ہے، کہ بعض تطلیق کا استثنا کرنا لغو ہے، برخلاف ایقاع طلاق کے، مثال کے طور پر کسی نے یوں کہا، انت طالق ثلاثا الا نصف طلقة تجھ کو تین طلاق ہے مگر آدھی طلاق، تو مختار قول کے مطابق تین طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ طلاق تقسیم کو قبول نہیں کرتی ہے، اور اگر کسی نے یوں کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے، اور آدھی طلاق تو دو طلاق واقع ہوگی اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلی صورت میں بھی دو ہی طلاق واقع ہوں گی۔ (شامی: ۴/ ۴۷۵)

طلاق دینے کی مزید صورتیں

اگر کسی نے بیوی سے یوں کہا انت طالق من واحدة الى ثنتين یا انت طالق مابين واحدة الى ثنتين (یعنی تجھ کو طلاق ہے ایک سے دو تک، یا تجھ کو طلاق ہے ایک اور دو کے درمیان تک تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اور اگر یوں کہا انت طالق من واحدة الى ثلاث تجھ کو طلاق ہے ایک سے تین تک یا انت طالق ما بين واحدة الى ثلاث تجھ کو طلاق ہے ایک سے تین کے درمیان تک تو اس صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی۔

ایک فقہی اصول

یہاں صاحب درمختار ایک فقہی اصول بیان کر رہے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ جن چیزوں میں اصل ممانعت ہے اور اس کی اباحیت دفع حاجت کے لیے ہے ان میں امام اعظمؒ کے نزدیک صرف پہلی حد داخل ہوتی ہے، اور دوسری حد داخل نہیں ہوتی ہے، اور جن چیزوں میں اصل اباحت ہے ان میں غایت اولی اور غایت اخری دونوں شامل ہوتی ہے، چناں چہ طلاق اپنی اصل کے اعتبار سے فعل محظور ہے، اس لیے اس میں دوسری حد یعنی دو اور تین کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے، صرف پہلی حد کا اعتبار ہوا ہے

اس لیے من واحدۃ الی ثنتین کی صورت میں ایک طلاق اور من واحدۃ الی ثلاث کی صورت میں دو طلاق واقع ہوں گی، اور اگر کسی نے یوں کہا، خذ من مالی من مائۃ الی الف تو میرے مال میں سے سو سے ایک ہزار تک لے لے، تو اس میں دونوں غایتیں داخل ہوں گی، بالاتفاق، اور سو سے لے کر ہزار تک لینے کا اختیار ہوگا۔

متعدد طلاق کے اجزاء

اور اگر کسی نے یوں کہا کہ تجھ کو دو طلاقوں کی تین آدھائیں طلاق ہے، تو اس سے تین طلاق واقع ہوں گی، اور ایک ضعیف قول یہ ہے کہ اس صورت میں دو طلاق واقع ہوں گی، اور اگر کسی نے یوں کہا کہ تجھ تو ایک طلاق کی تین نصفیں ہیں یا تجھ کو دو طلاق کی دو نصف طلاق ہے تو اس سے بھی دو طلاقیں واقع ہوں گی، اور اس بارے میں ایک ضعیف قول یہ ہے کہ تین طلاقیں واقع ہوں گی، لیکن ان میں قول اول اصح ہے۔

اور اگر کسی نے کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے دو طلاقوں سے، تو اس جملہ سے ایک طلاق واقع ہوگی، جب کہ اس نے نیت نہ کی ہو، یا اس نے صرف عدد کی نیت کی ہو اس لیے کہ ضرب کا قاعدہ طلاق کے اجزاء کو بڑھاتا ہے، طلاق کے افراد کو نہیں بڑھاتا ہے، اور اگر کسی نے واحدۃ فی ثنتین بول کر ایک طلاق اور دو طلاق کی نیت کی ہے یعنی یہاں لفظ فی کو اس نے واؤ عاطفہ کے معنی میں استعمال کیا ہے، تو اس صورت میں بیوی اگر مدخول بہا ہے تو تین طلاق واقع ہوں گی، اور اگر غیر مدخول بہا ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ اگر کوئی شخص ایک غیر مدخولہ سے کہے واحدۃ وثنتین تم کو ایک اور دو طلاقیں ہیں، تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ غیر مدخولہ تو ایک ہی طلاق سے بائن ہوگئی اب وہ دوسری طلاق کا محل ہی باقی نہ رہی، اس لیے ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اور اگر واحدۃ فی ثنتین بولا اور نیت کی واحدۃ مع ثنتین کی، یعنی تجھ کو ایک طلاق ہے دو کے ساتھ تو اس صورت میں مطلقاً تین طلاقیں واقع ہوں گی، خواہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، اور اگر کسی نے کہا انت طالق بثنتین فی ثنتین یعنی تجھ کو دو طلاق ہے دو کے اندر، تو اس صورت میں دو طلاق واقع ہوں گی، اگرچہ ضرب کی نیت کیوں نہ کی ہو، جیسا کہ گزرا کہ ضرب اجزاء کو بڑھاتا ہے نہ کہ افراد کو، اور اگر لفظ فی کو واؤ یا مع کے معنی میں لیا ہو، اور عورت مدخولہ ہے تو اس صورت میں تین طلاقیں واقع ہوں گی اور غیر مدخولہ ہے تو دو طلاقیں واقع ہوں گی، اور مع کے معنی کی صورت میں مطلقاً تین طلاقیں واقع ہوں گی جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(وَ) بِقَوْلِهِ (مِنْ هُنَا إِلَى الشَّامِ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ) مَا لَمْ يَصِفْهَا بِطُولٍ أَوْ كِبَرٍ فَبَائِنَةٌ (وَ) أَنْتِ طَالِقٌ (بِمَكَّةَ أَوْ فِي مَكَّةَ أَوْ فِي الدَّارِ أَوْ الظِّلِّ أَوْ الشَّمْسِ أَوْ ثَوْبِ كَذَا تَنْجِيزٌ) يَقَعُ لِلْحَالِ (كَقَوْلِهِ أَنْتِ طَالِقٌ مَرِيضَةً أَوْ مُصَلِّيَةً) أَوْ أَنْتِ مَرِيضَةٌ أَوْ أَنْتِ تُصَلِّينَ (وَيُصَدَّقُ) فِي الْكُلِّ (دِيَانَةً) لَا قَضَاءً (وَلَوْقَالَ عَنَيْت إِذَا) دَخَلْت أَوْ إِذَا (لَبِسْت أَوْ إِذَا مَرِضْت) وَنَحْوَ ذَلِكَ؛ فَيَتَعَلَّقُ بِهِ

كَقَوْلِهِ: إِلَى سَنَةٍ أَوْ إِلَى رَأْسِ الشَّهْرِ أَوْ الشِّتَاءِ. (وَإِذَا دَخَلْتِ مَكَّةَ تَعْلِيقٌ) وَكَذَا فِي دُخُولِكِ الدَّارَ أَوْ فِي لُبْسِكِ ثَوْبَ كَذَا أَوْ فِي صَلَاتِكِ وَنَحْوِ ذَلِكَ لِأَنَّ الظَّرْفَ يُشْبِهُ الشَّرْطَ، وَلَوْ قَالَ لِدُخُولِكِ أَوْلِحَيْضِكِ تَنْجِيزٌ،وَلَوْبِالْبَاءِ تَعَلَّقَ،وَفِي حَيْضِكِ وَهِيَ حَائِضٌ فَحَتَّى تَحِيضَ أُخْرَى،وَفِي حَيْضَتِكِ فَحَتَّى تَحِيضَ وَتَطْهُرَ، وَفِي ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ تَنْجِيزٌ، وَفِي مَجِيءِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ تَعْلِيقٌ بِمَجِيءِ الثَّالِثِ سِوَى يَوْمِ حَلِفِهِ لِأَنَّ الشُّرُوطَ تُعْتَبَرُ فِي الْمُسْتَقْبَلِ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَغْوٌ، وَقَبْلَهُ تَنْجِيزٌ.

طلاق کی نسبت کسی شہر کی جانب کرنا

اگر کسی نے بیوی سے یہ کہاانت طالق من هنا الى الشام تجھ کوطلاق ہے یہاں سے شام تک، اور طلاق طول یا کبر کے ساتھ متصف نہیں کیا، تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اور اگر طلاق کو طول یا کبر کے ساتھ متصف کیا تو اس صورت میں طلاق بائنہ واقع ہوگی، اور اگر کسی نے بیوی سے یہ کہاانت طالق بمكة تجھ کوطلاق ہے مکہ میں، یاانت طالق في الدار تجھ کو طلاق ہے گھر میں، یاانت طالق في الظل او في الشمس تجھ کوطلاق ہے سائے میں یا دھوپ میں، یاانت طالق في ثوب كذا تجھ کو فلاں کپڑے میں طلاق ہے تو ان جملوں سے فوراً طلاق واقع ہوجائے گی، اور طلاق کا وقوع مکہ، گھر، سایہ، اور دھوپ پر موقوف نہ ہوگا، جیسا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا،انت طالق مريضة تجھ کوطلاق ہے بیماری کی حالت میں، یا تجھ کو حالت نماز میں طلاق ہے تو فوراً طلاق واقع ہوجائے گی خواہ بیمار ہو یا نہ ہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے، اس لئے کہ طلاق کو بیماری اور نماز کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں ہے، ہاں اگر مذکورہ صورتوں میں شوہر یہ کہے کہ میری مراد یہ تھی، جب تو گھر میں داخل ہوجائے تو تجھ کوطلاق ہے یا جب تو کپڑا اپہنے تب طلاق، یا جب تو بیمار ہوگی تو تجھ کوطلاق ہے، تو دیانت کے طور پر اس کی بات تصدیق کی جائے گی لیکن قضاءً اس کی بات قابل تسلیم نہ ہوگی، اور اس صورت میں شوہر کا مذکورہ قول ایسا ہی ہوگا جیسا کہ کوئی کہے،انت طالق الى سنة تجھ کوطلاق ہے ایک سال تک، یا تجھ کوطلاق ہے مہینہ کے شروع تک، یا سردی کے موسم تک تو جب تک سال نہ گزر جائے یا مہینہ نہ آجائے یا موسم شروع نہ ہوجائے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

طلاق کی تعلیق کرنے کا حکم شرعی

اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہاانت طالق اذا دخلت مكة تجھ کوطلاق ہے جب تو مکہ میں داخل ہو، تو تعلیق ہوگی اور وقوع طلاق دخول مکہ پر موقوف ہوگی، جب مکہ میں داخل ہوگی تو طلاق واقع ہوگی، اس سے پہلے نہیں ہوگی، اسی طرح اگر کوئی شخص یوں کہےانت طالق اذا دخلت الدار تجھ کوطلاق ہے جب تو گھر میں داخل ہوگی، یا یوں کہاانت طالق اذالبست ثوب كذا تو طلاق والی ہے جب تو فلاں کپڑا اپہنے یا تجھ کوطلاق ہے تیری نماز پڑھنے پر، یا اس طرح کا کوئی اور

جملہ بولے، تو سب کے سب تعلیق ہوں گی، اس لیے کہ ظرف شرط کے درجہ میں ہوتا ہے کیوں کہ جس طرح ظرف بغیر مظروف کے نہیں پایا جاتا ہے اسی طرح شرط بغیر مشروط کے نہیں پائی جاتی ہے اور اگر یہ کہا کہ انت طالق لدخولك الدار تجھ کو طلاق ہے تیرے گھر میں داخل ہونے کی وجہ سے تو فوراً طلاق واقع ہوگی، اور گھر میں داخل ہونے پر طلاق موقوف نہیں ہوگی، اگر لدخولك الدار کی جگہ بدخولك الدار کہا تو اس صورت میں طلاق معلق ہوگی اور جب عورت گھر میں داخل ہوگی تب طلاق واقع ہوگی، اور اگر کسی نے کہا انت طالق لحیضتك تو اس سے بھی فوراً طلاق واقع ہوگی، اور اگر انت طالق فی حیضتك کہا تو اس صورت میں دوسرے حیض پھر اس سے پاک ہونے پر طلاق واقع ہوگی اس لیے کہ لفظ حیضة کامل حیض کو کہتے ہیں اور اگر انت طالق في حيضتك کہا اور عورت حیض کی حالت میں ہے تو دوسرے حیض آنے پر طلاق واقع ہوگی اور اگر کسی نے یوں کہا انت طالق فی ثلاثة ایام تجھ کو طلاق ہے تین دن میں تو اس سے فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کسی نے کہا أنت طالق فی مجیء ثلاثة ایام تجھے طلاق ہے تین دن آجانے پر تو یہ تعلیق کے حکم میں ہوگا، اور قسم کھانے کے علاوہ تیسرے دن آنے پر طلاق واقع ہوگی اس لیے کہ شرط کا اعتبار زمانہ مستقبل میں ہوتا ہے زمانہ ماضی میں شرائط کا اعتبار نہیں ہوتا ہے اور اگر کسی نے کہا انت طالق فی یوم القیامة تجھ کو قیامت کے دن طلاق ہے، تو یہ جملہ لغو ہے، اور طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ قیامت کا دن طلاق کے واقع ہونے کا محل نہیں ہے اور اگر کہا انت طالق قبل یوم القیامة تجھ کو طلاق ہے قیامت کے دن سے پہلے تو اس سے علی الفور طلاق واقع ہو جائے گی۔

وَفِي طَالِقٍ تَطْلِيقَةً حَسَنَةً فِي دُخُولِك الدَّارَ إنْ رَفَعَ حَسَنَةٌ تَنجُزَ وَإِنْ نَصَبَهَا تَعَلَّقَ. وَسَأَلَ الْكِسَائِيُّ مُحَمَّدًا عَمَّنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: فَإِنْ تَرْفُقِي يَا هِنْدُ فَالرِّفْقُ أَيْمَنُ ... وَإِنْ تَخْرِقِي يَا هِنْدُ فَالْخُرْقُ أَشْأَمُ فَأَنْتِ طَلَاقٌ وَالطَّلَاقُ عَزِيمَةٌ ... ثَلَاثٌ وَمَنْ يَخْرِقْ أَعَقُّ وَأَظْلَمُ كَمْ يَقَعُ؟ فَقَالَ: إنْ رَفَعَ ثَلَاثًا فَوَاحِدَةٌ، وَإِنْ نَصَبَهَا فَثَلَاثٌ، وَتَمَامُهُ فِي الْمُغْنِي وَفِيمَا عَلَّقْنَاهُ عَلَى الْمُلْتَقَى وَبِقَوْلِهِ (أَنْتِ طَالِقٌ غَدًا أَوْ فِي غَدٍ يَقَعُ عِنْدَ) طُلُوعِ (الصُّبْحِ، وَصَحَّ فِي الثَّانِي نِيَّةُ الْعَصْرِ) أَيْ آخِرَ النَّهَارِ (قَضَاءً وَصُدِّقَ فِيهِمَا دِيَانَةً) وَمِثْلُهُ أَنْتِ طَالِقٌ شَعْبَانَ أَوْ فِي شَعْبَانَ (وَفِي أَنْتِ طَالِقٌ الْيَوْمَ غَدًا أَوْ غَدًا الْيَوْمَ أُعْتُبِرَ اللَّفْظُ الْأَوَّلُ) وَلَوْ عَطَفَ بِالْوَاوِ يَقَعُ فِي الْأَوَّلِ وَاحِدَةً وَفِي الثَّانِي ثِنْتَانِ، كَقَوْلِهِ: أَنْتِ طَالِقٌ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَوْ أَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ وَعَكْسَهُ، أَوْ الْيَوْمَ وَرَأْسَ الشَّهْرِ،

طلاق میں حسنہ کی قید لگانا

اگر کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا انت طالق تطلیقة حسنة فی دخولك الدار تو اگر اس نے حسنة کو ضمہ

کے ساتھ پڑھا تو علی الفور طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر حسنة زبر کے ساتھ پڑھا تو علی الفور طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ تعلیق ہوگی ضمہ کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں علی الفور اس لیے طلاق ہوگی، کہ یہ حسنة عورت کی صفت ہوگی، لہٰذا یہ صفت طلاق اور تعلیق کے درمیان فاصل ہوگی اور دخولك الدار مستقبل جملہ ہوگا اس لیے تعلیق نہیں ہوگی، اور فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اور حسنة نصب پڑھنے کی صورت میں یہ تطلیقة کی صفت ہوگی، اور فاصل نہ ہوگی، لہٰذا دخول دار پر طلاق معلق ہوگی۔

ایک سوال اور اس کا جواب

امام کسائی نے حضرت امام محمدؒ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی سے یہ شعر کہے

فان ترفقي يا هند فالرفق أيمن ☆ وان تخرقي يا هند فالخرق اشأم

فانت طلاق والطلاق عزيمة ☆ ثلاث ومن يخرق اعق واظلم

پس اے ہند اگر تو نرمی کرے گی تو تیرے لیے نرمی کرنا مناسب ہے، اور اگر تو سختی اور بدمزاجی کرے گی تو اے ہند سختی نا مبارک اور منحوس ہے، لہٰذا تو مطلقہ ہے اور طلاق عظمت کی چیز ہے کوئی کھیل کود نہیں ہے تین بار، اور جو سختی کرتا ہے وہ بڑا نافرمان اور بڑا ہی ظالم ہوتا ہے۔

تو اس پر کتنی طلاقیں واقع ہوں گی، تو امام محمدؒ نے جواب دیا کہ اگر اس نے لفظ ثلاث کو پیش دے کر پڑھا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر ثلاثا نصب یعنی زبر کے ساتھ پڑھا تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کی پوری تفصیل مغنی اللبیب نامی کتاب میں ہے اور ہماری اس شرح میں ہے جو میں نے منتقی کی لکھی ہے۔

ثلاث کو پیش دینے کی صورت میں ایک طلاق اس لیے واقع ہوگی کہ گویا اس نے یوں کہا انت طالق، پھر سے اس نے الطلاق عزیمة ثلث کہہ کر خبر دی کہ طلاق تین ہیں، اس لیے ایک ہی طلاق واقع ہوں گی، اور ثلاثا زبر پڑھنے کی صورت میں تین طلاقیں اس لیے واقع ہوگی کہ گویا اس نے یوں کہا انت طالق ثلاثاً اور والطلاق عزيمةٌ کا جملہ، جملہ معترضہ ہوگا، (لیکن علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں خواہ زبر پڑھا جائے یا پیش دونوں صورتوں میں تین طلاق اور ایک طلاق واقع ہونے کا احتمال ہے لہٰذا خاص کرنا صحیح نہیں ہے (شامی: ۴/۴۸۱)

طلاق کی نسبت کل دن کی جانب کرنے کا حکم

اگر کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا انت طالق غداً اور فی غدٍ یعنی تجھ کو کل آئندہ طلاق ہے، یا تجھ کو کل آئندہ میں طلاق ہے تو اس صورت میں صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی علی الفور طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کسی نے کہا انت طالق فی غدٍ تجھ کو کل آئندہ میں طلاق ہے اور کہے کہ میں نے عصر کی نیت کی ہے تو اس کی یہ نیت صحیح قرار دی جائے گی بطور قضاء کے،

اور دیانۃً دونوں جملوں میں اس کی نیت قابل تسلیم ہوگی۔

اگر کسی نے یوں کہاانت طالق شعبان یاانت طالق فی شعبان تجھ کوشعبان میں طلاق ہے،اور یہ کہہ کر اس نے کچھ بھی نیت نہیں کی،تواس صورت میں آخری رجب میں بعد غروب آفتاب طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر یہ کہہ کر اخیر شعبان کی نیت کی ہے تو قضاءً اس کی نیت صحیح ہوگی اور دیانۃً دونوں صورتوں میں اس کی نیت صحیح ہوگی۔

انت طالق الیوم غداً کہا تو کیا حکم ہے

اگر کسی نے یوں کہاانت طالق الیوم غداً یاانت طالق غداً الیوم، تجھ کو طلاق ہے آج کل یا تجھ کو طلاق ہے کل آج،تو اس صورت میں پہلے لفظ کا اعتبار ہوگا اور دوسرا لفظ لغو قرار دیا جائے گا لہٰذا مذکورہ صورت میں انت طالق الیوم غداً میں آج طلاق ہوگی اور غداً کا لفظ لغو ہوگا اور انت طالق غداً الیوم میں طلاق کل واقع ہوگی اور الیوم کا لفظ لغو ہوگا اور اگر پہلی مثال میں واؤ عاطفہ کے ساتھ اس طرح کہاانت طالق الیوم وغدا یاانت طالق غداً والیوم تو پہلی صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی اور دوسری صورت میں دو طلاق واقع ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی نے انت طالق باللیل والنھار یاانت طالق اول النھارواخرہ کہایااس کے برعکس انت طالق بالنھاروالليل یاانت طالق اخرالنھارواولہ،پس اگر پہلا جملہ دن کے وقت کہا تو دو طلاقیں واقع ہوں گی،اور انت طالق بالنھار کہا تو ایک طلاق واقع ہوگی۔اور اگر یہ جملہ رات کے وقت کہا تو پہلے حکم کے برعکس حکم ہوگا،اور دوسرے جملہ کی صورت میں اگر دن کے ابتدائی حصہ میں کہا تو ایک طلاق واقع ہوگی،اور اگر دن کے آخری حصہ میں کہا تو دو طلاق واقع ہوگی اور اگر انت طالق الیوم ورأس الشھر کہا تو اگر یہ کلام بوقت دن تکلم کیا گیا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر شروع مہینہ میں کہا تو دو طلاق واقع ہوگی۔

وَالْأَصْلُ أَنَّهُ مَتَى أَضَافَ الطَّلَاقَ لِوَقْتَيْنِ كَائِنٍ وَمُسْتَقْبَلٍ بِحَرْفِ عَطْفٍ، فَإِنْ بَدَأَ بِالْكَائِنِ اتَّحَدَ أَوْ بِالْمُسْتَقْبَلِ تَعَدَّدَ، وَفِي أَنْتِ طَالِقٌ الْيَوْمَ وَإِذَا جَاءَ غَدًا أَوْ أَنْتِ طَالِقٌ لَا بَلْ غَدًا طَلُقَتْ وَاحِدَةً لِلْحَالِ وَأُخْرَى فِي الْغَدِ (أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً أَوْلَا أَوْ مَعَ مَوْتِي أَوْ مَعَ مَوْتِك لَغْوٌ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِحَرْفِ الشَّكِّ، وَأَمَّا الثَّانِي فَلِإِضَافَتِهِ لِحَالَةٍ مُنَافِيَةٍ لِلْإِيقَاعِ أَوْ لِلْوُقُوعِ (كَذَا أَنْتِ طَالِقٌ قَبْلَ أَنْ أَتَزَوَّجَك أَوْ أَمْسِ وَ) قَدْ (نَكَحَهَا الْيَوْمَ) وَلَوْ نَكَحَهَا قَبْلَ أَمْسِ وَقَعَ الْآنَ لِأَنَّ الْإِنْشَاءَ فِي الْمَاضِي إنْشَاءٌ فِي الْحَالِ، وَلَوْ قَالَ أَمْسِ وَالْيَوْمَ تَعَدَّدَ، وَبِعَكْسِهِ اتَّحَدَ، وَقِيلَ: بِعَكْسِهِ (أَوْ أَنْتِ طَالِقٌ قَبْلَ أَنْ أُطَلِّقَ أَوْ قَبْلَ أَنْ تُخْلَقِي أَوْ طَلَّقْتُك وَأَنَا صَبِيٌّ أَوْ نَائِمٌ) أَوْ مَجْنُونٌ وَكَانَ مَعْهُودًا كَانَ لَغْوًا. (بِخِلَافِ) قَوْلِهِ (أَنْتِ حُرَّةٌ قَبْلَ أَنْ أَشْتَرِيَك أَوْ أَنْتِ حُرٌّ أَمْسِ وَقَدْ اشْتَرَاهُ الْيَوْمَ فَإِنَّهُ

يَعْتِقُ كَمَا) يَعْتِقُ (وَلَوْ أَقَرَّ لِعَبْدٍ ثُمَّ اشْتَرَاهُ) لِإِقْرَارِهِ بِحُرِّيَّتِهِ (أَنْتِ طَالِقٌ قَبْلَ مَوْتِي بِشَهْرَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ وَمَاتَ قَبْلَ مُضِيِّ شَهْرَيْنِ لَمْ تَطْلُقْ) لِانْتِفَاءِ الشَّرْطِ (وَإِنْ مَاتَ بَعْدَهُ طَلُقَتْ مُسْتَنِدًا) لِأَوَّلِ الْمُدَّةِ لَا عِنْدَ الْمَوْتِ (وَ) فَائِدَتُهُ أَنَّهُ (لَا مِيرَاثَ لَهَا) لِأَنَّ الْعِدَّةَ قَدْ تَنْقَضِي بِشَهْرَيْنِ بِثَلَاثِ حِيَضٍ (قَالَ لَهَا أَنْتِ طَالِقٌ كُلَّ يَوْمٍ) أَوْ كُلَّ جُمُعَةٍ أَوْ رَأْسَ كُلِّ شَهْرٍ (وَلَا نِيَّةَ لَهُ تَقَعُ وَاحِدَةٌ) فَإِنْ نَوَى كُلَّ يَوْمٍ -أَوْ قَالَ فِي كُلِّ يَوْمٍ أَوْ مَعَ أَوْ عِنْدَ أَوْ كُلَّمَا مَضَى يَوْمٌ يَقَعُ ثَلَاثٌ فِي أَيَّامٍ ثَلَاثَةٍ وَالْأَصْلُ أَنَّهُ مَتَى تَرَكَ كَلِمَةَ الظَّرْفِ اتَّحَدَ وَإِلَّا تَعَدَّدَ. وَفِي الْخُلَاصَةِ أَنْتِ طَالِقٌ مَعَ كُلِّ يَوْمٍ تَطْلِيقَةً وَقَعَ ثَلَاثٌ لِلْحَالِ (قَالَ أَطْوَلُكُمَا عُمْرًا طَالِقٌ الْآنَ لَا تَطْلُقُ حَتَّى تَمُوتَ إِحْدَاهُمَا فَتَطْلُقُ الْأُخْرَى) لِوُجُودِ شَرْطِهِ حِينَئِذٍ. (قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ قَبْلَ قُدُومِ زَيْدٍ بِشَهْرٍ فَقَدِمَ بَعْدَ شَهْرٍ وَقَعَ الطَّلَاقُ مُقْتَصِرًا) .

ایک قاعدہ کلیہ

گزشتہ مثالوں میں بعض صورت میں ایک طلاق کا وقوع ہوا اور بعض صورت میں دو کا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایک ضابطہ یہ ہے کہ جب لفظ طلاق کو ایسے دو وقتوں کی جانب اضافت کیا جائے کہ ان میں سے ایک وقت زمانہ ماضی کا ہو، اور دوسرا وقت زمانہ مستقبل کا ہو، اور ان دونوں کے بیچ میں حرف عطف لایا گیا ہو تو ضابطہ یہ ہے کہ اگر ابتداء زمانہ ماضی سے ہوئی ہے تو یہ دونوں وقت ایک ہی شمار ہوں گے، اور ایک طلاق واقع ہوگی، چناں چہ انت طالق الیوم وغداً میں ایک ہی طلاق کا وقوع ہوگا، اور اگر ابتداء زمانہ مستقبل سے ہوئی ہو، تو اس صورت میں دونوں وقت الگ الگ شمار ہوں گے، اور تعدد و کثرت مراد ہوگی، اور دو طلاق واقع ہوگی، جیسے انت طالق غداً والیوم میں دو طلاقیں واقع ہوں گی۔

طلاق دینے کی مختلف شکلیں

اگر کسی نے بیوی سے یوں کہا انت طالق الیوم واذا جاء غداً یا یہ کہا انت طالق لاجل غداً، یعنی تجھ کو طلاق ہے آج، اور جب کل آئے گا، یا تجھ کو طلاق نہیں بلکہ کل آئندہ ہے تو اس صورت میں ایک طلاق تو علی الفور فی الحال واقع ہو جائے گی اور دوسری طلاق کل کے دن آنے پر واقع ہوگی، اور اگر کسی نے یوں کہا انت طالق واحدۃ اولا تجھ کو ایک طلاق ہے یا نہیں ہے یا کہا انت طالق موتی تجھ کو میری موت کے ساتھ طلاق ہے یا کہا انت طالق مع موتك تجھ کو تیری موت کے ساتھ طلاق ہے تو اس صورت میں اس کا کلام لغو ہوگا اور طلاق واقع نہیں ہوگی پہلی صورت میں اس وجہ سے کلام لغو ہوگا اس میں حرف شک داخل ہے اور دوسری صورت میں کلام اس وجہ سے لغو ہوگا کہ طلاق ایسی حالت کی طرف منسوب ہے جو ایقاع طلاق کے منافی ہے کیوں کہ

موت طلاق کے واقع کرنے کے منافی ہے اور اس میں طلاق دینے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی ہے اور تیسری صورت میں کلام اس وجہ سے لغو ہوگا بیوی کی موت کے بعد وہ محل طلاق باقی نہیں رہتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے یوں کہا انت طالق قبل ان تزوجك یا کہا انت طالق امس، یعنی تم کو طلاق ہے تم سے نکاح کرنے سے قبل، یا تم کو طلاق ہے کل گزشتہ جب کہ اس نے آج ہی کے دن نکاح کیا ہے تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا اور طلاق واقع نہیں ہوگی، اور کلام کے لغو اور عدم وقوع طلاق کی وجہ یہ ہے کہ اس نے طلاق کو اس وقت کی جانب منسوب کیا ہے جس وقت اس کو طلاق دینے کا حق حاصل نہیں تھا، نکاح سے قبل طلاق دینے کا مالک شوہر نہیں ہوتا ہے، بلکہ نکاح کے بعد طلاق دینے کا مالک ہوتا ہے۔

اور اگر اس نے گزشتہ کل سے ایک دن پہلے نکاح کر چکا تھا، اور اس کے بعد کہا کہ تم کو کل گزشتہ طلاق ہے، تو ایسی صورت میں اسی وقت علی الفور طلاق واقع ہو جائے گی، اس لیے کہ زمانہ ماضی میں طلاق کا واقع کرنا گویا زمانہ حال میں واقع کرنا ہے تو گویا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ انت طالق الان تجھے اس وقت طلاق ہے لہٰذا طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر یہ کہا انت طالق امس والیوم تجھ کو کل گزشتہ طلاق ہے اور آج کے دن، تو اس صورت میں دو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر یوں کہا انت طالق الیوم والامس تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی، اور بعض علماء نے اس کے برعکس کہا ہے یعنی پہلی صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی اور دوسری صورت میں دو طلاق واقع ہوگی، اور یہ دوسرا قول اس قاعدے کے مطابق ہے جو ابھی ماقبل میں گزرا ہے کہ اگر ماضی پہلے ہے تو اتحاد ہوگا اور اگر مستقبل پہلے ہے تو تعدد ہوگا۔

طلاق کی نسبت پیدائش سے پہلے کی جانب کرنے کا حکم

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق قبل ان اخلق تجھ کو طلاق ہے میری پیدائش سے پہلے یا کہا، انت طالق قبل ان تخلقي یا تجھ کو طلاق ہے تیری پیدائش سے پہلے یا کہا طلقتك وانا صبي، میں نے تجھ کو بچپن ہی میں طلاق دیدی یا یوں کہا طلقتك وانا نائم، میں نے تجھ کو سونے کی حالت میں طلاق دی ہے یا کہا طلقتك وانا مجنون میں نے تجھ کو جنون کی حالت میں طلاق دی ہے، اور اس کا جنون پن لوگوں کو معلوم تھا، تو مذکورہ تمام صورتوں میں اس کا کلام لغو ہوگا، اور طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ یہ حالت ایقاع طلاق کی حالت نہیں ہے۔

ہاں اگر کوئی شخص اپنے غلام سے یوں کہے، انت حرّ قبل ان اشتریك میں نے تجھ کو تیرے خریدنے سے پہلے آزاد کر دیا، یا کہا انت حرّ امس تو کل گزشتہ ہی سے آزاد ہے، اور اس نے غلام کو آج خریدا ہے، تو اس صورت میں غلام آزاد ہو جائے گا، جس طرح کہ کوئی شخص پہلے کسی غلام کی آزادی کا اقرار کرلے، پھر اس کو خریدے تو غلام آزاد ہو جائے گا، اسی طرح مذکورہ صورت میں غلام آزاد ہو جائے گا، اس لیے کہ آزادی نہ تو ایقاع کا محتاج ہے، نہ وقوع کا، اور وہ اس کی آزادی کا اقرار کرلیا

ہے، لہٰذا غلام آزاد ہوجائے گا۔

موت سے چند دن پہلے طلاق دینے کا حکم

اگر کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا انت طالق قبل موتي شهرين او اكثر تجھ کو طلاق ہے میری موت سے دو ماہ قبل یا اس سے زیادہ مدت کا نام لیا اس کے بعد دو ماہ گزرنے سے قبل وہ مر گیا، تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ شرط نہیں پائی گئی ہے، اور اگر شوہر دو ماہ کے بعد مرا ہے تو طلاق واقع ہوگی اور عورت دو ماہ سے مطلقہ قرار پائے گی موت کے وقت سے مطلقہ قرار نہیں دی جائے گی، اور اول مدت کی جانب طلاق کے استناد سے فائدہ یہ ہوگا کہ عورت کو شوہر کی میراث نہیں ملے گی اس لیے کہ بسا اوقات دو ماہ کے اندر اندر ہی عدت مکمل ہوجاتی ہے اور تین حیض آجاتا ہے (علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ یہ جو قول کیا گیا ہے کہ عدت موت کے بجائے دو ماہ قبل سے شروع ہوجائے گی یہ قول ضعیف ہے، اس کو صاحب درر نے اختیار کیا ہے، اور شارح علیہ الرحمۃ نے بھی اخذ کیا ہے، حالاں کہ اس مسئلہ میں مفتی بہ قول یہ ہے کہ عدت موت کے وقت سے شروع ہوجائے گی اور عورت شوہر کے مال میں وارث ہوگی، حضرت امام اعظمؒ کا یہی مسلک ہے، اور اسی پر فتوی بھی ہے۔ (شامی: ۴/ ۴۸۴)

طلاق کی نسبت ہر دن یا ماہ کی جانب کرنا

اگر کسی نے یوں کہا انت طالق كل يوم یا انت طالق كل جمعة یا انت طالق رأس كل شهر تجھ کو ہر دن طلاق ہے، یا تجھ کو ہر جمعہ طلاق ہے، یا تجھ کو ہر ماہ کے شروع میں طلاق ہے اور ان جملوں کے استعمال کرتے وقت شوہر کے دل میں کوئی نیت نہیں تھی تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوجائے گی، اور اگر اس نے ان جملوں سے یہ نیت کی ہے کہ ہر روز میں ایک طلاق ہے، یا شوہر نے یوں کہا انت طالق فی كل يوم، تجھ کو ہر دن میں ایک طلاق ہے، یا انت طالق مع كل يوم تجھ کو ہر دن کے ساتھ ایک طلاق ہے یا کہا انت طالق عند كل يوم تجھ کو ہر دن کے نزدیک ایک طلاق ہے، یا یوں کہا انت طالق كلما مضى يوم تجھ کو ہر بار جب دن گزرے تو ایک طلاق ہے مذکورہ صورتوں میں تین دن کے اندر تین طلاقیں واقع ہوجائے گی۔

وَالْأَصْلُ أَنَّهُ مَتَى تَرَكَ كَلِمَةَ الظَّرْفِ اتَّحَدَ وَإِلَّا تَعَدَّدَ. وَفِي الْخُلَاصَةِ أَنْتِ طَالِقٌ مَعَ كُلِّ يَوْمٍ تَطْلِيقَةً وَقَعَ ثَلَاثٌ لِلْحَالِ (قَالَ أَطْوَلُكُمَا عُمْرًا طَالِقٌ الْآنَ لَا تَطْلُقُ حَتَّى تَمُوتَ إِحْدَاهُمَا فَتَطْلُقُ الْأُخْرَى) لِوُجُودِ شَرْطِهِ حِينَئِذٍ. (قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ قَبْلَ قُدُومِ زَيْدٍ بِشَهْرٍ فَقَدِمَ بَعْدَ شَهْرٍ وَقَعَ الطَّلَاقُ مُقْتَصِرًا) . اعْلَمْ أَنَّ طَرِيقَ ثُبُوتِ الْأَحْكَامِ أَرْبَعَةٌ: الِانْقِلَابُ، وَالِاقْتِصَارُ، وَالِاسْتِنَادُ، وَالتَّبْيِينُ فَالِانْقِلَابُ: صَيْرُورَةُ مَا لَيْسَ بِعِلَّةٍ عِلَّةً كَالتَّعْلِيقِ. وَالِاقْتِصَارُ: ثُبُوتُ الْحُكْمِ فِي الْحَالِ.

وَالِاسْتِنَادُ: ثُبُوتٌ فِي الْحَالِ مُسْتَنِدًا إِلَى مَا قَبْلَهُ بِشَرْطِ بَقَاءِ الْمَحَلِّ كُلَّ الْمُدَّةِ، كَلُزُومِ الزَّكَاةِ حِينَ الْحَوْلِ مُسْتَنِدًا لِوُجُودِ النِّصَابِ. وَالتَّبْيِينُ: أَنْ يَظْهَرَ فِي الْحَالِ تَقَدُّمُ الْحُكْمِ كَقَوْلِهِ إِنْ كَانَ زَيْدٌ فِي الدَّارِ فَأَنْتِ طَالِقٌ وَتَبَيَّنَ فِي الْغَدِ وُجُودُهُ فِيهَا تَطْلُقُ مِنْ حِينِ الْقَوْلِ فَتَعْتَدُّ مِنْهُ (أَنْتِ طَالِقٌ مَا لَمْ أُطَلِّقْكِ أَوْ مَتَى لَمْ أُطَلِّقْكِ أَوْ مَتَى مَا لَمْ أُطَلِّقْكِ وَسَكَتَ طَلُقَتْ) لِلْحَالِ بِسُكُوتِهِ (وَفِي إِنْ لَمْ أُطَلِّقْكِ لَا) تَطْلُقُ بِالسُّكُوتِ بَلْ يَمْتَدُّ النِّكَاحُ (حَتَّى يَمُوتَ أَحَدُهُمَا قَبْلَهُ) أَيْ قَبْلَ تَطْلِيقِهِ فَتَطْلُقُ قُبَيْلَ الْمَوْتِ لِتَحَقُّقِ الشَّرْطِ وَيَكُونُ فَارًّا.

ایک اصول

اور یہاں ایک قاعدہ ذہن نشین ہونا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ جب کلمۂ ظرف متروک ہو جائے اس صورت میں اتحاد کا فائدہ دیتا ہے اور جب کلمۂ ظرف مذکور ہو تو تعدد کا فائدہ دیتا ہے، لہٰذا جہاں کلمۂ ظرف (في) (عند) (مع) وغیرہ مذکور ہو وہاں تین طلاقیں واقع ہوں گی، اور جہاں متروک ہو وہاں ایک طلاق واقع ہوگی۔

طلاق دینے کی مزید شکلیں

خلاصہ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو یوں کہا انت طالق مع کل یوم تطلیقة تجھ کو ہر دن کے ساتھ ایک طلاق ہے، تو اس صورت میں تین طلاقیں فوراً واقع ہو جائے گی۔ شوہر نے بیوی سے یوں کہا اطولکما عمرا طالق الان ہم دونوں میں سے لمبی عمر والے کو اس وقت طلاق ہے تو علی الفور کسی پر بھی طلاق واقع نہیں ہوگی، ہاں جب ان میں سے کوئی ایک مر جائے گی اور دوسری زندہ رہے گی تو اس زندہ رہنے والی بیوی پر طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ اب معلوم ہوا کہ لمبی عمر والی یہ تھی، اور شرط اس وقت پائی گئی، لہٰذا طلاق بھی اسی وقت واقع ہوگی، اور اگر کسی نے یوں کہا، انت طالق قبل قدوم زید بشهر تجھ کو زید کے آنے سے ایک ماہ پہلے طلاق ہے اور زید ایک ماہ کے بعد آیا تو اس صورت میں علی الفور طلاق واقع ہو جائے گی۔

احکام شرعیہ کے ثبوت کے ذرائع

یہاں یہ بات ذہن نشین ہونا چاہئے کہ احکام شرعیہ کے ثبوت کے واسطے چار ذرائع ہیں، (۱) انقلاب (۲) اقتصار (۳) استناد (۴) تبیین، ان چاروں سے احکام شرعیہ کا ثبوت ہوتا ہے۔

انقلاب کی تعریف

انقلاب کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز حقیقت اور واقعی علت نہ ہو اس کو تعلیق کے درجہ میں رکھنا، جیسے کسی نے یوں کہا انت

طالق ان دخلت الدار اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے ظاہر ہے کہ گھر میں داخل ہونا طلاق کی علت نہیں ہے، لیکن جب عورت گھر میں داخل ہوگی تو داخل ہوتے ہی واقع ہو جائے گی، اور شوہر کی یہ تعلیق علت بن جائے گی۔

اقتصار کی تعریف

اور اقتصار کا مطلب یہ ہیکہ حکم فوراً ثابت ہو جائے، جیسے نکاح، طلاق، اور بیع وشراء ہے زبان سے لفظ طلاق نکلتے ہی حکم ثابت ہو جاتا ہے، اور ایجاب وقبول ہوتے ہی نکاح اور خرید وفروخت کا معاملہ منعقد ہو جاتا ہے۔ (شامی: ۴/۴۸۸)

استناد کی تعریف

اور استناد یہ ہے کہ حکم کا ثبوت ہو نافی الحال ماقبل کی طرف منسوب ہو بشرطیکہ محل پوری مدت میں باقی رہے، جیسے کہ وجوب زکوۃ ہے جب مال نصاب کی طرف منسوب ہو جاتا ہے تو علی الفور واجب ہو جاتی ہے لیکن اس شرط کے ساتھ حولان حول پایا جائے یعنی مال نصاب زکوۃ کی ابتداء سے اخیر سال تک باقی رہے، اور مطلب یہ ہے کہ سال کے درمیان میں پورا نصاب ختم نہ ہو اس لیے کہ اگر پوار کا پورا مال نصاب درمیان سال میں ختم ہو جائے اور پھر بعد میں نصاب کا مالک ہو، تو از سر نو حولان حول کا اعتبار ہوگا۔ (شامی: ۴/۴۸۸)

تبیین کی تعریف

اس کا مطلب یہ ہے کہ حکم کا علی الفور ظاہر ہونا یعنی فی الحال یہ ثابت ہو حکم پہلے ہی سے ثابت ہے، جیسے کہ شوہر نے کہا ان کان زید فی الدار فانت طالق، اگر زید گھر میں ہو تو تجھ کو طلاق ہے اب کل ہو کر ظاہر ہوا کہ زید گھر میں ہی تھا تو اس صورت میں عورت اس وقت سے مطلقہ قرار پائے گی جس وقت شوہر نے یہ جملہ کہا تھا اور اسی وقت سے عدت بھی شمار ہوگی۔ اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ حکم کا ثبوت تین حال سے خالی نہیں ہے حکم کا ثبوت یا تو زمانہ مستقبل میں ہوگا یا زمانہ حال میں یا زمانہ ماضی میں ہوگا اگر حکم کا ثبوت زمانہ استقبال میں ہے اور بطور تعلیق ہے تو انقلاب کہتے ہیں اور اگر حکم کا ثبوت زمانہ حال میں ہے اور استناد سابق کی وجہ سے نہیں ہے تو اقتصار کہتے ہیں اور اگر حکم کا ثبوت زمانہ حال میں ہوا لیکن ماقبل کی جانب منسوب ہو کر ہوا تو استناد کہتے ہیں اور اگر نسبت کے اعتبار سے اس کا زمانہ ماضی میں ہے تو اس کو تبیین کہتے ہیں۔

اگر کہا انت طالق مالم اطلقك تو کیا حکم ہے؟

اگر شوہر نے بیوی سے یوں کہا انت طالق مالم اطلقك (تجھ کو طلاق ہے جب تک میں تجھ کو طلاق نہ دوں) یا یوں کہا انت طالق متی مالم اطلقك (تجھ کو طلاق ہے جس وقت تک میں تم کو طلاق نہ دوں) یا یوں کہا کہ انت طالق متی

مالم اطلقك (تجھ کو طلاق ہے جس وقت تک تم کو میں طلاق نہ دوں) اس کے بعد شوہر یہ کہہ کر خاموش ہو گیا تو اس کے خاموش ہوتے ہی فوراً طلاق واقع ہو جائے گی، اس لیے کہ زمانہ خاموشی منکوحہ کی طلاق سے خالی رہا، لہٰذا فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر شوہر نے یوں کہا انت طالق ان لم اطلقك (تجھ کو طلاق ہے اگر میں تجھ کو طلاق نہ دوں) تو اس صورت میں شوہر کے خاموش ہوتے ہی فوراً طلاق واقع نہ ہوگی، بلکہ نکاح برقرار رہے گا اور اس وقت تک نکاح برقرار رہے گا جب تک ان دونوں میں سے کوئی ایک شوہر کے طلاق دینے سے پہلے انتقال نہ ہو جائے، جب ان دونوں میں سے کوئی ایک مرے گا تو عورت کو شوہر کی موت سے کچھ ہی پہلے طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ اس وقت شرط پائی گئی ہے، اور شوہر کو فار سمجھا جائے گا، گویا شوہر اس وقت طلاق دے کر بیوی کو میراث سے محروم کرنا چاہ رہا ہے۔

(وَإِذَا مَا وَإِذَا بِلَا نِيَّةٍ مِثْلَ إِنْ عِنْدَهُ وَ) مِثْلَ (مَتَى عِنْدَهُمَا) وَقَدْ مَرَّ حُكْمُهَا. (وَإِنْ نَوَى الْوَقْتَ أَوِ الشَّرْطَ اُعْتُبِرَتْ) نِيَّتُهُ اتِّفَاقًا مَا لَمْ تَقُمْ قَرِينَةُ الْفَوْرِ فَعَلَى الْفَوْرِ. (وَفِي) قَوْلِهِ (أَنْتِ طَالِقٌ مَا لَمْ أُطَلِّقْكِ أَنْتِ طَالِقٌ مَعَ الْوَصْلِ) بِقَوْلِهِ مَا لَمْ أُطَلِّقْك (طَلُقَتْ) بِالْمُنَجَّزَةِ (الْأَخِيرَةِ) فَقَطْ اسْتِحْسَانًا [فَرْعٌ] قَالَ: إِنْ لَمْ أُطَلِّقْك الْيَوْمَ ثَلَاثًا فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَحِيلَتُهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا عَلَى أَلْفٍ وَلَا تَقْبَلُ الْمَرْأَةُ، فَإِنْ مَضَى الْيَوْمُ لَا تَطْلُقُ بِهِ يُفْتَى خَانِيَّةٌ لِأَنَّ التَّطْلِيقَ الْمُقَيَّدَ يَدْخُلُ تَحْتَ الْمُطْلَقِ (أَنْتِ طَالِقٌ يَوْمَ أَتَزَوَّجُك فَنَكَحَهَا لَيْلًا حَنِثَ بِخِلَافِ الْأَمْرِ بِالْيَدِ) أَيْ أَمْرُك بِيَدِك يَوْمَ يَقْدَمُ زَيْدٌ فَقَدِمَ لَيْلًا لَمْ تَتَخَيَّرْ وَلَوْ نَهَارًا بَقِيَ لِلْغُرُوبِ، وَالْأَصْلُ أَنَّ الْيَوْمَ مَتَى قُرِنَ بِفِعْلٍ مُمْتَدٍّ يَسْتَوْعِبُ الْمُدَّةَ يُرَادُ بِهِ النَّهَارُ كَالْأَمْرِ بِالْيَدِ فَإِنَّهُ يَصِحُّ جَعْلُهُ بِيَدِهَا يَوْمًا أَوْ شَهْرًا، وَمَتَى قُرِنَ بِفِعْلٍ لَا يَسْتَوْعِبُهَا يُرَادُ بِهِ مُطْلَقَ الْوَقْتِ كَإِيقَاعِ الطَّلَاقِ، فَإِنَّهُ لَوْ قَالَ: طَلَّقْتُك شَهْرًا كَانَ ذِكْرُ الْمُدَّةِ لَغْوًا وَتَطْلُقُ لِلْحَالِ (أَنَا مِنْك طَالِقٌ) أَوْ بَرِيءٌ (لَيْسَ بِشَيْءٍ وَلَوْ نَوَى) بِهِ الطَّلَاقَ (وَتَبِينُ فِي الْبَائِنِ وَالْحَرَامِ) أَيْ أَنَا مِنْك بَائِنٌ أَوْ أَنَا عَلَيْك حَرَامٌ (إِنْ نَوَى) لِأَنَّ الْإِبَانَةَ لِإِزَالَةِ الْوُصْلَةِ وَالتَّحْرِيمَ لِإِزَالَةِ الْحِلِّ وَهُمَا مُشْتَرَكَانِ فَتَصِحُّ الْإِضَافَةُ إِلَيْهِ، حَتَّى لَوْ لَمْ يَقُلْ مِنْك أَوْ عَلَيْك لَمْ يَقَعْ بِخِلَافِ أَنْتِ بَائِنٌ أَوْ حَرَامٌ حَيْثُ يَقَعُ إِذَا نَوَى وَإِنْ لَمْ يَقُلْ مِنِّي، نَعَمْ لَوْ جَعَلَ أَمْرَهَا بِيَدِهَا شَرْطُ قَوْلِهَا بَائِنٌ مِنِّي. وَيَقَعُ بِأَبْرَأْتُك عَنِ الزَّوْجِيَّةِ بِلَا نِيَّةٍ.

وقوع طلاق میں مختلف کلمات کا اثر

صاحب کتاب علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ کلمہ اذا ما اور کلمہ اذا بغیر نیت کے حضرت امام ابوحنیفہ کے

نزدیک کلمہ ان کی طرح ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک کلمہ متی کی طرح ہے، اور جب کلمہ اذاما اور کلمہ اذا، ان کے مثل ہوگا تو اگر کسی نے یوں کہاانت طالق اذا ما اطلقك یایوں کہاانت طالق اذا اطلقك تو اس صورت میں حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی، جب تک زوجین میں سے کوئی ایک نہ مرجائے، اور حضرات صاحبین کے نزدیک چوں کہ متی کے مثل ہوگا اس لیے ان کے نزدیک شوہر کے خاموش ہوتے ہی علی الفور طلاق واقع ہوجائے گی۔

شوہر کی نیت کا اعتبار

اور اگر شوہر نے کلمہ اذا سے طلاق دی ہے اور اس سے اس نے وقت یا شرط کی نیت کی ہے تو شوہر کی نیت کا اعتبار بالاتفاق ہوگا، ہاں اگر علی الفور طلاق کے وقوع کے سلسلہ میں کوئی قرینہ پایا جائے تو اس صورت میں فوراً طلاق ہوگی، اور شرط یا وقت کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا،، (مثال کے طور پر عورت نے کہا طلقني مجھے طلاق دیدو، اس کے جواب میں شوہر نے کہاانت طالق اذا لم اطلقك تو اس سے فوراً طلاق واقع ہوجائے گی)

طلاق میں حیلہ اپنانا

اگر کسی نے یوں کہاانت طالق مالم اطلقك، انت طالق مالم اطلقك کے ساتھ انت طالق کو ملاتا ہے تو بعد والی انت طالق سے عورت پر بطور استحسان علی الفور طلاق واقع ہوجائے گی، اور اگر کسی نے یوں کہاانت طالق ان لم اطلقك الیوم ثلاثا فانت طالق ثلاثاً (اگر میں آج تجھ کو تین طلاق نہ دوں تو تجھ کو تین طلاق ہے،)" تو بظاہر اس جملہ سے ہر حال میں طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن طلاق سے بچنے کا ایک حیلہ یہ ہے کہ شوہر یوں کہے کہ انت طالق علی الف، میں نے تجھ کو ایک ہزار کے بدلہ میں طلاق دی، اور ایک ہزار دینا قبول نہ کرے، پھر جب یہ دن گزر جائے گا تو عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی قول پر فتوی بھی ہے، جیسا کہ فتاوی خانیہ میں ہے اس لیے کہ مقید طلاق مطلق طلاق کے تحت داخل ہے یعنی شوہر نے پہلے مطلق کہا تھا اس میں کسی طرح کی کوئی شرط نہ تھی پھر شوہر نے طلاق کو مال کے ساتھ مقید کر کے دیا جس کو عورت نے قبول نہیں کیا، اس وجہ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

طلاق کے وقوع کو دن کے ساتھ مقید کرنا

اگر کسی نے یوں کہا کہ انت طالق یوم اتزوجك (تجھ کو طلاق ہے جس دن میں تم سے نکاح کروں) پھر شوہر نے اس عورت سے دن کے بجائے رات میں نکاح کیا تو اس صورت میں شوہر حانث ہوجائے گا اور عورت پر طلاق واقع ہوجائے گی، اس لیے کہ لفظ یوم دن اور رات دونوں کو شامل ہے اس کے برخلاف اگر شوہر نے یوں کہا امرك بیدك تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے، یوم یقدم زید جس دن زید آئے، پھر زید رات میں آیا تو اس صورت میں عورت کو اپنے نفس پر طلاق واقع کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا، اور زید دن میں آئے گا تو عورت کو طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوگا مگر یہ اختیار صرف آفتاب کے غروب ہونے تک ہوگا۔

یوم کے متعلق ایک اصول

یوم کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اگر یوم کسی ایسے فعل کے ساتھ متصل ہو جو پوری مدت کو گھیر لے، تو اس یوم سے نہار یعنی دن مراد ہوگا چناں چہ امر بالید اسی قبیل سے ہے یعنی اس کو عورت کے اختیار میں ایک یوم یا ایک ماہ کے لیے دینا صحیح ہے، اور اگر یوم کا اتصال کسی ایسے فعل کے ساتھ متصل ہو جو کل مدت کو شامل نہ ہو تو وہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا۔ اور اس میں رات و دن دونوں شامل ہوں گے، جیسا کہ ایقاع طلاق ہے، اور نکاح نیز عتاق ہے، چناں چہ اگر کسی نے یوں کہا انت طالق یوم یقدم زید جس دن زید آئے گا اس دن تجھ کو طلاق ہے یا آقا غلام سے کہا انت حر یوم یقدم فلان جس دن فلاں آئے گا اس دن تو آزاد ہے یا جس دن حماد آئے گا اس دن میں تجھ سے نکاح کروں گا، پھر زید دن کے بجائے رات میں آیا تو اس صورت میں عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور غلام بھی آزاد ہو جائے گا اس میں ماہ کی قید لگا . تو ہوگا اور فی الحال طلاق واقع ہوگی۔

عورت کی جانب سے شوہر اپنے اوپر طلاق لے تو کیا حکم ہے

اگر شوہر نے عورت سے یوں کہا انا منك طالق، تیری جانب سے میں طلاق والا ہوں، یا یوں کہا انا منك بريء، میں تیری طرف سے بری ہوں، تو شوہر کا یہ قول از روئے شرع کچھ بھی نہیں ہے اور طلاق کی نیت کرنے کے باوجود بھی طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ محل طلاق عورت ہے اور طلاق کا مالک شوہر ہوتا ہے یہاں عورت کی جانب سے مرد پر طلاق ہے جو اصول کے خلاف ہے اس لیے شوہر کا مذکورہ جملہ لغو قرار پائے گا۔

لیکن اگر شوہر نے عورت کی طرف سے حرام یا بائن کی نسبت کی ہے، تو عورت اس سے بائنہ ہو جائے گی، مثال کے طور پر شوہر یوں کہے انا منك بائن، یا یوں کہے انا عليك حرام میں تیری جانب سے بائن ہوں، یا تیری جانب سے حرام ہوں، تو اگر ان جملوں سے شوہر نے طلاق دینے کی نیت کی ہے، تو طلاق واقع ہو جائے گی اس لیے کہ یہ لفظ ابانت اتصال و تعلق کو ختم کرنے کے لیے بنایا گیا ہے، اور لفظ تحریم کو حلت کے ازالہ کے لیے وضع کیا گیا ہے، اور اتصال نکاح کا ازالہ ہو یا حلت کا ازالہ ہو، دونوں شوہر اور بیوی کے درمیان مشترک ہے، لہٰذا بائن اور تحریم کی نسبت شوہر کی جانب صحیح اور درست ہوگی، ہاں اگر شوہر منك یا عليك کا لفظ نہ بولے تو پھر طلاق واقع نہ ہوگی، اس کے برخلاف اگر شوہر نے یوں کہا انت بائن یا یوں کہا انت حرام تو بائنہ ہے یا تو حرام ہے اور شوہر مني یا علي کا لفظ نہیں بولا تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

ہاں اگر شوہر نے طلاق کے واقع کرنے کا اختیار عورت کو دیدیا تو اس سے طلاق واقع ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ عورت کہے انت بائن مني تو مجھ سے جدا ہے عورت کے لیے لفظ مني کہنا ضروری ہے اور اگر شوہر نے یوں کہا ابرأتك عن الزوجية، میں تجھ کو زوجیت سے بری کردیا، تو اس سے بلا نیت کے طلاق واقع ہو جائے گی۔ نیت کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

(أَنْتِ طَالِقٌ ثِنْتَيْنِ مَعَ عِتْقِ مَوْلَاكِ إِيَّاكِ فَأَعْتَقَ) سَيِّدُهَا طُلِّقَتْ ثِنْتَيْنِ (وَلَهُ الرَّجْعَةُ) لِوُجُودِ التَّطْلِيقِ بَعْدَ الْإِعْتَاقِ لِأَنَّهُ شَرْطٌ. وَنَقَلَ ابْنُ الْكَمَالِ أَنَّ كَلِمَةَ مَعَ إِذَا أُقْحِمَ بَيْنَ جِنْسَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ يَحِلُّ مَحَلَّ الشَّرْطِ. (وَلَوْ عُلِّقَ) بِالْبِنَاءِ لِلْمَجْهُولِ (عِتْقُهَا وَطَلَاقُهَا بِمَجِيءِ الْغَدِ فَجَاءَ) الْغَدُ (لَا رَجْعَةَ لَهُ) لِتَعَلُّقِهِمَا بِشَرْطٍ وَاحِدٍ (وَعِدَّتُهَا) فِي الْمَسْأَلَتَيْنِ (ثَلَاثُ حِيَضٍ) احْتِيَاطًا. (وَلَوْ) كَانَ الزَّوْجُ (مَرِيضًا لَا تَرِثُ مِنْهُ) لِوُقُوعِهِ وَهِيَ أَمَةٌ فَلَا تَرِثُ مَبْسُوطٌ (أَنْتِ طَالِقٌ هَكَذَا مُشِيرًا بِالْأَصَابِعِ) الْمَنْشُورَةِ (وَقَعَ بِعَدَدِهِ) بِخِلَافِ مِثْلِ هَذَا، فَإِنَّهُ إِنْ نَوَى ثَلَاثًا وَقَعْنَ وَإِلَّا فَوَاحِدَةٌ لِأَنَّ الْكَافَ لِلتَّشْبِيهِ فِي الذَّاتِ وَمِثْلُ لِلتَّشْبِيهِ فِي الصِّفَاتِ، وَلِذَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: إِيمَانِي كَإِيمَانِ جِبْرِيلَ لَا مِثْلَ إِيمَانِ جِبْرِيلَ بَحْرٌ (وَتُعْتَبَرُ الْمَنْشُورَةُ) لَا الْمَضْمُومَةُ إِلَّا دِيَانَةً كَكَفٍّ وَالْمُعْتَمَدُ فِي الْإِشَارَةِ فِي الْكَفِّ نَشْرُ كُلِّ الْأَصَابِعِ. وَنَقَلَ الْقُهُسْتَانِيُّ أَنَّهُ يُصَدَّقُ قَضَاءً بِنِيَّةِ الْإِشَارَةِ بِالْكَفِّ وَهِيَ وَاحِدَةٌ، وَلَوْ لَمْ يَقُلْ هَكَذَا يَقَعُ وَاحِدَةٌ لِفَقْدِ التَّشْبِيهِ. وَلَوْ قَالَ أَنْتِ هَكَذَا مُشِيرًا وَلَمْ يَقُلْ طَالِقٌ لَمْ أَرَهُ. (وَلَوْ أَشَارَ بِظُهُورِهَا فَالْمَضْمُومَةُ) لِلْعُرْفِ، وَلَوْ كَانَ رُءُوسُهَا نَحْوَ الْمُخَاطَبِ فَإِنْ نَشَرَ عَنْ ضَمٍّ فَالْعِبْرَةُ لِلنَّشْرِ، وَإِنْ ضَمَّا عَنْ نَشْرٍ فَالضَّمُّ ابْنُ كَمَالٍ.

باندی کی طلاق کو آقا کی جانب سے آزادی پر موقوف کرنا

اگر کسی نے اپنی منکوحہ باندی سے یوں کہاانت طالق ثنتين مع عتق مولاك اياك (تجھ کو دو طلاق ہے تیرے مولی کی جانب سے تجھ کو آزاد کرنے کے ساتھ) چناں چہ آقا نے باندی کو آزاد کردیا تو اس صورت میں ازروئے شرع منکوحہ پر دو طلاق واقع ہوجائے گی، اور شوہر کو رجعت کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اس لیے کہ شوہر دو طلاق کے وقوع کو آقا کی جانب سے آزاد کرنے پر موقوف کیا تھا گویا یہاں عورت پر طلاق آزادی کے بعد واقع ہوئی ہے، قاعدے کے اعتبار سے پہلے عورت آزاد ہوئی اور پھر دو طلاق واقع ہوئیں، اور آزاد عورت کو دو صریح طلاق دینے کے بعد شوہر کو حق رجعت حاصل ہوتا ہے اس لیے یہاں حق رجعت حاصل ہوگا۔

اور یہاں ابن کمال نے ایک قاعدہ یہ بیان کیا ہے کہ جب لفظ مع کو دو مختلف جنسوں کے درمیان داخل کیا جائے تو وہ شرط کے قائم مقام ہوتا ہے اور یہاں طلاق اور عتاق دو مختلف جنس ہیں اور لفظ مع کو داخل کیا گیا ہے، لہٰذا یہ شرط کے درجہ میں ہوگا، اور جملہ مذکورہ کا معنی یہ ہوگا اگر تیرا آقا تجھ کو آزاد کردے گا تو تجھ پر دو طلاق ہے۔

اگر شوہر نے منکوحہ باندی کے طلاق کو، اور آقا نے اس کی آزادی کو کل کے آنے پر معلق کردیا، مثلاً شوہر نے یوں کہاانت

طالق ثنتین اذا جاء الغد، جب کل آجائے گا توتم پر دوطلاق، اور مولی نے یوں کہا اذا جاء الغد فانت حرۃ جب کل کادن آئے گا توتم آزاد ہو، پھر کل کا دن آ گیا تو اس صورت میں شوہر کو رجعت کرنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا، اس لیے کہ یہاں طلاق اور آزادی ایک ہی شرط پر معلق ہے تو گویا طلاق اور آزادی ساتھ ساتھ ہوئی، اور باندی چوں کہ دوطلاق سے مغلظہ ہوجاتی ہے، اس لیے اب شوہر کو حق رجعت حاصل نہ ہوگا، اور اوپر کے دونوں مسئلوں میں عورت کی عدت تین حیض ہوگی، اور یہ حکم احتیاطی ہے، ورنہ قاعدے کے اعتبار سے دوحیض عدت ہونی چاہئے تھی، اور مسئلہ ثانیہ میں اگر شوہر مریض تھا، پھر اس نے اس طرح سے طلاق دی ہے تو عورت شوہر کے مال میں وارث نہیں ہوئی، اس لیے کہ طلاق کا وقوع اس وقت ہوا جب وہ باندی تھی، لہٰذا وارث نہ ہوگی جیسا کہ مبسوط میں ہے۔

انگلیوں سے اشارہ کرکے طلاق دینے کا شرعی حکم

اگر شوہر نے بیوی کو پھیلی ہوئی انگلیوں سے اشارہ کرکے طلاق دی ہے اور کہا تجھ کو اس طرح طلاق ہے تو اس صورت میں پھیلی ہوئی انگلیوں کی تعداد کے مطابق طلاق واقع ہوجائے گی۔ اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر دو انگلیوں سے اشارہ کرکے کہا تو دوطلاق واقع ہوگی، اور اگر تین انگلیوں سے اشارہ کرکے کہا تو تین طلاق واقع ہوگی، اور اس کے برخلاف شوہر نے یوں کہا انت طالق مثل هذا تم کو اس کے مثل طلاق ہے اور تین انگلیوں سے اشارہ کیا تو اس نے اگر تین طلاق کی نیت کی ہے تو تین طلاق واقع ہوگی، اور اگر اس نے نیت ہی نہیں کی ہے تو ایک صرف طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ قاعدہ یہ ہے کہ لفظ کاف ذات میں تشبیہ دینے کے لیے آتا ہے تو گویا پہلی صورت میں کہا انت طالق هکذا اور انگلیوں سے اشارہ کیا لہٰذا پھیلی انگلیوں کی تعداد کے مطابق طلاق واقع ہوجائے گی، اس لیے کہ یہ ذات میں تشبیہ دینی ہے اور دوسری صورت میں اس نے یوں کہا انت طالق مثل هذا اور انگلیوں سے اشارہ کیا تو وقوع طلاق نیت پر موقوف ہوگا۔

حضرت امام ابوحنیفہ کا قول ایمانی کایمان جبرئیل کا مطلب

اور کاف تشبیہ فی الذات کے لیے آتا ہے اور مثل تشبیہ فی الصفات کے لیے آتا ہے، اسی بناء پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے کہ ایمانی کایمان جبرئیل یعنی میرا ایمان جبرئیل کے ایمان کی طرح ہے یعنی مومن بہ کے اعتبار سے یعنی جن جن چیزوں پر حضرت جبرئیل کے لیے ایمان لانا ضروری ہے ان ہی تمام چیزوں پر میرا بھی ایمان ہے، امام ابوحنیفہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ نفس ایمان اور ذات ایمان میں میرا ایمان جبرئیل کے ایمان کی طرح ہے امام ابوحنیفہ نے یوں نہیں کہا کہ ایمانی مثل ایمان جبرئیل کہ میرا ایمان صفات میں جبرئیل کے ایمان کی طرح ہے، صفات ایمان میں کسی مقرب فرشتہ کے ایمان کے برابر ایک مومن انسان کا ایمان ہو ہی نہیں سکتا ہے، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

اشارہ میں کن انگلیوں کا اعتبار ہے

سوال یہ ہے کہ اشارہ کرنے میں کن انگلیوں کا اعتبار ہے، ملی ہوئی انگلیوں یا پھیلی ہوئی انگلیوں کا؟ اس سوال کا جواب صاحب یہ دیتے ہیں کہ اشارہ میں پھیلی ہوئی انگلیوں کا اعتبار ہے، نہ کہ ملی ہوئی انگلیوں کا، عام عرف یہی ہے، مگر دیانت کے باب میں اس کا اعتبار ہوگا، لیکن قضاء کے باب میں اعتبار نہ ہوگا، جیسا کہ اگر کوئی شخص ہاتھ کی ہتھیلی سے اشارہ کرکے طلاق دے تو اس میں تعدد دیانۃً تسلیم کی جائے گی، قضاء کے باب میں تعدد قبول نہ ہوگا، اور معتمد قول ہاتھ کی ہتھیلی سے اشارہ کرنے میں تمام انگلیوں کا پھیلانا ہے۔

اور قہستانی نے نقل کیا ہے کہ باب قضاء میں ہتھیلی کے ذریعہ اشارہ کی تصدیق کی جائے گی، یعنی جب ہتھیلی سے اشارہ کرے اور انگلیاں کھلی ہوئی ہوں، اور پھیلی ہوئی ہوں، اور ہتھیلی سے اشارہ کرکے نیت کرے تو قضاء میں تصدیق کی جائے گی اور ایک طلاق واقع ہوگی۔

انگلیوں سے اشارہ کرنا اور ہٰکذا نہ کہنا

اگر کوئی شخص انگلیوں سے اشارہ کرکے طلاق دے اور لفظ ہٰکذا نہ کہے تو اس صورت میں تشبیہ کے مفقود ہونے کی صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر کسی نے اس طرح طلاق دی کہ کہا انت ھٰکذا، تو اس طرح ہے اور انگلیوں سے اشارہ کیا لیکن طالق نہیں کہا تو شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس کا کیا حکم ہے میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے، (لیکن اس مسئلہ میں علامہ شامی خیر الدینؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ صورت مذکورہ میں طلاق واقع نہ ہوگی، اور طلاق کی نیت کرنے کے باوجود بھی کلام لغو ہوگا، اس لیے کہ مذکورہ لفظ سے طلاق سمجھ میں نہیں آتا ہے، اور بغیر لفظ کے بولے نیت وقوعِ طلاق میں موثر نہیں ہے) (شامی: ۴/ ۴۹۷)

اور اگر اس نے طلاق دیتے وقت انگلیوں کی پشت سے اشارہ کیا تو ایسی صورت میں ملی ہوئی انگلیوں کا اعتبار ہوگا، کیوں کہ عرف عام یہی ہے، اور اگر انگلیوں کا اگلا حصہ مخاطب کی جانب ہو، اور اگر ملانے کے بعد انگلیوں کو الگ کیا ہے، تو اس وقت پھیلی ہوئی انگلیوں کا اعتبار ہوگا، اور اگر پھیلی ہوئی انگلیوں کو ملالیا تو اتصال کا اعتبار ہوگا۔

(وَ) يَقَعُ (بِ) قَوْلِهِ (أَنْتِ طَالِقٌ بَائِنٌ أَوْ أَلْبَتَّةَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَقَعُ رَجْعِيًّا لَوْ مَوْطُوءَةً (أَوْ أَفْحَشَ الطَّلَاقِ أَوْ طَلَاقَ الشَّيْطَانِ أَوِ الْبِدْعَةِ، أَوْ أَشَرَّ الطَّلَاقِ، أَوْ كَالْجَبَلِ أَوْ كَأَلْفٍ، أَوْ مِلْءَ الْبَيْتِ، أَوْ تَطْلِيقَةً شَدِيدَةً، أَوْ طَوِيلَةً، أَوْ عَرِيضَةً أَوْ أَسْوَءَهُ، أَوْ أَشَدَّهُ، أَوْ أَخْبَثَهُ) أَوْ أَخْشَنَهُ (أَوْ أَكْبَرَهُ أَوْ أَعْرَضَهُ أَوْ أَطْوَلَهُ، أَوْ أَغْلَظَهُ أَوْ أَعْظَمَهُ وَاحِدَةً بَائِنَةً) فِي الْكُلِّ لِأَنَّهُ وَصَفَ الطَّلَاقَ بِمَا

يَحْتَمِلُهُ (إنْ لَمْ يَنْوِ ثَلَاثًا) فِي الْحُرَّةِ وَثِنْتَيْنِ فِي الْأَمَةِ، فَيَصِحُّ لِمَا مَرَّ، كَمَا لَوْ نَوَى بِطَالِقٍ وَاحِدَةً وَبِنَحْوِ بَائِنٍ أُخْرَى فَيَقَعُ ثِنْتَانِ بَائِنَتَانِ؛ وَلَوْ عَطَفَ وَقَالَ وَبَائِنٌ أَوْ ثُمَّ بَائِنٌ وَلَمْ يَنْوِ شَيْئًا فَرَجْعِيَّةٌ؛ وَلَوْ بِالْفَاءِ فَبَائِنَةٌ ذَخِيرَةٌ. (كَمَا) يَقَعُ الْبَائِنُ (لَوْ قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ طَلْقَةً تَمْلِكِي بِهَا نَفْسَك) لِأَنَّهَا لَا تَمْلِكُ نَفْسَهَا إلَّا بِالْبَائِنِ وَلَوْ قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ عَلَى أَنْ لَا رَجْعَةَ لِي عَلَيْك لَهُ الرَّجْعَةُ؛ وَقِيلَ: لَا جَوْهَرَةٌ. وَرَجَّحَ فِي الْبَحْرِ الثَّانِي، وَخَطَّأَ مَنْ أَفْتَى بِالرَّجْعِيِّ فِي التَّعَالِيقِ، وَقَوْلُ الْمُوثِقِينَ تَكُونُ طَالِقًا طَلْقَةً تَمْلِكُ بِهَا نَفْسَهَا إلَخْ؛ لَكِنْ فِي الْبَزَّازِيَّةِ وَغَيْرِهَا قَالَ لِلْمَدْخُولَةِ: إنْ طَلَّقْتُك وَاحِدَةً فَهِيَ بَائِنَةٌ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ طَلَّقَهَا يَقَعُ رَجْعِيًّا، الْوَصْفُ لَا يَسْبِقُ الْمَوْصُوفَ، وَكَذَا لَوْ قَالَ: إنْ دَخَلْت الدَّارَ فَكَذَا ثُمَّ قَبْلَ دُخُولِهَا الدَّارَ قَالَ جَعَلْته بَائِنًا أَوْ ثَلَاثًا لَا يَصِحُّ لِعَدَمِ وُقُوعِ الطَّلَاقِ عَلَيْهَا انْتَهَى، وَمُفَادُهُ وُقُوعُ الطَّلَاقِ الرَّجْعِيِّ فِي: مَتَى تَزَوَّجْت عَلَيْك فَأَنْتِ طَالِقٌ طَلْقَةً تَمْلِكِينَ بِهَا نَفْسَك، إذْ غَايَتُهُ مُسَاوَاتُهُ لِأَنْتِ بَائِنٌ، وَالْوَصْفُ لَا يَسْبِقُ الْمَوْصُوفَ. كَذَا حَرَّرَهُ الْمُصَنِّفُ هُنَا وَفِي الْكِنَايَاتِ:

کنائی الفاظ سے طلاق دینے کا شرعی حکم

صاحب کتاب علامہ علاء الدین حصکفیؒ نے اس عبارت سے طلاق کنایات کو شروع فرمارہے ہیں چناں چہ صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی منکوحہ کو انت بائن یا انت طالق البتة کے ذریعہ طلاق دی تو ایک طلاق بائن قطعی طور پر واقع ہوجائے گی، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے کنائی الفاظ کے ذریعہ مدخولہ بیوی کو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی۔

لفظ یقع کا فاعل واحدة بائنة ہے جو آگے آرہا ہے۔ (شامی: ۴/ ۴۹۸)

اور اگر شوہر نے بیوی کو درج ذیل الفاظ کنائی سے طلاق دی مثلاً یوں کہا انت طلاق افحش الطلاق، (تو سب سے زیادہ فحش طلاق والی ہے) انت طالق طلاق الشیطان (تجھ کو طلاق شیطان ہے) انت طالق طلاق البدعة (تو طلاق والی ہے طلاق بدعت کے ساتھ) انت اشر الطلاق (تو سب سے بری طلاق والی ہے) انت طالق کالجبل (تو پہاڑ کی مانند طلاق والی ہے) انت طالق کالف (تو طلاق والی ہے ایک ہزار کی طرح) انت طالق ملأ البیت (تو طلاق والی ہے گھر بھر کے) انت طالق تطلقیة شدیدة یا شوہر نے یوں کہا انت طالق تطلیقة عریضة (تو طلاق والی ہے چوڑی طلاق کے ساتھ) یا کہا انت طالق تطلیقة طویلة (تو طلاق والی ہے لمبی طلاق) یا یوں کہا انت طالق اسوأ الطلاق (تو طلاق والی ہے سب سے بری طلاق) یا یوں کہا انت طالق اشد الطلاق (تو طلاق والی ہے سب سے سخت

طلاق) یا یوں کہا انت طالق اخبث الطلاق (تو طلاق والی ہے سب سے خبیث طلاق) یا یوں کہا انت طالق اخشن الطلاق (تو طلاق والی ہے سب سے زیادہ کھردری طلاق) یا یوں کہا انت طالق اکبر الطلاق تو طلاق والی ہے سب سے زیادہ بڑی طلاق) یا یوں کہا انت طالق اعرض الطلاق (تو طلاق والی ہے سب سے چوڑی طلاق) یا یوں کہا انت طالق اطول الطلاق (تو طلاق والی ہے سب سے لمبی طلاق) یا یوں کہا انت طالق اغلظ الطلاق (تو طلاق والی ہے سب سے زیادہ غلیظ طلاق) یا یوں کہا انت طالق اعظم الطلاق (تو طلاق والی ہے سب سے زیادہ عظیم طلاق) ان تمام الفاظ سے طلاق دینے کی وجہ سے صرف ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی، اس لیے کہ مذکورہ الفاظ کے ذریعہ طلاق دینے والے شخص نے طلاق کی ایسی صفت بیان کی ہے جس کی طلاق محتمل ہے۔

الفاظ کنایات میں تین طلاق کی نیت کرنے کا حکم شرعی

مذکورہ بالا الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائنہ اس وقت واقع ہوگی، جب کہ شوہر نے آزاد عورت میں تین طلاق واقع کرنے اور باندی میں دو طلاق واقع کرنے کی نیت نہ کی ہو، اور اس نے مذکورہ الفاظ کنایات سے آزاد عورت کو تین طلاق دینے کی یا باندی کو دو طلاق دینے کی نیت کی ہو تو پھر ایسی صورت میں اس کی نیت کے مطابق طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ اگر کوئی شخص بیوی کو انت طالق بائن کہے اور پھر یوں بیان کرے کہ طالق سے ایک طلاق کی نیت کی ہے اور بائن وغیرہ سے دوسری طلاق کی تو اس صورت میں دو طلاق بائنہ واقع ہوں گی۔

الفاظ کنایات سے کب طلاق رجعی واقع ہوگی اور کب بائن

اور اگر عطف کیا اور اس طرح سے کہہ کر طلاق دی انت طالق وبائن یا اس طرح کہا انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن بول کر کچھ بھی نیت نہیں کی تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اور اگر لفظ فاء کے ساتھ عطف کیا اور یوں کہا انت طالق فبائن اور کچھ بھی نیت نہیں کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی، جیسا کہ ذخیرہ نامی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

اسی طرح اگر شوہر نے اپنی منکوحہ سے یوں کہا انت طالق طلقة تملكي بها نفسك تو طلاق والی ہے (ایسی طلاق کہ جس سے تم اپنے نفس کا مالک ہوگی،) تو اس سے بھی طلاق بائن واقع ہوگی، اس لیے کہ عورت اپنے نفس کا مالک طلاق بائن سے ہی ہوسکتی ہے اور اگر شوہر نے یوں کہا انت طالق علي ان لا رجعة لي عليك (تو اس شرط کے ساتھ طلاق والی ہے کہ مجھ کو تجھ پر حق رجعت حاصل نہیں ہے) تو شوہر کو حق رجعت حاصل ہوگا، اور بعض علماء کا یہ قول ہے کہ حق رجعت حاصل نہیں ہوگا، اس لیے کہ طلاق بائن واقع ہوگئی (جیسا کہ الجوہرۃ النیرہ نامی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہے) صاحب البحر الرائق نے اسی دوسرے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

نیز صاحب البحر الرائق نے لکھا ہے جن حضرات نے تعلیقات کی طلاق کو رجعی ہونے کا فتوی دیا ہے وہ غلطی پر ہیں، اسی طرح موثقین کے قول میں جو وثیقہ عقد کے ذکر اور دوسری شرطوں کے بعد لکھتے ہیں کہ تو ایسی طلاق کی مالک ہوگئی تو اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس کی طلاق بھی بائن ہوگی نہ کہ رجعی۔

طلاق رجعی کے وقوع کی صورت

لیکن فتاوی بزازیہ وغیرہ میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی مدخولہ بیوی سے کہاان طلقتك واحدة فهي بائنة او ثلاث (اگر میں تجھ کو ایک طلاق دے دوں تو ایک طلاق بائن ہے یا تین طلاق ہے) پھر اس کے بعد شوہر نے اس کو طلاق دیدی تو اس صورت میں طلاق رجعی واقع ہوگی، اس لیے کہ صفت موصوف پر مقدم نہیں ہوتی ہے (اصل طلاق تو معلق ہے ابھی تک واقع نہیں ہوئی ہے پھر واقع ہونے سے پہلے اس کو بائن قرار دینا کیسے صحیح ہوگا)

اسی طرح اگر شوہر نے یوں کہاانت طالق ان دخلت الدار (تو طلاق والی ہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی) ابھی عورت گھر میں داخل نہیں ہوئی، کہ اس سے پہلے شوہر نے اس کو طلاق بائن یا تین طلاق قرار دیدیا تو یہ درست نہ ہوگا، اور عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اور واقع ہونے سے پہلے بائن یا تین طلاق قرار دینا کس طرح درست ہوگا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر شوہر نے یوں کہامتي تزوجت عليك فانت طالق طلقة تملكي نفسك (جب تیری موجودگی میں دوسرا نکاح کروں تو تجھ کو ایسی طلاق ہے جس سے تو اپنے آپ کا مالک ہوجائے) تو اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی، اس لیے کہ مذکورہ جملہ درحقیقت انت بائن کے مساوی ہے اور اس سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اس وجہ سے کہ صفت موصوف سے پہلے نہیں آتی ہے جیسا کہ مصنفؒ نے اس مسئلہ کو یہاں اور کنایات میں لکھا ہے۔

(بِخِلَافِ) أَنْتِ طَالِقٌ (أَكْثَرِهِ) أَيْ الطَّلَاقِ (بِالثَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقٍ فَإِنَّهُ يَقَعُ بِهِ الثَّلَاثُ، وَلَا يَدِينُ فِي) إرَادَةِ (الْوَاحِدَةِ) كَمَا لَوْ قَالَ أَكْثَرَ الطَّلَاقِ أَوْ أَنْتِ طَالِقٌ مِرَارًا أَوْ أُلُوفًا أَوْ لَا قَلِيلَ وَلَا كَثِيرَ فَثَلَاثٌ هُوَ الْمُخْتَارُ كَمَا فِي الْجَوْهَرَةِ.وَلَوْ قَالَ: أَقَلَّ الطَّلَاقِ فَوَاحِدَةٌ، وَلَوْ قَالَ عَامَّةَ الطَّلَاقِ أَوْ أَجَلَّهُ أَوْ لَوْنَيْنِ مِنْهُ أَوْ أَكْثَرَ الثَّلَاثِ أَوْ كَبِيرَ الطَّلَاقِ فَثِنْتَانِ، وَكَذَا لَا كَثِيرَ وَلَا قَلِيلَ عَلَى الْأَشْبَهِ مُضْمَرَاتٌ. وَفِي الْقُنْيَةِ: طَلَّقْتُك آخِرَ الثَّلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ فَثَلَاثٌ وَطَالِقٌ آخِرَ، ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ فَوَاحِدَةٌ. وَالْفَرْقُ دَقِيقٌ حَسَنٌ. [فُرُوعٌ] يَقَعُ بِأَنْتِ طَالِقٌ كُلَّ التَّطْلِيقَةِ وَاحِدَةٌ، وَكُلَّ تَطْلِيقَةٍ ثَلَاثٌ، وَعَدَدَ التُّرَابِ وَاحِدَةٌ، وَعَدَدَ الرَّمْلِ ثَلَاثٌ، وَعَدَدَ شَعْرِ إبْلِيسَ أَوْ عَدَدَ شَعْرِ بَطْنِ كَفِّي وَاحِدَةٌ، وَعَدَدَ شَعْرِ ظَهْرِ كَفِّي أَوْ سَاقِي أَوْ سَاقِك أَوْ فَرْجِك أَوْ عَدَدَ مَا فِي هَذَا الْحَوْضِ

مِنَ السَّمَكِ وَقَعَ بِعَدَدِهِ إِنْ وُجِدَ وَإِلَّا لَا.لَسْتَ لَكَ بِزَوْجٍ أَوْ لَسْتُ لِي بِامْرَأَةٍ. أَوْ قَالَتْ لَهُ لَسْتَ لِي بِزَوْجٍ فَقَالَ صَدَقْتِ طَلَاقٌ إِنْ نَوَاهُ خِلَافًا لَهُمَا. وَلَوْ أَكَّدَ بِالْقَسَمِ أَوْ سُئِلَ أَلَكَ امْرَأَةٌ؟ فَقَالَ لَا لَاتَطْلُقُ اتِّفَاقًا، وَإِنْ نَوَى لِأَنَّ الْيَمِينَ وَالسُّؤَالَ قَرِينَتَا إِرَادَةِ النَّفْيِ فِيهِمَا. وَفِي الْخُلَاصَةِ: قِيلَ لَهُ: أَلَسْتَ طَلَّقْتَهَا؟ تَطْلُقُ بِبَلَى لَا بِنَعَمْ. وَفِي الْفَتْحِ: يَنْبَغِي عَدَمُ الْفَرْقِ لِلْعُرْفِ. وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ قَالَتْ لَهُ: أَنَا امْرَأَتُكَ، فَقَالَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ كَانَ إِقْرَارًا بِالنِّكَاحِ، وَتَطْلُقُ لِاقْتِضَاءِ الطَّلَاقِ النِّكَاحَ وَضْعًا.عَلِمَ أَنَّهُ حَلَفَ وَلَمْ يَدْرِ بِطَلَاقٍ أَوْ غَيْرِهِ لَغَا كَمَا لَوْ شَكَّ أَطَلَّقَ أَمْ لَا. وَلَوْ شَكَّ أَطَلَّقَ وَاحِدَةً أَوْ أَكْثَرَ بَنَى عَلَى الْأَقَلِّ. وَفِي الْجَوْهَرَةِ طَلَّقَ الْمَنْكُوحَةَ فَاسِدًا ثَلَاثًا لَهُ تَزَوُّجُهَا بِلَا مُحَلِّلٍ وَلَمْ يَحْكِ خِلَافًا

محرف لفظ سے وقوعِ طلاق کا حکم

اس کے برخلاف اگر شوہر نے یوں کہاانت طالق اکثرہ الی الطلاق تا مشاۃ کے ساتھ تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی چناں چہ اگر شوہر یوں کہے کہ میں نے تو صرف ایک طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا، تو اس کی یہ بات دیانۃً نہیں مانی جائے گی، (لفظ اکثر کا محرف اکتر ہے) جس طرح اگر شوہر نے یوں کہاانت طالق اکثر الطلاق یا یوں کہاانت طالق مراراً یاانت طالق الوفاً یاانت طالق لا قلیل ولا کثیر تو مذکورہ تمام الفاظ سے قولِ مختار کے مطابق تین طلاقیں واقع ہوں گی، جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں مذکور ہے، مذکورہ الفاظ طلاق استعمال کرنے کے بعد شوہر یوں کہے کہ میں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی، تو اس کی یہ نیت نہیں مانی جائے گی، اس لیے کہ سارے الفاظ کثرت پر دلالت کرتے ہیں، اور طلاق میں کثرت تین ہیں، اس لیے تین طلاق واقع ہوں گی، اور اگر یوں کہاانت طالق اقل الطلاق تو اس سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر اس طرح کہاانت طالق اکثر الطلاق یا کہاانت طالق کبیر الطلاق تو مذکورہ تمام صورتوں میں دو طلاق واقع ہوں گی، اسی طرح اگر اس طرح کہاانت طالق لا کثیر ولاقلیل تو اس صورت میں دو ہی طلاق واقع ہوں گی، جیسا کہ مضمرات نامی کتاب میں ہے۔

قنیہ نامی کتاب میں ہے اگر شوہر نے یوں کہاطلقتك آخر الثلاث تطلیقات تو اس صورت میں صرف تین طلاق واقع ہوں گی، اور اگر یوں کہاانت طالق آخر ثلاث تطلیقات تو اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی، اور ان دونوں صورتوں میں باریک فرق ہے (اور وہ باریک فرق یہ ہے کہ پہلی صورت آخرالثلاث میں لفظ آخر مضاف ہے معرف باللام کی طرف جس میں الف لام عہد کا ہے تو ثلاث کا معہود ہونا وقوعِ طلاق کے بغیر متصور نہیں ہے لہٰذا تین طلاق واقع ہوں گی،

اس کے برخلاف دوسری صورت میں اس میں لفظ آخر مضاف ہے اسم نکرہ کی طرف اس میں عہد کی کوئی علامت موجود نہیں ہے اور کہنے والے نے پچھلی تین طلاقیں واقع کی ہیں، اور پچھلی صرف ایک پر صادق آتی ہے، اس لیے صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ (شامی: ۴/۵۰۵)

فروع یعنی اضافہ شدہ مسائل

اگر کسی نے بیوی سے یوں کہا انت طالق کل التطليقة تو اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر بغیر الف لام کے یوں کہا انت طالق کل تطليقة تو اس صورت میں تین طلاقیں واقع ہوں گی (اس لیے کہ لفظ کل جب معرفہ کی طرف مضاف ہوتا ہے تو عموم اجزاء کا تقاضا کرتا ہے، اور اجزاء طلاق ایک سے زیادہ نہیں ہوتا ہے اور کل کا لفظ جب نکرہ کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس سے عموم افراد کا فائدہ دیتا ہے اسی وجہ سے یہ قول درست نہیں ہے کل الرمان ماکول (کہ انار تمام اجزاء سمیت کھائے جاتے ہیں اس لیے کہ اس کا چھلکا نہیں کھایا جاتا ہے اور اس کے برخلاف کل رمان ماکول کہنا صحیح ہے کیوں کہ انار کے تمام افراد کھائے جاتے ہیں، اسی وجہ سے کل التطليقة کی صورت میں جمیع اجزاء طلاق مراد ہوں گے اور ایک طلاق واقع ہوگی، اور کل تطليقة میں طلاق کے تمام افراد ہوں گے، اور طلاق کے کل افراد تین ہیں اس لیے تین طلاق واقع ہوں گی۔ (شامی: ۴/۵۰۶)

طلاق بائن کے وقوع کے الفاظ

اگر کسی نے یوں کہا انت طالق عدد التراب (تجھ کو مٹی کے اعداد کے مطابق طلاق) تو اس سے صرف ایک طلاق بائن واقع ہوگی، البتہ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک طلاق رجعی ہوگی، شوافع میں سے امام الحرمین نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہاں تراب سے مراد وہ چیز ہے جو قلیل و کثیر دونوں پر صادق آتی ہے اس کو اسم جنس افرادی کہا جاتا ہے تو جب طلاق کی نسبت جنس افرادی کی طرف کی جائے تو اس سے ادنی جنس مراد ہوگی، اور ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔

اور اگر یوں کہا انت طالق عدد الرمل (تجھ کو ریت برابر طلاق ہے) تو اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی، اور کہا انت طالق عدد شعر ابليس (تجھ کو شیطان کے بال کے برابر طلاق ہے) یا کہا انت طالق شعر بطن كفى (تجھ کو طلاق ہے ہتھیلی کے پیٹ کے بالوں کے برابر) تو ان دونوں صورتوں میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی، (اس لیے کہ شیطان کے بال معلوم نہیں اور اندرون ہتھیلی بال نہیں ہوتے ہیں لہٰذا یہ دونوں قید لغو ہوگی، اور صرف انت طالق باقی رہ جائے گی، اور اس سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس لیے ایک ہی طلاق واقع ہوگی)

اور اگر شوہر نے یوں کہا انت طالق عدد شعر ظهر كفى (تجھ کو طلاق ہے میری ہتھیلی کے پشت کے بال کی تعداد

کے مطابق) یا یوں کہاانت طالق عدد شعر ناقل یا یوں کہاانت طالق عدد شعر فرجك (تجھ کوطلاق ہے تیری شرم گاہ کے بال کی تعداد کے مطابق) یا یوں کہاانت طالق عدد ما في الحوض من السمك (تجھ کوطلاق ہے اس حوض کی مچھلی کی تعداد کے مطابق) تو اس صورت میں بالوں اور مچھلیوں کی تعداد کے برابر طلاق واقع ہوگی، بشرطیکہ بال اور مچھلیاں موجود ہوں، اور اگر بال اور مچھلیاں موجود نہ ہوں، تو طلاق ہی واقع نہ ہوگی، کیوں کہ وقوع طلاق بال اور مچھلیاں کے پائے جانے پر موقوف تھی، اور جب شرط نہیں پائی گئی تو طلاق بھی واقع نہیں ہوگی، اور کلام لغو ہوگا۔

بعض وہ جملے جن سے وقوع طلاق کا حکم کیا جاتا ہے

اگر کسی شوہر نے اپنی منکوحہ سے یوں کہا کہ لست لك بزوج (میں تیرا شوہر نہیں ہوں) یا یوں کہالست لی بامرأة (تو میری بیوی نہیں ہے) یا بیوی نے شوہر سے یوں کہالست لی بزوج (تو میرا شوہر نہیں ہے) اس کے جواب میں شوہر نے یوں کہہ دیا کہ تم نے سچ کہا تو اس صورت میں اگر طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر شوہر طلاق کی نیت نہیں کرے گا تو پھر طلاق واقع نہیں ہوگی، اس کے برخلاف حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ نیت کرنے کے باوجود بھی ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح اگر قسم کے ساتھ موکد کر دیا اور یوں کہا واللہ تو میری بیوی نہیں ہے یا شوہر سے کسی نے معلوم کیا کہ کیا تیری بیوی ہے؟ اس نے جواب میں کہا نہیں، تو اس سے بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوتی، اگر چہ شوہر نے طلاق کی نیت کیوں نہ کی ہو، اس لیے کہ قسم اور سوال دونوں نفی کے ارادے کے قرینے ہیں۔

اثبات ونفی سے وقوع طلاق کا حکم

خلاصہ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ کسی نے شوہر سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی؟ تو اگر شوہر نے اس کے جواب میں بلیٰ (کیوں نہیں) کہا تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر نعم کے ذریعہ جواب دیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ لفظ بلیٰ کا وضع منفی کو ثابت کرنے کے لیے ہوا ہے، اور لفظ نعم کا وضع ماقبل کے اثبات کے لیے ہوا ہے اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ یہاں لفظ بلیٰ اور لفظ نعم کے ذریعہ جواب دینے میں عرف عام کی وجہ سے فرق نہ کرنا چاہئے اس لیے کہ عوام الناس اس کے درمیان فرق نہیں کرتے ہیں اگر لغوی اعتبار سے فرق موجود ہے، لیکن چوں کہ وقوع طلاق کا مدار عرف پر ہے اس لیے دونوں ہی لفظوں سے جواب دینے میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ عورت نے شوہر سے یوں کہا کہ میں تیری بیوی ہوں، شوہر اس کے جواب میں کہاانت طالق تو تجھ کو طلاق ہے تو یہ طلاق دینا درحقیقت نکاح کا اقرار ہوگا اور عورت مطلقہ ہو جائے گی، اس لیے کہ وضع کے اعتبار سے طلاق چاہتا ہے پہلے نکاح کو، اس لیے گویا اس نے اس کو اپنی بیوی تسلیم کر لیا اس کے بعد طلاق دی ہے لہٰذا طلاق واقع ہو جائے گی۔

شک کی وجہ سے وقوع طلاق کا حکم شرعی

شوہر کو معلوم ہے کہ اس نے قسم کھائی ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ طلاق کی قسم کھائی ہے یا غیر طلاق کی، تو اس طرح کی قسم شرعی اعتبار سے لغو قرار پائے گی، اور اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی، جس طرح کہ اگر کسی شوہر کو یہ شک ہو جائے کہ اس نے طلاق دی ہے یا نہیں دی ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، اور اگر طلاق دینے والے کو یہ شک ہو جائے کہ اس نے ایک طلاق دی ہے یا ایک سے زیادہ، تو اس صورت میں کمتر طلاق کو برقرار رکھا جائے گا، جیسے کہ اگر ایک اور دو میں شک ہو تو ایک طلاق باقی رہے گی، اور اگر دو اور تین میں شک ہو تو دو طلاق متعین رہے گی۔

نکاح فاسد کی صورت میں بیوی کو طلاق

الجوہرۃ النیرۃ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنی اس منکوحہ کو طلاق دی ہے جس سے فاسد کے طور پر نکاح کیا تھا، تو اس مرد کے لیے جائز ہے اس عورت سے بغیر کسی محلل کے نکاح کرے، اور صاحب الجوہرۃ النیرۃ نے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف بھی نقل نہیں کیا ہے۔ (مثلاً کسی نے بغیر گواہوں کی موجودگی میں نکاح کیا، تو یہ نکاح فاسد ہوا اب اس نے اس کو طلاق دی ہے پھر اس کے بعد اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو حلالہ کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ حلالہ کی ضرورت تو وہاں پیش آتی ہے جہاں نکاح صحیح ہوا ہو، اور یہاں نکاح ہی صحیح نہیں ہوا ہے اس لیے حلالہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

بَابُ طَلَاقِ غَيْرِ الْمَدْخُولِ بِهَا

(قَالَ لِزَوْجَتِهِ غَيْرِ الْمَدْخُولِ بِهَا أَنْتِ طَالِقٌ) يَا زَانِيَةُ (ثَلَاثًا) فَلَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ لِوُقُوعِ الثَّلَاثِ عَلَيْهَا وَهِيَ زَوْجَتُهُ ثُمَّ بَانَتْ بَعْدَهُ وَكَذَا أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا يَا زَانِيَةُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى تَعَلَّقَ الِاسْتِثْنَاءُ بِالْوَصْفِ بِزَانِيَةٍ (وَقَعْنَ) لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّهُ مَتَى ذَكَرَ الْعَدَدَ كَانَ الْوُقُوعُ بِهِ، وَمَا قِيلَ مِنْ أَنَّهُ لَا يَقَعُ لِنُزُولِ الْآيَةِ فِي الْمَوْطُوءَةِ بَاطِلٌ مَحْضٌ مَنْشَؤُهُ الْغَفْلَةُ عَمَّا تَقَرَّرَ أَنَّ الْعِبْرَةَ لِعُمُومِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوصِ السَّبَبِ وَحَمَلَهُ فِي غُرَرِ الْأَذْكَارِ عَلَى كَوْنِهَا مُتَفَرِّقَةً فَلَا يَقَعُ إِلَّا الْأُولَى فَقَطْ. (وَإِنْ فَرَّقَ) بِوَصْفٍ أَوْ خَبَرٍ أَوْ جُمَلٍ بِعَطْفٍ أَوْ غَيْرِهِ (بَانَتْ بِالْأُولَى) لَا إِلَى عِدَّةٍ (وَ) لِذَا (لَمْ تَقَعْ الثَّانِيَةُ) بِخِلَافِ الْمَوْطُوءَةِ حَيْثُ يَقَعُ الْكُلُّ وَعَمَّ التَّفْرِيقُ، قَوْلُهُ (وَكَذَا أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا مُتَفَرِّقَاتٍ) أَوْ ثِنْتَيْنِ مَعَ طَلَاقِ إِيَّاكِ (فَ) طَلَّقَهَا وَاحِدَةً وَقَعَ (وَاحِدَةٌ) كَمَا لَوْ قَالَ نِصْفًا وَوَاحِدَةً عَلَى الصَّحِيحِ جَوْهَرَةٌ وَلَوْ قَالَ: وَاحِدَةً وَنِصْفًا فَثِنْتَانِ اتِّفَاقًا لِأَنَّهُ جُمْلَةٌ وَاحِدَةٌ وَلَوْ قَالَ: وَاحِدَةً

وَعِشْرِينَ أَوْ وَثَلَاثِينَ فَثَلَاثٌ لِمَا مَرَّ.

غیر مدخولہ بیوی کو طلاق دینے کے متعلق احکام ومسائل

غیر مدخول بہا کو طلاق دینے کے بعد حد ولعان کا حکم

شوہر نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے یوں کہا انت طالق ثلاثا یا زانیة، (تجھ کو تین طلاق ہے اے زانیہ) تو اس صورت میں شوہر پر نہ تو حد قذف ہے اور نہ ہی لعان اس لیے کہ اس پر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں جبکہ وہ اس کی بیوی تھی، پھر اس طلاق کے بعد وہ عورت بائنہ ہوئی، اور زوجیت سے خارج ہوگئی، لہٰذا لعان بھی واجب نہیں ہوگی اور حد قذف اس لیے واجب نہیں ہوگی، کہ شوہر کا قذف موجب حد نہیں ہے۔

اور اگر کسی نے یوں کہا انت طالق ثلاثاً یازانیة ان شاء الله تجھ کو تین طلاق ہے اے زانیہ اگر اللہ نے چاہا تو اس صورت میں مشیت خداوندی وصف سے متعلق ہوئی یعنی مشیت خداوندی طلاق سے متعلق ہوگی، اور فی الحال طلاق واقع نہیں ہوگی، البتہ اس صورت میں لعان ثابت ہو جائے گا، جیسا کہ فتاوی بزازیہ میں ہے۔

غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق دینا

لفظ وقعن یہ شرط مقدر کا جواب ہے اور اصل میں یہ ہے کہ اگر شوہر نے بیوی سے جو غیر مدخولہ ہے یوں کہا انت طالق ثلاثا تجھ کو تین طلاق ہے تو اس صورت میں اس پر تینوں طلاق واقع ہو جائے گی،، کیوں کہ ضابطہ یہ ہے کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہو، تو اس عدد کے مطابق طلاق واقع ہوگی، (لیکن علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص غیر مدخولہ کو تین طلاق دے تو حضرت امام حسن بصری، عطاء اور جابر بن زید وغیرہ کے نزدیک صرف ایک بائن طلاق واقع ہوگی، اور لفظ ثلاثاً سے بے محل ہونے کی وجہ سے لغو قرار پائے گا، اور عدد کا ذکر موثر نہ ہوگا، اور شوہر کے لیے حلالہ کے بغیر دوبارہ اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہوگا، اور قرآن کریم کی آیت فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ مدخولہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (شامی: ۴/۵۱۱)

غیر مدخولہ پر تین طلاق واقع نہ کرنے والوں پر تردید

اور بعض علماء کرام نے جو یہ بات کہی ہے کہ اگر کوئی شخص غیر مدخولہ کو انت طالق ثلاثا کہا تو اس سے تین طلاقیں واقع نہیں ہوتی ہیں، اور غیر مدخولہ میں محلل شرط نہیں ہے، اس لیے کہ قرآن کریم کی آیت: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ مدخولہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، تو یہ قول باطل محض ہے لائق تاویل بھی نہیں ہے، اور اس کا سبب

درحقیقت اس اصول شرعیہ سے غفلت کا نتیجہ ہے جو اس بارے میں طے کیا جاچکا ہے کہ استدلال اور حدیث میں عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے خصوص سبب کا اعتبار نہیں ہوتا ہے چناں چہ آیت کریمہ مذکورہ اگرچہ مدخولہ کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن چوں کہ آیت کریمہ کے الفاظ عام ہیں جو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں کو شامل ہے، اس لیے غیر مدخولہ کو تین طلاق دینے کی صورت میں بغیر حلالہ شرعیہ کے شوہر اول کے لیے وہ حلال نہ ہوگی، اور حضرت حسن بصری و دیگر علما نے جو یہ کہا ہے کہ غیر مدخولہ کو تین طلاق دینے سے ایک ہی طلاق بائن پڑتی ہے ان حضرات کے قول کو غریر الافکار میں اس پر محمول کیا ہے کہ غیر مدخولہ کو تین طلاق متفرق طور پر تین بار دیا جائے تو اس صورت میں صرف ایک پہلی طلاق واقع ہوگی، اور اگر اکٹھے طور پر غیر مدخولہ کو تین طلاق دے گا تو تینوں طلاق واقع ہوجائے گی اور محلل کے بغیر زوجہ شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی، اگر یہ وضاحت درست ہے تو حضرت امام حسن بصری اور جمہور کے درمیان کوئی اختلاف باقی نہیں رہ جاتا ہے لیکن مذکورہ تشریح ظاہر کتب کے خلاف ہے واللہ اعلم۔

غیر مدخولہ کو الگ الگ تین طلاقیں دینے کا شرعی حکم

اور اگر شوہر نے اپنی غیر مدخولہ کو تین طلاق وصف ذکر کرکے الگ الگ اس طرح دیا انت طالق واحدة وواحدة وواحدة یا خبر ذکر کرکے الگ الگ اس طرح کہا انت طالق، انت طالق انت طالق یا عطف کے ساتھ اس طرح کہے، انت طالق وانت طالق وانت طالق یا بغیر عطف کے یوں ذکر کرے تو مذکورہ تمام صورتوں میں پہلے لفظ ہی سے غیر مدخولہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی، (یعنی زبان سے جوں ہی کلمہ طلاق نکلے گا فوراً ایک طلاق واقع ہوجائے گی، دوسرے کلام سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے، حضرت امام ابو یوسف کا یہی مسلک ہے، اور حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ جب دوسرا کلمہ بول کر فارغ ہوگا تب طلاق ہوگی، اس لیے کہ اس بات کا امکان ہے کہ اپنے کلام کے ساتھ کوئی شرط یا استثناء شامل کرے، امام سرخسی نے قول کو راجح قرار دیا ہے، اور اس کا ثمرہ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا، کہ ایک شخص نے غیر مدخولہ کو طلاق دی ابھی دوسری طلاق سے فارغ نہیں ہوا تھا، اس کا انتقال ہوگیا تو اس صورت میں حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن حضرت امام محمد کے نزدیک واقع نہ ہوگی) (شامی: ۴/ ۵۱۲)

جب غیر مدخولہ پر ایک طلاق واقع ہوئی تو ایسی طلاق واقع ہوگی جس میں عدت واجب نہ ہوگی اور بقیہ طلاقیں محل طلاق کے عدم وجود کی وجہ سے واقع نہ ہوں گی، البتہ اگر بیوی مدخولہ ہے تو تینوں طلاقیں واقع ہوں گی، اور مصنفؒ کی یہ تفریق اس تفریق میں شامل ہے کہ اگر شوہر نے یوں کہا انت طالق ثلاثا متفرقات او اثنین مع طلاقی ایاك، پھر اس کے بعد عورت کو ایک طلاق واقع کردی تو اس صورت میں بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اس میں ایک طلاق کے وقوع کے بعد کوئی اور طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ مع کا لفظ شرط کے معنی میں ہے، اور قاعدہ ہے کہ شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر، پس جب ایک طلاق واقع ہوگئی، اور مشروط کے واسطے محل باقی نہیں رہا کیوں کہ وہ ایک سے بائنہ ہوچکی ہے، پس ما بقیہ طلاق واقع نہ ہوگی، جیسا

کہ اگر کوئی شخص یوں کہے انت طالق نصفاً وواحدۃ تو اس صورت میں صحیح قول کے مطابق ایک ہی طلاق واقع ہوگی جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے۔

لیکن اگر یوں کہا انت طالق واحدۃ ونصفا تو اس صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی، اس لیے کہ یہ جملہ استعمال کے عین مطابق ہے، اور اگر یوں کہا انت طالق واحدۃ وعشرین او ثلاثین تو اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی، اس لیے کہ یہ ایک مستقل جملہ ہے، جیسا کہ اس سے قبل گزر چکا ہے۔

(وَالطَّلَاقُ يَقَعُ بِعَدَدٍ قُرِنَ بِهِ لَا بِهِ) نَفْسِهِ عَنْ ذِكْرِ الْعَدَدِ، وَعِنْدَ عَدَمِهِ الْوُقُوعُ بِالصِّيغَةِ. (فَلَوْ مَاتَتْ) يَعُمُّ الْمَوْطُوءَةَ وَغَيْرَهَا (بَعْدَ الْإِيقَاعِ قَبْلَ) تَمَامِ (الْعَدَدِ لَغَا) لِمَا تَقَرَّرَ. (وَلَوْ مَاتَ) الزَّوْجُ أَوْ أَخَذَ أَحَدٌ فَمَهُ قَبْلَ ذِكْرِ الْعَدَدِ (وَقَعَ وَاحِدَةٌ) عَمَلًا بِالصِّيغَةِ لِأَنَّ الْوُقُوعَ بِلَفْظِهِ لَا بِقَصْدِهِ. (وَلَوْ قَالَ) لِغَيْرِ الْمَوْطُوءَةِ (أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً وَوَاحِدَةً) بِالْعَطْفِ (أَوْ قَبْلَ وَاحِدَةٍ أَوْ بَعْدَهَا وَاحِدَةٌ يَقَعُ وَاحِدَةٌ) بَائِنَةٌ، وَلَا تَلْحَقُهَا الثَّانِيَةُ لِعَدَمِ الْعِدَّةِ. (وَفِي) أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً (بَعْدَ وَاحِدَةٍ أَوْ قَبْلَهَا وَاحِدَةٌ أَوْ مَعَ وَاحِدَةٍ أَوْ مَعَهَا وَاحِدَةٌ ثِنْتَانِ) ، الْأَصْلُ أَنَّهُ مَتَى أَوْقَعَ بِالْأَوَّلِ لَغَا الثَّانِي، أَوْ بِالثَّانِي اقْتَرَنَا، لِأَنَّ الْإِيقَاعَ فِي الْمَاضِي إِيقَاعٌ فِي الْحَالِ. (وَ) يَقَعُ (بِأَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً وَوَاحِدَةً إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ ثِنْتَانِ لَوْ دَخَلَتْ) لِتَعَلُّقِهِمَا بِالشَّرْطِ دَفْعَةً. (وَ) تَقَعُ (وَاحِدَةٌ إِنْ قَدَّمَ الشَّرْطَ) لِأَنَّ الْمُعَلَّقَ كَالْمُنَجَّزِ (وَ) يَقَعُ (فِي الْمَوْطُوءَةِ ثِنْتَانِ) فِي كُلِّهَا لِوُجُودِ الْعِدَّةِ؛ وَمِنْ مَسَائِلِ قَبْلُ وَبَعْدُ مَا قِيلَ: مَا يَقُولُ الْفَقِيهُ أَيَّدَهُ اللَّهُ ... وَلَا زَالَ عِنْدَهُ الْإِحْسَانُ فِي فَتًى عَلَّقَ الطَّلَاقَ بِشَهْرٍ ... قَبْلَ مَا بَعْدَ قَبْلِهِ رَمَضَانُ وَيُنْشَدُ عَلَى ثَمَانِيَةِ أَوْجُهٍ، فَيَقَعُ بِمَحْضِ قَبْلُ فِي ذِي الْحِجَّةِ، وَبِمَحْضِ بَعْدُ فِي جُمَادَى الْآخِرَةِ وَبِقَبْلٍ أَوَّلًا أَوْ وَسَطًا أَوْ آخِرًا فِي شَوَّالٍ، وَبِبَعْدُ كَذَلِكَ فِي شَعْبَانَ لِإِلْغَاءِ الطَّرَفَيْنِ فَيَبْقَى قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ رَمَضَانُ.

طلاق میں عدد کا اعتبار

طلاق میں جب عدد کا ذکر کیا جائے تو اس صورت میں طلاق اس عدد سے واقع ہوتی ہے جو طلاق سے متصل ہو، خود لفظ طلاق سے واقع نہیں ہوتی ہے، اور اگر طلاق میں عدد کا ذکر نہ ہو تو اس صورت میں طلاق میں صیغۂ طلاق سے واقع ہوتی ہے اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ جب طلاق کا تعلق عدد سے ہوا اور یوں کہا جائے انت طالق واحدۃ او اثنین او ثلاثاً تو وقوع طلاق کا تعلق عدد سے ہوگا لفظ طلاق سے نہ ہوگا، اور اگر عدد کا ذکر ہی نہیں ہے تو اس صورت میں وقوع طلاق کا تعلق طلاق سے ہوگا۔

ایقاع طلاق کے بعد اور ذکر عدد سے قبل بیوی مرجائے تو کیا حکم

اگر عورت ایقاع طلاق کے بعد اور عدد کے ذکر کرنے سے قبل مرجائے مثلاً شوہر نے بیوی سے یوں کہا انت طالق واحدۃ تو انت طالق کے تلفظ کے بعد اور واحدۃ سے قبل بیوی کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں کلام لغو ہوگا، اور طلاق واقع نہیں ہوگی، خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، جیسا کہ ابھی ابھی گزرا کہ وقوع طلاق کا تعلق عدد سے ہوتا ہے نہ کہ صیغہ سے جس وقت شوہر نے عدد کا ذکر کیا اس وقت بیوی موت کی وجہ سے محل طلاق نہیں تھی، اس لیے طلاق واقع نہیں ہوگی،

اور گر عدد کے ذکر کرنے سے قبل شوہر کا انتقال ہو گیا یا کسی نے اس کا منہ پکڑ لیا تو لفظ طلاق پر عمل کرتے ہوئے ایک طلاق واقع ہوجائے گی، اس لیے کہ عدم ذکر کے وقت وقوع طلاق کا تعلق ذکر سے ہوتا ہے، اور صرف قصد وارادہ سے عدد کا ثبوت نہیں ہوتا ہے جب تک کہ اس کو زبان سے بولا نہ جائے۔

غیر موطوءہ بیوی پر طلاق کا حکم

اگر شوہر اپنی غیر موطوءۃ بیوی سے یوں کہے، انت طالق واحدۃ وواحدۃ (تو ایک طلاق والی ہے اور ایک طلاق والی) عطف کے ساتھ یا یوں کہے انت طالق واحدۃ قبل واحدۃ (تجھ کو ایک طلاق ہے اس سے پہلے ایک طلاق) یا یوں کہے انت طالق واحدۃ بعدھا واحدۃ (تجھ کو ایک طلاق ہے اس کے بعد ایک طلاق) تو مذکورہ تمام صورتوں میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اور دوسری طلاق لاحق نہیں ہوگی، اس لیے کہ غیر موطوءۃ کی شریعت نے عدت نہیں کی ہے۔

اور اگر شوہر نے غیر موطوءۃ سے یوں کہا انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ (تجھ کو ایک طلاق ہے ایک کے بعد) یا کہا انت طالق واحدۃ قبل واحدۃ (تجھ کو ایک طلاق ہے اس سے قبل ایک طلاق) یا کہا انت طالق واحدۃ مع واحدۃ (تجھ کو ایک طلاق ہے ایک کے ساتھ) یا کہا انت طالق واحدۃ معھا واحدۃ (تجھ کو ایک طلاق ہے اس کے ساتھ ایک) تو مذکورہ تمام صورتوں میں بیوی پر دو طلاق واقع ہوں گی۔

قاعدہ کلیہ

یہاں باب طلاق میں قاعدہ کلیہ اور مسلمہ اصول یہ ہے کہ جب پہلے ہی لفظ طلاق سے طلاق واقع ہو چکی تو دوسرا لفظ طلاق لغو قرار پائے گا، اور صورت ثانیہ میں جب دو طلاقیں واقع ہوئی ہیں، اول وثانی دونوں لفظ ل جائیں گے اس لیے کہ زمانہ گزشتہ میں طلاق واقع قرار دینا در حقیقت زمانہ موجودہ میں طلاق قرار دینے کے مترادف ہے یعنی جب زمانہ ماضی میں طلاق واقع کرنا ممکن نہیں ہے تو پھر اس لفظ سے فی الحال طلاق واقع ہوجائے گی، تو گویا دونوں الفاظ یکبارگی استعمال ہوتے ہیں، اس لیے

مذکورہ صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی۔

اور اگر شوہر نے یوں کہاانت طالق واحدة وواحدة ان دخلت الدار (تجھ کو ایک طلاق ہے اور ایک طلاق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی) تو اگر عورت گھر میں داخل ہوئی تو دو طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ دونوں طلاقوں کا یکبارگی شرط کے ساتھ تعلق ہے، (اس لیے کہ وجود شرط ایقاع طلاق کے لیے مغیر ہے، پس جب مغیر طلاق کے ساتھ متصل ہوا تو صدر کلام وجود شرط پر موقوف ہوا، لہٰذا دونوں طلاقوں کا تعلق یکبارگی کے مغیر کے ساتھ ہو گیا، اس لیے وجود شرط کے ساتھ دونوں طلاقیں واقع ہوں گی، اس کے بر خلاف اگر شرط کو مقدم کر دیا تو صدر کلام وجود شرط پر موقوف نہ ہوگا، اس لیے کہ کوئی مغیر نہیں ہے) (شامی: ۴/۵۱۶)

اگر کسی نے شرط کو مقدم کر کے یوں کہاان دخلت الدار فانت طالق واحدة وواحدة تو اس صورت میں صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ معلق بالشرط طلاق وجود شرط کے وقت منجز کے مثل ہوتا ہے اور صورت مذکورہ میں ایک طلاق کا وقوع حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے البتہ حضرات صاحبین کے نزدیک صورت ثانیہ میں بھی دو ہی طلاق واقع ہوں گی، جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور عورت اگر غیر مدخولہ کے بجائے مدخولہ ہے، شوہر اس سے صحبت کر چکا ہے تو مذکورہ تمام صورتوں میں دو طلاق واقع ہوں گی، کیوں کہ مدخولہ ہونے کی وجہ سے عدت پائی جا رہی ہے، لیکن اگر مذکورہ صورت میں شرط مقدم ہے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

قبل اور بعد کے مسائل کے متعلق اشعار کا مفہوم

فقیہ نے کیا ہی اچھی بات کہی، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے ہمیشہ اس پر احسان وکرم رہے، اس جوان کے متعلق جس نے معلق طلاق دی ایک ماہ کا، جس کے مابعد کے قبل کے قبل رمضان ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شوال کا مہینہ ہے، اور آخری مصرعہ آٹھ طریقوں سے پڑھا گیا ہے، اور صرف قبل کے لفظ سے ذی الحجہ کے مہینہ میں طلاق واقع ہوگی، اور لفظ بَعْدُ سے جمادی الاخریٰ کے مہینہ میں طلاق واقع ہوگی، اور لفظ قبل سے خواہ اول میں ہو یا درمیان میں خواہ اخیر میں، شوال میں طلاق واقع ہوگی، اور لفظ بَعْدُ سے اسی طرح خواہ اول میں ہو خواہ درمیان میں ہو خواہ اخیر میں ہو، شعبان میں طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ دونوں طرف کے قبل اور بعد لغو ہو جائیں گے، پس اس سے پہلے اور اس کے بعد رمضان باقی رہ جائے گا۔

(وَلَوْ قَالَ امْرَأَتِي طَالِقٌ وَلَهُ امْرَأَتَانِ أَوْ ثَلَاثٌ تَطْلُقُ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ وَلَهُ خِيَارُ التَّعْيِينِ) اتِّفَاقًا. وَأَمَّا تَصْحِيحُ الزَّيْلَعِيِّ فَإِنَّمَا هُوَ فِي غَيْرِ الصَّرِيحِ كَامْرَأَتِي حَرَامٌ كَمَا حَرَّرَهُ الْمُصَنِّفُ وَسَيَجِيءُ فِي الْإِيلَاءِ (قَالَ لِنِسَائِهِ الْأَرْبَعِ بَيْنَكُنَّ تَطْلِيقَةٌ طَلُقَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ تَطْلِيقَةً، وَكَذَا لَوْ قَالَ بَيْنَكُنَّ تَطْلِيقَاتٌ أَوْ ثَلَاثٌ أَوْ أَرْبَعٌ، إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ قِسْمَةَ كُلِّ وَاحِدَةٍ بَيْنَهُنَّ فَتَطْلُقُ كُلُّ وَاحِدَةٍ ثَلَاثًا، وَلَوْ

قَالَ بَيْنَكُنَّ خَمْسُ تَطْلِيقَاتٍ يَقَعُ عَلَى كُلِّ وَاحِدَةٍ طَلَاقَانِ هَكَذَا إِلَى ثَمَانِ تَطْلِيقَاتٍ فَإِنْ زَادَ عَلَيْهَا طَلُقَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ ثَلَاثًا) وَمِثْلُهُ قَوْلُهُ أَشْرَكْتُكُنَّ فِي تَطْلِيقَةٍ خَانِيَةٌ. وَفِيهَا (قَالَ لِامْرَأَتَيْنِ لَمْ يَدْخُلْ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُمَا امْرَأَتِي طَالِقٌ ثُمَّ قَالَ أَرَدْتُ وَاحِدَةً مِنْهُمَا لَا يُصَدَّقُ، وَلَوْ مَدْخُولَتَيْنِ فَلَهُ إِيقَاعُ الطَّلَاقِ عَلَى إِحْدَاهُمَا) لِصِحَّةِ تَفْرِيقِ الطَّلَاقِ عَلَى الْمَدْخُولَةِ لَا عَلَى غَيْرِهَا. (قَالَ: امْرَأَتُهُ طَالِقٌ وَلَمْ يُسَمِّ وَلَهُ امْرَأَةٌ) مَعْرُوفَةٌ طَلُقَتْ امْرَأَتُهُ اسْتِحْسَانًا، فَإِنْ قَالَ: لِي امْرَأَةٌ أُخْرَى وَإِيَّاهَا عَنَيْتُ لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ، وَلَوْ كَانَ (لَهُ امْرَأَتَانِ كِلْتَاهُمَا مَعْرُوفَةٌ لَهُ صَرْفُهُ إِلَى أَيِّهِمَا شَاءَ) خَانِيَةٌ وَلَمْ يَحْكِ خِلَافًا.

دو یا تین بیوی والا شخص مطلق طلاق دے تو اس کا کیا حکم

اور اگر کسی نے یوں کہا کہ میری بیوی کو طلاق ہے جب کہ اس کی دو یا تین بیویاں ہیں تو ان میں سے صرف ایک بیوی پر طلاق واقع ہوگی، اور باتفاق حضرات فقہاء شوہر کو خیار تعیین حاصل ہوگا، کہ طلاق واقع کرنے کے لیے جس بیوی کو چاہے متعین کر دے۔

واما تصحیح الزیلعی

اس عبارت سے علامہ حصکفیؒ صاحب درر پر رد کرنا چاہ رہے ہیں بایں طور کہ انہوں نے کہا کہ مذکورہ صورت میں ہر بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگی، اور صاحب درر اس قول کو امام زیلعی کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ کہا کہ امام زیلعی نے اسی قول کی تصحیح کی ہے، اس کے بارے میں علامہ حصکفیؒ صاحب الدر المختار فرماتے ہیں کہ علامہ زیلعیؒ کی یہ تصحیح طلاق غیر صریح کے بارے میں ہے جیسے کہ کہا میری بیوی حرام ہے، جیسا کہ مصنف نے اس کو تحریر کیا ہے، اور باب الایلاء میں عنقریب یہ مسئلہ آنے والا ہے۔

زیلعی کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ فتاویٰ میں مذکور ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے انت علیّ حرام کہ تو میرے لیے حرام ہے اور لفظ حرام ان کے یہاں طلاق کے معنی میں مستعمل ہوتا ہو اور مذکورہ جملے سے اس نے طلاق کی نیت بھی نہ کی ہو، تو بھی طلاق واقع ہوگی، اور اگر اس کی چار بیویاں ہیں اور صورت حال یہی ہو تو ہر بیوی کو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی، اور اس بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ان میں سے صرف ایک بیوی پر طلاق واقع ہوگی، اور شوہر کو بیان کرنے کا حق حاصل ہوگا، یہی قول اظہر اور اشبہ ہے۔ (شامی: ۴/ ۵۱۸)

ایک طلاق چار بیویوں پر واقع ہونے کا شرعی حکم

کسی نے اپنی چار بیویوں سے کہا کہ تم سب کے درمیان طلاق ہے تو اس صورت میں ہر بیوی پر ایک طلاق واقع ہو جائے گی، (وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر بیوی کے حق میں ایک چوتھائی طلاق آئے گی، اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ طلاق تقسیم

قبول نہیں کرتی ہے، اس لیے ہر بیوی کو مکمل ایک طلاق واقع ہوگی۔(شامی:۴/۵۲۰)

اسی طرح اگر یوں کہا کہ تم سب کے درمیان دو طلاق ہے یا تین طلاق یا چار طلاق ہے، تو اس صورت میں بھی ہر بیوی کو ایک طلاق واقع ہوگی، البتہ اگر اس نے ہر طلاق کی تقسیم میں ان سب بیویوں کی نیت کی ہے تو ہر ایک بیوی کو تین طلاق واقع ہوگی، اور چوتھی طلاق لغو ہوجائے گی، اور اگر شوہر نے اپنی بیویوں سے یوں کہا تمہارے درمیان پانچ طلاق ہے، تو اس صورت میں ہر بیوی پر دو دو طلاق واقع ہوگی، آٹھ طلاق تک یہی حکم ہوگا، یعنی دو دو طلاق واقع ہوں گی، البتہ اگر اس نے آٹھ سے زیادہ طلاق دی ہے، اور ان سب کو چار بیویوں پر تقسیم کرے تو اس صورت میں ہر ایک بیوی پر تین تین طلاق واقع ہوں گی، اور اسی کے مثل حکم ہے اس صورت میں جب کہ شوہر نے یوں کہا اشرکت کن فی تطلیقة میں نے تم سب کو ایک طلاق میں شریک کیا، تو تین طلاق واقع ہوں گی ہر ایک بیوی پر، جیسا کہ فتاوی خانیہ میں ہے۔

دو بیویوں والے پر طلاق کا شرعی حکم

اور فتاوی خانیہ میں ہے کہ شوہر نے اپنی ایسی دو بیویوں سے کہا جو ابھی مدخولہ نہیں ہیں، امرأتي طالق امرأتي طالق، میری بیوی کو طلاق ہے، میری بیوی کو طلاق ہے، پھر شوہر نے یہ کہا کہ میرا ارادہ ان دونوں میں سے صرف ایک بیوی کو طلاق دینے کا ہے، دونوں کا نہیں، تو شوہر کے قول کی تصدیق نہیں کی جائے گی، اور اگر اس کی دونوں بیویاں مدخولہ ہیں تو اس صورت میں شوہر کے لیے جائز ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک پر طلاق واقع کرے، اس لیے کہ مدخولہ کی طلاق میں تفریق درست ہے غیر مدخولہ پر تفریق طلاق درست نہیں ہے، (اس لیے کہ مدخولہ ہی پر دوسری طلاق واقع کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اس پر عدت کے واجب ہونے کی وجہ سے، اس کے برخلاف غیر مدخولہ اس پر عدت کے واجب نہ ہونے کی وجہ سے دوسری طلاق کا محل ہی نہیں رہتی ہے، پہلی طلاق ہی سے بائنہ ہوجاتی ہے، اس لیے قاضی صاحب اس کی بات کی تصدیق نہیں کرے گا کہ میں نے ان میں سے ایک کی طلاق کا ارادہ کیا جیسا کہ کسی نے اگر مدخولہ کو طلاق بائن یا رجعی دیا، پھر عدت گزر گئی، پھر اول ثانی کی نیت کرے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا)(شامی:۴/۵۲۱)

نام لیے بغیر طلاق دینے کا حکم

شوہر نے کہا میری بیوی کو طلاق ہے اور اس نے نام نہیں لیا، اور اس شخص کی صرف ایک ہی بیوی مشہور و معروف ہے، تو از روئے شرع و استحسان اسی بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی، جیسا کہ صاحب البحر الرائق نے اس مسئلہ کو فتاوی ظہیریہ نامی کتاب سے نقل کیا ہے، اور قیاس کا مقتضی یہ ہے کہ بغیر نام لیے یا بغیر خطاب طلاق واقع نہ ہو، جب کہ شوہر دوسری بیوی کا مدعی نہ ہو، اور اگر شوہر یوں کہے کہ میری ایک دوسری بیوی بھی ہے اور میں نے اسی کا ارادہ کیا ہے تو اس کی بات اس وقت تک قابل

تسلیم نہیں ہوگی، جب تک کہ گواہوں سے یہ بات ثابت نہ ہو جائے۔

اور اگر اس کی دو بیویاں ہیں، اور دونوں معروف ومشہور ہیں تو اس صورت میں شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی طلاق کو جس کی طرف چاہے پھیر دے، جیسا کہ فتاوی خانیہ میں ہے اور اس مسئلہ میں صاحب خانیہ نے کسی بھی قضیہ کا اختلاف بھی بیان نہیں کیا ہے۔

[فُرُوعٌ] كَرَّرَ لَفْظَ الطَّلَاقِ وَقَعَ الْكُلُّ، وَإِنْ نَوَى التَّأْكِيدَ دِينَ. كَانَ اسْمُهَا طَالِقًا أَوْ حُرَّةً فَنَادَاهَا إِنْ نَوَى الطَّلَاقَ أَوِ الْعَتَاقَ وَقَعَا وَإِلَّا لَا. قَالَ لِامْرَأَتِهِ: هَذِهِ الْكَلْبَةُ طَالِقٌ طَلُقَتْ، أَوْ لِعَبْدِهِ هَذَا الْحِمَارُ حُرٌّ عَتَقَ. قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ أَوْ أَنْتَ حُرٌّ وَعَنَى بِهِ الْإِخْبَارَ كَذِبًا وَقَعَ قَضَاءً، إِلَّا إِذَا أَشْهَدَ عَلَى ذَلِكَ؛ وَكَذَا الْمَظْلُومُ إِذَا أَشْهَدَ عِنْدَ اسْتِحْلَافِ الظَّالِمِ بِالطَّلَاقِ الثَّلَاثِ أَنَّهُ يَحْلِفُ كَاذِبًا صُدِّقَ قَضَاءً وَدِيَانَةً شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ. وَفِي النَّهْرِ قَالَ: فُلَانَةُ طَالِقٌ وَاسْمُهَا كَذَلِكَ وَقَالَ عَنَيْتُ غَيْرَهَا دِينَ؛ وَلَوْ غَيْرَهُ صُدِّقَ قَضَاءً وَعَلَى هَذَا لَوْ حَلَفَ لِدَائِنِهِ بِطَلَاقِ امْرَأَتِهِ فُلَانَةَ وَاسْمُهَا غَيْرُهُ لَا تَطْلُقُ. وَقَدْ كَثُرَ فِي زَمَانِنَا قَوْلُ الرَّجُلِ: أَنْتِ طَالِقٌ عَلَى الْأَرْبَعَةِ مَذَاهِبَ. قَالَ الْمُصَنِّفُ: وَيَنْبَغِي الْجَزْمُ بِوُقُوعِهِ قَضَاءً وَدِيَانَةً. وَلَوْ قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ فِي قَوْلِ الْفُقَهَاءِ أَوْ فُلَانٍ الْقَاضِي أَوِ الْمُفْتِي دِينَ. قَالَ: نِسَاءُ الدُّنْيَا أَوْ نِسَاءُ الْعَالَمِ طَوَالِقُ لَمْ تَطْلُقِ امْرَأَتُهُ، بِخِلَافِ نِسَاءِ الْمَحَلَّةِ وَالدَّارِ وَالْبَيْتِ: وَفِي نِسَاءِ الْقَرْيَةِ وَالْبَلْدَةِ خِلَافُ الثَّانِي وَكَذَا الْعِتْقُ

اضافہ شدہ مسائل کا بیان

اگر کوئی شخص لفظ طلاق کو بار بار کہے گا تو کل طلاق واقع ہو جائے گی، (یعنی کوئی کہے تجھ کو طلاق، طلاق، طلاق تو اس صورت میں تینوں طلاق واقع ہوں گی، اور بیوی مغلظہ ہو جائے گی،) لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے دوبارہ اور سہ بارہ کہہ کر پہلی طلاق ہی کی تاکید مقصد تھا تو اس صورت میں اس کی بات کی فیما بینہ وبین اللہ تصدیق کی جائے گی، لیکن قضاء اس کی بات نہیں مانی جائے گی، بلکہ ساری طلاقیں واقع ہوں گی۔

اگر بیوی کا نام طالق ہو اور شوہر نام لے کر پکارے تو کیا حکم

اگر کسی شخص کی بیوی کا نام طالق ہو یا کسی کی باندی کا نام حرہ ہو پس شوہر نام لے کر پکارے او طالق، یا مولی کہے او حرہ کہہ کر پکارے اور اس سے طلاق کی نیت کرے یا آزادی کی نیت کرے تو اس صورت میں طلاق اور آزادی دونوں واقع ہوں گی اور اگر طلاق وعتاق کی نیت نہیں کی تو طلاق اور آزادی واقع نہ ہوگی۔

بیوی کو کتیا کہہ کر طلاق دینا

کسی نے اپنی بیوی سے کہا ھٰذہ الکلبۃ مطلقۃ یہ کتیا مطلقہ ہے تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی یا اپنے غلام سے آقا یہ کہے ھٰذا الحمار حر یہ گدھا آزاد ہے تو اس سے غلام آزاد ہو جائے گا، (اس لیے کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ لا تعتبر العبارۃ مع الاشارۃ یعنی نام اور صفت کا اشارہ کی صورت میں اشارہ ہی کا اعتبار ہے نام ذکر کرنے یا صفت بیان کرنے کا اعتبار نہیں ہے، مثال کے طور پر کسی کی بینا بیوی ہے اس نے کہا میری اندھی بیوی کو طلاق ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ (شامی: ۴/ ۵۲۲)

شوہر طلاق دیا اور کہا کہ میرا مقصد جھوٹی خبر دینا تھا تو کیا حکم

کسی شخص نے بیوی سے کہا تجھ کو طلاق ہے یا مولی نے غلام سے کہا تو آزاد ہے اور شوہر و مولی نے اس سے جھوٹی خبر دینے کا قصد کیا تو اس صورت میں قضاءً بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، اور غلام بھی آزاد ہو جائے گا، قاضی کی عدالت میں اس کے قصد و ارادہ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، ہاں اگر شوہر اور مولی نے اپنے ارادے پر گواہ بنا رکھا ہے، کہ میرا مقصد جھوٹی خبر دینا تھا تو پھر اس کی بات دیانۃً اور قضاءً دونوں اعتبار سے تصدیق کی جائے گی، اسی طرح مظلوم جب ظالم سے تین طلاق کی قسم لیتے وقت اس بات پر گواہ بنا دے کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائے گا تو اس صورت میں مظلوم کی بات قضاءً اور دیانۃً دونوں اعتبار سے تصدیق ہوگی، جیسا کہ شرح وہبانیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے، اور اگر مظلوم نے گواہ نہیں بنایا تھا، کہ وہ ظلم کے ڈر سے جھوٹی قسم کھائے گا، تو پھر قاضی اس کی بات نہیں مانے گا، اور پھر بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، اور اس میں اختلاف ہے کہ قسم کھانے والی کی نیت کا اعتبار ہوگا یا قسم لینے والے کا؟ تو فتوی اس بات پر ہے کہ قسم کھانے والا مظلوم ہے اس کی نیت کا اعتبار ہوگا ورنہ پھر قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۵۲۲)

ایک نام کی متعدد عورت ہو تو پھر طلاق کا کیا حکم ہے

اور نہر الفائق میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ کسی نے کہا کہ فلانی کو طلاق ہے، اور اتفاق سے اس کا نام بھی وہی تھا جو اس نے لیا، اور وہ شخص یہ کہے کہ میں نے اس سے اس کے علاوہ دوسری عورت کو طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے، جس کا نام بھی یہی ہے تو اس کی بات دیانۃً تسلیم کی جائے گی البتہ قضاءً تسلیم نہیں کی جائے گی، اور اگر اس کی بیوی کا نام وہ نہیں تھا تو قضاءً بھی مان لی جائے گی

غلط نام کے ساتھ طلاق دینے کا حکم

اسی طرح اگر کسی نے اپنے قرض خواہ کے لیے قسم کھائی کہ اگر میں فلاں قرض ادا نہ کروں تو میری بیوی زینب کو مثال کے طور پر طلاق ہے حالاں کہ اس کی بیوی کا نام زینب نہیں ہے بلکہ کچھ اور نام ہے مثلاً حمیراء ہے تو اس کی بیوی پر صورت مذکورہ

میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

مذاہب اربعہ پر طلاق دینے کا حکم

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بکثرت مرد یہ کہتا ہے انت طالق علی الاربعة مذاهب (تجھ کو چاروں مذہب پر طلاق ہے، یعنی باتفاق مذاہب اربعہ طلاق ہے) مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بلا شبہ یہ طلاق قضاء اور دیانۃً دونوں اعتبار سے واقع ہوں گی) اور اس لفظ سے طلاق رجعی واقع ہوگی نہ کہ بائن، اس لیے کہ چاروں مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ انت طالق سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، نہ کہ بائن، اسی طرح اگر کوئی کہے کہ تجھ کو طلاق ہے یہود ونصاری کے مذہب کے مطابق یا تجھ کو ایسی طلاق ہے جو کوئی قاضی یا عالم واپس نہیں کرسکتا ہے، یا کہا کہ تو خنزیر کے لیے زیور سے آراستہ ہوجا، اور میرے لیے حرام ہوجا، تو ان سب سے طلاق رجعی ہی واقع ہوگی، (شامی: ۴/ ۵۲۳)

اور اگر اس طرح کہا کہ تجھ کو طلاق ہے فلاں فقہاء کے قول میں یا فلاں قاضی یا فلاں مفتی کے قول میں، تو دیانۃً شوہر کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور بغیر نیت کے طلاق واقع نہ ہوگی۔

دنیا بھر کی عورتوں پر طلاق دینے کا حکم

کسی نے کہا کہ دنیا کی عورتیں یا عالم کی عورتیں مطلقہ ہیں، تو اس سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ یہ بیوی کے لیے طلاق صریح نہیں ہے، ہاں اگر ایقاع طلاق کی نیت کرے گا، تو طلاق واقع ہوجائے گی، اس کے برخلاف اس نے اگر یوں کہا کہ محلہ کی عورتیں یا گھر کی عورتیں یا کوٹھری کی عورتیں طلاق والی ہیں اور اس میں اس کی بیوی بھی تھی، تو اس پر بھی طلاق واقع ہوگی، اور اگر یہ کہا کہ گاؤں کی یا شہر کی عورتوں پر طلاق ہے اور اگر یوں کہا گاؤں کی یا شہر کی عورتیں مطلقہ ہیں تو اس میں اختلاف ہے حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی حکم میں غلام کی آزادی ہے جن صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے آزادی بھی نہیں ہوگی، اور جن صورتوں میں طلاق واقع ہوگی آزادی بھی ہوجائے گی۔

قَالَتْ لِزَوْجِهَا: طَلِّقْنِي فَقَالَ فَعَلْتُ طَلُقَتْ، فَإِنْ قَالَتْ زِدْنِي فَقَالَ فَعَلْتُ طَلُقَتْ أُخْرَى. وَلَوْ قَالَتْ: طَلِّقْنِي طَلِّقْنِي طَلِّقْنِي، فَقَالَ طَلَّقْتُ فَوَاحِدَةٌ إِنْ لَمْ يَنْوِ الثَّلَاثَ؛ وَلَوْ عَطَفَتْ بِالْوَاوِ فَثَلَاثٌ. وَلَوْ قَالَتْ: طَلَّقْتُ نَفْسِي فَأَجَازَ طَلُقَتْ اعْتِبَارًا بِالْإِنْشَاءِ، كَذَا أَبَنْتُ نَفْسِي إِذَا نَوَى وَلَوْ ثَلَاثًا بِخِلَافِ الْأَوَّلِ. وَفِي اخْتَرْتُ لَا يَقَعُ لِأَنَّهُ لَمْ يُوضَعْ إِلَّا جَوَابًا. وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ قَالَ بَيْنَ أَصْحَابِهِ: مَنْ كَانَتْ امْرَأَتُهُ عَلَيْهِ حَرَامًا فَلْيَفْعَلْ هَذَا الْأَمْرَ فَفَعَلَهُ وَاحِدٌ مِنْهُمْ فَهُوَ إِقْرَارٌ مِنْهُ بِحُرْمَتِهَا، وَقِيلَ لَا، انْتَهَى. وَسُئِلَ أَبُو اللَّيْثِ عَمَّنْ قَالَ لِجَمَاعَةٍ: كُلُّ مَنْ لَهُ امْرَأَةٌ مُطَلَّقَةٌ فَلْيُصَفِّقْ

بِيَدِهِ فَصَفَّقُوا فَقَالَ طَلِّقْنَ، وَقِيلَ لَيْسَ هُوَ بِإِقْرَارٍ. جَمَاعَةٌ يَتَحَدَّثُونَ فِي مَجْلِسٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: مَنْ تَكَلَّمَ بَعْدَ هَذَا فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ ثُمَّ تَكَلَّمَ الْحَالِفُ طَلُقَتْ امْرَأَتُهُ لِأَنَّ كَلِمَةَ (مَنْ) لِلتَّعْمِيمِ وَالْحَالِفُ لَا يُخْرِجُ نَفْسَهُ عَنِ الْيَمِينِ فَيَحْنَثُ

بیوی کے طلاق کے مطالبہ پر جواب

بیوی نے شوہر سے کہا تو مجھے طلاق دیدے، شوہر نے جواب میں کہا، میں نے کیا تو بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی (اس لیے کہ بیوی کی طرف سے مطالبہ طلاق کا قرینہ موجود ہے) پس اگر بیوی نے کہا میری طلاق زیادہ کردو شوہر نے جواب میں کہا میں نے کیا تو اس کے کہنے کی وجہ سے بیوی پر دوسری طلاق واقع ہوجائے گی۔

بیوی نے شوہر سے یوں کہا طلقني، طلقني، طلقني تو مجھے طلاق دیدے، تو مجھے طلاق دیدے، تو مجھے طلاق دیدے، اس کے جواب میں شوہر نے کہا طلقت میں نے طلاق دیدی تو اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی، بشرطیکہ شوہر نے طلاق واقع کرنے کی نیت نہ کی ہو، (اگر تین طلاق واقع کرنے کی نیت کی ہو تو تین ہی طلاق واقع ہوگی) اور اگر بیوی نے شوہر سے واؤ عطف کے ساتھ اس طرح کہا طلقني وطلقني وطلقني تو مجھے طلاق دیدے، اور تو مجھے طلاق دیدے، اور تو مجھے طلاق دیدے، اور اس کے جواب میں شوہر نے کہا طلقت میں نے طلاق دی تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہوگی اس لیے کہ واؤ جمع کے لیے موضوع ہے۔

عورت کا خود اپنی ذات پر طلاق واقع کرنے کا حکم

اور اگر عورت نے کہا طلقت نفسي میں نے اپنی ذات پر طلاق واقع کی، پھر شوہر نے اس کو نافذ کیا تو ایسی صورت میں انشاء طلاق کا اعتبار کرتے ہوئے عورت پر طلاق واقع ہوجائے گی شوہر کا طلاق نافذ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ خود اس نے خود طلاق دی ہو اسی طرح اگر بیوی نے کہا ابنت نفسي میں نے اپنی ذات کو جدا کرلیا، پھر شوہر نے اس کی اجازت دیدی تو طلاق واقع ہوجائے گی بشرطیکہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو، کیوں کہ ابنت کا لفظ کنایہ ہے اور کنایہ لفظ سے نیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی، اور اگر تین کی نیت کی ہو تو تین بھی واقع ہوجائے گی، برخلاف پہلی صورت کے یعنی طلقت نفسي اس میں وقوع طلاق کے لیے نیت کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ یہ طلاق کے لیے صریح لفظ ہے، اور صریح لفظ میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، اور اگر بیوی نے کہا اخترت نفسي میں نے اپنی ذات کو اختیار کرلیا اسکے جواب میں شوہر نے کہا میں نے اجازت دی، تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ لفظ اخترت جواب کے لیے موضوع ہے ایقاع طلاق کے لیے نہیں، ہاں اگر شوہر یوں کہے کہ اختاري نفسك تو اپنی ذات کو اختیار کرلے، اور بیوی اس کے جواب میں اخترت کہے تب تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

مشروط طلاق کا جملہ دوستوں سے کہنے کا حکم

فتاویٰ بزازیہ میں تحریر ہے کہ کسی نے اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے کہا جس شخص پر اس کی بیوی حرام ہے اس کو چاہئے کہ فلاں فلاں کام کرے، مثلاً سیب کھائے یا انگور کھائے یا یہاں سے اٹھ جائے، پھر ان میں سے کسی ایک نے وہی کام کیا، مثلاً سیب کھالیا یا انگور کھالیا یا وہاں سے اٹھ گیا تو اس کے لیے یہ کام کرنا اس کی طرف سے اس پر بیوی حرام ہونے کا اقرار ہوگا، اور بعض علماء نے کہا کہ فلاں فلاں کام کرنا حرمت کا اقرار کرنا نہیں ہے اس لیے کہ طلاق قولی شیئ ہے نہ کہ فعلی۔

فقیہ ابو اللیث سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے ایک جماعت سے کہا کہ جس کی بیوی مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجائے، پھر سبھوں نے تالی بجائی تو اس صورت میں کس کس کی بیوی پر طلاق ہوگی، فقیہ ابو اللیث نے جواب دیا کہ سب کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئیں، اور اس بارے میں ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ یہ فعل اقرار طلاق نہیں ہے اور کسی کی بھی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

ایک مجلس میں چند لوگ بات چیت کر رہے تھے، مجلس والوں میں سے کسی ایک نے کہا کہ اس کے بعد جو بھی بات کرے اس کی بیوی پر طلاق، پھر وہی شخص خود بول پڑا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس لیے کہ کلمہ من عام ہے، متکلم اور غیر متکلم دونوں کو شامل ہے، اور قسم کھانے والا اگر اپنے آپ کو قسم سے نہیں نکالتا ہے تو حانث ہوگا، اور اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر جماعت سے خارج کوئی شخص بولے گا تو اس کی بیوی مطلقہ نہ ہوگی۔ اس لیے کہ تعلیق اور یمین دوسروں پر جاری نہیں ہوتے ہیں۔

بَابُ الْكِنَايَاتِ

یہ باب الفاظ کنایات سے طلاق دینے کے بیان میں ہے، جب مصنفؒ طلاق صریح کے مسائل بیان کرنے سے فارغ ہو چکے تو اب یہاں سے الفاظ کنایات سے وقوع طلاق و عدم وقوع طلاق کے متعلق تفصیلی احکام و مسائل کے بیان کو شروع کر رہے ہیں، اور چوں کہ صریح اصل ہے اور کنایات مجاز ہیں، اس لیے صریح کی بحث کو پہلے بیان کیا، اور کنایات کے مسائل کو بعد میں ذکر کر رہے ہیں۔

(كِنَايَتُهُ) عِنْدَ الْفُقَهَاءِ (مَا لَمْ يُوضَعْ لَهُ) أَيْ الطَّلَاقِ (وَاحْتَمَلَهُ وَغَيْرَهُ) فَالْكِنَايَاتُ (لَا تَطْلُقُ بِهَا) قَضَاءً (إلَّا بِنِيَّةٍ أَوْ دَلَالَةِ الْحَالِ) وَهِيَ حَالَةُ مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ أَوْ الْغَضَبِ، فَالْحَالَاتُ ثَلَاثٌ: رِضًا وَغَضَبٌ وَمُذَاكَرَةٌ وَالْكِنَايَاتُ ثَلَاثٌ مَا يَحْتَمِلُ الرَّدَّ أَوْ مَا يَصْلُحُ لِلسَّبِّ، أَوْ لَا وَلَا (فَنَحْوُ أُخْرُجِي وَاذْهَبِي وَقُومِي) تَقَنَّعِي تَخَمَّرِي اسْتَتِرِي انْتَقِلِي انْطَلِقِي اُغْرُبِي اُعْزُبِي مِنْ الْغُرْبَةِ أَوْ مِنْ

الْعُزُوبَةِ (يَحْتَمِلُ رَدًّا، وَنَحْوُ خَلِيَّةٌ بَرِيَّةٌ حَرَامٌ بَائِنٌ) وَمُرَادِفُهَا كَبَتَّةٌ بَتْلَةٌ (يَصْلُحُ سَبًّا،

فقہاء کی اصطلاح میں طلاق کنایہ کی تعریف

حضرات فقہاء کرام کی اصطلاح میں کنایہ طلاق وہ لفظ ہے جو طلاق کے لیے وضع نہ کیا گیا ہو، البتہ اس لفظ میں طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال ہو، (مثال کے طور پر لفظ بتۃ ہے اس کے معنی کاٹنے کے ہیں یہ لفظ طلاق کے لیے موضوع نہیں ہے کسی نے بیوی کے لیے بتۃ کا لفظ استعمال کیا ہے تو بغیر نیت کے طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ اس لفظ سے رشتہ نکاح کا ٹنا بھی مراد ہوسکتی ہے، اور الفت ومحبت کو ختم کرنا بھی، اور اگر معنی اول مراد لیا تو بتۃ بمعنی طلاق ہوگا، اور اگر ثانی مراد لیا تو پھر طلاق کے معنی میں نہ ہوگا۔

الفاظ کنایہ کا حکم

الفاظ کنایات سے قضاء طلاق واقع نہیں ہوتی ہے حالاں کہ اگر الفاظ کنایہ بول کر طلاق دینے کی نیت کی یا دلالت حال پائی بایں طور کہ اس وقت طلاق کے متعلق گفتگو چل رہی ہو، یا غصہ کی حالت میں ہو، اور اس وقت شوہر بیوی کے لیے کنایہ الفاظ استعمال کرتا ہے، تو ایسی صورت میں طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔

حالات کی قسمیں

حالات تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) حالت رضاء یعنی خوشی اور رضامندی کی حالت، (۲) غیض وغضب کی حالت، (۳) مذاکرۂ طلاق کی حالت۔

اور الفاظ کنایہ بھی تین طرح کے ہوتے ہیں (۱) وہ الفاظ کنایہ جو رد کا احتمال رکھتے ہوں، یعنی بیوی طلاق کا مطالبہ کرے اور شوہر ایسا لفظ استعمال کرے جو رد کا احتمال رکھتا ہو، اور گویا شوہر یوں کہہ رہا ہے کہ تو طلاق کا مطالبہ مت کرو، میں طلاق نہیں دوں گا، نیز اس لفظ میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مطالبۂ طلاق کا جواب بن سکے۔

(۲) وہ الفاظ کنایہ جو سب وشتم، یعنی گالم گلوچ کا احتمال رکھتے ہوں، اور مطالبہ طلاق کے جواب کا بھی، (۳) وہ الفاظ کنایہ جو نہ سوال کے جواب کا احتمال رکھتے ہوں، اور نہ ہی گالم گلوچ کا، البتہ جواب طلاق کا احتمال رکھتے ہوں، جیسے اخرجي (تو نکل جا) واذهبي (تو چلی جا) قومي (تو اٹھ جا) تقنعي (تو اوڑھنی اوڑھ لے) تخمري (تو پردہ کرلے) استتري (تو پردہ کر) انتقلي (تو منتقل ہوجا) اغربي (تو دور ہوجا) اعزلي (تو الگ ہوجا) یہ عزبۃ یا عزوبۃ سے نکلا ہے، مذکورہ تمام الفاظ مطالبہ طلاق کے جواب کا احتمال رکھتے ہیں اور رد کے بھی، مگر سب وشتم اور گالم گلوچ کا احتمال نہیں رکھتے ہیں۔

مثال کے طور پر اخرجي تو نکل جا، یعنی اس مکان سے نکل جا تا کہ تیرے شر سے نجات ہو، تو طلاق کے مطالبہ کا رد ہوا،

اور یہ بھی احتمال ہے کہ تو میرے گھر سے نکل جا کیوں کہ تجھ کو طلاق ہے، یہ طلاق کے سوال کا جواب ہوا، اسی طرح دوسرے الفاظ کا بھی معاملہ ہے۔

خلیة بریة سے وقوع طلاق کا حکم

اسی طرح کنایہ کے بقیہ اور بھی الفاظ ہیں ان میں بھی دو احتمال ہیں (۱) وہ الفاظ جو سوال کے رد کا احتمال رکھتے ہوں جیسے مذکورہ الفاظ (۲) وہ الفاظ جو طلاق کے جواب کا احتمال رکھتا ہو، اور جیسے خلية بریة حرام اور بائن اور ان کے علاوہ ان کے ہم معنی الفاظ ہیں، جیسے بتة بتلة وغیرہ یہ سب دشنام کی صلاحیت رکھتے ہیں، خلية تو حسن وخوبی سے خالی ہے، یہ گالی ہے، یا معنی ہے کہ تو نکاح سے خالی ہے یہ طلاق کے سوال کا جواب ہے بریة تو خوبیوں اور بھلائیوں سے بری ہے، یہ ایک قسم کی گالی ہے، یا تو نکاح سے بری ہے یہ سوال کا جواب ہے۔

وَنَحْوُ اعْتَدِّي وَاسْتَبْرِئِي رَحِمَكِ، أَنْتِ وَاحِدَةٌ، أَنْتِ حُرَّةٌ، اخْتَارِي أَمْرُكِ بِيَدِكِ سَرَّحْتُكِ، فَارَقْتُكِ لَا يَحْتَمِلُ السَّبَّ وَالرَّدَّ، فَفِي حَالَةِ الرِّضَا) أَيْ غَيْرِ الْغَضَبِ وَالْمُذَاكَرَةِ (تَتَوَقَّفُ الْأَقْسَامُ) الثَّلَاثَةُ تَأْثِيرًا (عَلَى نِيَّةٍ) لِلِاحْتِمَالِ وَالْقَوْلُ لَهُ بِيَمِينِهِ فِي عَدَمِ النِّيَّةِ وَيَكْفِي تَحْلِيفُهَا لَهُ فِي مَنْزِلِهِ، فَإِنْ أَبَى رَفَعَتْهُ لِلْحَاكِمِ فَإِنْ نَكَلَ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا مُجْتَبَى. (وَفِي الْغَضَبِ) تَوَقَّفَ (الْأَوَّلَانِ) إنْ نَوَى وَقَعَ وَإِلَّا لَا (وَفِي مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ) يَتَوَقَّفُ (الْأَوَّلُ فَقَطْ) وَيَقَعُ بِالْأَخِيرَيْنِ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ لِأَنَّ مَعَ الدَّلَالَةِ لَا يُصَدَّقُ قَضَاءً فِي نَفْيِ النِّيَّةِ لِأَنَّهَا أَقْوَى لِكَوْنِهَا ظَاهِرَةً، وَالنِّيَّةُ بَاطِنَةٌ وَلِذَا تُقْبَلُ بَيِّنَتُهَا عَلَى الدَّلَالَةِ لَا عَلَى النِّيَّةِ إلَّا أَنْ تُقَامَ عَلَى إقْرَارِهِ بِهَا عِمَادِيَّةٌ، ثُمَّ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ تُشْتَرَطُ النِّيَّةُ فَلَوْ السُّؤَالُ بِهَلْ يَقَعُ بِقَوْلِ نَعَمْ إنْ نَوَيْت، وَلَوْ بِكَمْ يَقَعُ بِقَوْلِ وَاحِدَةٍ وَلَا يَتَعَرَّضُ لِاشْتِرَاطِ النِّيَّةِ بَزَّازِيَّةٌ فَلْيُحْفَظْ. (وَتَقَعُ رَجْعِيَّةٌ بِقَوْلِهِ اعْتَدِّي وَاسْتَبْرِئِي رَحِمَكِ وَأَنْتِ وَاحِدَةٌ) وَإِنْ نَوَى أَكْثَرَ، وَلَا عِبْرَةَ بِإِعْرَابِ وَاحِدَةٍ فِي الْأَصَحِّ

استبرئ رحمك اور اعتدی وغیرہ کا حکم

اور جیسے اعتدی (تو شمار کر) استبری رحمك (تو اپنے رحم کو صاف کر لے) انت واحدة (تو اکیلی ہے) انت حرة (تو آزاد ہے) اختاری (تجھ کو اختیار ہے) امرك بيدك (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) سرحتك (میں نے تجھ کو آزاد کر دیا) فارقتك (میں نے تجھ کو جدا کر دیا) مذکورہ تمام الفاظ نہ تو گالی گلوچ کا احتمال رکھتے ہیں اور نہ ہی سوال کے رد کا۔

اعتدي کا مطلب یہ ہوا کہ تو اپنے ایام حیض کو شمار کر اس لیے کہ تو مطلقہ ہوئی ہے، یہ سوال طلاق کا جواب ہو سکتا ہے مگر رد نہیں، یا میرے نکاح کو تو ایک نعمت شمار کر، استبری کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے رحم کی صفائی کر اس لیے کہ تجھ کو طلاق ہے یہ تو سوال

کا جواب ہوا، یا پھر مطلب یہ ہوگا، تو اپنے رحم کو صاف کرتا کہ میں تجھ کو طلاق دوں، یہ وعدۂ طلاق ہوا، اسی طرح انت واحدۃ اس کے اندر بھی دو احتمال ہیں ایک یہ کہ تو ایک طلاق کے ساتھ مطلقہ ہے تو یہ سوال کا جواب ہوا، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ توحسن وخوبی میں اکیلی ہے۔

کنایات میں نیت کا دخل

پس حالت رضامندی یعنی غیر غضب کی حالت میں اور مذاکرہ طلاق کے علاوہ تینوں قسم کے الفاظ کنایات تاثیراً احتمال کی وجہ سے نیت پر موقوف ہے، یعنی ممکن ہے کہ شوہر نے ان الفاظ کے استعمال کرنے سے طلاق کی نیت کی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ طلاق کی نیت نہ کی ہو، اور قرینہ کوئی موجود نہیں ہے تو جب تک نیت شوہر کی طرف سے نہیں پائی جائے گی طلاق واقع نہیں ہوگی، اور نیت کے معتبر نہ ہونے میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، اور عورت کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کے گھر میں قسم لے لے، پس اگر شوہر قسم کھانے سے انکار کردے تو بیوی اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت تک لے جائے پس اگر شوہر وہاں بھی قسم کھانے سے انکار کردے تو قاضی ان دونوں کے درمیان جدائی کردے۔

اور حالت غیض وغضب میں پہلی دونوں قسمیں نیت پر موقوف رہیں گی، یعنی وہ الفاظ کنایات جو مطالبہ طلاق کی تردید کرنے یا مطالبہ طلاق کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں، تو ان میں اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو، تو طلاق واقع ہوجائے گی، اور اگر نیت نہیں کی تو طلاق واقع نہ ہوگی، لیکن جو الفاظ جواب کے لیے متعین نہیں ہیں حالت غضب میں استعمال کرنے سے بلاتوقف نیت طلاق واقع ہوجائے گی، اس لیے کہ حالت غضب خود قرینہ بن جائے گا، کہ شوہر کا مقصد طلاق دینا تھا، اور مذاکرۂ طلاق کی حالت میں فقط اول قسم نیت پر موقوف ہوگی، یعنی جو رد اور جواب دونوں کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

اخیر کی دو قسموں کا اثر

اور دو اخیر کی قسموں سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، خواہ شوہر طلاق کی نیت نہ کرے، (یعنی وہ الفاظ کنایات جو گالی کا احتمال رکھتے ہوں، اور جو گالی اور رد میں سے کسی کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں،) ان سے بغیر نیت کے بھی طلاق ہوجاتی ہے، کیوں کہ جب مذاکرہ طلاق یا غضب کی حالت پائی جارہی ہے، تو عدم نیت کے متعلق قاضی شوہر کی بات تسلیم نہیں کرے گا، اس لیے کہ مذکورہ قرینہ قوی تر دلالت ہے، جو ظاہر میں ہر شخص محسوس کرتا ہے، اور نیت تو ایک باطنی چیز ہے، جس کو مرد کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں جان سکتا ہے، اور قاضی کو ظاہر حال پر فیصلہ کرنے کا حکم ہے، اس لیے قاضی شوہر کا قول عدم نیت کے متعلق نہیں مانے گا، اور عورت کے گواہ دلالت حال کی وجہ سے قابل قبول ہوں گے، شوہر کی نیت پر عورت کے گواہ قبول نہ ہوں گے، اس لیے کہ نیت ایک باطنی شئی ہے، ہاں اس بات کی گواہی سنی جائے گی، کہ شوہر پہلے نیت کا اقرار کیا تھا، بعد میں انکار کرنے لگا، جیسا کہ عمادیہ میں ہے۔

نیت کی شرط ہونے کی صورت میں سوال کا حکم

پھر ہر وہ جگہ جہاں کنایات میں طلاق واقع ہونے کے لیے نیت شرط ہے مفتی سوال میں غور وفکر کر کے، جواب دے، اگر سائل کہے میں نے اس طرح کہا، هل يقع اس سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ مفتی جواب میں کہے گا جی ہاں، اس سے طلاق واقع ہوتی ہے، اگر تو نے نیت کی تھی، اور اگر سائل اس طرح سوال کرے کہ میں نے اس طرح اس طرح کہا کم يقع کتنی طلاقیں ہوئیں تو مفتی کہے گا ایک کیوں کہ وہ خود پوچھ رہا ہے کہ کتنی طلاق ہوئی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے طلاق کی نیت کی ہے، اس لیے مفتی اس سے نیت کے متعلق سوال ہی نہیں کرے گا، جیسا کہ فتاوی بزازیہ میں ہے۔

اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا اعتدی یا استبری رحمك یا انت واحدة تو ان تمام الفاظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اگر چہ ایک سے زیادہ ہی کی کیوں نہ نیت کی ہو، پھر بھی ایک ہی واقع ہوگی، اور اصح قول کے مطابق واحدة کی اعراب کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اس لیے کہ عوام الناس تبدیلی اعراب کی وجہ سے جو معنی میں فرق ہوتا ہے، اس کو نہیں جانتی ہے، اور خواص ان باتوں کا التزام نہیں کرتے ہیں، اس لیے یہاں صرف پر مدار ہے نحو اور لغت پر مدار نہیں ہے۔

رد، جواب مطالبہ طلاق اور گالی گلوچ کے احتمال رکھنے والے سے وقوع طلاق کے متعلق نقشہ

	رد اور جواب والے الفاظ	گالی گلوچ اور جواب والے الفاظ	صرف جواب کی صلاحیت والے الفاظ
	اخرجي اذهبي	برية خلية	اعتدی استبری
حالت رضامندی	وقوع طلاق کے لیے نیت شرط	وقوع طلاق کے لیے نیت شرط	وقوع طلاق کے لیے نیت شرط
حالت غیض وغضب	وقوع طلاق کے لیے نیت شرط	وقوع طلاق کے لیے نیت شرط	بغیر نیت کے طلاق واقع
مذاکرہ طلاق	وقوع طلاق کے لیے نیت شرط	بغیر نیت کے طلاق واقع	بغیر نیت کے طلاق واقع

(وَ) يَقَعُ (بِبَاقِيهَا) أَيْ بَاقِي أَلْفَاظِ الْكِنَايَاتِ الْمَذْكُورَةِ، فَلَا يَرِدُ وُقُوعُ الرَّجْعِيِّ بِبَعْضِ الْكِنَايَاتِ أَيْضًا نَحْوُ: أَنَا بَرِيءٌ مِنْ طَلَاقِكِ، وَخَلَّيْتُ سَبِيلَ طَلَاقِكِ، وَأَنْتِ مُطَلَّقَةٌ بِالتَّخْفِيفِ، وَأَنْتِ أَطْلَقُ مِنْ امْرَأَةِ فُلَانٍ، وَهِيَ مُطَلَّقَةٌ، وَأَنْتِ ط ال ق وَغَيْرُ ذَلِكَ مِمَّا صَرَّحُوا بِهِ (خَلَا اخْتَارِي) فَإِنَّ نِيَّةَ الثَّلَاثِ لَا تَصِحُّ فِيهِ أَيْضًا، وَلَا تَقَعُ بِهِ وَلَا بِأَمْرُكِ بِيَدِكِ مَا لَمْ تُطَلِّقْ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا كَمَا يَأْتِي (الْبَائِنُ إنْ نَوَاهَا أَوْ الثِّنْتَيْنِ) لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ الطَّلَاقَ مَصْدَرٌ لَا يَحْتَمِلُ مَحْضَ الْعَدَدِ (وَثَلَاثٌ إنْ نَوَاهُ) لِلْوَاحِدَةِ الْجِنْسِيَّةِ وَلِذَا صَحَّ فِي الْأَمَةِ نِيَّةُ الثِّنْتَيْنِ (قَالَ اعْتَدِّي ثَلَاثًا وَنَوَى بِالْأَوَّلِ طَلَاقًا وَبِالْبَاقِي حَيْضًا صُدِّقَ) قَضَاءً لِنِيَّتِهِ حَقِيقَةَ كَلَامِهِ (وَإِنْ لَمْ يَنْوِ بِهِ) أَيْ بِالْبَاقِي (شَيْئًا فَثَلَاثٌ)

لِدَلَالَةِ الْحَالِ بِنِيَّةِ الْأَوَّلِ، حَتّٰى لَوْ نَوٰى بِالثَّانِي فَقَطْ فَثِنْتَانِ أَوْ بِالثَّالِثِ فَوَاحِدَةٌ، وَلَوْ لَمْ يَنْوِ بِالْكُلِّ لَمْ يَقَعْ، وَأَقْسَامُهَا أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ ذَكَرَهَا الْكَمَالُ وَيُزَادُ لَوْ نَوٰى بِالْكُلِّ وَاحِدَةً فَوَاحِدَةٌ دِيَانَةً وَثَلَاثٌ قَضَاءً؛ وَلَوْ قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ اعْتَدِّي أَوْ عَطَفَهُ بِالْوَاوِ أَوْ الْفَاءِ، فَإِنْ نَوٰى وَاحِدَةً فَوَاحِدَةٌ أَوْ ثِنْتَيْنِ وَقَعَتَا، وَإِنْ لَمْ يَنْوِ فَفِي الْوَاوِ ثِنْتَانِ وَفِي الْفَاءِ قِيلَ وَاحِدَةٌ وَقِيلَ ثِنْتَانِ.

کنایہ الفاظ سے طلاق بائن کا وقوع

اور بقیہ الفاظ کنائی مذکورہ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی، خواہ ایک کی نیت کرے یا دو کی، بہر صورت ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اس لیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ طلاق مصدر ہے، عدد کا احتمال نہیں رکھتا ہے، لہٰذا جن بعض الفاظ کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، اس سے اعتراض وارد نہ ہوگا، جیسے کسی نے اپنی بیوی سے کہا، انا بری من طلاقك (میں تیری طلاق سے منزہ اور پاک ہوں) خلیت سبیل طلاقك (میں نے تیری طلاق کے لیے راہ چھوڑ دی) وانت مطلقة (تو مطلق العنان ہے) انت اطلق من امراۃ فلان (تو فلاں کی عورت سے بھی زیادہ مطلق العنان ہے) اور اس کی بیوی پر طلاق ہو چکی ہے، وانت ط، ل، ق (تجھ کو طلاق ہے) اس طرح کی مزید مثالیں ہیں، جن کی حضرات فقہاء کرام نے صراحت کی ہے، اگر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

الفاظ کنایات میں تین طلاق کی نیت کا حکم

لفظ اختاري کے علاوہ دوسرے الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا درست ہے، اختاري میں تین طلاق کی نیت کرنا درست نہیں ہے، اور اس سے طلاق بھی واقع نہیں ہوتی ہے، اسی طرح اگر شوہر نے یوں کہا احرك بيدك تو اس سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، ہاں اگر عورت نے اپنے آپ کو طلاق دیدی تو پھر طلاق واقع ہو جائے گی، جیسا کہ اس کی پوری تفصیل باب تفویض الطلاق میں آرہی ہے، اختاري کے علاوہ دوسرے کنایات میں تین کی نیت کرے گا تو درست ہے، اور تین ہی طلاق واقع ہوں گی، جو وحدت جنسی کا تقاضا ہے، اسی طرح ان الفاظ سے اگر باندی کو طلاق دی جائے تو دو طلاق کی نیت کرنا بھی درست ہے، اس لیے کہ باندی کے حق میں دو طلاقیں ایسی ہی ہیں جیسے آزاد عورت کے حق میں تین طلاق۔

اعتدی تین مرتبہ کہنے کا حکم

شوہر نے اپنی بیوی سے کہا اعتدی، اعتدی، اعتدی (تو شمار کرلے، تو شمار کرلے، تو شمار کرلے) یعنی تین مرتبہ کہا پہلی مرتبہ کہہ کر طلاق مراد لی، اور بقیہ دو مرتبہ سے حیض مراد لی ہے، تو شوہر کی یہ بات قضاء مانی جائے گی، اس لیے کہ اس نے حقیقت کلام کی نیت کی ہے، ظاہر ہے کہ لفظ اعتدی کے حقیقی معنی طلاق کے بعد حیض شمار کرنے کے ہیں، طلاق تو اس کے مجازی

معنی ہیں، اور جب شوہر کی بات قضاء تسلیم کرلی گئی، تو اس کی بات دیانۃً فی ما بینہ وبین اللہ بھی تسلیم ہوگی۔

اور اگر بقیہ اعتدی سے نہ طلاق کی نیت کی نہ حیض کی، کچھ بھی نیت نہیں کی، تو اس صورت میں دلالت حال کے پیش تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اس لیے کہ اس نے پہلی اعتدي سے طلاق کی نیت کی ہے، لہٰذا بقیہ اعتدي سے بھی طلاق ہی کی نیت مراد لے لی جائے گی، اور اگر پہلی اعتدي سے شوہر نے کچھ بھی نیت نہیں کی، اور دوسری اعتدی سے طلاق کی نیت کی، تو اس صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی، دو مرتبہ اعتدی کہنے سے ایک طلاق اور تیسری مرتبہ اعتدي کہنے سے دوسری طلاق ہوں گی، اور اگر دو مرتبہ اعتدی بولا اور کچھ بھی نیت نہیں کی اور تیسرے اعتدی سے طلاق کی نیت کی تو اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر شوہر نے تینوں دفعہ کی اعتدی سے طلاق کی نیت نہیں کی تو بالکل طلاق نہیں ہوگی، اس لیے کہ وقوع طلاق پر کوئی قرینہ بھی ظاہر موجود نہیں ہے۔

تین مرتبہ اعتدی کہنے اور اس کی چوبیس قسمیں

اعتدي کا لفظ جب شوہر تین بار کہے تو فتح القدیر میں اس کی چوبیس قسمیں لکھی ہیں، ان میں سے چھ قسموں میں صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے، گیارہ قسموں میں دو طلاق واقع ہوتی ہے اور چھ قسموں میں تین طلاق واقع ہوتی ہیں، اور ایک قسم میں مطلق طلاق نہیں پڑتی ہے، اور اگر کل الفاظ ثلاثہ سے ایک طلاق کی نیت کی ہے تو دیانۃً ایک ہی طلاق واقع ہوگی، لیکن قضاء تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

اور اگر شوہر نے کہا انت طالق اعتدی یا واؤ عطف کے ساتھ اس طرح کہا انت طالق واعتدي یا فاء کے ساتھ اس طرح کہا انت طالق فاعتدي اور اس سے صرف ایک طلاق کی نیت کی، تو ایک ہی واقع ہوگی، اور اگر دو کی نیت کی تو دو ہی واقع ہوگی، اور اگر کچھ بھی نیت نہیں کی تو واؤ کی صورت میں یعنی انت طالق واعتدي کی صورت میں دو طلاق واقع ہوں گی، اور فاء کی صورت میں بعض علماء نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی، اور بعض نے کہا دو واقع ہوں گی۔

(طَلَّقَهَا وَاحِدَةً) بَعْدَ الدُّخُولِ (فَجَعَلَهَا ثَلَاثًا صَحَّ كَمَا لَوْ طَلَّقَهَا رَجْعِيًّا فَجَعَلَهُ) قَبْلَ الرَّجْعَةِ (بَائِنًا) أَوْ ثَلَاثًا، وَكَذَا لَوْ قَالَ فِي الْعِدَّةِ: أَلْزَمْتُ امْرَأَتِي ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ أَوْ أَلْزَمْتُهَا تَطْلِيقَتَيْنِ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَلَوْ قَالَ إِنْ طَلَّقْتُكِ فَهِيَ بَائِنٌ أَوْ ثَلَاثٌ ثُمَّ طَلَّقَهَا يَقَعُ رَجْعِيًّا لِأَنَّ الْوَصْفَ لَا يَسْبِقُ الْمَوْصُوفَ كَمَا مَرَّ فَتَذَكَّرْ (الصَّرِيحُ يَلْحَقُ الصَّرِيحَ وَ) يَلْحَقُ (الْبَائِنُ) بِشَرْطِ الْعِدَّةِ (وَالْبَائِنُ يَلْحَقُ الصَّرِيحَ) الصَّرِيحُ مَا لَا يَحْتَاجُ إِلَى نِيَّةٍ بَائِنًا كَانَ الْوَاقِعُ بِهِ أَوْ رَجْعِيًّا فَتْحٌ، فَمِنْهُ الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ فَيَلْحَقُهُمَا، وَكَذَا الطَّلَاقُ عَلَى مَالٍ فَيَلْحَقُ الرَّجْعِيُّ وَيَجِبُ

الْمَالُ، وَالْبَائِنَ وَلَا يَلْزَمُ الْمَالُ كَمَا فِي الْخُلَاصَةِ فَالْمُعْتَبَرُ فِيهِ اللَّفْظُ لَا الْمَعْنَى عَلَى الْمَشْهُورِ

مدخولہ کو ایک طلاق دے کر تین کرنے کا حکم

اگر کسی نے اپنی بیوی کو دخول کے بعد ایک طلاق بائن دی، پھر عدت کے اندر اس نے اس کو تین قرار دیدیا حضرت امام اعظم کے نزدیک درست ہے، جس طرح کہ اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی تھی، پھر اس نے رجعت سے پہلے پہلے اس کو بائن قرار دیدیا، یا اس کو تین قرار دیدیا تو درست ہے اسی طرح یہ بھی درست ہے۔

عدت کے اندر تین طلاق لازم کرنا

اور اسی طرح اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی سے دوران عدت کہا کہ میں نے اپنی بیوی کے لیے تین طلاقیں لازم کردی ہیں، اس طلاق سے جس کے سبب وہ عدت میں تھی، یا کہا کہ میں نے اس کے لیے دو طلاقیں لازم کردی، اس طلاق کی وجہ سے جس کی وجہ سے وہ عدت میں تھی، تو وہ ایسا ہی ہوگا، جیسا کہ اس نے کہا یعنی وہ عورت اس پر حرام ہوجائے گی، اور شوہر اول کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہوگی، جب تک کہ حلالہ شرعیہ نہ ہوجائے، کیوں کہ یہ تین طلاقیں مجموعی طور پر واقع ہوچکی ہیں۔

قول کے خلاف کرنا

اور اگر شوہر نے یوں کہا انت طلقتك فهي بائن او ثلاث اگر میں تجھ کو طلاق دوں تو وہ طلاق بائن یا تین طلاقیں ہوں گی، پھر اس قول کے بعد شوہر نے بیوی کو ایک طلاق دی تو وہ طلاق رجعی واقع ہوگی، نہ تو طلاق بائن ہوگی اور تین طلاق واقع ہوں گی، اس لیے کہ صفت موصوف پر مقدم نہیں ہوا کرتی ہے گویا بائن اور تین ہونا طلاق کی صفت ہے لہٰذا یہ طلاق پر مقدم نہیں ہوگی جیسا کہ یہ مسئلہ گزر چکا ہے لہٰذا اس مسئلہ کو محفوظ کرلو۔

طلاق صریح، طلاق صریح کے ساتھ اور بائن کے ساتھ ملتی ہے

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ایک طلاق صریح، دوسری طلاق صریح کے ساتھ شامل ہوتی ہے، اسی طرح طلاق صریح طلاق بائن سے بھی ملتی ہے، مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ عدت باقی ہو، (اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مطلقہ دوران عدت ہو، اور شوہر دوسری طلاق دیدے تو یہ دوسری طلاق اول طلاق کے ساتھ شامل ہوسکتی ہے، عدت گزر جانے کے بعد دوسری طلاق کے ساتھ شامل نہیں ہوسکتی ہے، بعض نسخوں میں بشرط العدة کی جگہ بشرط العدد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر طلاق میں عدد کی گنجائش پائی جائے گی تو شامل ہوگی ورنہ نہیں، مثلاً غیر مدخولہ میں دوسری طلاق نہیں ہوگی، اس لیے کہ اس میں عدد کی گنجائش نہیں ہے)۔

اور طلاق بائن طلاق صریح کے ساتھ لاحق ہوتی ہے، (مثال کے طور پر پہلے شوہر نے کہا انت طالق تو طلاق والی ہے،

پھر کہا انت بائن تو بائنہ ہے، تو اس صورت میں طلاق اول بھی واقع ہوگی اور دوسری بھی۔ یا پہلے انت بائن کہا بعد میں انت طالق کہا تب بھی دونوں واقع ہوں گی، اور دونوں بائن ہوں گی)۔

طلاق صریح کی تعریف

طلاق صریح حضرات فقہاء کی اصطلاح میں اس طلاق کو کہتے ہیں جس میں نیت کی ضرورت نہ ہو، خواہ اس لفظ سے طلاق بائن واقع ہو یا طلاق رجعی واقع ہو، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، پس طلاق صریح میں تین بار طلاق دینا داخل ہے، اور یہ تینوں طلاقیں صریح اور بائن دونوں کو لاحق ہوں گی، اسی طرح جو طلاق مال کے بدلہ میں دیا جائے وہ طلاق بھی چونکہ طلاق صریح میں داخل ہے، اس لیے وہ طلاق رجعی کو شامل ہوگی، اور عورت پر مال دینا واجب ہوگا، اسی طرح وہ طلاق بائن کو بھی شامل ہوگی، اس صورت میں عورت پر مال لازم نہ ہوگا، جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں مذکور ہے (اور طلاق رجعی کی صورت میں عورت پر مال دینا اس لیے لازم ہے کہ رجعی میں شوہر کو حق رجعت حاصل ہوتا ہے کہ رجوع کر کے عورت کو نہ چھوڑے، اس لیے عورت مال دے کر اپنی آزادی کرالے، اور طلاق بائن میں شوہر کا کوئی اختیار عورت پر باقی نہیں رہتا ہے، اس وجہ سے یہاں عورت پر مال دینا لازم بھی نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ طلاق رجعی ہونے اور طلاق بائن ہونے میں لفظ کا اعتبار ہے معنی کا اعتبار نہیں ہے اس بارے میں مشہور قول یہی ہے یعنی اگر لفظ نیت کا محتاج نہیں ہے تو وہ صریح ہے خواہ اس سے طلاق بائن پڑے یا رجعی، لہٰذا صریح طلاق میں تین طلاقیں بھی داخل ہیں، اور طلاق بعوض مال بھی داخل ہے۔

(لَا) يَلْحَقُ الْبَائِنُ (الْبَائِنَ) إذَا أَمْكَنَ جَعْلُهُ إخْبَارًا عَنْ الْأَوَّلِ: كَأَنْتِ بَائِنٌ بَائِنٌ، أَوْ أَبَنْتُكِ بِتَطْلِيقَةٍ فَلَا يَقَعُ لِأَنَّهُ إخْبَارٌ فَلَا ضَرُورَةَ فِي جَعْلِهِ إنْشَاءً، بِخِلَافِ أَبَنْتُك بِأُخْرَى أَوْ أَنْتِ طَالِقٌ بَائِنٌ، أَوْ قَالَ نَوَيْتُ الْبَيْنُونَةَ الْكُبْرَى لِتَعَذُّرِ حَمْلِهِ عَلَى الْإِخْبَارِ فَيُجْعَلُ إنْشَاءً، وَلِذَا وَقَعَ الْمُعَلَّقُ كَمَا قَالَ (إلَّا إذَا كَانَ) الْبَائِنُ (مُعَلَّقًا بِشَرْطٍ) أَوْ مُضَافًا (قَبْلَ) إيجَادِ (الْمُنَجَّزِ الْبَائِنِ) كَقَوْلِهِ: إنْ دَخَلْت الدَّارَ فَأَنْتِ بَائِنٌ نَاوِيًا ثُمَّ أَبَانَهَا ثُمَّ دَخَلَتْ بَانَتْ بِأُخْرَى لِأَنَّهُ لَا يَصْلُحُ إخْبَارًا، وَمِثْلُهُ الْمُضَافُ كَأَنْتِ بَائِنٌ غَدًا ثُمَّ أَبَانَهَا ثُمَّ جَاءَ الْغَدُ يَقَعُ أُخْرَى. وَفِي الْبَحْرِ عَنْ الْوَهْبَانِيَّةِ: أَنْتِ بَائِنٌ كِنَايَةٌ مُعَلَّقًا كَانَ أَوْ مُنَجَّزًا فَيَفْتَقِرُ لِلنِّيَّةِ، وَلَوْ قَالَ: إنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ بَائِنٌ، ثُمَّ قَالَ إنْ كَلَّمْتِ زَيْدًا فَأَنْتِ بَائِنٌ ثُمَّ دَخَلَتْ وَبَانَتْ ثُمَّ كَلَّمَتْ يَقَعُ أُخْرَى ذَخِيرَةٌ. وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: إنْ فَعَلْتُ كَذَا فَحَلَالُ اللَّهِ عَلَيَّ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ كَذَلِكَ لِأَمْرٍ آخَرَ فَفَعَلَ أَحَدَهُمَا بَانَتْ، وَكَذَا لَوْ فَعَلَ الثَّانِيَ عَلَى الْأَشْبَهِ فَلْيُحْفَظْ. قَيَّدَ بِالْقَبْلِيَّةِ لِأَنَّهُ لَوْ أَبَانَهَا أَوَّلًا ثُمَّ أَضَافَ الْبَائِنَ أَوْ

عَلَّقَهُ لَمْ يَصِحَّ كَتَنْجِيزِهِ بَدَائِعُ. وَيُسْتَثْنَى مَا فِي الْبَزَّازِيَّةِ: كُلُّ امْرَأَةٍ لَهُ طَالِقٌ لَمْ يَقَعْ عَلَى الْمُخْتَلِعَةِ، وَلَوْ قَالَ إِنْ فَعَلْتَ كَذَا فَامْرَأَتُه كَذَا لَمْ يَقَعْ عَلَى مُعْتَدَّةِ الْبَائِنِ، وَيَضْبِطُ الْكُلَّ مَا قِيلَ: كُلًّا أَجِزْ لَا بَائِنًا مَعَ مِثْلِهِ ... إِلَّا إِذَا عَلَّقْتَهُ مِنْ قَبْلِهِ إِلَّا بِكُلِّ امْرَأَةٍ وَقَدْ خَلَعَ ... وَالْحَقُّ الصَّرِيحُ بَعْدُ لَمْ يَقَعْ

طلاق بائن، بائن سے نہیں ملتی ہے

ایک طلاق بائن دوسری طلاق بائن سے نہیں لاحق ہوتی ہے جب کہ اس دوسری بائن کو پہلی کی خبر دینے والا بنانا ممکن ہو، مثال کے طور پر کسی نے کہا انت بائن (تو بائنہ ہے) پھر اس کے بعد کہا، انت بائن (تو بائنہ ہے) یا کہا ابنتك بتطليقة (میں نے تجھ کو ایک طلاق دے کر جدا کر دیا) تو یہ جو دوسری مرتبہ انت بائن کہا ہے وہ واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ در حقیقت یہ پہلی طلاق کی خبر ہے، لہٰذا اسکو از سر نو طلاق قرار دینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے پہلے جملہ سے طلاق واقع ہوگئی ہے، اور دوسرے جملہ سے اس کی خبر دی گئی ہے۔

بائن بائن کے ساتھ کب شامل نہیں ہوتی ہے

طلاق بائن بائن کے ساتھ لاحق نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو طلاق بائن کنایہ الفاظ کے ذریعہ سے ہو، وہ لاحق نہیں ہوتی ہے، اور اگر کنایہ الفاظ سے بائن نہ ہو بلکہ صریح لفظ سے ہو، تو وہ لاحق ہوتی ہے، چناں چہ اگر شوہر نے کہا انت طالق افحش الطلاق (تو سب سے زیادہ فحش طلاق والی ہے) پھر اس کے بعد کہا انت طالق افحش الطلاق (تو یہ دوسری طلاق بھی واقع ہوگی۔

اس کے برخلاف اگر شوہر نے کہا انت بائن (تو بائنہ ہے) پھر اس کے بعد کہا ابنتك باخرى (میں نے تجھ کو دوسری طلاق دے کر بائن کیا، یا پہلی طلاق بائن دی پھر کہا انت بائن اور شوہر نے یہ کہا ہے دوسری بائن سے مراد بینونت کبری یعنی بہت بڑی جدائی کرنے کی نیت کی ہے، تو مذکورہ صورت میں دوسری طلاق بھی واقع ہوگی، اس لیے کہ اس دوسری کو اخبار پر محمول کرنا دشوار ہے، لہٰذا یہ دوسری طلاق بھی انشاء ہوگی، اور واقع ہوگی۔

یہی سبب ہے کہ جب طلاق بائن کسی شرط کے ساتھ معلق ہو، یا طلاق بائن مضاف ہو، منجز بائن کے واقع کرنے سے پہلے پہلے یعنی پہلے تعلیق یا اضافت پائی جائے، اس کے منجز بائن ہو، تو اس صورت میں طلاق بائن بغیر کسی شرط کے واقع ہوگی، مثال کے طور پر شوہر نے کہا ان دخلت الدار فانت بائن (اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق بائن ہے) اور یہ جملہ طلاق کی نیت سے کہا پھر اس کے کہنے کے بعد شوہر نے عورت کو طلاق بائن دیدی، اس کے بعد عورت گھر میں داخل ہوئی تو اس صورت میں عورت

پر دوسری طلاق بائن واقع ہوجائے گی، کیوں کہ دوسری طلاق میں پہلی طلاق کی خبر بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔

اور اسی معلق کی طرح مضاف بھی ہے، مثلاً شوہر نے کہاانت بائن غداً (آئندہ کل تجھ کو طلاق بائن ہے، یہ جملہ کہنے کے بعد شوہر نے اس کو آج ہی طلاق بائن دیدی، تو آج کا بائن آج واقع ہوگا، اور جب کل آئندہ آئے گا تو دوسری طلاق بائن واقع ہوجائے گی، کیوں کہ پہلے اس کی اضافت کر چکا ہے، اور اضافت کی وجہ سے مضاب بھی خبر نہیں بن سکتا ہے، اس لیے لامحالہ طور پر جب کل کا دن آئے گا تو دوسری طلاق واقع ہوجائے گی۔

انت بائن میں نیت کا حکم

صاحب البحر الرائق نے وہبانیہ نامی کتاب سے نقل کیا ہے، کہ انت بائن یہ کنایہ لفظ ہے، خواہ انت بائن کا جملہ معلق بالشرط ہو یا منجز ہو، لہٰذا لفظ بائن سے طلاق واقع ہونے میں نیت کی ضرورت ہے، یعنی لفظ بائن سے طلاق اس وقت واقع ہوگی، جب کہ نیت پائی جائے، ورنہ نہیں واقع ہوگی، اور اگر شوہر نے کہاان دخلت الدار فانت بائن (اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تو بائن ہے،) پھر کہاان کلمت زیداً فانت بائن (اگر تو زید سے کلام کیا۔ تو بائن ہے) پھر اس کے بعد عورت گھر میں داخل ہوئی، تو اس پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی، اس کے بعد زید سے کلام کیا تو دوسری طلاق بائن اس پر واقع ہوئی، جیسا کہ یہ مسئلہ فتاویٰ ذخیرہ میں موجود ہے۔

طلاق بائن کی مزید ایک اور صورت

فتاویٰ بزازیہ میں جزئیہ منقول ہے، کہ اگر شوہر نے یوں کہاان فعلت کذا فحلال اللّٰہ حرام اگر میں ایسا کروں، تو اللہ تعالیٰ کا حلال کیا ہوا مجھ پر حرام ہے، پھر اسی طرح دوسرے امر کے متعلق بھی کہا، مثلاً یوں کہا اگر میں روزہ چھوڑ دوں، تو اللہ تعالیٰ کا حلال کردہ مجھ پر حرام ہے، پھر اس کے بعد شوہر نے ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات کی، تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی، پھر جب دوسری مرتبہ کرے گا تو اس کی بیوی پر دوسری طلاق بھی واقع ہوجائے گی، اس مسئلہ کو خوب اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے۔

قبلیت کی قید لگانے کی وجہ

حضرت مصنفؒ نے قبلیت کی قید لگائی ہے، کہ پہلے طلاق کو معلق کیا ہو، یا مضاف کیا ہو تو دوسری طلاق واقع ہوگی اس لیے کہ اگر پہلے بغیر کسی تعلیق اور بغیر اضافت طلاق بائن دی ہے پھر اس کے بائن کو معلق یا اضافت کیا ہو تو یہ صورت درست نہیں ہے، کیوں کہ دوسری طلاق کو پہلی کی خبر قرار دینا ممکن نہیں ہے، جیسے کہ کسی نے پہلے طلاق بائن منجز دیدی، اس کے بعد اس کو معلق کردیا یا مضاف کردیا تو یہ شکل درست نہیں ہے، جیسا کہ علامہ کاسانی کی کتاب بدائع الصنائع میں مذکور ہے، اور اس اصول سے طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے، اور وہ شکل مستثنیٰ ہے جو فتاویٰ بزازیہ میں ہے، کہ شوہر نے کہا کہ جو بھی اس کی بیوی ہے اس پر طلاق

ہے، تو یہ طلاق مختلعہ پر نہیں واقع ہوگی، یعنی جس عورت کو مال کے عوض طلاق واقع ہوتی ہے، وہ اس میں داخل نہ ہوگی۔
اگر شوہر نے یوں کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اس کی عورت ایسی ہے، یعنی اس پر طلاق ہے، تو یہ طلاق معتدہ بائنہ پر واقع نہیں ہوگی، اور بعض اہل علم نے ان تمام کو اس نظم میں جمع کردیا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ طلاق صریح اور بائن کی تمام صورت کے شمول کو جائز رکھ، لیکن بائن کو بائن کے ساتھ ملنے کو جائز نہ جان، مگر اس وقت جب تو بائن سے پہلے بائن کو معلق کیا ہو، اس صورت میں بائن بائن کے ساتھ شامل ہوگی، البتہ بائن بائن کے ساتھ اس وقت شامل نہیں ہوتی ہے جب اس نے اس طرح کہا ہو، کل امراۃ لہ طالق اور پہلے وہ خلع کرچکی ہے، اور طلاق صریح کو خلع کے بعد لاحق کیا ہو، تو یہ طلاق صریح بائن کے بعد واقع ہوگی۔

(كُلُّ فُرْقَةٍ هِيَ فَسْخٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ) كَإِسْلَامٍ وَرِدَّةٍ مَعَ لِحَاقٍ وَخِيَارِ بُلُوغٍ وَعِتْقٍ (لَا يَقَعُ الطَّلَاقُ فِي عِدَّتِهَا) مُطْلَقًا (وَكُلُّ فُرْقَةٍ هِيَ طَلَاقٌ يَقَعُ) الطَّلَاقُ (فِي عِدَّتِهَا) عَلَى مَا بَيَّنَّا [فُرُوعٌ] إنَّمَا يَلْحَقُ الطَّلَاقُ لِمُعْتَدَّةِ الطَّلَاقِ، أَمَّا الْمُعْتَدَّةُ لِلْوَطْءِ فَلَا يَلْحَقُهَا خُلَاصَةٌ. وَفِي الْقُنْيَةِ: زَوَّجَ امْرَأَتَهُ مِنْ غَيْرِهِ لَمْ يَكُنْ طَلَاقًا ثُمَّ رَقَّمَ، إنْ نَوَى طَلُقَتْ اذْهَبِي وَتَزَوَّجِي تَقَعُ وَاحِدَةٌ بِلَا نِيَّةٍ اذْهَبِي إلَى جَهَنَّمَ يَقَعُ إنْ نَوَى خُلَاصَةٌ، وَكَذَا اذْهَبِي عَنِّي وَأَفْلِحِي وَفَسَخْتُ النِّكَاحَ، وَأَنْتِ عَلَيَّ كَالْمَيْتَةِ أَوْ كَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ أَوْ حَرَامٌ كَالْمَاءِ لِأَنَّهُ تَشْبِيهٌ بِالسُّرْعَةِ، وَلَا يَقَعُ بِأَرْبَعَةِ طُرُقٍ عَلَيْكِ مَفْتُوحَةٌ وَإِنْ نَوَى مَا لَمْ يَقُلْ خُذِي أَيَّ طَرِيقٍ شِئْتِ.

فسخ میں طلاق کا حکم

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ جدائی جو من کل الوجوہ فسخ ہے، جیسے زوجین میں سے کسی کا مسلمان ہونا، یا بیوی کا مرتد ہونا، دار الحرب میں جاکر شامل ہونا، مرد یا عورت کو خیار بلوغ حاصل ہونا، اور عورت کو خیار عتق حاصل ہونا، مذکورہ تمام صورت میں عدت کے اندر علی الاطلاق عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی، یعنی نہ تو طلاق صریح واقع ہوگی یا نہ بائن نہ منجزنہ معلق، خواہ عورت عدت ایام حیض سے گزار رہی ہو یا مہینوں سے۔
اور ہر وہ جدائی جو طلاق ہے، تو عورت کی عدت میں اسی طرح طلاق واقع ہوگی، جس طرح میں نے پہلے بیان کیا ہے، کہ الصریح یلحق الصریح کہ طلاق صریح صریح کے ساتھ لاحق ہوجاتی ہے، اور طلاق اس عورت کو لاحق ہوتی ہے جو معتدۃ المطلاق ہو، یعنی طلاق کی عدت گزار رہی ہو، اور جو عورت معتدۃ الوطء ہو یعنی اشتباہ وطی کی وجہ سے عدت میں ہو، اس کو شوہر طلاق دے تو یہ لاحق نہیں ہوتی ہے۔ جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں ہے، اسی طرح نکاح فاسد اور باندی جب آزاد ہوجائے اور عدت گزار رہی ہو، تو اس کو بھی طلاق لاحق نہیں ہوگی، معتدۃ الوطء میں طلاق لاحق نہیں ہوتی ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایک

شخص نے اپنی منکوحہ کو طلاق بائن دیا یا عورت نے اس سے خلع کرلیا، پھر اس کے بعد عورت کی عدت دو حیض گزر گئی کہ شوہر اسی دوران اس معتدہ سے حرمت کا علم ہوتے ہوئے وطی کرلیتا ہے، تو اب اس عورت پر دوسری عدت لازم ہوگی، اور دونوں عدتیں ایک دوسرے میں داخل ہوجائیں گی، پس اگر شوہر اخیر کے دو حیضوں کے درمیان طلاق دیدے تو یہ واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ عورت وطی بالشبہ کی عدت گزار رہی ہے۔ (شامی: ۴/۵۵۰)

بیوی کا نکاح کرنے سے طلاق کا حکم

قنیہ نامی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہے، کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کا نکاح کسی دوسرے آدمی سے کردیا تو یہ نکاح کرنا طلاق نہیں ہے، اس وجہ سے کہ نکاح کرنا نہ تو طلاق صریح میں داخل ہے نہ طلاق کنایہ میں، پھر صاحب قنیہ نے بعض اہل علم کی طرف اشارہ کرکے لکھا ہے کہ اگر شوہر یہ نکاح طلاق کی نیت سے کرے، تو طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن صحیح بات یہی ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی۔

شوہر نے بیوی کو نکاح کا حکم دیا تو کیا حکم

اگر کسی شوہر نے بیوی سے کہا تو جا اور نکاح کرلے، تو اس جملہ سے بغیر نیت کے بھی ایک طلاق واقع ہوجائے گی، (اس لیے کہ تزوجي قرینہ ہے لہٰذا اگر تین کی نیت کرے گا تو تین واقع ہوجائے گی، جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے، اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ اگر اس نے مذکورہ جملہ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ اس کے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تیرے لیے نکاح کرنا ممکن ہے تو جاکر نکاح کرلے، اور ذخیرہ نامی کتاب میں ہے کہ اذهبي وتزوجي سے بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوگی، اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو ایک بائنہ ہوگی، اور اگر تین کی نیت کی ہے تو تین ہوگی۔ (شامی: ۴/۵۵۱)

درج ذیل جملوں میں وقوع طلاق کے لیے نیت شرط ہے

شوہر نے بیوی سے کہا کہ "تو جہنم میں چلی جا" تو اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوجائے گی، جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہے، اسی طرح اگر شوہر نے یوں کہا اذهبي عني میرے پاس سے تو چلی جا، اگر اس سے طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق واقع ہوجائے گی، ورنہ نہیں، اسی طرح اگر شوہر افلحي کا جملہ استعمال کیا جو اذهبي ہی کے معنی میں ہے اس سے بھی بشرط نیت طلاق واقع ہوگی، اور فسخت النكاح سے بھی بشرط نیت طلاق ہوگی، اسی طرح اگر شوہر یوں کہے، انت عليّ كالميتة (تو میرے اوپر مردار کی طرح ہے) انت عليّ كلحم الخنزير (تو میرے لیے سور کے گوشت کی طرح حرام ہے) یا کہا انت عليّ حرام كالماء (تو مجھ پر پانی کی طرح حرام ہے) ان تمام جملوں سے اگر طلاق کی نیت کی

ہے تو طلاق واقع ہوگی، ورنہ نہیں، اور اگر شوہر یوں کہے، تجھ پر چاروں راستے کھلے ہوئے ہیں، تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اگر چہ طلاق کی نیت ہی کیوں نہ کی ہو، جب تک کہ شوہر اس طرح نہ کہے، تو جس راستے کو چاہے اختیار کرلے، اگر اس طرح بولا تو بشرط نیت طلاق واقع ہوجائے گی۔

چند الفاظ کنایات اور اس کا حکم شرعی

یہاں کنایات کے چند الفاظ نقل کئے جاتے ہیں (۱) انت سائبة (تو سانڈ ہے) (۲) حبلك علی غاربك (تیری رسی تیری گردن پر) (۳) الحقی باهلك (تو اپنے گھر والوں سے جا کرمل) (۴) وهبتك لاهلك (میں نے تیرے گھر والوں کو تجھے ہبہ کردیا) (۵) وهبتك اباك او امك (میں نے تجھ کو تیرے باپ یا ماں کو ہبہ کردیا (۶) اعتقتك (میں نے تجھ کو آزاد کردیا) (۷) کونی حرة (تو آزاد ہوجا) (۸) اظفری بمرادك (تو اپنے مطلب کو حاصل کر) (۹) خالعتك (میں نے تجھ سے خلع کیا) (۱۰) تنحی (تو علیحدہ ہوجا) (۱۱) لست لی بامراة (تو میری بیوی نہیں ہے) (۱۲) لست لكِ بزوج (میں تیرا شوہر نہیں ہوں، (۱۳) لا نکاح بینی وبینك (میرے اور تیرے درمیان نکاح نہیں) (۱۴) صرت غیر امرأتی (تو میری بیوی نہیں رہی) (۱۵) لست لی بزوج (تو میرا شوہر نہیں ہے) شوہر نے کہا صدقت تو نے سچ کہا، (۱۶) ابتغی الازواج (شوہر تلاش کرلے) (۱۷) ابعدی عنی (تو مجھ سے دور ہو) مذکورہ تمام الفاظ سے بشرط نیت یا دلالت حال یا مذاکرہ طلاق سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

اور اگر شوہر نے کہا لا اریدك (میں تجھ کو نہیں چاہتا ہوں) ولا احبك (میں تجھ سے محبت نہیں رکھتا) ولا اشتهیك (مجھ کو تیری چاہت نہیں ہے) تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اگر چہ شوہر طلاق کی نیت ہی کیوں نہ کرے۔

بَابُ تَفْوِيضِ الطَّلَاقِ

یہ باب طلاق کو عورت کی طرف سپرد کرنے کے بیان میں ہے، اس باب میں حضرت مصنفؒ یہ بیان کریں گے، کہ اگر شوہر نے عورت کو تفویض طلاق کیا اور عورت نے واقع کرلی تو کیا حکم ہے یا شوہر کے حکم سے کوئی دوسرا شخص طلاق دیدے تو وہ شرعاً واقع ہوگی یا نہیں؟

لَمَّا ذَكَرَ مَا يُوقِعُهُ بِنَفْسِهِ بِنَوْعَيْهِ ذَكَرَ مَا يُوقِعُهُ غَيْرُهُ بِإِذْنِهِ. وَأَنْوَاعُهُ ثَلَاثَةٌ: تَفْوِيضٌ، وَتَوْكِيلٌ، وَرِسَالَةٌ وَأَلْفَاظُ التَّفْوِيضِ ثَلَاثَةٌ: تَخْيِيرٌ وَأَمْرٌ بِيَدِ، وَمَشِيئَةٌ. (قَالَ لَهَا اخْتَارِي أَوْ أَمْرُكِ بِيَدِكِ يَنْوِي) تَفْوِيضَ (الطَّلَاقِ) لِأَنَّهَا كِنَايَةٌ فَلَا يَعْمَلَانِ بِلَا نِيَّةٍ (أَوْ طَلِّقِي نَفْسَكِ فَلَهَا أَنْ تُطَلِّقَ فِي مَجْلِسِ عِلْمِهَا بِهِ) مُشَافَهَةً أَوْ إِخْبَارًا (وَإِنْ طَالَ) يَوْمًا أَوْ أَكْثَرَ مَا لَمْ يُوَقِّتْهُ وَيَمْضِي الْوَقْتُ قَبْلَ

عِلْمِهَا (مَا لَمْ تَقُمْ) لِتَبَدُّلِ مَجْلِسِهَا حَقِيقَةً (أَوْ حُكْمًا بِأَنْ (تَعْمَلَ مَا يَقْطَعُهُ) مِمَّا يَدُلُّ عَلَى الْإِعْرَاضِ لِأَنَّهُ تَمْلِيكٌ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى قَبُولٍ فِي الْمَجْلِسِ لَا تَوْكِيلٍ، فَلَمْ يَصِحَّ رُجُوعُهُ، حَتَّى لَوْ خَيَّرَهَا ثُمَّ حَلَفَ أَنْ لَا يُطَلِّقَهَا فَطَلَّقَتْ لَمْ يَحْنَثْ فِي الْأَصَحِّ (لَا) تَطْلُقُ (بَعْدَهُ) أَيِ الْمَجْلِسِ (إِلَّا إِذَا زَادَ) فِي قَوْلِهِ طَلِّقِي نَفْسَكِ وَأَخَوَاتِهِ (مَتَى شِئْتِ أَوْ مَتَى مَا شِئْتِ أَوْ إِذَا شِئْتِ أَوْ إِذَا مَا شِئْتِ) فَلَا يَتَقَيَّدُ بِالْمَجْلِسِ (وَلَمْ يَصِحَّ رُجُوعُهُ) لِمَا مَرَّ.

تفویض طلاق کو بعد میں ذکر کرنے کی وجہ

شارح تنویر الابصار فرماتے ہیں کہ مصنفؒ جب اس طلاق کی دونوں قسم صریح اور کنایہ کو بیان کر چکے جس کو شوہر خود واقع کرتا ہے تو اب اس طلاق کا ذکر کر رہے ہیں جس کو شوہر کی اجازت وحکم سے کوئی دوسرا شخص واقع کرتا ہے۔

یہاں یہ بات ذہن نشیں ہونی چاہئے کہ شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا شخص جو طلاق واقع کرتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں، (۱) تفویض یعنی کسی دوسرے کو طلاق کا مالک بنا دینا (۲) توکیل یعنی کسی دوسرے آدمی کو طلاق دینے کا وکیل بنانا (۳) رسالت یعنی دوسرے کے ذریعہ طلاق کہلا بھیجنا۔

تفویض اور توکیل کے درمیان فرق

تفویض اور توکیل کے درمیان حضرات فقہاء کرام نے مختلف فرق بیان کیا ہے، چناں چہ ایک فرق یہ ہے کہ تفویض میں غیر شخص ذمہ دار ہوتا ہے، اور اپنی سمجھ بوجھ سے کام کرتا ہے، اس کے برخلاف توکیل میں وکیل موکل کے حکم کے مطابق کام کرتا ہے، وکیل مامور ہوتا ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ تفویض میں غیر شخص اپنے لیے کام کرتا ہے، اور توکیل میں موکل وکیل کے لیے کام کرتا ہے، اور رسالت تو صرف پیغام بردار ہوتا ہے، وہ دوسروں تک خبر پہنچا دیتا ہے، مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے سے کہے، کہ آپ فلاں عورت کے پاس جا کر یہ پیغام پہنچا دو، کہ تیرا شوہر تجھ کو اختیار دیا ہے، تو یہ شخص مرسل کے کلام کو صرف نقل کرنے والا ہوگا، خود کلام کرنے والا نہ ہوگا۔ (شامی: ۴؍۵۵۲)

تفویض طلاق کے لیے الفاظ

شارحؒ فرماتے ہیں کہ تفویض طلاق کے واسطے تین الفاظ ہیں (۱) تخییر یعنی شوہر نے بیوی سے کہا اختاري (تو اختیار کر لے) (۲) امر بالید یعنی شوہر نے بیوی سے کہا امرك بيدك (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) (۳) مشیت یعنی شوہر نے کہا ان شئت فانت طالق یہ تین الفاظ تفویض طلاق کے لیے موضوع ہیں، اور یہ قیاس استقراء سے معلوم ہوا ہے۔

شوہر نے بیوی سے کہا اختاری (تو اختیار کرلے) یا یوں کہا امرك بیدك (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) اور ان دونوں الفاظ سے شوہر تفویض طلاق الی الغیر کی نیت کی، تو یہ دونوں الفاظ طلاق کے معنی میں مفید نہ ہوں گے، جب تک کہ نیت نہ پائی جائے، اس لیے کہ دونوں الفاظ کنائی ہیں۔ اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ یہ واقعہ حالت رضا میں پیش آیا ہو، اگر حالت غضب یا مذاکرہ طلاق کے وقت ان دو لفظوں سے تفویض طلاق الی الغیر کیا تو طلاق واقع ہوجائے گی، اور عدم نیت کے متعلق شوہر کی بات نہیں مانی جائے گی۔ (شامی: ۴/ ۵۵۲)

اور اگر شوہر نے یوں کہا طلقي نفسك (تو اپنے آپ کو طلاق دے لے) تو ان تینوں صورتوں (یعنی اختاري، امرك بيدك، طلقي نفسك) میں بیوی کو اختیار ہے، کہ اپنی ذات پر اس مجلس میں طلاق واقع کرلے جس میں اس کو طلاق کا علم ہوا ہے، اور بیوی کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار صرف مجلس علم تک ہی حاصل رہے گا، مجلس ختم ہوجانے کے بعد اختیار باقی نہ رہے گا، اور عورت کی تفویض کا علم خواہ براہ راست شوہر کی زبانی ہوا ہو، یا بذریعہ وکیل و قاصد خبر ملی ہو، یا شوہر کی طرف سے خط آیا ہو، اور اس سے اس کا علم ہوا، بہر صورت اختیار صرف مجلس علم ہی تک منحصر رہے گا۔

تفویض طلاق میں اختیار کب تک

عورت کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار مجلس علم ہی تک باقی رہتا ہے، خواہ مجلس علم ایک دن تک دراز ہوجائے، یا زیادہ وقت تک، اور عورت کو اس وقت تک اختیار ملتا ہے جب تک کہ اس کو موقت نہ کیا ہو، اور معینہ وقت گزر نہ گیا ہو، اور بیوی کو اس کا علم نہ ہوسکا، مثال کے طور پر شوہر نے کہا بیوی کو جمعہ تک یا شنبہ تک اختیار ہے، اور بیوی کو اس کا علم جمعہ کے دن غروب آفتاب کے بعد ہوا، تو اس صورت میں تفویض باطل ہوجائے گی، اور اختیار ختم ہوجائے گا۔

بیوی کو مجلس علم کے بعد اس وقت تک اختیار حاصل ہوتا ہے جب تک کہ مجلس سے نہ اٹھے، مجلس سے اٹھ جانے کے بعد مجلس حقیقتاً بدل جائے گی یا حکماً۔ اختیار ختم ہوجائے گا حکماً مجلس بدل جانا جیسے کہ عورت مجلس میں ایسا کام کرنے لگے جو اختیار ختم کرنے والا ہو یا ایسا کام کرنے لگے جو اعراض اور روگردانی پر دلالت کرے تو اس سے بھی اختیار ختم ہوجائے گا۔

تفویض طلاق کی حقیقت

تفویض طلاق درحقیقت تملیک طلاق ہے، یعنی طلاق کا مالک بنانا ہے، اس لیے مجلس علم قبول کرنے پر موقوف رہے گا، مجلس علم کے بعد قبول کیا تو اس کا اعتبار نہ ہوگا، تفویض طلاق توکیل نہیں ہے، لہٰذا تفویض کے بعد شوہر کے لیے رجوع کرنے کا حق باقی نہ رہے گا، حتی کہ اگر کوئی شخص بیوی کو اختیار دیا، پھر اس نے قسم کھائی کہ وہ اس کو طلاق نہیں دے گا، پھر بیوی نے خود اپنی ذات کو طلاق دیدی، تو شوہر اصح قول کے مطابق حانث نہ ہوگا، اس لیے کہ یہاں طلاق واقع کرنے والی خود عورت ہوئی نہ

کہ شوہر اگر تفویض طلاق توکیل ہوتی، تملیک نہیں ہوتی تو عورت کے طلاق واقع کرنے سے شوہر حانث ہو جاتا اس لیے کہ وکیل کا فعل حقیقت میں موکل ہی کا فعل کہلاتا ہے۔

مجلس علم کے بعد طلاق واقع کرنے کا حکم

مجلس علم کے بعد اگر عورت طلاق واقع کرنا چاہے، تو مسئلہ تفویض میں واقع نہیں کرسکتی ہے، ہاں اگر شوہر طلقي نفسك کے ساتھ یہ جملہ اضافہ کردے، متی شئت (جب تو چاہے) متی ماشئت (جب تک تو چاہے) اذا شئت (جب تو چاہے) اذا ماشئت (جب تک تو چاہے) ان الفاظ کے اختیار کرنے کے بعد عورت کا اختیار مجلس علم ہی تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ اس کو ہر وقت اختیار رہے گا، اور جب چاہے گی واقع کرسکتی ہے، اس لیے کہ شوہر نے اذا شئت اور اذا ماشئت متی شئت اور متی ماشئت کے ذریعہ یوں کہا کہ جب بھی تو چاہے طلاق واقع کرلے، لہٰذا اس قول سے شوہر کا رجوع کرنا بھی درست نہ ہوگا، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(وَ) أَمَّا فِي (طَلِّقِي ضَرَّتَكِ أَوْ) قَوْلُهُ لِأَجْنَبِيٍّ (طَلِّقْ امْرَأَتِي) فَيَصِحُّ (رُجُوعُهُ) مِنْهُ وَلَمْ يَتَقَيَّدْ بِالْمَجْلِسِ لِأَنَّهُ تَوْكِيلٌ مَحْضٌ، وَفِي طَلِّقِي نَفْسَكِ وَضَرَّتَكِ كَانَ تَمْلِيكًا فِي حَقِّهَا تَوْكِيلًا فِي حَقِّ ضَرَّتِهَا جَوْهَرَةٌ (إلَّا إذَا عَلَّقَهُ بِالْمَشِيئَةِ) فَيَصِيرُ تَمْلِيكًا لَا تَوْكِيلًا. وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا فِي خَمْسَةِ أَحْكَامٍ: فَفِي التَّمْلِيكِ لَا يَرْجِعُ وَلَا يَعْزِلُ وَلَا يَبْطُلُ بِجُنُونِ الزَّوْجِ وَيَتَقَيَّدُ بِمَجْلِسٍ لَا بِعَقْلٍ، فَيَصِحُّ تَفْوِيضُهُ لِمَجْنُونٍ وَصَبِيٍّ لَا يَعْقِلُ، بِخِلَافِ التَّوْكِيلِ بَحْرٌ، نَعَمْ لَوْ جُنَّ بَعْدَ التَّفْوِيضِ لَمْ يَقَعْ فَهُنَا تُسُومِحَ ابْتِدَاءً لَا بَقَاءً عَكْسَ الْقَاعِدَةِ فَلْيُحْفَظْ (وَجُلُوسُ الْقَائِمَةِ وَاتِّكَاءُ الْقَاعِدَةِ وَقُعُودُ الْمُتَّكِئَةِ وَدُعَاءُ الْأَبِ) أَوْ غَيْرِهِ (لِلْمَشُورَةِ) بِفَتْحٍ فَضَمٍّ الْمُشَاوَرَةُ (وَ) دُعَاءُ (شُهُودٍ لِلْإِشْهَادِ) عَلَى اخْتِيَارِهَا الطَّلَاقَ إذَا لَمْ يَكُنْ عِنْدَهَا مَنْ يَدْعُوهُمْ، سَوَاءٌ تَحَوَّلَتْ عَنْ مَكَانِهَا أَوْ لَا فِي الْأَصَحِّ خُلَاصَةٌ (وَإِيقَافُ دَابَّةٍ هِيَ رَاكِبَتُهَا لَا يَقْطَعُ) الْمَجْلِسَ، وَلَوْ أَقَامَهَا أَوْ جَامَعَهَا مُكْرَهَةً بَطَلَ لِتَمَكُّنِهَا مِنْ الِاخْتِيَارِ (وَالْفُلْكُ لَهَا كَالْبَيْتِ وَسَيْرُ دَابَّتِهَا كَسَيْرِهَا) حَتَّى لَا يَتَبَدَّلَ الْمَجْلِسُ بِجَرْيِ الْفُلْكِ، وَيَتَبَدَّلُ بِسَيْرِ الدَّابَّةِ لِإِضَافَتِهِ إلَيْهَا إلَّا أَنْ تُجِيبَ مَعَ سُكُوتِهِ أَوْ يَكُونَ فِي مَحْمَلٍ يَقُودُهُمَا الْجَمَّالُ فَإِنَّهُ كَالسَّفِينَةِ.

توکیل بالنکاح میں رجوع کرنے کا شرعی حکم

بہر حال اگر شوہر نے بیوی سے یوں کہا طلقي ضرتك (تو اپنی سوکن کو طلاق دیدے) یا کسی اجنبی شخص سے شوہر نے

کہا طلق امرأتی (تو میری بیوی کو طلاق دیدے) تو اس قول سے رجوع کرنا جائز ہے، اور مجلس علم کے ساتھ مقید نہ ہوگا، کیوں کہ شوہر کا مذکورہ قول توکیل محض ہے، تملیک نہیں ہے، اس لیے اس میں غیر کے واسطے سے طلاق کا حکم دیا گیا ہے، خود اپنے واسطے اختیار نہیں دیا گیا، اس لیے توکیل ہوئی اور توکیل میں رجوع کرنا درست ہوتا ہے، اس لیے یہاں رجوع کرنا درست ہوگا، اور مجلس علم کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔

اور اگر شوہر نے اس طرح کہا طلقی نفسك وضرتك (تو اپنی ذات کو اور اپنی سوکن کو طلاق دے لے) اس صورت میں اپنے حق میں تملیک ہوگی، تو سوکن کے حق میں توکیل ہوگی، جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں یہ مسئلہ مذکور ہے،

توکیل کی صورت میں موکل کا اپنے قول سے رجوع کرنا شرعاً درست ہے، لیکن اگر شوہر نے طلاق کو وکیل کی مشیت وارادے کے ساتھ معلق کیا ہے، اور یوں کہا طلقی ضرتك ان شئت طلق امرأتي ان شئت تو اس صورت میں توکیل تملیک سے بدل جائے گی، کیوں کہ مشیت پر معلق کرنے کے بعد مطلب یہ ہوگا کہ تیرا جی چاہے تو تو اپنی سوکن کو طلاق دیدے، اگر تو چاہے تو میری بیوی کو طلاق دیدے لہذا اس کے بعد شوہر اپنے قول سے رجوع بھی نہیں کرسکتا ہے، کیوں کہ جب وکیل کی چاہت اور رائے پر چھوڑ دیا گیا تو گویا اس کو مالک بنادیا تو اب یہ توکیل نہیں، بلکہ تفویض اور تملیک ہوگئی، اس لیے کہ اپنی رائے سے تصرف کرنے والا مالک کے حکم میں ہوتا ہے۔

توکیل اور تملیک میں فرق

شارح فرماتے ہیں کہ توکیل اور تملیک میں پانچ احکام کے اندر فرق ہے، (۱) تملیک میں رجوع نہیں کرسکتا ہے اور توکیل میں رجوع کرنے کا حق ہے (۲) تملیک میں معزول نہیں کرسکتا ہے (۳) شوہر کے مجنون ہوجانے کے بعد تملیک باطل نہیں ہوتی ہے، اس کے برخلاف توکیل میں موکل کے مجنون ہوجانے سے وکالت باطل ہوجاتی ہے، (۴) تملیک مجلس علم کے ساتھ ہوتی ہے، توکیل مجلس تک مقید نہیں ہوتی ہے، اور جس کو اختیار کا مالک بنایا اس کا عاقل ہونا ضروری نہیں ہے، لہذا طلاق کی تفویض وتملیک دیوانے اور نابالغ کو بھی درست ہے بشرطیکہ دونوں کلام کرسکتے ہوں، (۵) نابالغ بچہ کو تملیک کرنا یعنی ایسا بچہ جو عاقل نہ ہو اس کو مالک بنانا جائز ہے لیکن وکیل بنانا جائز نہیں ہے، جیسا کہ البحر الرائق میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

مفوض الیہ کا پاگل ہونا

جس شخص کو طلاق دینے کا مالک بنایا ہے اگر تفویض کے بعد وہ پاگل ہوجائے اور اسی پاگل پنی کی حالت میں طلاق دی تو اس کی یہ طلاق واقع نہ ہوگی، لہذا اس مسئلہ میں قاعدہ فقہیہ کے برعکس مسامحت اور تساہل ابتداء میں ہوا نہ کہ بقا میں پس اس کو یاد رکھنا چاہئے۔ اس بارے میں قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ مسامحت بقائے امر میں ہوتی ہے ابتدائے امر میں نہیں، اور مسئلہ مذکورہ میں

اس قاعدے کے خلاف مسامحت ابتداء کے امر میں ہوئی ہے، بقائے امر میں نہیں، مجنون شخص کو تفویض طلاق درست ہے، اور اس کا واقع کرنا بھی درست ہے، اور اگر مفوض الیہ عند التفویض عاقل ہو پھر بعد التفویض مجنون ہو جائے، تو اس کی طلاق درست نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب شوہر نے طلاق مجنون کو مفوض کر دیا اور اس کی بے عقلی کے باوجود ایقاع طلاق پر راضی ہوا تو گویا اس نے طلاق کو بیوی کے پاگل ہونے پر معلق کیا، اس کے برخلاف اگر شوہر طلاق عاقل شخص کو مفوض کیا پھر وہ دیوانہ اور مجنون ہو گیا، تو یہاں تفویض اس کی عقل کے اعتماد پر تھی، اور بعد میں وہ باقی نہ رہی اس لیے طلاق واقع نہ ہوگی۔

مجلس کی تبدیلی کب اور کب نہیں

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کھڑی ہوئی عورت کا بیٹھنا، بیٹھی ہوئی عورت کا تکیہ لگانا، ٹیک لگانے والی عورت کا بیٹھ جانا صلاح و مشورہ کے لیے باپ کو بلانے کے لیے مجلس سے اٹھ کر جانا، یا کسی دوسرے کو بلانا، گواہوں کو گواہی کے لیے بلانے کے لیے مجلس سے جانا، تا کہ وہ طلاق کو اختیار کرے، جب کہ عورت کے پاس کوئی دوسرا شخص موجود نہ ہو، جو اس کے ماں باپ کو بلا دے یا گواہوں کو بلا دے، خواہ عورت اپنی جگہ سے ٹل گئی ہو یا نہ ٹلی ہو، اور عورت کا اپنی سواری کو روکنا جس پر وہ سوار ہے، ان سب سے مجلس اختیار ختم نہیں ہوتا ہے، البتہ اگر اختیار دینے کے بعد شوہر نے عورت کو مجلس سے اٹھا دیا یا زبردستی اس کے ساتھ جماع کر لیا، تو عورت کا اختیار باطل ہو جائے گا، اس لیے کہ عورت نے اپنے اختیار سے مرد کو اپنے اوپر قدرت دی ہے، یعنی جب شوہر اس کو مجلس سے اٹھا رہا تھا یا جماع کے لیے کوشش کر رہا تھا، اس وقت عورت اتنا کہہ سکتی تھی کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا ہے، اور جب اس نے یہ بھی نہیں کہا تو اختیار باطل ہو جائے گا۔

کشتی میں سوار عورت کا تبدل مجلس

کشتی عورت کے حق میں کوٹھری کے مانند ہے، اور اس کی سواری کا چلنا عورت کے چلنے کی طرح ہے، حتی کہ کشتی کے چلنے سے مجلس نہیں بدلتی ہے، اور سواری کے چلنے سے مجلس بدل جاتی ہے، اس لیے کہ چلنے کی نسبت اس کی طرف ہوتی ہے، اس لیے کہ سواری سوار کے چلانے سے ہی چلتی ہے، خود بخود نہیں چلتی ہے، اور یہ بات کشتی میں نہیں ہے، اس لیے کہ کشتی تو پانی کے بہاؤ پر خود بخود چلتی ہے، بہر حال سواری کے چلانے اور عورت کے چلنے سے مجلس بدل جاتی ہے، ہاں اگر شوہر نے خاموش ہوتے ہی علی الفور عورت کو جواب دیدیا یا دونوں یعنی میاں بیوی ایک کجاوئی میں ہو، اور ساربان اس کو ہانکتا ہو تو اس وقت وہ اس کشتی کی طرح ہے، یعنی اس کے چلنے سے مجلس نہیں بدلتی ہے، اس لیے یہاں سواری کا چلانا ان کی طرف مضاف نہیں ہے اور روکنے پر قادر بھی نہیں ہیں، اس لیے کشتی کے حکم میں ہے۔

(وَفِي اخْتَارِي نَفْسَكِ لَا تَصِحُّ نِيَّةُ الثَّلَاثِ) لِعَدَمِ تَنَوُّعِ الِاخْتِيَارِ، بِخِلَافِ أَنْتِ بَائِنٌ أَوْ أَمْرُكِ

بِيَدِكِ (بَلْ تَبِينُ) بِوَاحِدَةٍ (إِنْ قَالَتْ اخْتَرْتُ) نَفْسِي (أَوْ) أَنَا (أَخْتَارُ نَفْسِي) اسْتِحْسَانًا، بِخِلَافِ قَوْلِهِ طَلِّقِي نَفْسَكِ فَقَالَتْ أَنَا طَالِقٌ أَوْ أَنَا أُطَلِّقُ نَفْسِي لَمْ يَقَعْ لِأَنَّهُ وَعْدٌ جَوْهَرَةٌ، مَا لَمْ يَتَعَارَفْ أَوْ تَنْوِ الْإِنْشَاءَ فَتْحٌ (وَذِكْرُ النَّفْسِ أَوْ الِاخْتِيَارَةِ فِي أَحَدِ كَلَامَيْهِمَا شَرْطٌ) صِحَّةِ الْوُقُوعِ بِالْإِجْمَاعِ (وَيُشْتَرَطُ ذِكْرُهَا مُتَّصِلًا، فَإِنْ كَانَ مُنْفَصِلًا فَإِنْ فِي الْمَجْلِسِ صَحَّ) لِأَنَّهَا تَمْلِكُ فِيهِ الْإِنْشَاءَ (وَإِلَّا لَا) إِلَّا أَنْ يَتَصَادَقَا عَلَى اخْتِيَارِ النَّفْسِ فَيَصِحُّ وَإِنْ خَلَا كَلَامُهُمَا عَنْ ذِكْرِ النَّفْسِ دُرَرٌ وَالتَّاجِيَّةُ وَأَقَرَّهُ الْبَهْنَسِيُّ وَالْبَاقَانِيُّ، لَكِنْ رَدَّهُ الْكَمَالُ وَنَقَلَهُ الْأَكْمَلُ بِقِيلَ، وَالْحَقُّ ضَعْفُهُ نَهْرٌ. (فَلَوْ قَالَ اخْتَارِي اخْتِيَارَةً أَوْ طَلْقَةً) أَوْ أَمْرَكِ (وَقَعَ لَوْ قَالَتْ اخْتَرْتُ) فَإِنَّ ذِكْرَ الِاخْتِيَارَةِ كَذِكْرِ النَّفْسِ إِذْ التَّاءُ فِيهِ لِلْوَحْدَةِ، وَكَذَا ذِكْرُ التَّطْلِيقَةِ وَتَكْرَارُ لَفْظِ اخْتَارِي وَقَوْلُهَا اخْتَرْت أَبِي أَوْ أُمِّي أَوْ أَهْلِي أَوْ الْأَزْوَاجَ يَقُومُ مَقَامَ ذِكْرِ النَّفْسِ وَالشَّرْطِ، ذَكَرَ ذَلِكَ فِي كَلَامِ أَحَدِهِمَا كَمَا مَثَّلْنَا، فَلَمْ يَخْتَصَّ اخْتِيَارُهُ بِكَلَامِ الزَّوْجِ كَمَا ظُنَّ، وَلَوْ قَالَتْ اخْتَرْتُ نَفْسِي وَزَوْجِي أَوْ نَفْسِي لَا بَلْ زَوْجِي وَقَعَ، وَمَا فِي الِاخْتِيَارِ مِنْ عَدَمِ الْوُقُوعِ سَهْوٌ، نَعَمْ لَوْ عَكَسَتْ لَمْ يَقَعْ اعْتِبَارًا لِلْمُقَدَّمِ وَبَطَلَ أَمْرُهَا كَمَا لَوْ عَطَفَتْ بِأَوْ، أَوْ أَرْشَاهَا لِتَخْتَارَهُ فَاخْتَارَتْهُ أَوْ قَالَتْ أَلْحَقْتُ نَفْسِي بِأَهْلِي.

اختاری نفسك میں تین طلاق کی نیت

شوہر نے کہا اختاری نفسك (تو اپنے آپ کو اختیار کرلے) تو عورت کو اس اختیار میں تین طلاق کی نیت کرنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اختیار میں تنوع نہیں ہوتا ہے، یعنی اختیار مختلف قسم کا نہیں ہوتا ہے، اس کے برخلاف شوہر نے کہا کہ انت بائن یا کہا امرك بیدك اس صورت میں عورت کا تین طلاق کی نیت کرنا درست ہے، اس لیے کہ بینونت میں تنوع ہوتا ہے، یعنی بینونت مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ لہٰذا انت بائن میں تین طلاق کی نیت کرنا درست ہے۔

اختاری نفسك کے جواب میں اخترت نفسی کہنے کا حکم

شوہر نے بیوی کو کہا اختاری نفسك اس کے جواب میں بیوی نے کہا اخترت نفسی یا کہا انا اختار نفسی تو اس صورت میں استحساناً ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی، اس کے برخلاف اگر شوہر نے کہا طلقی نفسك (تو اپنے آپ کو طلاق واقع کرلے) اس کے جواب میں عورت نے کہا انا طالق، میں مطلقہ ہوں، یا جواب میں کہا: انا اطلق نفسی (میں اپنے آپ کو طلاق دیتی ہوں) تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ یہ ایقاع طلاق نہیں ہے، بلکہ ایقاع طلاق کا وعدہ ہے، جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں اور فتح القدیر میں ہے، کہ ان جملوں سے اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی، جب تک کہ یہ جملے

طلاق کے معنی میں متعارف نہ ہوں، یا عورت نے طلاق کی نیت نہ کی ہو، (اس زمانہ میں جملہ اسمیہ اور مضارع کے صیغہ سے طلاق واقع کرنا عام بات ہے، اس لیے فی زماننا طلاق واقع ہوجائے گی)

لفظ نفس اور اختیار کے ذکر کا شرط ہونا

وقوع طلاق کی صحت کے لیے زوجین میں سے کسی ایک کے کلام میں نفس یا اختیار کا لفظ ہونا باجماع صحابہ کرام شرط ہے، اور اگر دونوں کے کلام میں نفس یا اختیار کا لفظ مذکور ہے، تو بدرجہ اولی طلاق واقع ہوگی، اسی طرح جو لفظ ان دونوں کے قائم مقام ہو وہ بھی انہی کے برابر ہے، اور اگر زوجین میں سے ہر ایک کا کلام ان دونوں لفظوں سے خالی ہے نہ اختیار کا لفظ مذکور ہے نہ نفس کا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ (شامی: ۴/۵۵۹)

نفس اور اختیار کے لفظ کا متصل ہونا

طلاق کے وقوع کی صحت کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نفس یا اختیار کا لفظ متصلاً استعمال کئے جائیں، اگر الگ الگ استعمال کئے جائیں تو اگر اسی مجلس میں ہو تو صحیح ہوگا، اس لیے کہ عورت اس مجلس میں انشاء طلاق کی مالک ہے، لہٰذا نفس اور اختیار کا لفظ کہنے کی بھی مالک قرار پائے گی، اور اگر عورت نے مجلس میں نفس یا اختیار کا لفظ نہیں کہا تو طلاق کا واقع ہونا صحیح نہیں ہوگا اور تفویض باطل ہوجائے گی، ہاں اگر زوجین نے اختیار نفس پر اتفاق کرلیا ہے یعنی شوہر نے اس بات کی تصدیق کردی کہ عورت نے اپنا نفس اختیار کرلیا ہے، تو طلاق کا واقع ہونا صحیح ہوگا، اگرچہ زوجین میں سے ہر ایک کا کلام ذکر نفس اور ذکر اختیار سے خالی ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ الدرر اور الفوائد التاجیہ میں ہے، اور اس قول کو علامہ بہنسیؒ اور باقانیؒ نے ثابت رکھا ہے، لیکن علامہ کمال الدین بابرتی نے اس کو رد کیا ہے، اور علامہ اکمل الدین عنایہ میں اس قول کو قیل سے تعبیر کیا ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ قول ضعیف ہے، یعنی جب تک لفظ نفس کا ذکر نہ ہو ان دونوں کا تصادق و اتفاق قابل اعتبار نہیں ہے، جیسا کہ النہر الفائق میں ہے۔

اختياري اختيارة سے وقوع طلاق کا حکم

پس اگر شوہر نے بیوی سے کہا اختياري اختيارة یا کہا اختياري طلقة (تو طلاق کو اختیار کرلے) یا کہا اختياري امك (تو اپنی ماں کو اختیار کرلے) اس کے جواب میں بیوی نے کہا اخترت میں نے اختیار کرلیا، تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوجائے گی، اس لیے کہ اختيارة کا لفظ ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ نفس کا لفظ ذکر کرنا ہے، اور ایک طلاق اس لیے واقع ہوگی کہ اختيارة کے اندر تا وحدت کے لیے ہے، اسی طرح تطليقة کا لفظ ہے، اس کے ذکر سے بھی طلاق واقع ہوجائے گی، اس لیے کہ یہ نفس کے ذکر کرنے کے قائم مقام ہے، اور لفظ اختياري کا تکرار نیز عورت کا اخترت ابي یا اخترت امي یا اخترت اهلي

یا اخترت الازواج کا بولنا نفس اور شرط کے ذکر کرنے کے قائم مقام ہے، اور اس سے طلاق واقع ہو جائے گی، اور جس عورت کے والدین نہ ہوں اور وہ کہے اخترت ابی تو اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی، لفظ نفس یا اس کے قائم مقام کا ذکر کرنا زوجین میں سے کسی ایک کے کلام میں شرط ہے، خواہ میاں کے کلام میں ہو خواہ بیوی کے کلام میں ہو، جیسا کہ ہم نے مثالوں میں بیان کیا ہے لہٰذا لفظ نفس کا ذکر شوہر کے کلام ہی کے ساتھ مختص نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

اخترت نفسی وزوجی سے وقوع طلاق کا حکم

اور اگر عورت نے یوں کہا اخترت نفسی وزوجی (میں نے اپنی ذات اور اپنے شوہر کو اختیار کیا) یا یوں کہا اخترت نفسی لا بل زوجی (میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا نہیں بلکہ اپنے شوہر کو اختیار کیا) تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی، اس لیے کہ جب سب سے پہلے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو گئی، پھر شوہر کو اختیار کیا تو رجوع عن الطلاق ہوا، حالاں کہ طلاق واقع ہو جانے کے بعد رجوع جائز نہیں ہے، اور کتاب الاختیار میں جو عدم وقوع طلاق کا قول ذکر کیا گیا ہے وہ صاحب کتاب کی طرف سہو اور غلطی ہے۔

اخترت زوجی ونفسی سے وقوع طلاق کا حکم

ہاں اگر عورت اس کلام کے برعکس اس طرح کہے، اخترت زوجی ونفسی (میں نے اپنے شوہر کو اختیار کیا اور اپنے آپ کو) یا یوں کہے اخترت زوجی لا بل نفسی (میں نے اپنے شوہر کو اختیار کیا نہیں بلکہ اپنی ذات کو اختیار کیا) تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی مقدم کا اعتبار کرتے ہوئے، موخر کا اعتبار نہیں ہوگا، اور اس کا اختیار اس کے اس قول سے باطل ہو گیا، جس طرح کہ عورت کا اختیار اس وقت باطل ہو جاتا ہے، جبکہ وہ صرف او سے عطف کرے، اور یوں کہے، اخترت نفسی او زوجی (میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا یا اپنے شوہر کو) تو اس صورت میں تذبذب پایا گیا اس لیے اختیار باطل ہو گیا اور طلاق واقع نہیں ہوئی یا شوہر نے بیوی کو اس بات کے لیے رشوت دیا کہ وہ شوہر کو اختیار کرے پس عورت نے شوہر ہی کو اختیار کیا تو اس سے عورت کا اختیار باطل ہو گیا، اور طلاق واقع نہیں ہوگی، اور شوہر پر مال دینا واجب نہیں ہوگا، اس لیے کہ شریعت میں رشوت حرام ہے، یا شوہر نے بیوی سے کہا اختاري عورت نے جواب میں کہا الحقت نفسي باهلي (میں نے اپنی ذات کو اپنے گھر والوں کے ساتھ شامل کر لیا) تو اب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ اختاری کا جواب ان الفاظ سے دینا معروف و مشہور نہیں ہے۔

(وَلَوْ كَرَّرَهَا) أَيْ لَفْظَةَ اخْتَارِي (ثَلَاثًا) بِعَطْفٍ أَوْ غَيْرِهِ (فَقَالَتْ) اخْتَرْتُ أَوْ (اخْتَرْتُ اخْتِيَارَةً أَوْ اخْتَرْتُ الْأُولَى أَوْ الْوُسْطَى أَوْ الْأَخِيرَةَ يَقَعُ بِلَا نِيَّةٍ) مِنَ الزَّوْجِ لِدَلَالَةِ التَّكْرَارِ (ثَلَاثًا) وَقَالَا: يَقَعُ فِي اخْتَرْتُ الْأُولَى إِلَى آخِرِهِ وَاحِدَةً بَائِنَةً وَاخْتَارَهُ الطَّحَاوِيُّ بَحْرٌ وَأَقَرَّهُ الشَّيْخُ عَلِيٌّ الْمَقْدِسِيُّ

وَفِي الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ: وَبِهِ نَأْخُذُ انْتَهَى، فَقَدْ أَفَادَ أَنَّ قَوْلَهُمَا هُوَ الْمُفْتَى بِهِ لِأَنَّ قَوْلَهُمْ وَبِهِ نَأْخُذُ مِنَ الْأَلْفَاظِ الْمُعْلَمِ بِهَا عَلَى الْإِفْتَاءِ، كَذَا بِخَطِّ الشَّرَفِ الْغَزِّيِّ مُحَشِّي الْأَشْبَاهِ. (وَلَوْ قَالَتْ) فِي جَوَابِ التَّخْيِيرِ الْمَذْكُورِ (طَلَّقْتُ نَفْسِي أَوْ اخْتَرْتُ نَفْسِي بِتَطْلِيقَةٍ) أَوْ اخْتَرْتُ الطَّلْقَةَ الْأُولَى (بَانَتْ بِوَاحِدَةٍ فِي الْأَصَحِّ) لِتَفْوِيضِهِ بِالْبَائِنِ فَلَا تَمْلِكُ غَيْرَهُ (أَمْرُكِ بِيَدِكِ فِي تَطْلِيقَةٍ أَوْ اخْتَارِي تَطْلِيقَةً فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا طَلُقَتْ رَجْعِيَّةً) لِتَفْوِيضِهِ إِلَيْهَا بِالصَّرِيحِ، وَالْمُفِيدُ لِلْبَيْنُونَةِ إِذَا قُرِنَ بِالصَّرِيحِ صَارَ رَجْعِيًّا كَعَكْسِهِ قَيَّدَ بِفِي وَمِثْلُهَا الْبَاءُ بِخِلَافِ لِتُطَلِّقِي نَفْسَكِ أَوْ حَتَّى تُطَلِّقِي فَهِيَ بَائِنَةٌ كَمَا لَوْ جَعَلَ أَمْرَهَا بِيَدِهَا لَوْ لَمْ تَصِلْ نَفَقَتِي إِلَيْكِ فَطَلِّقِي نَفْسَكِ مَتَى شِئْتِ فَلَمْ تَصِلْ فَطَلَّقَتْ كَانَ بَائِنًا لِأَنَّ لَفْظَةَ الطَّلَاقِ لَمْ تَكُنْ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ.

اختاری کے تکرار سے وقوع طلاق کا حکم

اگر شوہر اختاری کے لفظ کو تین بار مکرر کیا خواہ عطف کے ساتھ کہا یا بغیر عطف کے کہا، جیسے اختاری واختیاری واختاری یا یوں کہا ہو اختاری اختاری اختاری، عورت نے اس کے جواب میں صرف اخترت کہا یا اخترت اختیارۃ کہا یا اخترت الاولی او الاوسطی او الآخرۃ کہا ان تمام صورتوں میں شوہر کی نیت بغیر ہی عورت پر تین طلاقیں واقع ہو جائے گی، کیوں کہ تین تکرار پر دلالت کرتا ہے، اور حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ عورت کا قول اخترت الاولی، اخترت الاوسطی اور اخترت الآخرۃ کی صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اس قول کو حضرت امام طحاوی نے اختیار کیا ہے، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے، اور علامہ مقدسیؒ نے اس قول کو برقرار رکھا ہے، اور حاوی قدسی میں ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہے، اس لیے کہ حضرات فقہاء کا یہ قول ہم اسی کو لیتے ہیں اسی کو اختیار کرتے ہیں، ان الفاظ میں سے ہیں جن سے افتاء پر مطلع کیا جاتا ہے، ایسا ہی محشی اشباہ علامہ حموی کے دستخط سے مرقوم ہے۔

تخییر کا جواب طلقت نفسی سے دینے کا حکم

اور اگر تخییر مذکورہ کے جواب میں عورت نے کہا طلقت نفسی یا کہا اخترت نفسی بطلیقۃ یا کہا اخترت الطلقۃ الاولی تو صحیح قول کے مطابق ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اس لیے کہ شوہر نے ایک طلاق بائن کی تملیک کی ہے، لہٰذا اس کے علاوہ دوسری طلاق کا مالک نہیں ہوگی، اور جب عورت دوسری طلاق کی مالک نہیں ہے تو رجعی واقع بھی نہیں ہوگی،

امرك بيدك سے طلاق کا حکم

شوہر نے بیوی سے کہا امرك بيدك في تطليقة (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے ایک طلاق کے اندر) یا کہا اختاری

تطليقة (تو ایک طلاق اختیار کر لے) چناں چہ عورت نے شوہر کے اختیار دینے کی وجہ سے، اپنی ذات کو اختیار کر لیا تو اس پر از روئے شرع ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اس لیے کہ شوہر نے بیوی کو ایک طلاق صریح تفویض کی ہے، اور صریح طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہے، اس لیے مذکورہ صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی نہ کہ بائن، اور جو لفظ بینونت کے لیے مفید ہے اگر طلاق صریح کے ساتھ متصل ہوگا تو اس سے بھی طلاق رجعی ہی واقع ہوگی، لیکن اگر اس کے برعکس صریح بائن کے ساتھ متصل ہوگا، تو صریح بائن ہو جائے گا، چناں چہ اگر شوہر نے کہا انت طالق بائن تو اس سے بائن طلاق واقع ہوگی۔

حضرت مصنفؒ نے مثال مذکور کو "في" کے ساتھ مقید کیا ہے اور "في" کی طرح "باء" بھی ہے اس کے برخلاف تطلقي نفسك یا حتی تطلقي نفسك کے، یعنی أمرك بيدك في تطليقة میں طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اس وجہ سے کہ یہاں صریح بائن کے ساتھ متصل ہے کیوں کہ فی اور باء دونوں ظرفیت کے لیے ہے اور ظرف مظروف کا اتصال صریح ہے اس لیے رجعی واقع ہوگی اس کے برخلاف أمرك بيدك تطلقي نفسك یعنی تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے تاکہ تو اپنی ذات کو طلاق دے، یا کہا امرك بيدك حتی لتطلقي نفسك یعنی تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے یہاں تک کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے، یہاں طلاق کا لفظ منفصل ہے اس لیے کہ علت شئ، شئ سے جدا ہوتی ہے تو یہاں صریح بائن سے متصل نہیں ہے لہٰذا ان جملوں سے طلاق بائن واقع ہوگی۔

عدم نفقہ کی شرط کے ساتھ طلاق کو معلق کرنا

اگر شوہر نے عورت کو یوں کہا ان لم تصل نفقتي اليك فطلقي نفسك متى شئت (اگر میری طرف سے تم کو نفقہ نہ ملے تو تم کو اپنے آپ کو طلاق واقع کرنے کا، اختیار ہے جب تو چاہے) پھر شوہر کی طرف سے نفقہ نہ ملا چناں چہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق واقع کر لی، تو بائن واقع ہوگی، اس لیے کہ لفظ طلاق یہاں نفس الامر کے لفظ سے متصل نہیں تھا پس صریح کا اتصال بائن کے ساتھ نہیں پایا گیا، اس لیے طلاق بائن واقع ہوگی۔

[فُرُوعٌ] قَالَ الرَّجُلُ خَيَّرَ امْرَأَتِي فَلَمْ تَخْتَرْ مَا لَمْ يُخَيِّرْهَا، بِخِلَافِ أَخْبِرْهَا بِالْخِيَارِ لِإِقْرَارِهِ بِهِ. قَالَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شِئْتِ وَاخْتَارِي فَقَالَتْ شِئْتُ وَاخْتَرْتُ وَقَعَ ثِنْتَانِ. قَالَ اخْتَارِي الْيَوْمَ وَغَدًا اتَّحَدَ، وَلَوْ وَاخْتَارِي غَدًا تَعَدَّدَ. قَالَ اخْتَارِي الْيَوْمَ أَوْ أَمْرُكِ بِيَدِكِ هَذَا الشَّهْرَ خُيِّرَتْ فِي بَقِيَّتِهِمَا، وَإِنْ قَالَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا فَمِنْ سَاعَةِ تَكَلُّمٍ إِلَى مِثْلِهَا مِنَ الْغَدِ وَإِلَى تَمَامِ ثَلَاثِينَ يَوْمًا، وَلَوْ جَعَلَهُ لَهَا رَأْسَ الشَّهْرِ خُيِّرَتْ فِي اللَّيْلَةِ الْأُولَى وَيَوْمِهَا، وَلَا يَبْطُلُ الْمُؤَقَّتُ بِالْإِعْرَاضِ بَلْ بِمُضِيِّ الْوَقْتِ عَلِمَتْ أَوْ لَا.

اضافہ شدہ مسائل کا بیان

ایک شخص نے دوسرے آدمی سے کہا تو میری بیوی کو طلاق کا اختیار دیدے، تو جب تک وہ شخص اس کو طلاق کا اختیار نہ دے گا بیوی کو اختیار حاصل نہ ہوگا، البتہ اگر کسی نے یوں کہا آپ میری بیوی کو طلاق کے اختیار کی اطلاع کر دے ابھی اس نے اطلاع نہیں کی تھی، عورت نے اپنے اوپر طلاق واقع کر لی، تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی، کیوں کہ شوہر اس کو اختیار کا اقرار کر چکا ہے۔

اور اگر شوہر نے بیوی سے یوں کہا انت طالق ان شئت واختاری (تجھ کو طلاق ہے اگر تو چاہے اور تو طلاق کو اختیار کر) اس کے جواب میں بیوی نے کہا شئت واخترت (میں نے چاہا اور اختیار کیا) تو اس صورت میں عورت پر دو طلاق واقع ہوں گی، ایک طلاق شئت کے ذریعہ اور دوسری طلاق اخترت سے۔

تکرار اور اختیار کا اثر

شوہر نے عورت سے کہا اختاری الیوم غداً (تو آج اور کل اختیار کر) تو یہ دونوں ایک اختیار ہوگا، لہٰذا اگر عورت آج کا اختیار رد کر دے گی، تو کل کا اختیار بھی رد ہو جائے گا، اور اگر شوہر نے یوں کہا اختاری الیوم واختاری غداً (تو آج اختیار کر اور تو کل اختیار کر) تو اس سے عورت کو دو اختیار حاصل ہوں گے، اس لیے کہ شوہر نے لفظ اختیار دو مرتبہ استعمال کیا ہے، اور درمیان میں صرف عطف لا کر کہا ہے، لہٰذا اگر عورت نے آج کا اختیار رد کر دیا تو کل کا اختیار رد نہ ہوگا۔

یا شوہر نے یوں کہا اختاری الیوم وامرك بیدك هٰذا الشهر (تو آج اختیار کر اور یا تیرا معاملہ اس ماہ میں تیرے ہاتھ میں ہے) اس صورت میں عورت کو دن کے بقیہ حصہ اور مہینہ کے بقیہ دن میں اختیار باقی رہے گا، مثال کے طور پر اگر دن کے دس بجے کہا تو اس وقت سے لے کر غروب آفتاب شام تک اختیار باقی رہے گا، اسی طرح اگر مہینہ کی دس تاریخ کو کہا بقیہ بیس دن عورت کو اختیار حاصل رہے گا جب چاہے اختیار کر لے۔

اور اگر شوہر نے اختاری یوماً واختاری شهراً (تو کسی ایک دن کو یا کسی ایک مہینہ کو اختیار کر) کو نکرہ استعمال کیا تو اس صورت میں عورت کو اس وقت سے لے کر دوسرے دن اسی وقت تک اختیار حاصل رہے گا، اسی طرح اس تاریخ سے لے کر دوسرے مہینہ کی اس تاریخ تک اختیار رہے گا، اور اس درمیان جب چاہے عورت اپنے اوپر طلاق واقع کر سکتی ہے، اور اگر شوہر نے یوں کہا اختاری رأس الشهر (تو اپنی ذات کو اختیار کر شروع مہینہ میں) تو اس صورت میں اس عورت کو اختیار ہوگا، اس مہینہ کی پہلی رات اور اس کے دن میں، لفظ اور وقت معین کی صورت میں مجلس میں عورت کے اعراض کرنے سے اختیار باطل نہیں ہوتا ہے، ہاں معینہ وقت گزر جانے کے بعد اختیار باطل ہو جائے گا، خواہ عورت کو اختیار کا علم ہو یا نہ ہو، اسی طرح وقت کے گزر جانے کا علم ہو یا نہ ہو، بہر صورت اختیار باطل ہو جائے گا۔ حال غیر معین وقت میں مجلس کے اندر اعراض کرنے سے اختیار باطل ہو جائے گا۔

بَابُ الْأَمْرِ بِالْيَدِ

هُوَ كَالِاخْتِيَارِ إلَّا فِي نِيَّةِ الثَّلَاثِ لَا غَيْرُ (إذَا قَالَ لَهَا) وَلَوْ صَغِيرَةً لِأَنَّهُ كَالتَّعْلِيقِ بَزَّازِيَّةٌ (أَمْرُك بِيَدِك)أوبِشِمَالِك أَوْ أَفَمِك أوْلِسَانِك (يَنْوِي ثَلَاثًا) أَيْ تَفْوِيضَهَا (فَقَالَتْ) فِي مَجْلِسِهَا (اخْتَرْت نَفْسِي بِوَاحِدَةٍ) أَوْ قَبِلْت نَفْسِي، أَوَاخْتَرْت أَمْرِي، أَوْ أَنْتَ عَلَيَّ حَرَامٌ، أَوْ مِنِّي بَائِنٌ، أَوْ أَنَا مِنْك بَائِنٌ أَوْ طَالِقٌ (وَقَعْنَ) وَكَذَا لَوْقَالَ أَبُوهَا قَبِلْتهَا خُلَاصَةٌ، وَيَنْبَغِي أَنْ يُقَيَّدَ بِالصَّغِيرَةِ (وَأَعَرْتُكِ طَلَاقَكِ) وَأَمْرُك بِيَدِ اللَّهِ وَيَدِك وَأَمْرِي بِيَدِك عَلَى الْمُخْتَارِ خُلَاصَةٌ (كَأَمْرُك بِيَدِك) وَذِكْرُ اسْمِهِ تَعَالَى لِلتَّبَرُّكِ، وَإِنْ لَمْ يَنْوِ ثَلَاثًا فَوَاحِدَةٌ، وَلَوْ طَلَّقَتْ ثَلَاثًا فَقَالَ نَوَيْتُ وَاحِدَةً وَلَا دَلَالَةَ حَلَفَ وَتُقْبَلُ بَيِّنَتُهَا عَلَى الدَّلَالَةِ كَمَا مَرَّ (وَاتِّحَادُ الْمَجْلِسِ وَعِلْمُهَا) وَذِكْرُ النَّفْسِ أَوْ مَا يَقُومُ مَقَامَهَا (شَرْطٌ، فَلَوْ جَعَلَ أَمْرَهَا بِيَدِهَا وَلَمْ تَعْلَمْ) بِذَلِكَ (وَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا لَمْ تَطْلُقْ) لِعَدَمِ شَرْطِهِ خَانِيَّةٌ.

یہ باب طلاق کو عورت کے حوالہ کرنے کے بیان میں

اس باب میں صاحب کتاب امر بالید کے مسائل یعنی طلاق کو عورتوں کے سپرد کرنے کے احکام ومسائل بیان کریں گے، چناں چہ سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں امر بالید میں امر بمعنی حال اور ید بمعنی تصرف ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے بیان کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس باب میں عورتوں کے لیے مسئلہ طلاق میں اس تصرف حال کو یہاں بیان کیا جائے گا، جو شوہر کی طرف سے عورت کو ملا ہے، اس سے قبل حضرت مصنف علیہ الرحمہ باب تفویض الطلاق ذکر کئے ہیں، اب اس کے بعد امر بالید کو بیان کررہے ہیں، اس لیے کہ مسئلہ تخییر میں حضرات صحابہ کرام کا اجماع ہے اس کی وجہ اس کو مقدم بیان کیا، رہا امر بالید کا مسئلہ تو اس میں اگر چہ کوئی اختلاف نہیں ہے، مگر چوں کہ اجماع صحابہ نہیں ہے، اس لیے اس کے بعد بیان کیا ہے۔

مسئلہ امر بالید کا شرعی حکم

شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مسئلہ امر بالید مسئلہ اختیار کی طرح ہے، (یعنی جس طرح مسئلہ تخییر میں نیت شرط ہے اس میں بھی شرط ہے، جس طرح باب تفویض میں اختیار مجلس تک محدود ہوتا ہے، اسی طرح امر بالید بھی مجلس تک محدود ہوتا ہے، جس طرح باب تفویض میں نفس یا اس کے قائم مقام لفظ کا ذکر ضروری ہوتا ہے، یہاں بھی نفس یا اس کے قائم مقام لفظ کا ذکر ضروری ہوتا ہے، البتہ تین طلاق کی نیت کرنے کے سلسلہ میں دونوں کا حکم یکساں نہیں ہے، باب تفویض میں تین طلاق کی نیت صحیح نہیں ہوتی ہے جب کہ یہاں تین طلاق کی نیت صحیح ہوتی ہے، بقیہ چیزوں میں دونوں چیزوں کا حکم برابر ہے۔

امر بالید کہنے سے طلاق کا حکم شرعی

جب شوہر بیوی سے یوں کہے خواہ بیوی نابالغہ ہی کیوں نہ ہو، امرك بيدك (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) یا کہا امرك

بشمالك (تیرا معاملہ تیرے بائیں ہاتھ میں ہے) یا یوں کہا امرك بفمك (تیرا معاملہ تیرے منہ میں ہے) یا یوں کہا امرك بلسانك (تیرا معاملہ تیری زبان میں ہے) اور ان جملوں سے تین طلاقیں واقع کرنے کی نیت کی یعنی گویا کہ بیوی کو اس نے تین طلاقیں سپرد کیا ہے، چناں چہ بیوی نے یہ سن کر مجلس میں کہا اخترت نفسي بواحدة (میں نے اپنی ذات کو ایک طلاق کے ساتھ اختیار کیا) یا کہا قبلت نفسي (میں نے اپنی ذات کو قبول کیا ہے) یا بیوی نے جواب میں یوں کہا اخترت امری (میں نے اپنا معاملہ اختیار کیا ہے) یا عورت نے کہا انت عليّ حرام (تو مجھ پر حرام ہے) یا کہا منّي بائن (تو مجھ سے بائن ہے) یا کہا انا منك بائن (میں تجھ سے بائن ہوں) یا کہا انا منك طالق (میں تجھ سے مطلقہ ہوں) مذکورہ تمام صورتوں میں عورت پر تین طلاقیں واقع ہوں گی، (بالغہ کی طرح نابالغہ کی تخییر بھی درست ہے، جس طرح کہ تعلیق درست ہے، مثلاً شوہر نے کہا ان اخترت نفسك فانت كذا (اگر تو نے اپنی ذات کا اختیار کیا تو، تو ایسی ہے) اور صغیرہ بیوی نے اس کو اختیار کرلیا تو چوں کہ شرط پائی گئی اس لیے طلاق واقع ہوجائے گی، اسی طرح نابالغہ کے واقع کرنے سے بھی واقع ہوجائے گی۔

باپ کے قبول کرنے کا اثر

اگر شوہر اپنی نابالغہ بیوی کو طلاق میں حق تصرف دیدے، اور نابالغہ بیوی کے والد قبول کرے، تو اس سے بھی تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی، جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہے، (علامہ شامی نے خلاصہ کی عبارت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے کہ لو جعل امرها بيدك فقال قبلت طلقت اگر شوہر نے بیوی کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دیدیا اور اس کے باپ نے کہا میں نے قبول کیا تو اس صورت میں مطلقہ ہوجائے گی، خواہ عورت بالغہ ہو یا نابالغہ کیوں کہ یہ تعلیق کی مانند ہے، (شامی: ۴/۵۶۶) شارح فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں صغیر کی قید لگانا مناسب ہے۔

لفظ عاریت سے طلاق دینے کا حکم

شوہر نے بیوی سے یوں کہا اعرتك طلاقك (میں نے تجھ کو تیری طلاق بطور عاریت دیدی) یا کہا امرك بيد الله (تیرا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے) یا کہا امري بيدك (میرا معاملہ تیرے قبضہ میں ہے) مذکورہ تمام صورت مختار قول کے مطابق امرك بيدك کے درجہ میں ہے، تین طلاق کی نیت کرے گا تو تین طلاق واقع ہوگی، اور اگر تین کی نیت نہیں کرے گا تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور یہاں اللہ تعالی کا نام ذکر کرنا برکت حاصل کرنے کے لیے ہے۔

امر بالید میں اگر اختلاف ہوجائے تو کیا حکم

امر بالید میں عورت نے اپنے اوپر تین طلاقیں واقع کرلیں اس کے بعد شوہر نے کہا میں نے تو صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی، اور صورت مذکورہ پر کوئی دلالت حال بھی موجود نہ ہو، تو اس صورت میں شوہر سے قسم لی جائے گی اور اگر عورت شاہد پیش

کردے اس بات پر کہ شوہر نے تین طلاق کی نیت کی تھی تو عورت کے شاہد کا قول معتبر ہوگا جیسا کہ یہ مسئلہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔

امر بالید سے طلاق واقع ہونے کی شرائط

امر بالید سے وقوع طلاق کے لیے مصنف علیہ الرحمہ نے تین شرطیں بیان کی ہیں، (۱) مجلس کا متحد ہونا (۲) عورت کا شوہر کی تخییر یعنی اختیار دینے کا علم ہونا، (۳) نفس یا اس کے قائم مقام لفظ کا ذکر کرنا لہٰذا اگر شوہر نے عورت کو یوں کہا، امرك بيدك (یعنی تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) اور عورت کو اس کا علم نہ ہو سکا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنی ذات کو طلاق دی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ طلاق واقع ہونے کی جو شرطیں تھیں وہ نہیں پائی گئیں۔

(وَكُلُّ لَفْظٍ يَصْلُحُ لِلْإِيقَاعِ مِنْهُ يَصْلُحُ لِلْجَوَابِ مِنْهَا وَمَا لَا) يَصْلُحُ لِلْإِيقَاعِ مِنْهُ (فَلَا) يَصْلُحُ لِلْجَوَابِ مِنْهَا، فَلَوْ قَالَتْ: أَنَا طَالِقٌ أَوْ طَلَّقْت نَفْسِي وَقَعَ، بِخِلَافِ طَلَّقْتُكَ لِأَنَّ الْمَرْأَةَ تُوصَفُ بِالطَّلَاقِ دُونَ الرَّجُلِ اخْتِيَارَ (إلَّا لَفْظَ الِاخْتِيَارِ خَاصَّةً) فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَلْفَاظِ الطَّلَاقِ وَيَصْلُحُ جَوَابًا مِنْهَا بَدَائِعُ، لَكِنْ يَرِدُ عَلَيْهِ صِحَّتُهُ بِقَبُولِهَا وَقَبُولِ أَبِيهَا كَمَا مَرَّ فَتَدَبَّرْ، وَفِي قَوْلِهَا فِي جَوَابِهِ (طَلَّقْت نَفْسِي وَاحِدَةً أَوْ اخْتَرْت نَفْسِي بِتَطْلِيقَةٍ بَانَتْ بِوَاحِدَةٍ) لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ تَفْوِيضُ الزَّوْجِ لَا إيقَاعُهَا. (وَلَا يَدْخُلُ اللَّيْلُ فِي) قَوْلِهِ (أَمْرُكِ بِيَدِكِ الْيَوْمَ وَبَعْدَ غَدٍ) لِأَنَّهُمَا تَمْلِيكَانِ (فَإِنْ رَدَّتْ الْأَمْرَ فِي يَوْمِهَا بَطَلَ الْأَمْرُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ فَكَانَ أَمْرُهَا بِيَدِهَا بَعْدَ غَدٍ) وَلَوْ طَلَّقَتْ لَيْلًا لَمْ يَصِحَّ وَلَا تُطَلَّقُ إلَّا مَرَّةً (وَيَدْخُلُ) اللَّيْلُ (فِي أَمْرُكِ بِيَدِكِ الْيَوْمَ وَغَدًا، وَإِنْ رَدَّتْهُ فِي يَوْمِهَا لَمْ يَبْقَ فِي الْغَدِ) لِأَنَّهُ تَفْوِيضٌ وَاحِدٌ. (وَلَوْ قَالَ أَمْرُكِ بِيَدِكِ الْيَوْمَ وَأَمْرُكِ بِيَدِكِ غَدًا فَهُمَا أَمْرَانِ) خَانِيَّةٌ وَلَمْ يَذْكُرْ خِلَافًا، وَلَا يَدْخُلُ اللَّيْلُ كَمَا لَا يَخْفَى. [تَنْبِيهٌ] ظَاهِرُ مَا مَرَّ أَنَّهُ يَرْتَدُّ بِرَدِّهَا، لَكِنْ فِي الْعِمَادِيَّةِ أَنَّهُ يَرْتَدُّ قَبْلَ قَبُولِهِ لَا بَعْدَهُ كَالْإِبْرَاءِ، وَأَنَّهُ فِي الْمُتَّحِدِ لَا يَبْقَى فِي الْغَدِ، لَكِنْ فِي الْوَلْوَالِجِيَّةِ: أَمْرُكِ بِيَدِكِ إلَى رَأْسِ الشَّهْرِ فَقَالَتْ اخْتَرْت زَوْجِي بَطَلَ خِيَارُهَا فِي الْيَوْمِ، وَلَهَا أَنْ تَخْتَارَ نَفْسَهَا فِي الْغَدِ عِنْدَ الْإِمَامِ. وَوَجْهُهُ فِي الدِّرَايَةِ أَنَّهُ مَتَى ذَكَرَ الْوَقْتَ أُعْتُبِرَ تَعْلِيقًا وَإِلَّا فَتَمْلِيكًا. بَقِيَ لَوْ طَلَّقَهَا بَائِنًا هَلْ يَبْطُلُ أَمْرُهَا إنْ كَانَ التَّفْوِيضُ مُنَجَّزًا، نَعَمْ وَإِنْ مُعَلَّقًا كَإِنْ دَخَلْت الدَّارَ فَأَمْرُكِ بِيَدِكِ أَوْ مُؤَقَّتًا لَا عِمَادِيَّةٌ؛ لَكِنْ فِي الْبَحْرِ عَنْ الْقُنْيَةِ: ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ أَنَّ الْمُعَلَّقَ كَالْمُنَجَّزِ.

ہر وہ لفظ جو شوہر کی طرف سے ایقاع طلاق کی صلاحیت رکھتا ہے وہ عورت کی طرف سے جواب بھی بن سکتا ہے

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ الفاظ جو شوہر کی طرف سے ایقاع کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ عورت کی طرف سے

جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور ہر وہ الفاظ جو شوہر کی طرف سے ایقاع کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں عورت کی طرف سے وہ جواب بننے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں، چناں چہ اگر عورت نے کہا انا طالق (میں طلاق والی ہوں،) یا کہا طلقت نفسی (میں نے اپنی ذات پر طلاق واقع کرلی) تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی، اس لیے کہ مذکورہ دونوں الفاظ ایقاع طلاق کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس کے برخلاف اگر عورت نے یوں کہا طلقتك (میں نے تجھ کو طلاق دی) تو یہ لفظ گو مرد کی طرف سے عورت پر طلاق کے ایقاع کے لائق ہے لیکن عورت کے جواب کے لائق نہیں، اس لیے کہ طلاق عورت پر واقع ہوتی ہے نہ کہ مرد پر مرد وقوع طلاق کے ساتھ متصف نہیں ہوتا ہے، اس کے برخلاف لفظ اختیار ہے، یہ الفاظ طلاق میں سے نہیں ہے، لیکن عورت کی طرف سے جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے۔

لیکن اس ضابطہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر عورت نے کہا اخترو نفسك تو لفظ اختیار ایقاع طلاق کی صلاحیت تو نہیں رکھتا ہے لیکن جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن اس صورت میں عورت کے والد قبول کرے تو جواب کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن ایقاع کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، اس میں خوب غور کرلینا چاہیے۔

امر بالید میں مرد کی تفویض کا اعتبار ہے

شوہر نے عورت سے کہا امرك بيدك اس کے جواب میں عورت کا کہنا طلقت نفسی واحدة (میں نے اپنی ذات پر ایک طلاق واقع کی) یا کہنا اخترت نفسی بتطلقیة (میں نے اپنے نفس کو ایک طلاق کے ساتھ اختیار کیا) تو اس صورت میں عورت ایک طلاق سے بائن ہوگی، اس لیے کہ یہ بات ماسبق میں بیان کی جاچکی ہے، کہ عورت پر طلاق رجعی یا بائن ہونے میں شوہر کی تفویض کا اعتبار ہے عورت کے ایقاع کا اعتبار نہیں، (یعنی یہ بات درست ہے، امرك بيدك کے جواب میں عورت نے طلاق کا جو لفظ بولی، جس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے نہ کہ بائن لیکن چوں کہ شوہر امر بالید کے لفظ سے طلاق بائن تفویض کی تھی، اس لیے بائن ہی واقع ہوگی، تفویض زوج کا اعتبار ہوگا ایقاع زوجہ معتبر نہ ہوگا۔

آج اور پرسوں پر تفویض طلاق

اور اگر شوہر نے بیوی سے یوں کہا امرك بيدك اليوم وبعد غد (تیرا معاملہ تیرے قبضہ میں ہے آج اور پرسوں،) تو اس قول میں رات داخل نہ ہوگی، اس لیے کہ اس میں دو دو الگ تملیکیں ہیں، چناں چہ اس مثال میں اگر عورت نے آج کا اختیار رد کردیا تو اس سے رات کا اختیار بھی باطل ہو جائے گا، لیکن پرسوں والا اختیار باقی رہے گا، لہٰذا اگر عورت رات میں اپنے نفس پر طلاق واقع کرے گی، تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس وجہ سے کہ رات تخییر میں داخل نہیں ہے، اور عورت کو ایک بار سے زیادہ طلاق دینے کا اختیار نہ ہوگا۔

آج اور کل پر تفویض طلاق کا حکم

اور اگر شوہر نے بیوی سے یوں کہا امرك بیدك الیوم وغدا (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے آج اور کل) تو اس صورت میں رات داخل ہوگی، چناں چہ اس صورت میں اگر عورت آج کے دن کی تفویض کو رد کر دے تو کل کی تفویض باقی نہیں رہے گی، اس لیے کہ ایک ہی تفویض تھی، اور اگر شوہر نے یوں کہا امرك بیدك الیوم وامرك بیدك غدا (تیرا معاملہ تیرے قبضہ میں ہے آج اور تیرا معاملہ تیرے قبضہ میں ہے کل) تو یہ دو امر ہوں گے، اس لیے کہ دونوں الگ الگ جملے ہیں، لہٰذا آج کے دن کا اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار باطل نہ ہوگا، اور اس میں رات داخل نہیں ہوگی، جیسا کہ ظاہر ہے اس باب میں کسی کا اختلاف مذکور نہیں ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ ماقبل میں گزرا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے رد کر دینے سے اس کا اختیار رد اور باطل ہو جاتا ہے، جب کہ ذخیرہ نامی کتاب میں مذکور ہے کہ امر بالید لازم ہے عورت اگر اس کو رد بھی کرنا چاہے تو رد نہیں ہوتا ہے، تو دونوں قولوں کے درمیان بین تناقض ہے؟

صاحب عمادیہ نے ان دونوں قولوں کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کر کے تناقض کو رفع کرنے کی سعی کی ہے اور وہ تطبیق یہ ہے کہ امر بالید میں عورت کے رد کر دینے سے اس کا اختیار اس وقت رد اور باطل ہوتا ہے، جب قبول کرنے سے پہلے ہو، لیکن اگر قبول کرنے کے بعد اگر عورت اس اختیار کو رد کرنا چاہے، تو رد نہیں ہوتا ہے، جس طرح کہ ابراء ہے، یعنی قرض دار کو قرض خواہ بری کر دے، تو وہ بری ہو جاتا ہے، خواہ قرض دار قبول کرے خواہ قبول نہ کرے، لیکن اگر قرض دار رد کر دے تو رد ہو جاتا ہے، لہٰذا تفویض کے بعد اگر عورت اپنی ذات کو اختیار کرے گی، تو طلاق واقع ہو جائے گی، یہ طلاق رد نہیں ہو سکے گی۔

امروز وفردا کی تفویض اور ایک روز کا رد

اور تخییر متحد میں یعنی اگر شوہر نے عورت سے کہا امرك بیدك الیوم وغدا تو اس میں اگر عورت اول دن انکار کر دے گی تو دوسرے دن بھی اس کو اختیار باقی نہیں رہے گا، اور فتاوی ولوالجیہ میں ہے اگر شوہر نے یوں کہا امرك بیدك الی راس الشهر (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ اس ماہ کے سرے تک) عورت نے اس کے جواب میں کہا اخترت زوجی (میں نے اپنا شوہر اختیار کیا) تو جس دن عورت نے شوہر کو اختیار کیا ہے، اس دن اس کا اختیار باطل ہو جائے گا، لیکن اس عورت کو یہ اختیار باقی رہے گا کہ وہ کل اپنے آپ کو اختیار کرے، یہی حضرت امام اعظمؒ ابوحنیفہ کا قول ہے، اور حضرت امام صاحب کے قول کی وجہ درایہ میں یہ مذکور ہے، کہ جب تفویض کے ساتھ وقت ذکر کیا جائے، تو تعلیق ہوگا، اور اگر تفویض کے ساتھ وقت مذکور نہ ہو، تو تملیک معتبر ہوگا۔

تفویض کے بعد طلاق بائن دینے کا شرعی حکم

رہا یہ مسئلہ اگر شوہر نے عورت کو تفویض طلاق کے بعد بائن دے دی، تو آیا عورت کا اختیار باطل ہوگا یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تفویض طلاق منجز تھی، کسی شرط وغیرہ پر بھی معلق نہیں تھی، تو اس صورت میں عورت کا اختیار بھی باطل ہو جائے گا، اور اگر تفویض معلق تھی بایں طور کہ شوہر نے یوں کہا، ان دخلت الدار فامرك بيدك (اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) یا تفویض موقت تھی، اس طرح کہ امرك بيدك الى الغد (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے کل تک) تو اس صورت میں عورت کا اختیار باطل نہیں ہوگا، جیسا کہ فتاوی عمادیہ میں ہے، اس لیے کہ بائن معلق اور بائن موقت ملحق ہونا جائز ہے، لیکن صاحب البحر الرائق نے البحر الرائق میں قنیہ سے نقل کیا ہے، کہ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ تفویض معلق تفویض منجز کی طرح ہے۔ لہٰذا دونوں شکلوں میں سے کسی بھی شکل میں عورت کو اختیار باقی نہ رہے گا، بلکہ باطل ہو جائے گا۔

[فُرُوعٌ] نَكَحَهَا عَلَى أَنَّ أَمْرَهَا بِيَدِهَا صَحَّ؛ وَلَوْ ادَّعَتْ جَعْلَهُ أَمْرَهَا بِيَدِهَا لَمْ تُسْمَعْ إِلَّا إِذَا طَلَّقَتْ نَفْسَهَا بِحُكْمِ الْأَمْرِ ثُمَّ ادَّعَتْهُ فَتُسْمَعُ. قَالَتْ: طَلَّقْتُ نَفْسِي فِي الْمَجْلِسِ بِلَا تَبَدُّلٍ وَأَنْكَرَ فَالْقَوْلُ لَهَا. جَعَلَ أَمْرَهَا بِيَدِهَا إِنْ ضَرَبَهَا بِغَيْرِ جِنَايَةٍ، فَضَرَبَهَا ثُمَّ اخْتَلَفَا فَالْقَوْلُ لَهُ لِأَنَّهُ مُنْكِرٌ وَتُقْبَلُ بَيِّنَتُهَا عَلَى الشَّرْطِ الْمَنْفِيِّ كَمَا سَيَجِيءُ. طَلَبَ أَوْلِيَاؤُهَا طَلَاقَهَا فَقَالَ الزَّوْجُ لِأَبِيهَا مَا تُرِيدُ مِنِّي، افْعَلْ مَا تُرِيدُ وَخَرَجَ فَطَلَّقَهَا أَبُوهَا لَمْ تَطْلُقْ إِنْ لَمْ يُرِدْ الزَّوْجُ التَّفْوِيضَ فَالْقَوْلُ لَهُ فِيهِ خُلَاصَةٌ. لَا يَدْخُلُ نِكَاحُ الْفُضُولِيِّ مَا لَمْ يَقُلْ إِنْ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ فِي نِكَاحِي. جَعَلَ أَمْرَهَا بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَطَلَّقَهَا أَحَدُهُمَا لَمْ يَقَعْ.

نکاح کے ساتھ امر بالید کی شرط لگانے کا حکم

یہاں سے شارح یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں، کہ اگر کسی نے عورت سے اس شرط کے ساتھ نکاح کیا کہ مسئلہ طلاق عورت کے ہاتھ میں ہوگا، تو اس طرح کی شرط لگانا صحیح ہے، اور اگر عورت نے اس بات کا دعوی کیا کہ مرد نے اس کو طلاق کا مختار بنایا ہے، تو عورت کے دعوی کی سماعت نہیں ہوگی، البتہ عورت نے شوہر کے حکم کے مطابق اپنے آپ کو طلاق دے لے، پھر اس بات کا دعوی کیا کہ شوہر نے اس کو طلاق میں مختار بنایا تھا تو عورت کے دعوی کی سماعت کی جائے گی، اور گواہ طلب کئے جائیں گے۔

زوجین میں اختلاف ہو جائے تو کیا حکم

اگر عورت اس بات کی مدعیہ ہے کہ میں نے تبدل مجلس سے پہلے ہی اپنے آپ کو طلاق واقع کر لی ہے، اور شوہر اس کا منکر

ہوتو اس صورت میں عورت کی بات مانی جائے گی، شوہر نے بیوی کو اس صورت میں طلاق کا اختیار دیا جب وہ اس کو بلا کسی غلطی اور بغیر کسی قصور اس کی پٹائی کرے، پھر شوہر نے اس کی پٹائی کی اس کے بعد دونوں میں اختلاف ہوا، شوہر کہتا ہے، کہ میں نے غلطی کی وجہ سے پٹائی کی ہے، عورت کہتی ہے اس نے بغیر کسی غلطی کے پٹائی کی ہے، تو اس صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا، اس لیے کہ وہ منکر ہے اور عورت کا بینہ شرط منفی پر معتبر قبول کیا جائے گا، جس کی تفصیل آئندہ آنے والی ہے، یعنی اگر عورت اس بات پر شہادت پیش کرے، کہ شوہر نے اس کو بلا کسی قصور کے مارا ہے، تو مناسب یہی ہے کہ اس کی شہادت قبول ہو کیوں کہ شرط منفی پر گواہ قبول ہوتے ہیں۔ گو نفی پر معتبر نہیں ہوتے ہیں۔

بیوی کے اولیاء کا مطالبہ طلاق

بیوی کے اولیاء نے اس کی طلاق کا مطالبہ کیا تو شوہر نے بیوی کے باپ سے کہا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے،؟ جو چاہتا ہے کرلے، یہ کہہ کر شوہر باہر نکل گیا، پھر بیوی کے باپ نے اس کو طلاق دیدی، تو اس صورت میں اگر شوہر نے تفویض طلاق کا ارادہ نہیں کیا ہے، تو بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اور اس مسئلہ میں شوہر کا قول قابل قبول ہوگا، جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں ہے۔

فضولی شخص کا نکاح

فضولی کا نکاح اس وقت تک داخل نہیں ہوگا، جب تک کہ شوہر اس طرح نہ کہے، اگر عورت میرے نکاح میں داخل ہوئی (اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر نے بیوی سے یوں کہا کہ اگر تجھ پر میں دوسرا نکاح کروں، تو اس کی طلاق تیرے اختیار میں ہے، پھر اس کے بعد فضولی آدمی نے ایک عورت سے اس کا نکاح کردیا اور شوہر نے اس نکاح کو باقی رکھا، تو پہلی بیوی اس کی طلاق کا مالک نہ ہوگی، اس لیے کہ مرد نے بذات خود اس سے نکاح نہیں کیا بلکہ فضولی شخص نے نکاح کردیا ہے، اور اس نے صرف جائز رکھا ہے)

دو آدمیوں کو تفویض طلاق کرنا

کسی شوہر نے اپنی بیوی کی طلاق کو دو آدمیوں کو تفویض کی، ان میں سے ایک آدمی نے بیوی کو طلاق دیدی اور دوسرے نے نہیں دی، تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیوں کہ صرف ایک کو طلاق کا اختیار نہیں دیا تھا، لہٰذا جب دونوں طلاق دیں گے تب واقع ہوگی۔

فَصْلٌ فِي الْمَشِيئَةِ

(قَالَ لَهَا طَلِّقِي نَفْسَكِ وَلَمْ يَنْوِ أَوْ نَوَى وَاحِدَةً) أَوْ ثِنْتَيْنِ فِي الْحُرَّةِ (فَطَلَّقَتْ وَقَعَتْ رَجْعِيَّةً، وَإِنْ طَلَّقَتْ ثَلَاثًا وَنَوَاهُ وَقَعْنَ) قَيَّدَ بِخِطَابِهَا: لِأَنَّهُ لَوْ قَالَ طَلِّقِي أَيَّ نِسَائِي شِئْتِ لَمْ تَدْخُلْ تَحْتَ عُمُومِ خِطَابِهِ (وَبِقَوْلِهَا) فِي جَوَابِهِ (أَبَنْتُ نَفْسِي طَلُقَتْ) رَجْعِيَّةً إِنْ أَجَازَهُ لِأَنَّهُ كِنَايَةٌ (لَا بِاخْتَرْتُ) نَفْسِي وَإِنْ أَجَازَهُ لِأَنَّ الِاخْتِيَارَ لَيْسَ بِصَرِيحٍ وَلَا كِنَايَةٍ (وَلَا يَمْلِكُ) الزَّوْجُ (الرُّجُوعَ

عَنْهُ) أَيْ عَنِ التَّفْوِيضِ بِأَنْوَاعِهِ الثَّلَاثَةِ لِمَا فِيهِ مِنْ مَعْنَى التَّعْلِيقِ (وَتَقَيَّدَ بِالْمَجْلِسِ) لِأَنَّهُ تَمْلِيكٌ (إِلَّا إِذَا زَادَ مَتَى شِئْتِ) وَنَحْوَهُ مِمَّا يُفِيدُ عُمُومَ الْوَقْتِ فَتُطَلِّقُ مُطْلَقًا، وَإِذَا قَالَ لِرَجُلٍ ذَلِكَ أَوْ قَالَ لَهَا طَلِّقِي ضَرَّتَكِ (لَمْ يَتَقَيَّدْ بِالْمَجْلِسِ) لِأَنَّهُ تَوْكِيلٌ فَلَهُ الرُّجُوعُ إِلَّا إِذَا زَادَ وَكُلَّمَا عَزَلْتُكَ فَأَنْتَ وَكِيلٌ (إِلَّا إِذَا زَادَ إِنْ شِئْتَ) فَيَتَقَيَّدُ بِهِ (وَلَا يَرْجِعُ) لِصَيْرُورَتِهِ تَمْلِيكًا فِي الْخَانِيَّةِ. طَلِّقْهَا إِنْ شَاءَتْ لَمْ يَصِرْ وَكِيلًا مَا لَمْ تَشَأْ، فَإِذَا شَاءَتْ فِي مَجْلِسِ عِلْمِهَا طَلَّقَهَا فِي مَجْلِسِهِ لَا غَيْرُ وَالْوُكَلَاءُ عَنْهُ غَافِلُونَ.

یہ فصل ان مسائل کے بیان میں ہے جن میں عورت کی خواہش پر طلاق کو معلق کیا گیا ہے

شوہر نے بیوی سے کہا طلقي نفسك (تو اپنی ذات کو طلاق دیدے) اور شوہر اپنے اس قول سے کچھ بھی نیت نہیں کی یا آزاد عورت میں ایک طلاق یا دو طلاق کی نیت کی ہے، پھر اس کے بعد اس عورت نے اپنی ذات پر طلاق واقع کر لی ہے، تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، خواہ عورت نے اپنی ذات پر ایک بار طلاق لی ہو یا دو بار، اور اگر عورت نے تین واقع کی ہے، اور شوہر نے تین کی نیت کی تھی، وہ تینوں طلاق واقع ہو جائے گی، مصنف نے طلقي نفسك میں خطاب کے ساتھ مقید کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر شوہر اس طرح کہتا ہے، طلقي اي نسائي شئت (تو میری بیویوں میں سے جس کو چاہے طلاق دیدے) تو مخاطبہ خود اس عموم خطاب میں داخل نہیں ہوگی، اور اگر اس نے اپنی ذات پر طلاق واقع کر لی تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔

طلقي نفسي کا جواب ابنت نفسي سے دینے کا حکم

شوہر نے اپنی بیوی سے کہا طلقي نفسك (تو اپنی ذات کو طلاق دے لے) اس کے جواب میں بیوی نے ابنت نفسي (میں نے اپنی ذات کو بائنہ کر لیا) کہا، تو اس سے عورت پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اگر شوہر اس کو جائز رکھے، اس لیے کہ ابنت نفسي کا لفظ کنایہ ہے اور کنایہ لفظ نیت کا محتاج ہوتا ہے، لیکن اگر عورت نے جواب میں اخترت نفسي کہا اور شوہر نے اس کو جائز رکھا، پھر طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ اختیار کا لفظ نہ تو صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں، اور لفظ اختیار سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، لہٰذا اس کے اندر جواب بننے کی بھی صلاحیت نہیں ہوگی۔

تفویض طلاق کے بعد رجوع کرنے کا حکم

شوہر جب طلاق کی تفویض عورت کو کر دے گا، خواہ یہ تفویض بلفظ تخيير ہو، خواہ بلفظ امر باليد ہو، خواہ بلفظ طلقي نفسك ہو اس کے بعد رجوع کرنے کا حق نہیں رکھے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ تفویض میں تعلیق کا معنی پایا جاتا ہے، اور تعلیق میں رجوع کا حق نہیں ہوا کرتا ہے، لہٰذا تفویض میں بھی رجوع کا حق نہ ہوگا۔

اور طلاق دینے کا مسئلہ مجلس علم تک مقید رہے گا، مجلس علم کے بعد طلاق واقع کرنے کا حق نہ ہوگا، اس لیے کہ یہ تملیک ہے ہاں اگر شوہر نے متی شئت (جب تو چاہے) کا لفظ اضافہ کر دیا اور یوں کہا طلقی نفسك متی شئت یا اسی طرح کوئی ایسا لفظ اضافہ کر دیا جو عموم وقت کا فائدہ دیتا ہے، تو اس صورت میں وہ عورت ہر وقت اپنے آپ کو طلاق واقع کر سکتی ہے، مجلس کی قید کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔

وکیل کو طلاق دینے کا حق

اگر کسی نے دوسرے شخص سے یوں کہا، طلق امرأتی وہ اس کی بیوی کو طلاق دیدے، یا خود اپنی بیوی سے شوہر نے یوں کہا، طلقی ضرتك تو اپنی سوکن کو طلاق دیدے، تو یہ حکم صرف مجلس کے ساتھ بھی مقید نہ ہوگا، بلکہ مجلس کے بعد تک باقی رہے گا، اس لیے کہ یہ وکیل بنانا ہے، اور اس میں شوہر کو رجوع کرنے کا حق باقی رہے گا، اس لیے وکیل بنانا صرف جائز ہے، لازم نہیں ہے، ہاں اگر شوہر نے یوں کہا کلما عزلتك فان وکیل (جب جب میں تجھ کو معزول کروں تو، تو میرا وکیل ہے) اس جملہ کے بڑھا دینے سے شوہر کو رجوع اور معزول کرنے کا حق باقی نہیں رہے گا۔

وکیل طلاق دینے کا مالک کب بنتا ہے

اور اگر شوہر نے یوں کہا طلق امرأتی ان شئت (تو میری بیوی کو طلاق دیدے اگر تو چاہے) تو اس صورت میں شوہر کا یہ حکم صرف مجلس تک باقی رہے گا، اور مجلس ختم ہونے کے بعد یہ حکم باقی نہ رہے گا، اور اس صورت میں شوہر کو اپنے قول سے رجوع کرنے کا حق باقی نہ رہے گا، اس لیے کہ ان شئت کے اضافہ کر دینے سے یہ توکیل تملیک ہو جائے گی، اس لیے کہ جب وکیل کی چاہت پر تفویض طلاق ہوئی تو وکالت باقی نہ رہی، بلکہ مالک ہو گیا، جیسا کہ فتاوی خانیہ میں ہے، کہ شوہر نے ایک شخص سے یوں کہا، طلقها ان شاءت (اگر بیوی چاہے تو اس کو طلاق دیدے) اس صورت میں وہ شخص اس وقت وکیل نہ ہوگا، جب تک عورت طلاق کی خواہش نہیں کرے گی، چناں چہ اگر عورت نے اپنی مجلس علم میں طلاق کی خواہش کی، تو وہ شخص اپنی مجلس میں طلاق دے سکے گا، مجلس کے علاوہ میں طلاق دینے کا مالک نہ ہوگا، اور اس مسئلہ میں وکلاء حضرات غافل اور نا آشنا ہیں لہٰذا اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

(قَالَ لَهَا طَلِّقِي نَفْسَكِ ثَلَاثًا) أَوْ اثْنَتَيْنِ (وَطَلَّقَتْ وَاحِدَةً وَقَعَتْ) لِأَنَّهَا بَعْضُ مَا فَوَّضَهُ، وَكَذَا الْوَكِيلُ مَا لَمْ يَقُلْ بِأَلْفٍ (لَا) يَقَعُ شَيْءٌ (فِي عَكْسِهِ) وَقَالَا وَاحِدَةٌ طَلِّقِي نَفْسَكِ ثَلَاثًا إنْ شِئْت فَطَلَّقَتْ وَاحِدَةً (وَ) كَذَا (عَكْسُهُ لَا) يَقَعُ فِيهِمَا لِاشْتِرَاطِ الْمُوَافَقَةِ لَفْظًا لِمَا فِي تَعْلِيقِ الْخَانِيَّةِ أَمْرُهَا بِعَشْرٍ فَطَلَّقَتْ ثَلَاثًا أَوْ بِوَاحِدَةٍ فَطَلَّقَتْ نِصْفًا لَمْ يَقَعْ. (أَمْرُهَا بِبَائِنٍ أَوْ رَجْعِيٍّ فَعَكَسَتْ

فِي الْجَوَابِ وَقَعَ مَا أَمَرَ) الزَّوْجُ (بِهِ) وَيَلْغُو وَصْفُهَا، وَالْأَصْلُ أَنَّ الْمُخَالَفَةَ فِي الْوَصْفِ لَا تُبْطِلُ الْجَوَابَ بِخِلَافِ الْأَصْلِ، وَهَذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ مُعَلَّقًا بِمَشِيئَتِهَا، فَإِنْ عَلَّقَهُ فَعَكَسَتْ لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ لِأَنَّهَا مَا أَتَتْ بِمَشِيئَةٍ مَا فُوِّضَ إِلَيْهَا خَانِيَّةٌ بَحْرٌ. (قَالَ لَهَا أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شِئْتِ فَقَالَتْ شِئْتُ إِنْ شِئْتَ أَنْتَ، فَقَالَ: شِئْتُ يَنْوِي الطَّلَاقَ أَوْ قَالَتْ شِئْتُ إِنْ كَانَ كَذَا لِمَعْدُومٍ) أَيْ لَمْ يُوجَدْ بَعْدُ كَإِنْ شَاءَ أَبِي أَوْ إِنْ جَاءَ اللَّيْلُ وَهِيَ فِي النَّهَارِ (بَطَلَ) الْأَمْرُ لِفَقْدِ الشَّرْطِ. (وَإِنْ قَالَتْ شِئْتُ إِنْ كَانَ الْأَمْرُ قَدْ مَضَى) أَرَادَ بِالْمَاضِي الْمُحَقَّقَ وُجُودُهُ كَإِنْ كَانَ أَبِي فِي الدَّارِ وَهُوَ فِيهَا، أَوْ إِنْ كَانَ هَذَا لَيْلًا وَهِيَ فِيهِ مَثَلًا (طَلُقَتْ) لِأَنَّهُ تَنْجِيزٌ (قَالَ لَهَا أَنْتِ طَالِقٌ مَتَى شِئْتِ أَوْ مَتَى مَا شِئْتِ أَوْ إِذَا شِئْتِ أَوْ إِذَا مَا شِئْتِ فَرَدَّتْ الْأَمْرَ لَا يَرْتَدُّ وَلَا يَتَقَيَّدُ بِالْمَجْلِسِ وَلَا تُطَلِّقُ) نَفْسَهَا (إِلَّا وَاحِدَةً) لِأَنَّهَا تَعُمُّ الْأَزْمَانَ لَا الْأَفْعَالَ فَتَمْلِكُ التَّطْلِيقَ فِي كُلِّ زَمَانٍ لَا تَطْلِيقَ بَعْدَ تَطْلِيقٍ (وَلَهَا تَفْرِيقُ الثَّلَاثِ فِي كُلَّمَا شِئْتِ وَلَا تَجْمَعُ) وَلَا تُثَنِّي لِأَنَّهَا لِعُمُومِ الْإِفْرَادِ.

تفویض طلاق پر بیوی کا عمل

شوہر نے بیوی سے یوں کہا طلقی نفسك ثلاثاً یا کہا طلقی نفسك ثنتین (تو اپنی ذات کو تین طلاق یا دو طلاق دے لے) پھر بیوی نے اپنی ذات پر صرف ایک طلاق واقع کی تو وہ ایک طلاق واقع ہو جائے گی، اس لیے کہ شوہر نے جو طلاق دو یا تین بیوی کے سپرد کیا تھا، ایک طلاق اس کا بعض اور حصہ ہے، اور ایسا ہی وکیل کا حکم ہے، اور یہی حکم وکیل کا بھی ہے، یعنی جب مرد نے عورت کو دو یا تین طلاق دینے کا اختیار دیا، اس کے بعد وکیل نے ایک طلاق واقع کی، تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر مرد نے یوں کہا، طلق امرأتی ثلاثاً بالف (میری بیوی کو تین طلاق ہزار کے بدلہ میں دے لے) تو اس صورت میں اگر وکیل اس کی بیوی کو ایک طلاق دے گا تو واقع نہ ہوگی۔

تفویض طلاق کے برعکس بیوی کا عمل

اور اگر شوہر نے بیوی کو یوں کہا طلقی نفسك واحدۃ (تو اپنی ذات کو ایک طلاق دے لے) اور بیوی اس کے حکم کے خلاف عمل کرتے ہوئے، اپنی ذات کو تین طلاق دے لی، تو اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، اور حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی۔

شوہر نے بیوی سے کہا طلقی نفسك ثلاثا ان شئت (اگر تو چاہے تو اپنی ذات کو تین طلاق دے لے) عورت نے اپنے آپ کو شوہر کی تفویض کے خلاف عمل کرتے ہوئے ایک طلاق واقع کی، اسی طرح اس کے برعکس شوہر نے طلقی نفسك

واحدۃ ان شئت (اگر تو چاہے تو اپنی ذات کو ایک طلاق دے لے) اس نے اپنی ذات کو تین طلاق دے لی، تو ان دونوں صورتوں میں کوئی طلاق واقع نہ ہوگی، وجہ اس کی یہ ہے کہ موافقت لفظی شرط ہے، اور یہاں بیوی نے موافقت لفظی کے خلاف عمل کیا اس لیے طلاق واقع نہ ہوگی۔

فتاوی خانیہ کے باب التعلیق میں ہے، شوہر نے بیوی کو دس طلاق کا حکم دیا کہ اگر تو چاہے تو دس طلاق اپنی ذات کو دے لے، اس کے بعد بیوی نے تین طلاق اپنی ذات کو دی، یا شوہر نے ایک طلاق واقع کرنے کا حکم دیا تھا، اور اس نے نصف واقع کی تو ان دونوں صورتوں میں بھی کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ یہاں بھی موافقت لفظی نہیں پائی گئی، بلکہ مخالفت پائی گئی لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تفویض میں شوہر کی مخالفت کرنے کا شرعی حکم

شوہر نے بیوی کو طلاق بائن یا طلاق رجعی واقع کرنے کا حکم دیا، جواب میں عورت نے اس کے حکم کے برعکس کیا، یعنی رجعی کی صورت میں بائن اور بائن کی صورت میں رجعی واقع کرلی، تو اس صورت میں وہی طلاق واقع ہوگی جس کا شوہر نے حکم دیا تھا، اصل قائم اور باقی رہے گا اور وصف باطل ہو جائے گا۔

ایک قاعدہ کلیہ

مذکورہ مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر جواب میں حکم کی مخالفت وصف میں ہے، تو اس صورت میں جواب باطل نہ ہوگا، بلکہ وصف ہی باطل ہو جاتا ہے، اور اصل باقی رہتا ہے،، اس کے برخلاف اگر جواب میں حکم کی مخالفت اصل میں ہو تو اس صورت میں جواب ہی باطل ہو جاتا ہے، چناں چہ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض کی صورت میں تین طلاق واقع کرنا اور وصف کا لغو ہونا اور شوہر کی تفویض کے مطابق طلاق کا واقع ہونا اس وقت ہے جب طلاق عورت کی مشیت پر معلق نہ ہو، پس اگر شوہر نے طلاق کو عورت کی مشیت پر معلق کر دیا ہو، اور عورت نے برعکس کیا تو کچھ طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ شوہر نے بیوی کو جو سپرد کیا ہے، اس کو عورت بجا نہیں لائی ہے، بلکہ اس کی مخالفت کی ہے، لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسا کہ فتاوی خانیہ اور البحر الرائق میں ہے۔

تفویض طلاق کے خلاف ورزی کرنے کا حکم

شوہر نے بیوی سے کہا انت طالق ان شئت (اگر تو چاہے تو تجھ کو طلاق ہے) عورت نے اس کے جواب میں کہا شئت ان شئت (میں نے چاہا اگر تو نے چاہا) جواب میں شوہر نے کہا شئت (میں نے چاہا) اور اس سے طلاق کی نیت کی، یا عورت نے کہا شئت ان کان کذا (میں نے چاہا اگر ایسا معاملہ ہو یعنی امر معدوم پر معلق کیا اور یہاں امر معدوم سے مراد وہ امر ہے جو ممکن

الوجود ہو، لیکن اس کا وجود ابھی نہ ہو مثال کے طور پر عورت نے کہا شئت ان شاء ابی (میں نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا) یا یوں کہا شئت ان جاء اللیل (میں نے چاہا اگر رات آئے) اور عورت یہ گفتگو دن میں کر رہی تھی، تو ان دونوں صورتوں میں شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے امر باطل ہو جائے گا اور عورت کی مشیت پر جو طلاق معلق تھی وہ ختم ہو جائے گی، اس لیے شوہر نے اس کو بلا قید حق طلاق دیا تھا، اور اس نے اس کو معلق اور مقید کر دیا، تو شرط نہیں پائی گئی اس لیے حق طلاق باطل ہو جائے گا۔

تفویض کا جواب تعلیق سے دینے کا حکم

اگر شوہر نے کہا انت طالق ان شئت (تو طلاق والی ہے اگر تو چاہے) اس کے جواب میں عورت نے یوں کہا شئت ان کان الامر کذا (میں نے چاہا اگر معاملہ ایسا ہوا ہو اور امر گزشتہ پر معلق کیا، اور یہاں ماضی سے مراد وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو مثال کے طور پر عورت نے تفویض مذکور کے جواب میں کہا شئت ان کان ابی فی الدار میں نے چاہا اگر میرے باپ گھر میں ہو اور اس کا باپ گھر ہی میں موجود تھا، یا عورت نے کہا شئت ان کان ھٰذا لیلا (میں نے چاہا اگر یہ وقت رات ہو) اور حال یہ ہے کہ عورت اس وقت رات ہی میں تھی، تو اس صورت میں عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی، اور اسی وقت مطلقہ ہو جائے گی اس لیے کہ جو کسی ثابت الوجود امر پر معلق کرے وہ حقیقت میں تعلیق ہے ہی نہیں بلکہ تنجیز ہے۔

متی شئت کے ساتھ تفویض طلاق

شوہر نے بیوی سے یوں کہا انت طالق متی شئت (تو طلاق والی ہے جب تو چاہے) یا یوں کہا انت طالق متی شئت (تو طلاق والی ہے جس وقت تو چاہے) یا یوں کہا انت طالق اذا شئت (تو مطلقہ ہے جب چاہے) یا یوں کہا انت طالق اذا ما شئت (تو طلاق والی ہے جب چاہے) پس عورت نے اس کو رد کر دیا بایں طور کہ عورت نے کہا میں طلاق کو نہیں چاہتی ہوں، تو اس طرح رد کر دینے سے عورت کا اختیار رد نہیں ہوگا اور نہ یہ مجلس علم کے ساتھ مقید ہوگا بلکہ عورت جب چاہے گی اپنی ذات پر طلاق واقع کر سکتی ہے البتہ ایک طلاق سے زیادہ واقع نہیں کر سکتی ہے۔ اس لیے کہ مذکورہ الفاظ تمام زمانوں کو شامل ہیں، تمام افعال کو شامل نہیں ہیں، لہٰذا عورت ہر زمانے میں طلاق کی مالک رہے گی لیکن ایک طلاق واقع کرنے کے بعد دوسری طلاق واقع کرنے کا مالک نہ ہوگی۔

تفویض طلاق بالفاظ کلما

اگر شوہر نے بیوی کو تفویض طلاق بالفاظ کلما کی، اور اس طرح کہا انت طالق کلما شئت (تو طلاق والی ہے جب جب تو چاہے) اس کے جواب میں بیوی نے کہا شئت الطلاق لنفسی (میں نے اپنی ذات کے لیے طلاق چاہی) دوسری اور تیسری مجلس میں بھی، اسی طرح کہا، لیکن بیوی ایک مجلس میں تین طلاق یا دو طلاق جمع نہیں کر سکے گی، اس لیے کہ لفظ کلما عموم

افراد کے لیے وضع کیا گیا ہے، لہٰذا اس میں جمع اور تثنیہ کا ارادہ کرنا درست نہیں ہے۔

(وَلَوْ طَلَّقَتْ بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ لَا يَقَعُ) إِنْ كَانَتْ طَلَّقَتْ نَفْسَهَا ثَلَاثًا مُتَفَرِّقَةً وَإِلَّا فَلَهَا تَفْرِيقُهَا بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْهَدْمِ الْآتِيَةِ (أَنْتِ طَالِقٌ حَيْثُ شِئْتِ أَوْ أَيْنَ شِئْتِ لَا تَطْلُقُ إِلَّا إِذَا شَاءَتْ فِي الْمَجْلِسِ، وَإِنْ قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا قَبْلَ مَشِيئَتِهَا لَا) مَشِيئَةَ لَهَا لِأَنَّهُمَا لِلْمَكَانِ وَلَا تَعَلُّقَ لِلطَّلَاقِ بِهِ فَجُعِلَا مَجَازًا عَنْ إِنْ لِأَنَّهَا أُمُّ الْبَابِ. (وَفِي كَيْفَ شِئْتِ يَقَعُ) فِي الْحَالِ (رَجْعِيَّةٌ، فَإِنْ شَاءَتْ بَائِنَةً أَوْ ثَلَاثًا وَقَعَ) مَا شَاءَتْهُ (مَعَ نِيَّتِهِ) وَإِلَّا فَرَجْعِيَّةٌ لَوْ مَوْطُوءَةً وَإِلَّا بَانَتْ وَبَطَلَ الْأَمْرُ، وَقَوْلُ الزَّيْلَعِيِّ وَالْعَيْنِيِّ قَبْلَ الدُّخُولِ صَوَابُهُ بَعْدَهُ فَتَنَبَّهْ. (وَفِي كَمْ شِئْتِ أَوْ مَا شِئْتِ لَهَا أَنْ تُطَلِّقَ مَا شَاءَتْ) فِي مَجْلِسِهَا وَلَمْ يَكُنْ بِدْعِيًّا لِلضَّرُورَةِ (وَإِنْ رَدَّتْ) أَوْ أَتَتْ بِمَا يُفِيدُ الْإِعْرَاضَ (ارْتَدَّ) لِأَنَّهُ تَمْلِيكٌ فِي الْحَالِ فَجَوَابُهُ كَذَلِكَ. (قَالَ لَهَا طَلِّقِي) نَفْسَكِ (مِنْ ثَلَاثٍ مَا شِئْتِ تُطَلِّقُ مَا دُونَ الثَّلَاثِ، وَمِثْلُهُ اخْتَارِي مِنَ الثَّلَاثِ مَا شِئْتِ) لِأَنَّ مِنْ تَبْعِيضِيَّةٌ. وَقَالَا: بَيَانِيَّةٌ، فَتُطَلِّقُ الثَّلَاثَ، وَالْأَوَّلُ أَظْهَرُ.

تفویض طلاق کی تحدید

اگر شوہر نے بیوی سے یوں کہا جب تو چاہے اپنی ذات کو طلاق دے لے، تو اگر عورت دوسرے شوہر کے بعد طلاق دے گی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، بشرطیکہ وہ اپنے آپ کو متفرق طور پر تین طلاقیں دے چکی ہوگی، مسئلہ آپ اس طرح سے سمجھئے کہ زید نے زاہدہ سے کہا انت طالق کلما شئت اس کے بعد زاہدہ نے اپنے اوپر تین متفرق طلاقیں واقع کیں، اور اس نے خالد سے نکاح کر لیا پھر خالد نے اس کو طلاق دیدی تو زاہدہ نے دوبارہ زید ہی سے نکاح کر لیا، پھر اپنی ذات کو طلاق دی تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ کلما شئت کے ساتھ جو تفویض اور تعلیق تھی، وہ اول ملک تک محدود تھی، نئی ملک میں وہ تعلیق وتفویض نہیں پائی جائے گی اور اگر زاہدہ نے اپنی ذات پر مطلقاً طلاق واقع نہیں کی تھی، یا تین طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی تھی، یا ایک یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی تھی، تو زاہدہ کو دوسرے شوہر کے بعد تین طلاقیں متفرق طور پر واقع کرنے کا اختیار ہوگا، اور اس مسئلہ کا نام مسئلة الهدم ہے اس کی تفصیل باب التعلیق اور باب الرجعة میں ان شاء اللہ آئے گی۔

تفویض طلاق بالفاظ حیث و این

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی کو انت طالق حیث شئت کہا (تجھ کو طلاق ہے جہاں تو چاہے) یا کہا انت طالق این شئت (تجھ کو طلاق ہے جس جگہ تو چاہے) تو ان دونوں صورتوں میں عورت اپنے اوپر طلاق واقع نہیں کر سکتی

ہے، جب کہ عورت مجلس علم میں واقع کرنا چاہے، اور اگر وہ طلاق چاہنے سے قبل مجلس سے اٹھ گئی تو اس کی خواہش کا شرعی اعتبار سے کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اس لیے کہ لفظ حیث اور لفظ این دونوں مکان کے لیے وضع کئے گئے ہیں، اور حال یہ ہے کہ طلاق کو مکان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، لہٰذا مکان کا پایا جانا اور مکان کا نہ پایا جانا طلاق کے حق میں دونوں برابر ہے۔ ہاں لفظ حیث اور لفظ این دونوں کو مجازاً اِن شرطیہ کے معنی میں کر دیا گیا ہے، ورنہ تو حقیقت میں "ان" تعلیق کے لیے آتا ہے۔

کیف کے ساتھ تفویض طلاق کا حکم

اگر شوہر نے بیوی کو تفویض طلاق اس طرح کی انت طالق کیف شئت (تجھ کو طلاق ہے جس طرح تو چاہے) تو اس صورت میں علی الفور ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، یعنی عورت کی مشیت سے قبل ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، لیکن اگر عورت نے طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق کو چاہا تو اس صورت میں عورت جو چاہے گی وہی واقع ہوگی، اگر عورت کی مشیت شوہر کی نیت کے مطابق ہوگی، لیکن اگر عورت کی مشیت شوہر کی مشیت کے مخالف ہے تو اس صورت میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو، اور اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو اس صورت میں عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی، اور مشیت کا معاملہ باطل قرار پائے گا، علامہ زیلعی اور علامہ عینی کا یہ قول کہ دخول سے قبل رجعی واقع ہوتی ہے، ان دونوں حضرات کا سہو ہے صحیح بات یہ ہے کہ دخول کے بعد رجعی واقع ہوتی ہے۔

کم اور ما کے ساتھ تفویض طلاق کا حکم

اور اگر شوہر بیوی سے یوں کہا انت طالق کم شئت (تجھ کو طلاق ہے جتنا تو چاہے) یا یوں کہا انت طالق ما شئت (تجھ کو طلاق ہے جتنی بار تو چاہے) تو اس صورت میں عورت مجلس کے اندر جتنی طلاق چاہے واقع کر سکتی ہے یعنی تین طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوگا اور ضرورت کی وجہ سے یہ طلاق بدعی بھی شمار نہ ہوگی، اور اگر عورت نے شوہر کے قول کو رد کر دیا یا یوں کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی ہوں، یا عورت نے کوئی ایسا کام کر لیا جو اعراض اور روگردانی پر دلالت کرتا ہے تو اس صورت میں اختیار رد ہو جائے گا، اور عورت کو اختیار باقی نہ رہے گا کیوں کہ یہ فی الحال مالک بنانا ہے لہٰذا اس کا جواب فی الحال ہی چاہئے۔

طلقي نفسك من ثلاث سے وقوع طلاق

اگر شوہر نے بیوی سے یوں کہا طلقی نفسك من ثلاث ما شئت (تو اپنی ذات کو تین طلاق میں سے جس قدر چاہے طلاق دے) تو اس صورت میں عورت اپنی ذات کو ایک طلاق یا دو طلاق دے سکتی ہے تین طلاق واقع کرنے کا حق نہیں ہے، اسی طرح اگر شوہر نے کہا اختاری من ثلاث ما شئت (تو تین طلاق میں سے جس قدر چاہے اختیار کر) تو عورت دو یا ایک ہی طلاق دینے کا حقدار ہوگی، تین طلاق اپنے اوپر واقع نہیں کر سکتی ہے اس لیے کہ اس میں من تبعیضیہ ہے، اور حضرات

صاحبین فرماتے ہیں کہ یہ من بیانیہ ہے، لہٰذا عورت اپنے اوپر تین طلاق بھی واقع کر سکتی ہے، لیکن جو حضرات من تبعیضیہ مانتے ہیں ان کا قول زیادہ ظاہر و باہر ہے۔

[فُرُوعٌ] قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شِئْتِ وَإِنْ لَمْ تَشَائِي طَلُقَتْ لِلْحَالِ وَلَوْ قَالَ: إِنْ كُنْتِ تُحِبِّينَ الطَّلَاقَ فَأَنْتِ طَالِقٌ، وَإِنْ كُنْتِ تُبْغِضِينَهُ فَأَنْتِ طَالِقٌ لَمْ تَطْلُقْ لِأَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ لَا تُحِبَّهُ وَلَا تُبْغِضَهُ وَلَا يَجُوزُ أَنْ تَشَاءَ وَلَا تَشَاءَ، وَلَوْ قَالَ لَهُمَا: أَشَدُّكُمَا حُبًّا لِلطَّلَاقِ أَوْ أَشَدُّكُمَا بُغْضًا لَهُ طَالِقٌ فَقَالَتْ كُلٌّ أَنَا أَشَدُّ حُبٌّ لَهُ لَمْ يَقَعْ لِدَعْوَى كُلٍّ أَنَّ صَاحِبَتَهَا أَقَلُّ حُبًّا مِنْهَا فَلَمْ يَتِمَّ الشَّرْطُ، ثُمَّ التَّعْلِيقُ بِالْمَشِيئَةِ أَوِ الْإِرَادَةِ أَوِ الرِّضَا أَوِ الْهَوَى أَوِ الْمَحَبَّةِ يَكُونُ تَمْلِيكًا فِيهِ مَعْنَى التَّعْلِيقِ، فَيَتَقَيَّدُ بِالْمَجْلِسِ كَأَمْرُكِ بِيَدِكِ بِخِلَافِ التَّعْلِيقِ بِغَيْرِهَا.

اضافہ شدہ مسائل کا بیان

شوہر نے بیوی سے یوں کہا انت طالق ان شئت وان لم تشا (تو طلاق والی ہے، اگر تو چاہے اور اگر نہ چاہے) تو بیوی پر علی الفور طلاق واقع ہو جائے گی، اس لیے کہ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی نہ کوئی صورت ضرور بالضرور پائی جائے گی، لہٰذا عورت فی الحال مطلقہ ہو جائے گی۔

طلاق کے محبوب و مبغوض ہونے پر تعلیق کا حکم

اگر شوہر نے یوں کہا ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق (اگر تو طلاق کو پسند کرتی ہے تو تو طلاق والی ہے) یا یوں کہا ان کنت تبغضین الطلاق فانت طالق (اگر تو طلاق مبغوض رکھتی ہے تو تجھ کو طلاق ہے) اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ ممکن ہے کہ عورت نہ تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو اور نہ مبغوض برخلاف مسئلہ اولیٰ کے کہ وہاں طلاق کو عورت کی مشیت و عدم مشیت پر معلق کی گئی، اور یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ عورت مشیت اور عدم مشیت دونوں سے خالی ہو، بلکہ ان دونوں میں ایک ضرور ہوگا، لہٰذا عورت مطلقہ ہو جائے گی۔

اور اگر شوہر نے اپنی دو بیویوں سے کہا، اشد کما حبا للطلاق فھی طالق (تم دونوں میں سے جو بھی طلاق سے زیادہ محبت رکھتی ہے، وہ طلاق والی ہے) یا یوں کہا اشد کما بغضا للطلاق فھی طالق (تم دونوں میں سے جو بھی طلاق سے زیادہ بغض رکھتی ہے، وہ مطلقہ ہے) چناں چہ دونوں بیویوں نے کہا میں طلاق کو زیادہ محبوب رکھتی ہوں، تو اس صورت میں کسی بھی عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ ہر عورت دعویٰ کر رہی ہے، اس کی سوکن کو طلاق سے کم محبت ہے، لہٰذا شرط نہیں پائی گئی ہے اس لیے طلاق واقع نہ ہوگی۔

پھر یہاں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ طلاق کو عورت کی مشیت، یا عورت کے ارادے یا عورت کی رضاء یا عورت کی خواہش یا اس کی محبت پر معلق کرنا درحقیقت تملیک ہے، جس کے اندر تعلیق کے معنی پایا جاتا ہے، لہٰذا مذکورہ تمام صورتوں میں وہ مجلس علم کے ساتھ مقید ہوگا جس طرح کہ امرك بيدك میں ہوتا ہے، اس کے برخلاف اس تعلیق کے جو الفاظ مذکورہ کے علاوہ سے ہوتی ہو، جیسے دخول دار یا قدوم حاج وغیرہ تو یہ تملیک نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ تعلیق محض ہوتی ہے، لہٰذا یہ مجلس علم کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالحق والصواب۔

بَابُ التَّعْلِيقِ

حضرت مصنفؒ نے اس سے پہلے طلاق منجز کو بیان کیا جس میں کوئی شرط نہیں ہوتی ہے، اور جب طلاق منجز کی دونوں قسمیں صریح اور کنایہ کے بیان سے فارغ ہوگئے، تو اب اس طلاق معلق کے بیان کو شروع فرما رہے ہیں، جو طلاق اور شرط سے مرکب ہوتی ہے، تو ماسبق کا باب بمنزلہ مفرد کے ہے۔ اور یہ بمنزلہ مرکب، مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب پر، اس لیے باب التعلیق کو بعد میں لا رہے ہیں۔

(هُوَ) لُغَةً مِنْ عَلَّقَهُ تَعْلِيقًا قَامُوسٌ: جَعَلَهُ مُعَلَّقًا. وَاصْطِلَاحًا (رَبْطُ حُصُولِ مَضْمُونِ جُمْلَةٍ بِحُصُولِ مَضْمُونِ جُمْلَةٍ أُخْرَى) وَيُسَمَّى يَمِينًا مَجَازًا وَشَرْطُ صِحَّتِهِ كَوْنُ الشَّرْطِ مَعْدُومًا عَلَى خَطَرِ الْوُجُودِ، فَالْمُحَقَّقُ كَإِنْ كَانَ السَّمَاءُ فَوْقَنَا تَنْجِيزٌ، وَالْمُسْتَحِيلُ كَإِنْ دَخَلَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ لَغْوٌ وَكَوْنُهُ مُتَّصِلًا إِلَّا لِعُذْرٍ وَأَنْ لَا يَقْصِدَ بِهِ الْمُجَازَاةَ، فَلَوْ قَالَتْ يَا سِفْلَةُ فَقَالَ: إِنْ كُنْتُ كَمَا قُلْتِ فَأَنْتِ كَذَا تَنْجِيزٌ كَانَ كَذَلِكَ أَوْ لَا وَذِكْرُ الْمَشْرُوطِ، فَنَحْوُ أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ لَغْوٌ بِهِ يُفْتَى وَوُجُودُ رَابِطٍ حَيْثُ تَأَخَّرَ الْجَزَاءُ كَمَا يَأْتِي

تعلیق کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لفظ تعلیق اہل لغت کے یہاں علقه تعليقا (باب تفعیل) سے ماخوذ ہے، اہل اس کو اس وقت بولتے ہیں جب کسی شئی کو کوئی معلق کرے، یعنی لٹکا دے، (جیسا کہ قاموس میں ہے) اور فقہ اسلامی کی اصطلاح میں تعلیق کی تعریف یہ ہے کہ ایک کلام کے مضمون کے حصول کو دوسرے کلام کے مضمون کے حصول پر مربوط کرنا۔ یعنی جزاء کے مضمون کو شرط کے مضمون کے حصول پر معلق کرنا مثال کے طور پر یہ کہنا انت طالق ان دخلت الدار یہ تعلیق طلاق ہے، اس لیے کہ اس جملہ میں طلاق کا وقوع دخول دار پر مربوط اور معلق ہے، اس لیے طلاق واقع ہوگی، جب عورت گھر میں داخل ہوگی، جب تک دخول دار کا تحقق نہ ہوگا، طلاق کا وجود بھی نہ ہوگا، اور اس تعلیق کو مجازاً یمین بھی کہہ دیتے ہیں۔

تعلیق طلاق کے صحیح ہونے کی شرطیں

تعلیق طلاق کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ شرط معدوم ہو لیکن اس کا وجود ممکن ہو، یعنی تکلم کے وقت تو شرط نہ پائی جاتی ہو، لیکن اس کا وجود محال بھی نہ ہو، جیسے کسی نے کہا انت طالق ان دخلت المعبد اگر تو مندر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے، تو یہاں شرط یعنی دخول معبد فی الحال معدوم ہے، لیکن جب بھی عورت معبد میں داخل ہوگی، اور شرط کا وجود ہوگا فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔

اور اگر امر محقق اور ثابت الوجود شئی پر طلاق کو معلق کیا بایں طور کہ شوہر نے کہا انت طالق ان کانت السماء فوقنا (تو طلاق والی ہے اگر آسمان ہمارے اوپر ہو) تو یہاں چوں کہ نفس الامر میں آسمان اوپر ہی ہے، اور اس لیے یہ تعلیق امر محقق اور ثابت الوجود شئی پر ہوئی تو یہ حقیقت میں تعلیق نہ کہلائے گی، بلکہ یہ تنجیز طلاق ہوگی، اور علی الفور طلاق واقع ہو جائے گی۔

امر محال شئی پر طلاق معلق کرنے کا حکم

اور اگر کسی نے طلاق کا وقوع امر محال پر معلق کیا بایں طور کہ اس نے کہا انت طالق ان دخل الجمل فی سم الخیاط (تو طلاق والی ہے اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے) تو یہاں اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا محال ہے، لہٰذا اس طرح کی تعلیق از روئے شرع لغو ہوگی، اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اور تعلیق طلاق کے صحیح ہونے کے لیے دوسری شرط یہ بھی ہے کہ شرط متصل ہو، چناں چہ اگر کسی نے انت طالق کہہ کر خاموش ہو گیا اس کے کچھ دیر بعد ان دخلت الدار کہا تو یہ تعلیق صحیح نہیں ہوگی، اس لیے کہ شرط متصل نہیں پائی گئی، ہاں اگر عذر شرعی کی وجہ سے شرط کا انفصال ہو گیا تو یہ الگ بات ہے، اس صورت میں تعلیق صحیح ہوگی، مثلاً مرد کی زبان میں لکنت ہو، ہکلا کر بولتا ہو، اور اس کی وجہ سے قدرتی طور پر شرط متصل نہیں ہو سکی تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے تعلیق درست ہوگی۔

تعلیق طلاق کے صحیح ہونے کے لیے تیسری شرط یہ ہے کہ مرد تعلیق کے ذریعہ عورت کے کلام کا بدلہ دینا نہ چاہتا ہو، چناں چہ اگر عورت نے مرد سے کہا او بے غیرت، اس کے بعد مرد نے فوراً کہا اگر میں ایسا ہوں جیسا کہ تو نے مجھے سمجھا ہے، تو تجھ کو طلاق ہے، تو تعلیق نہ ہوگی، بلکہ تنجیز طلاق ہوگی، اور علی الفور طلاق واقع ہو جائے گی، مرد بے غیرت ہو یا نہ ہو،

تعلیق طلاق کے صحیح ہونے کے لیے چوتھی شرط یہ ہے کہ مشروط ذکر کیا گیا ہو، چناں چہ اگر کوئی یوں کہے انت طالق ان (تو طلاق والی ہے اگر) ان کے بعد فعل مشروط کو بیان نہ کیا تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا، اور طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی قول پر حضرات علماء کرام کا فتویٰ ہے۔

تعلیق طلاق کے صحیح ہونے کے لیے پانچویں شرط یہ ہے کہ رابطہ کا وجود ہو، جہاں جزاء شرط سے موخر ہو، اور رابطہ سے مراد

وہ حرف ہے جو شرط اور جزا دونوں کو آپس میں جوڑ دے، ملا دے، جیسا کہ اس کی تفصیل آئے گی۔

(شَرْطُهُ الْمِلْكُ) حَقِيقَةً كَقَوْلِهِ لِقِنِّهِ: إِنْ فَعَلْتَ كَذَا فَأَنْتَ حُرٌّ أَوْ حُكْمًا، وَلَوْ حُكْمًا (كَقَوْلِهِ لِمَنْكُوحَتِهِ) أَوْ مُعْتَدَّتِهِ (إِنْ ذَهَبْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ) (أَوْ الْإِضَافَةُ إِلَيْهِ) أَيْ الْمِلْكِ الْحَقِيقِيِّ عَامًّا أَوْ خَاصًّا، كَإِنْ مَلَكْتُ عَبْدًا أَوْ إِنْ مَلَكْتُكَ لِمُعَيَّنٍ فَكَذَا أَوْ الْحُكْمِيِّ كَذَلِكَ (كَإِنْ) نَكَحْتُ امْرَأَةً أَوْ إِنْ (نَكَحْتُكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ) وَكَذَا كُلُّ امْرَأَةٍ وَيَكْفِي مَعْنَى الشَّرْطِ إِلَّا فِي الْمُعَيَّنَةِ بِاسْمٍ أَوْ نَسَبٍ أَوْ إِشَارَةٍ فَلَوْ قَالَ: الْمَرْأَةُ الَّتِي أَتَزَوَّجُهَا طَالِقٌ تَطْلُقُ بِتَزَوُّجِهَا، وَلَوْ قَالَ هَذِهِ الْمَرْأَةُ إلَخْ لَا لِتَعْرِيفِهَا بِالْإِشَارَةِ فَلَغَا الْوَصْفُ (فَلَغَا قَوْلُهُ لِأَجْنَبِيَّةٍ إِنْ زُرْتِ زَيْدًا فَأَنْتِ طَالِقٌ فَنَكَحَهَا فَزَارَتْ) وَكَذَا كُلُّ امْرَأَةٍ أَجْتَمِعُ مَعَهَا فِي فِرَاشٍ فَهِيَ طَالِقٌ فَتَزَوَّجَهَا لَمْ تَطْلُقْ، وَكُلُّ جَارِيَةٍ أَطَؤُهَا حُرَّةٌ فَاشْتَرَى جَارِيَةً فَوَطِئَهَا لَمْ تُعْتَقْ لِعَدَمِ الْمِلْكِ وَالْإِضَافَةِ إِلَيْهِ. وَأَفَادَ فِي الْبَحْرِ أَنَّ زِيَارَةَ الْمَرْأَةِ فِي عُرْفِنَا لَا تَكُونُ إِلَّا بِطَعَامٍ مَعَهَا يُطْبَخُ عِنْدَ الْمَزُورِ فَلْيُحْفَظْ. (كَمَا لَغَا إِيقَاعُهُ) الطَّلَاقَ (مُقَارِنًا لِثُبُوتِ مِلْكٍ) كَأَنْتِ طَالِقٌ مَعَ نِكَاحِك، وَيَصِحُّ مَعَ تَزَوُّجِي إِيَّاكِ لِتَمَامِ الْكَلَامِ بِفَاعِلِهِ وَمَفْعُولِهِ (أَوْ زَوَالِهِ) كَمَعَ مَوْتِي أَوْ مَوْتِك.

تعلیق طلاق کے لازم ہونے کی شرطیں

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تعلیق طلاق کے لازم ہونے کی شرط ملک ہے، خواہ ملک حقیقی ہو، جیسے کہ مولی کا اپنے غلام سے یہ کہنا ان فعلت کذا فانت حر (اگر تو ایسا کرے گا تو تو آزاد ہے) یا ملک حکمی ہو، جیسے کہ شوہر کا بیوی سے یا معتدہ سے یہ کہنا ان ذہبت فانت طالق (اگر تو گئی تو تجھ کو طلاق ہے،) تو یہاں مولی اپنے غلام کی گردن کا مالک ہوتا ہے، اور شوہر اپنی بیوی کی گردن کا حقیقت میں مالک نہیں ہوتا ہے، اور معتدہ ملک حکمی حکماً کی مثال ہے، اس لیے کہ معتدہ کے نکاح کا اثر فی الجملہ باقی رہتا ہے، اور معتدہ طلاق کا محل ہوتی ہے۔

ملکیت کی طرف اضافت

تعلیق طلاق کے لازم ہونے کے لیے ملکیت شرط ہے، لیکن اگر فی الحال ملکیت ثابت نہ ہو تو تعلیق طلاق کے لیے ملکیت کی اضافت کرنا شرط ہے خواہ یہ اضافت عام ہو، جیسے کہے ان ملكت عبداً فهو حر (اگر میں کسی غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہے) خواہ یہ اضافت خاص ہو جیسے کسی معین شخص کے بارے میں کہے، ان ملكتك فكذا (اگر میں تیرا مالک ہوا تو تو آزاد ہے) یا اضافت ملک حکمی کی طرف پائی جائے خواہ وہ اضافت عام ہو یا خاص جیسے کہ کہے ان نكحت امراة فانت طالق

(اگر میں کسی عورت سے نکاح کیا تو وہ طلاق والی ہے) یا یوں کہے ان نکحت فاطمۃ فھی طالق (اگر میں فاطمہ سے نکاح کیا تو وہ طلاق والی ہے) اسی طرح اگر مرد یوں کہے کل امرأۃ نکحتھا فھی طالق (ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طلاق والی ہے) لہٰذا جب بھی کسی عورت سے نکاح کرے گا طلاق واقع ہو جائے گی۔

اور اضافت ملک کے صحیح ہونے کی شرط کا معنی پایا جانا کافی ہے خواہ حرف شرط مذکور اس میں ہو یا نہ ہو، البتہ جو عورت نام کی وجہ سے یا نسب کی وجہ سے یا اشارہ کی وجہ سے متعین ہو جائے تو وہاں محض شرط کا معنی پایا جانا کافی نہیں ہے بلکہ متعینہ عورت کی طلاق کو معلق کرنے کے لیے صریح طور پر شرط کا پایا جانا ضروری ہے، ورنہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تعلیق طلاق نکاح پر

اگر کسی شخص نے یوں کہا جس عورت سے بھی نکاح کروں اس کو طلاق ہے، تو اس صورت میں نکاح ہوتے ہی اس عورت پر طلاق پڑ جائے گی، اس لیے کہ اس میں نام ونسب مذکور نہیں ہے، لہٰذا محض حرف شرط کے معنی کا پایا جانا کافی ہے، اور اگر کسی نے یہ کہا کہ یہ عورت جس سے میں نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے، تو اگر مرد اس کے بعد اس سے نکاح کر لیا تو طلاق واقع نہ ہوگی، کیوں کہ اشارہ کی وجہ سے وہ متعین ہو چکی ہے، لہٰذا اس کا یہ قول التی تزوج لغو قرار پائے گا، چوں کہ یہاں اجنبیہ عورت کے اندر ملک نہیں پائی جا رہی ہے، اور نہ ہی ملکیت کی طرف اضافت ہے اس لیے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اجنبی شخص کی تعلیق کا حکم

اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے یوں کہے ان زرت زیداً فانت طالق (اگر تو زید سے ملاقات کرے گی تو تجھ کو طلاق ہے) اس کے بعد اس عورت نے اس شخص سے نکاح کر لیا اس کے بعد عورت نے زید سے ملاقات کی تو اس صورت میں شوہر کا قول لغو ہوگا اور طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ تعلیق طلاق کے وقت شوہر اس کا مالک نہیں تھا، اور نہ اس نے اپنے قول کو ملک کی طرف اضافت کیا ہے۔

اسی طرح مرد کا یہ قول بھی باطل اور لغو ہوگا، کہ جو عورت میرے فرش پر جمع ہو تو اس کو طلاق ہے، پھر اس عورت نے اس شخص سے نکاح کر لیا تو اس صورت میں اس پر طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ ضروری نہیں ہے صرف نکاح ہی کی وجہ سے احتمال پایا جائے، اجتماع فی الفرش نہ ملک ہے نہ اضافت الی الملک لہٰذا اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اور اس کے حکم میں آقا کا یہ قول ہے کہ جس باندی سے میں ہمبستری کروں وہ آزاد ہے پھر اس نے ایک باندی خریدی اور اس سے ہمبستری کیا تو اس سے باندی آزاد نہیں ہوگی، اس لیے کہ جس آقا نے قول کیا اس وقت نہ ملک پایا گیا اور نہ ہی اس نے اضافت الی الملک کیا، اس لیے طلاق واقع نہ ہوگی۔

مدیون کے یہاں زیارت کا مفہوم

حضرت علامہ ابن نجیم المصری نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب البحر الرائق میں فائدہ کے عنوان سے اپنے ملک مصر کے عرف عام کو اپنے زمانے کے اعتبار سے یہ بیان کیا ہے کہ ہمارے یہاں مصر میں عورت کی زیارت اس وقت ہوتی ہے جبکہ عورت کے ساتھ کھانا ہو اور جس کی زیارت کے لیے گئی ہے اس کے پاس جا کر کھانا پکائے لہٰذا اگر خرید و فروخت یا کسی اور مقصد کے تحت گئی، تو اس کو مصریوں کے عرف میں زیارت نہیں کہیں گے بقول علامہ طحطاوی کے اب یہ عرف مصریوں میں باقی نہیں رہا ہے بلکہ ختم ہو گیا ہے، اس کو محفوظ کر لینا چاہیے۔

جس طرح ثبوت ملک کے بالکل متصل طلاق واقع کرنا لغو ہے، مثال کے طور پر کوئی شخص یوں کہے انت طالق مع نکاحك (تو طلاق والی ہے تیرے نکاح ہوتے ہی) اور اگر مرد یوں کہے کہ مع تزوجی ایاك طالق (میرا جب تجھ سے نکاح ہوجائے تو طلاق والی ہے، تو یہ قول درست ہے) اس لیے کہ یہاں فاعل و مفعول سے مل کر بات پوری ہوگئی، اور زوال ملک کے بالکل متصل طلاق واقع کرنا لغو ہے، جیسے شوہر کہے انت طالق مع موتی (میری موت کے ساتھ تجھ کو طلاق ہے) یا یوں کہا انت طالق مع موتك (تیری موت کے ساتھ تم کو طلاق ہے) تو شوہر کا یہ قول لغو قرار پائے گا، اس لیے کہ موت طلاق کے منافی ہے۔

[فَائِدَةٌ] فِي الْمُجْتَبَى عَنْ مُحَمَّدٍ فِي الْمُضَافَةِ لَا يَقَعُ وَبِهِ أَفْتَى أَئِمَّةُ خُوارِزْمَ انْتَهَى، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ. وَلِلْحَنَفِيِّ تَقْلِيدُهُ بِفَسْخِ قَاضٍ بَلْ مُحَكَّمٍ بَلْ إفْتَاءِ عَدْلٍ وَبِفَتْوَيَيْنِ فِي حَادِثَتَيْنِ، وَهَذَا يُعْلَمُ وَلَا يُفْتَى بِهِ بَزَّازِيَّةٌ (وَيُبْطِلُ تَنْجِيزُ الثَّلَاثِ) لِلْحُرَّةِ وَالثِّنْتَيْنِ لِلْأَمَةِ (تَعْلِيقَهُ) لِلثَّلَاثِ وَمَا دُونَهَا إلَّا الْمُضَافَةَ إلَى الْمِلْكِ كَمَا مَرَّ (لَا تَنْجِيزُ مَا دُونَهَا). اعْلَمْ أَنَّ التَّعْلِيقَ يَبْطُلُ بِزَوَالِ الْحِلِّ لَا بِزَوَالِ الْمِلْكِ فَلَوْ عَلَّقَ الثَّلَاثَ أَوْ مَا دُونَهَا بِدُخُولِ الدَّارِ ثُمَّ نَجَّزَ الثَّلَاثَ ثُمَّ نَكَحَهَا بَعْدَ التَّحْلِيلِ بَطَلَ التَّعْلِيقُ فَلَا يَقَعُ بِدُخُولِهَا شَيْءٌ، وَلَوْ كَانَ نَجَّزَ مَا دُونَهَا لَمْ يَبْطُلْ فَيَقَعُ الْمُعَلَّقُ كُلُّهُ، وَأَوْقَعَ مُحَمَّدٌ فِيهِ الْأَوَّلَ وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْهَدْمِ الْآتِيَةِ وَثَمَرَتُهُ فِيمَنْ عَلَّقَ وَاحِدَةً ثُمَّ نَجَّزَ ثِنْتَيْنِ ثُمَّ نَكَحَهَا بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ فَدَخَلَتْ لَهُ رَجْعَتُهَا خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ وَكَذَا يَبْطُلُ بِلَحَاقِهِ مُرْتَدًّا بِدَارِ الْحَرْبِ خِلَافًا لَهُمَا، وَبِفَوْتِ مَحَلِّ الْبِرِّ كَإِنْ كَلَّمْت فُلَانًا أَوْ دَخَلْت هَذِهِ الدَّارَ فَمَاتَ أَوْ جُعِلَتْ بُسْتَانًا كَمَا بَسَطْنَاهُ فِيمَا عَلَّقْنَاهُ عَلَى الْمُلْتَقَى وَسَتَجِيءُ مَسْأَلَةُ الْكُوزِ بِفَرْعِهَا

اضافت والی طلاق کا حکم شرعی

مجتبیٰ نامی کتاب میں حضرت امام محمد سے روایت ہے کہ جس تعلیق میں اضافت ہو، اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے،

اور خورازم کے ائمہ نے اسی قول پر فتوی دیا ہے، اور حضرت امام شافعی کا یہی قول ہے، اور حنفی شخص کے لیے شافعی قاضی کی تقلید فسخ کر دینا جائز ہے، بلکہ اس میں حکم اور پنچ کی تقلید بھی جائز ہے، ایک عادل شافعی کا فتوی دینا حنفی کے لیے کافی ہے، اور مقدموں میں دو مفتیوں کے فتووں پر عمل کرنا جائز ہے، اور بزازیہ میں ہے اس قول پر فتوی نہیں دینا چاہیے، (اور تعلیق کی اضافت اس طرح ہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں یا جس عورت سے نکاح کروں وہ مطلقہ ہے، تو حضرت امام محمدؒ کے بقول نکاح کرنے کے بعد طلاق واقع نہیں ہوگی، اور مذہب شافعی کی تقلید مطلب یہ ہے کہ اگر کسی حنفی شخص نے تعلیق کی اضافت کی ہو، تو اس حنفی کے لیے جائز ہے کہ اپنا مسئلہ کسی شافعی المسلک کے پاس لے جائے تا کہ قاضی اس کی تعلیق کو فسخ کر دے اور اس کے واسطے اس عورت سے جماع بلا تردد جائز ہو جائے،

تعلیق طلاق کے بعد علی الفور طلاق دیا تو کیا حکم

اگر شوہر نے آزاد عورت کے لیے تین طلاق کی تعلیق کی، اور باندی کے لیے دو طلاق کی تعلیق کی، اس کے بعد شوہر نے بلا کسی تعلیق تین طلاق دیدی، تو یہ طلاق پہلی تعلیق کو باطل کر دے گی، اور اگر یہ شوہر دوسرے شوہر کے بعد اس سے نکاح کرے گا، اور اس کے بعد تعلیق پائی جائے گی، تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اور تین معلق طلاق کو فوری تین طلاق باطل کر دیتی ہے، یعنی اگر کسی نے بیوی کو تین طلاق معلق دی، اس کے بعد علی الفور تین واقع کر دی، تو وہ معلق طلاق باطل ہو جائے گی، اسی طرح اگر کسی نے تین طلاق سے کم دو طلاق معلق کی ہیں، اس کے بعد پھر فوراً دو دیدی تو دو معلق باطل ہو جائے گی، ہاں جو تعلیق ملک کی طرف منسوب ہو، وہ معلق طلاق کو باطل نہیں کرے گی، جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے، (مثال کے طور پر کسی نے عورت سے کہا، کلما تزوجتك فانت طالق (جب جب میں تجھ سے شادی کروں گا تجھ کو طلاق ہے) اس کے بعد علی الفور اس کو تین طلاق دیدی، تو یہ طلاق منجز پہلی تعلیق کو باطل نہیں کرے گی، لیکن اگر تعلیق مضاف الی الملک ہو، اور اس سے قبل علی الفور دو طلاق دیدی، تو دو طلاق اس تعلیق کو باطل نہیں کرے گی۔

تعلیق طلاق زوال حلت کے بعد ختم ہو جاتی ہے

معلوم ہونا چاہیے کہ تعلیق طلاق زوال حلت کے بعد ختم ہو جاتی ہے، زوال ملک سے تعلیق طلاق باطل نہیں ہوتی ہے، اور زوال حلت تین طلاق کے بعد ہوتی ہے، چناں چہ تین طلاق کے بعد ان میں مکمل جدائی ہو جائے اور حلت بالکل ختم ہو جائے، تو اب سابق تعلیق باطل ہو جائے گی، اس لیے کہ اب طلاق واقع ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے، کیوں کہ وقوع طلاق کا محل ہی باقی نہیں رہا۔

پس اگر شوہر نے تین طلاق یا تین طلاق سے کم کو دخول دار پر معلق کیا، مثال کے طور پر شوہر نے کہا انت طالق ثلاثاً ان دخلت الدار (تجھ کو تین طلاق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی) یا کہا انت طالق ثنتین ان دخلت الدار (تجھ کو دو

طلاق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی،) پھر اس کے بعد شوہر نے فوری طور پر تین طلاق اس کو دیدی، پھر اس کے بعد عورت حلالہ کے بعد اس شوہر سے دوسرا نکاح کیا، پھر عورت گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اور دخول دار پر جو تعلیق تھی وہ باطل ہوجائے گی، لیکن اگر تعلیق کے بعد شوہر تین طلاق کی جگہ ایک یا دو طلاق دی ہے، تو وہ تعلیق باطل نہیں ہوگی، اور جب بھی وہ عورت شوہر اول کے نکاح میں دوبارہ آئے گی، اور دخول دار پایا جائے گا، تو معلق طلاق سب کے سب واقع ہوں گی، خواہ ایک ہو یا تین، لیکن حضرت امام محمد فرماتے ہیں جتنی طلاق علی الفور دے چکا ہے، وہ تو پڑ چکی ہے، جو باقی رہ گئی تھی صرف وہی طلاق واقع ہوگی، اور یہ مسئلۃ الہدم ہے، جو باب الرجعۃ میں ان شاء اللہ تفصیل کے ساتھ آئے گا۔

شیخین اور حضرت امام محمد کے درمیان اختلاف کا ثمرہ

حضرات شیخین اور امام محمد کے درمیان جو اختلاف ہے اسکا ثمرہ اس مسئلہ میں ظاہر ہوگا، کہ ایک شخص نے گھر میں داخل ہونے پر ایک طلاق کو معلق کیا تھا، اور یوں کہا تھا انت طالق واحدۃ ان دخلت الدار (اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو ایک طلاق ہے،) اس کے بعد شوہر نے فوری طور پر دو طلاق واقع کردی، وہ عدت مکمل کرنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرلیا، اس نے بھی اس کو طلاق دے دی، تو پھر شوہر اوّل ہی نے اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرلیا اب اس کے بعد عورت گھر میں داخل ہوئی، تو اس صورت میں حضرات شیخین کے نزدیک شوہر اول کے لیے رجعت کرنا درست ہوگی، اس لیے کہ جب دو طلاق کے بعد بیوی نے عدت گزار کر شادی کرلی تھی تو دونوں طلاق ختم ہوگئی، گویا اس کا وجود ہی نہیں تھا، اب جب اس نے دوبارہ نکاح کیا تو اس کو پھر تین طلاق کا حق حاصل ہوا، اور اس نے ایک طلاق دی ہے جو رجعی ہے، اس لیے رجعت کا حق باقی رہے گا، حضرت امام محمدؒ کے نزدیک رجعت کا حق ختم ہوجائے گا، اس لیے کہ جب وہ پہلے دو طلاق دے چکا تھا، تو یہ اس کی تیسری طلاق ہوئی، اور تین طلاق کے بعد حق زوجیت ختم ہوجاتا ہے، اس لیے شوہر کو حق رجوع باقی نہ رہے گا۔

شوہر کے مرتد ہونے سے تعلیق کا بطلان

اسی طرح تعلیق طلاق اس صورت میں باطل ہوجاتی ہے، جب شوہر العیاذ باللہ مرتد ہوکر دار الحرب سے جا ملے، بخلاف حضرات صاحبین کے، وہ فرماتے ہیں کہ مرتد ہوکر دار الحرب سے جاملنے سے تعلیق باطل نہیں ہوتی ہے، (یعنی ایک شخص نے یوں ان دخلت الدار فانت طالق ثلاثاً (اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو تین طلاق ہے، اس کے بعد شوہر العیاذ باللہ مرتد ہوکر دار الحرب چلا گیا، پھر اس کے بعد بتوفیق باری اسلام قبول کرکے دار الاسلام آیا، اور اسی عورت سے نکاح کرلیا، پھر عورت گھر میں داخل ہوئی، تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ مرتد ہونے کی وجہ سے تعلیق باطل ہوگئی تھی، حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ چوں کہ تعلیق باطل نہیں ہوئی تھی، اس لیے دوبارہ نکاح کرنے کے بعد اگر عورت گھر میں داخل ہوئی، تو وہ معلق طلاق واقع ہوجائے گی)

اسی طرح جب قسم پورا نہ ہونے کا محل ختم ہو جاتا ہے، تو تعلیق باطل ہو جاتی ہے، جیسے کہ شوہر نے ان کلمت زیداً فانت طالق (اگر تو زید سے گفتگو کرے گی تو تجھ کو طلاق ہے) یا یوں کہا ان دخلت هذه الدار فانت طالق (اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی، تو تجھ کو طلاق ہے) پھر زید کا انتقال ہو گیا اور گھر باغ بنا دیا گیا، تو تعلیق خود بخود باطل ہو جائے گی، چناں چہ اگر عورت اس باغ میں داخل ہوگی، تو طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسا کہ ہم نے اس مسئلہ کو شرح الملتقی میں خوب وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، اور عنقریب مسئلہ کوزہ اپنے تمام فروعات کے ساتھ کتاب الایمان باب الاکل والشرب میں تفصیل سے آئے گا۔

[فَرْعٌ] قَالَ لِزَوْجَتِهِ الْأَمَةِ: إنْ دَخَلْت الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَعَتَقَتْ فَدَخَلَتْ لَهُ رَجْعَتُهَا قُنْيَةٌ (وَأَلْفَاظُ الشَّرْطِ) أَيْ عَلَامَاتُ وُجُودِ الْجَزَاءِ (إنْ) الْمَكْسُورَةُ؛ فَلَوْ فَتَحَهَا وَقَعَ لِلْحَالِ مَا لَمْ يَنْوِ التَّعْلِيقَ فَيُدَيَّنُ، وَكَذَا لَوْ حَذَفَ الْفَاءَ مِنْ الْجَوَابِ فِي نَحْوِ: طَلَبِيَّةٌ وَاسْمِيَّةٌ وَبِجَامِدٍ ... وَبِمَا وَقَدْ وَبِلَنْ وَبِالتَّنْفِيسِ كَمَا لَخَّصْنَاهُ فِي شَرْحِ الْمُلْتَقَى (وَإِذَا وَإِذَا مَا وَكُلٌّ وَ) لَمْ تُسْمَعْ (كُلَّمَا) إلَّا مَنْصُوبَةً وَلَوْ مُبْتَدَأً لِإِضَافَتِهَا لِمَبْنِيٍّ (وَمَتَى وَمَتَى مَا) وَنَحْوُ ذَلِكَ كَلَوْ كَأَنْتِ طَالِقٌ لَوْ دَخَلْت الدَّارَ تَعَلَّقَ بِدُخُولِهَا، وَمِنْ نَحْوِ مَنْ دَخَلَ مِنْكُنَّ الدَّارَ فَهِيَ طَالِقٌ، فَلَوْ دَخَلَتْ وَاحِدَةٌ مِرَارًا طَلُقَتْ بِكُلِّ مَرَّةٍ لِأَنَّ الدُّخُولَ أُضِيفَ إلَى جَمَاعَةٍ فَازْدَادَ عُمُومًا، كَذَا فِي الْغَايَةِ وَهِيَ غَرِيبَةٌ وَجَعَلَهُ فِي الْبَحْرِ أَحَدَ الْقَوْلَيْنِ

منکوحہ باندی کے لیے تعلیق طلاق کا حکم

شوہر نے اپنی منکوحہ باندی سے کہا، ان دخلت الدارفانت طالق ثلاثاً (اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے) پھر اس کے بعد باندی آزاد ہوگئی، پھر گھر میں داخل ہوئی، تو اس صورت میں شوہر کو رجعت کرنے کا حق باقی رہے گا، جیسا کہ قنیہ نامی کتاب میں مذکور ہے، اس لیے جب شوہر نے تین طلاق کو معلق کیا تھا، اس وقت وہ باندی تھی، اور باندی کو شوہر پر صرف دو طلاق کا حق رہتا ہے، تو گویا اس نے اس کو دو طلاق کے ساتھ معلق کیا تھا، اب چوں کہ آزاد ہوگئی اس لیے شوہر تین طلاق کا حقدار ہو گیا، اور حقیقت کے اعتبار سے اس نے دو طلاق معلق کی تھی، لہٰذا رجوع کا حق باقی رہے گا۔

شرط کے الفاظ

اور شرط کے الفاظ جن کو جزاء کے پائے جانے کی علامت کے طور پر تعبیر کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں ایک ان مکسورہ ہے اور اگر شوہر اس کو فتحہ دیا اور اَن کہا تو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی، جب تک کہ وہ تعلیق کی نیت نہ کرے، اور اگر شوہر ان مفتوحہ سے تعلیق کے نیت کرے گا، تو دیانۃً اس بات کی تصدیق کی جائے گی، لیکن قضاء میں اس کی بات قابل تسلیم نہ ہوگی، اسی طرح اگر شوہر

جملہ طلبیہ، جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ جامدہ جیسے جملوں میں جواب کے اندر فاء کو حذف کر دیں گے، تو اس سے بھی علی الفور طلاق واقع ہوگی، اسی طرح ان جملوں کے جواب میں جس میں ما، قد، لن، ہو، یا سین اور سوف سے شروع ہو فاء کو حذف کر دیں تو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی، جیسا کہ شرح الملتقی میں اس کی تلخیص ہم نے بیان کی ہے۔

جملہ طلبیہ

صاحب النہر الفائق نے جملہ طلبیہ امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض، تحضیض اور دعا کو شامل کیا ہے، اس کے جواب میں فاء آتا ہے۔ (شامی: ۴/ ۶۰۲)

جملہ فعلیہ جامدہ:

اس کے اندر عسی، بئس نعم اور فعل تعجب آتا ہے، جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال جیسے ان تبدو الصدقات فنعما هی، ما کی مثال فان تولیتم فماسالتکم من اجر، قد کی مثال ان یسرق فقدسرق اخ له، لن کی مثال وما یفعلوا من خیرفلن یکفروه، اور سین کی مثال ان خفتم عیلة فسوف یغنیکم الله من فضله جملہ اسمیہ کی مثال ان تعذبهم فانهم عبادك ان تمام جملوں میں فاء کا لانا ضروری ہے، اور جب شوہر نے ان جملوں کے جواب میں فاء نہیں لایا تو گویا اس نے شرط کی شرط کو پوری نہیں کی، اس لیے تعلیق بھی نہیں پائی گئی، اور جب تعلیق نہیں پائی گئی تو فی الحال طلاق واقع ہوگئی، اگر شوہر تعلیق کی نیت کرے گا، تو فیما بینہ و بین اللہ مان لی جائے گی، لیکن قضاء نہیں مانی جائے گی۔

اور الفاظ شرط میں سے اذا اذا ما اور کل ہے، اور کلما کا لفظ بھی الفاظ شرط میں سے ہے، اور اس کو مفتوح ہی سنا گیا ہے، اگر چہ مبتداء ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ اس کی اضافت مبنی کی طرف ہوتی ہے، اور الفاظ شرط میں متی اور متی ما ہے، اور اس کے علاوہ دوسرے الفاظ بھی حروف شرط میں سے ہیں، جیسے لفظ لو ہے جیسے کہ کوئی کہے انت طالق لو دخلت الدار اس میں وقوع طلاق دخول دار کے ساتھ معلق ہوگی، اور لفظ مَن ہے جیسے شوہر اپنی بیوی سے کہے من دخل منکم الدار فهی طالق (تم میں سے جو بھی گھر میں داخل ہوگی وہ طلاق والی ہے) چناں چہ اگر اس کی ایک بیوی کئی بار گھر میں داخل ہوئی، تو ہر بار طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ دخول جماعت کی طرف مضاف ہے، اس لیے اس کا عموم بڑھ گیا، جیسا کہ غایہ نامی کتاب میں ہے اور یہ مسئلہ غریب ہے، اور غرابت کی وجہ یہ ہے کہ فعل کا تکرار صرف لفظ کلما میں مشروع ہے۔ نہ کہ اس کے غیر میں، دوسرے میں فعل کا تکرار کرنا متون کے خلاف ہے، اسی وجہ سے اس مسئلہ کو، غریب بتایا ہے، اور البحر الرائق میں غایت والی روایت کو احد القولین سے تعبیر کیا ہے، اور کہا ہے کہ لفظ کلما کے علاوہ کوئی اور لفظ تکرار فعل کا باعث نہیں ہے۔

(وَفِيهَا) كُلِّهَا (تَنْحَلُّ) أَيْ تَبْطُلُ (الْيَمِينُ) بِبُطْلَانِ التَّعْلِيقِ (إذَا وُجِدَ الشَّرْطُ مَرَّةً إلَّا فِي كُلَّمَا

فَإِنَّهُ يَنْحَلُّ بَعْدَ الثَّلَاثِ) لِاقْتِضَائِهَا عُمُومَ الْأَفْعَالِ كَاقْتِضَاءِ كُلِّ عُمُومَ الْأَسْمَاءِ (فَلَا يَقَعُ إنْ نَكَحَهَا بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ إذَا دَخَلَتْ) كُلَّمَا (عَلَى التَّزَوُّجِ نَحْوُ: كُلَّمَا تَزَوَّجْت فَأَنْتِ كَذَا) لِدُخُولِهَا عَلَى سَبَبِ الْمِلْكِ وَهُوَ غَيْرُ مُتَنَاهٍ، وَمِنْ لَطِيفِ مَسَائِلِهَا لَوْ قَالَ لِمَوْطُوءَتِهِ: كُلَّمَا طَلَّقْتُك فَأَنْتِ طَالِقٌ فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً تَقَعُ ثِنْتَانِ، وَفِي: كُلَّمَا وَقَعَ عَلَيْك طَلَاقِي يَقَعُ ثَلَاثٌ لِتَكَرُّرِ الْوُقُوعِ لَكِنَّهُ لَا يَزِيدُ عَلَى الثَّلَاثِ (وَزَوَالُ الْمِلْكِ) مِنْ نِكَاحٍ أَوْ يَمِينٍ (لَا يُبْطِلُ الْيَمِينَ) فَلَوْ أَبَانَهَا أَوْ بَاعَهُ ثُمَّ نَكَحَهَا أَوْ اشْتَرَاهُ فَوُجِدَ الشَّرْطُ طَلُقَتْ وَعَتَقَ لِبَقَاءِ التَّعْلِيقِ بِبَقَاءِ مَحَلِّهِ (وَتَنْحَلُّ) الْيَمِينُ (بَعْدَ وُجُودِ (الشَّرْطِ مُطْلَقًا) لَكِنْ إنْ وُجِدَ فِي الْمِلْكِ طَلُقَتْ وَعَتَقَ وَإِلَّا لَا، فَحِيلَةُ مَنْ عَلَّقَ الثَّلَاثَ بِدُخُولِ الدَّارِ أَنْ يُطَلِّقَهَا وَاحِدَةً ثُمَّ بَعْدَ الْعِدَّةِ تَدْخُلُهَا فَتَنْحَلُّ الْيَمِينُ فَيَنْكِحُهَا (فَإِنْ اخْتَلَفَا فِي وُجُودِ الشَّرْطِ) أَيْ ثُبُوتِهِ لِيَعُمَّ الْعَدَمِيَّ (فَالْقَوْلُ لَهُ مَعَ الْيَمِينِ) لِإِنْكَارِهِ الطَّلَاقَ، وَمُفَادُهُ أَنَّهُ لَوْ عَلَّقَ طَلَاقَهَا بِعَدَمِ وُصُولِ نَفَقَتِهَا أَيَّامًا فَادَّعَى الْوُصُولَ وَأَنْكَرَتْ أَنَّ الْقَوْلَ لَهُ وَبِهِ جَزَمَ فِي الْقُنْيَةِ، لَكِنْ صَحَّحَ فِي الْخُلَاصَةِ وَالْبَزَّازِيَّةِ أَنَّ الْقَوْلَ لَهَا، وَأَقَرَّهُ فِي الْبَحْرِ وَالنَّهْرِ، وَهُوَ يَقْتَضِي تَخْصِيصَ الْمُتُونِ، لَكِنْ قَالَ الْمُصَنِّفُ: وَجَزَمَ شَيْخُنَا فِي فَتْوَاهُ بِمَا تُفِيدُهُ الْمُتُونُ وَالشُّرُوحُ لِأَنَّهَا الْمَوْضُوعَةُ لِنَقْلِ الْمَذْهَبِ كَمَا لَا يَخْفَى

بطلان تعلیق کب

اور ان تمام الفاظ میں تعلیق کے باطل ہونے سے یمین باطل ہوجاتی ہے، جب کہ ایک مرتبہ شرط پائی جائے، سوائے کلما کے لفظ کے، اس میں ایک مرتبہ شرط کے پائے جانے سے یمین باطل نہیں ہوتی ہے، بلکہ لفظ کلما میں تین مرتبہ شرط کے پائے جانے سے یمین باطل ہوگی، اس لیے کہ کلما کا لفظ عموم الفاظ کا تقاضا کرتا ہے، جس طرح لفظ کل عموم اسماء کا تقاضا کرتا ہے، لہٰذا اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کلما دخلت الدارفانت طالق اس کے بعد عورت گھر میں تین بار داخل ہوئی، تو تینوں مرتبہ طلاق واقع ہوگی، اب دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے بعد اگر طلاق واقع ہوجائے، اور پھر شوہر اول کے نکاح میں دوبارہ آجائے اور پھر گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ تین طلاق کے بعد لفظ کلما میں یمین باطل ہوجاتی ہے۔

اسی طرح اگر شوہر نے کہا کل امراۃ اتزوجھا فھی طالق (جس عورت سے میں نکاح کروں وہ طلاق والی ہے) تو جس عورت سے بھی اس کے بعد نکاح کرے گا اس کو طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن اگر اسی ایک عورت سے دوبارہ نکاح کرے گا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ لفظ کل عموم اسماء کو چاہتا ہے نہ کہ عموم افعال کو۔

کلما کا اثر

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کلما دخلت الدار فانت طالق (جب جب تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے) چناں چہ عورت تین بار گھر میں داخل ہوئی تھی اور تین طلاقیں پڑ چکی تھیں، پھر اس نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلیا، دوسرے شوہر نے بھی اس کو طلاق دیدی اب عورت عدت مکمل کرنے کے بعد دوبارہ پہلے ہی شوہر سے نکاح کرلیا پھر گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن اس نے لفظ کلما کو تزوج کے لفظ پر داخل کر کے کہا کلما تزوجتك فانت طالق (جب جب میں تجھ سے نکاح کروں گا تجھ کو طلاق ہے) تو اس صورت میں جب بھی اس عورت سے نکاح کرے گا طلاق واقع ہوجائے گی، چاہے دوسرے شوہر کے طلاق دینے کے بعد ہی کیوں نہ کرے، اس لیے کہ یہاں لفظ کلما کو ملک سبب پر داخل کیا ہے، اور سبب ملک متناہی نہیں ہوتا ہے، تو جب نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہوجائے گی، اگر چہ ستر بار کیوں نہ نکاح کرے، اور ستر شوہر کے بعد کرے پھر بھی طلاق واقع ہوجائے گی، اس لیے کہ شرط پائی جائے گی۔

کلما کے عجیب وغریب مسائل

اور لفظ کلما کے عجیب وغریب مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی موطوءَ سے کہے، کلما طلقتك فانت طالق (جب میں تجھ کو طلاق دوں تو تجھ کو طلاق ہے،) اس قول کے بعد اس نے ایک طلاق اس کو دی، تو اس صورت میں اس پر دو طلاق واقع ہوگی، ایک طلاق فوری بطور تنجیز کے، اور دوسری طلاق تعلیق کے سبب، اور اگر شوہر نے کہا کلما وقع علیك طلاقی فانت طالق (جب جب تجھ پر میری طلاق واقع ہو تو تو طلاق والی ہے) اس کے بعد شوہر نے اس کو تنجیز کے طور پر ایک طلاق دی، تو اس صورت میں اس پر تین طلاق واقع ہوں گی، اور ایسا وقوع کے مکرر ہونے کی وجہ سے ہوگا، اس لیے کہ جب اس نے ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی، اس لیے دوسری طلاق واقع ہوئی، اور دوسری طلاق کے بعد پھر شرط پائی گئی، اس لیے تیسری طلاق واقع ہوئی، وعلی ہذا القیاس لیکن چوں کہ تین سے زیادہ طلاق نہیں ہوتی ہے، اس لیے تین سے زیادہ واقع نہیں ہوگی۔

تعلیق کے بعد ملک نکاح کا زوال

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تعلیق طلاق کے بعد ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا زوال ہو، یہ یمین اور تعلیق کو باطل نہیں کرے گا، مثال کے طور پر کسی نے اگر منکوحہ کو ایک یا دو طلاق بائن دیدی اور اس کی عدت گذر گئی پھر اس نے مطلقہ بائنہ سے نکاح کیا خواہ دوسرے شوہر کے بعد نکاح ہوا ہو، اس کے بعد شرط پائی گئی، تو وہ مطلقہ ہوجائے گی، یا آقا نے غلام سے کہا اگر تو زید سے کلام کرے گا تو تو آزاد ہے اس تعلیق کے بعد آقا نے اس غلام کو فروخت کر دیا، پھر اس کے بعد اس غلام کو آقا

نے خریدا اس کے بعد غلام نے زید سے کلام کرلیا تو غلام آزاد ہوجائے گا۔ چوں کہ محل باقی ہے، اس لیے تعلیق بھی باقی رہے گی، اور اگر تین طلاق دی ہوگی تو پھر تعلیق باقی نہ ہوگی، اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تعلیق طلاق کب ختم ہوگی

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ تعلیق طلاق شرط کے پائے جانے کے بعد باقی نہیں رہتی ہے، خواہ شرط کا وجود ملک میں ہوا ہو، یا غیر ملک میں، لیکن اگر شرط کا وجود ملک کے اندر پایا گیا، تو اس صورت میں بیوی مطلقہ ہوجائے گی، اور غلام آزاد ہوجائے گا، اور اگر شرط کا وجود ملک کے اندر نہیں پایا گیا، تو اس صورت میں بیوی مطلقہ نہیں ہوگی اور غلام بھی آزاد نہ ہوگا، اس لیے کہ شرط کے وجود کے بغیر جزا نہیں پائی جاتی ہے۔

کسی شخص نے تین طلاق کو دخول دار پر معلق کیا تھا، اس کا حیلہ یہ ہے کہ شوہر اس کو ایک طلاق دیدے، پھر خاموش رہے، یہاں تک کہ اس کی عدت مکمل ہوجائے، عدت مکمل ہونے کے بعد جب عورت گھر میں داخل ہوگی، تو تعلیق طلاق ختم ہوجائے گی، اس لیے کہ اصول یہ ہے کہ شرط کے پائے جانے کے بعد تعلیق ختم ہوجاتی ہے، اس کے بعد وہ اس عورت سے دوبارہ نکاح کرلے، اب اگر وہ عورت گھر میں داخل ہوگی تو طلاق واقع نہ ہوگی، اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ تعلیق لفظ کلما کے ساتھ ہو، اگر کلما کے لفظ سے تعلیق ہوگی، تو صرف ایک مرتبہ گھر میں داخل ہونے سے تعلیق باطل نہیں ہوگی، اس صورت میں عدت مکمل ہونے کے بعد اور دوسرا نکاح کرنے سے قبل اگر عورت تین مرتبہ گھر میں داخل ہوئی تو تعلیق باطل ہوگی، اس سے پہلے نہیں۔

زوجین کے درمیان وجود شرط میں اختلاف ہوجائے تو کیا حکم

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اگر زوجین کے درمیان شرط کے پائے جانے اور نہ پائے جانے میں اختلاف ہوجائے مثال کے طور پر بیوی شرط کے وقوع کا اقرار کرتی ہے، اور شوہر انکار کرتا ہے، تو اس صورت میں شوہر کا قول یمین کے ساتھ قابل قبول ہوگا، کیوں کہ شوہر طلاق کا منکر ہے، اور بیوی مدعیہ ہے، تو بینہ تو مدعیہ پر لازم ہوتا ہے، منکر پر تو صرف قسم واجب ہوتا ہے، مذکورہ تعلیق طلاق کا مفاد یہ ہوگا کہ اگر شوہر نے بیوی کے طلاق کو چند روز تک نفقہ نہ پہنچنے پر معلق کیا ہے مثال کے طور پر شوہر نے یوں کہا اگر تیرا نفقہ دس دن تک نہ پہنچے تو تجھ کو طلاق ہے، اس کے بعد شوہر دعوی کرتا ہے کہ نفقہ پہنچا ہے، اور بیوی اس کا انکار کرتی ہے، اور کہتی ہے کہ نفقہ نہیں پہنچا ہے، تو اس صورت میں شوہر ہی کا قول قابل اعتبار ہوگا، اور اسی قول پر قنیہ میں اعتماد کیا گیا ہے، لیکن خلاصہ نامی کتاب اور فتاوی بزازیہ میں اس قول کی تصحیح کی گئی ہے، کہ مسئلہ اولی میں عورت کا قول معتبر ہوگا، اور البحر الرائق اور نہر الفائق میں اسی قول کو برقرار رکھا ہے، اور یہی متون کی تخصیص کا مقتضی بھی ہے، اس لئے کہ متون میں شوہر کے قول کو مطلقا معتبر قرار دیا گیا ہے، لیکن حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے منح الغفار میں رقم کیا ہے، کہ ہمارے استاذ محترم صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم

المصری نے متون اور شرح پر فتوی دینے پر جزم ویقین کا اظہار کیا ہے، کیوں کہ یہی دونوں نقل مذہب میں قابل اعتماد اور لائق بھروسہ ہیں، اور اسی لیے یہ دونوں وضع کئے گئے ہیں، جیسا کہ اہل علم حضرات پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔

(إِلَّا إِذَا بَرْهَنَتْ) فَإِنَّ الْبَيِّنَةَ تُقْبَلُ عَلَى الشَّرْطِ وَإِنْ كَانَ نَفْيًا كَإِنْ لَمْ تَجِئْ صِهْرَتِي اللَّيْلَةَ فَامْرَأَتِي كَذَا فَشَهِدَ أَنَّهَا لَمْ تَجِئْهُ قُبِلَتْ وَطَلُقَتْ مِنَحٌ وَفِي التَّبْيِينِ: إِنْ لَمْ أُجَامِعْك فِي حَيْضَتِك فَأَنْتِ طَالِقٌ لِلسُّنَّةِ ثُمَّ قَالَ جَامَعْتُك إِنْ حَائِضًا فَالْقَوْلُ لَهُ لِأَنَّهُ يَمْلِكُ الْإِنْشَاءَ وَإِلَّا لَا انتهى. قُلْت: فَالْمَسْأَلَةُ السَّابِقَةُ وَالْآتِيَةُ لَيْسَتَا عَلَى إِطْلَاقِهِمَا (وَمَا لَا يُعْلَمُ) وُجُودُهُ (إِلَّا مِنْهَا صُدِّقَتْ فِي حَقِّ نَفْسِهَا خَاصَّةً) اسْتِحْسَانًا بِلَا يَمِينٍ نَهْرٌ بَحْثًا، وَمُرَاهِقَةٌ كَالْبَالِغَةِ وَاحْتِلَامٌ كَحَيْضٍ فِي الْأَصَحِّ (كَقَوْلِهِ إِنْ حِضْت فَأَنْتِ طَالِقٌ وَفُلَانَةُ، أَوْ إِنْ كُنْت تُحِبِّينَ عَذَابَ اللَّهِ فَأَنْتِ كَذَا أَوْ عَبْدُهُ حُرٌّ، فَلَوْ قَالَتْ حِضْت) وَالْحَيْضُ قَائِمٌ، فَإِنْ انْقَطَعَ لَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهَا زَيْلَعِيٌّ وَحَدَّادِيٌّ (أَوْ أُحِبُّ طَلُقَتْ هِيَ فَقَطْ) إِنْ كَذَّبَهَا الزَّوْجُ، فَإِنْ صَدَّقَهَا أَوْ عَلِمَ وُجُودَ الْحَيْضِ مِنْهَا طَلُقَتَا جَمِيعًا حَدَّادِيٌّ. (وَفِي إِنْ حِضْت لَا يَقَعُ بِرُؤْيَةِ الدَّمِ) لِاحْتِمَالِ الِاسْتِحَاضَةِ (فَإِنْ اسْتَمَرَّ ثَلَاثًا وَقَعَ مِنْ حِينِ رَأَتْ) وَكَانَ بِدْعِيًّا، فَإِنْ غَيْرَ مَدْخُولَةٍ فَتَزَوَّجَتْ بِآخَرَ فِي ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ صَحَّ، فَلَوْ مَاتَتْ فِيهَا فَإِرْثُهَا لِلزَّوْجِ الْأَوَّلِ دُونَ الثَّانِي وَتُصَدَّقُ فِي حَقِّهَا دُونَ ضَرَّتِهَا. (وَ) فِي (إِنْ حِضْت حَيْضَةً) أَوْ نِصْفَهَا أَوْ ثُلُثَهَا أَوْ سُدُسَهَا لِعَدَمِ تَجَزِّيهَا (لَا يَقَعُ حَتَّى تَطْهُرَ مِنْهَا) لِأَنَّ الْحَيْضَةَ اسْمٌ لِلْكَامِلِ، ثُمَّ إِنَّمَا يُقْبَلُ قَوْلُهَا مَا لَمْ تَرَ حَيْضَةً أُخْرَى جَوْهَرَةٌ وَفِي إِنْ صُمْت يَوْمًا فَأَنْتِ طَالِقٌ تَطْلُقُ حِينَ غَرَبَتْ) الشَّمْسُ (مِنْ يَوْمِ صَوْمِهَا، بِخِلَافِ إِنْ صُمْت) فَإِنَّهُ يُصَدَّقُ بِسَاعَتِهِ.

اختلاف کی صورت میں عورت کے قول کا اعتبار

شرط کے وجود اور عدم وجود میں زوجین کے درمیان اختلاف ہو جائے ایک شرط کے پائے جانے کا دعوی کرتا ہے دوسرا انکار کرتی ہے، تو اس صورت میں عورت کا قول معتبر نہ ہوگا، بلکہ شوہر کا قول معتبر ہوگا، ہاں اگر عورت اپنے دعوی پر گواہ پیش کردے، تو یہ گواہی شرط کی بنیاد پر قبول کی جائے گی، اگر چہ شرط نفی کی ہو، جیسے کہ اس طرح بولنا کہ اگر آج کی رات میری خوشدامن یا سالی نہیں آئے گی، تو میری بیوی کو طلاق ہے، چناں چہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ آج رات خوشدامن یا سالی نہیں آئی تو یہ گواہی قبول ہوگی، اور عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی، جیسا کہ منح الغفار میں ہے۔

اور تبیین الحقائق نامی کتاب میں مذکور ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے حالت حیض میں وطی

نہ کروں، تو تجھ کو سنت کے مطابق طلاق ہے، اس کے بعد شوہر کہے کہ میں نے تیرے ساتھ حالت حیض میں وطی کی ہے، اور بیوی اس کا انکار کرتی ہے، کہ حیض کی حالت میں شوہر نے مجھ سے وطی نہیں کی ہے، تو اس صورت میں اگر شوہر کے دعوی کے وقت بیوی حیض کی حالت میں ہے، تو شوہر کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ شوہر انشاء اور جماع دونوں کا مالک ہے، یعنی حیض کی حالت میں شوہر کا بیوی سے جماع کرنا ممکن ہے، گو از روئے شرع ناجائز اور حرام ہے، اور اگر دعوی کے وقت عورت حیض کی حالت میں نہیں تھی تو شوہر کی بات قابل قبول نہیں ہوگی اس لیے کہ واقعہ اس کے قول کے مخالف ہے۔ اور سنت طلاق کا وقت موجود ہے اس لیے عورت کی بات تسلیم کی جائے گی۔

شارح فرماتے ہیں کہ پہلا مسئلہ اور آنے والا مسئلہ دونوں اپنے اطلاق پر نہیں ہیں بلکہ دونوں مقید ہیں، اور ایسی شرط جس کے وجود کا علم صرف عورت کی طرف سے ہوسکتا ہے اس میں عورت کی بات مانی جائے گی خاص طور پر عدت کے حق میں، استحساناً، اور بلا کسی یمین وقسم کے اس کی بات قبول ہوگی مثال کے طور پر حیض، یا اس کی محبت یا بغض وغیرہ اس کا علم صرف عورت کی طرف سے ہوسکتا ہے اس لیے عورت کی بات بلا کسی قسم کے اس کے حق میں تسلیم کی جائے گی، جیسا کہ نہر الفائق میں ہے۔

اور جو عورت مراہقہ یعنی قریب البلوغ ہو وہ بالغہ کے حکم میں ہے اور احتلام مثل حیض کے ہے اس بارے میں یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے، لہٰذا اگر شوہر نے طلاق کو حیض پر معلق کیا اور مراہقہ لڑکی نے کہا کہ مجھ کو حیض آگیا ہے، تو اس کی بات اس طرح تصدیق کی جائے گی جس طرح بالغہ عورت کی بات حیض کی آمد کے سلسلہ میں تسلیم کی جاتی ہے۔

طلاق کی تعلیق حیض پر کرنے کا حکم

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر بیوی کو اس طرح کہے ان حضت فانت طالق (اگر تو حائضہ ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے) یا کہے ان حضت فزاھدۃ طالق (اگر تجھ کو حیض آیا تو زاہدہ کو طلاق ہے) یا یوں کہے ان کنت تحبین عذاب اللہ فانت طالق (اگر تو عذاب الٰہی کو پسند کرتی ہے تو تجھ کو طلاق ہے) یا یوں کہے ان کنت تحبین عذاب اللہ فعبدہ حر (اگر تو عذاب الٰہی کو پسند کرتی ہے تو فلاں کا غلام آزاد ہے) اس کے بعد عورت نے کہا مجھے حیض آگیا، اور اس وقت حیض موجود تھا، تو عورت کی بات مان لیں گے اور وہ مطلقہ ہوجائے گی، اور اگر حیض آنا بند ہو چکا تھا تو پھر عورت کی بات قابل قبول نہ ہوگی اور وہ مطلقہ بھی نہ ہوگی، جیسا کہ علامہ زیلعی اور حدادی نے اس کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے، یا عورت نے کہا کہ میں عذاب الٰہی کو پسند کرتی ہوں تو صرف وہی عورت مطلقہ ہوگی جس نے خبر دی ہے اس کی سوکن پر طلاق واقع نہیں ہوگی اگر شوہر عورت کی بات کی تکذیب کردے اور اگر شوہر عورت کی بات کو مان لے یا شوہر کو اس بات کا علم ہوگیا کہ وہ حائضہ ہوگئی تو اس صورت میں دونوں عورتیں یعنی حائضہ والی عورت، اور اس کی سوکن مطلقہ ہوں گی جیسا کہ علامہ حدادی نے اس کی صراحت کی ہے۔

فائدہ

حضرت علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ طلاق کو کسی شئ سے محبت کرنے پر معلق کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ طلاق کو عورت کے حیض پر معلق کرنا یعنی دونوں کا حکم برابر ہے البتہ دو چیزوں میں دونوں کا حکم علیحدہ ہے (۱) اگر شوہر نے عورت کی طلاق کو محبت پر معلق کیا تھا تو صرف مجلس علم تک منحصر رہے گا اس لیے کہ یہ تخییر ہے چناں چہ اگر عورت مجلس سے اٹھ جانے کے بعد کہے کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں، تو اس صورت میں عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی لیکن اگر طلاق کو حیض پر معلق کیا تھا تو مجلس سے اٹھ جانے کی وجہ سے تعلیق باطل نہیں ہوگی۔ (شامی: ۴/ ۶۱۳)

(۲) اگر شوہر عورت کی طلاق کو عورت کی محبت پر معلق کیا اور یوں کہا ان کنت تحبینی فانت طالق (اگر تو مجھ سے محبت کرتی ہے تو تجھ کو طلاق ہے) عورت نے کہا ہاں میں آپ سے محبت کرتی ہوں، حالاں کہ عورت اپنے قول میں جھوٹی ہے پھر بھی طلاق واقع ہو جائے گی اس لیے کہ محبت اور عدم محبت کا تعلق قلب سے ہے اس کا حال عورت ہی جان سکتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر طلاق کو حیض پر معلق کیا تھا اور عورت نے کہا میں حائضہ ہوگئی، اور حقیقت میں حائضہ نہیں ہوئی تو فیما بینہ وبین اللہ اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (شامی: ۴/ ۶۱۴)

تعلیق بالحیض میں محض رویت دم سے طلاق واقع نہیں ہوگی

جب شوہر نے کہا تھا کہ اگر تجھ کو حیض آئے تو تو طلاق والی ہے تو اس صورت میں محض خون کے دیکھنے ہی سے طلاق واقع نہیں ہوگی اس لیے کہ اس بات کا امکان ہے کہ حیض کا خون نہ ہو بلکہ استحاضہ کا خون ہو، پس جب خون تین دن تک جاری رہا تو پھر جس دن سے خون دیکھا گیا اسی دن سے طلاق واقع مانی جائے گی، اور یہ طلاق، طلاق بدعی ہوگی اس لیے کہ حالت حیض میں واقع ہوئی ہے۔

غیر مدخولہ بیوی کا دوسرا نکاح

شارحؒ نے کہا کہ اگر خون برابر تین دن جاری رہا تو اس وقت سے طلاق ہوگی جس وقت سے خون دیکھا گیا تھا اس پر یہ جزیہ متفرع کر رہے ہیں کہ اگر عورت غیر مدخولہ ہو اور وہ دوسرے مرد سے تین دن میں نکاح کر لے تو یہ نکاح صحیح ہو جائے گا، پھر اگر غیر مدخولہ عورت دوسرے نکاح کے بعد تین دن کے اندر اندر وفات پا گئی تو اس کی وراثت شوہر اول کو ملے گی نہ کہ شوہر ثانی کو، اس لیے کہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ حیض کا خون تھا یا استحاضہ کا کیوں کہ حیض کا خون تین دن سے کم نہیں ہوتا ہے ہاں اگر تین دن تک برابر خون چالو رہا پھر عورت کا انتقال ہوا تو شوہر ثانی وراثت کا حقدار ہوگا اور اس میں عورت کی بات اس کے حق میں قابل قبول ہوگی لیکن سوکن کے حق میں قابل قبول نہ ہوگی۔

تعلیق بالحیض کی مختلف صورتیں

اور اگر شوہر نے بیوی سے یوں کہا ان حضت حیضة فانت طالق (اور اگر تو حائضہ ہوئی ایک حیض تو تجھ کو طلاق ہے) یا کہا ان حضت نصف حیضة فانت طالق (اگر تجھ کو نصف حیض آیا تو تجھ کو طلاق ہے) یا کہا ان حضت ثلث حیضة فانت طالق یا کہا سدس حیضة فانت طالق (اگر تجھ کو تہائی حیض آیا یا چھٹا حصہ حیض آیا تو تجھ کو طلاق ہے) یعنی شوہر طلاق کو کل حیض یا بعض حیض پر معلق کرے دونوں برابر ہے اس لیے کہ حیض کا تجزیہ نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اس صورت میں عورت پر اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک کہ عورت حیض سے پاک نہ ہوجائے اس لیے کہ ایک حیض پورے کامل حیض کو کہتے ہیں، اور عورت جب پاک ہوگی تو پورا حیض شمار ہوگا، اور اس کا یہ قول صرف اسی حیض تک قبول ہوگا اگر اس کا اقرار واظہار دوسرا حیض آنے پر کیا تو قابل قبول نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر شوہر نے کہا ان صمت یوما فانت طالق (اگر تو ایک دن روزہ رکھے گی تو تجھ کو طلاق ہے) تو اس صورت میں جس وقت سورج غروب ہوگا اس وقت عورت پر طلاق پڑے گی اور اگر شوہر اس طرح کہا ان صمت فانت طالق (اگر تو نے روزہ رکھا تو تجھ کو طلاق ہے) تو روزہ رکھنے کے ایک گھنٹہ کے بعد طلاق واقع ہوجائے گی اس میں آفتاب کے غروب ہونے کا انتظار کرنا ضروری نہیں ہے، اس لیے کہ صوم لغوی ایک ساعت پر بھی بولا جاتا ہے۔

(قَالَ لَهَا إِنْ وَلَدْتِ غُلَامًا فَأَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً، وَإِنْ وَلَدْتِ جَارِيَةً فَأَنْتِ طَالِقٌ ثِنْتَيْنِ فَوَلَدَتْهُمَا وَلَمْ يَدْرِ الْأَوَّلَ تَلْزَمُهُ طَلْقَةٌ وَاحِدَةٌ قَضَاءً وَثِنْتَانِ تَنَزُّهًا) أَيْ احْتِيَاطًا لِاحْتِمَالِ تَقَدُّمِ الْجَارِيَةِ (وَمَضَتْ الْعِدَّةُ) بِالثَّانِي فَلِذَا لَمْ يَقَعْ بِهِ شَيْءٌ لِأَنَّ الطَّلَاقَ الْمُقَارِنَ لِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ لَا يَقَعُ، فَإِنْ عَلِمَ الْأَوَّلَ فَلَا كَلَامَ، وَإِنْ اخْتَلَفَا فَالْقَوْلُ لِلزَّوْجِ لِأَنَّهُ مُنْكِرٌ وَإِنْ تَحَقَّقَ وِلَادَتُهُمَا مَعًا وَقَعَ الثَّلَاثُ وَتَعْتَدُّ بِالْإِقْرَاءِ (وَإِنْ وَلَدَتْ غُلَامًا وَجَارِيَتَيْنِ وَلَا يَدْرِي الْأَوَّلَ يَقَعُ ثِنْتَانِ قَضَاءً وَثَلَاثٌ تَنَزُّهًا) وَإِنْ وَلَدَتْ غُلَامَيْنِ وَجَارِيَةً فَوَاحِدَةٌ قَضَاءً وَثَلَاثٌ تَنَزُّهًا (وَ) هَذَا بِخِلَافِ مَا (لَوْ قَالَ: إِنْ كَانَ حَمْلُكِ غُلَامًا فَأَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً، وَإِنْ كَانَ جَارِيَةً فَثِنْتَيْنِ فَوَلَدَتْ غُلَامًا وَجَارِيَةً لَمْ تَطْلُقْ) لِأَنَّ الْحَمْلَ اسْمٌ لِلْكُلِّ، فَمَا لَمْ يَكُنْ الْكُلُّ غُلَامًا أَوْ جَارِيَةً لَمْ تَطْلُقْ (وَكَذَا) لَوْ قَالَ (إِنْ كَانَ مَا فِي بَطْنِكِ غُلَامًا) وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا لِعُمُومِ مَا (بِخِلَافِ إِنْ كَانَ فِي بَطْنِكِ) وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا (فَإِنَّهُ يَقَعُ الثَّلَاثُ) لِعَدَمِ اللَّفْظِ الْعَامِّ.

طلاق کی تعلیق کرنا لڑکے یا لڑکی کی ولادت پر

شوہر نے بیوی سے یوں کہا ان ولدت غلاماً فانت طالق واحدة وان ولدت جارية فانت طالق ثنتين (اگر تو لڑکا جنی تو تجھ کو ایک طلاق ہے اور اگر تو نے لڑکی جنی تو تجھکو دو طلاق ہے) اتفاق سے اس عورت سے لڑکا اور لڑکی دونوں ایک ساتھ پیدا ہوئے اور یہ معلوم نہیں کہ پہلے لڑکا پیدا ہوا یا پہلے لڑکی پیدا ہوئی، تو اس صورت میں عورت پر قضاء ایک طلاق واقع ہوگی، اور احتیاط کے طور پر دو طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ پہلے لڑکی پیدا ہوئی ہو، اور دوسرے بچہ کی ولادت کے ساتھ عدت پوری ہوگی، یہی وجہ ہے کہ دوسرے بچہ کی ولادت سے عورت پر کچھ بھی واقع نہ ہوگا، اس لیے کہ جو طلاق عدت کے گزرنے سے متصل ہو اس سے کچھ واقع نہیں ہوتا ہے۔

اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ پہلے کون پیدا ہوا ہے تو اس میں کوئی کلام ہی نہیں ہے اس لیے کہ اگر پہلے لڑکا پیدا ہوا ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر پہلے لڑکی پیدا ہوئی ہے تو دو طلاق واقع ہوگی اور آخری بچہ کی ولادت پر عدت گزر جائے گی، اور اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے مثال کے طور پر عورت کہے کہ پہلے لڑکی پیدا ہوئی اور شوہر اس بات کا دعوی کرے کہ پہلے لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس صورت میں شوہر کی بات یمین کے ساتھ مانی جائے گی اس لیے کہ شوہر منکر ہے اور عورت مدعی ہے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دونوں بچہ ایک ساتھ پیدا ہوا ہے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اس صورت میں عورت کی عدت حیضوں سے مکمل ہوگی۔

اور اگر عورت کو ایک لڑکا اور دو لڑکی پیدا ہوئی اور یہ معلوم نہیں ہے کہ پہلے کس کی ولادت ہوئی ہے تو اس صورت میں قضاء دو طلاقیں واقع ہوں گی، اور بطور احتیاط تین طلاقیں واقع ہوں گی، اور اگر دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی تو ایک طلاق قضاء واقع ہوگی اور تین طلاق احتیاطاً واقع ہوں گی۔

طلاق کی تعلیق حمل پر

اور یہ مسئلہ ولادت کے خلاف مسئلہ حمل ہے بایں طور کہ شوہر نے کہا ان کان حملك غلاماً فانت طالق واحدة فان کان جارية فثنتين (اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تجھ کو ایک طلاق ہے اور اگر تیرا حمل لڑکی ہے تو تجھ کو دو طلاق ہے) اس کے بعد عورت کو ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اور دونوں ساتھ ہی ہوئی تو اس صورت میں اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ حمل کل کا نام ہے، پس جب کل حمل لڑکا یا لڑکی نہ ہوگا طلاق واقع نہ ہوگی کیوں کہ شرط نہیں پائی گئی۔

اور اگر شوہر نے اس طرح کہا ان کان ما فی بطنك غلاما فانت طالق (جو تیرے پیٹ میں ہے وہ اگر لڑکا ہے تو تجھ کو ایک طلاق ہے) پھر وہ لڑکا اور لڑکی دونوں ایک ساتھ جنی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ کل حمل لڑکا نہ ہوا لہٰذا شرط نہیں پائی گئی اور جب شرط نہیں پائی گئی تو طلاق بھی واقع نہیں ہوگی اور اگر شوہر نے یوں کہا ان کان فی بطنك غلاما فانت

طالق (اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو تجھ کو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہے) پھر عورت کے بدن سے لڑکا اور لڑکی دونوں ایک ساتھ تولد ہوئے تو اس صوت میں تین طلاقیں واقع ہوں گی، اس لیے کہ اس میں کوئی بھی عام لفظ نہیں ہے جس میں جمیع مافی البطن مراد ہو، اور فی البطن کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے اس لیے طلاق واقع ہو جائے گی۔

[فُرُوعٌ] عَلَّقَ طَلَاقَهَا بِحَبَلِهَا لَمْ تَطْلُقْ حَتّٰى تَلِدَ لِأَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ مِنْ وَقْتِ الْيَمِينِ. قَالَ: إِنْ وَلَدْتِ وَلَدًا فَأَنْتِ طَالِقٌ أَوْ حُرَّةٌ فَوَلَدَتْ وَلَدًا مَيِّتًا طَلُقَتْ وَعَتَقَتْ. قَالَ لِأُمِّ وَلَدِهِ: إِنْ وَلَدْتِ فَأَنْتِ حُرَّةٌ تَنْقَضِي بِهِ الْعِدَّةُ جَوْهَرَةٌ (عَلَّقَ) الْعَتَاقَ أَوِ الطَّلَاقَ وَلَوْ (الثَّلَاثَ بِشَيْئَيْنِ حَقِيقَةً بِتَكَرُّرِ الشَّرْطِ أَوْ لَا) كَإِنْ جَاءَ زَيْدٌ وَبَكْرٌ فَأَنْتِ كَذَا (يَقَعُ) الْمُعَلَّقُ (إِنْ وُجِدَ) الشَّرْطُ (الثَّانِي فِي الْمِلْكِ وَإِلَّا لَا) لِاشْتِرَاطِ الْمِلْكِ حَالَةَ الْحِنْثِ وَالْمَسْأَلَةُ رُبَاعِيَّةٌ (عَلَّقَ الثَّلَاثَ أَوِ الْعِتْقَ) لِأَمَتِهِ (بِالْوَطْءِ) حَيْثُ بِالْتِقَاءِ الْخِتَانَيْنِ وَ (لَمْ يَجِبْ) عَلَيْهِ (الْعُقْرُ) فِي الْمَسْأَلَتَيْنِ (بِاللَّبْثِ) بَعْدَ الْإِيلَاجِ لِأَنَّ اللَّبْثَ لَيْسَ بِوَطْءٍ (وَ) لِذَا (لَمْ يَصِرْ بِهِ مُرَاجِعًا فِي) الطَّلَاقِ (الرَّجْعِيِّ إِلَّا إِذَا أَخْرَجَ ثُمَّ أَوْلَجَ ثَانِيًا) حَقِيقَةً أَوْ حُكْمًا بِأَنْ حَرَّكَ نَفْسَهُ فَيَصِيرُ مُرَاجِعًا بِالْحَرَكَةِ الثَّانِيَةِ، وَيَجِبُ الْعُقْرُ لَا الْحَدُّ لِاتِّحَادِ الْمَجْلِسِ.

حاملہ ہونے پر طلاق کو معلق کرنے کا حکم

فروع: اگر کسی نے عورت کی طلاق کو اس کے حاملہ ہونے پر معلق کیا یعنی اگر تو حاملہ ہوگئی تو تجھ کو طلاق ہے۔ تو اس صورت میں اس وقت تک عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی جب تک کہ تعلیق سے لے کر دو سال سے زیادہ میں بچہ نہ جنے، اگر دو سال یا دو سال سے کم میں بچہ جنے گی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور اگر شوہر نے یہ کہا ان ولدت ولدا فانت طالق (اگر تو لڑکا پیدا کرے گی تو تجھ کو طلاق ہے) یا آقا نے باندی سے یہ کہا ان ولدت ولداً فانت حرة (اگر تو لڑکا پیدا کرے گی تو تو آزاد ہے) پھر عورت اور باندی نے مرا ہوا بچہ پیدا کیا تو اس صورت میں عورت مطلقہ ہو جائے گی، اور باندی آزاد ہو جائے گی، اس وجہ سے کہ مردہ بچہ کو بھی بچہ ہی کہتے ہیں، آقا اپنی ام ولد سے کہا ان ولدت فانت حرة (اگر تو بچہ جنے گی تو تو آزاد ہے) پھر وہ مرا ہوا بچہ جنی، تو اس سے عدت مکمل ہو جائے گی جیسا کہ الجوہرة النیرہ میں ہے۔

طلاق اور عتاق کو دو چیزوں پر معلق کرنے کا حکم

اگر کسی نے طلاق اور عتاق کو حقیقت کے اعتبار سے دو چیزوں پر معلق کیا اور شرط کو مکرر دو بار لایا، اور اس طرح کہا ان جاء زید وبکر فانت طالق او انت حرة (اگر زید اور بکر آیا تو تجھ کو طلاق ہے یا تو آزاد ہے) تو اس صورت میں اگر شرط ثانی

ملک میں پائی جائے گی تو طلاق واقع ہوگی، ورنہ طلاق واقع نہیں ہوگی، کیوں کہ تعلیق کے ختم کو ملک پر معلق کیا ہے، لہٰذا شرط ثانی کا ملک میں پایا جانا ضروری ہے، صرف شرط اول کا ملک میں پایا جانا کافی نہیں ہوگا، اور یہ مسئلہ رباعی ہے، یعنی اس کے اندر چار صورتوں کا احتمال ہے۔

پہلی صورت:

دونوں چیزیں ملک کے اندر پائی جائیں، اس صورت میں طلاق واقع ہوگی۔

دوسری صورت:

دونوں چیزیں یعنی طلاق اور عتاق ملک کے اندر نہ پائی جائیں اس صورت میں حکم یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تیسری صورت:

اول ملک کے اندر پائی جائے اور ثانی ملک میں نہ پائی جائے اس صورت میں بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

چوتھی صورت:

دوسری شرط ملک میں پائی جائے اور پہلی ملک میں نہ پائی جائے اس صورت میں طلاق واقع ہوگی۔

طلاق اور عتاق کو وطی پر معلق کرنے کا حکم

اگر کسی نے تین طلاق یا باندی کی آزادی کو وطی کرنے پر معلق کیا، بایں طور کہ شوہر نے بیوی سے کہا ان جامعتك فانت طالق ثلثا (اگر میں تجھ سے جماع کروں تو تجھ کو تین طلاق ہے) یا آقا نے باندی سے کہا ان وطئتك فانت حرة (اگر میں تجھ سے وطی کیا تو تو آزاد ہے) تو اس صورت میں جوں ہی التقائے ختانین پایا جائے گا طلاق واقع ہو جائے گی، اور باندی آزاد ہو جائے گی، اور التقائے ختانین سے مراد مرد اور عورت کی شرمگاہ کا آپس میں مل جانا ہے، اور اگر مرد اپنی شرمگاہ کو داخل کرنے کے بعد اسی حال میں رکا رہے تو اس صورت میں دونوں مسئلوں کے اندر نہ تو عقر واجب ہوگا اور نہ طلاق واقع ہوگی اس لیے کہ شرمگاہ کو عورت کی شرمگاہ میں داخل کر کے ٹھہرنا یا رک کے رہنا وطی کے حکم میں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر نے بیوی کو طلاق رجعی دی اور بیوی سے جماع کے ذریعہ رجعت کرنا چاہتا ہے تو شرمگاہ داخل کر کے رک جانے سے رجوع کرنے والا شمار نہیں ہوگا اور رجعت ثابت نہیں ہوگی یعنی شوہر نے اپنی شرمگاہ بیوی کی شرمگاہ میں داخل کر کے طلاق رجعی دی پھر اسی حال میں رکا رہا تو اس سے رجعت ثابت نہیں ہوگی کیوں کہ یہ اصطلاح میں جماع نہیں ہے البتہ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس سے بھی رجعت ثابت ہو جائے گی اس لیے کہ طلاق کے بعد مساس بالشہوۃ پایا گیا اور مس بالشہوۃ سے بھی رجعت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور یہی قول قابل ترجیح ہے۔

ہاں اگر شرمگاہ داخل کرنے کے بعد نکالا پھر داخل کیا خواہ دوسری بار داخل کرنا حقیقتاً ہو خواہ حکماً ہو، تو اس سے رجعت ثابت ہوگی، حقیقتاً نکال کر داخل کرنا تو ظاہر ہے اور حکماً نکال کر داخل کرنا یہ ہے کہ نکالا تو نہیں لیکن اندر ہی اندر دوبارہ حرکت دی تو ان دونوں صورتوں میں رجعت ہو جائے گی، اور عقر واجب ہوگا (اور عقر مہر مثل کو کہتے ہیں اگر وہ آزاد عورت ہے اور اگر باندی ہے تو بصورت باکرہ قیمت کا دسواں حصہ اور بصورت ثیبہ قیمت کا بیسواں حصہ عقر کہلاتا ہے) اور حد واجب نہیں ہوگا کیوں کہ مجلس ایک ہے۔

(لَا تَطْلُقُ) الْجَدِيدَةُ (فِي) قَوْلِهِ لِلْقَدِيمَةِ (إِنْ نَكَحْتهَا) أَيْ فُلَانَةَ (عَلَيْك فَهِيَ طَالِقٌ إِذَا نَكَحَ) فُلَانَةَ (عَلَيْهَا فِي عِدَّةِ الْبَائِنِ) لِأَنَّ الشَّرْطَ مُشَارَكَتُهَا فِي الْقَسْمِ وَلَمْ يُوجَدْ. (فَلَوْ) نَكَحَ (فِي عِدَّةِ الرَّجْعِيِّ) أَوْ لَمْ يَقُلْ عَلَيْك (طَلُقَتْ) الْجَدِيدَةُ ذَكَرَهُ مِسْكِينٌ، وَقَيَّدَهُ فِي النَّهْرِ بَحْثًا بِمَا إِذَا أَرَادَ رَجْعَتَهَا وَإِلَّا فَلَا قَسْمَ لَهَا كَمَا مَرَّ (قَالَ لَهَا أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مُتَّصِلًا) إِلَّا لِتَنَفُّسٍ أَوْ سُعَالٍ أَوْ جُشَاءٍ أَوْ عُطَاسٍ أَوْ ثِقَلِ لِسَانٍ أَوْ إِمْسَاكِ فَمٍ أَوْ فَاصِلٍ مُفِيدٍ لِتَأْكِيدٍ أَوْ تَكْمِيلٍ أَوْ حَدٍّ أَوْ طَلَاقٍ، أَوْ نِدَاءٍ كَأَنْتِ طَالِقٌ يَا زَانِيَةُ أَوْ يَا طَالِقُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَحَّ الِاسْتِثْنَاءُ بَزَّازِيَّةٌ وَخَانِيَّةٌ، بِخِلَافِ الْفَاصِلِ اللَّغْوِ كَأَنْتِ طَالِقٌ رَجْعِيًّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَقَعَ وَبَائِنًا لَا يَقَعُ؛ وَلَوْ قَالَ: رَجْعِيًّا أَوْ بَائِنًا يَقَعُ بِنِيَّةِ الْبَائِنِ لَا الرَّجْعِيِّ قُنْيَةٌ وَقَوَّاهُ فِي النَّهْرِ (مَسْمُوعًا) بِحَيْثُ لَوْ قَرَّبَ شَخْصٌ أُذُنَهُ إِلَى فِيهِ يَسْمَعُ فَيَصِحُّ اسْتِثْنَاءُ الْأَصَمِّ خَانِيَّةٌ. (لَا يَقَعُ) لِلشَّكِّ (وَإِنْ مَاتَتْ قَبْلَ قَوْلِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ) وَإِنْ مَاتَ يَقَعُ (وَلَا يُشْتَرَطُ) فِيهِ (الْقَصْدُ وَلَا التَّلَفُّظُ) بِهِمَا، فَلَوْ تَلَفَّظَ بِالطَّلَاقِ وَكَتَبَ الِاسْتِثْنَاءَ مَوْصُولًا أَوْ عَكَسَ أَوْ أَزَالَ الِاسْتِثْنَاءَ بَعْدَ الْكِتَابَةِ لَمْ يَقَعْ عِمَادِيَّةٌ (وَلَا الْعِلْمُ بِمَعْنَاهُ) حَتَّى لَوْ أَتَى بِالْمَشِيئَةِ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ جَاهِلًا لَمْ يَقَعْ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَأَفْتَى الشَّيْخُ الرَّمْلِيُّ الشَّافِعِيُّ فِيمَنْ حَلَفَ عَلَى شَيْءٍ بِالطَّلَاقِ فَأَنْشَأَ لَهُ الْغَيْرُ ظَانًّا صِحَّتَهُ بِعَدَمِ الْوُقُوعِ. اهـ. قُلْت: وَلَمْ أَرَهُ لِأَحَدٍ مِنْ عُلَمَائِنَا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

شادی کرنے پر طلاق کو معلق کرنا

اگر شوہر نے بیوی سے یوں کہا کہ اگر میں تیری موجودگی میں فلانی سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے، اس کے بعد اس نے بیوی کو طلاق بائن دیدی بھی بائنہ کی عدت باقی تھی کہ شوہر نے فلانی سے نکاح کر لیا تو اس صورت میں نئی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی اس لیے کہ طلاق بائن کے بعد بیوی نکاح میں باقی نہیں رہتی ہے۔ بلکہ نکاح سے نکل جاتی ہے۔ لہٰذا یہاں اس کی موجودگی میں فلانی

سے نکاح کرنا نہیں پایا گیا لہٰذا جدیدہ کو طلاق واقع نہیں ہوگی، رہا شب باشی میں مشارکت والی شرط کا نہ پایا جانا تو یہ علت مضبوط نہیں ہے اس لیے کہ سفر میں باری لازم نہیں ہے لیکن پہلی کی موجودگی میں نکاح کرے گا تو بھی طلاق واقع ہوجائے گی۔

اور اگر اس نے جدیدہ سے نکاح پہلی بیوی کو طلاق رجعی دینے کے بعد کیا اور پہلی بیوی ابھی عدت میں تھی تو اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی اسی طرح اگر شوہر نے علیك کا لفظ نہیں کہا تھا کہ تجھ پر نکاح کروں تو ایسا ہے، اس کے بعد اس نے نکاح کرلیا تو بھی طلاق ہوجائے گی، اس کو منلا مسکین نے ذکر کیا ہے اور نہر الفائق میں بحث کرتے ہوئے طلاق کو رجعت کے ارادے کے ساتھ مقید کیا ہے اگر طلاق رجعی کے بعد وہ رجعت کا ارادہ رکھتا ہے تب تو طلاق واقع ہوگی اور اگر رجعت کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیوں کہ اس کی باری نہیں ہوگی جیسا کہ یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔

ان شاء اللہ کے ساتھ طلاق کا حکم

اگر شوہر نے بیوی سے یوں کہا انت طالق ان شاء الله (تجھ کو انشاء اللہ طلاق ہے) اور لفظ انشاء اللہ کو انت طالق سے بالکل متصل اور ملا کر کہا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اور اگر سانس لینے کی وجہ سے یا کھانسی کی وجہ سے، یا ڈکار کی وجہ سے، یا چھینک کی وجہ سے، یا ہکلا پن کی وجہ سے، یا کسی کے منہ بند کردینے کی وجہ سے، یا ایسے لفظ کی وجہ سے جو طلاق کو موکد کرنے والا ہو اتصال نہ رہا بلکہ انت طالق اور شوہر کا قول ان شاء الله کے درمیان فصل ہوگیا تو یہ صورتیں مستثنیٰ ہیں، ان کی وجہ سے اتصال میں فرق نہیں سمجھا جائے گا بلکہ انشاء اللہ کو متصل ہی قرار دیا جائے گا اور طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح اگر تکمیل کی وجہ سے انت طالق اور انشاء اللہ میں فصل ہوجائے یا حد کی وجہ سے، یا طلاق کی وجہ سے، یا پکارنے کی وجہ سے، جیسے کہ انت طالق یا زانية (تجھ کو طلاق ہے اے زانیہ) یا طلاق کی وجہ سے فصل ہوجائے تو صورت مستثنیٰ ہیں ان سب کی وجہ سے اتصال میں کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ اتصال باقی رہے گا اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔ جیسا کہ فتاوی بزازیہ اور فتاوی خانیہ میں ہے۔

اس کے برخلاف اگر لغو فاصل ہو جیسے کہ کوئی شخص کہے انت طالق رجعيا ان شاء الله (تجھ کو طلاق رجعی ہے انشاء اللہ) تو اس قول کا اعتبار نہ ہوگا اور طلاق واقع ہوجائے گی اس لیے کہ لفظ رجعیا فاصل لغو ہے وہ اتصال کو مانع ہوگا اور اگر اس طرح کہے انت طالق بائنا ان شاء الله (تجھ کو طلاق بائن ہے انشاء اللہ) تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی اس لیے کہ لفظ بائن فاصل لغو نہیں ہے، اور اگر شوہر نے کہا انت طالق رجعيا او بائنا ان شاء الله (تجھ کو طلاق رجعی یا طلاق بائن ہے انشاء اللہ) تو اگر شوہر نے بائن کی نیت کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر اس قول سے طلاق رجعی کی نیت کرے گا تو طلاق واقع نہیں ہوگی جیسا کہ قنیہ میں ہے اور صاحب البحر الرائق نے اسی قول کو مضبوط کیا ہے۔

استثناء متصل کا اعتبار کس وقت

اور اگر شوہر نے طلاق کو اپنے قول انشاء اللہ کے ذریعہ مستثنیٰ کیا تو اس کے لیے لازم ہے لفظ انشاء اللہ متصل ہو اور مسموع ہو

یعنی اس قدر بلند آواز سے بولے کہ اگر کوئی دوسرا شخص اپنا کان اس کے منہ کے پاس لے جائے تو الفاظ سننے میں آئے لہذا بہرہ شخص کو استثنی کرنا درست ہوگا اس لیے کہ بہرہ شخص اگر چہ وہ خود نہیں سنتا ہے لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اس کی جگہ سنتا تو سن لیتا، لہذا حضرات فقہاء کرام نے مسموع کی جو تعریف لکھی ہے کہ مسموع وہ ہے جو خود سن سکے اس سے بہرہ مستثنی ہوگا اور متصل انشاء اللہ کہنے کی وجہ سے اس لیے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے کہ انشاء اللہ کی وجہ سے شک پیدا ہو جاتا ہے کیوں کہ شوہر نے طلاق کو اللہ کی مشیت پر موقوف کر دیا ہے اور اللہ تعالی کی مشیت کا علم کسی بشر کو نہیں ہے لہذا شک پیدا ہو گیا کہ مشیت ہے یا نہیں ہے، اور نکاح کا ہونا امر یقینی ہے اور امر یقینی شک سے زائل نہیں ہوتا ہے جیسا کہ الیقین لا یزول بالشک سے معلوم ہوتا ہے۔

لفظ انشاء اللہ بولنے سے پہلے عورت کا انتقال ہونا

اگر شوہر نے بیوی سے کہا انت طالق ان شاء اللہ (تجھ کو طلاق ہے انشاء اللہ) اور شوہر کے لفظ انشاء اللہ بولنے سے پہلے ہی بیوی کا انتقال ہو گیا اور شوہر انشاء اللہ کا جملہ اس وقت بولا جب بیوی مر چکی تھی تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی اور شوہر بیوی کا وارث ہوگا اگر طلاق واقع ہو جاتی تو شوہر وارث نہ ہوتا لیکن اگر شوہر کا ہی انتقال ہو جائے مثال کے طور پر شوہر نے انت طالق کا جملہ تکلم کر پایا تھا کہ روح جسد عنصری سے پرواز کر گئی اور انشاء اللہ نہیں کہہ پایا تھا تو اس صورت میں بیوی مطلقہ ہو جائے گی اس لیے کہ استثنی نہیں پایا جاسکا۔

صحت استثناء کے لیے تلفظ اور ارادے کا پایا جانا شرط نہیں

حضرت مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ استثنی کے صحیح ہونے کے لیے ارادہ اور تلفظ کا پایا جانا شرط نہیں ہے چناں چہ اگر شوہر نے بیوی کو تین طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اس کی زبان سے نکلا انت طالق ان شاء اللہ تو استثنی صحیح ہوگا اور طلاق واقع نہیں ہوگی اور صحت استثنی کے لیے طلاق اور استثنی کا بولنا شرط نہیں ہے، لہذا اگر کسی شخص نے طلاق کا لفظ زبان سے نکالا اور انشاء اللہ متصلاً لکھ دیا، یا اس کے برعکس اس طرح کیا کہ انشاء اللہ کا جملہ زبان سے نکالا اور طلاق کا لفظ لکھ دیا یا لکھنے کے بعد انشاء اللہ کو مٹا دیا تو ان تمام صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسا کہ فتاوی عمادیہ میں ہے اس لیے تلفظ شرط نہیں ہے اور نہ استثنی کا معنی جاننا شرط ہے چناں چہ شوہر نے بلا قصد اپنی نادانی میں انت طالق کہنے کے ساتھ ساتھ انشاء اللہ بھی کہہ دیا تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی البتہ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک انشاء اللہ کے صحیح ہونے کے لیے قصد اور اس کے معنی کا علم ہونا شرط ہے اس کے بغیر انشاء اللہ کا اعتبار نہ ہوگا۔

شیخ رملی شافعی کا فتوی

شیخ رملی شافعی اس شخص کے بارے میں عدم وقوع طلاق کا فتوی دیا ہے جس نے کسی پر طلاق کی قسم کھائی ہے اور دوسرے

نے اس قسم کھانے والے کے لیے انشاء اللہ کہا ہے اور قسم کھانے والا شخص اس غیر کے قول کی صحت کا گمان رکھتا ہے شارح فرماتے ہیں، کہ ہم نے اپنے علماء احناف میں سے کسی کو نہیں دیکھا ہے کہ اس نے اس کو ذکر کیا ہو، امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ استثناء صرف متکلم کا درست ہے لہذا دوسرے آدمی کا استثنی کرنا درست نہ ہوگا۔

وَلَوْ شَهِدَ بِهَا وَهُوَ لَا يَذْكُرُهَا، إِنْ كَانَ بِحَالٍ لَا يَدْرِي مَا يَجْرِي عَلَى لِسَانِهِ لِغَضَبٍ جَازَ لَهُ الِاعْتِمَادُ عَلَيْهِمَا وَإِلَّا لَا بَحْرٌ (وَيُقْبَلُ قَوْلُهُ إِنْ ادَّعَاهُ) وَأَنْكَرَتْهُ (فِي ظَاهِرِ الْمَرْوِيِّ) عَنْ صَاحِبِ الْمَذْهَبِ (وَقِيلَ لَا) يُقْبَلُ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ (وَعَلَيْهِ الِاعْتِمَادُ) وَالْفَتْوَى احْتِيَاطًا لِغَلَبَةِ الْفَسَادِ خَانِيَّةٌ، وَقِيلَ إِنْ عُرِفَ بِالصَّلَاحِ فَالْقَوْلُ لَهُ (وَحُكْمُ مَا لَمْ يُوقَفْ عَلَى مَشِيئَتِهِ) فِيمَا ذُكِرَ (كَالْإِنْسِ وَالْجِنِّ) وَالْمَلَائِكَةِ وَالْجِدَارِ وَالْحِمَارِ (كَذَلِكَ) وَكَذَا إِنْ شَرَكَ كَإِنْ شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ زَيْدٌ لَمْ يَقَعْ أَصْلًا، وَمِثْلُ إِنْ إِلَّا، وَإِنْ لَمْ، وَإِذَا، وَمَا، وَمَا لَمْ يَشَأْ وَمِنْ الِاسْتِثْنَاءِ: أَنْتِ طَالِقٌ لَوْلَا أَبُوكِ، أَوْ لَوْلَا حُسْنُكِ، أَوْ لَوْلَا أَنِّي أُحِبُّكِ لَمْ يَقَعْ خَانِيَّةٌ، وَمِنْهُ: سُبْحَانَ اللَّهِ ذَكَرَهُ ابْنُ الْهُمَامِ فِي فَتْوَاهُ (قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا وَثَلَاثًا) إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَوْ أَنْتَ حُرٌّ وَحُرٌّ إِنْ شَاءَ اللَّهُ طَلُقَتْ ثَلَاثًا وَعَتَقَ الْعَبْدُ (عِنْدَ الْإِمَامِ) لِأَنَّ اللَّفْظَ الثَّانِيَ لَغْوٌ، وَلَا وَجْهَ لِكَوْنِهِ تَوْكِيدًا لِلْفَصْلِ بِالْوَاوِ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ حُرٌّ حُرٌّ أَوْ حُرٌّ وَعَتِيقٌ لِأَنَّهُ تَوْكِيدٌ وَعَطْفُ تَفْسِيرٍ فَيَصِحُّ الِاسْتِثْنَاءُ

انشاء اللہ کہنے پر گواہوں کی گواہی کا اعتبار

اگر دو گواہوں نے اس بات کی گواہی دی کہ شوہر نے انت طالق کے بعد متصلاً انشاء اللہ بھی کہا تھا اور شوہر کو انشاء اللہ یاد نہیں ہے اگر انشاء اللہ کہتے وقت شوہر کا حال یہ تھا کہ غصہ کی وجہ سے اس کو کچھ بھی علم نہیں تھا کہ اس کی زبان سے کون سا لفظ نکل رہا ہے اور وہ کیا بول رہا ہے تو اس صورت میں شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ گواہوں کی گواہی پر اعتماد اور بھروسہ کرے اور اگر طلاق دیتے وقت شوہر کی حالت ایسی نہیں تھی بلکہ اس کو ہوش وحواس باقی تھا تو پھر گواہوں کے قول پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

زوجین میں اختلاف ہو جائے تو کیا حکم

شوہر کہتا ہے کہ میں نے انشاء اللہ کے ساتھ طلاق دی تھی اور بیوی اس کا انکار کرتی ہے تو اس صورت میں ظاہر الروایۃ کے مطابق شوہر کا قول قابل قبول ہوگا یہی صاحب مذہب سے منقول ہے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ صورت مذکورہ میں شوہر کا قول بغیر بینہ کے قبول نہ ہوگا اسی قول پر اعتماد کیا گیا ہے، اور غلبہ فساد کی وجہ سے فتوی بھی اسی قول پر ہے جیسا کہ فتاوی خانیہ میں

ہے کیوں کہ احتیاط اسی کے اندر ہے اس لیے کہ آج کے دور میں لوگوں کے دلوں سے حلال وحرام کی تمیز نکل چکی ہے حلال وحرام میں جس طرح فرق کرنا چاہئے نہیں کرتے ہیں اس لیے گواہوں کی گواہی کے بعد قبول کرنا مناسب ہوگا اور بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اگر شوہر صلاح وتقوی اور ورع وطہارت میں معروف ومشہور ہے تو شوہر کی بات مانی جائے گی۔

طلاق کی تعلیق ان کی مشیت پر معلق کرنا جن کی مشیت معلوم نہیں ہے

اگر شوہر نے طلاق کو ان چیزوں کی مشیت پر معلق کیا جن کی مشیت معلوم نہیں ہوسکتی ہے جیسے عام انسان، جنات، فرشتے، دیوار اور گدھا وغیرہ یعنی اگر کسی نے عورت کی طلاق عام انسان کی مشیت پر معلق کیا، یا جنات، یا فرشتہ، یا گدھا وغیرہ کی مشیت پر موقوف کیا تو چوں کہ عام انسان کی مشیت معلوم نہیں ہوسکتی جنات وفرشتہ کی مشیت بھی معلوم نہیں ہوسکتی ہے گدھا اور دیوار میں مشیت ہی نہیں ہے اس لیے ان سب کی مشیت پر طلاق کے وقوع کو معلق کرنے پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اسی طرح جس کی مشیت معلوم ہوسکتی ہے اس کی مشیت کے ساتھ اللہ تعالی کی بھی مشیت شامل کردی مثال کے طور پر شوہر نے اس طرح کہا اگر زید نے چاہا اور خدا نے چاہا تو تجھ کو طلاق ہے یا غلام آزاد ہے تو اس صورت میں بالکل طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ زید کی مشیت تو معلوم ہوسکتی ہے لیکن خدا تعالی کی مشیت معلوم نہیں ہوسکتی ہے۔

حروف شرطیہ

اور ان شرطیہ (جس کا حکم ماقبل میں گزر چکا ہے) کی طرح یہ الفاظ بھی برائے شرط موضوع ہیں، الا، إن لم، اذا، ما، مالم، یعنی شوہر نے انت طالق الاان یشاء الله، یا کہا انت طالق ان لم یشاء الله، یا کہا انت طالق اذاشاء الله یا کہا انت طالق ماشاء الله یا کہا انت طالق مالم یشاء الله تو ان صورتوں میں بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، جس طرح کہ متصلا انشاء اللہ کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

اور استثنی کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ شوہر کہے انت طالق لولا ابوك (تجھ کو طلاق ہے اگر تیرا باپ نہ ہو) انت طالق لولا حسنك (تجھ کو طلاق ہے اگر تیرا حسن نہ ہو) یا کہا انت طالق لولا الی حبك (تجھ کو طلاق ہے اگر میں تجھ سے محبت نہ کروں) تو ان تمام صورتوں میں بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوتی ہے جیسا کہ فتاوی خانیہ میں ہے۔

اور استثنی کے طریقوں میں سے ایک طریقہ سبحان اللہ کہنا بھی ہے اس کو علامہ کمال الدین نے اپنے فتوی میں ذکر کیا ہے یعنی اگر کوئی شخص کہے انت طالق سبحان الله تو طلاق واقع نہیں ہوگی جس طرح کہ انشاء اللہ کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

تاکید کا فصل ہو تو کیا حکم ہے

شوہر نے کہا انت طالق ثلاثا ان شاء الله (تجھ کو تین طلاق ہے اور تین طلاق ہے انشاء اللہ) یا آقا نے غلام سے کہا

لمنتِ حر وحر انشاء الله (تو آزاد ہے اور آزاد ہے انشاء اللہ) اس صورت میں بیوی پر تین طلاق واقع ہوجائے گی اور غلام آزاد ہوجائے گا اور یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے، اس لیے کہ انت طالق ثلاثاً وثلاثا ان شاء الله میں دوسرا ثلاثا لغو ہے اسی طرح انت حر وحر ان شاء الله میں دوسرا حر لغو ہے کیوں کہ یہ دوسرا لفظ تاکید کے لیے بھی نہیں ہوسکتا ہے وجہ یہ ہے کہ درمیان میں واؤ آنے کی وجہ سے دونوں میں فصل پیدا ہوگیا، اور تاکیدی جملہ میں فصل نہیں ہوتا ہے لہٰذا استثنٰی صحیح نہیں ہوا اور جب استثنٰی صحیح نہیں ہوا تو طلاق واقع ہوجائے گی اس کے برخلاف اگر کسی نے یوں کہا انت طالق ثلثا ثلثا ان شاء الله یا کہا انت حر حر ان شاء الله تو یہاں طلاق واقع نہیں ہوگی اس لیے کہ یہاں استثنٰی صحیح ہے اس لیے کہ اس میں تاکید ہے یا کہا انت حر وعتق ان شاء الله (اس میں بھی استثنٰی درست ہے اس لیے کہ اس میں عطف تفسیری ہے گویا کہ اس میں حرٌ کی تفسیر عتق سے کردیا لہٰذا غلام آزاد نہیں ہوگا۔

(وَكَذَا) يَقَعُ الطَّلَاقُ بِقَوْلِهِ (إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَنْتَ طَالِقٌ) فَإِنَّهُ تَطْلِيقٌ عِنْدَهُمَا تَعْلِيقٌ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ لِاتِّصَالِ الْمُبْطِلِ بِالْإِيجَابِ فَلَا يَقَعُ كَمَا لَوْ أَخَّرَ، وَقِيلَ الْخِلَافُ بِالْعَكْسِ، وَعَلَى كُلٍّ فَالْمُفْتَى بِهِ عَدَمُ الْوُقُوعِ إِذَا قَدَّمَ الْمَشِيئَةَ وَلَمْ يَأْتِ بِالْفَاءِ، فَإِنْ أَتَى بِهَا لَمْ يَقَعْ اتِّفَاقًا كَمَا فِي الْبَحْرِ وَالشُّرُنْبُلَالِيَّةِ وَالْقُهُسْتَانِيِّ وَغَيْرِهَا فَلْيُحْفَظْ. وَثَمَرَتُهُ فِيمَنْ حَلَفَ لَا يَحْلِفُ بِالطَّلَاقِ وَقَالَهُ حَيْثُ عَلَى التَّعْلِيقِ لَا الْإِبْطَالِ (وَبِأَنْتِ طَالِقٌ بِمَشِيئَةِ اللّٰهِ أَوْ بِإِرَادَتِهِ أَوْ بِمَحَبَّتِهِ أَوْ بِرِضَاهُ) لَا تَطْلُقُ، لِأَنَّ الْبَاءَ لِلْإِلْصَاقِ فَكَانَتْ كَإِلْصَاقِ الْجَزَاءِ بِالشَّرْطِ (وَإِنْ أَضَافَهُ) أَيْ الْمَذْكُورَ مِنَ الْمَشِيئَةِ وَغَيْرِهَا (إِلَى الْعَبْدِ كَانَ) ذٰلِكَ (تَمْلِيكًا فَيَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ) كَمَا مَرَّ

جملہ انشاء اللہ کو طلاق سے پہلے متصلاً لانا

اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے ان شاء الله انت طالق تو اس سے بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی اس لیے کہ حضرات طرفین کے نزدیک یہ تطلیق ہے، اور حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک یہ جملہ تطلیق نہیں ہے۔ بلکہ تعلیق ہے اس لیے ان کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوگی جس طرح کہ انت طالق ان شاء الله کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ مبطل طلاق جواب کے ساتھ متصل ہورہا ہے جس طرح ان شاء اللہ کے موخر کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اختلاف اس کے برعکس ہے یعنی مذکورہ جملہ حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک تطلیق ہے اور حضرات طرفین کے نزدیک تعلیق ہے لیکن یہ بات طے ہے کہ فتوی اس بات پر ہے کہ اگر انشاء اللہ کو مقدم کردیا جائے اور اس کے جواب میں فاء نہ لایا جائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی لیکن اگر شوہر نے اس طرح کہا ان شاء الله فانت طالق تو باتفاق علماء سب کے نزدیک

طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ البحر الرائق، شرنبلالیہ اور قہستانی وغیرہ میں ہے لہٰذا اس مسئلہ کو ذہن نشین کرنا چاہئے، اور اس اختلاف کا ثمرہ اس شخص کے حق میں ظاہر ہوگا جس نے قسم کھائی کہ میں طلاق کی قسم نہیں کھاؤں گا اور اس کی زبان سے یہ جملہ نکلا ان شاء الله انت طالق، تو تعلیق کی صورت میں شوہر حانث قرار پائے گا اور ابطال کی صورت میں حانث قرار نہیں پائے گا۔

انت طالق بمشیة الله سے طلاق کا حکم

اگر شوہر نے یوں کہا انت طالق بمشیة الله تعالی (تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ مطلقہ ہے) یا یوں کہا انت طالق بارادة الله تعالی (تجھ کو طلاق ہے اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ساتھ) یا کہا انت طالق برضاء الله (تو مطلقہ ہے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے ساتھ) مذکورہ تمام صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی اس لیے کہ مشیت ارادہ اور محبت نیز رضاء میں با بمعنی اتصال والصاق ہے تو یہ اتحاد و اتصال جزاء کے اتصال کی طرح ہوا شرط کے ساتھ، تو جس طرح انت طالق ان شاء الله سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اسی طرح مذکورہ جملوں سے بھی طلاق واقع نہیں ہوگی اس لیے کہ مشیت باری، محبت الٰہی اور رضاخداوندی امور غیبیہ میں سے ہیں انسان اس پر مطلع نہیں ہوسکتا ہے تو محض شک کی وجہ سے کس طرح طلاق واقع ہوگی۔

بندہ کی طرف مشیت وغیرہ کی نسبت کرنے سے طلاق کا حکم

اگر کوئی شخص مشیت، رضا، ارادہ اور محبت کی نسبت بندہ کی طرف کرے، مثلاً یوں کہے انت طالق بمشیة حماد (تو مطلقہ ہے حماد کی مشیت کے ساتھ) یا کہے انت طالق بمحبة خالد (تو مطلقہ ہے خالد کی محبت کے ساتھ) تو یہ طلاق تملیک ہوگی اور مجلس علم پر منحصر رہے گی اگر حماد چاہے تو مجلس علم میں طلاق دیدے مجلس کے بعد طلاق دینے کا اختیار باقی نہ رہے گا۔

(وَإِنْ قَالَ بِأَمْرِهِ أَوْ بِحُكْمِهِ أَوْ بِقَضَائِهِ أَوْ بِإِذْنِهِ أَوْ بِعِلْمِهِ أَوْ بِقُدْرَتِهِ يَقَعُ فِي الْحَالِ أُضِيفَ إِلَيْهِ تَعَالَى أَوْ إِلَى الْعَبْدِ) إِذْ يُرَادُ بِمِثْلِهِ التَّنْجِيزُ عُرْفًا (كَقَوْلِهِ) أَنْتِ طَالِقٌ (بِحُكْمِ الْقَاضِي ، وَإِنْ) قَالَ ذَلِكَ (بِاللَّامِ يَقَعُ فِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا) لِأَنَّهُ لِلتَّعْلِيلِ (وَإِنْ) كَانَ ذَلِكَ (بِحَرْفِ فِي إِنْ أَضَافَهُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى لَا يَقَعُ فِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا) لِأَنَّ فِي بِمَعْنَى الشَّرْطِ (إِلَّا فِي الْعِلْمِ فَإِنَّهُ يَقَعُ فِي الْحَالِ) وَكَذَا الْقُدْرَةُ إِنْ نَوَى بِهَا ضِدَّ الْعَجْزِ لِوُجُودِ قُدْرَةِ اللَّهِ تَعَالَى قَطْعًا كَالْعِلْمِ (وَإِنْ أَضَافَ إِلَى الْعَبْدِ كَانَ تَمْلِيكًا فِي الْأَرْبَعِ الْأُوَلِ) وَمَا بِمَعْنَاهَا كَالْهَوَى وَالرُّؤْيَةِ (تَعْلِيقًا فِي غَيْرِهَا) وَهِيَ سِتَّةٌ، ثُمَّ الْعَشَرَةُ إِمَّا أَنْ تُضَافَ لِلَّهِ أَوْ لِلْعَبْدِ، وَالْعِشْرُونَ إِمَّا أَنْ تَكُونَ بِبَاءٍ أَوْ لَامٍ أَوْ فِي فَهِيَ سِتُّونَ. وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ كَتَبَ الطَّلَاقَ وَاسْتَثْنَى بِالْكِتَابَةِ صَحَّ، وَعَلَى مَا مَرَّ عَنِ الْعِمَادِيَّةِ فَهِيَ مِائَةٌ وَثَمَانُونَ وَفِي كَيْفَ شَاءَ اللَّهُ تَطْلُقُ رَجْعِيَّةً (أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا إِلَّا وَاحِدَةً يَقَعُ ثِنْتَانِ، وَفِي الِاثْنَتَيْنِ

وَاحِدَةً، وَفِي إِلَّا ثَلَاثًا) يَقَعُ (ثَلَاثٌ) لِأَنَّ اسْتِثْنَاءَ الْكُلِّ بَاطِلٌ إِنْ كَانَ بِلَفْظِ الصَّدْرِ أَوْ مُسَاوِيهِ، وَإِنْ بِغَيْرِهِمَا كَنِسَائِي طَوَالِقُ إِلَّا هَؤُلَاءِ أَوْ إِلَّا زَيْنَبَ وَعَمْرَةَ وَهِنْدَ وَعَبِيدِي أَحْرَارٌ إِلَّا هَؤُلَاءِ أَوْ إِلَّا سَالِمًا وَغَانِمًا وَرَاشِدًا وَهُوَ الْكُلُّ صَحَّ كَمَا سَيَجِيءُ فِي الْإِقْرَارِ

طلاق کو امر خدا کی طرف منسوب کرنے کا حکم

اگر کسی نے طلاق کو اللہ کے حکم، یا اس کے امر، یا اس کے فیصلے، یا اس کی اجازت، یا اس کے علم یا اس کی قدرت کی طرف منسوب کیا اور یوں کہا انت طالق بامر اللہ (تجھ کو طلاق ہے اللہ کے امر کے مطابق) یا کہا انت طالق بحکم اللہ (تجھ کو طلاق ہے بحکم الٰہی) یا کہا انت طالق بقضاء اللہ (تجھ کو طلاق ہے بقضائے الٰہی) یا کہا انت طالق باذن اللہ (تجھ کو طلاق ہے باجازت خداوندی) یا کہا انت طالق بعلم اللہ تعالی (تجھ کو طلاق ہے علم الٰہی کے مطابق) یا کہا انت طالق بقدرۃ اللہ (تجھ کو طلاق ہے بقدرت الٰہی) تو ان تمام صورتوں میں فی الحال طلاق واقع ہو جائے گی، اسی طرح اگر ان جملوں کو اللہ تعالی کی طرف منسوب کرنے کے بجائے کسی بندے کی طرف منسوب کیا اور یوں کہا انت طالق بامر القاضی یا کہا انت طالق بحکم القاضی یا کہا انت طالق بقضاء القاضی یا کہا انت طالق بعلم القاضی یا کہا انت طالق بقدرۃ القاضی تو بھی فی الحال طلاق واقع ہو جائے گی، اس لیے کہ ایسے قول سے عرف میں فوری طلاق مراد ہوتی ہے تعلیق مراد نہیں ہوتی ہے۔

مشیت کو لام کے ساتھ لانا

اور اگر مشیت اور رضا وغیرہ لام کے ساتھ یوں کہا انت طالق لمشیة اللہ یا کہا انت طالق لامر اللہ تو ان تمام صورتوں میں طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ لام تعلیل کے لیے بنایا گیا ہے، اور وقوع طلاق کے لیے نفس الامر میں علت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

مشیت کو فی کے ساتھ لانے کا حکم

اور اگر مشیت اور رضا وغیرہ کو فی کے ساتھ لایا اور یوں کہا انت طالق فی مشیة اللہ تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، کیوں کہ یہاں فی بمعنی شرط ہے لہٰذا یہ انت طالق ان شاء اللہ کے درجہ میں ہوا، ہاں اگر کہا انت طالق فی علم اللہ تو فوری طور پر طلاق واقع ہو جائے گی، اسی طرح اگر کہا انت طالق فی قدرۃ اللہ تو اس سے بھی فی الحال طلاق واقع ہو جائے گی، بشرطیکہ عجز کا ضد مراد لیا ہو، اس لیے کہ قدرت الٰہی پائی جاتی ہے، جس طرح علم الٰہی پایا جاتا ہے۔

مشیت وغیرہ کو بندے کی طرف نسبت کرنا

اور اگر اس کی اضافت بندے کی طرف کی تو مذکورہ پہلے چار لفظوں میں تملیک ہوگی، اور وہ چار لفظ حسب ذیل ہیں (۱)

مشیت (۲) ارادہ (۳) محبت (۴) رضاء، اسی طرح ان ہی لفظوں کے ہم معنی کوئی دوسرا لفظ ہو، جیسے ہوی بمعنی خواہش محبت رویت بمعنی رویت قلبی اس میں بھی تملیک ہوگی، اور مذکورہ الفاظ کے علاوہ میں اضافت الی العبد تعلیق ہوگی، اور جن الفاظ کو بندے کی طرف منسوب کرنے سے تعلیق ہوگی وہ کل چھ ہیں، (۱) امر (۲) حکم (۳) قضاء (۴) اذن (۵) علم (۶) اورقدرت، مثلاً شوہر نے کہاانت طالق فی مشیۃ زید تو زید کے لیے مجلس تک اختیار ہوگا مجلس تک طلاق دے سکتا ہے

مذکورہ الفاظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کا حکم

پھر مذکورہ دس الفاظ آیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوں گے، یا عبد (بندہ) کی طرف منسوب ہوں گے۔ تو یہ کل بیس ہوئے اب بیسوں تین حال سے خالی نہیں یا باء کے ساتھ مستعمل ہوں گے، یا لام کے ساتھ یا فی کے ساتھ تو اب یہ کل ساٹھ ہوگئے، اب یہ کل ساٹھ صورتیں ہوں گی، مثلاً انت طالق بعلم اللہ، انت طالق لعلم اللہ انت طالق فی علم اللہ، اسی طرح انت طالق بعلم زید انت طالق لعلم زید، انت طالق فی علم زید اور مذکورہ دس الفاظ حسب ذیل ہیں (۱) مشیت (۲) ارادہ (۳) محبت (۴) رضاء (۵) امر (۶) حکم (۷) قضاء (۸) اذن (۹) علم (۱۰) قدرت۔

مذکورہ الفاظ کی مزید صورتیں

اور فتاویٰ بزازیہ میں مذکور ہے کہ شوہر نے طلاق لکھا اور لکھنے کے ساتھ استثنیٰ کرلے، یعنی طلاق ان شاء اللہ کے ساتھ لکھے، اور دوسری شکل یہ ہے کہ انشاء اللہ کے ساتھ طلاق کا تلفظ کرے تو اگر ساٹھ کو اس دو میں ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب ایک سو بیس صورتیں ہوں گی اور شارحؒ نے فتاویٰ عمادیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس کی ایک سو اسی ۱۸۰ صورتیں نکل سکتی ہیں فتاویٰ عمادیہ میں تین احتمال ظاہر کئے گئے ہیں، (۱) طلاق زبان سے کہے اور انشاء اللہ کو فوراً لکھے (۲) طلاق لکھے اور انشاء اللہ فوراً زبان سے کہے (۳) طلاق زبان سے کہے اور انشاء اللہ فوراً لکھنے کے بعد مٹا ڈالے تو اس طرح ساٹھ کو تین میں ضرب دیں گے تو حاصل ایک سو اسی ہوجائیں گے، بعض حضرات نے اس سے بھی زیادہ صورتیں ثابت کی ہیں، مزید تفصیل دیکھئے (شامی جلد ۴ ص ۴۳۵ کا مطالعہ کیجئے)

کیف شاء اللہ کے ساتھ طلاق دینا

اگر شوہر نے کہاانت طالق کیف شاء اللہ (تجھ کو طلاق ہے جس طرح اللہ چاہے) تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اور شوہر نے یوں کہاانت طالق ثلثا الا واحدۃ (تجھ کو تین طلاق ہے مگر ایک) تو اس سے صرف دو طلاق واقع ہوں گی اس لیے کہ اکثر سے اقل کا استثنیٰ متفقہ طور پر کرنا جائز ہے اور اگر شوہر نے کہاانت طالق ثلثا الا اثنتین (تجھ کو تین طلاق ہے مگر دو) تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا انت طالق ثلثا الا ثلثا (تجھ کو تین طلاق ہے مگر تین) تو اس صورت

میں تین ہی طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ کل کا استثنی کل کے ساتھ کرنا باطل ہے اور اگر صدر کلام سے ہو یا ہم معنی لفظ سے استثنی ہو جیسے انت طالق ثلثا الا واحدة واحدة (تجھ کو تین طلاق ہے مگر ایک اور ایک) اور اگر کل استثنی لفظ صدر یا اس کے مساوی کے علاوہ سے ہو جیسے یہ کہا نسائی طوالق الا ھولاء (میری عورتیں مطلقہ ہیں مگر یہ سب) یا کہا نسائی طوالق الا زینب وعمرۃ وھندہ، (میری عورتوں کو طلاق ہے مگر زینب، عمرہ، اور ہندہ) یا کہے عبدی احرار الا ھؤلاء (میرا سارا غلام آزاد ہے مگر یہ سب) یا کہا عبیدی احرار الا سالماً وغانما وراشداً (میرا تمام غلام آزاد ہے مگر سالم، غانم اور راشد) حالاں کہ ان کی عورتیں اور غلام اتنے ہی ہیں جتنے کہ استثناء کیا تو یہ استثنی صحیح ہے اگر کل کا استثنی ہوا لیکن چوں کہ لفظ نساء عام ہے اسی طرح لفظ عبید بھی عام ہے اس کی پوری تفصیل کتاب الاقرار میں آئے گی۔

(وَيُعْتَبَرُ) فِي (الْمُسْتَثْنَى كَوْنُهُ كُلًّا أَوْ بَعْضًا مِنْ جُمْلَةِ الْكَلَامِ لَا مِنْ جُمْلَةِ الْكَلَامِ الَّذِي يُحْكَمُ بِصِحَّتِهِ) وَهُوَ الثَّلَاثُ، فَفِي أَنْتِ طَالِقٌ عَشَرًا إلَّا تِسْعًا تَقَعُ وَاحِدَةٌ، وَإِلَّا ثَمَانِيَةً تَقَعُ ثِنْتَانِ، وَإِلَّا سَبْعًا تَقَعُ ثَلَاثٌ، وَمَتَى تَعَدَّدَ الِاسْتِثْنَاءُ بِلَا وَاوٍ كَانَ كُلٌّ إسْقَاطًا مِمَّا يَلِيهِ فَيَقَعُ ثِنْتَانِ بِأَنْتِ طَالِقٌ عَشَرًا إلَّا تِسْعًا إلَّا ثَمَانِيَةً إلَّا سَبْعَةً، وَيَلْزَمُهُ خَمْسَةٌ عَلَيَّ عَشَرَةٌ إلَّا (٩) إلَّا (٨) إلَّا (٧) إلَّا (٦) إلَّا (٥) إلَّا (٤) إلَّا (٣) إلَّا (٢) إلَّا وَاحِدَةً، وَتَقْرِيبُهُ أَنْ تَأْخُذَ الْعَدَدَ الْأَوَّلَ بِيَمِينِك وَالثَّانِيَ بِيَسَارِك وَالثَّالِثَ بِيَمِينِك وَالرَّابِعَ بِيَسَارِك وَهَكَذَا، ثُمَّ تُسْقِطَ مَا بِيَسَارِك مِمَّا بِيَمِينِك، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ الْوَاقِعُ (إخْرَاجُ بَعْضِ التَّطْلِيقِ لَغْوٌ، بِخِلَافِ إيقَاعِهِ، فَلَوْ قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا إلَّا نِصْفَ تَطْلِيقَةٍ وَقَعَ الثَّلَاثُ فِي الْمُخْتَارِ) وَعَنْ الثَّانِي ثِنْتَانِ فَتْحٌ، وَفِي السِّرَاجِيَّةِ أَنْتِ طَالِقٌ إلَّا وَاحِدَةً يَقَعُ ثِنْتَانِ انْتَهَى فَكَأَنَّهُ اسْتَثْنَى مِنْ ثَلَاثٍ مُقَدَّرٍ (سَأَلَتْ امْرَأَةٌ الثَّلَاثَ فَقَالَ أَنْتِ طَالِقٌ خَمْسِينَ طَلْقَةً فَقَالَتْ الْمَرْأَةُ ثَلَاثٌ تَكْفِينِي فَقَالَ ثَلَاثٌ لَك وَالْبَوَاقِي لِصَوَاحِبِك وَلَهُ ثَلَاثُ نِسْوَةٍ غَيْرِهَا تَطْلُقُ الْمُخَاطَبَةُ ثَلَاثًا لَا غَيْرُهَا أَصْلًا) هُوَ الْمُخْتَارُ لِصَيْرُورَةِ الْبَوَاقِي لَغْوًا، فَلَمْ يَقَعْ بِصَرْفِهِ لِصَوَاحِبِهَا شَيْءٌ.

مستثنی منہ سے مستثنی کرنا

مطلق کلام سے مستثنی میں مستثنی منہ کل یا بعض معتبر ہوتا ہے اس کلام سے جس کی صحت پر حکم موقوف ہوتا ہے اس کا کل یا بعض مراد نہیں ہوتا ہے، اور وہ تین ہیں یعنی اگر مستثنی منہ تین سے زیادہ ہوں تو اسی اکثر سے مستثنی ہوگا فقط تین سے استثناء نہیں ہوگا مثال کے طور پر شوہر نے کہا انت طالق عشرا الا تسعا (تجھ کو دس طلاق ہیں مگر نو) تو ایک واقع ہوگی اور اگر یوں کہا

انت طالق عشرا الا ثمانية (تجھ کودس طلاق ہیں مگر آٹھ) تو دو واقع ہوگی اور اگر یوں کہا انت طالق عشرا الا سبعا (تجھ کودس طلاق ہے مگر سات) تو تین واقع ہوگی۔

متعدد استثناء ہونے کی صورت میں وقوع طلاق

اور جب استثنیٰ متعدد ہوں اور درمیان میں واؤ نہ ہو تو اس صورت میں ہر مستثنیٰ کا اسقاط اپنے متصل سے ہوگا اور اگر درمیان میں واؤ مذکور ہو تو ایسی صورت میں مستثنیٰ کا اسقاط صدر کلام سے ہوگا جیسے کہ کسی نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق عشراً الا خمساً و الا ثلثا و الا واحدة تو اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ دس میں سے پانچ کا استثناء کیا تو پانچ بچا پھر پانچ میں سے تین کا استثناء کیا تو دو بچا پھر دو میں سے ایک کا استثنیٰ کیا تو ایک بچا لہٰذا ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر شوہر نے کہا انت طالق عشراً الا تسعاً الا ثمانية الا سبعة اس صورت میں صرف دو طلاق واقع ہوں گی۔ اس لیے کہ جب دس سے نو استثناء کیا تو ایک بچا، پھر ایک کا استثنیٰ نو سے کیا تو آٹھ بچا پھر آٹھ کا استثناء دس سے کیا تو دو بچا۔

اور دوسری شکل یہ لکھی ہے کہ مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ سے ساقط کیا جائے جو بچے گا اس کو دوسرے مستثنیٰ پر بڑھا دیا جائے اور ثالث کو ثانی سے کیا جائے وعلیٰ ہذا القیاس آخر تک کیا جائے جو باقی بچے گا وہی مستثنیٰ مراد ہے چناں چہ مثال مذکور میں پہلا مستثنیٰ تسعا ہے اس کو عشر (دس) سے ساقط کیا تو ایک باقی رہا پھر اس کو دوسرے مستثنیٰ ثمانية سے ملایا تو وہ نو ہو گیا تیسرا مستثنیٰ سبعة ہے اس کو نو سے کم کیا تو دو رہ گئے، اسی کو شارح نے فرمایا کہ صورت مذکورہ میں دو طلاق واقع ہوگی۔

نو سے ایک تک کا استثناء

کسی شوہر نے اپنی بیوی سے کہا له علي عشره الا تسعاً الا ثمانية الا سبعا الا ستا الا خمسا الا اربعا الا ثلثا الا اثنين الا واحد ا (اس کا میرے اوپر دس درہم ہے مگر نو، مگر آٹھ، مگر سات، مگر چھ، مگر پانچ، مگر چار، مگر تین، مگر دو، مگر ایک) تو اس صورت میں اقرار کرنے والے پر پانچ درہم لازم ہوں گے اس طرح سے کہ ایک کو دو سے ساقط کیا ایک بچا، اس کو تین سے ساقط کیا دو بچا، اس کو چار سے ساقط کیا پھر دو باقی رہا، اس کو پانچ سے گرایا تین باقی رہا، اس کو چھ سے ساقط کیا تین باقی رہا اس کو سات سے ساقط کیا چار باقی رہا، اس کو آٹھ سے گرایا چار باقی رہا، اس کو نو سے گرایا تو پانچ باقی رہا یہی لازم ہوا، اور دوسرے قاعدے کے اعتبار سے پہلے مستثنیٰ نو کو مستثنیٰ منہ دس سے ساقط کیا ایک بچا، اس کو آٹھ میں ملایا تو نو ہو گیا، اس نو سے سات کم کر دیا تو دو بچا اس کو چھ پر بڑھایا تو آٹھ ہو گئے، اس آٹھ سے پانچ گرایا تین بچا، اس تین کو چار میں ملایا سات ہوا اس سات سے تین کو گرایا چار رہا، اس چار کو دو میں ملایا چھ ہوا اب چھ سے ایک گرایا پانچ بچ گیا یہی پانچ لازم ہوں گے۔

متعدد استثناء معلوم کرنے کا طریقہ

استثناء معلوم کرنے کی تقریب یہ ہے کہ عدد اول کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے، اور عدد ثانی کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے اور

عدد ثالث کو اپنے داہنے میں لے، اور عدد رابع کو بائیں ہاتھ میں لے اور اس طرح لیتا جائے ایک داہنے ہاتھ میں دوسرے بائیں ہاتھ میں، آخر تک پھر بائیں ہاتھ کے عدد کو داہنے ہاتھ سے ساقط کرے، پھر ساقط کرنے کے بعد جو عدد بچے گا وہی لازم ہوگا مذکورہ مثال میں نو کو دائیں ہاتھ میں لیا اور آٹھ کو بائیں میں لیا، پھر سات کو دائیں ہاتھ میں لیا اور چھ کو بائیں ہاتھ میں لیا پھر پانچ کو دائیں ہاتھ میں لیا اور چار کو بائیں ہاتھ میں لیا پھر تین کو دائیں ہاتھ میں لیا اور دو کو بائیں ہاتھ میں لیا، باقی رہ گیا ایک اس کو دائیں ہاتھ میں لیا تو اس طرح دائیں ہاتھ میں نو، سات، پانچ، تین، اور ایک ہے ان سب کا مجموعہ ۲۵ پچیس ہوا، اور بائیں ہاتھ میں آٹھ، چھ، چار، دو، ان سب کا مجموعہ بیس ہوا بیس جو بائیں ہاتھ میں ہے اس کو پچیس سے جو دائیں ہاتھ میں ساقط کر دیا، بچ گئے پانچ یہی پانچ اس قرار سے لازم ہوگا۔

ایک طلاق سے بعض کا استثناء لغو ہے

ایک طلاق کے بعض کو بطور استثناء نکالنا لغو ہے اس کے برخلاف ایک طلاق کے بعض کو واقع کرنا لغو نہیں ہے، بلکہ ایک طلاق کا بعض واقع کیا جا سکتا ہے، مثلاً نصف طلاق واقع کرنا لغو نہیں ہے، نصف طلاق واقع کرنے سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ اس سے قبل باب سابق میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے البتہ نصف یا تہائی کا استثنی درست نہیں ہے، بلکہ لغو ہے چناں چہ اگر کسی نے بیوی سے کہا انت طالق ثلثا الا نصف تطليقة (تجھ کو تین طلاق ہے مگر آدھی طلاق) تو مختار قول کے مطابق اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوں گی، اس لیے کہ بعض کا استثناء درست نہیں ہے، البتہ حضرت امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اس صورت میں دو ہی طلاق واقع ہوں گی، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اس لیے کہ حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک بعض کا استثناء جائز ہے، جس طرح سے بعض کا ایقاع جائز ہے اور فتاوی السراجیہ میں ہے کہ کسی نے کہا انت طالق الا واحدة تو اس سے دو طلاق واقع ہوں گی، گویا اس نے تین طلاق سے ایک کا استثناء کیا، اور وہ تین مقدر ہے۔

لغو طلاق کا دوسری بیوی پر استعمال

ایک عورت نے شوہر سے طلاق کی درخواست کی اس کے جواب میں شوہر نے کہا انت طالق خمسين طلقة (تجھ کو پچاس طلاق ہے) یہ سن کر عورت نے کہا ثلاث تكفيني (مجھے تین طلاق کافی ہیں) اس کے جواب میں شوہر نے کہا ثلاث لك والبواقي لصواحبك (تین تو تیرے لیے ہیں اور باقی طلاقیں تیری سوکنوں کے لیے ہیں) اور اس کے علاوہ اس کی تین بیویاں ہیں تو اس صورت میں صرف اس بیوی پر تین طلاق واقع ہوں گی جو مخاطبہ تھی دوسری بیویوں پر قطعاً طلاق نہیں پڑے گی، اس بارے میں قول مختار یہی ہے کیوں کہ بقیہ طلاقیں لغو ہوگئیں ہیں لہٰذا لغو طلاق کو سوکنوں کی طرف پھیرنے سے طلاق واقع نہیں ہوں گی۔

[فُرُوعٌ] فِي أَيْمَانِ الْفَتْحِ مَا لَفْظُهُ، وَقَدْ عُرِفَ فِي الطَّلَاقِ أَنَّهُ لَوْ قَالَ: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ

طَالِقٌ، إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ، إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ وَقَعَ الثَّلَاثُ، وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ ثَمَّةَ. إِنْ سَكَنْتُ هَذِهِ الْبَلْدَةَ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ وَخَرَجَ فَوْرًا وَخَلَعَ امْرَأَتَهُ ثُمَّ سَكَنَهَا قَبْلَ الْعِدَّةِ لَمْ تَطْلُقْ، بِخِلَافِ فَأَنْتِ طَالِقٌ فَلْيُحْفَظْ. إِنْ تَزَوَّجْتُكِ وَإِنْ تَزَوَّجْتُكِ فَأَنْتِ كَذَا لَمْ يَقَعْ حَتَّى يَتَزَوَّجَهَا مَرَّتَيْنِ، بِخِلَافِ مَا لَوْ قَدَّمَ الْجَزَاءَ فَلْيُحْفَظْ. إِنْ غِبْتُ عَنْكِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ فَأَمْرُكِ بِيَدِكِ ثُمَّ طَلَّقَهَا فَاعْتَدَّتْ فَتَزَوَّجَتْ ثُمَّ عَادَتْ لِلْأَوَّلِ ثُمَّ غَابَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ فَلَهَا أَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا وَلَوِ اخْتَلَعَتْ لَا لِأَنَّهُ تَنْجِيزٌ وَالْأَوَّلُ تَعْلِيقٌ. دَعَاهَا لِلْوِقَاعِ فَأَبَتْ فَقَالَ مَتَى يَكُونُ؟ فَقَالَتْ غَدًا، فَقَالَ: إِنْ لَمْ تَفْعَلِي هَذَا فَالْمُرَادُ غَدًا فَأَنْتِ كَذَا ثُمَّ نَسِيَاهُ حَتَّى مَضَى الْغَدُ لَا يَقَعُ. حَلَفَ أَنْ لَا يَأْتِيَهَا فَاسْتَلْقَى فَجَاءَتْ فَجَامَعَتْ إِنْ مُسْتَيْقِظًا حَنِثَ إِنْ لَمْ أُشْبِعْكِ مِنَ الْجِمَاعِ فَعَلَى إِنْزَالِهَا. إِنْ لَمْ أُجَامِعْكِ أَلْفَ مَرَّةٍ فَكَذَا فَعَلَى الْمُبَالَغَةِ لَا الْعَدَدِ. وَإِنْ وَطِئْتُكِ فَعَلَى جِمَاعِ الْفَرْجِ، وَإِنْ نَوَى الدَّوْسَ بِالْقَدَمِ حَنِثَ بِهِ أَيْضًا. لَهُ امْرَأَةٌ جُنُبٌ وَحَائِضٌ وَنُفَسَاءُ فَقَالَ أَخْبَثُكُنَّ طَالِقٌ طَلُقَتِ النُّفَسَاءُ، وَفِي أَفْحَشِكُنَّ طَالِقٌ فَعَلَى الْحَائِضِ. قَالَ: لِي إِلَيْكَ حَاجَةٌ فَقَالَ امْرَأَتُهُ طَالِقٌ إِنْ لَمْ أَقْضِهَا، فَقَالَ هِيَ أَنْ تُطَلِّقَ امْرَأَتَكَ فَلَهُ أَنْ لَا يُصَدِّقَهُ.

اضافہ شدہ مسائل کا بیان

فتح القدیر کے باب الایمان میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ، ان دخلت الدار فانت طالق (اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو طلاق ہے، اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو طلاق ہے، اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو طلاق ہے۔) تو اس صورت میں اگر عورت گھر میں داخل ہوئی تو اس پر تین طلاقیں واقع ہوں گی خواہ عورت ایک ہی مرتبہ گھر میں کیوں نہ داخل ہو، اور مصنف نے اس مسئلہ کو برقرار رکھا ہے۔

تعلیق طلاق کی ایک نئی شکل

اگر کسی نے اپنی بیوی کو اس طرح کہا کہ اگر میں اس شہر میں رہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے یہ کہنے کے بعد فوری طور پر شہر سے نکل گیا، پھر اپنی بیوی سے خلع کیا اور عدت مکمل ہونے سے پہلے ہی شوہر اسی شہر میں آکر رہنے لگا تو اس رہنے سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، کیوں کہ جس وقت شرط پائی گئی وہ عورت اس کی بیوی نہیں تھی، اس کے برخلاف اگر شوہر نے اس طرح کہا کہ اگر میں اس شہر میں رہوں تو تجھ کو طلاق ہے یہ کہہ کر فوراً نکل گیا پھر اس سے خلع کیا پھر عدت گزرنے سے پہلے ہی شہر

میں آکر رہنے لگا تو اس صورت میں مخاطبہ مطلقہ ہو جائے گی اس لیے کہ یہاں طلاق کو رہنے پر معلق کیا ہے بیوی ہونے کی شرط نہیں لگائی ہے، اس مسئلہ کو خوب اچھی طرح محفوظ کر لینا چاہیے۔

تکرار والی تعلیق

کسی شخص نے کہا ان تزوجتك وان تزوجتك فانت كذا (اگر میں تجھ سے نکاح کروں اور اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو ایسی ہے یعنی طلاق) تو اس صورت میں جب تک اس مخاطبہ سے دوبارہ نکاح نہیں کریگا طلاق واقع نہیں ہوگی، اس کے برخلاف اگر جزا کو موخر نہ لاکے بلکہ جزاء کو شرط پر مقدم کردے یا دونوں شرطوں کے درمیان فاء لائے تو اس صورت میں ایک مرتبہ نکاح کرنے سے مخاطبہ کو طلاق ہو جائے گی مثال کے طور پر کہا انت طالق ان تزوجتك وان تزوجتك یا کہا ان تزوجتك فانت طالق وان تزوجتك دونوں شرط کے درمیان فاء آئی ہے ایک مرتبہ نکاح کرنے سے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔

زوال ملک تعلیق کو باطل نہیں کرتا ہے

شوہر نے بیوی سے کہا ان غبت عنك اربعة شهر فامرك بيدك (اگر میں تجھ سے چار ماہ غائب رہا تو تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) پھر اس کے بعد اس کو طلاق دی یعنی تین سے کم، اس عورت نے عدت گزار کر دوسرے مرد سے نکاح کرلیا پھر اس کو طلاق ہوگئی، پھر عدت کے بعد شوہر اول کے نکاح میں آگئی، اس کے بعد اس کا شوہر چار ماہ غائب رہا تو اس صورت میں عورت کو اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوگا، اس لیے کہ ملکیت کا زوال تعلیق کو باطل نہیں کرتا ہے، لیکن اگر شوہر نے تعلیق کے بغیر طلاق مفوض دی ہے پھر عورت نے منع کر دیا تو اب عورت کو طلاق کا اختیار باقی نہ رہے گا، اس لیے کہ یہ تنجیز کی صورت ہے نہ کہ تعلیق کی۔

بھول کی وجہ سے تعلیق کا وقت نکل جائے تو کیا حکم ہے

شوہر نے بیوی کو صحبت کے واسطے بلایا اس نے انکار کر دیا، شوہر نے پوچھا یہ معاملہ کب ہوگا؟ اس نے کہا کل آئندہ، شوہر نے کہا کہ اگر تم نے کل صحبت کرنے نہیں دیا تو تم کو طلاق ہے، پھر دونوں اس معاملے کو بھول گئے یہاں تک کہ کل آئندہ گزر گیا تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، کیوں کہ نسیان کی وجہ سے وقت نکل گیا اس وجہ سے تعلیق باطل ہوگئی، شوہر نے قسم کھائی کہ بیوی سے جماع نہیں کروں گا پھر وہ چت لیٹ گیا، اس کے بعد عورت آئی اور اس نے شوہر کے جماع کیا تو اس صورت میں اگر شوہر حالت جماع میں بیدار تھا تو حانث ہو جائے گا اور کفارہ یمین ادا کرنا پڑے گا۔

آسودگی انزال پر موقوف ہے

شوہر نے بیوی سے یوں کہا ان لم اشبعك من الجماع فانت طالق (اگر میں تجھ کو جماع سے آسودہ نہ کروں تو

تجھ کو طلاق ہے) پس یہ اس کی آسودگی اس کے انزال پر موقوف ہے اس لیے کہ آسودگی سے مراد یہاں شہوت کی تکمیل ہے اور یہ بغیر انزال کے نہیں ہوا کرتی ہے۔

شوہر نے بیوی سے کہا اگر میں تجھ سے ہزار دفعہ جماع نہ کروں تو تو مطلقہ ہے تو شوہر کا یہ قول مبالغہ اور کثرت جماع پر محمول ہوگا، خاص عدد مراد نہیں ہوگی، فتاوی خانیہ میں مذکور ہے ستر بار کا لفظ بھی کثرت اور مبالغہ میں داخل ہے۔

شوہر نے بیوی سے کہا اگر میں تیرے ساتھ وطی کروں تو تم کو طلاق ہے تو ایسی وطی سے مراد شرمگاہ کی وطی مراد ہوگی اس لیے کہ وطی سے عام طور پر یہی مراد لیا جاتا ہے اور اگر شوہر نے وطی سے مراد پاؤں سے روندنا لیا ہے تو اس معنی کے اعتبار سے بھی حانث ہو جائے گا جس طرح کہ جماع سے حانث ہو جائے گا۔

اخبث وافحش کو طلاق

ایک شخص کی ایک بیوی جنبی تھی دوسری بیوی حائضہ تھی تیسری بیوی نفاس والی تھی اس نے یوں کہا اخبثکن طالق (تم میں سب سے زیادہ خبیث کو طلاق ہے) تو اس صورت میں نفاس والی عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی، اور شوہر نے یوں کہا افحشکن طالق (تم میں سے افحش کو طلاق ہے) تو حائضہ عورت کو طلاق واقع ہوگی کیوں کہ تذکرہ کرنے میں حیض افحش ہے۔

ایک شخص نے کسی آدمی سے کہا مجھے تم سے ضرورت ہے اس نے کہا اس کی بیوی پر طلاق ہے اگر میں اس سے اس کی ضرورت پوری نہ کروں، پہلے نے کہا تیری ضرورت تو یہی ہے کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس صورت میں دوسرے شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کے قول کی تصدیق نہ کرے کیوں کہ اس بات کا امکان ہے کہ اس شخص نے جھوٹ بولا ہو، اس کی ضرورت کچھ اور ہو، قسم کھانے کی وجہ سے ممکن ہے کہ اس نے نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا ہو۔

قَالَ لِأَصْحَابِهِ إِنْ لَمْ أَذْهَبْ بِكُمْ اللَّيْلَةَ إِلَى مَنْزِلِي فَامْرَأَتُهُ كَذَا فَذَهَبَ بِهِمْ بَعْضَ الطَّرِيقِ فَأَخَذَهُمْ الْعَسَسُ فَحَبَسَهُمْ لَا يَحْنَثُ. إِنْ خَرَجْت مِنَ الدَّارِ إِلَّا بِإِذْنِي فَخَرَجَتْ لِحَرِيقِهَا لَا يَحْنَثُ. حَلَفَ لَا يَرْجِعُ الدَّارَ ثُمَّ رَجَعَ لِشَيْءٍ نَسِيَهُ لَا يَحْنَثُ. حَلَفَ لَيُخْرِجَنَّ سَاكِنَ دَارِهِ الْيَوْمَ وَالسَّاكِنُ ظَالِمٌ فَإِنْ لَمْ يُمْكِنْهُ إِخْرَاجُهُ فَالْيَمِينُ عَلَى التَّلَفُّظِ بِاللِّسَانِ إِنْ لَمْ تَجِيئِي بِفُلَانٍ أَوْ إِنْ لَمْ تَرُدِّي ثَوْبِي السَّاعَةَ فَأَنْتِ طَالِقٌ فَجَاءَ فُلَانٌ مِنْ جَانِبٍ آخَرَ بِنَفْسِهِ وَأَخَذَ الثَّوْبَ قَبْلَ دَفْعِهَا لَا يَحْنَثُ، كَذَا إِنْ لَمْ أَدْفَعْ إِلَيْك الدِّينَارَ الَّذِي عَلَيَّ إِلَى رَأْسِ الشَّهْرِ فَكَذَا فَأَبْرَأَتْهُ قَبْلَ رَأْسِ الشَّهْرِ بَطَلَ الْيَمِينُ. بَقِيَ مَا يُكْتَبُ فِي التَّعَالِيقِ مَتَى نَقَلَهَا أَوْ تَزَوَّجَ عَلَيْهَا وَأَبْرَأَتْهُ مِنْ كَذَا أَوْ مِنْ بَاقِي صَدَاقِهَا، فَلَوْ دَفَعَ لَهَا الْكُلَّ هَلْ تَبْطُلُ؟ الظَّاهِرُ لَا لِتَصْرِيحِهِمْ بِصِحَّةِ بَرَاءَةِ الْإِسْقَاطِ وَالرُّجُوعِ بِمَا دَفَعَهُ

لے جانے کی تعلیق راستہ ہی میں گرفتاری پیش آجائے تو کیا حکم

ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے، بولا، اگر میں تم سب کو رات میں اپنے گھر نہ لے جاؤں تو اس کی بیوی پر طلاق ہے، چناں چہ اپنے ساتھیوں کو اپنے گھر لے جانے لگا، چناں چہ راستے میں ان کو پولس والوں نے گرفتار کرلیا اور قید میں ڈالدیا، وہ رات میں گھر نہیں پہنچ سکے، تو اس صورت میں بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی اس لیے کہ تعلیق گھر لے جانے پر تھی سو وہ لے چلا، گھر میں داخل کرنے پر نہیں تھی،، اگر گھر میں داخل کرنے پر تعلیق ہوتی تو اس صورت میں بیوی پر طلاق واقع ہوجاتی اس لیے داخل کرنا نہیں پایا گیا تھا۔

بغیر اجازت شوہر گھر میں داخل ہونے پر تعلیق

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو میری اجازت کے بغیر گھر سے نکلی تو تجھ کو طلاق ہے، چناں چہ گھر میں آگ لگ گئی، اور شوہر گھر میں موجود نہیں تھا، نہ اس کا موقع تھا، کہ اجازت لے کر گھر سے باہر ہو، لہٰذا وہ اجازت کے بغیر ہی نکل پڑی تو اس صورت میں عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اور یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب عورت گھر گرنے یا ڈوبنے کے خوف سے گھر سے باہر نکلی، اس لیے عرف عام میں ایسی صورت میں گھر سے باہر نکلنا شمار نہیں ہوگا۔ (شامی: ۴/۶۴۱)

گھر سے نکلتے وقت اس نے قسم کھائی کہ وہ واپس گھر نہیں لوٹے گا، پھر وہ گھر میں کوئی سامان بھول گیا، چناں چہ وہ شخص اس سامان کو لینے کی غرض سے واپس ہوا تو اس صورت میں وہ حانث نہیں ہوگا اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔

کسی نے قسم کھائی کہ اس کے گھر میں رہنے والے کو آج کے دن وہ ضرور بالضرور نکالے گا اور گھر میں رہنے والا شخص ظالم وجابر ہے نہیں نکلا اور نہ اس کے نکالنے پر حالف قادر ہے، تو اس صورت میں ادائے قسم صرف زبان سے بولنے پر ہے یعنی صرف زبان سے کہے کہ میں تجھ کو گھر سے نکالا تو پھر حانث نہ ہوگا اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔

شوہر نے بیوی سے کہا اگر تم فلاں کو نہیں لائی تو تم کو طلاق ہے یا کہا کہ اگر تم اسی وقت میرا کپڑا واپس نہیں کرے گی تو تجھ پر طلاق ہے پھر وہ شخص خود بخود دوسری طرف سے آگیا یا عورت کے کپڑا دینے سے پہلے مرد نے خود ہی اپنا کپڑا لے لیا تو اس صورت میں وہ حانث نہیں ہوگا، اور طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح اگر شوہر نے بیوی سے کہا اگر میں فلاں ماہ کے شروع تک وہ اشرفی تم کو نہ دے دوں جو مجھ پر واجب ہے تو تجھ پر طلاق ہے، پھر اس سے پہلے ہی بیوی نے اس قرض کو معاف کردیا تو قسم باطل ہوجائے گی اور اس صورت میں شوہر حانث نہیں ہوگا، اور نہ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی۔

تعالیق براءت کا حکم

باقی رہا تعالیق کا معاملہ جو عند النکاح لکھا جاتا ہے کہ اگر شوہر اس بیوی کو دوسری جگہ منتقل کرے گا، یا اس کی موجودگی میں دوسری شادی کرے گا، وہ اس کو دوسرے کے قرض سے بری کرے گا، یا بقیہ مہر سے بری کرے گا، تو اس پر طلاق ہے اب شوہر

نے اس کو کل مہر یا کل قرض دیدیا تو کیا براءت کی تعلیق باطل ہوگی؟
اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر قول کے مطابق شوہر کے دینے سے تعلیق باطل نہیں ہوگی، اس لیے کہ حضرات فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ قرض وصول ہونے کے بعد بھی براءت اسقاط درست ہے، اور جو دے چکا ہے اس کو واپس لینا جائز ہے۔
تعالیق سے مراد وہ وثیقہ ہے جو بوقت نکاح شرائط لکھے جاتے ہیں اور براءت اسقاط یہ ہے کہ قرض دار سے اپنا قرض معاف کردے اور اپنا حق اس کی گردن سے ساقط کردے، براءت اسقاط قرض وصول ہونے سے پہلے بھی ہوتی ہے اور بعد میں بھی، لیکن قرض دار براءت اسقاط کے بعد جو قرض دے چکا ہے قرض خواہ اس کو واپس لے سکتا ہے کیوں کہ جب اس نے معاف کردیا تو وہ اس کی وجہ سے بری الذمہ ہوگیا لہٰذا جب وصول کے بعد بھی براءت درست ہے تو براءت کی تعلیق باطل نہیں ہوگی، اور براءت کے بعد طلاق واقع ہوجائے گی۔

حَلَفَ بِاللّٰهِ أَنَّهُ لَمْ يَدْخُلْ هٰذِهِ الدَّارَ الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ عَبْدُهُ حُرٌّ إِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ لَا كَفَّارَةَ وَلَا يَعْتِقُ عَبْدُهُ، إِمَّا لِصِدْقِهِ أَوْ لِأَنَّهَا غَمُوسٌ، وَلَا مَدْخَلَ لِلْقَضَاءِ فِي الْيَمِينِ بِاللّٰهِ حَتّٰى لَوْ كَانَتْ يَمِينُهُ الْأُولٰى بِعِتْقٍ أَوْ طَلَاقٍ حَنِثَ فِي الْيَمِينَيْنِ لِدُخُولِهَا فِي الْقَضَاءِ. أَخَذَتْ مِنْ مَالِهِ دِرْهَمًا فَاشْتَرَتْ بِهِ لَحْمًا وَخَلَطَهُ اللَّحَّامُ بِدَرَاهِمِهِ وَقَالَ زَوْجُهَا إِنْ لَمْ تَرُدِّيهِ الْيَوْمَ فَأَنْتِ كَذَا فَحِيلَتُهُ أَنْ تَأْخُذَ كِيسَ اللَّحْمِ وَتُسَلِّمَهُ لِلزَّوْجِ قَبْلَ مُضِيِّ الْيَوْمِ وَلَا حِنْثَ، وَلَوْ ضَاعَ مِنَ اللَّحَّامِ فَمَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهُ أُذِيبَ أَوْ سَقَطَ فِي الْبَحْرِ لَا يَحْنَثُ. حَلَفَ إِنْ لَمْ أَكُنِ الْيَوْمَ فِي الْعَالَمِ أَوْ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا فَكَذَا يُحْبَسُ وَلَوْ فِي بَيْتٍ حَتّٰى يَمْضِيَ الْيَوْمُ،

یمین پر کفارہ کا حکم

ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ آج کے دن اس گھر میں داخل نہیں ہوگا پھر اس نے کہا کہ اس کا غلام آزاد ہے اگر آج کے دن وہ گھر میں داخل نہیں ہوا، تو اس صورت میں اس پر قسم کا کفارہ لازم نہیں ہوگا، اور نہ اس کا غلام آزاد ہوگا، کفارہ تو اس لیے لازم نہیں ہوگا، کہ وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور نہ اس وجہ سے کہ یہ یمین غموس ہے اور یمین غموس میں گناہ تو ہے مگر کفارہ واجب نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کی قسم میں قضاء کا کوئی دخل نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر اس کی پہلی قسم آزاد کرنے سے متعلق ہو، یا طلاق سے متعلق ہو تو وہ شخص دونوں قسموں میں حانث ہوگا کیوں کہ یہ دونوں قسم قاضی کے حکم کے تحت داخل ہے اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

بیوی کے طلاق کی تعلیق کا حکم

بیوی نے شوہر کے مال میں سے ایک درہم لیا اور اس کے ذریعہ اس نے گوشت خریدا، گوشت فروخت کرنے والے

نے اس ایک درہم کو اپنے درہم میں شامل کرلیا، اس کے بعد اس کے شوہر نے یوں کہا اگر تو اس درہم کو آج واپس نہیں لائے گی تو تجھ کو طلاق ہے تو اب اس طلاق سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ وہ گوشت فروخت کرنے والے کا تھیلہ لے لے جس میں رکھا ہے اور دن گزرنے سے پہلے پہلے شوہر کے سپرد کردے تو طلاق واقع نہ ہوگی، ورنہ شوہر اپنی قسم میں حانث ہوجائے گا، اور اگر وہ درہم گوشت فروخت کرنے والے سے گم ہوگیا تو جب تک یہ معلوم نہ ہوجائے کہ وہ درہم پگھلا دیا گیا ہے یا سمندر میں ڈال دیا ہے تو اس وقت تک وہ حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا ملنا ممکن ہے اور اگر پگھلا دیا یا سمندر میں ڈال دیا تو حانث ہوجائے گا اس لیے کہ اب اس کے ملنے کی امید جاتی رہی۔

تعلیق کی صورت میں قید کا حکم شرعی

ایک شخص نے اس طرح قسم کھائی کہ اگر آج میں دنیا میں رہا یا اس دنیا میں نہیں رہا تو بیوی پر طلاق ہے، پھر وہ قید کردیا جائے اگرچہ کسی کمرے یا گھر ہی میں کیوں نہ ہو، پھر وہ قید ہی میں تھا کہ دن گزر گیا تو حانث نہیں ہوگا، اور اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ قرآن کریم میں قیدیوں کے بارے میں ینفو من الارض کا اطلاق ہوا ہے قیدی گویا دنیا میں نہیں رہتا ہے اور اس مسئلہ میں عرف کا اعتبار نہیں ہے (حضرت علامہ شامی فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں صیرفیہ کی عبارت کا مراجعہ کیا تو وہاں ان لم اکن کے بجائے ان اکن بغیر لم کا ہے اور یہی صحیح بھی ہے (شامی: ۴/۶۴۵)

وَلَوْ حَلَفَ إِنْ لَمْ يَخْرُبْ بَيْتَ فُلَانٍ غَدًا فَقُيِّدَ وَمُنِعَ حَتَّى مَضَى الْغَدُ حَنِثَ وَكَذَا إِنْ لَمْ أَخْرُجْ مِنْ هَذَا الْمَنْزِلِ فَكَذَا فَقُيِّدَ، أَوْ إِنْ لَمْ أَذْهَبْ بِكِ إِلَى مَنْزِلِي فَأَخَذَهَا فَهَرَبَتْ مِنْهُ، أَوْ إِنْ لَمْ تَحْضُرِي اللَّيْلَةَ مَنْزِلِي فَكَذَا فَمَنَعَهَا أَبُوهَا حَنِثَ فِي الْمُخْتَارِ، بِخِلَافِ لَا أَسْكُنُ فَأُغْلِقَ الْبَابُ أَوْ قُيِّدَ لَا يَحْنَثُ فِي الْمُخْتَارِ قُلْت قَالَ ابْنُ الشِّحْنَةِ وَالْأَصْلُ أَنَّهُ مَتَى عَجَزَ عَنْ شَرْطِ الْحِنْثِ حَنِثَ فِي الْعَدَمِيِّ لَا الْوُجُودِيِّ. قَالَ فِي النَّهْرِ وَمُفَادُهُ الْحِنْثُ فِيمَنْ حَلَفَ لَيُؤَدِّيَنَّ الْيَوْمَ دَيْنَهُ فَعَجَزَ لِفَقْرِهِ وَفَقْدِ مَنْ يُقْرِضُهُ، خِلَافًا لِمَا بَحَثَهُ فِي الْبَحْرِ فَتَدَبَّرْ

تعلیق کی صورت میں جب گرفتار ہوجائے تو کیا حکم

اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ اگر میں کل آئندہ فلاں کے گھر کو ویران نہ کروں تو میری بیوی پر طلاق ہے، پھر اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں، اور فلاں کے گھر کو ویران کرنے سے روک دیا گیا، یہاں تک کہ کل آئندہ گزر گیا اور وہ گھر کو ویران نہیں کرسکا تو ایسی صورت میں وہ حانث ہوجائے گا (فتوی اسی قول پر ہے اور یہی قول مختار ہے)

اسی طرح اگر کسی نے قسم کھائی کہ اگر میں اس گھر سے نکلوں تو میری بیوی پر طلاق ہے، پھر اس کے پیر میں بیڑیاں ڈالدی گئیں اور وہ گھر سے نہیں نکل سکا تو اس صورت میں وہ حانث ہوجائے گا، اور بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی اسی طرح اگر بیوی سے یوں کہا اگر میں تجھ کو اپنے گھر نہ لے جاؤں تو تجھ کو طلاق ہے پھر اس عورت کو پکڑ لیا، عورت اس سے چھوٹ کر بھاگ گئی، یا شوہر بیوی سے یوں کہا کہ اگر تو آج رات میرے گھر میں نہیں حاضر ہوگی تو تجھ پر طلاق ہے، پھر اس کے والد نے اس کو جانے سے روک دیا اور وہ نہیں گئی تو ان تمام صورتوں میں مختار قول کے مطابق مرد حانث ہوجائے گا اور بیوی مطلقہ ہوجائے گی، (اس لیے کہ قید کرنا منع کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ہوتی ہے نہ کہ عدم فعل میں اور ان مسائل مذکورہ میں تعلیق عدم فعل پر ہے تو اس میں اکراہ کی تاثیر نہیں ہوگی۔

اس کے برخلاف اگر کسی نے یوں کہا میں اس گھر میں سکونت نہیں کروں گا پھر اس گھر کا دروازہ بند کرلیا گیا یا اس کے پیر میں بیڑیاں ڈالدی گئیں، تو اس صورت میں وہ قول مختار کے مطابق حانث نہیں ہوگا، اس لیے کہ حنث کی شرط فعل ہے یعنی اس میں سکونت اختیار کرنا، اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ہوتی ہے نہ کہ عدم فعل میں۔

حنث اور عدم حنث کا اصول

شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن شحنہؒ نے فرمایا ہے کہ حنث وعدم حنث کے سلسلہ میں ضابطہ کلیہ ہے کہ جب قسم کھانے والا حنث کی شرط پوری کرنے پر عاجز ہوجائے گا تو امر عدمی میں حانث ہوگا امر وجودی میں حانث نہیں ہوگا، یعنی جب قسم سے حانث ہو عدم شئی پر مرتب ہونہ کہ وجود شئی پر جیسا کہ حاضر ہونا، نہ جانا، گزشتہ مسائل میں تو عاجز ہونے سے حانث ہوجائے گا اور قسم سے حانث ہونا امر وجودی پر مرتب ہو جیسے ان دخلت وغیرہ میں تو اس صورت میں عاجز ہونے کی وجہ سے حانث ہوگا۔

اور نہر الفائق میں کہا کہ قانون کلی سے اس شخص کا حانث ہونا مستفاد ہوتا ہے کہ وہ آج کے دن اپنا قرض ادا کردے گا پھر وہ اس دن اپنی محتاجی کی وجہ سے ادائے قرض سے عاجز رہا اور قرض ادا نہیں کرسکا، یا پھر اس شخص کے مفقود ہونے کی وجہ سے عاجز رہا جو اس کو قرض دے سکے، بخلاف اس بحث کے جو البحر الرائق میں ہے لہٰذا اس مسئلہ میں غور وتامل کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ قسم سے حانث ہونے کی شرط اگر عدمی ہو بایں طور کے کسی نے کہا اگر میں فلاں کام نہ کروں تو تجھ کو طلاق ہے پھر وہ اس کام کے کرنے سے عاجز ہوگیا تو حانث ہوجائے گا اور طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر حانث ہونے کی شرط موجود ہو بایں طور کے یوں کہے کہ اگر میں فلاں کام کروں تو تجھ کو طلاق ہے پھر عاجز ومجبور ہوگیا اور وہ کام کرلیا تو اس صورت میں حانث نہیں ہوگا۔ (شامی: ۴/۶۴۶)

☆☆☆
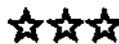
بَابُ طَلَاقِ الْمَرِيضِ

اس باب میں حضرت مصنفؒ مریض آدمی کے طلاق دینے کے احکام ومسائل بیان کریں گے، اسی مقصد کے تحت صاحب کتاب نے اس باب کو منعقد کیا ہے یہ اور بات ہے کہ اس کے اندر ضمناً دوسرے مسائل بھی آجائیں گے۔

عَنْوَنَ بِهِ لِأَصَالَتِهِ، وَيُقَالُ لَهُ الْفَارُّ لِفِرَارِهِ مِنْ إِرْثِهَا، فَيُرَدُّ عَلَيْهِ قَصْدُهُ إِلَى تَمَامِ عِدَّتِهَا، وَقَدْ يَكُونُ الْفِرَارُ مِنْهَا كَمَا سَيَجِيءُ (مِنْ غَالِبِ حَالِهِ الْهَلَاكُ بِمَرَضٍ أَوْ غَيْرِهِ بِأَنْ أَضْنَاهُ مَرَضٌ عَجَزَ بِهِ عَنْ إِقَامَةِ مَصَالِحِهِ خَارِجَ الْبَيْتِ) هُوَ الْأَصَحُّ كَعَجْزِ الْفَقِيهِ عَنِ الْإِتْيَانِ إِلَى الْمَسْجِدِ وَعَجْزِ السُّوقِيِّ عَنِ الْإِتْيَانِ إِلَى دُكَّانِهِ. وَفِي حَقِّهَا أَنْ تَعْجِزَ عَنْ مَصَالِحِهَا دَاخِلَهُ كَمَا فِي الْبَزَّازِيَّةِ، وَمُفَادُهُ أَنَّهَا لَوْ قَدَرَتْ عَلَى نَحْوِ الطَّبْخِ دُونَ صُعُودِ السَّطْحِ لَمْ تَكُنْ مَرِيضَةً. قَالَ فِي النَّهْرِ: وَهُوَ الظَّاهِرُ قُلْتُ: وَفِي آخِرِ وَصَايَا الْمُجْتَبَى: الْمَرَضُ الْمُعْتَبَرُ الْمُضْنِي الْمُبِيحُ لِصَلَاتِهِ قَاعِدًا وَالْمُقْعَدُ وَالْمَفْلُوجُ وَالْمَسْلُولُ إِذَا تَطَاوَلَ وَلَمْ يُقْعِدْهُ فِي الْفِرَاشِ كَالصَّحِيحِ ثُمَّ رَمَزَ شح: حَدُّ التَّطَاوُلِ سَنَةٌ. انْتَهَى وَفِي الْقُنْيَةِ: الْمَفْلُوجُ وَالْمَسْلُولُ وَالْمُقْعَدُ مَا دَامَ يَزْدَادُ كَالْمَرِيضِ (لَوْ بَارَزَ رَجُلًا أَقْوَى) مِنْهُ (أَوْ قُدِّمَ لِيُقْتَلَ مِنْ قِصَاصٍ أَوْ رَجْمٍ) أَوْ بَقِيَ عَلَى لَوْحٍ مِنَ السَّفِينَةِ أَوِ افْتَرَسَهُ سَبُعٌ وَبَقِيَ فِي فِيهِ (فَارٌّ بِالطَّلَاقِ) خَبَرُ مَنْ،

باب طلاق المریض کے عنوان منعقد کرنے کی وجہ

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس باب کا عنوان طلاق المریض اس لیے رکھا تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ اصالتاً اسی کے احکام ومسائل بیان کئے جائیں گے تبعاً اور ضمناً دوسرے مسائل بھی اس باب کے تحت آجائیں گے، حالت مرض میں طلاق دینے والے کو فار بھی کہتے ہیں یعنی بھاگنے والا کیوں کہ مرض الموت میں بیوی کو طلاق اس لیے دیتا ہے تاکہ بیوی اس کے مال کا وارث نہ ہوسکے، لہٰذا تکمیل عدت تک اس کا ارادہ اسی پر رد کیا جائے گا یعنی عورت عدت تک وارث قرار پائے گی اس کے طلاق دینے اور بھاگنے کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور کبھی فرار خود عورت کی طرف سے بھی ہوتا ہے اس باب میں اس کے مسائل بھی زیر بحث آئیں گے۔

مریض کی تعریف اصطلاح فقہاء میں

• جو شخص بیماری یا کسی اور وجہ سے ہلاکت کے بالکل قریب پہنچ چکا ہے، بایں طور کے مرض نے اس کو ایسا کمزور اور لاغر بنادیا کہ وہ گھر سے نکلنے مصالح اور کاروبار کے سنبھالنے سے بالکل مجبور وعاجز ہوچکا ہو، تو اس کو اصطلاح فقہاء میں اصح قول

کے مطابق مریض کہتے ہیں یہی تعریف زیادہ صحیح ہے، جیسے کہ فقیہ مسجد و مدرسہ آنے سے بالکل عاجز و مجبور ہو، بازاری آدمی اپنی دوکان چلانے اور وہاں جانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اور عورت کے حق میں مرض یہ ہے کہ وہ گھریلو کام وکاج جیسے کھانا پکانا جھاڑو وغیرہ دینا اور اس کے گھریلو کاموں سے عاجز ہو جائے تو وہ مریض ہے، جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

مذکورہ تعریف سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ عورت کھانے پکانے پر تو قادر ہے لیکن چھت پر نہیں چڑھ سکتی ہے تو اس پر از روئے شرع مریض کا اطلاق نہیں ہوگا یہی روایت النہر الفائق میں ہے اور یہی ظاہر الروایہ بھی ہے، (اس کے ذریعہ اس قول کو رد کیا ہے جو فتح القدیر میں ہے کہ اگر عورت کھانا پکانے پر قدرت رکھتی ہے لیکن چھت پر چڑھ نہیں سکتی ہے تو اس پر بھی مریض کا اطلاق ہوگا اور عورت مریضہ کہلائے گی)۔ (شامی: ۵/۵)

شارحؒ فرماتے ہیں کہ مجتبیٰ نامی کتاب کی کتاب الوصایا کے اخیر میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ وہ بیماری جس کا شریعت میں اعتبار ہے اور جس کو بیماری کہتے ہیں وہ ہے جس کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہو جائے اور جو اپاہج ہو جائے یا جس کو فالج پڑ جائے یا جس کو سل کی بیماری ہو، جب یہ تینوں بیماریاں طویل ہو جائیں اور بستر پر اس کو نہ ڈال دیا ہو تو وہ تندرست کے حکم میں ہے اور اس کی تحدید ایک سے کی گئی ہے اور قنیہ نامی کتاب میں ہے کہ مفلوج، مسلول، اور اپاہج کی بیماریاں جب تک بڑھتی رہے وہ مریض کے حکم میں ہے (اور فتاویٰ ہندیہ کے حوالہ سے علامہ شامی نے نقل کیا ہے کہ اپاہج اور مفلوج کی بیماریاں جب بڑھتی رہیں وہ مریض کے حکم میں ہے اور جب بیماری پرانی ہو جائیں اور اضافہ ہونا بند ہو جائے تو وہ تندرست کے حکم میں ہے)(شامی: ۵/۵)

طلاق سے بھاگنے والے کا حکم

جو شخص اپنے سے زیادہ مضبوط آدمی کا مقابلہ کرے، یا قصاص یا رجم میں قتل کے لیے پیش کیا گیا ہو، یا دریا میں صرف کشتی کا ایک تختہ رہ گیا ہو اور اس پر پڑا ہو یا اس کو کسی درندے نے بچھاڑ دیا ہو اور وہ اس کے منہ میں زندہ سلامت ہو ان تمام صورتوں میں ہلاک ہونا غالب ہے لہٰذا اس حالت میں طلاق دینا فار بالطلاق میں داخل ہے اس کو طلاق دینا جائز نہیں ہے اس لیے کہ عورت کا حق اس کے مال کے ساتھ متعلق ہو چکا ہے اب اس کے بعد طلاق دینا گویا وراثت سے محروم کرنا ہے جو درست نہیں ہے۔ فار بالطلاق یہ ترکیب میں من کی خبر ہے۔

وَ (لَا يَصِحُّ تَبَرُّعُهُ إِلَّا مِنَ الثُّلُثِ فَلَوْ أَبَانَهَا) وَهِيَ مِنْ أَهْلِ الْمِيرَاثِ عَلِمَ بِأَهْلِيَّتِهَا أَمْ لَا، كَأَنْ أَسْلَمَتْ أَوْ أُعْتِقَتْ وَلَمْ يَعْلَمْ (طَائِعًا) بِلَا رِضَاهَا، فَلَوْ أُكْرِهَ أَوْ رَضِيَتْ لَمْ تَرِثْ وَلَوْ أُكْرِهَتْ عَلَى رِضَاهَا أَوْ جَامَعَهَا ابْنُهُ مُكْرَهَةً وَرِثَتْ (وَهُوَ كَذَلِكَ) بِذَلِكَ الْحَالِ (وَمَاتَ) فِيهِ، فَلَوْ صَحَّ ثُمَّ مَاتَ فِي عِدَّتِهَا لَمْ تَرِثْ (بِذَلِكَ السَّبَبِ) مَوْتُهُ (أَوْ بِغَيْرِهِ) كَأَنْ يُقْتَلَ الْمَرِيضُ أَوْ يَمُوتَ بِجِهَةِ

أُخرَى فِي الْعِدَّةِ لِلْمَدْخُولَةِ (وَرِثَتْ هِيَ) مِنْهُ لَا هُوَ مِنْهَا لِرِضَاهُ بِإِسْقَاطِ حَقِّهِ. وَعِنْدَ أَحْمَدَ تَرِثُ بَعْدَ الْعِدَّةِ مَا لَمْ تَتَزَوَّجْ بِآخَرَ. (وَكَذَا) تَرِثُ (طَالِبَةً رَجْعِيَّةً) أَوْ طَلَاقٍ فَقَطْ (طَلُقَتْ) بَائِنًا (أَوْ ثَلَاثًا) لِأَنَّ الرَّجْعِيَّ لَا يُزِيلُ النِّكَاحَ حَتَّى حَلَّ وَطْؤُهَا، وَيَتَوَارَثَانِ فِي الْعِدَّةِ مُطْلَقًا، وَتَكْفِي أَهْلِيَّتُهَا لِلْإِرْثِ وَقْتَ الْمَوْتِ، بِخِلَافِ الْبَائِنِ (وَكَذَا) تَرِثُ (مُبَانَةٌ قَبَّلَتْ) أَوْ طَاوَعَتْ (ابْنَ زَوْجِهَا) لِمَجِيءِ الْحُرْمَةِ بِبَيْنُونَتِهِ.

تہائی مال سے زیادہ تبرع کرنے کا حکم

اور فار بالطلاق جس کے لیے طلاق دینا جائز نہیں ہے وہ ثلث مال سے زیادہ بطور تبرع کسی کو نہیں دے سکتا ہے جیسے کہ وقف نہیں کرسکتا ہے اور ثلث مال سے زیادہ بیوی کا مہر بھی مقرر نہیں کرسکتا ہے اور اگر کوئی شخص وارث کے لیے تبرع کرتا ہے یا وصیت کرتا ہے تو بالکل جائز نہیں ہے۔ (شامی:۵/۶)

پس اگر شوہر نے بیوی کو طلاق بائن دی اور بیوی میراث کے اہل تھی یعنی آزاد مسلمان تھی، شوہر اس کی اہلیت کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو مثلاً اس کی بیوی کتابیہ تھی مسلمان ہوگئی یا باندی تھی آزاد ہوگئی اور شوہر کو اس کا اسلام قبول کرنا یا باندی کا آزاد ہونا معلوم نہ ہو شوہر نے اس کو طلاق بخوشی دی ہو بیوی اس طلاق سے راضی نہ ہو تو اس صورت میں میراث کا حقدار ہوگی لیکن اگر شوہر کو طلاق پر مجبور کیا گیا یا بیوی خود اپنی طلاق پر راضی ہو تو ایسی صورت میں وہ میراث کا حقدار نہیں ہوگی کیوں کہ بیوی طلاق پر راضی ہو کر اپنا حق ضائع کر دیا لیکن اگر بیوی کو زبردستی راضی کیا گیا ہو، یا شوہر کے لڑکے نے اس کے ساتھ زبردستی جماع کرلیا تو اس صورت میں عورت وارث ہوگی کیوں کہ اس صورت میں عورت کی رضامندی پائی گئی ہے اور اگر شوہر اپنی بیماری میں اسی حال میں رہا اور اسی بیماری میں اس کا انتقال ہوگیا پس اگر شوہر تندرست ہوگیا پھر انتقال ہوگیا اور عورت عدت میں تھی تو اس صورت میں عورت وارث نہیں ہوگی۔

مرض الموت میں عورت کب وارث ہوتی ہے

شوہر کی وفات اسی بیماری کی وجہ سے ہوئی یا کسی اور سبب سے ہوئی جیسے بیمار تھا وہ قتل کر دیا گیا یا کسی اور سبب سے مدخولہ بیوی کی عدت شوہر کی وفات ہوگئی تو اس صورت میں مطلقہ بیوی شوہر کے مال کا وارث ہوگی البتہ شوہر بیوی کے مال میں وارث نہیں ہوگا یعنی اگر پہلے بیوی انتقال کر جائے تو شوہر صورت ہذا میں بیوی کے مال کا وارث نہیں ہوگا اس لیے کہ شوہر اپنے حق کو ساقط کرنے پر راضی ہے، اور حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جو شخص طلاق دے کر بیوی کو وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے اس کی بیوی عدت کے بعد بھی اس وقت تک شوہر کے مال میں وارث ہوگی جب تک کہ وہ دوسری شادی نہیں کرتی ہے اور

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ شادی کرنے کے بعد بھی وارث ہوگی۔

طلاق رجعی کا مطالبہ کرنے والی بیوی کا وارث ہونا

اسی طرح جس عورت نے اپنے شوہر سے طلاق رجعی کا مطالبہ کیا ہے یا صرف طلاق کا مطالبہ کیا ہے اور اس کو شوہر نے طلاق بائن یا طلاق مغلظہ تین دیدی ہے وہ بھی اپنے شوہر کے مال کا وارث ہوگی اس لیے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ مطلقہ رجعیہ سے وطی کرنا حلال اور جائز ہے اور یہاں میاں بیوی میں سے ہر ایک ایک دوسرے کی عدت کے اندر وارث ہوتے ہیں خواہ شوہر نے اس کو حالت صحت میں طلاق دی ہو یا بیماری کی حالت میں، خواہ شوہر نے طلاق اس کی رضا مندی سے دی ہو یا اس کی رضا مندی کے بغیر لہٰذا ان دونوں میں سے جس کا بھی انتقال ہوگا دوسرا اس کے مال کا وارث ہوگا بشرطیکہ مطلقہ رجعیہ عدت میں ہو، عدت گزر جانے کے بعد اگر انتقال ہوا تو ان دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کے مال کا وارث نہیں ہوگا اس لیے کہ عدت گزر جانے کے بعد نکاح ختم ہو چکا ہے (شامی: ۵/۹)

وراثت کی اہلیت

میراث کے مستحق ہونے کے لیے عورت کی اہلیت عند الموت بھی کافی ہوتی ہے اس کے برخلاف مطلقہ بائنہ کہ اس میں عند الطلاق اور عند الموت دونوں وقتوں میں اہلیت وراثت شرط ہے اسی طرح وہ مطلقہ بائنہ بھی شوہر کے مال کا وارث ہوگی جو اپنے شوہر کے بیٹے کا بوسہ لے لیا یا اس کو اپنے اوپر کنٹرول دے دیا کیوں کہ حرمت طلاق بائن کی وجہ سے آئی ہے یعنی پہلے شوہر نے اس کو طلاق بائن دے کر نکاح سے الگ کر دیا بعد میں عورت کا بوسہ لینا یا بخوشی جماع کروانا درحقیقت وراثت کو باطل کرنے والی نہیں ہے۔

(وَمَنْ لَاعَنَهَا فِي مَرَضِهِ أَوْ آلَى مِنْهُمَا مَرِيضًا كَذٰلِكَ) أَيْ تَرِثُهُ لِمَا مَرَّ (وَإِنْ آلَى فِي صِحَّتِهِ وَبَانَتْ بِهِ) بِالْإِيلَاءِ (فِي مَرَضِهِ أَوْ أَبَانَهَا فِي مَرَضِهِ فَصَحَّ فَمَاتَ أَوْ أَبَانَهَا فَارْتَدَّتْ فَأَسْلَمَتْ) فَمَاتَ (لَا) تَرِثُهُ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْمَرَضُ الَّذِي طَلَّقَهَا فِيهِ مَرَضَ الْمَوْتِ، فَإِذَا صَحَّ تَبَيَّنَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مَرَضَ الْمَوْتِ، وَلَا بُدَّ فِي الْبَائِنِ أَنْ تَسْتَمِرَّ أَهْلِيَّتُهَا لِلْإِرْثِ مِنْ وَقْتِ الطَّلَاقِ إِلَى وَقْتِ الْمَوْتِ، حَتَّى لَوْ كَانَتْ كِتَابِيَّةً أَوْ مَمْلُوكَةً وَقْتَ الطَّلَاقِ ثُمَّ أَسْلَمَتْ أَوْ أُعْتِقَتْ لَمْ تَرِثْ. كَمَا) لَا تَرِثُ (لَوْ طَلَّقَهَا رَجْعِيًّا) أَوْ لَمْ يُطَلِّقْهَا (فَطَاوَعَتْ) أَوْ قَبَّلَتْ (ابْنَهُ) لِمَجِيءِ الْفُرْقَةِ مِنْهَا (أَوْ أَبَانَهَا بِأَمْرِهَا) قَيَّدَ بِهِ لِأَنَّهَا لَوْ أَبَانَتْ نَفْسَهَا فَأَجَازَ وَرِثَتْ عَمَلًا بِإِجَازَتِهِ قُنْيَةٌ (أَوْ اخْتَلَعَتْ مِنْهُ أَوْ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا) وَلَوْ بِبُلُوغٍ وَعِتْقٍ وَجَبٍّ وَعُنَّةٍ لَمْ تَرِثْ لِرِضَاهَا (وَلَوْ) كَانَ الزَّوْجُ (مَحْصُورًا) بِحَبْسٍ (أَوْ فِي صَفِّ الْقِتَالِ) وَمِثْلُهُ حَالُ فُشُوِّ الطَّاعُونِ أَشْبَاهٌ (أَوْ قَائِمًا بِمَصَالِحِهِ خَارِجَ الْبَيْتِ

مُشْتَكِيًا) مِنْ أَلَمٍ (أَوْ مَحْمُومًا أَوْ مَحْبُوسًا بِقِصَاصٍ أَوْ رَجْمٍ لَا) تَرِثُ لِغَلَبَةِ السَّلَامَةِ (وَالْحَامِلُ لَا تَكُونُ فَارَّةً إِلَّا بِتَلَبُّسِهَا بِالْمَخَاضِ) وَهُوَ الطَّلْقُ، لِأَنَّهَا حِينَئِذٍ كَالْمَرِيضَةِ. وَعِنْدَ مَالِكٍ إِذَا تَمَّ لَهَا سِتَّةُ أَشْهُرٍ (إِذَا عَلَّقَ) الْمَرِيضُ (طَلَاقَهَا) الْبَائِنَ (بِفِعْلِ أَجْنَبِيٍّ) أَيْ غَيْرِ الزَّوْجَيْنِ وَلَوْ وَلَدَهَا مِنْهُ (أَوْ بِمَجِيءِ الْوَقْتِ وَ) الْحَالُ أَنَّ (التَّعْلِيقَ وَالشَّرْطَ فِي مَرَضِهِ أَوْ) عَلَّقَ طَلَاقَهَا (بِفِعْلِ نَفْسِهِ وَهُمَا فِي الْمَرَضِ أَوِ الشَّرْطِ فَقَطْ) فِيهِ (أَوْ عَلَّقَ بِفِعْلِهَا وَلَا بُدَّ لَهَا مِنْهُ) طَبْعًا أَوْ شَرْعًا كَأَكْلٍ وَكَلَامِ أَبَوَيْنِ (وَهُمَا فِي الْمَرَضِ أَوِ الشَّرْطِ) فِيهِ فَقَطْ (وَرِثَتْ) لِفِرَارِهِ، وَمِنْهُ مَا فِي الْبَدَائِعِ: إِنْ لَمْ أُطَلِّقْكِ أَوْ إِنْ لَمْ أَتَزَوَّجْ عَلَيْكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَلَمْ يَفْعَلْ حَتَّى مَاتَ وَرِثَتْهُ وَلَوْ مَاتَتْ هِيَ لَمْ يَرِثْهَا. (وَفِي غَيْرِهَا لَا تَرِثُ وَهُوَ مَا إِذَا كَانَا فِي الصِّحَّةِ أَوِ التَّعْلِيقِ فَقَطْ أَوْ بِفِعْلِهَا وَلَهَا مِنْهُ بُدٌّ) وَ- صِلُهَا سِتَّةَ عَشَرَ لِأَنَّ التَّعْلِيقَ إِمَّا بِمَجِيءِ وَقْتٍ أَوْ بِفِعْلِ أَجْنَبِيٍّ أَوْ بِفِعْلِهِ أَوْ بِفِعْلِهَا، وَكُلُّ وَجْهٍ عَلَى أَرْبَعَةٍ، لِأَنَّ التَّعْلِيقَ وَالشَّرْطَ إِمَّا فِي الصِّحَّةِ أَوِ الْمَرَضِ أَوْ أَحَدِهِمَا، وَقَدْ عُلِمَ حُكْمُهَا

حالت مرض میں لعان اور ایلاء کا حکم شرعی

اور جس شخص نے اپنے مرض کی حالت میں بیوی سے لعان کیا، یا ایلاء کیا تو اس کا حکم بھی گزشتہ مسئلوں کے حکم کی طرح ہے یعنی اس صورت میں عورت وارث ہوگی اس لیے کہ فرقت شوہر کی طرف سے آئی ہے نہ کہ عورت کی طرف سے، (اور قذف یعنی تہمت لگانا حالت صحت میں ہو اور لعان مرض کی حالت میں ہو تو وارث نہیں ہوگی جیسا کہ النہر الفائق میں ہے) (شامی:۵/۱۰)

اور اگر شوہر نے اپنی حالت صحت کے زمانہ میں ایلاء کیا اور اس ایلاء کی وجہ سے بیوی اس کی حالت مرض ہی میں بائنہ ہوگئی یا بیوی کو اپنی بیماری کی حالت میں ہی طلاق بائنہ دیدی، پھر شوہر رو بہ صحت ہو گیا اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا یا شوہر نے طلاق بائن دی اس کے بعد عورت العیاذ باللہ مرتد ہوگئی پھر اسلام قبول کر لیا اس کے بعد شوہر کا انتقال ہوتا ہے تو مذکورہ تمام صورتوں میں بیوی شوہر کے مال میں وارث نہیں ہوگی، اس لیے کہ وارث ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ جس بیماری میں اس نے بیوی کو طلاق دی ہے اس میں اس کی موت بھی ہو، لیکن جب شوہر صحت یاب ہو گیا تو یہ بات ظاہر ہوگئی، کہ وہ مرض جس میں طلاق واقع ہوئی ہے وہ مرض الموت نہیں تھا اس لیے وارث نہیں ہوگی۔

ارتداد کی صورت میں حق وراثت سے محرومی

ارتداد کی صورت میں بیوی اس لیے وارث نہیں ہوگی کہ طلاق بائن میں یہ ضروری ہے کہ طلاق بائن کے واقع ہونے کے لیے وقت سے لے کر موت کے وقت تک عورت میں وارث ہونے کی اہلیت اور صلاحیت باقی رہے، حتی کہ اگر عورت بوقت

طلاق بائن کتابیہ یا باندی ہو، پھر کتابیہ مشرف باسلام ہوجائے یا باندی آزادی کی دولت سے مالا مال ہوجائے تو وارث نہیں ہوگی اس وجہ سے کہ اسلام کی دولت اور آزادی کی نعمت طلاق کے وقت سے لے کر موت تک برابر ثابت نہ رہی تو ان دونوں میں حق وراثت کی اصلیت اور صلاحیت طلاق سے لے کر موت تک برابر نہ رہی کیوں کہ ایک پہلے کافرہ تھی دوسری باندی تھی اور کفر اور مملوک دونوں ہی مانع ارث ہے۔

جب مرض الموت میں جدائی عورت کی طرف سے آئے تو کیا حکم ہے

جس طرح کہ اگر شوہر نے عورت کو طلاق رجعی دی ہے یا اس کو کوئی طلاق ہی نہیں دی لیکن عورت بخوشی اپنے شوہر کے بیٹے کو اپنے اوپر جماع کی قدرت دیدی یا اس کے بیٹے نے اس کا بوسہ لے لیا تو چوں کہ اس صورت میں جدائی کا سبب عورت کی طرف سے آیا ہے اس لیے عورت شوہر کے مال کا وارث نہیں ہوگی یا شوہر نے عورت کے حکم سے اس کو طلاق بائنہ دے دی۔ تو اس صورت میں بھی وہ وارث نہیں ہوگی اور عورت کے حکم کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر عورت خود اپنے آپ کو طلاق بائن دے اور شوہر اس کو نافذ کردے تو عورت وارث ہوگی اس لیے کہ یہاں مرد کی اجازت پر عمل ہوا ہے یعنی زوال نکاح اجازت شوہر سے ہوا ہے عورت کو اپنے آپ کو طلاق دینے سے نہیں ہوا ہے، جیسا کہ یہ مسئلہ قنیہ نامی کتاب میں مذکور ہے۔

عورت کی طرف سے خلع اور خیار بلوغ کی صورت میں حق وراثت

یا عورت نے شوہر سے خلع کرلیا یا اس نے اپنی ذات کو اختیار کرلیا جن صورتوں میں شرعی اعتبار سے اختیار حاصل ہوتا ہے جیسے کہ خیار بلوغ، خیار عتق، یا شوہر مقطوع الذکر ہو یا عنین ہو یعنی نامرد ہو، تو ان صورتوں میں عورت وارث نہیں ہوگی اس لیے کہ مذکورہ کام عورت نے خود اپنی مرضی سے کیا ہے۔

قید وغیرہ کی صورت میں شوہر کی موت

اگر شوہر قید کی وجہ سے محصور ہو یا وہ قتال کی صف میں ہو یا بہت زیادہ طاعون وغیرہ کی صورت ہو جس کی وجہ سے شوہر گھر سے باہر ہو، یا گھریلو ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر ہو، یا شوہر تکلیف میں ہو، یا بخار میں ہو، یا قصاص یا رجم کی وجہ سے قید میں بند ہو تو ان تمام صورتوں میں بھی عورت وارث نہیں ہوگی اس لیے کہ مذکورہ تمام حالات سلامتی اور شوہر کے بچ جانے کا غالب گمان ہے یعنی مذکورہ صورت میں شوہر طلاق دیدے اور عدت کے اندر فوت ہوجائے تو عورت وارث نہیں ہوگی غلبہ سلامتی کی وجہ سے۔

حاملہ عورت کا فرار شریعت کی نظر میں

حاملہ عورت فارہ نہیں ہوتی ہے مگر جب وہ دردزہ میں مبتلا ہو، کیوں کہ ایسے وقت میں وہ بیمار کے حکم میں ہے کیوں کہ اس

حالت میں وہ گھریلو کام کاج نہیں کرسکتی ہے اور حضرت امام مالکؒ کے نزدیک جب حمل کی مدت چھ ماہ مکمل ہو چکی ہے تو عورت فارہ کہلاتی ہے اس سے پہلے نہیں ہے۔

مرض الموت میں طلاق کو اجنبی کے فعل پر معلق کرنے کا حکم

مریض شوہر نے اپنی بیوی کی طلاق بائن کو کسی اجنبی شخص کے فعل پر معلق کیا یعنی میاں بیوی کے علاوہ پر خواہ وہ اجنبی شخص اس عورت کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اور اسی شوہر سے کیوں نہ ہو یا طلاق کو کسی مخصوص وقت کی آمد پر معلق کیا مثلاً ابتدائے قدوم حاج پر اور حال یہ ہے کہ تعلیق اور شرط حالت مرض میں ہوئی ہو، یا بیوی کی طلاق کو اپنے کسی فعل پر معلق کیا ہو، اور تعلیق اور فعل بیماری کے زمانہ میں ہوا ہو، یا صرف شرط حالت مرض میں پائی گئی ہو، یا طلاق کو عورت کے کسی فعل پر معلق کیا ہو، اور وہ فعل ایسا ہو کہ اس کے بغیر عورت کو کوئی خلاصی اور چھٹکارہ نہ ہو خواہ بتقضائے بشریت ایسا ہو، یا باعتبار شریعت جیسے کھانا اور والدین سے کلام کرنا، تعلیق اور شرط دونوں حالت مرض میں ہو یا صرف شرط حالت مرض میں ہو تو ان تمام صورتوں میں عورت شوہر کے مال میں وارث ہوگی کیوں کہ شوہر ان حالات میں طلاق دے کر راہ فرار اختیار کرنا چاہتا ہے

اور فرار کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے جو بدائع الصنائع میں مذکور ہے کہ اگر شوہر نے بیوی سے یوں کہا کہ اگر میں تجھ کو طلاق نہ دوں یا تیری موجودگی میں دوسرا نکاح نہ کروں تو تجھ کو تین طلاق ہے پھر شوہر نے اس کو نہیں کیا یعنی نہ تو طلاق دی اور نہ ہی شادی کی، تا آں کہ اس کو موت واقع آ گئی تو اس صورت میں عورت اس کے مال کا وارث ہوگی ہاں اگر اس صورت میں عورت کا انتقال ہو جائے تو شوہر اس کے مال کا وارث نہیں ہوگا کیوں کہ وہ طلاق اور شادی کے چھوڑنے کی وجہ سے اپنا حق اپنی رضامندی سے ساقط کرنے والا ہوگا، اور اس کے علاوہ دوسری صورتوں میں عورت شوہر کے مال کا وارث نہیں ہوگی اور وہ یہ ہے کہ تعلیق اور شرط دونوں حالت صحت میں پائی جائے خواہ تعلیق کسی اجنبی شخص کے فعل پر ہو، یا وقت کی آمد پر ہو، یا تعلیق صرف بیوی کے فعل پر کی ہو، یا تعلیق صرف حالت صحت میں پائی گئی ہو، یا تعلیق عورت کے ایسے فعل پر ہو جو اس کے لیے کرنا لازم اور ضروری ہو، اور اس کی کل سولہ صورتیں نکلیں گی۔

تعلیق کی سولہ صورتوں کی تفصیل

حاصل کلام یہ ہے کہ تعلیق کی کل سولہ صورتیں ہیں اس لیے کہ تعلیق یا تو وقت کی آمد پر ہوگی، یا کسی اجنبی شخص کے فعل پر، یا شوہر کے فعل پر، یا بیوی کے فعل پر، یہ کل چار صورتیں ہوئیں، اور ان میں سے ہر ایک وجہ میں چار طریقے ہیں (۱) تعلیق اور شرط دونوں حالت صحت میں پائی گئی ہوں، (۲) دونوں حالت مرض میں پائی گئیں ہوں، (۳) تعلیق حالت مرض میں ہو اور شرط حالت صحت میں پائی گئی ہو (۴) شرط حالت مرض میں پائی گئی ہو اور تعلیق صحت کی حالت میں، چار کو چار میں ضرب دینے سے

کل سولہ صورتیں نکلیں گی چھ صورتوں میں عورت وارث ہوگی اور دس صورتوں میں وارث نہیں ہوی (وہ چھ صورتیں جن میں عورت وارث ہوگی حسب ذیل ہیں)

(۱) تعلیق کسی اجنبی کے فعل پر ہواور تعلیق واجنبی کا فعل دونوں حالت مرض میں پائے گئے ہوں

(۲) تعلیق وقت کی آمد پر ہواور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوتو عورت وارث ہوگی

(۳) تعلیق کی ہواپنے فعل پر اور شرط اور تعلیق دونوں حالت مرض میں ہوتو وارث ہوگی

(۴) شوہر نے تعلیق اپنے کسی فعل پر کی ہو، مگر تعلیق حالت صحت میں ہوئی ہواور شرط حالت مرض میں پائی جائے تب بھی عورت وارث ہوگی۔

(۵) تعلیق عورت کے فعل پر کی ہو، اور تعلیق وشرط دونوں مرض کی حالت میں ہوئی ہوتو عورت وارث ہوگی

(۶) تعلیق عورت کے فعل پر کی ہو، مگر تعلیق صحت کی حالت میں ہوئی ہواور شرط حالت مرض میں ہوئی ہوتو اس صورت میں بھی عورت وارث ہوگی۔

وہ دس صورتیں جن میں عورت وارث نہیں ہوگی

(۱) تعلیق کسی اجنبی شخص کے فعل پر ہو مگر یہ تعلیق اور فعل دونوں صحت میں ہوئی ہوتو عورت وارث نہیں ہوگی۔

(۲) تعلیق کسی اجنبی شخص کے فعل پر کی ہولیکن تعلیق حالت صحت میں ہوئی ہواور شرط بیماری میں تو بھی عورت وارث نہیں ہوگی۔

(۳) تعلیق کسی اجنبی کے فعل پر کی ہو، لیکن تعلیق حالت مرض میں ہوئی ہواور شرط حالت صحت میں پائی گئی تو بھی عورت وارث نہیں ہوگی۔

(۴) تعلیق وقت کی آمد پر ہواور تعلیق وشرط دونوں حالت صحت میں ہوئی ہوتو بھی وارث نہیں ہوگی

(۵) تعلیق وقت کی آمد پر ہواور تعلیق وشرط دونوں حالت صحت میں ہوئی ہوتو بھی وارث نہیں ہوگی۔

(۶) تعلیق وقت کی آمد پر ہولیکن تعلیق حالت مرض میں ہوئی ہواور شرط حالت صحت میں تو بھی وارث نہیں ہوگی

(۷) تعلیق اپنے ہی کسی فعل پر کی ہولیکن تعلیق وشرط دونوں صحت کی حالت میں ہوئی ہوتو وارث نہ ہوگی

(۸) تعلیق اپنے ہی کسی فعل پر کی ہولیکن تعلیق مرض کی حالت میں ہوئی ہواور شرط صحت کی حالت میں، تو بھی وارث نہ ہوگی

(۹) تعلیق عورت کے کسی فعل پر کی ہو مگر تعلیق اور شرط دونوں صحت کی حالت میں ہوئی ہوتو بھی عورت وارث نہ ہوگی

(۱۰) تعلیق عورت کے فعل پر کی ہو مگر حالت مرض میں ہوئی ہواور شرط حالت صحت میں تب بھی وارث نہ ہوگی

(قَالَ لَهَا فِي صِحَّتِهِ إنْ شِئْت) أَنَا (وَفُلَانٌ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا ثُمَّ مَرِضَ فَشَاءَ الزَّوْجُ وَالْأَجْنَبِيُّ الطَّلَاقَ مَعًا أَوْ شَاءَ الزَّوْجُ ثُمَّ الْأَجْنَبِيُّ ثُمَّ مَاتَ الزَّوْجُ لَا تَرِثُ، وَإِنْ شَاءَ الْأَجْنَبِيُّ أَوَّلًا ثُمَّ الزَّوْجُ

وَرِثَتْ) كَذَا فِي الْخَانِيَّةِ، وَالْفَرْقُ لَا يَخْفَى إِذْ بِمَشِيئَةِ الْأَجْنَبِيِّ أَوَّلًا صَارَ الطَّلَاقُ مُعَلَّقًا عَلَى فِعْلِهِ فَقَطْ. (تَصَادَقَا) أَيْ الْمَرِيضُ مَرَضَ الْمَوْتِ وَالزَّوْجَةُ (عَلَى ثَلَاثٍ فِي الصِّحَّةِ وَ) عَلَى (مُضِيِّ الْعِدَّةِ ثُمَّ أَقَرَّ لَهَا بِدَيْنٍ) أَوْ عَيْنٍ (أَوْ وَصَّى لَهَا بِشَيْءٍ فَلَهَا الْأَقَلُّ مِنْهُ) أَيْ مِمَّا أَقَرَّ أَوْ أَوْصَى (وَمِنَ الْمِيرَاثِ) لِلتُّهْمَةِ وَتَعْتَدُّ مِنْ وَقْتِ إِقْرَارِهِ بِهِ يُفْتَى وَلَوْ مَاتَ بَعْدَ مُضِيِّهَا فَلَهَا جَمِيعُ مَا أَقَرَّ أَوْ أَوْصَى عِمَادِيَّةٌ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ بِمَرَضِ مَوْتِهِ صَحَّ إِقْرَارُهُ وَوَصِيَّتُهُ، وَلَوْ كَذَّبَتْهُ لَمْ يَصِحَّ إِقْرَارُهُ شَرْحُ الْمَجْمَعِ وَفِي الْفُصُولِ: ادَّعَتْ عَلَيْهِ مَرِيضًا أَنَّهُ أَبَانَهَا فَجَحَدَ وَحَلَّفَهُ الْقَاضِي فَحَلَفَ ثُمَّ صَدَّقَتْهُ وَمَاتَ تَرِثُهُ لَوْ صَدَّقَتْهُ قَبْلَ مَوْتِهِ لَا لَوْ بَعْدَهُ. (كَمَنْ طَلَّقَتْ ثَلَاثًا بِأَمْرِهَا فِي مَرَضِهِ ثُمَّ أَوْصَى لَهَا أَوْ أَقَرَّ) فَإِنَّ لَهَا الْأَقَلَّ. (قَالَ صَحِيحٌ لِامْرَأَتَيْهِ إِحْدَاكُمَا طَالِقٌ ثُمَّ بَيَّنَ) الطَّلَاقَ (فِي مَرَضِهِ) الَّذِي مَاتَ فِيهِ (فِي إِحْدَاهُمَا صَارَ فَارًّا بِالْبَيَانِ فَتَرِثُ مِنْهُ) كَافِيٌّ، وَمُفَادُهُ أَنَّهُ لَوْ حَلَفَ صَحِيحًا وَحَنِثَ مَرِيضًا فَبَيَّنَهُ فِي إِحْدَاهُمَا صَارَ فَارًّا وَلَمْ أَرَهُ نَهْرٌ (وَلَا يُشْتَرَطُ عِلْمُهُ) أَيْ الزَّوْجِ (بِأَهْلِيَّتِهَا) أَيْ الْمَرْأَةِ لِلْمِيرَاثِ (فَلَوْ طَلَّقَهَا بَائِنًا فِي مَرَضِهِ وَقَدْ كَانَ سَيِّدُهَا أَعْتَقَهَا قَبْلَهُ) أَوْ كَانَتْ كِتَابِيَّةً فَأَسْلَمَتْ (وَلَمْ يَعْلَمْ بِهِ كَانَ فَارًّا) فَتَرِثُهُ ظَهِيرِيَّةٌ، بِخِلَافِ مَا لَوْ قَالَ لِأَمَتِهِ أَنْتِ حُرَّةٌ غَدًا وَقَالَ الزَّوْجُ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا بَعْدَ غَدٍ (وَإِنْ عَلِمَ بِكَلَامِ الْمَوْلَى كَانَ فَارًّا وَإِلَّا) يَعْلَمْ (لَا) تَرِثُ خَانِيَّةٌ. وَلَوْ عَلَّقَهُ بِعِتْقِهَا أَوْ بِمَرَضِهِ أَوْ وَكَّلَهُ بِهِ وَهُوَ صَحِيحٌ فَأَوْقَعَهُ حَالَ مَرَضِهِ قَادِرًا عَلَى عَزْلِهِ كَانَ فَارًّا

تعلیق کی صورت میں حق وراثت

شوہر نے بیوی کو صحت کی حالت میں کہا اگر میں اور فلاں چاہیں تو تم کو تین طلاق ہے اس کہنے کے بعد شوہر بیمار ہو گیا اس کے بعد اس نے اور فلاں اجنبی شخص دونوں نے ایک ساتھ طلاق چاہا یا پہلے شوہر نے چاہا پھر فلاں نے چاہا اس کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں عورت وارث نہیں ہوگی اور اگر پہلے اجنبی شخص نے طلاق کو چاہا اس کے بعد شوہر نے طلاق کو چاہا تو اس صورت میں عورت شوہر کے مال کا وارث ہوگی جیسا کہ فتاوی خانیہ میں ہے اور دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہے کہ پہلے فلاں اجنبی شخص کے چاہنے سے اب طلاق شوہر کے فعل پر معلق ہو گئی گویا وقوع طلاق کی علت صرف شوہر کا فعل ہوا بخلاف پہلی صورت کے اس میں شوہر کا چاہنا علت کا جز ہے۔

وصیت واقرار کی صورت میں کیا حکم ہے

جو مرض الموت میں مبتلا تھا وہ اور اس کی بیوی دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ صحت کی حالت میں تین طلاق ہوئی اور

عدت گزر گئی، پھر اس کے بعد شوہر نے بیوی کے لیے قرض کا اقرار کیا یا کسی عین کا اقرار کیا یا شوہر نے بیوی کے لیے کسی چیز کی وصیت کی تو ایسی صورت میں وصیت واقرار اور میراث میں سے جو سب سے زیادہ کم ہو وہی عورت کو ملے گا یعنی اگر اقرار وصیت کا مال کم ہے تو اس میں سے ملے گا اور اگر میراث کا مال کم ہے تو اس میں سے ملے گا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ شاید عورت طلاق کا اظہار اس وجہ سے کر رہی ہو تا کہ اقرار اور وصیت درست ہو جائے اس لیے کہ اقرار وصیت وارث کے لیے درست نہیں ہے اور جس وقت سے شوہر نے اقرار کیا ہے اسی وقت سے عورت کی عدت شروع ہوگی اس قول پر فتوی ہے اور اگر شوہر عدت گزر جانے کے بعد مرا ہے تو بیوی کے لیے وہ تمام مال ہوگا جس کا شوہر نے اقرار کیا ہے یا جس کی وصیت کی ہے اس لیے کہ عدت گزر جانے کے بعد نکاح ختم ہو گیا اور عورت اجنبیہ ہو گئی لہٰذا وہ وارث نہیں ہوگی اس لیے وصیت واقرار اس کے حق میں درست ہوگی اسی وجہ سے وصیت شدہ تمام مال کا بیوی مالک ہوگی جیسا کہ فتاوی عمادیہ میں ہے۔

اور اگر زوجین کا اتفاق مرض الموت میں نہ ہوا ہو تو شوہر کا اقرار اور اس کی وصیت درست ہوگی۔ اور اگر شوہر بحالت صحت دعوئی کیا تھا کہ طلاق اور عدت ختم ہو چکی ہے اور بیوی اس کے اس قول کی تکذیب کی تھی تو پھر شوہر کا اقرار صحیح نہیں ہوگا جیسا کہ شرح المجمع میں ہے۔

اور فصول نامی کتاب میں ہے کہ بیوی نے شوہر پر دعوئی کیا ہے جب کہ شوہر بیمار تھا کہ اس نے اس کو طلاق بائن دی ہے لیکن شوہر اس کا انکار کرتا ہے کہ اس نے طلاق نہیں دی ہے، اور قاضی صاحب نے شوہر سے عدم تطلیق پر قسم لی ہے اور قسم کھالیا اس کے بعد بیوی نے تصدیق کی ہے ہاں شوہر طلاق بائن نہیں دی ہے اس کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں عورت شوہر کے مال کا وارث ہوگی بشرطیکہ شوہر کی موت سے قبل طلاق نہ دینے کی تصدیق کی ہو، اور اگر شوہر کے مرنے کے بعد اس کی تصدیق کی ہو تو وارث نہیں ہوگی، اور یہ مسئلہ تصادق اس عورت کی طرح ہے جس کو اس کے شوہر نے اسی کے حکم سے تین طلاق اپنے مرض کی حالت دی ہو پھر شوہر اس کے لیے اقرار کیا یا وصیت کی تو اس صورت میں مال میراث اور مال وصیت میں سے جو کم ہوگا وہ عورت کو ملے گا۔

دو بیویوں میں ایک طلاق کی صورت

ایک بالکل صحیح تندرست شخص نے اپنی دو بیویوں سے کہا تم میں سے ایک کو طلاق ہے، پھر اس نے اسی مرض الموت میں ان دونوں میں سے ایک کی تعیین کر دی ہے جس میں اس کی وفات ہوئی ہے تو اس صورت میں شوہر اپنے اس بیان کی وجہ سے بھاگنے والا ہوگا لہٰذا عورت اس کی وارث ہوگی، جیسا کہ کافی نامی کتاب میں ہے، اور اس سے یہ مسئلہ مستفاد ہوا کہ اگر شوہر نے حالت صحت میں قسم کھائی اور بیماری کی حالت میں حانث ہوا پھر اس نے تعلیق مبہم کی وضاحت کر دی کہ میری مراد فلاں عورت تھی تو اس صورت میں شوہر بھاگنے والا ہوگا شارح فرماتے ہیں کہ میں نے اس مسئلہ کو کتب فقہ میں کہیں نہیں دیکھا جیسا کہ النہر الفائق میں ہے۔

بیوی کی وراثت کا مسئلہ

اور اس کے اندر یہ شرط نہیں ہے کہ شوہر بیوی کے میراث کی اہلیت ہونے کو جانتا ہو چنانچہ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو بیماری کی حالت میں طلاق دیدی اور اس عورت کو اس کے آقا نے اس سے قبل آزاد کر دیا یا کتابیہ تھی اور بعد میں مسلمان ہوگئی اور شوہر کو اس کے آزاد ہونے اور مسلمان ہونے کا علم نہ ہو تو بھی شوہر بھاگنے والا شمار ہوگا اور عورت اس کے مال کی وارث ہوگی۔ جیسا کہ فتاویٰ ظہیریہ میں ہے۔

اس کے برخلاف یہ صورت ہے کہ آقا نے اپنی باندی سے کہا تو کل آنے والا دن آزاد ہے اور شوہر نے کہا کل آئندہ کے بعد پرسوں تم کو طلاق ہے تو اس صورت میں اگر شوہر اس کے آقا کی بات جانتا تھا پھر اس نے ایسا کیا تو بھاگنے والا شمار ہوگا اور بیوی وارث ہوگی اور اگر شوہر اس کے آقا کے متعلق نہیں جانتا تھا تو پھر عورت وارث نہیں ہوگی جیسا کہ فتاویٰ خانیہ میں ہے۔

اگر شوہر اپنی بیوی کی طلاق کو اس کی آزادی پر معلق کیا یا اپنی بیماری پر معلق کیا، یعنی یوں کہا جب تو آزاد ہوگی تو تم کو طلاق ہے یا جب میں بیمار ہوں گا تب تم کو طلاق ہے یا شوہر نے کسی دوسرے آدمی کو اپنی بیوی کی طلاق کا وکیل بنایا جب وہ تندرست تھا اور وکیل نے اس وقت طلاق دی جب کہ وہ بیمار تھا لیکن وہ وکیل کو معزول اور سبکدوش کرنے پر قادر تھا اس کے باوجود اس نے وکیل کو معزول نہیں کیا تو وہ فار بالطلاق ہوگا گویا طلاق واقع کر کے اس کو حق وراثت سے محروم کرنا چاہ رہا ہے اس لیے شریعت نے کہا کہ وہ وارث ہوگی۔

(وَلَوْ بَاشَرَتْ) الْمَرْأَةُ (سَبَبَ الْفُرْقَةِ وَهِيَ) أَيْ وَالْحَالُ أَنَّهَا (مَرِيضَةٌ وَمَاتَتْ قَبْلَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ وَرِثَهَا) الزَّوْجُ (كَمَا إذَا وَقَعَتْ الْفُرْقَةُ) بَيْنَهُمَا (بِاخْتِيَارِهَا نَفْسَهَا فِي خِيَارِ الْبُلُوغِ وَالْعِتْقِ أَوْ بِتَقْبِيلِهَا) أَوْ مُطَاوَعَتِهَا (ابْنَ زَوْجِهَا) وَهِيَ مَرِيضَةٌ لِأَنَّهَا مِنْ قِبَلِهَا وَلِذَا لَمْ يَكُنْ طَلَاقًا (بِخِلَافِ وُقُوعِ الْفُرْقَةِ) بَيْنَهُمَا (بِالْجَبِّ وَالْعُنَّةِ وَاللِّعَانِ) فَإِنَّهُ لَا يَرِثُهَا (عَلَى) مَا فِي الْخَانِيَةِ وَالْفَتْحِ عَنْ الْجَامِعِ وَجَزَمَ بِهِ فِي الْكَافِي. قَالَ فِي الْبَحْرِ: فَكَانَ هُوَ (الْمَذْهَبَ) لِأَنَّهَا طَلَاقٌ فَكَانَتْ مُضَافَةً إلَيْهِ (وَقِيلَ) قَائِلُهُ الزَّيْلَعِيُّ (هُوَ كَالْأَوَّلِ) فَيَرِثُهَا (وَلَوْ ارْتَدَّتْ ثُمَّ مَاتَتْ أَوْ لَحِقَتْ بِدَارِ الْحَرْبِ فَإِنْ كَانَتْ الرِّدَّةُ فِي الْمَرَضِ وَرِثَهَا زَوْجُهَا) اسْتِحْسَانًا (وَإِلَّا) بِأَنْ ارْتَدَّتْ فِي الصِّحَّةِ (لَا) يَرِثُهَا بِخِلَافِ رِدَّتِهِ فَإِنَّهَا فِي مَعْنَى مَرَضِ مَوْتِهِ فَتَرِثُهُ مُطْلَقًا. وَلَوْ ارْتَدَّا مَعًا، فَإِنْ أَسْلَمَتْ هِيَ وَرِثَتْهُ وَإِلَّا لَا خَانِيَّةٌ (قَالَ آخِرُ امْرَأَةٍ أَتَزَوَّجُهَا طَالِقٌ ثَلَاثًا فَنَكَحَ امْرَأَةً ثُمَّ أُخْرَى ثُمَّ مَاتَ الزَّوْجُ) طَلُقَتْ الْأُخْرَى (عِنْدَ التَّزَوُّجِ) وَ (لَا يَصِيرُ فَارًّا) خِلَافًا لَهُمَا لِأَنَّ الْمَوْتَ مَعْرُوفٌ وَاتِّصَافُهُ بِالْآخِرِيَّةِ مِنْ

وَقْتِ الشَّرْطِ فَيَثْبُتُ مُسْتَنِدًا دُرَرٌ.

مرض الموت کی طلاق میں مرد کا وارث ہونے کا حکم

اور اگر عورت خود فرقت کا سبب بنی ہے اور حال یہ ہے کہ وہ بیمار تھی، اور اپنی عدت پوری کرنے سے قبل انتقال کر گئی تو اس کا شوہر اس کے مال کا وارث ہوگا، جیسے کہ زوجین کے درمیان فرقت اس سبب سے ہو کہ بیوی نے اپنا خیار بلوغ اختیار کیا ہے یا خیار عتق اختیار کیا ہے اس نے شوہر کے لڑکے کا بوسہ لیا ہے یا بخوشی اپنے شوہر کے لڑکے کو اپنے اوپر قدرت دیدی ہو اور عورت اس وقت بیمار تھی تو اس صورت میں شوہر بیوی کے مرنے کے بعد اس کے مال کا وارث ہوگا اس لیے کہ یہاں فرقت کا سبب عورت کی طرف سے آیا ہے اور وہ طلاق نہیں ہوتی ہے کیوں کہ عورت طلاق واقع کرنے کا مالک نہیں ہوتی ہے یہ جدائی فسخ نکاح ہے۔

اس کے برخلاف اگر زوجین کے درمیان جدائی کا سبب شوہر کا مقطوع الذکر ہونا یا عنین ہونا ہو یا لعان ہو تو شوہر بیوی کے مال کا وارث نہیں ہوگا جیسا کہ فتاوی خانیہ اور فتح القدیر میں ہے اور وارث نہ ہونے پر کافی نامی کتاب میں یقین کیا ہے، اور صاحب البحر الرائق نے کہا ہے کہ یہی مذہب ہے اس لیے کہ یہ جدائی طلاق کے حکم میں ہے لہٰذا یہ فرقت شوہر کی طرف منسوب ہوگی اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے قائل علامہ زیلعیؒ ہیں اور یہ پہلی فرقت کی طرح ہے لہٰذا شوہر وارث ہوگا مگر یہ قول نہایت ضعیف ہے۔

حالت ارتداد میں میراث کا شرعی حکم

اگر عورت العیاذ باللہ اسلام سے پھر گئی، پھر مر گئی یا اسلام سے پھر جانے کے بعد دار الحرب سے جا ملی پس اگر اسلام سے پھرنا زمانہ مرض میں ہوا تو شوہر بطور قیاس استحسان اس کا وارث ہوگا قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ شوہر وارث نہیں ہوگا اس لیے کہ کافر ومؤمن کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوتی ہے اور اگر حالت مرض میں اسلام سے نہیں پھری بلکہ زمانہ صحت میں اسلام سے پھری ہے تو اس صورت میں شوہر وارث نہیں ہوگا البتہ اگر شوہر اسلام سے پھرا ہے تو بیوی وارث ہوگی اس لیے کہ اس کا اسلام سے پھرنا مرض الموت کے درجہ میں ہے، اور اگر میاں بیوی دونوں ایک ساتھ اسلام سے پھرے ہوں پس اگر عورت نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا تو شوہر کے مال کا وارث ہوگی اور اگر شوہر مسلمان ہوا تو وہ بیوی کے مال میں سے وارث نہیں ہوگا جیسا کہ فتاوی خانیہ میں ہے۔

پچھلی والی عورت کو طلاق واقع ہونے کی صورت

ایک شخص نے کہا کہ آخری عورت جس سے میں نکاح کروں اس کو تین طلاق ہے اس کے بعد اس نے ایک عورت سے نکاح کر لیا، اس کے بعد دوسری عورت سے نکاح کر لیا، پھر شوہر کا انتقال ہو گیا تو نکاح کرتے ہی دوسری بیوی مطلقہ ہو جائے گی اور شوہر فار بالطلاق نہیں کہا جائے گا لہٰذا اس صورت میں عورت وارث نہیں ہوگی، اس مسئلہ میں حضرات صاحبین کا اختلاف ہے ان کے نزدیک طلاق موت کے وقت واقع ہوگی اس لیے کہ یہی وقت آخریت کا تحقق ہوگا لہٰذا شوہر فار ہوگا اور بیوی وارث

ہوگی اور اس کے لیے ایک مہر واجب ہوگی۔(شامی:۵/۲۱)

کیوں کہ شوہر کے مرنے کے بعد یہ متعین ہوگیا کہ آخری عورت یہی دوسری ہے اور تعلیق اس پر عائد ہوگی خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک طلاق واقع ہوگی دوسری شادی کے وقت سے، اور اس وقت شوہر بیمار نہیں تھا اور دوسری عورت وارث نہیں ہوگی جیسا کہ درر میں ہے۔

[فُرُوعٌ] أَبَانَهَا فِي مَرَضِهِ ثُمَّ قَالَ لَهَا إِذَا تَزَوَّجْتُكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَهَا فِي الْعِدَّةِ وَمَاتَ فِي مَرَضِهِ لَمْ تَرِثْ لِأَنَّهَا فِي عِدَّةٍ مُسْتَقْبَلَةٍ، وَقَدْ حَصَلَ التَّزَوُّجُ بِفِعْلِهَا فَلَمْ يَكُنْ فِرَارًا خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ خَانِيَّةٌ. كَذَّبَهَا الْوَرَثَةُ بَعْدَ مَوْتِهِ فِي الطَّلَاقِ فِي مَرَضِهِ فَالْقَوْلُ لَهَا كَقَوْلِهَا طَلَّقَنِي وَهُوَ نَائِمٌ. وَقَالُوا فِي الْيَقَظَةِ وَالْوَالِجِيَّةُ: طَلَّقَهَا فِي الْمَرَضِ وَمَاتَ بَعْدَ الْعِدَّةِ فَالْمُشْكِلُ مِنْ مَتَاعِ الْبَيْتِ لِوَارِثِ الزَّوْجِ لِصَيْرُورَتِهَا أَجْنَبِيَّةً بِخِلَافِهِ فِي الْعِدَّةِ جَامِعُ الْفُصُولَيْنِ

شادی پر تعلیق کا حکم شرعی

شوہر نے اپنی مرض الوفات میں بیوی کو طلاق بائن دی، پھر اس نے بیوی سے کہا کہ جب میں تجھ سے شادی کروں تو تجھ پر تین طلاق ہے پھر دوران عدت اس نے شادی کرلی اور اپنی مرض الوفات میں انتقال کر گیا تو اس صورت میں عورت شوہر کے مال کا وارث نہیں ہوگی کیوں کہ یہ دوسری شادی عورت کے فعل کی وجہ سے ہوئی ہے تو یہ شوہر کا فرار ثابت نہ ہوگا حضرت امام محمدؒ اس کے خلاف ہیں جیسا کہ فتاوی خانیہ میں ہے۔

شوہر کے مرض الوفات میں انتقال کرنے کے بعد، شوہر کے وارثوں نے اس بات کی تکذیب کی کہ شوہر نے عورت کو طلاق دی تھی عورت کا یہ دعویٰ مبنی بر کذب ہے اس صورت میں عورت کا قول معتبر ہوگا مثال کے طور پر عورت کہتی ہے کہ شوہر نے مجھ کو طلاق دی ہے، جبکہ وہ سویا ہوا تھا اور لوگوں نے کہا کہ وہ حالت بیداری میں طلاق دی ہے جیسا کہ ولوالجیہ میں ہے

مرض الموت کی حالت میں طلاق کے مسائل

ایک شخص نے اپنی بیوی کو مرض الموت کی حالت میں طلاق دی اور مطلقہ کی عدت مکمل ہونے کے بعد انتقال کر گیا تو اس صورت میں ایسے اسباب جو مرد وعورت دونوں کے مناسب حال ہوں شوہر کے وارث مالک ہوگا اس لیے کہ بیوی اجنبیہ کے حکم میں ہوگی اس کے برخلاف اگر شوہر دوران عدت انتقال کر گیا تو عورت وارث ہوگی اور اس طرح کا سامان عورت کے قبضہ میں ہو تو عورت کا قول معتبر ہوگا جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے (مشکل اسباب سے مراد ایسے سامان ہیں جو عورت اور مرد دونوں کے مناسب حال ہوں اور دونوں کے استعمال میں آتے ہوں جیسے تکیہ، لحاف، گداوغیرہ بہر حال جب عورت کی عدت کے بعد

شوہر کا انتقال ہوگا تو عورت وارث نہیں ہوگی لہٰذا جو سامان مرد کے مناسب حال ہوگا جیسے ہتھیار، اسلحہ، کتابیں، ڈھال وغیرہ وہ سب شوہر کے وارثوں کے ہوں گے اور اس باب میں ان ہی کا قول معتبر ہوگا اور جو سامان عورت کے مناسب حال ہوگا اس میں عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو سامان دونوں کے مناسب ہوں گے وہ شوہر کے وارثوں کا ہوگا۔

بَابُ الرَّجْعَةِ

اس باب میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ رجعت کے مسائل اور اس کے احکام کو بیان کریں گے، نیز یہ بھی بیان ہوگا کہ طلاق دینے کے بعد رجعت کرنے کے کیا کیا طریقے شریعت مطہرہ نے بیان کئے ہیں اور اس باب کو طلاق کے بعد اس لیے ذکر کیا ہے کہ طلاق دینے کے بعد ہی رجعت کی نوبت آتی ہے گویا طبعی اعتبار سے موخر ہے لہٰذا اسکو وضعی اعتبار سے بھی موخر کردیا تاکہ وضع طبع کے مطابق ہوجائے۔ (شامی: ۵/ ۲۳)

بِالْفَتْحِ وَتُكْسَرُ يَتَعَدَّى وَلَا يَتَعَدَّى (هِيَ اسْتِدَامَةُ الْمِلْكِ الْقَائِمِ) بِلَا عِوَضٍ مَا دَامَتْ (فِي الْعِدَّةِ) أَيْ عِدَّةِ الدُّخُولِ حَقِيقَةً إِذْ لَا رَجْعَةَ فِي عِدَّةِ الْخَلْوَةِ ابْنُ كَمَالٍ، وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: ادَّعَى الْوَطْءَ بَعْدَ الدُّخُولِ وَأَنْكَرَتْ فَلَهُ الرَّجْعَةُ لَا فِي عَكْسِهِ. وَتَصِحُّ مَعَ إِكْرَاهٍ وَهَزْلٍ وَلَعِبٍ وَخَطَإٍ (بِنَحْوِ) مُتَعَلِّقٌ بِاسْتِدَامَةُ (رَاجَعْتُكِ) وَرَدَدْتُكِ وَمَسَكْتُكِ بِلَا نِيَّةٍ لِأَنَّهُ صَرِيحٌ (وَ) بِالْفِعْلِ مَعَ الْكَرَاهَةِ (بِكُلِّ مَا يُوجِبُ حُرْمَةَ الْمُصَاهَرَةِ) كَمَسٍّ وَلَوْ مِنْهَا اخْتِلَاسًا، أَوْ نَائِمًا، أَوْ مُكْرَهًا أَوْ مَجْنُونًا، أَوْ مَعْتُوهًا إِنْ صَدَّقَهَا هُوَ أَوْ وَرَثَتُهُ بَعْدَ مَوْتِهِ جَوْهَرَةٌ وَرَجْعَةُ الْمَجْنُونِ بِالْفِعْلِ بَزَّازِيَّةٌ. (وَ) تَصِحُّ (بِتَزَوُّجِهَا فِي الْعِدَّةِ) بِهِ يُفْتَى جَوْهَرَةٌ (وَوَطْئِهَا فِي الدُّبُرِ عَلَى الْمُعْتَمَدِ) لِأَنَّهُ لَا يَخْلُو عَنْ مَسٍّ بِشَهْوَةٍ (إِنْ لَمْ يُطَلِّقْ بَائِنًا) فَإِنْ أَبَانَهَا فَلَا (وَإِنْ أَبَتْ) ، أَوْ قَالَ أَبْطَلْتُ رَجْعَتِي، أَوْلَا رَجْعَةَ لِي فَلَهُ الرَّجْعَةُ بِلَا عِوَضٍ، وَلَوْسَمَّى هَلْ يَجْعَلُ زِيَادَةً فِي الْمَهْرِ؟قَوْلَانِ وَيَتَعَجَّلُ الْمُؤَجَّلُ بِالرَّجْعِيِّ وَلَا يَتَأَجَّلُ بِرَجْعَتِهَا خُلَاصَةٌ. وَفِي الصَّيْرَفِيَّةِ: لَا يَكُونُ حَالًّا حَتَّى تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ.

لفظ رجعت کی تحقیق

شارح فرماتے ہیں کہ لفظ رجعت میں را کو فتحہ پڑھا گیا ہے اور کسرہ بھی صاحب ردالمحتار علامہ ابن عابدین شامیؒ النہر الفائق کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک لفظ رجعت کی راء کو فتحہ پڑھا گیا ہے اور فتحہ والا قول کسرہ والا قول کے مقابلہ میں زیادہ فصیح ہے اس میں علامہ ازہری کا اختلاف ہے۔ (شامی: ۵/ ۲۳)

لفظ رجعت کبھی متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور کبھی لفظ عن اور الی کے واسطہ سے متعدی ہوتا ہے اس کا مصدر رجعا ورجوعا

ومرجعا ورجعۃ چاروں آتا ہے، جیسا کہ اس کی پوری تفصیل ردالمحتار میں ہے۔

رجعت کی تعریف فقہاء کی اصطلاح میں

رجعت جائز ہے اور اس سے واقع شدہ طلاق رجعی ختم ہو جاتی ہے اور حضرات فقہائے امت کی اصطلاح میں رجعت کی تعریف یوں ہے بلا کسی عوض کے اس ملکیت کو دوران عدت باقی رکھنا ہے جو ملکیت بذریعہ نکاح مرد کو حق استمتاع کے طور پر حاصل ہوئی تھی، فی العدۃ کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ عدت ختم ہو جانے کے بعد اگر رجعت کرنا چاہے تو رجعت نہیں کر سکتا ہے اور عدت سے مراد حقیقتاً وطی کی عدت مراد ہے اس لیے کہ صرف خلوت کی عدت میں رجعت نہیں ہے چناں چہ اگر شوہر نے بیوی کا لمس بالشہوہ کیا، یا اس کو شہوت کی نظر سے دیکھا ہے یا اس کی فرج داخل کو دیکھا ہے اس کے بعد طلاق واقع ہو جائے تو رجعت نہیں ہے اس لیے کہ خلوت صحیحہ رجعت کے حکم میں وطی کے مانند نہیں ہے جیسا کہ ابن کمال نے اس کو ذکر کیا ہے۔

خلوت کے بعد رجعت کا حکم شرعی

فتاوی بزازیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ خلوت کے بعد شوہر نے یہ دعوی کیا اس نے بیوی سے وطی کی ہے اور عورت انکار کرے تو اس صورت میں شوہر کو رجعت کرنے کا اختیار حاصل ہوگا البتہ اگر معاملہ اس کے برعکس ہو کہ خلوت کے بعد عورت وطی کا مدعی ہو اور شوہر اس کا انکار کرے تو اس صورت میں رجعت کا حق حاصل نہ ہوگا اس لیے کہ وطی کے انکار کرنے کے بعد حق رجعت ختم ہو جاتا ہے۔

ہنسی مزاق اور اکراہ سے رجعت

شارحؒ فرماتے ہیں کہ رجعت زبردستی، ہنسی مزاق، اور خطا کے ساتھ بھی درست ہو جاتی ہے جس طرح بھی شوہر رجعت کرے گا رجعت ہو جائے گی اور خطا کی شکل یہ ہے کہ شوہر زبان سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن غلطی سے یہ نکلا کہ میں نے رجعت کر لی تو اس سے بھی رجعت ہو جائے گی۔

اور رجعت ان تمام الفاظ کے ذریعہ بھی ہو جاتی ہے جن میں واپسی اور لوٹانے کا معنی پایا جاتا ہے مثال کے طور پر یہ کہا راجعت میں نے تجھ سے رجعت کی، ردوتك میں نے تجھ کو واپس کر لیا ہے یا کہا مسکتك میں نے تجھ کو روک لیا ہے اس طرح کے الفاظ سے بلا نیت بھی رجعت ہو جائے گی اس لیے رجعت کے لیے یہ الفاظ صریح ہیں، اور صریح میں نیت کی ضرورت نہیں پڑتی ہے، ہاں جو الفاظ غیر صریح ہوں ان میں نیت کی ضرورت پڑتی ہے مثال کے طور پر کہا تو میری عورت ہے یا کہا تو میرے پاس ہے جس طرح تھی تو اس طرح کے جملوں سے بغیر نیت رجعت درست نہ ہوگی۔

فعل سے رجعت کرنے کا حکم شرعی

رجعت جس طرح قول سے ہوتی ہے عمل اور فعل سے بھی ہوتی ہے اور فعل و عمل نہ تو صریح کے قبیل سے ہے نہ کنایہ کے

قبیل سے اس لیے صریح اور کنایہ دونوں الفاظ کے عوارض ہیں اور فعل وعمل الفاظ نہیں ہیں ہاں فعل وعمل ثبوت رجعت کے سلسلہ میں صریح کے حکم میں ہے اس لیے مجنون و پاگل شوہر کے عمل سے بھی رجعت ثابت ہو جاتی ہے، فعل وعمل سے رجعت تو صحیح ہوتی ہے لیکن کراہت کے ساتھ یعنی کراہت تنزیہی کے ساتھ۔

رجعت ہر اس فعل وعمل سے درست ہوتی ہے جو حرمت مصاہرت یعنی دامادی رشتہ کا موجب ہو جیسے شہوت کا چھونا خواہ یہ چھونا عورت کی طرف سے ہو، خواہ یہ چھونا جھپٹنا مارنے کے طور پر ہی کیوں نہ ہو یا شوہر سویا ہوا تھا اس پر زبردستی ہوئی، یا شوہر دیوانہ ہو، یا بے ہوش ہو ان تمام صورتوں میں رجعت ثابت ہو جائے گی شرط یہ کہ خواب اور اکراہ کے معاملہ میں شوہر بیوی کی تصدیق کرے کہ ہاں عورت نے مجھے شہوت کے ساتھ چھوا ہے اور اگر شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس کے ورثاء اس کی تصدیق کرے کہ عورت نے شہوت کے ساتھ چھوا تھا رجعت کے ثبوت میں بیوی کی رضامندی شرط نہیں ہے جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص بیوی کو طلاق رجعی دی اور اس سے رجعت کرنا چاہتا ہے تو وطی کرنے، شہوت کے ساتھ بوسہ لینے خواہ منہ کا بوسہ ہو، خواہ گال کا بوسہ ہو، خواہ ٹھوڑی کا بوسہ ہو، خواہ پیشانی کا ہو، خواہ سر کا اسی طرح بلا کسی پردہ حائل شہوت کے ساتھ مس کرلیا یا کسی حائل کے ساتھ مس کیا لیکن شہوت کی وجہ سے کچھ حرارت محسوس کیا، یا شہوت کے ساتھ عورت کا فرج داخل کو دیکھ لیا تو مذکورہ تمام صورتوں میں رجعت ہو جائے گی، اور اگر مذکورہ افعال بدون الشہوہ ہو تو رجعت نہیں ہو گی۔ (شامی:۵/۲۵)

مسئلہ: اگر رجعت کا ارادہ نہ ہو تو مطلقہ رجعیہ کو شہوت کے بغیر یوں ہی مس کرنا مکروہ ہے (شامی:۵/۲۵)

مسئلہ: اگر شوہر کا ارادہ رجعت کرنے کا نہیں تھا اور اچانک بیوی کی شرمگاہ پر نظر پڑ گئی تو قنیہ نامی کتاب میں ہے کہ شوہر رجوع کرنے والا ہو گا (شامی:۵/۲۵)

مجنون شخص کی رجعت فعلی کا اعتبار

مجنون و دیوانہ شخص کی رجعت فعلی از روئے شرع درست ہے یعنی کسی شوہر نے ہوش وحواس کی حالت میں بیوی کو طلاق رجعی دی، اس کے بعد پاگل ہو گیا اور شوہر اسی پاگل پنی کی حالت میں رجعت فعلی کرلی تو یہ جائز ہے اور رجعت صحیح ہو گی اس لیے کہ مجنون و دیوانہ کا قول معتبر نہیں ہوتا ہے البتہ فعل معتبر ہوتا ہے لہٰذا رجعت صحیح ہو گی۔

اور لفظ تزوج کے ساتھ بھی رجعت درست ہے یعنی اگر شوہر نے مطلقہ رجعیہ کو دوران عدت یہ کہا کہ میں نے تجھ سے شادی کی ہے تو اس سے بھی رجعت درست ہے اور یہ مفتی بہ قول ہے جیسا کہ الجوہرۃ النیرہ میں ہے اور البحر الرائق میں ہے کہ یہی قول ظاہر الروایہ ہے ایسا ہی بدائع الصنائع میں مذکور ہے اور فتاوی ولوالجیہ میں اس کو قول مختار کہا گیا ہے اور الینابیع میں وعلیہ الفتوی کہا گیا ہے۔ (شامی:۵/۲۶)

مطلقہ رجعیہ کے دبر میں وطی کرنے سے ثبوت رجعت کا حکم

اگر شوہر نے مطلقہ رجعیہ کے پاخانہ کے راستہ میں وطی کی (اگر چہ یہ حرام فعل ہے) تو اس سے بھی معتمد قول کے مطابق رجعت درست ہو جاتی ہے اس لیے کہ ایسا کرنا بھی مس بالشہوہ سے خالی نہیں ہوا کرتا ہے اور رجعت کے ثبوت کے لیے مس بالشہوۃ ہی اصل میں معتبر ہے اس کے برخلاف حرمت مصاہرت کے ثبوت کے باب میں صرف مس بالشہوۃ معتبر نہیں ہے بلکہ شہوت سے بڑھ کر ایک ایسا فعل معتبر ہے جو ولد کا سبب ہو، یہی وجہ ہے کہ دبر میں وطی کرنے سے حرمت مصاہرت عندالاحناف ثابت نہیں ہوتی ہے جس طرح کہ مس بالشہوۃ کے بعد اگر انزال ہو جائے تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ (شامی:۵/۲۶)

طلاق بائن کی صورت میں رجعت کا حکم شرعی

رجعت اس وقت درست ہے جب کہ شوہر نے طلاق بائن نہ دی ہو، چناں چہ اگر طلاق بائن دیدی ہے تو اس کے بعد پھر رجعت کی گنجائش شرعی اعتبار سے باقی نہیں رہتی ہے البتہ ایک یا دو طلاق بائن کی صورت میں شوہر بیوی کی رضامندی سے اس کے ساتھ نکاح جدید کر سکتا ہے۔

طلاق رجعی میں اگر چہ بیوی انکار کرتی ہے پھر بھی شوہر کو رجعت کرنے کا شرعی حق حاصل ہوتا ہے اور بیوی کی رضامندی کے بغیر رجعت کرنا اس کے لیے جائز ہے، اور اگر طلاق رجعی دینے کے بعد شوہر نے اس طرح کہہ دیا کہ میں نے اپنی رجعت کو باطل کر دی ہے یا مجھے رجعت کا کوئی حق نہیں ہے اس کے باوجود شوہر کو بلا عوض رجعت کا حق ہوتا ہے اور اس کے واسطے رجعت کرنا درست ہے کیوں کہ حق رجعت ایک شرعی حق ہے جو شوہر کو شریعت کی طرف سے ملا ہے لہٰذا اس حق شرعی کو باطل کرنے کا اختیار شوہر کو نہیں ہوگا اور نہ ہی باطل کرنے سے وہ حق باطل ہوگا۔

رجعت کے بدلہ عوض متعین کرنے کا حکم

اور اگر شوہر نے رجعت کے واسطے کچھ مال متعین کر دیا مثال کے طور پر یہ کہا راجعتك بالفین درھم میں نے دو ہزار درہم کے بدلہ تجھ سے رجعت کی ہے تو سوال یہ ہے کہ اس کو مہر کی مقدار میں زیادہ قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اس باب میں دو قول ہیں (۱) اگر عورت نے اس کو قبول کر لیا تھا تو مہر میں اس کو بڑھایا جائے گا (۲) نہیں بڑھایا جائے گا، اور طلاق رجعی دیتے ہی مہر موجل معجل بن جاتا ہے پھر اگر شوہر رجعت کر لی تو پھر یہ مہر موجل معجل نہیں ہوتا ہے جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں ہے۔ اور صیرفیہ نامی کتاب میں مذکور ہے کہ جس کا مہر موجل معجل بن گیا تھا طلاق رجعی کے بعد اس وقت تک معجل نہیں بنتا ہے جب تک کہ اس کی عدت گزر نہ جائے۔

مسئلہ: ایک شخص کا نکاح ہوا اور مہر ادھار یعنی موجل رکھا گیا اس کے بعد اس نے بیوی کو طلاق رجعی دیدی تو اب وہ مہر

موجل معجل میں بدل گیا، بیوی شوہر سے فی الحال عدت گزرنے سے پہلے بھی مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اگر شوہر رجعت کرے تو اس سے معجل مہر موجل میں نہیں بدلے گا (شامی: ۵/ ۲۷)

(وَنُدِبَ إِعْلَامُهَا بِهَا) لِئَلَّا تَنْكِحَ غَيْرَهُ بَعْدَ الْعِدَّةِ، فَإِنْ نَكَحَتْ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَإِنْ دَخَلَ شُمُنِّيٌّ. (وَنُدِبَ الْإِشْهَادُ) بِعَدْلَيْنِ وَلَوْ بَعْدَ الرَّجْعَةِ بِالْفِعْلِ (وَ) نُدِبَ (عَدَمُ دُخُولِهِ بِلَا إِذْنِهَا عَلَيْهَا) لِتَتَأَهَّبَ وَإِنْ قَصَدَ رَجْعَتَهَا لِكَرَاهَتِهَا بِالْفِعْلِ كَمَا مَرَّ. (ادَّعَاهَا بَعْدَ الْعِدَّةِ فِيهَا) بِأَنْ قَالَ كُنْتُ رَاجَعْتُكِ فِي عِدَّتِكِ (فَصَدَّقَتْهُ صَحَّ) بِالْمُصَادَقَةِ (وَإِلَّا لَا) يَصِحُّ إِجْمَاعًا (وَ) كَذَا (لَوْ أَقَامَ بَيِّنَةً بَعْدَ الْعِدَّةِ أَنَّهُ قَالَ فِي عِدَّتِهَا قَدْ رَاجَعْتُهَا، أَوْ أَنَّهُ (قَالَ: قَدْ جَامَعْتُهَا) وَتَقَدَّمَ قَبُولُهَا عَلَى نَفْسِ اللَّمْسِ وَالتَّقْبِيلِ فَلْيُحْفَظْ (كَانَ رَجْعَةً) لِأَنَّ الثَّابِتَ بِالْبَيِّنَةِ كَالثَّابِتِ بِالْمُعَايَنَةِ وَهَذَا مِنْ أَعْجَبِ الْمَسَائِلِ حَيْثُ لَا يَثْبُتُ إِقْرَارُهُ بِإِقْرَارِهِ بَلْ بِالْبَيِّنَةِ (كَمَا لَوْ قَالَ فِيهَا كُنْت رَاجَعْتُكِ أَمْسِ) فَإِنَّهَا تَصِحُّ (وَإِنْ كَذَّبَتْهُ) لِمِلْكِهِ الْإِنْشَاءَ فِي الْحَالِ (بِخِلَافِ) قَوْلِهِ لَهَا (رَاجَعْتُكِ) يُرِيدُ الْإِنْشَاءَ (فَقَالَتْ) عَلَى الْفَوْرِ (مُجِيبَةً لَهُ قَدْ مَضَتْ عِدَّتِي) فَإِنَّهَا لَا تَصِحُّ عِنْدَ الْإِمَامِ لِمُقَارَنَتِهَا لِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ، حَتَّى لَوْ سَكَتَتْ ثُمَّ أَجَابَتْ صَحَّتْ اتِّفَاقًا كَمَا لَوْ نَكَلَتْ عَنِ الْيَمِينِ عَنْ مُضِيِّ الْعِدَّةِ.

رجعت کرنے والے شوہر کے واسطے مستحب امور

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جس عورت کو طلاق رجعی دیدی گئی اور شوہر اس سے رجعت کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ رجعت کرنے کے بعد بیوی کو اس کی خبر کردے کہ رجعت کرلی ہے تاکہ وہ عدت کے بعد دوسرے مرد سے نکاح نہ کر بیٹھے، اگر عورت دوسرے مرد سے نکاح کرلے گی تو اس صورت میں دونوں کے درمیان تفریق کرادی جائے گی اگرچہ دوسرا مرد اس کے ساتھ دخول کیوں نہ کر چکا ہو جیسا کہ شمنی میں ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ رجعت کے بعد بدستور پہلے شوہر کی بیوی ہوجاتی ہے نکاح سے نہیں نکلتی ہے لہٰذا دوسرا نکاح فاسد ہوا اب اگر دوسرے شوہر نے اس کے ساتھ وطی کرلی ہے تو اس پر مہر مثل واجب ہوگا اور عدت گزارنا لازم ہوگا اس کے بعد شوہر اول کے پاس جائے گی۔

رجعت پر گواہ بنانا مستحب ہے

شوہر کے لیے مستحب ہے کہ دو عادل آدمی کو رجعت پر گواہ بنادے اگرچہ شوہر رجعت بالفعل کیوں نہ کرلے، اور شوہر کے لیے یہ بھی مستحب ہے کہ طلاق رجعی دینے کے بعد شوہر بیوی کے پاس اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو تاکہ عورت پردے کا سامان مہیا کرلے۔ اگرچہ شوہر رجعت کا ارادہ ہی کیوں نہ رکھتا ہو، کیوں کہ رجعت فعلی مکروہ ہے اور بعض اہل علم طلب

اجازت کو مستحب قرار نہیں دیا ہے۔

دوران عدت رجعت کرنے کا دعوی

شوہر نے عدت گزر جانے کے بعد دعوی کیا کہ اس نے عدت کے دوران ہی رجعت کر لی تھی اور عورت اس کے اس قول کی تصدیق بھی کر دے، تو باہم تصدیق کے بعد رجعت کا دعوی صحیح ہوگا اور اگر عورت شوہر کے قول کی تصدیق نہ کرے تو دعوی رجعت صحیح نہ ہوگا اس لیے کہ ایک ایسی چیز کے بارے میں خبر دے رہا ہے جس کا وہ فی الحال انشاء فعل کا مالک نہیں ہے جب کہ عورت اس کے دعوی کا انکار بھی کر رہی ہے لہٰذا یہاں عورت کی بات بغیر قسم کے مانی جائے گی۔

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اس وقت بھی رجعت ثابت ہوگی جب شوہر مطلقہ رجعیہ کی عدت گزر جانے کے بعد گواہوں کے ذریعہ یہ ثابت کر دے کہ اس نے دوران عدت یہ کہا تھا کہ میں نے اس سے رجعت کر لی ہے یا یہ کہا تھا کہ میں نے اس کے ساتھ وطی کیا تھا اور یہ مسئلہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ لمس اور تقبیل پر گواہوں کی گواہی قابل قبول ہے یعنی اگر دوران عدت شوہر کی طرف سے مطلقہ رجعیہ کا لمس اور تقبیل ثابت ہو جائے تو رجعت ثابت ہو جائے گی، اسی طرح اگر گواہوں کے ذریعہ سے رجعت قولی یا فعلی ثابت ہو جائے تو رجعت ثابت ہوگی کیوں کہ ثابت بالبینہ ثابت بالمعاینہ کے حکم میں ہے اور یہ عجیب مسئلہ ہے کہ مرد کا اقرار اس کے اقرار سے ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ گواہوں کے ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

شوہر کے قول کا اعتبار

جس طرح کہ شوہر دوران عدت کہا کہ کل گزشتہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی تھی تو یہ رجعت صحیح ہوگی اگر چہ عورت اس کی تکذیب ہی کیوں نہ کرے کیوں کہ عدت میں شوہر فی الحال انشاء کا مالک ہوتا ہے یعنی جب شوہر عدت میں فی الحال رجوع کا مالک ہوتا ہے تو رجعت کے متعلق خبر دینے کا مالک ہوگا۔

اس کے برخلاف شوہر کا قول مطلقہ رجعیہ سے کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی ہے اور شوہر کا مقصد یہ ہے کہ میں اب رجعت کر رہا ہوں خبر دینے کا ارادہ نہیں کیا، عورت نے شوہر کے اس قول کو سن کر علی الفور جواب دیتے ہوئے کہا میری عدت تو گزر چکی ہے تو اس صورت میں رجعت صحیح نہ ہوگی یہی حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کیوں کہ رجعت ختم عدت کے متصل پائی گئی ہے ہاں اگر عورت نے شوہر کی بات سن کر سکوت اختیار کیا پھر اس نے جواب دیا کہ میری عدت تو گزر چکی ہے تو اس صورت میں بالاتفاق رجعت ثابت ہوگی جس طرح کہ شوہر نے کہا کہ میں نے عدت کے اندر رجعت کر لی تھی بیوی نے کہا میری عدت ختم ہو چکی ہے اس سے قسم کھانے کے لیے کہا گیا اس نے انکار کر دیا تو اس صورت میں شوہر کی بات معتبر ہوگی اور رجعت ثابت ہوگی

(قَالَ زَوْجُ الْأَمَةِ - بَعْدَهَا -: أَيِ الْعِدَّةِ (رَاجَعْتُهَا فِيهَا فَصَدَّقَهُ السَّيِّدُ وَكَذَّبَتْهُ) الْأَمَةُ وَلَا بَيِّنَةَ

(أَوْ قَالَتْ: مَضَتْ عِدَّتِي وَأَنْكَرَ) الزَّوْجُ وَالْمَوْلَى (فَالْقَوْلُ لَهَا) عِنْدَ الْإِمَامِ لِأَنَّهَا أَمِينَةٌ (فَلَوْ كَذَّبَهُ الْمَوْلَى وَصَدَّقَتْهُ الْأَمَةُ فَالْقَوْلُ لَهُ) أَيْ لِلْمَوْلَى عَلَى الصَّحِيحِ لِظُهُورِ مِلْكِهِ فِي الْبُضْعِ فَلَا يُمْكِنُهَا إِبْطَالُهُ. (قَالَتْ: انْقَضَتْ عِدَّتِي ثُمَّ قَالَتْ: لَمْ تَنْقَضِ كَانَ لَهُ الرَّجْعَةُ) لِإِخْبَارِهَا بِكَذِبِهَا فِي حَقٍّ عَلَيْهَا شُمُنِّيٌّ، ثُمَّ إِنَّمَا تُعْتَبَرُ الْمُدَّةُ لَوْ بِالْحَيْضِ لَا بِالسِّقْطِ، وَلَهُ تَحْلِيفُهَا أَنَّهُ مُسْتَبِينُ الْخَلْقِ، وَلَوْ بِالْوِلَادَةِ لَمْ يُقْبَلْ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ وَلَوْ حُرَّةً فَتْحٌ. (وَتَنْقَطِعُ) الرَّجْعَةُ (إِذَا طَهُرَتْ مِنَ الْحَيْضِ الْأَخِيرِ) يَعُمُّ الْأَمَةَ (لِعَشَرَةِ) أَيَّامٍ مُطْلَقًا (وَإِنْ لَمْ تَغْتَسِلْ وَلِأَقَلَّ لَا) تَنْقَطِعُ (حَتَّى تَغْتَسِلَ) وَلَوْ بِسُؤْرِ حِمَارٍ لِاحْتِمَالِ طَهَارَتِهِ مَعَ وُجُودِ الْمُطْلَقِ، لَكِنْ لَا تُصَلِّي لِاحْتِمَالِ النَّجَاسَةِ وَلَا تَتَزَوَّجُ احْتِيَاطًا (أَوْ يَمْضِيَ) جَمِيعُ (وَقْتِ الصَّلَاةِ) فَتَصِيرُ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا، وَلَوْ جَاوَزَهَا وَلَمْ يُجَاوِزِ الْعَشَرَةَ فَلَهُ الرَّجْعَةُ (أَوْ) حَتَّى (تَتَيَمَّمَ) عِنْدَ عَدَمِ الْمَاءِ (وَتُصَلِّيَ) وَلَوْ نَفْلًا صَلَاةً تَامَّةً فِي الْأَصَحِّ، وَفِي الْكِتَابِيَّةِ بِمُجَرَّدِ الِانْقِطَاعِ مُلْتَقًى لِعَدَمِ خِطَابِهَا. قُلْتُ: وَمُفَادُهُ أَنَّ الْمَجْنُونَةَ وَالْمَعْتُوهَةَ كَذَلِكَ. (وَلَوِ اغْتَسَلَتْ وَنَسِيَتْ أَقَلَّ مِنْ عُضْوٍ تَنْقَطِعُ) لِتَسَارُعِ الْجَفَافِ. فَلَوْ تَيَقَّنَتْ عَدَمَ الْوُصُولِ، أَوْ تَرَكَتْهُ عَمْدًا لَا تَنْقَطِعُ. (وَلَوْ) نَسِيَتْ (عُضْوًا لَا) تَنْقَطِعُ وَكُلٌّ وَاحِدٍ مِنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ كَالْأَقَلِّ لِأَنَّهُمَا عُضْوٌ وَاحِدٌ عَلَى الصَّحِيحِ بَهْنَسِيٌّ.

باندی اور اس کے شوہر کا بیان

عدت گزر جانے کے بعد باندی کے شوہر نے کہا کہ میں نے اس کو عدت کے اندر ہی رجوع کر لیا تھا باندی کے مولی نے شوہر کے اس قول کی تصدیق کی، لیکن خود باندی اپنے شوہر کے قول کی تکذیب کرتی ہے اور شوہر کے پاس کوئی گواہ بھی موجود نہیں ہے یا باندی نے کہا کہ میری عدت ختم ہو چکی ہے لیکن شوہر اور مولی دونوں اس کے قول کا انکار کرے تو اس صورت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ عدت گزر جانے اور نہ گزرنے کے معاملہ میں امین کی حیثیت رکھتی ہے وہی اس کو جانتی ہے شوہر اور آقا کو اس معاملہ میں کیا خبر، اس لیے عورت ہی کا قول معتبر ہوگا۔

اور اگر دوران عدت رجعت کرنے کی بات کو باندی کے آقا نے تکذیب کر دی ہے اور باندی تصدیق کرتی ہے کہ ہاں عدت کے اندر شوہر نے رجعت کی تھی تو اس صورت میں باندی کے آقا کا قول معتبر ہوگا یہی صحیح قول ہے اس لیے کہ اس سے ملک بضع کی ملکیت آقا کے لیے ظاہر ہوتی ہے لہٰذا باندی کو یہ حق نہیں ملتا ہے کہ اس کو باطل کر دے، یعنی جب باندی کے شوہر نے طلاق دی اور عدت گزر چکی تو آقا کے لیے اس باندی سے وطی کرنا جائز ہوگا اب اگر باندی شوہر کی رجعت کی تصدیق کر کے آقا

کے اس حق کو باطل کرنا چاہے تو باطل نہیں کرسکتی ہے۔

اقرار کرنے کے بعد انکار کرنے کا حکم

بیوی نے کہا میری عدت گزر چکی ہے پھر اس کے بعد کہا میری عدت ابھی نہیں گزری ہے تو اس صورت میں شوہر کے لیے رجعت کرنا جائز ہوگا اس لیے کہ عورت خود اپنے کذب اور جھوٹ کو بیان کر رہی ہے، اس حق میں جو اس پر عائد ہوتا تھا جیسا شمنی میں ہے، اگر عورت نے طلاق کے بعد عدت کے ختم ہونے کا دعویٰ حیض سے کیا تو مدت کا اعتبار اسی صورت میں ہوگا جب کہ حیض کے ختم ہونے کے بعد ایسا ممکن ہو، مثال کے طور پر طلاق کے بعد دو ماہ گزر چکا ہو تو عورت کا قول معتبر ہوگا، اور اگر عورت عدت کے ختم ہونے کا دعویٰ اس مدت سے کم میں کرے یعنی طلاق ہونے کے بعد ایک ماہ کے بعد ہی کہے کہ میری عدت گزر چکی ہے تو عورت کا قول قابل قبول نہیں ہوگا اس لیے کہ تین حیض کا آنا اس سے کم میں ممکن نہیں ہے البتہ اسقاط حمل میں مدت معتبر نہیں ہے اس لیے کہ اس کے واسطے شرعی اعتبار سے کوئی مدت متعین نہیں ہے، ایسا ہو سکتا ہے کہ وقوع طلاق کے بعد فوراً اسقاط ہو گیا ہو اور اس طرح عدت پوری ہو گئی ہو، مگر اس صورت میں شوہر کو اس بات کا حق ہے کہ عورت سے اس بات پر قسم لے کہ جو بچہ اسقاط ہوا ہے اس کے اعضائے جسم ظاہر تھے یا نہیں؟ اس لیے صرف گوشت کا لوتھڑا گرانے سے عدت ختم نہیں ہوتی ہے جب تک کہ اعضائے جسم ظاہر نہ ہوئے ہوں، ہاں اگر عورت مضیٔ عدت کا دعویٰ ولادت کے ذریعہ کرے تو اس کی بات اس وقت قابل اعتبار نہ ہوگی جب تک کہ کوئی گواہی پیش نہ کر دے اگرچہ عورت آزاد ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

حق رجعت کا انقطاع

شوہر کے لیے حق رجعت اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب عورت اپنے تیسرے حیض سے اس طرح پاک ہو جائے کہ حیض کے پورے دس دن مکمل ہو گئے ہوں، خواہ یہ پاکی جس طرح بھی ہو، خواہ خون بند ہو گیا ہو، یا جاری ہو، اگرچہ عورت نے غسل نہ کیا ہو پھر بھی دس دن کے بعد حیض بند ہونے کے بعد عورت طاہرہ کے حکم میں ہے، اور عدت گزر چکی ہے یا دس دن کے بعد خون بند ہوا اور ایک نماز کا وقت گزر گیا ہو، تو ان تمام صورتوں میں رجعت کا حق ختم باطل ہو جاتا ہے لیکن اگر عورت تیسرے حیض میں دس دن مکمل ہونے سے پہلے پاک ہوئی تو اس وقت تک عدت ختم نہیں ہوگی جب تک کہ وہ غسل نہ کر لے اگرچہ گدھے کے جھوٹے پانی سے ہی کیوں نہ ہو گو کہ وہاں مطلق پانی موجود ہو لیکن مشکوک پانی سے غسل کرنے کے بعد عورت نماز نہیں پڑھے گی اس لیے کہ اس کے نجس ہونے کا بھی احتمال ہے اور نہ عورت نکاح کر سکے گی احتیاط اسی میں ہے۔

یا ایک کامل نماز کا وقت گزر جائے مثال کے طور پر اقل مدت حیض میں عورت پاک ہوئی اور اس پر ایک کامل نماز کا وقت گزر گیا تو عدت ختم ہوگی مثلاً اشراق کے وقت عورت اقل مدت حیض میں پاک ہوئی اور اس نے غسل نہیں کیا یہاں تک کہ عصر

کا وقت شروع ہو گیا تو عصر کا وقت شروع ہوتے ہی عدت ختم شمار ہوگی اس لیے کہ ظہر کا کل وقت گزر چکا ہے اور وہ نماز بطور قضا اس کے ذمہ میں واجب ہو چکی ہے لیکن اقل حیض میں ظہر کے وقت حیض دوبارہ لوٹ آیا اور اس دن سے نہیں بڑھا تو اس کے اندر اندر شوہر کو رجعت کا حق ہوگا اس لیے کہ معلوم ہو چکا ہے کہ عدت باقی ہے ختم نہیں ہوئی ہے۔

اقل مدت حیض میں عورت پاک ہوئی اور غسل کے لیے پانی موجود نہ ہو تو کیا حکم

عورت اقل مدت حیض میں پاک ہوئی ہے اور غسل کرنے کے لیے پانی موجود نہیں تھا چناں چہ تیمم کر کے نماز ادا کر لی اگر چہ نفل نماز ہی کیوں نہ ہو اس کے بعد ہی اصح قول کے مطابق حق رجعت باطل ہو جائے گا اس لیے کہ عدت پوری ہو چکی ہے، اور مطلقہ کتابیہ عورت کا حیض جوں ہی ختم ہوگا عدت ختم ہو جائے گی جیسا کہ ملتقی الابحر میں ہے اس لیے کہ کتابیہ احکام شریعت کا مخاطب نہیں ہے شارح فرماتے ہیں کہ اس علت کے بیان کرنے سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پاگل اور بے ہوش عورت بھی اس کے حکم میں ہے یعنی حیض کے منقطع ہوتے ہی اس کی عدت ختم ہو جائے گی اس لیے کہ یہ بھی شریعت کے احکام کے مکلف نہیں ہیں کیوں کہ اس کے اندر عقل نہیں ہوتی ہے۔

غسل میں کسی عضو کو دھونا بھول جائے تو کیا حکم ہے

اقل مدت حیض کے بعد خون بند ہو گیا اور عورت نے غسل کیا غسل میں کسی عضو کے معمولی حصہ کو پانی پہنچانا بھول گئی، تو عدت منقطع ہو جائے گی اس لیے کہ اس میں یہ بھی امکان ہے کہ اعضاء میں پانی پہنچایا ہو لیکن جلد خشک ہو گئے ہوں، ہاں اگر عورت کو اس عضو میں پانی نہ پہنچنے کا یقین ہو جائے یا جان بوجھ کر اس عضو میں پانی پہنچانا ترک کر دیا ہو تو اس صورت میں عدت ختم نہیں ہوگی اور اگر کسی عضو کامل میں پانی پہنچانا بھول گئی تو عدت ختم نہیں ہوگی اور کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا ان دونوں میں سے ہر ایک اقل عضو کی طرح ہے اس لیے کہ یہ دونوں مل کر ایک عضو کے حکم میں ہوتے ہیں اصح ترین قول یہی ہے اور اگر صرف کلی کرنا بھول گئی تو یہ اقل میں ہے، اور اقل عضو بھول جانے سے عدت ختم ہو جاتی ہے لہٰذا اس صورت میں بھی عدت ختم ہو جائے گی۔

(طَلَّقَ حَامِلًا مُنْكِرًا وَطْأَهَا فَرَاجَعَهَا) قَبْلَ الْوَضْعِ (فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ) مِنْ وَقْتِ الطَّلَاقِ وَلِسِتَّةِ أَشْهُرٍ (فَصَاعِدًا) مِنْ وَقْتِ النِّكَاحِ (صَحَّتْ) رَجْعَتُهُ السَّابِقَةُ، وَتَوَقُّفُ ظُهُورِ صِحَّتِهَا عَلَى الْوَضْعِ لَا يُنَافِي صِحَّتَهَا قَبْلَهُ، فَلَا مُسَامَحَةَ فِي كَلَامِ الْوِقَايَةِ. (كَمَا) صَحَّتْ (لَوْ طَلَّقَ مَنْ وَلَدَتْ قَبْلَ الطَّلَاقِ) فَلَوْ وَلَدَتْ بَعْدَهُ فَلَا رَجْعَةَ لِمُضِيِّ الْمُدَّةِ (مُنْكِرًا وَطْأَهَا) لِأَنَّ الشَّرْعَ كَذَّبَهُ بِجَعْلِ الْوَلَدِ لِلْفِرَاشِ، فَبَطَلَ زَعْمُهُ حَيْثُ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِإِقْرَارِهِ حَقُّ الْغَيْرِ (وَلَوْ خَلَا بِهَا ثُمَّ أَنْكَرَهُ) أَيِ الْوَطْءَ (ثُمَّ طَلَّقَهَا لَا) يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ لِأَنَّ الشَّرْعَ لَمْ يُكَذِّبْهُ، وَلَوْ أَقَرَّ بِهِ وَأَنْكَرَتْهُ

فَلَهُ الرَّجْعَةُ وَلَوْ لَمْ يَخْلُ بِهَا فَلَا رَجْعَةَ لَهُ لِأَنَّ الظَّاهِرَ شَاهِدٌ لَهَا وَلْوَالِجِيَّةٌ. (فَإِنْ طَلَّقَهَا فَرَاجَعَهَا) وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا (فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ لِأَقَلَّ مِنْ حَوْلَيْنِ) مِنْ حِينِ الطَّلَاقِ (صَحَّتْ) رَجْعَتُهُ السَّابِقَةُ لِصَيْرُورَتِهِ مُكَذَّبًا كَمَا مَرَّ. (وَلَوْ قَالَ: إِنْ وَلَدْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ فَوَلَدَتْ) فَطَلُقَتْ فَاعْتَدَّتْ (ثُمَّ وَلَدَتْ (آخَرَ بِبَطْنَيْنِ) يَعْنِي بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ وَلَوْ لِأَكْثَرَ مِنْ عَشْرِ سِنِينَ مَا لَمْ تُقِرَّ بِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ لِأَنَّ امْتِدَادَ الطُّهْرِ لَا غَايَةَ لَهُ إِلَّا الْإِيَاسُ (فَهُوَ) أَيِ الْوَلَدُ الثَّانِي (رَجْعَةٌ) إِذْ يُجْعَلُ الْعُلُوقُ بِوَطْءٍ حَادِثٍ فِي الْعِدَّةِ، بِخِلَافِ مَا لَوْ كَانَا بِبَطْنٍ وَاحِدٍ. (وَفِي كُلَّمَا وَلَدْتِ) فَأَنْتِ طَالِقٌ - (فَوَلَدَتْ ثَلَاثَ بُطُونٍ تَقَعُ الثَّلَاثُ وَالْوَلَدُ الثَّانِي رَجْعَةٌ) فِي الطَّلَاقِ الْأَوَّلِ كَمَا مَرَّ وَتَطْلُقُ بِهِ ثَانِيًا (كَالْوَلَدِ الثَّالِثِ) فَإِنَّهُ رَجْعَةٌ فِي الثَّانِي وَتَطْلُقُ بِهِ ثَلَاثًا عَمَلًا بِكُلَّمَا (وَتَعْتَدُّ) الطَّلَاقَ الثَّالِثَ (بِالْحَيْضِ) لِأَنَّهَا مِنْ ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ مَا لَمْ تَدْخُلْ فِي سِنِّ الْإِيَاسِ فَبِالْأَشْهُرِ وَلَوْ كَانُوا بِبَطْنٍ يَقَعُ ثِنْتَانِ بِالْأَوَّلَيْنِ لَا بِالثَّالِثِ لِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ بِهِ فَتْحٌ.

حاملہ بیوی سے طلاق کے بعد رجعت

شوہر نے اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دی جس کی وطی کا وہ منکر تھا پھر اس نے وضع حمل سے قبل رجعت کرلی، پھر اس کو طلاق کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا یا پھر نکاح کے وقت سے چھ ماہ یا اس سے زیادہ میں بچہ پیدا تو شوہر کی سابقہ رجعت درست ہوگی، طلاق کے بعد جب چھ ماہ کے اندر بچہ تولد ہوا تو اس بات کی دلیل ہوئی کہ شوہر کا وطی سے انکار کرنا از روئے شرع درست نہیں تھا اور تولد ہونے سے بچہ شوہر ہی کا قرار پائے گا لہٰذا رجعت سابقہ کا صحیح ہونا بالکل اظہر من الشمس ہے البتہ اگر نکاح کے بعد چھ ماہ کے اندر بچہ کا تولد ہوا تو شوہر کی بات وطی کے انکار کرنے کے سلسلہ میں شرعاً درست ہوگی وضع حمل پر رجعت کے درست ہونے کا موقوف ہونا یہ اس کے مخالف نہیں ہے کہ وضع حمل سے پہلے رجعت صحیح ہوتی ہو، لہٰذا وقایہ کے کلام میں کوئی مسامحت نہیں ہوتی ہے۔

طلاق سے قبل بچہ والی بیوی سے رجعت

جس طرح کہ اس وقت رجعت شرعی اعتبار سے درست ہوتی ہے جب کوئی شخص اس عورت کو طلاق دے جس کو طلاق سے پہلے بچہ تولد ہوا ہو، اور شوہر نے اس کے ساتھ وطی کا انکار کیا ہو، لیکن اگر اس کو طلاق دینے کے بعد بچہ تولد ہوا تو اس صورت میں رجعت درست نہیں ہوگی، اس لیے کہ بچہ کے تولد ہونے سے اس کی عدت ختم ہو چکی ہے۔ اور طلاق سے پہلے بچہ کے تولد ہونے کی صورت میں منکر وطی شوہر کی رجعت اس لیے درست ہے کہ شریعت اسلامیہ نے شوہر کے انکار کو تسلیم نہیں کیا ہے اس لیے شریعت کا فیصلہ ہے الولد للفراش وللعاهر الحجر، اس لیے شوہر کا یہ کہنا کہ میں نے وطی نہیں کی ہے باطل قرار پائے گا

اس لیے اس اقرار سے غیر کا حق متعلق نہیں ہوگا۔

خلوت صحیحہ کے بعد وطی کے انکار کا حکم

اور اگر شوہر نے بیوی کے ساتھ خلوت کیا پھر اس کے بعد شوہر وطی کا انکار کیا پھر اس نے اس کو طلاق دیدی، تو اس صورت میں شوہر رجعت کا مالک نہیں ہوگا اس لیے کہ انکار وطی کے سلسلہ میں شریعت شوہر کی تکذیب نہیں کرتی ہے اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد شوہر نے وطی کا اقرار کیا اور بیوی نے انکار کیا تو اس صورت میں شوہر کے لیے رجعت کرنا از روئے شرع درست ہے اس لیے کہ ظاہر حال شوہر کے موافق ہے اور اگر شوہر نے خلوت نہیں کی ہے تو شوہر کو رجعت کا حق نہیں ہوگا اس لیے کہ اس صورت میں ظاہر حال عورت کے موافق ہے جیسا کہ فتاوی والوالجیہ میں مذکور ہے۔

پس خلوت کے انکار کرنے کی صورت میں شوہر نے بیوی کو طلاق دی اس کے بعد اس سے رجعت کرلی، اس کے بعد عورت کو طلاق کے بعد دو سال سے اقل مدت میں بچہ تولد ہوا تو اس صورت میں شوہر کی رجعت سابقہ صحیح ہوگی اور شوہر اپنے اس قول میں کہ اس نے خلوت نہیں کی ہے شرعی اعتبار سے جھوٹ قرار پائے گا، جیسا کہ یہ مسئلہ ابھی ابھی گزرا ہے بچہ پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ شوہر نے اس کے ساتھ وطی کی ہے لہٰذا انکار وطی کا قول جھوٹ مانا جائے گا اور شوہر کی تکذیب افضل و اولی ہے اس بات سے کہ عورت کو زانیہ قرار دیا جائے (شامی:۵/۳۷)

بچہ کی پیدائش پر تعلیق کرنے کا حکم

اور اگر شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر تو نے بچہ پیدا کیا تو تجھ کو طلاق ہے چناں چہ عورت کو بچہ پیدا ہوا، پس عورت پر طلاق واقع ہوگئی پھر عورت عدت گزاری، پھر اس کو دوسرا لڑکا پیدا ہوا دو بطن سے یعنی دوسرا بچہ چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا اگر چہ دوسرا بچہ دس سال کے بعد پیدا ہوا ہو تو عورت جب تک اپنی عدت گزارنے کا اقرار نہ کرے گی کیوں کہ طہر کے زمانے کی امتداد اور درازگی کی کوئی حد مقرر نہیں ہے علاوہ ازیں کے عورت سن ایاس کو پہنچ جائے یعنی بوڑھی ہو جائے تو یہ دوسرا بچہ رجعت ہوگا اور یہ تصور کیا جائے گا کہ یہ دوسرا بچہ کا نطفہ عدت کے اندر دوسری وطی سے قرار پایا ہے اس کے برخلاف اگر یہ دوسرا بچہ ایک ہی بطن سے پیدا ہوا ہو بایں طور کہ دوسرے بچہ کی پیدائش میں پہلے بچہ سے چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہو، مطلب یہ ہے کہ پہلا بچہ کے بعد دوسرا بچہ چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا ہے تو اس سے رجعت ثابت نہیں ہوگی اس لیے کہ یہ سمجھا جائے گا کہ دوسرے بچہ کا نطفہ در حقیقت پہلے ہی حمل کا ہو۔

لفظ کُلَّمَا سے تعلیق کی صورت

اور اگر شوہر بیوی سے یوں کہے کہ جب تو بچہ جنے گی تجھ کو طلاق ہے پھر اس کو تین بچے تین بطن سے پیدا ہوئے تو اس پر تین طلاق واقع ہوں گی اور جب دوسرا بچہ پیدا ہوگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور دوسرا بچہ پیدا ہوگا تو پہلی طلاق کے لیے۔

رجعت ہوگی۔ اور دوسری طلاق اس سے واقع ہوجائے گی، اور جب تیسرا بچہ پیدا ہوگا تو دوسری طلاق کے لیے رجعت ہوگی اور اس کے ذریعہ تیسری طلاق واقع ہوجائے گی، جیسا کہ لفظ کلما کا تقاضا ہے اور تیسری طلاق کے بعد سے عورت حیض کے ذریعہ عدت گزارے گی اس لیے کہ جب تک عورت سن ایاس کو نہ پہنچ جائے حیض والیوں میں شمار کی جائے گی اور جب سن ایاس کو پہنچ جائے اور حیض آنا بند ہوجائے تو پھر عورت مہینوں کے ذریعہ عدت گزارے گی اور کامل تین ماہ اس کی عدت ہوگی اور اگر تین لڑکے ایک بطن سے پیدا ہوئے تو اس صورت میں پہلے دو لڑکے سے طلاق واقع ہوگی اور تیسرے لڑکے کی پیدائش سے طلاق واقع نہیں ہوگی اس لیے کہ اس سے عورت کی عدت گزر چکی ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

(وَالْمُطَلَّقَةُ الرَّجْعِيَّةُ تَتَزَيَّنُ) وَيَحْرُمُ ذَلِكَ فِي الْبَائِنِ وَالْوَفَاةِ (لِزَوْجِهَا) الْحَاضِرِ لَا الْغَائِبِ لِفَقْدِ الْعِلَّةِ (إذَا كَانَتْ) الرَّجْعَةُ (مَرْجُوَّةً) وَإِلَّا فَلَا تَفْعَلُ، ذَكَرَهُ مِسْكِينٌ (وَلَا يُخْرِجُهَا مِنْ بَيْتِهَا) وَلَوْ لِمَا دُونَ السَّفَرِ لِلنَّهْيِ الْمُطْلَقِ (مَا لَمْ يُشْهِدْ عَلَى رَجْعَتِهَا) فَتَبْطُلُ الْعِدَّةُ، وَهَذَا إذَا صَرَّحَ بِعَدَمِ رَجْعَتِهَا، فَلَوْ لَمْ يُصَرِّحْ كَانَ السَّفَرُ رَجْعَةً دَلَالَةً فَتْحٌ بَحْثًا وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ. (وَالطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ لَا يُحَرِّمُ الْوَطْءَ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - (فَلَوْ وَطِئَ لَا عُقْرَ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ مُبَاحٌ (لَكِنْ تُكْرَهُ الْخَلْوَةُ بِهَا) تَنْزِيهًا (إنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ قَصْدِهِ الرَّجْعَةُ وَإِلَّا لَا) تُكْرَهُ (وَيَثْبُتُ الْقَسْمُ لَهَا إنْ كَانَ مِنْ قَصْدِهِ الْمُرَاجَعَةُ وَإِلَّا لَا) قَسْمَ لَهَا بَحْرٌ عَنْ الْبَدَائِعِ. قَالَ: وَصَرَّحُوا بِأَنَّ لَهُ ضَرْبَ امْرَأَتِهِ عَلَى تَرْكِ الزِّينَةِ وَهُوَ شَامِلٌ لِلْمُطَلَّقَةِ رَجْعِيًّا. (وَيَنْكِحُ مُبَانَتَهُ بِمَا دُونَ الثَّلَاثِ فِي الْعِدَّةِ وَبَعْدَهَا بِالْإِجْمَاعِ) وَمُنِعَ غَيْرُهُ فِيهَا لِاشْتِبَاهِ النَّسَبِ (لَا) يَنْكِحُ (مُطَلَّقَةً) مِنْ نِكَاحٍ صَحِيحٍ نَافِذٍ كَمَا سَنُحَقِّقُهُ (بِهَا) أَيْ بِالثَّلَاثِ (لَوْ حُرَّةً وَثِنْتَيْنِ لَوْ أَمَةً) وَلَوْ قَبْلَ الدُّخُولِ، وَمَا فِي الْمُشْكِلَاتِ بَاطِلٌ، أَوْ مُؤَوَّلٌ كَمَا مَرَّ (حَتَّى يَطَأَهَا غَيْرُهُ وَلَوْ) الْغَيْرُ (مُرَاهِقًا) يُجَامِعُ مِثْلُهُ، وَقَدَّرَهُ شَيْخُ الْإِسْلَامِ بِعَشْرِ سِنِينَ، أَوْ خَصِيًّا، أَوْ مَجْنُونًا، أَوْ ذِمِّيًّا لِذِمِّيَّةٍ (بِنِكَاحٍ) نَافِذٍ خَرَجَ الْفَاسِدُ وَالْمَوْقُوفُ، فَلَوْ نَكَحَهَا عَبْدٌ بِلَا إذْنِ سَيِّدِهِ وَوَطِئَهَا قَبْلَ الْإِجَازَةِ لَا يُحِلُّهَا حَتَّى يَطَأَهَا بَعْدَهَا.

مطلقہ رجعیہ کے لیے عدت میں زینت اختیار کرنا

جس عورت کو شوہر نے طلاق رجعی دیدی ہے تو وہ عورت اپنے موجود شوہر کے لیے عدت کے اندر بناؤ سنگار کرسکتی ہے بشرطیکہ شوہر سے رجعت کی امید ہو، اور اگر شوہر سے رجعت کی امید نہ ہو، یا شوہر موجود نہ ہو بلکہ غائب ہو تو پھر تزیین کے جواز کی علت فوت ہونے کی وجہ سے عورت زینت اختیار نہ کرے، اور جس عورت کو طلاق بائن دیدی گئی ہے یا اس کا شوہر وفات پا گیا اس کے لیے عدت میں زینت اختیار کرنا بناؤ سنگار کرنا شرعی اعتبار سے حرام ہے جیسا کہ اس مسئلہ کو منلا مسکین سے ذکر کیا ہے۔

مطلقہ رجعیہ کو سفر میں ساتھ لے جانے کا حکم

اور مطلقہ رجعیہ بیوی کو شوہر اس وقت تک گھر سے نکال باہر سفر میں نہ لے جائے جب تک کہ اس کی رجعت پر کسی کو گواہ نہ بنالے، اگر چہ یہ گھر سے نکال کے سفر پہ لے جانا مدت سفر شرعی سے کم کے لیے کیوں نہ ہو اس لیے کہ قرآن کریم میں مطلقہ رجعیہ کو گھر سے باہر نکالنے کی مطلق ممانعت آئی ہے خواہ سفر شرعی کی مسافت کی مقدار سے کم ہو یا زیادہ، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا لا تخرجوھن من بیوتھن ان عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر مت نکالو، اور یہ گھر سے باہر نکالنے کی ممانعت اس وقت ہے جب کہ شوہر نے رجعت نہ کرنے کی صراحت کر دی ہو، اور اگر شوہر نے عدم رجعت کی بات صراحتاً نہ کی ہو تو اس صورت میں مطلقہ رجعیہ کو سفر میں لے جانا دلالۃً رجعت شمار ہوگی جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور حضرت مصنف نے اسی کو برقرار رکھا ہے۔

مطلقہ رجعیہ سے وطی کرنے کا حکم شرعی

اور طلاق رجعی شوہر پر وطی کو حرام نہیں کرتی ہے یعنی طلاق رجعی دینے کے بعد شوہر کے لیے اس سے وطی کرنا جائز ہے اس میں حضرت امام شافعی کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں طلاق رجعی دینے کے بعد بیوی سے وطی کرنا حلال اور جائز نہیں ہے لیکن عند الاحناف مطلقہ رجعیہ سے وطی کرنا جائز ہے، چناں چہ اگر شوہر مطلقہ رجعیہ سے وطی کرے گا تو اس پر عقر یعنی مہر مثل واجب نہیں ہوگا اس لیے کہ شرعی اعتبار سے اس کے لیے اس سے وطی کرنا مباح ہے زیادہ سے زیادہ رجعت فعلی کو مکروہ کہا گیا ہے ہاں اگر شوہر کا ارادہ رجعت کرنے کا نہ ہو تو اس کے ساتھ خلوت اختیار کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر رجعت کا ارادہ ہے تو خلوت مکروہ نہیں ہے۔

تنبیہ: حضرت علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ شارح نے مطلقہ رجعیہ سے وطی کو مباح قرار دیا ہے جو ان کی طرف سے مسامحت ہے اس لیے کہ عند الاحناف مطلقہ رجعیہ سے وطی مکروہ ہے کیوں کہ یہ سنت کے خلاف طریقہ ہے اور فعل مباح اس کو کہا جاتا ہے جس میں شریعت نے فعل اور عدم فعل کا اختیار دیا ہو برابری کے طور پر اور مکروہ خواہ تنزیہی کیوں نہ ہو بہر حال اس کا ترک راجح ہے لہٰذا وہ مباح نہیں ہوسکتا ہے پس شارح کے لیے بہتر یہ تھا کہ لانہ جائز کا لفظ کہتے، اس لیے کہ جائز کا لفظ حرام کے علاوہ سب پر اطلاق ہوتا ہے خواہ واجب الفعل ہو یا مکروہ ہے۔ (شامی: ۵/ ۳۹)

مطلقہ رجعیہ کے لیے باری مقرر کرنا

اور مطلقہ رجعیہ کے لیے اس وقت باری ثابت ہے جب تک کہ شوہر کا ارادہ رجعت کا ہے اور اگر شوہر کا ارادہ رجعت کا نہیں ہے تو اس کے لیے باری مقرر کرنا ثابت نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق میں بدائع الصنائع کے حوالہ سے منقول ہے اور صاحب البحر الرائق نے اس کی صراحت کی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ترک زینت پر پٹائی کرسکتا ہے اور یہ مطلقہ رجعیہ کو بھی شامل ہے اس لیے کہ مطلقہ رجعیہ جب تک عدت میں ہوتی ہے فی الجملہ زوجیت میں داخل ہوتی ہے نکاح سے خارج نہیں ہوتی ہے۔

تین بائن طلاق سے کم کی صورت میں نکاح جدید کا جواز

اور جس عورت کو شوہر نے تین طلاق سے کم طلاق بائن دی ہو اس سے شوہر عدت کے اندر اور عدت کے بعد بھی بالاتفاق نکاح کرسکتا ہے اور اس پر اجماع دلیل ہے عدت کے اندر نکاح کرنے میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے ہاں شوہر کے علاوہ دوسرے مرد کے لیے عدت کے اندر اس سے نکاح کرنا از روئے شرع ممنوع ہے کیوں کہ اس صورت میں اشتباہ نسب کا اندیشہ ہے یعنی شوہر کے علاوہ دوسرے مرد کو عدت میں نکاح کی اجازت دے دی جاتی اور اس کے بعد بچہ پیدا ہوتا تو یقین کے ساتھ یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ بچہ پہلے شوہر کا ہے یا دوسرے کا، رہا مسئلہ کہ جو عورت بچہ دینے کے قابل نہیں ہے اس کے لیے کیوں ممنوع ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدت کی حالت میں دوسرے مرد سے نکاح کرنے کو صراحتاً منع کیا گیا کیوں کہ عدت ایک شرعی حق ہے اور دوسرے کے نکاح کرنے سے وہ حق مجروح ہوتا ہے اس لیے عدت میں دوسرے مرد کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

تین طلاق بائن کے بعد نکاح کا حکم

جس عورت کو شوہر نے تین طلاق دیدی ہو، اور یہ نکاح صحیح نافذ کے بعد واقع کی ہیں تو شوہر اس مطلقہ ثلاثہ سے نکاح نہیں کرسکتا ہے اور جس طلاق سے عورت مغلظہ ہو جاتی ہے وہ آزاد عورت کے لیے تین اور باندی کے لیے دو طلاق ہے اور جب شوہر آزاد عورت کو تین طلاق اور باندی منکوحہ کو دو طلاق دیدی ہے تو اس کے بعد شوہر اس عورت سے اس وقت تک دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا ہے جب تک کہ حلالہ شرعیہ نہ ہو جائے خواہ شوہر نے دخول سے پہلے ہی طلاق دی ہو، اور مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کے جواز کا جو قول مشکلات میں نقل کیا گیا ہے وہ باطل ہے یا پھر مؤول ہے باطل تو اس لیے ہے کہ یہ قول اجماع امت کے خلاف ہے اور مؤول اس طرح ہے کہ تین طلاق متفرق طور پر مراد ہو کیوں کہ غیر مدخولہ پہلی طلاق سے بائن ہو جاتی ہے اور دوسری اور تیسری واقع نہیں ہوتی ہے بلکہ لغو ہوتی ہے کیوں کہ محل ختم ہو جاتا ہے۔

مطلقہ ثلاثہ سے دوبارہ نکاح کے جواز کی شرط

مطلقہ ثلاثہ سے شوہر اول اس وقت تک دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا ہے جب تک کے وہ عورت عدت کے بعد دوسرے مرد سے نکاح شرعی نہ کرلے اور جب تک کہ دوسرا شوہر اس کے ساتھ وطی نہ کرلے، خواہ وہ دوسرا شوہر مراہق یعنی قریب البلوغ کیوں نہ ہو، بشرطیکہ وہ جماع پر قادر ہو (اور مراہق اس شخص کو کہا جاتا ہے جو قریب البلوغ ہو جماع کرنے پر قادر ہو، اور بعض اہل علم نے کہا کہ مراہق وہ شخص ہے جس کا عضو تناسل حرکت کرتا ہو اور عورتوں کی طرف رغبت کرتا ہو جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور افضل یہ ہے حلالہ کرنے والا شخص آزاد اور بالغ ہو اس لیے کہ امام مالک کے نزدیک انزال بھی شرط ہے)۔ (شامی: ۵/ ۴۲)

اور شیخ الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس سال سے لگایا ہے خواہ وہ دوسرا شوہر خصی ہی کیوں نہ ہو وہ مجنون یا پاگل ہی کیو

ل نہ ہو، خصی آدمی کا محلل ہونا اس وجہ سے جائز ہے کہ اس کا آلہ تناسل ہوتا ہے اگر چہ خصیہ نہیں ہوتے ہیں اور مجنون کے محلل ہونے کی شکل یہ ہوگی کہ اس کا ولی اس کا نکاح کردے مگر مجنون اور مراق شخص کی طلاق واقع نہیں ہوگی، اور ذمیہ عورت کے لیے ذمی مرد محلل بن سکتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک کتابیہ عورت کی شادی ایک مسلم مرد سے ہوگئی اس نے اس کو تین طلاق دیدی اب عدت کے بعد کوئی ذمی کتابی اس سے نکاح کرلے اور وطی کے بعد طلاق دیدے تو یہ عورت شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی اور شوہر اول کا اس سے نکاح جدید کرنا جائز اور درست ہوگا۔

حلالہ کے صحیح ہونے کی شرط

مطلقہ ثلاثہ شوہر اول کے لیے اس وقت حلال ہوگی جب کہ دوسرے مرد سے نکاح صحیح نافذ ہوا ہو، اور بعد وطی طلاق دی ہو، اور نکاح نافذ کی قید سے نکاح فاسد اور موقوف خارج ہوگیا ہے چناں چہ اگر مطلقہ ثلاثہ سے غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا ہے اور آقا کی اجازت سے پہلے پہلے اس کے ساتھ وطی بھی کرلی ہے تو عورت شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوگی البتہ آقا کی طرف سے اجازت نکاح کے بعد وطی کی ہے تو پھر غلام محلل شمار ہوگا اور عورت شوہر اول کے لیے جائز ہوگی اس لیے کہ غلام کا نکاح اس کے آقا کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اس کے بغیر نکاح نافذ نہیں ہوتا ہے۔

وَمِنْ لَطِيفِ الْحِيَلِ أَنْ تُزَوَّجَ لِمَمْلُوكٍ مُرَاهِقٍ بِشَاهِدَيْنِ فَإِذَا أَوْلَجَ يُمَلِّكُهُ لَهَا فَيَبْطُلُ النِّكَاحُ ثُمَّ تَبْعَثُهُ لِبَلَدٍ آخَرَ فَلَا يَظْهَرُ أَمْرُهَا، لَكِنْ عَلَى رِوَايَةِ الْحَسَنِ الْمُفْتَى بِهَا. أَنَّهُ لَا يُحِلُّهَا لِعَدَمِ الْكَفَاءَةِ إِنْ كَانَ لَهَا وَلِيٌّ وَإِلَّا فَيُحِلُّهَا اتِّفَاقًا كَمَا مَرَّ (وَتَمْضِي عِدَّتُهُ) أَيْ الثَّانِي (لَا بِمِلْكِ يَمِينٍ) لِاشْتِرَاطِ الزَّوْجِ بِالنَّصِّ، فَلَا يُحِلُّهَا وَطْءُ الْمَوْلَى وَلَا مِلْكُ أَمَةٍ بَعْدَ طَلْقَتَيْنِ، أَوْ حُرَّةٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ وَرِدَّةٍ وَسَبْيٍ وَنَظِيرُهُ مَنْ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا بِظِهَارٍ، أَوْ لِعَانٍ ثُمَّ ارْتَدَّتْ وَسُبِيَتْ ثُمَّ مَلَكَهَا لَمْ تَحِلَّ لَهُ أَبَدًا (وَالشَّرْطُ التَّيَقُّنُ بِوُقُوعِ الْوَطْءِ فِي الْمَحَلِّ) الْمُتَيَقَّنِ بِهِ، فَلَوْ كَانَتْ صَغِيرَةً لَا يُوطَأُ مِثْلُهَا لَمْ تَحِلَّ لِلْأَوَّلِ وَإِلَّا حَلَّتْ وَإِنْ أَفْضَاهَا بَزَّازِيَّةٌ. (فَلَوْ وَطِئَ مُفْضَاةً لَا تَحِلُّ لَهُ إِلَّا إِذَا حَبِلَتْ) لِيُعْلَمَ أَنَّ الْوَطْءَ كَانَ فِي قُبُلِهَا (كَمَا لَوْ تَزَوَّجَتْ بِمَجْبُوبٍ) فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ حَتَّى تَحْبَلَ لِوُجُودِ الدُّخُولِ حُكْمًا حَتَّى يَثْبُتَ النَّسَبُ فَتْحٌ، فَالِاقْتِصَارُ عَلَى الْوَطْءِ قُصُورٌ إِلَّا أَنْ يُعَمِّمَ بِالْحَقِيقِيِّ وَالْحُكْمِيِّ. (وَالْإِيلَاجُ فِي مَحَلِّ الْبَكَارَةِ يُحِلُّهَا وَالْمَوْتُ عَنْهَا لَا) كَمَا فِي الْقُنْيَةِ. وَاسْتَشْكَلَهُ الْمُصَنِّفُ، وَفِي النَّهْرِ: وَكَأَنَّهُ ضَعِيفٌ لِمَا فِي التَّبْيِينِ: يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ الْإِيلَاجُ مُوجِبًا لِلْغُسْلِ وَهُوَ الْتِقَاءُ الْخِتَانَيْنِ بِلَا حَائِلٍ يَمْنَعُ الْحَرَارَةَ، وَكَوْنُهُ عَنْ قُوَّةِ نَفْسِهِ فَلَا يُحِلُّهَا مَنْ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ

إِلَّا بِمُسَاعَدَةِ الْيَدِ إِلَّا إِذَا انْتَعَشَ وَعَمِلَ وَلَوْ فِي حَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَإِحْرَامٍ؛ وَإِنْ كَانَ حَرَامًا، وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ لِأَنَّ الشَّرْطَ الذَّوْقُ لَا الشِّبَعُ قُلْتُ: وَفِي الْمُجْتَبَى: الصَّوَابُ حِلُّهَا بِدُخُولِ الْحَشَفَةِ مُطْلَقًا، لَكِنْ فِي شَرْحِ الْمَشَارِقِ لِابْنِ مَالِكٍ: لَوْ وَطِئَهَا وَهِيَ نَائِمَةٌ لَا يُحِلُّهَا لِلْأَوَّلِ لِعَدَمِ ذَوْقِ الْعُسَيْلَةِ، وَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْوَطْءُ فِي حَالَةِ الْإِغْمَاءِ كَذَلِكَ.

مطلقہ ثلاثہ کے جائز ہونے کی ایک لطیف شکل

مطلقہ ثلاثہ کا شوہر اول کے لیے دوبارہ جائز ہونے کی ایک لطیب اور عمدہ شکل یہ ہے کہ اس مطلقہ ثلاثہ کا نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں اپنے غلام سے کر دیا جائے جو مراہق یعنی قریب البلوغ ہو، اور جب غلام اس عورت سے وطی کر چکے تو آقا اس غلام کا مطلقہ ثلاثہ کو مالک بنا دے چناں چہ مالک بناتے ہی خود بخود نکاح باطل ہو جانے کا پھر عورت اس غلام کو کسی دوسرے شہر میں بھیج کر اس کو فروخت کر دے تاکہ کسی کو یہ قصہ اور راز معلوم نہ ہو سکے، لیکن حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق مفتی بہ قول یہ ہے کہ غلام کا نکاح پھر اس کے ساتھ وطی عورت کو شوہر اول کے لیے جائز ہونے کی وجہ نہیں بن سکتی ہے کیوں کہ دونوں ہم کفو نہیں ہے اگر عورت کے لیے کوئی ولی موجود ہے اور اگر عورت کا کوئی ولی موجود نہیں ہے تو پھر یہ نکاح شوہر اول کے لیے اس عورت کو جائز کر دے گا۔
جیسا کہ اس سے پہلے بھی گزر چکا ہے کہ دوسرا شوہر اس وقت محلل بنے گا جب اس نے شرعی اعتبار سے نکاح کیا ہو، اور دخول کے بعد طلاق دی ہو اور اس طلاق کے بعد اس کی عدت گزر چکی ہو تو اس کے بعد شوہر اول اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

آقا کی وطی سے مطلقہ ثلاثہ شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی

اگر ملک یمین کے ذریعہ مطلقہ ثلاثہ سے وطی کی گئی ہے تو یہ وطی مطلقہ ثلاثہ کو شوہر اول کے لیے حلال نہیں کرتی ہے اس لیے کہ نص میں صراحتاً اس بات کی شرط ہے کہ شوہر ثانی نے وطی کی ہو، لہٰذا اگر اس کا مولی اس سے وطی کرے گا تو وہ از روئے شرع محلل نہیں بنے گا اور اس کی شکل یہ ہوگی کہ باندی کے شوہر نے دو مرتبہ طلاق دیدی تو اب باندی شوہر کے لیے حرام ہوگئی، لہٰذا باندی کے مولی نے اس کے ساتھ وطی کی اس لیے کہ اس کو ملک یمین حاصل ہے تو عدت کے بعد یہ باندی اپنے شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی کہ دوبارہ اس سے نکاح کر لے اس لیے کہ قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ "حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" کی شرط مذکور ہے گویا شوہر ثانی کی وطی پر نکاح کے جائز ہونے کو موقوف قرار دیا ہے مالک کی وطی پر موقوف نہیں رکھا گیا ہے۔
شوہر نے جب منکوحہ باندی کو دو طلاق دیدی، پھر اس کو اس نے خرید لیا اور اس کے ساتھ وطی کی تو یہ وطی اس کے لیے بملک یمین جائز نہ ہوگا اس لیے دو بار طلاق دینے کی وجہ سے یہ اس وقت تک حرام رہے گی جب تک کہ اس کا نکاح کسی دسرے مرد سے نہ ہوا ہو اور دوسرا مرد وطی کر کے اس کو طلاق نہ دیدے جیسا کہ "حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" سے معلوم ہوتا

ہے۔ یا آزاد عورت کو شوہر نے تین طلاق دی اس کے بعد عورت مرتد ہوگئی اور وہ دارالاسلام میں گرفتار ہوکر آئی پھر وہ جس کے حصہ میں آئی اس نے مولی ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ وطی کرلی ہے تو اس وطی کی وجہ سے یہ عورت شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی اس لیے کہ حلت کی بنیاد زوج ثانی کا نکاح کرنا اور وطی کرنا ہے اور وہ یہاں مفقود ہے، لہٰذا مولی کے وطی کرنے کی وجہ سے وہ آزاد عورت کا شوہر اول سے نکاح کرنا از روئے شرع حلال نہ ہوگا۔

ظہار ولعان کی صورت

اور اس مسئلہ کی نظیر یہ مسئلہ بھی ہے کہ ظہار یا لعان کی وجہ سے زوجین کے درمیان تفریق واقع ہوگئی، اور وطی ممنوع ہوگئی اس کے بعد عورت مرتد ہوگئی اور دارالحرب سے گرفتار کر کے دارالاسلام لائی گئی پھر اس کا شوہر اول مالک ہوگیا تو یہ بیوی اس کے لیے کبھی بھی حلال نہیں ہوگی اس لیے کہ اصول یہ ہے کہ جب کوئی شخص بیوی سے ظہار کرے تو جب تک وہ کفارہ ظہار قاعدہ کے مطابق ادا نہیں کرے گا وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوگی، اس طرح لعان میں بھی جب تک اس کو باطل نہ کرے بیوی حلال نہیں ہوگی۔

مقام وطی میں دخول حلالہ کے لیے شرط

حلالہ کے صحیح ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ مخصوص محل میں وطی ہونے کا یقین ہو، اور جس طرح وطی کا یقین ہو اسی طرح اس بات کا بھی یقین ہو کہ مقام مخصوص میں وطی ہوئی ہے، چناں چہ اگر لڑکی اتنی کم عمر ہے کہ اس جیسی عمر کی لڑکی سے وطی نہیں کی جاسکتی ہے تو اگر اس سے شوہر ثانی وطی کرے گا تو وہ لڑکی شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی اس لیے کم عمر کی لڑکی جو وطی کے لائق نہیں ہے وہ محل شہوت نہیں ہوتی ہے اور اس کے ساتھ وطی شرعاً معتبر نہیں ہے ہاں اگر وہ وطی کے قابل ہو پھر اس کے ساتھ وطی کی گئی تو شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی اگر چہ وطی کر کے اس کو مفضاۃ کیوں نہ بنادے، جیسا کہ فتاوی بزازیہ میں ہے (مفضاۃ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے دبر اور فرج کے درمیان کا پردہ ہٹ جائے اور دونوں ایک ہوجائے)

مفضاۃ سے وطی کا تیقن

اگر شوہر نے مفضاۃ عورت کو طلاق مغلظہ دیدی پھر عدت کے بعد اس نے کسی مرد سے نکاح کرلیا پھر اس مرد نے اس کے ساتھ وطی کی اور مقام شہوت میں وطی پائی گئی لیکن اس کے باوجود یہ عورت شوہر اول کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ عورت حاملہ نہ ہوجائے تاکہ یہ یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ وطی شرمگاہ ہی میں پائی گئی ہے، جب وہ عورت حاملہ ہوگئی اور شوہر ثانی نے طلاق دیدی اور عدت گزر گئی تو اب یہ عورت شوہر اول کے لیے حلال ہوگی۔

مقطوع الذکر شخص سے مطلقہ ثلاثہ کا نکاح اور اس کا حکم

جس طرح کہ اگر مطلقہ ثلاثہ عورت عدت کے بعد مقطوع الذکر شخص سے نکاح کرے تو یہ عورت اس وقت تک شوہر اول

کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک کہ اس کا حمل ظاہر نہ ہو جائے اس لیے کہ ظہور حمل کے بعد اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ حکما دخول پایا گیا ہے حقیقی دخول تو ممکن ہی نہیں ہے اس لیے کہ اس کے پاس تو آلہ تناسل نہیں ہے تو حقیقی دخول کہاں سے ہوگا ہاں دخول حکمی لگایا جاسکتا ہے اور اسی دخول حکمی کی وجہ سے بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا جیسا کہ فتح القدیر میں مسئلہ مذکور ہے شارح فرماتے ہیں کہ جب دخول حکمی تحلیل کا ذریعہ ہے اور اس سے بھی عورت حلال ہو جاتی ہے تو تحلیل کو صرف وطی پر موقوف رکھنا ایک طرح کی کمی ہے اگر یوں کہہ دیا جائے کہ تحلیل کے لیے وطی شرط ضروری ہے مگر یہ عام ہے خواہ وطی حقیقی ہو یا حکمی، اس صورت میں عبارت میں کوئی جھول نہیں ہوتا اور مقطوع الذکر اسی وطی حکمی میں داخل ہوگا۔

محل بکارت میں دخول تحلیل کا ذریعہ

اور محل بکارت میں جماع کرنا عورت کو شوہر اول کے لیے حلال کر دیتا ہے اور شوہر ثانی کا عورت کو چھوڑ کر انتقال کر جانا اور وطی نہ ہونا حلال نہیں کرتا ہے جیسا کہ قنیہ نامی کتاب میں مذکور ہے، اور مصنف نے اس کو اپنی شرح میں قابل اشکال قرار دیا ہے اور اشکال یہ ہے کہ اگر محل بکارت میں ادخال پایا گیا لیکن پردہ بکارت باقی رہا تو ایسی صورت میں دخول حشفہ کس طرح ہوسکتا ہے اور حلالہ میں وہ دخول معتبر ہے جو موجب غسل ہو اور موجب غسل وہی دخول ہے جس میں حشفہ کا دخول پایا جائے اور یہاں ایسا نہیں ہے؟ پھر حلالہ کس طرح درست ہوگا۔

اور نہر الفائق میں لکھا ہے کہ قنیہ کا قول غالبا ضعیف ہے کیوں کہ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں مذکور ہے کہ حلالہ کے لیے ایسا دخول شرط ہے جو موجب غسل ہو اور بغیر کسی پردہ کے اگر زوجین میں سے ایک کی شرمگاہ دوسرے کی شرمگاہ سے مل جائے جو گرمی کو روکتا ہو تو وہ موجب غسل ہے اور اگر دخول سے ایسا دخول مراد ہو جس سے پردہ بکارت زائل ہو جائے تو پھر کوئی اشکال ہی باقی نہیں رہتا ہے سب جھگڑے ہی ختم ہو جاتے ہیں لہٰذا یہی معنی مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

کون سا دخول حلالہ میں معتبر ہے

حلالہ کے صحیح ہونے کے لیے عضو تناسل کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا شرط ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی شرط ہے دخول اپنی قوت وطاقت سے ہو چناں چہ اگر کوئی شخص عورت کی شرمگاہ میں ہاتھ کی قوت وطاقت سے داخل کر دے گا تو اس کا اعتبار نہیں ہے اور حلالہ درست نہیں ہوگا ہاں اگر ہاتھ کی مدد سے آلہ تناسل میں تناؤ اور استادگی آگئی ہو اور وہ خود داخل ہونے کے قابل ہو گیا ہو اگر چہ یہ دخول بحالت حیض یا بحالت نفاس یا بحالت احرام ہی کیوں نہ ہو حلالہ ہو جائے گا یہ اور بات ہے کہ حیض اور نفاس اور احرام کی حالت میں عورت کے ساتھ وطی کرنا شرعا حرام ہے اور حلالہ کے لیے محض دخول معتبر ہے انزال ہونا شرط نہیں ہے اس لیے کہ حلالہ میں لذت پائے جانے کی شرط تو ہے لیکن جماع سے آسودہ ہونا شرط نہیں ہے جو انزال سے حاصل ہوتا ہے۔

مزہ چکھنے کی شرط

شارح فرماتے ہیں کہ مجتبیٰ نامی کتاب میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ مطلق دخول حشفہ سے حلت ثابت ہو جاتی ہے درست بات یہی ہے لیکن شرح المشارق جو ابن الملک کی تصنیف شدہ ہے اس میں لکھا ہے کہ اگر عورت سو رہی تھی اور اسی حالت میں شوہر نے اسکے ساتھ وطی کر لیا تو اس وطی سے عورت شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوگی اس لیے کہ عورت نے وطی کا مزہ نہیں چکھا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہاں تک کہ ایک دوسرے کا مزہ چکھ لیں اور سوئی ہوئی عورت لذت سے آشنا نہیں ہو سکتی ہے اس لیے حلالہ نہیں ہوگا اور مناسب یہ ہے کہ یہی حکم اس وطی کا بھی ہونا چاہیے جو بے ہوشی کی حالت میں ہو اس لیے حلت ثابت نہیں ہوگی۔

(وَكُرِهَ) التَّزَوُّجُ لِلثَّانِي (تَحْرِيمًا) لِحَدِيثِ «لَعَنَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ» (بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ) كَتَزَوَّجْتُكِ عَلَى أَنْ أُحَلِّلَكِ (وَإِنْ حَلَّتْ لِلْأَوَّلِ) لِصِحَّةِ النِّكَاحِ وَبُطْلَانِ الشَّرْطِ فَلَا يُجْبَرُ عَلَى الطَّلَاقِ كَمَا حَقَّقَهُ الْكَمَالُ، خِلَافًا لِمَا زَعَمَهُ الْبَزَّازِيُّ: وَمِنْ لَطِيفِ الْحِيَلِ قَوْلُهُ: إنْ تَزَوَّجْتُكِ وَجَامَعْتُكِ، أَوْ وَأَمْسَكْتُكِ فَوْقَ ثَلَاثٍ مَثَلًا فَأَنْتِ بَائِنٌ، وَلَوْ خَافَتْ أَنْ لَا يُطَلِّقَهَا تَقُولُ: زَوَّجْتُكَ نَفْسِي عَلَى أَنَّ أَمْرِي بِيَدِي زَيْلَعِيٌّ، وَتَمَامُهُ فِي الْعِمَادِيَّةِ (أَمَّا إذَا أَضْمَرَ ذَلِكَ لَا) يُكْرَهُ (وَكَانَ) الرَّجُلُ (مَأْجُورًا) لِقَصْدِ الْإِصْلَاحِ، وَتَأْوِيلُ اللَّعْنِ إذَا شَرَطَ الْأَجْرَ ذَكَرَهُ الْبَزَّازِيُّ ثُمَّ هَذَا كُلُّهُ فَرْعُ صِحَّةِ النِّكَاحِ الْأَوَّلِ، حَتَّى لَوْ كَانَ بِلَا وَلِيٍّ بَلْ بِعِبَارَةِ الْمَرْأَةِ، أَوْ بِلَفْظِ هِبَةٍ، أَوْ بِحَضْرَةِ فَاسِقَيْنِ ثُمَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا وَأَرَادَ حِلَّهَا بِلَا زَوْجٍ يَرْفَعُ الْأَمْرَ لِشَافِعِيٍّ فَيَقْضِي بِهِ وَبِبُطْلَانِ النِّكَاحِ: أَيْ فِي الْقَائِمِ وَالْآتِي لَا فِي الْمُنْقَضِي بَزَّازِيَّةٌ. وَفِيهَا قَالَ الزَّوْجُ الثَّانِي كَانَ النِّكَاحُ فَاسِدًا، أَوْ لَمْ أَدْخُلْ بِهَا وَكَذَّبَتْهُ فَالْقَوْلُ لَهَا. وَلَوْ قَالَ الزَّوْجُ الْأَوَّلُ ذَلِكَ فَالْقَوْلُ لَهُ: أَيْ فِي حَقِّ نَفْسِهِ (وَالزَّوْجُ الثَّانِي يَهْدِمُ بِالدُّخُولِ) فَلَوْ لَمْ يَدْخُلْ لَمْ يَهْدِمْ اتِّفَاقًا قُنْيَةٌ (مَا دُونَ الثَّلَاثِ أَيْضًا) أَيْ كَمَا يَهْدِمُ الثَّلَاثَ إجْمَاعًا لِأَنَّهُ إذَا هَدَمَ الثَّلَاثَ فَمَا دُونَهَا أَوْلَى خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ، فَمَنْ طَلُقَتْ دُونَهَا وَعَادَتْ إلَيْهِ بَعْدَ آخَرَ عَادَتْ بِثَلَاثٍ لَوْ حُرَّةً وَثِنْتَيْنِ لَوْ أَمَةً. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ وَبَاقِي الْأَئِمَّةِ بِمَا بَقِيَ وَهُوَ الْحَقُّ فَتْحٌ، وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ كَغَيْرِهِ.

حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کا شرعی حکم

شوہر ثانی کے لیے حلالہ کی شرط کے ساتھ مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ حدیث پاک میں رسول

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہے دونوں پر لعنت فرمائی ہے اور حلالہ کرنے کی شرط کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر ثانی یوں کہے تزوجتك علی ان احلك میں تجھ سے شادی کر رہا ہوں اس شرط کے ساتھ کہ میں تجھ کو حلال کر دوں گا تو اس طرح کی شرط کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ عورت اس سے بھی شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی کیوں کہ اس شرط کے ساتھ بھی نکاح درست ہو جاتا ہے اور شرط باطل قرار پاتی ہے لہٰذا کوئی بھی شرط شوہر ثانی کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کر سکتی ہے جیسا کہ علامہ کمال نے اس کی تحقیق کی ہے برخلاف اس کے جو گمان کیا ہے علامہ بزازی نے یعنی صاحب بزازیہ نے کہا ہے کہ ایسا مشروط نکاح بھی درست ہے اور شرط بھی جائز ہے چناں چہ اگر شوہر ثانی طلاق دینے سے انکار کر دے تو قاضی اس کو طلاق دینے پر مجبور کرے گا اور عورت شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی اور صاحب فتح القدیر نے بزازیہ کے اس قول کی تردید کی ہے کہ یہ قول ظاہر الروایہ سے ثابت نہیں ہے۔ نیز یہ قول مذہب کے قواعد کے بھی خلاف ہے، اس لیے اصح قول وہی ہے جو کمال نے بیان کیا ہے۔

حلالہ کرنے کی تدبیر

اور حلالہ کرنے کے واسطے لطیف اور عمدہ حیلہ یہ ہے کہ شوہر یوں کہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کر کے جماع کروں یا تین راتوں سے زیادہ روکوں تو تجھ کو طلاق بائن ہے تو اس صورت میں اگر دوسرا شوہر اس سے جماع کے بعد تین رات سے زیادہ روکے گا تو خود بخود عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور عدت کے بعد شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی۔

شوہر ثانی سے مطلقہ ہونے کا طریقہ

اور اگر عورت کو اس بات کا ڈر ہو کہ دوسرا شوہر اس کو طلاق نہیں دے گا تو اس سے بچنے کا حیلہ اور طریقہ یہ ہے کہ عورت ایجاب کرتے وقت یوں کہے کہ میں نے اپنا نکاح تجھ سے اس شرط کے ساتھ کیا کہ میرا معاملہ میرے ہاتھ میں ہوگا یعنی طلاق واقع کرنے کا اختیار میرے اختیار میں ہوگا تو اس صورت میں اگر نکاح کے بعد شوہر ثانی طلاق نہ دے تو عورت خود بھی اپنی ذات پر طلاق واقع کر سکتی ہے جیسا کہ زیلعی میں ہے اور اس کی پوری تفصیل عمادیہ میں ہے چناں چہ علامہ شامی عمادیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اگر عورت کو یہ اندیشہ ہو کہ شوہر ثانی اس کو طلاق نہیں دے گا تو بوقت ایجاب عورت یوں کہے کہ میں نے اپنی ذات کا نکاح اس شرط کے ساتھ کیا کہ میرا معاملہ میرے ہاتھ میں ہوگا اور شوہر نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح جائز ہو گیا اور عورت کو طلاق واقع کرنے کا اختیار حاصل رہے گا اور اگر ابتداء شوہر کی طرف سے ہوئی اور اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس شرط کے ساتھ نکاح کیا کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں رہے گا عورت نے اس کو قبول کر لیا تو اس صورت میں نکاح جائز ہوگا مگر عورت کو طلاق واقع کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ جب شوہر نے عورت کو طلاق کی تفویض کی تو اس

وقت عورت اس کے نکاح میں نہیں ہے اور تفویض بغیر ملک یا بلا اضافت سبب الی الملک کے لغو ہوتی ہے اور حال یہ ہے کہ اس وقت دونوں امر موجود نہیں ہوتے ہیں اس کے برخلاف پہلی صورت کے جب شوہر نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونے کی وجہ سے تفویض پائی گئی لہٰذا تفویض درست ہوگی (شامی: ۵/ ۴۸)

تحلیل کی نیت کو چھپا کر نکاح کرنا

اگر دوسرا شوہر تحلیل کی نیت سے نکاح کرے لیکن اس نیت کو ظاہر نہ کرے زبان پر نہ لائے بلکہ چھپائے رکھے تو پھر مکروہ نہیں ہے بلکہ اس مرد کو اجر و ثواب ملے گا کیوں کہ اس کی نیت اصلاح کی ہے کہ حرمت کو زائل کر کے دونوں کو ملا دے گا اور ایک اجڑتے گھر کو بسا دے گا اور حدیث شریف میں محلل اور محلل لہ پر جو اللہ کی لعنت کی گئی ہے اس کی تاویل یہ ہوگی کہ یہ اس وقت ہے جب کہ وہ حلالہ کرنے کے لیے اجرت طے کرے جیسا کہ اس کو بزازیہ نے ذکر کیا ہے۔

اول نکاح کا درست ہونا

ماقبل میں جو کچھ بھی مسئلہ زیر بحث آیا ہے اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ پہلا نکاح صحیح ہوا ہو یعنی شوہر اول کا نکاح از روئے شرع درست تھا تو پھر اس نے تین طلاق دی ہو، تب تحلیل کی ضرورت پیش آئے گی چناں چہ نکاح اول اگر بغیر اذن ولی کے تھا یا عورت کی عبادت کے بغیر تھا یا نکاح اول لفظ ہبہ سے تھا یا دو فاسق آدمیوں کی موجودگی میں نکاح ہوا تھا اس کے بعد شوہر اول نے تین طلاق دی تھی اور عورت کو دوسرے شوہر کے بغیر حلالہ کرنا چاہا تو اس معاملہ کو شافعی المذہب قاضی کے پاس لے جائے کہ وہ قاضی اس نکاح کے باطل ہونے کا حکم صادر کرے جواب قائم اور موجود ہے نہ کہ گزشتہ میں جیسا کہ بزازیہ میں ہے (علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس طرح کے مسائل لائق اظہار بھی نہیں ہے بلکہ اگر غور و فکر کیا جائے تو یہ تعبیر ٹھیک بھی نہیں ہے کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عند الاحناف بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہوتا ہے یا ہبہ کے ذریعہ یا دو فاسق گواہوں کی موجودگی میں نکاح درست نہیں ہوتا ہے حالاں کہ ایسا نہیں ہے اگر یوں کہا جاتا ہے کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق واقع نہیں ہوگی تو ٹھیک رہتا۔

زوجین کے قول میں اختلاف ہو جائے تو کیا حکم

اور فتاوی بزازیہ میں ہے کہ شوہر ثانی نے کہا کہ دوسرا نکاح فاسد تھا یا کہا کہ نکاح صحیح تھا لیکن میں اس عورت کے ساتھ دخول نہیں کیا اور شوہر نے اس کا اظہار طلاق کے بعد کیا تو اس کا مقصد یہ ہے کہ عورت شوہر اول کے لیے حلال نہ ہو، لیکن عورت شوہر ثانی کی بات کو تکذیب کرتی ہے تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر شوہر اول نے یہ کہا کہ دوسرا نکاح فاسد ہوا تھا یا دوسرے شوہر نے عورت سے جماع نہیں کیا ہے تو اس صورت میں شوہر اول کا قول معتبر ہوگا۔

دوسرے نکاح اور دخول کا اثر

شوہر ثانی کا نکاح کے بعد اس سے وطی کرنا پہلی طلاقوں کو جو تین سے کم ہو بالاتفاق ختم کر دیتا ہے جس طرح کہ وہ تین طلاقوں کو باجماع ختم کر دیتا ہے اس لیے کہ نکاح ثانی کے بعد وطی سے جب تین طلاقیں باقی نہیں رہی بلکہ ختم ہو گئی تو تین سے کم بدرجہ اولی ختم ہو جائے گی، چناں چہ اس عورت کو تین طلاق سے کم دی گئی اور وہ شوہر ثانی سے نکاح کے بعد اور جماع کے بعد دوبارہ شوہر اول کے نکاح میں آئی تو اب شوہر اول تین طلاق دینے کا مالک ہوگا اور عورت باندی ہے تو دو طلاق دینے کا حق ہوگا اس لیے کہ شوہر ثانی نے پہلی اور دوسری طلاق کو بالکلیہ طور پر ختم کر ڈالا ہے اور حضرت امام محمدؒ اور دیگر ائمہ کرام کے نزدیک لوٹنے کی صورت میں شوہر اول کو صرف ما بقیہ طلاق دینے کا اختیار ہوگا یعنی اگر پہلے ایک طلاق دے رکھی ہے تو اب دو کا مالک ہوگا اور اگر پہلے دو دے رکھی ہے تو اب ایک کا مالک ہوگا اور حضرت امام نے اسی قول کو حق کہا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور اسی کو حضرت مصنفؒ نے برقرار رکھا ہے۔

(وَلَوْ أَخْبَرَتْ مُطَلَّقَةُ الثَّلَاثِ بِمُضِيِّ عِدَّتِهِ وَعِدَّةِ الزَّوْجِ الثَّانِي) بَعْدَ دُخُولِهِ (وَالْمُدَّةُ تَحْتَمِلُهُ جَازَ لَهُ) أَيْ لِلْأَوَّلِ (أَنْ يُصَدِّقَهَا إِنْ غَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ صِدْقُهَا) وَأَقَلُّ مُدَّةِ عِدَّةٍ عِنْدَهُ بِحَيْضٍ شَهْرَانِ وَلِأَمَةٍ أَرْبَعُونَ يَوْمًا مَا لَمْ تَدَّعِ السِّقْطَ كَمَا مَرَّ. وَلَوْ تَزَوَّجَتْ بَعْدَ مُدَّةٍ تَحْتَمِلُهُ ثُمَّ قَالَتْ لَمْ تَنْقَضِ عِدَّتِي، أَوْ مَا تَزَوَّجْتُ بِآخَرَ لَمْ تُصَدَّقْ لِأَنَّ إِقْدَامَهَا عَلَى التَّزَوُّجِ دَلِيلُ الْحِلِّ، وَعَنِ السَّرَخْسِيِّ لَا يَحِلُّ تَزَوُّجُهَا حَتَّى يَسْتَفْسِرَهَا.وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: قَالَتْ طَلَّقَنِي ثَلَاثًا ثُمَّ أَرَادَتْ تَزْوِيجَ نَفْسِهَا مِنْهُ لَيْسَ لَهَا ذَلِكَ أَصَرَّتْ عَلَيْهِ أَمْ أَكْذَبَتْ نَفْسَهَا. (سَمِعَتْ مِنْ زَوْجِهَا أَنَّهُ طَلَّقَهَا وَلَا تَقْدِرُ عَلَى مَنْعِهِ مِنْ نَفْسِهَا) إِلَّا بِقَتْلِهِ (لَهَا قَتْلُهُ) بِدَوَاءٍ خَوْفَ الْقِصَاصِ، وَلَا تَقْتُلُ نَفْسَهَا. وَقَالَ الْأُوزْجَنْدِيُّ: تَرْفَعُ الْأَمْرَ لِلْقَاضِي ، فَإِنْ حَلَفَ وَلَا بَيِّنَةَ فَالْإِثْمُ عَلَيْهِ، وَإِنْ قَتَلَتْهُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا. وَالْبَائِنُ كَالثَّلَاثِ بَزَّازِيَّةٌ.

مطلقہ ثلاثہ کے قول پر اعتماد

اور اگر مطلقہ ثلاثہ نے یہ بتایا کہ پہلے اور دوسرے شوہر کی عدت ختم ہو چکی ہے اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ شوہر ثانی نے دخول کے بعد طلاق دی تھی اور مدت اتنی گزر چکی ہو کہ دونوں عدتوں کے ختم ہونے کا اس میں احتمال ہو تو اس صورت میں عورت شوہر اول کے لیے جائز ہے کہ عورت کے قول کی تصدیق کرے بشرطیکہ شوہر کو غالب گمان ہو کہ عورت سچ کہہ رہی ہے تو شوہر اول اب اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

عدت گزرنے کی اقل مدت مقدار

عدت گزرنے کی اقل مدت مقدار بذریعہ حیض امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزاد عورت کے لیے دو ماہ ہے اور باندی عورت کے لیے چالیس دن ہے جب تک کہ عورت بچہ کے ساقط ہونے کا دعویٰ نہ کرے کیوں کہ اسقاط سے فوراً عدت ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ سابق میں گزر چکا ہے۔

عورت کے دعویٰ کا اعتبار

اگر مطلقہ ثلاثہ نے شوہر اول سے اس مدت کے بعد نکاح کیا جو مدت عدت کے ختم ہونے کا احتمال رکھتی ہے پھر اس کے بعد عورت نے کہا کہ میری عدت مکمل نہیں ہوئی تھی یا یوں دعویٰ کرے کہ اس نے شوہر ثانی سے نکاح نہیں کیا تھا تو اس صورت میں عورت کی بات تصدیق نہیں کی جائے گی کیوں کہ عورت کا نکاح کے لیے اقدام کرنا، اس کے حلال ہونے کی دلیل ہے اور حضرت امام سرخسی سے مروی ہے کہ شوہر اول کے لیے اس سے دوبارہ نکاح کرنا اس وقت تک درست نہیں ہے جب تک کہ وہ عورت سے معلوم نہ کر لے کہ تمہاری عدت گزری ہے یا نہیں اور شوہر ثانی نے دخول کیا ہے یا نہیں؟ جب معلوم کرنے کے بعد اطمینان قلب ہو جائے پھر نکاح کرنا درست ہے اس سے پہلے درست نہیں۔

اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ عورت نے کہا کہ شوہر نے اس کو تین مرتبہ طلاق دیدی ہے پھر عورت نے اسی شوہر سے دوبارہ نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو عورت کے لیے یہ نکاح کرنا شرعاً جائز نہیں ہے خواہ عورت اپنے قول سابق پر اصرار کرے یا خود اپنی تکذیب کرے اور یہ اس صورت میں ہے جب عورت طلاق کی مدعی ہے اور شوہر انکار کرے اور اگر شوہر نے بھی طلاق کا اقرار کر لیا تھا تو شوہر کے لیے اس سے نکاح کرنا درست نہیں ہوگا۔

وہ مطلقہ ثلاثہ جو اپنے شوہر کو روکنے پر قادر نہیں ہے اسکا حکم

عورت نے اپنے شوہر سے سنا کہ اس نے اس کو تین طلاق دیدی ہے لیکن عورت شوہر کو اپنے ساتھ جماع سے روکنے پر قادر نہیں ہے مگر یہ اس کو قتل کر ڈالے تو اس صورت میں عورت کے لیے بذریعہ دوا اس کو قتل کر ڈالنا درست ہے اور دوا کے ذریعہ قتل اس وجہ سے کرنے کے لیے کہا گیا تا کہ اس پر قصاص نہ آئے لیکن عورت کے لیے اس خوف سے خودکشی کرنا جائز نہیں ہے کہ شوہر اس کے ساتھ تین طلاق کے بعد بھی جماع کرے گا۔

مسئلہ: شوہر کو دوا سے قتل کرنے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ مال کا فدیہ دے کر اپنے کو اس سے جماع سے بچائے یا شوہر کو چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ بھاگ جائے تا کہ شوہر تین طلاقیں دینے کے بعد اس کے ساتھ جماع نہ کر سکے۔ (شامی: ۵/ ۵۶)

علامہ روزجندی فرماتے ہیں کہ عورت اس معاملہ کو قاضی کے پاس لے جائے پس اگر شوہر قاضی کے پاس قسم کھالے کہ

اس نے طلاق نہیں دی ہے اور بیوی کے پاس کوئی گواہ موجود نہیں ہے جو یہ گواہی دیدے کہ ہاں اس کے شوہر نے تین طلاق دی ہے تو ایسی صورت میں جماع کرنے کا گناہ صرف شوہر پر ہوگا اگر عورت کو اپنی جان کا خطرہ ہو اور اس کی وجہ سے وہ شوہر کو قتل کر ڈالے تو عورت گنہ گار نہیں ہوگی اور نکاح میں طلاق بائن کا انقطاع طلاق ثلاثہ کی طرح ہے جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

وَفِيهَا شَهِدَا أَنَّهُ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا لَهَا التَّزَوُّجُ بِآخَرَ لِلتَّحْلِيلِ لَوْ غَائِبًا انْتَهَى. قُلْت: يَعْنِي دِيَانَةً. وَالصَّحِيحُ عَدَمُ الْجَوَازِ قُنْيَةٌ، وَفِيهَا: لَوْ لَمْ يَقْدِرْ هُوَ أَنْ يَتَخَلَّصَ عَنْهَا وَلَوْ غَابَ سَحَرَتْهُ وَرَدَّتْهُ إلَيْهَا لَا يَحِلُّ لَهُ قَتْلُهَا، وَيَبْعُدُ عَنْهَا جُهْدَهُ (وَقِيلَ: لَا) تَقْتُلُهُ، قَائِلُهُ الْإِسْبِيجَابِيُّ (وَبِهِ يُفْتَى) كَمَا فِي التَّتَارْخَانِيَّةِ وَشَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ عَنْ الْمُلْتَقَطِ أَيْ، وَالْإِثْمُ عَلَيْهِ كَمَا مَرَّ. (قَالَ بَعْدُ) أَيْ بَعْدَ طَلَاقِهِ ثَلَاثًا (كَانَ قَبْلَهَا طَلْقَةٌ وَاحِدَةٌ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا وَصَدَّقَتْهُ) الْمَرْأَةُ (فِي ذَلِكَ لَا يُصَدَّقَانِ عَلَى الْمَذْهَبِ الْمُفْتَى بِهِ) كَمَا لَوْ لَمْ تُصَدِّقْهُ هِيَ، وَقِيلَ يُصَدَّقَانِ، وَلَوْ طَلَّقَهَا ثِنْتَيْنِ قَبْلَ الدُّخُولِ ثُمَّ قَالَ: كُنْتُ طَلَّقْتُهَا قَبْلَهُمَا وَاحِدَةً أُخِذَ بِالثَّلَاثِ قُنْيَةٌ.

تین طلاق پر گواہوں کی گواہی

فتاوی بزازیہ میں ہے کہ دو آدمیوں نے اس بات کی گواہی دی کہ شوہر نے بیوی کو تین طلاق دی ہے تو اس صورت میں عورت کے لیے حلالہ کرانے کے واسطے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا جائز ہے اگر شوہر غائب ہو، لیکن اگر شوہر موجود ہو تو اس صورت میں دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ اگر شوہر طلاق کا انکار کرتا ہے تو اس صورت میں تفریق کی ضرورت پیش آئے گی اور عدم موجودگی میں تفریق کا فیصلہ جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۵/ ۵۶)

شارح فرماتے ہیں کہ شوہر کے غائب ہونے کی صورت میں دو گواہوں کی گواہی پر کہ شوہر نے طلاق دی ہے دوسرے مرد سے عورت کے لیے نکاح کرنا دیانتاً جائز ہے مگر صحیح یہ ہے کہ دیانتاً بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔

شوہر بیوی سے الگ ہونے پر قادر نہ ہو تو کیا حکم ہے

قنیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر شوہر تین طلاق دینے کے بعد بیوی سے الگ ہونے پر قادر نہ ہو اور شوہر کو یہ معلوم ہے کہ اگر وہ غائب ہو جائے گا تو عورت جادو کر کے لوٹا لے گی، تو اس صورت میں شوہر کے لیے جائز نہیں کہ ایسی عورت کا قتل کر ڈالے ہاں شوہر اپنی پوری طاقت اور کوشش لگا دے کہ عورت سے علیحدہ رہے اور خوب جد و جہد کرے۔

جب عورت شوہر کو روک نہ سکے تو کیا حکم ہے

اگر شوہر نے عورت کو تین طلاق دیدی ہے اور عورت ایسی مجبور و لاچار ہے کہ مرد کو اپنے پاس آنے سے اور جماع کرنے

سے روک نہیں سکتی ہے تو اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ عورت مرد کو قتل نہ کرے اور اس کے قائل علامہ اسبیجابی ہے اور اسی عدم قتل کے قول پر فتویٰ بھی ہے جیسا کہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ میں ملتقط سے نقل کیا ہے اور اس صورت میں زبردستی جماع کرنے کا گناہ صرف مرد پر ہوگا عورت تو مجبور و بے بس ہے جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔

مرد کا حیلہ قابل اعتبار نہیں

شوہر نے بیوی کو تین طلاق دینے کے بعد کہا کہ اس تین طلاق سے قبل بھی میں نے بیوی کو ایک طلاق دے رکھی تھی اور اس کی عدت ختم ہو گئی تھی اور اس طرح سے کہنے کا مقصد یہ ہو کہ شوہر اول کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہو جائے چوں کہ جب ایک طلاق سے انقضائے عدت کی وجہ سے بائن ہو چکی ہے تو بعد میں دی گئیں تین طلاقیں واقع نہیں ہوئیں اور عورت نے اس بارے میں مرد کے قول کی تصدیق کی ہے تو مفتی بہ قول کے مطابق یہ تصدیق قابل قبول نہ ہوگی جیسا کہ اس صورت میں جب عورت مرد کے قول کی تصدیق نہ کرے اور بعض اہل علم نے کہا کہ ان دونوں کی تصدیق کی جائے گی۔

اور اگر شوہر نے عورت کے دخول سے پہلے دو طلاق دی، پھر اس نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے بھی اس کو ایک طلاق دے رکھی ہے اور مقصد یہ ہو کہ یہ دونوں طلاق لغو اور باطل قرار پا جائے کیوں کہ غیر مدخولہ ایک طلاق میں ہی بائن ہو جاتی ہے تو اس کلام سے شوہر تین طلاق کے لیے ماخوذ ہوگا کیوں کہ اس کے اس کلام سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس کا نکاح اس کے ساتھ ہوا تھا۔

بَابُ الْإِيلَاءِ

اس باب میں حضرت مصنفؒ نے ایلاء یعنی چار ماہ تک بیوی سے جماع نہ کرنے اور اس سے علیحدہ رہنے کی قسم کھانے کے متعلق مسائل و احکام بیان کریں گے یعنی اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ میں چار ماہ بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا پھر چار ماہ کے اندر اندر بیوی کے پاس چلا گیا یا نہیں گیا تو اس کے متعلق کیا احکام ہیں؟ اسی کو اس باب میں بیان کیا جائے گا۔

مُنَاسَبَتُهُ الْبَيْنُونَةُ مَآلًا (هُوَ) لُغَةً الْيَمِينُ. وَشَرْعًا (الْحَلِفُ عَلَى تَرْكِ قُرْبَانِهَا) مُدَّتَهُ وَلَوْ ذِمِّيًّا (وَالْمُولِي هُوَ الَّذِي لَا يُمْكِنُهُ قُرْبَانُ امْرَأَتِهِ إلَّا بِشَيْءٍ) مُشِقٍّ (يَلْزَمُهُ) إلَّا لِمَانِعِ كُفْرٍ. وَرُكْنُهُ الْحَلِفُ (وَشَرْطُهُ مَحَلِّيَّةُ الْمَرْأَةِ) بِكَوْنِهَا مَنْكُوحَةً وَقْتَ تَنْجِيزِ الْإِيلَاءِ. وَمِنْهُ: إنْ تَزَوَّجْتُكِ فَوَاللَّهِ لَا أَقْرَبُكِ، وَلَوْ زَادَ وَأَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا لَزِمَهُ كَفَّارَةٌ بِالْقُرْبَانِ وَوَقَعَ بَائِنٌ بِتَرْكِهِ (وَأَهْلِيَّةُ الزَّوْجِ لِلطَّلَاقِ) وَعِنْدَهُمَا لِلْكَفَّارَةِ (فَصَحَّ إيلَاءُ الذِّمِّيِّ) بِغَيْرِ مَا هُوَ قُرْبَةٌ. وَفَائِدَتُهُ وُقُوعُ الطَّلَاقِ وَمِنْ شَرَائِطِهِ عَدَمُ النَّقْصِ عَنْ الْمُدَّةِ. (وَحُكْمُهُ وُقُوعُ طَلْقَةٍ بَائِنَةٍ إنْ بَرَّ) وَلَمْ يَطَأْ (وَ) لَزِمَ (الْكَفَّارَةُ، أَوْ الْجَزَاءُ) الْمُعَلَّقُ (إنْ حَنِثَ) بِالْقُرْبَانِ. (وَ) الْمُدَّةُ (أَقَلُّهَا لِلْحُرَّةِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ، وَلِلْأَمَةِ شَهْرَانِ)

وَلَا حَدَّ لِأَكْثَرِهَا، فَلَا إِيلَاءَ بِحَلِفِهِ عَلَى أَقَلَّ مِنَ الْأَقَلَّيْنِ. وَسَبَبُهُ كَالسَّبَبِ فِي الرَّجْعِيِّ.

باب الایلاء اور باب الرجعۃ سے مناسبت

باب الایلاء اور گزشتہ باب الرجعۃ کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ جس طرح طلاق رجعی میں عدت گزر جانے کے بعد نکاح سے نکل جاتی ہے اور بائنہ ہو جاتی ہے اسی طرح ایلاء میں بھی اگر چار ماہ کا عرصہ دراز گزر گیا اور شوہر عورت سے قربت اختیار نہیں کیا تو اس سے بھی عورت مرد کے نکاح سے نکل جاتی ہے اور بائنہ ہو جاتی ہے اسی مناسبت سے باب الرجعۃ کے بعد باب الایلاء کو مصنف نے ذکر کیا ہے۔

ایلاء کی لغوی اور شرعی تعریف

ایلاء یہ باب افعال کا مصدر ہے لغت میں اس کے معنی یمین یعنی قسم کے آتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں ایلاء اس قسم کو کہتے ہیں جو شوہر اپنے بیوی سے چار ماہ تک قربت اختیار نہ کرنے کی قسم کھاتا ہے یعنی شوہر کا یہ کہنا کہ خدا کی قسم میں چار ماہ تک تجھ (بیوی) کے قریب نہیں جاؤں گا یہی ایلاء ہے اگر چہ حالف ذمی ہی کیوں نہ ہو۔

اور ایلاء کرنے والا وہ شخص ہے جس کو اپنی بیوی سے جماع کرنا اس وقت تک ممکن نہ ہو جب تک کہ وہ کفارہ ادا نہ کردے جو ایلاء کی وجہ سے اس پر لازم ہوا ہے ہاں اگر کوئی ایسا مانع پیش آجائے جس کی وجہ سے کفارہ لازم نہ ہو جیسے شوہر کا کافر ہونا، چناں چہ اگر کافر شوہر اپنی بیوی سے ایلاء کرے تو اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ایلاء کا رکن اور اس کی شرائط

اور ایلاء کا رکن قسم کھانا ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم ہو، اور ایلاء کی شرط یہ ہے کہ عورت منکوحہ ہونے کی وجہ سے ایلاء کرنے کے وقت عورت محلیت ایلاء ہو، اور ایلاء کرنے کے مختلف طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ شوہر یوں کہے ان تزوجتك فوالله لا اقربك (اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو خدا کی قسم تجھ سے قریب نہیں جاؤں گا یعنی تم سے وطی نہیں کروں گا) اس میں عورت بوقت ایلاء منکوحہ نہیں ہے لیکن جب بھی وہ مرد نکاح کرے گا نکاح کے بعد ایلاء ثابت ہو جائے گا اس لیے کہ مرد نے نکاح کو ایلاء پر معلق کیا ہے اور مرد نے اس مثال میں انت طالق کا اضافہ کر دیا یعنی یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے شادی کروں گا تو تیرے ساتھ وطی نہیں کروں گا اور اگر وطی کیا تو تو مطلقہ ہے اس کے بعد اس مرد نے اس سے شادی کی اور پھر وطی کیا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا اور اگر عورت سے وطی نہیں کرے گا تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت نکاح سے خارج ہو جائے گی۔

ایلاء کے صحیح ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ شوہر طلاق دینے کا اہل بھی ہو یعنی شوہر طلاق دینے کی صلاحیت ولیاقت رکھتا ہو، اور حضرات صاحبین کے نزدیک ایلاء کے صحیح ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ شوہر کفارہ ادا کرنے کے لائق ہو، لہٰذا حضرت

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک ذمی شخص کا عبادات کے علاوہ میں ایلاء کرنا صحیح نہیں ہے یعنی اگر ذمی شخص ایلاء کرنے کے بعد چار ماہ تک بیوی کے قریب نہیں جائے گا تو بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی اور ایلاء ذمی کا فائدہ وقوع طلاق ہے عدم حنث کی صورت میں، اور اگر ذمی شخص نے چار ماہ کے اندر قربت اختیار کر لی تو اس پر کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

اور ایلاء کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مدت ایلاء چار ماہ سے کم نہ ہو لہٰذا اگر کوئی شخص ایک ماہ کے لیے عدم قربان کی قسم کھائے گا تو ایلاء منعقد نہیں ہوگا اور قربان کی صورت میں کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ایلاء کا حکم شرعی

ایلاء کا حکم شرعی یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی قسم پوری کرے گا اور چار ماہ تک بیوی سے قربان اختیار نہیں کرے گا تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر قربت وجماع کے ذریعہ قسم توڑ دیا تو اس صورت میں کفارہ لازم ہوگا یا جو اس نے شرط کر رکھی ہے اس کی جزاء لازم ہوگی۔

مدت ایلاء کی مقدار

آزاد عورت میں ایلاء کی مدت شرعی کم از کم چار ماہ ہے اور باندی میں کم از کم ایلاء کی مدت شرعی دو ماہ ہے اور اکثر مدت ایلاء کی کوئی حد متعین نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی شخص آزاد عورت میں چار ماہ سے کم مثلاً تین ماہ اور باندی میں دو ماہ سے کم مثلاً ایک ماہ کے لیے جماع نہ کرنے کی قسم کھائے تو ایلاء منعقد نہیں ہوگا۔

ایلاء کا سبب

ایلاء کا سبب طلاق رجعی کے سبب۔ ہے یعنی جس طرح زوجین کے مزاجوں میں ناموافقت کی وجہ سے طلاق رجعی واقع کی جاتی ہے تا کہ عوت میں سدھار آ جائے اسی طرح باہمی ناموافقت مزاج کے اختلاف کی وجہ سے ایلاء بھی ہوتا ہے۔

وَأَلْفَاظُهُ صَرِيحٌ وَكِنَايَةٌ (فَ) مِنَ الصَّرِيحِ (لَوْ قَالَ: وَاللَّهِ) وَكُلُّ مَا يَنْعَقِدُ بِهِ الْيَمِينُ (لَا أَقْرَبُكِ) لِغَيْرِ حَائِضٍ ذَكَرَهُ سَعْدِيٌّ لِعَدَمِ إِضَافَةِ الْمَنْعِ حِينَئِذٍ إِلَى الْيَمِينِ (أَوْ) وَاللَّهِ (لَا أَقْرَبُكِ) لَا أُجَامِعُكِ لَا أَطَؤُكِ لَا أَغْتَسِلُ مِنْكِ مِنْ جَنَابَةٍ (أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ) وَلَوْ لِحَائِضٍ لِتَعْيِينِ الْمُدَّةِ (أَوْ إِنْ قَرِبْتُكِ فَعَلَيَّ حَجٌّ، أَوْ نَحْوُهُ) مِمَّا يَشُقُّ، بِخِلَافِ فَعَلَيَّ صَلَاةُ رَكْعَتَيْنِ فَلَيْسَ بِمُولٍ لِعَدَمِ مَشَقَّتِهِمَا، بِخِلَافِ فَعَلَيَّ مِائَةُ رَكْعَةٍ وَقِيَاسُهُ أَنْ يَكُونَ مُولِيًا بِمِائَةِ خَتْمَةٍ، أَوْ اتِّبَاعِ مِائَةِ جِنَازَةٍ وَلَمْ أَرَهُ (أَوْ فَأَنْتِ طَالِقٌ، أَوْ عَبْدُهُ حُرٌّ) وَمِنَ الْكِنَايَةِ لَا أَمَسُّكِ لَا آتِيكِ لَا أَغْشَاكِ لَا أَقْرَبُ فِرَاشَكِ لَا أَدْخُلُ عَلَيْكِ، وَمِنَ الْمُؤَبَّدِ نَحْوُ حَتَّى تَخْرُجَ الدَّابَّةُ أَوِ الدَّجَّالُ، أَوْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا

(فَإِنْ قَرِبَهَا فِي الْمُدَّةِ) ، وَلَوْ مَجْنُونًا (حَنِثَ) وَحِينَئِذٍ (فَفِي الْحَلِفِ بِاللّٰهِ وَجَبَتْ الْكَفَّارَةُ، وَفِي غَيْرِهِ وَجَبَ الْجَزَاءُ وَسَقَطَ الْإِيلَاءُ) لِانْتِهَاءِ الْيَمِينِ (وَإِلَّا) يَقْرَبْهَا (بَانَتْ بِوَاحِدَةٍ) بِمُضِيِّهَا، وَلَوْ ادَّعَاهُ بَعْدَ مُضِيِّهَا لَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهُ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ

ایلاء کے الفاظ کی قسمیں

ایلاء کے الفاظ دوطرح کے ہوتے ہیں (۱) صریح (۲) کنایہ، ہر وہ الفاظ جو صرف وطی کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں وہ صریح کہلاتے ہیں اور جو الفاظ وطی اور غیر وطی دونوں میں مستعمل ہوتے ہیں وہ کنایہ کہلاتے ہیں، صریح الفاظ میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور الفاظ کنایہ سے ایلاء ثابت ہونے کے لیے نیت کی ضرورت ہوا کرتی ہے اس کے بغیر ایلا متعین نہیں ہوتا ہے۔

الفاظ صریح کی مثال

صریح الفاظ کی مثال یہ ہے کہ شوہر اپنی غیر حائضہ بیوی سے یوں کہے واللہ لا اقربک (خدا کی قسم میں تجھ سے وطی نہیں کروں گا) اور ہر اس لفظ سے ایلاء منعقد ہو جاتا ہے جس سے یمین منعقد ہو جاتی ہے یعنی اگر کوئی شخص واللہ کی جگہ کوئی ایسا لفظ بولا جس سے یمین منعقد ہو جاتی ہے تو اس سے ایلاء ہو جائے گا، چناں چہ واللہ کی جگہ اگر کوئی شخص بعظمۃ اللہ و بحلال اللہ وغیرہ کے ساتھ قسم کھائے گا تو اس سے بھی ایلاء منعقد ہو جائے گی۔

اور علامہ سعدی نے ایلاء میں غیر حائضہ کی قید اس لیے لگائی ہے اس لیے کہ حالت حیض میں شرعاً چوں کہ وطی حرام اور ممنوع ہے اس لیے آدمی وطی سے رکتا ہے اس میں قسم کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے۔

یا شوہر نے یوں کہا واللہ لا اقربک ای لا اجامعک اربعۃ اشہر، خدا کی قسم میں چار ماہ تک تم سے وطی نہیں کروں گا تم سے قربت نہیں کروں گا تم سے جماع نہیں کروں گا یا چار ماہ تک تمہاری وجہ سے میں غسل جنابت نہیں کروں گا اس سے ایلاء منعقد ہو جائے گا اگر چہ بیوی حائضہ ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ چار ماہ کی قید لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم قربان کی وجہ سے حیض نہیں ہے اس لیے چار ماہ تک برابر کسی عورت کو حیض نہیں آیا کرتا ہے۔

یا شوہر یوں کہے ان قربتک فعلیّ حج، اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر حج واجب ہے یا اس طرح کی کوئی اور بات کہی جس کا کرنا انسان پر شاق اور مشکل ہو، تو اس سے ایلاء ہو جائے گا اس کے برخلاف اگر کوئی شخص یوں کہے ان قربتک فعلی صلاۃ رکعتین اگر میں تجھ سے قربت اختیار کروں تو مجھ پر دو رکعت نماز لازم ہے تو اس سے ایلاء نہیں ہوگا اس لیے کہ دو رکعت نماز ادا کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے ہاں اگر کوئی یوں کہے ان جامعتک فعلیّ مائۃ رکعۃ صلاۃ اگر میں تم سے جماع کروں تو مجھ پر سو رکعت نماز ادا کرنا واجب ہے تو اس سے ایلاء منعقد ہو جائے گا کیوں کہ سو رکعت نماز ادا کرنا مشقت

میں داخل ہے یا یوں کہے کہ اگر میں تم سے جماع کروں تو مجھ پر سوختم قرآن لازم ہے یا سو جنازہ میں شرکت لازم ہے تو اس سے ایلاء ہو جائے گا کیوں کہ اس میں مشقت اور پریشانی ہے قیاس بھی چاہتا ہے شارح فرماتے ہیں کہ اس جزئیہ کو میں نے صراحت کے ساتھ کہیں دیکھا نہیں ہے یا شوہر یوں کہے کہ اگر میں تم سے وطی کروں تو تم کو طلاق ہے یا غلام آزاد ہے تو اس سے بھی ایلاء ثابت ہو جائے گا مذکورہ تمام مثالیں صریح کی تھیں (ان کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں مثلاً شوہر کا با کرہ بیوی سے یہ کہنا لا افتضل میں تجھ کو پھاڑوں گا نہیں، اور منتقی نامی کتاب میں ہے کہ لا انام معک میں تیرے ساتھ نہیں سوؤں گا یہ بھی ایلاء ہے اسی طرح لا یمس فرجی فرجک میری شرمگاہ تیری شرمگاہ کو مس نہیں کرے گی یہ سب الفاظ صریح ہیں۔ (شامی: ۵/ ۶۲)

الفاظ کنایہ کا بیان

اور ایلائے کے لیے کنایہ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

واللہ لا امسک (واللہ میں تم کو نہیں چھوڑوں گا) واللہ لا آتیک (واللہ میں تیرے پاس نہیں آؤں گا) واللہ لا اغشاک (واللہ میں تجھ کو نہیں ڈھانپوں گا) واللہ لا اقرب فراشک (بخدا میں تیرے بستر کے قریب نہیں جاؤں گا) واللہ لا ادخل علیک (بخدا میں تیرے پاس داخل نہیں ہوں گا) یہ سب ایلاء کے لیے کنایہ کے الفاظ ہیں ان سے ایلاء منعقد ہونے کے لیے نیت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

دائمی ایلاء کا ثبوت

اور دائمی ایلاء کی قسم سے اس طرح کہنا ہے واللہ لا اقربک حتی تخرج الدابۃ (بخدا میں تم سے اس وقت تک قربت اختیار نہیں کروں گا جب تک دابۃ الارض نہ نکلے یا یوں کہا واللہ لا اقربک حتی تخرج الدجال، بخدا میں تم سے اس وقت تک قربت نہیں کروں گا جب تک دجال نہ نکلے، یا یوں کہے واللہ لا اقربک حتی تطلع الشمس من مغربھا بخدا میں اس وقت تک تم سے قربت نہیں کروں گا جب تک آفتاب پچھم کی طرف سے نہ نکلے لہٰذا ان صورتوں میں اگر شوہر بیوی سے چار ماہ کے اندر اندر قربت اختیار کرے گا تو شوہر حانث ہو جائے گا خواہ شوہر مجنون ہی کیوں نہ ہو، پس حانث ہونے کی صورت میں اس پر کفارہ واجب ہوگا اگر اس نے باللہ وغیرہ سے قسم کھائی اور اس کی تعلیق کی صورت میں اس کی جزاء واجب ہوگی اگر حج کو کہا تو حج واجب ہوگا اور اگر دو سو رکعت نماز کہا ہے تو دو سو رکعت نماز ادا کرنا واجب ہوگی اس طرح سے ایلاء ختم ہو جائے گا کیوں کہ یمین اپنی انتہاء کو پہنچ چکی ہے یعنی جب حانث ہونے کے بعد کفارہ یا اس کی جزاء لازم ہو گئی تو اب چار ماہ گزرنے کے بعد طلاق واقع ہوگی۔

مدت ایلاء پوری ہونے کے بعد کا حکم

اگر مدت ایلاء میں بیوی سے جماع نہیں کیا اور چار ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے تو اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن واقع

ہو جائیگی اگر شوہر مدت ایلاء گزرنے کے بعد دعوی کرتا ہے کہ اس نے مدت کے اندر جماع کر لیا تھا تو اس کی بات قبول نہیں کی جائے گی ہاں اگر گواہ اور ثبوت پیش کر دے تو پھر اس کی بات قبول کی جائے گی۔

(وَسَقَطَ الْحَلِفُ لَوْ) كَانَ (مُؤَقَّتًا) وَلَوْ بِمُدَّتَيْنِ إذْ بِمُضِيِّ الثَّانِيَةِ تَبِينُ بِثَانِيَةٍ وَسَقَطَ الْإِيلَاءُ (لَا لَوْ كَانَ مُؤَبَّدًا) وَكَانَتْ طَاهِرَةً كَمَا مَرَّ. وَفَرَّعَ عَلَيْهِ (فَلَوْ نَكَحَهَا ثَانِيًا وَثَالِثًا وَمَضَتْ الْمُدَّتَانِ بِلَا فَيْءٍ) أَيْ قُرْبَانٍ (بَانَتْ بِأُخْرَيَيْنِ) وَالْمُدَّةُ مِنْ وَقْتِ التَّزَوُّجِ (فَإِنْ نَكَحَهَا بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ لَمْ تَطْلُقْ) لِانْتِهَاءِ هَذَا الْمِلْكِ، بِخِلَافِ مَا لَوْ بَانَتْ بِالْإِيلَاءِ بِمَا دُونَ ثَلَاثٍ، أَوْ أَبَانَهَا بِتَنْجِيزِ الطَّلَاقِ ثُمَّ عَادَتْ بِثَلَاثٍ يَقَعُ بِالْإِيلَاءِ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ كَمَا مَرَّ فِي مَسْأَلَةِ الْهَدْمِ (وَإِنْ وَطِئَهَا) بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ (كَفَّرَ) لِبَقَاءِ الْيَمِينِ لِلْحِنْثِ. (وَاَللَّهِ لَا أَقْرَبُكِ شَهْرَيْنِ وَشَهْرَيْنِ بَعْدَ هَذَيْنِ الشَّهْرَيْنِ) إيلَاءٌ (لِتَحَقُّقِ) الْمُدَّةِ. (وَلَوْ مَكَثَ يَوْمًا) أَرَادَ بِهِ مُطْلَقَ الزَّمَانِ إذْ السَّاعَةُ كَذَلِكَ بَحْرٌ (ثُمَّ قَالَ: وَاَللَّهِ لَا أَقْرَبُكِ شَهْرَيْنِ) لَمْ يَكُنْ مُولِيًا (قَالَ بَعْدَ الشَّهْرَيْنِ الْأَوَّلَيْنِ)، أَوْ لَا لِنَقْصِ الْمُدَّةِ لَكِنْ إنْ قَالَهُ اتَّحَدَتْ الْكَفَّارَةُ وَإِلَّا تَعَدَّدَتْ (أَوْ قَالَ: وَاَللَّهِ لَا أَقْرَبُكِ سَنَةً إلَّا يَوْمًا) لَمْ يَكُنْ مُولِيًا لِلْحَالِ بَلْ إنْ قَرِبَهَا وَبَقِيَ مِنْ السَّنَةِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ فَأَكْثَرُ صَارَ مُولِيًا وَإِلَّا لَا، وَلَوْ حَذَفَ "سَنَةً" لَمْ يَكُنْ مُولِيًا حَتَّى يَقْرَبَهَا فَيَصِيرَ مُولِيًا وَلَوْ زَادَ: إلَّا يَوْمًا أَقْرَبُكِ فِيهِ لَمْ يَكُنْ مُولِيًا أَبَدًا لِأَنَّهُ اسْتَثْنَى كُلَّ يَوْمٍ يَقْرَبُهَا فِيهِ فَلَمْ يُتَصَوَّرْ مَنْعُهُ أَبَدًا (أَوْ قَالَ – وَهُوَ بِالْبَصْرَةِ –: وَاَللَّهِ لَا أَدْخُلُ مَكَّةَ وَهِيَ بِهَا لَا) يَكُونُ مُولِيًا لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ أَنْ يُخْرِجَهَا مِنْهَا فَيَطَأَهَا.

ایلاء موقت کا شرعی حکم

اور اگر ایلاء موقت ہو اگر چہ دو مدت کے برابر ہو جدائی کے بعد کے قسم ساقط ہو جائے گی اور دوسری مدت گزرنے کے بعد عورت پر دوسری طلاق واقع ہو جائے گی اور ایلاء ساقط ہو جائے گا، مثال کے طور پر شوہر نے کہا بخدا میں تم سے آٹھ ماہ تک وطی نہیں کروں گا اس کے بعد پہلے چار ماہ میں وطی نہیں کی تو ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اس کے بعد مرد نے اس سے نکاح کیا اور اس کے بعد چار ماہ تک وطی نہیں کی تو دوسری طلاق ہو گی اب اگر تیسری مرتبہ نکاح کیا اور چار ماہ تک وطی نہیں کی تو طلاق واقع نہیں ہو گی اس لیے کہ قسم باقی نہیں رہی جتنے دن کی قسم تھی وہ مکمل ہو چکی ہے۔

ایلاء دائمی کا شرعی حکم

البتہ اگر حلف دائمی ہو اور عورت طاہرہ ہو یعنی حائضہ نہ ہو تو قسم ساقط نہیں ہو گی بلکہ قسم باقی رہے گی لہٰذا اگر دوبارہ اس سے

نکاح کرے گا اور چار ماہ تک وطی نہیں کرے گا تو دوسری طلاق بائن واقع ہو جائے گی پھر جب تیسری مرتبہ نکاح کرے گا اور اسی طرح چار ماہ تک وطی نہیں کرے گا تو تیسری طلاق واقع ہو جائے گی اور مدت کا اعتبار نکاح کے وقت سے ہوگا لہٰذا اگر شوہر نے دائمی طور پر قسم کھائی ہے اور چار ماہ بعد عورت بائنہ ہو گئی اور مرد نے اس کے بعد اس سے نکاح نہیں کیا تو اب چار ماہ بعد دوسری طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اسی طرح اگر عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تھا پھر اس کو شوہر ثانی کی جانب سے طلاق واقع ہو گئی اور عدت گزر گئی اس کے بعد شوہر اول دائمی ایلاء والے نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو اب اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی کیوں کہ تین طلاق واقع ہو چکی ہے پھر جب درمیان میں دوسرے مرد سے نکاح ہوا تھا دائمی شرط ختم ہو گئی اس لیے یہ ملک ختم ہو چکی ہے، لیکن اگر عورت تین طلاق سے کم میں بائنہ ہوئی ہے یا چار ماہ گزرنے سے پہلے ہی شوہر نے طلاق منجز دے کر اس کو بائنہ کر دیا اس کے بعد عورت شوہر ثانی سے نکاح کر لیا پھر قواعد شرعیہ کے مطابق شوہر اول سے نکاح ہوا تو شوہر اول کو اب دوبارہ تین طلاق کی ملکیت حاصل ہوگی اور دائمی ہونے کی وجہ سے تین بار طلاق واقع ہوگی اس مسئلہ میں حضرت امام محمد کا اختلاف ہے ان کے یہاں صرف ما بقیہ طلاق واقع ہوگی جیسا کہ مسئلۃ الہدم میں گزر چکا ہے، اور اگر دائمی قسم کھانے والے نے دوسرے شوہر کے طلاق دینے کے بعد خود اس عورت سے نکاح کر لیا اور وطی کر لی تو یمین توڑنے کی وجہ سے کفارہ ایلاء ادا کرنا لازم ہوگا کیوں کہ اس کی قسم باقی تھی اور وطی کی وجہ سے ٹوٹ گئی اس لیے کفارہ لازم ہوگا۔

ایلاء کی ایک دوسری صورت

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر نے اس طرح کہا واللہ لا اقربک شھرین و شھرین بعد ھٰذین الشھرین بخدا میں تم سے دو ماہ قربت نہیں کروں گا اور دو ماہ ان دو ماہ کے بعد بھی تو بھی ایلاء ہے اس لیے کہ دونوں مل کر چار مہینے مدت ایلاء ہو گئے اور اگر کہا کہ میں تم سے دوبارہ وطی نہیں کروں گا اس کے بعد ایک دن رکا رہا شارحؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مطلق مکث ہے اس لیے ساعت بھی اسی کے حکم میں ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے ایک دن رکنے کے بعد کہا کہ خدا کی قسم میں تم سے وطی نہیں کروں گا دو مہینے تک، تو وہ ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا خواہ شوہر اس کے بعد الشھرین الاولین کہا ہو یا نہ کہا ہو کیوں کہ اس کی وجہ سے چار ماہ کی مدت میں کمی ہو گئی ہے اس لیے کہ ایک دن رکنے سے ایک دن کم ہو گیا ہے لہٰذا ایلاء نہیں ہوگا لیکن اگر اس نے اپنے قول میں بعد الشھرین الاولین کا اضافہ کیا ہے تو وطی کرنے سے صرف ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اور اس نے بعد الشھرین الاولین نہیں کہا ہے تو دو کفارہ لازم آئیں گے یعنی پہلے دو ماہ کے اندر وطی کرے گا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور دوسرے دو ماہ میں وطی کرے گا تو الگ سے ایک کفارہ لازم ہوگا۔

ایک سال تک عدم قربان کی قسم کھانا مگر ایک یوم کا استثنٰی کرنا

شوہر نے بیوی سے یوں کہا کہ واللہ لا اقربک لاسنۃ الا یوماً بخدا میں تم سے ایک سال تک جماع نہیں کروں گا مگر ایک دن، تو علی الفور اسی وقت ایلاء نہیں ہوگا بلکہ اگر سال ختم ہونے میں چار ماہ یا اس سے کچھ زیادہ باقی تھا اور شوہر نے اس کے ساتھ وطی کرلیا تو شوہر ایلاء کرنے والا ہوگا اور اگر بیوی سے وطی اس وقت کی جب سال ختم ہونے میں چار ماہ سے کم رہ گیا تھا تو مولی نہیں ہوگا اور اگر سال کی قید حذف کردی تھی تو اس وقت تک ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا جب تک وہ وطی نہ کرے، چناں چہ جب عورت سے وطی کرے گا تو وہ شخص ایلاء کرنے والا شمار ہوجائے گا اور اگر شوہر نے الا یوما اقربک فیہ کا اضافہ کرلیا ہے تو شوہر کبھی بھی ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا اس لیے کہ اس نے ہر اس دن کو مستثنٰی کرلیا ہے جس دن وہ وطی کرے گا لہٰذا اس کا ممنوع ہونا پورے سال میں کبھی بھی متصور نہیں ہوگا بلکہ جب چاہے گا وطی کرلے گا۔

جب بیوی دوسری جگہ ہو اور وہاں کے متعلق قسم کھائے تو کیا حکم

یا مثلاً شوہر بصرہ میں موجود ہے اور یوں کہے کہ خدا کی قسم مکہ میں داخل نہیں ہوں گا جب کہ اس کی بیوی مکہ ہی میں موجود ہے تو اس صورت میں شوہر ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا اس لیے کہ ایسا ممکن ہے کہ خود مکہ نہ جائے بلکہ بیوی کو مکہ سے نکال لائے پھر اس کے ساتھ جماع کرے لہٰذا اس امکان کے ہوتے ہوئے ایلاء منعقد نہیں ہوگا۔

(آلَى مِنَ الْمُطَلَّقَةِ رَجْعِيًّا صَحَّ) لِبَقَاءِ الزَّوْجِيَّةِ، وَيَبْطُلُ بِمُضِيِّ الْعِدَّةِ. (وَلَوْ آلَى مِنْ مُبَانَتِهِ أَوْ أَجْنَبِيَّةٍ نَكَحَهَا بَعْدَهُ) أَيْ بَعْدَ الْإِيلَاءِ وَلَمْ يُضِفْهُ لِلْمِلْكِ كَمَا مَرَّ (لَا) يَصِحُّ لِفَوَاتِ مَحَلِّهِ وَلَوْ وَطِئَهَا كَفَّرَ لِبَقَاءِ الْيَمِينِ، وَلَوْ آلَى فَأَبَانَهَا إنْ مَضَتْ مُدَّتُهُ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ بَانَتْ بِأُخْرَى وَإِلَّا لَا خَانِيَّةٌ. (عَجَزَ) عَجْزًا حَقِيقِيًّا لَا حُكْمِيًّا كَإِحْرَامٍ لِكَوْنِهِ بِاخْتِيَارِهِ (عَنْ وَطْئِهَا لِمَرَضٍ بِأَحَدِهِمَا أَوْ صِغَرِهَا، أَوْ رَتَقِهَا) ، أَوْ جَبِّهِ، أَوْ عُنَّتِهِ (أَوْ بِمَسَافَةٍ لَا يَقْدِرُ عَلَى قَطْعِهَا فِي مُدَّةِ الْإِيلَاءِ، أَوْ لِحَبْسِهِ) إذَا لَمْ يَقْدِرْ عَلَى وَطْئِهَا فِي السِّجْنِ كَمَا فِي الْبَحْرِ عَنْ الْغَايَةِ، وَقَوْلُهُ (لَا بِحَقٍّ) لَمْ أَرَهُ لِغَيْرِهِ فَلْيُرَاجَعْ، وَكَذَا حَبْسُهَا وَنُشُوزُهَا فَفَيْؤُهُ (نَحْوُ قَوْلِهِ بِلِسَانِهِ (فِئْتُ إلَيْهَا) أَوْ رَاجَعْتُك، أَوْ أَبْطَلْتُ الْإِيلَاءَ أَوْ رَجَعْتُ عَمَّا قُلْتُ، وَنَحْوَهُ لِأَنَّهُ آذَاهَا بِالْمَنْعِ فَيُرْضِيهَا بِالْوَعْدِ (فَإِنْ) قَدَرَ عَلَى الْجِمَاعِ فِي الْمُدَّةِ فَفَيْؤُهُ (الْوَطْءُ فِي الْفَرْجِ) لِأَنَّهُ الْأَصْلُ (فَإِنْ وَطِئَ فِي غَيْرِهِ) كَدُبُرٍ (لَا) يَكُونُ فَيْئًا، وَمُفَادُهُ اشْتِرَاطُ دَوَامِ الْعَجْزِ مِنْ وَقْتِ الْإِيلَاءِ إلَى مُضِيِّ مُدَّتِهِ، وَبِهِ صَرَّحَ فِي الْمُلْتَقَى. وَفِي الْحَاوِي: آلَى وَهُوَ صَحِيحٌ ثُمَّ مَرِضَ لَمْ يَكُنْ فَيْؤُهُ إلَّا الْجِمَاعَ. وَبَقِيَ شَرْطٌ ثَالِثٌ ذَكَرَهُ فِي

الْبَدَائِعِ، وَهُوَ قِيَامُ النِّكَاحِ وَقْتَ الْفَيْءِ بِاللِّسَانِ، فَلَوْ أَبَانَهَا ثُمَّ فَاءَ بِلِسَانِهِ بَقِيَ الْإِيلَاءُ.

مطلقہ رجعیہ کے ایلاء کرنے کا شرعی حکم

اگر کسی نے اپنی مطلقہ رجعیہ بیوی سے ایلاء کیا تو یہ درست ہے اس لیے کہ مطلقہ رجعیہ کی زوجیت باقی رہنے کی وجہ سے، لیکن جب مطلقہ رجعیہ کی عدت گزر جائے تو پھر ایلاء کرنا درست نہیں ہوتا ہے بلکہ ایلاء باطل ہو جائے گا اور اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی پھر اس سے ایلاء کیا یا کسی اجنبیہ عورت سے ایلاء کیا پھر اس کے بعد اس اجنبیہ عورت سے نکاح کیا اور ایلاء کو ملک کی طرف منسوب نہیں کیا تو اس صورت میں ایلاء صحیح نہیں ہوگا کیوں کہ ایلاء کا محل فوت ہو چکا ہے جیسا کہ یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔

اگر ایلاء کے بعد اجنبیہ عورت یا مطلقہ بائنہ سے وطی کرے گا تو کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا کیوں کہ قسم باقی ہے اگر چہ ایلاء منعقد نہیں ہوا ہے مگر چوں کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ وطی نہیں کروں گا چناں چہ اگر کر لیا تو کفارہ تو بہر حال ادا کرنا لازم ہوگا۔

ایلاء کے بعد طلاق بائن دینے کا شرعی حکم

شوہر نے سب سے پہلے بیوی سے ایلاء کیا پھر اس کے بعد اس کو طلاق بائن دی، تو اس صورت میں اگر مدت ایلاء گزر چکی اور عورت ابھی عدت میں ہے تو اس پر دوسری طلاق بائن پڑے گی اور اگر عدت پہلے ہی ختم ہو چکی ہے تو دوسری طلاق واقع نہیں ہوگی جیسا کہ فتاوی تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

ایلاء کرنے والا اگر وطی کرنے سے عاجز ہو تو کیا حکم ہے

اگر ایلاء کرنے والا شخص فی الحقیقت وطی کرنے سے عاجز ہو گیا یعنی فی الواقع وطی کرنے پر قدرت باقی نہیں رہی بلکہ عاجز ہو چکا ہے اور یہاں عجز سے عجز حکمی مراد نہیں ہے جیسے حج کے احرام کی وجہ سے عاجز آنا، اس لیے کہ یہ خود اس کا اختیار کردہ ہے بلکہ یہاں عجز حقیقی مراد ہے جیسے کہ بیماری کی وجہ سے وطی سے عاجز ہونا، اب بیماری خواہ شوہر کو لاحق ہوئی ہو یا بیوی کو لاحق ہوئی ہو، یا شوہر وطی سے عاجز ہو عورت کے نابالغہ ہونے کی وجہ سے، یا وطی سے عاجز ہو شرمگاہ میں بیماری کی وجہ، یا وطی سے عاجز ہو مقطوع الذکر ہونے کی وجہ سے یا عنین ہونے کی وجہ سے، یا وطی سے عاجز ہو زوجین کے درمیان اتنی زیادہ مسافت کی دوری کی وجہ سے کہ شوہر مدت ایلاء میں وہاں تک نہیں پہنچ سکتے ہیں یا شوہر ناحق قید ہونے کی وجہ سے وطی سے عاجز ہو گیا ہو، اور جیل خانہ میں بیوی سے وطی پر قدرت نہ رہی ہو، جیسا کہ صاحب البحر الرائق نے غایہ سے نقل کیا ہے، شارح فرماتے ہیں کہ حضرت مصنفؒ کے علاوہ کسی اور فقہاء کے یہاں میں نے ناحق قید نہیں دیکھی علامہ حلبی فرماتے ہیں کہ عالمگیری میں قید مذکور ہے۔

یا شوہر وطی سے عاجز آگیا ہو بیوی کے جیل میں قید ہو جانے کی وجہ سے، یا اس کی نافرمانی کی وجہ سے وطی کرنے سے مجبور

وعاجز ہے تو مذکورہ تمام صورتوں میں شوہر کا زبانی رجوع کرنا بھی کافی ہوگا جیسے کہ زبان سے یہ کہدے کہ میں نے بیوی سے رجوع کیا یا یہ کہہ دے، میں اس کی طرف پھرا، یا یہ کہے کہ میں نے ایلاء کو باطل کر دیا، یا یہ کہے کہ جو کچھ میں نے کہا تھا اس سے رجوع کیا، اور اسی طرح کے اور دوسرے جملے، یعنی مذکورہ صورتوں میں شوہر بیوی سے وطی نہیں کر سکا تو صرف زبان سے کہہ کر ایلاء ختم کر سکتا ہے اس وجہ سے کہ شوہر نے اپنے عمل کے ذریعہ بیوی کو اذیت دی ہے کہ اس نے اس کے ساتھ وطی نہیں کی، تو اب شوہر کو چاہئے کہ کم از کم وعدہ کر کے اس کو راضی کرے۔

زبان سے رجوع کرنے کے بعد قدرت علی الوطی کا حکم

شوہر جماع پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے زبان سے رجوع کیا، اس کے بعد پھر وطی پر شوہر قادر ہو گیا اور ابھی مدت ایلاء باقی ہے تو اب اس کا رجوع اس طرح ہوگا کہ شوہر بیوی کی شرمگاہ میں وطی کرے اس لیے کہ اصل رجوع تو حقیقت میں یہی ہے چناں چہ اگر شوہر نے شرمگاہ کے علاوہ دوسری جگہ مثلاً دبر یعنی پائخانہ کے راستے میں وطی کی تو اس فعل سے ایلاء سے رجوع ثابت نہ ہوگا۔

اور حضرت مصنف کے قدرت علی الجماع کی قید لگانے سے یہ مستفاد ہوتا ہے شوہر کا ایلاء کے وقت سے لے کر مدت ایلاء کے ختم ہونے تک برابر عاجز عن الوطی ہونا شرط ہے اور اسی شرط کو ملتقی الابحر میں وضاحت کی ہے اور حاوی میں ہے کہ شوہر نے تندرستی کی حالت میں ایلاء کیا پھر شوہر بیمار ہو گیا تو اس کا ایلاء سے رجوع کرنا اس وقت معتبر نہ ہوگا جب تک کہ وطی نہ کرے۔

رجوع کی مزید ایک اور شرط

ایلاء کرنے والے شوہر کے رجوع کرنے کی تیسری شرط باقی رہ گئی ہے جس کا ذکر بدائع الصنائع میں ہے کہ رجوع کے وقت نکاح قائم اور باقی ہو لہٰذا اگر شوہر نے ایلاء کے بعد بیوی کو طلاق بائن دی، پھر اپنی زبان سے رجوع کیا تو اس سے رجوع کرنا ثابت نہ ہوگا اور ایلاء بدستور باقی رہے گا۔

(قَالَ لِامْرَأَتِهِ: أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ) وَنَحْوَ ذَلِكَ كَأَنْتِ مَعِي فِي الْحَرَامِ (إِيلَاءٌ إِنْ نَوَى التَّحْرِيمَ، أَوْ لَمْ يَنْوِ شَيْئًا، وَظِهَارٌ إِنْ نَوَاهُ، وَهَدَرٌ إِنْ نَوَى الْكَذِبَ) وَذَا دِيَانَةً، وَأَمَّا قَضَاءً فَإِيلَاءٌ قُهُسْتَانِيٌّ (وَتَطْلِيقَةٌ بَائِنَةٌ) إِنْ نَوَى الطَّلَاقَ وَثَلَاثٌ إِنْ نَوَاهَا وَيُفْتَى بِأَنَّهُ طَلَاقٌ بَائِنٌ (وَإِنْ لَمْ يَنْوِهِ) لِغَلَبَةِ الْعُرْفِ، وَلِذَا لَا يَحْلِفُ بِهِ إِلَّا الرِّجَالُ، وَلَوْ لَمْ تَكُنْ لَهُ امْرَأَةٌ أَوْ حَلَفَتْ بِهِ الْمَرْأَةُ كَانَ يَمِينًا، كَمَا لَوْ مَاتَتْ، أَوْبَانَتْ لَا إِلَى عِدَّةٍ ثُمَّ وُجِدَ الشَّرْطُ لَمْ تَطْلُقْ امْرَأَتُهُ الْمُتَزَوِّجَةُ بِهِ يُفْتَى لِصَيْرُورَتِهَا يَمِينًا وَلَا تَنْقَلِبُ طَلَاقًا، وَمِثْلُهُ: أَنْتِ مَعِي فِي الْحَرَامِ وَالْحَرَامُ يَلْزَمُنِي، وَحَرَّمْتُكِ عَلَيَّ وَأَنْتِ مُحَرَّمَةٌ، أَوْ حَرَامٌ عَلَيَّ أَوْ لَمْ يَقُلْ عَلَيَّ، وَأَنَا عَلَيْكِ حَرَامٌ أَوْ مُحَرَّمٌ، أَوْ حَرَّمْتُ نَفْسِي عَلَيْكِ أَوْ أَنْتِ

عَلَيَّ كَالْحِمَارِ، أَوْ كَالْخِنْزِيرِ بَزَّازِيَّةٌ.

بیوی کو حرام کا لفظ کہنا

شوہر نے بیوی سے کہا انت علیّ حرام تو مجھ پر حرام ہے یا اسی طرح کا کوئی دوسرا جملہ کہا جیسے کہ کانت معی فی الحرام تو میرے ساتھ حرام میں ہے تو یہ شرعاً ایلاء ہوگا خواہ شوہر اپنے اس قول سے تحریم کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، اور اگر اس جملہ سے اس نے ظہار کا ارادہ کیا تو ظہار ہوگا اور اگر جھوٹ کا قصد کیا تو یہ کلام مہمل اور لغو قرار پائے گا اور اس کلام کا لغو اور باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہوگا، اور قضاءً اس صورت میں بھی ایلاء ہی ہوگا جیسا کہ قہستانی میں ہے اور اگر مذکورہ جملہ سے اس نے طلاق کی نیت کی تھی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اور اگر تین طلاق کی نیت کی تھی تو تین طلاق واقع ہوں گی، اور اگر اس نے کچھ بھی ارادہ نہیں کیا ہے تو اس صورت میں فتویٰ اس پر ہے کہ طلاق بائن واقع ہوگی کیوں کہ عرف عام یہی ہے اور انت علی حرام بکثرت طلاق بائن کے معنی میں مستعمل ہوا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایسی قسم صرف مرد حضرات کھاتے ہیں۔

حرام کا لفظ بیوی کہے تو کیا حکم

اور اگر مرد کے لیے کوئی عورت نہ ہو اور وہ کہے علیّ حرام مجھ پر حرام لازم ہے یا کوئی عورت لفظ حرام کے ساتھ قسم کھائی یعنی عورت شوہر کو مخاطب کر کے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو عورت کا یہ قول قسم ہوگا طلاق نہ ہوگا جیسا کہ اگر عورت کا انتقال ہو جائے یا اس طرح بائنہ ہو جائے کہ اس کی عدت نہ ہو مثلاً دخول سے پہلے طلاق دیدی ہو اس کے بعد شرط پائی گئی ہو تو وہ عورت مطلقہ نہیں ہوگی جس سے اس نے پہلی بیوی کے کرنے کے بعد نکاح کیا ہے، اور فتویٰ اسی قول پر ہے کیوں کہ یہ تعلیق یمین سے بدل جائے گی اور یمین طلاق سے نہیں بدل سکتی ہے۔

انت علیّ حرام کی طرح مزید جملے

انت علیّ حرام کی ہی طرح اور بھی جملے ہیں مثلاً انت علیّ فی الحرام (تو میرے ساتھ حرام میں ہے) والحرام یلزمنی (حرام مجھ کو لازم ہے) حرمتک علیّ (میں نے تجھ کو اپنے اوپر حرام کیا ہے) انت حرمۃ (تو حرام ہے) اس میں لفظ علیّ نہیں کہا یا کہا حرام علیّ (مجھ پر حرام ہے) یا کہا انا علیک حرام (میں تجھ پر حرام ہوں) یا کہا انا علیك محرم (میں تم پر حرام ہوں) یا کہا حرمت نفسی علیک (میں نے اپنے نفس کو تم پر حرام قرار دیا ہے) یا کہا انت علی حرام کالحمار (تو مجھ پر گدھے کی طرح حرام ہے) یا کہا انت علیّ حرام کالخنزیر (تو مجھ پر خنزیر کی طرح حرام ہے) مذکورہ تمام جملوں سے طلاق بائن واقع ہوگی جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے اور ان جملوں کے کہنے والے کی بیوی نہ ہو تو یہ جملے یمین بن

جائیں گے جب بھی حانث ہوگا کفارہ لازم ہوگا۔

(وَلَوْ كَانَ لَهُ) أَرْبَعُ (نِسْوَةٍ) وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا (وَقَعَ عَلَى كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ طَلْقَةٌ) بَائِنَةٌ (وَقِيلَ: تَطْلُقُ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ) وَإِلَيْهِ الْبَيَانُ كَمَا مَرَّ فِي الصَّرِيحِ (وَهُوَ الْأَظْهَرُ) وَالْأَشْبَهُ، ذَكَرَهُ الزَّيْلَعِيُّ وَالْبَزَّازِيُّ وَغَيْرُهُمَا. وَقَالَ الْكَمَالُ: الْأَشْبَهُ عِنْدِي الْأَوَّلُ، وَبِهِ جَزَمَ صَاحِبُ الْبَحْرِ فِي فَتَاوَاهُ، وَصَحَّحَهُ فِي جَوَاهِرِ الْفَتَاوَى، وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ فِي شَرْحِهِ لَكِنْ فِي النَّهْرِ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مَعْنَى قَوْلِ الزَّيْلَعِيِّ " وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا "، يَعْنِي التَّحْرِيمَ لَا بِقَيْدِ " أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ " مُخَاطِبًا لِوَاحِدَةٍ كَمَا فِي الْمَتْنِ، بَلْ يَجِبُ فِيهِ أَنْ لَا يَقَعَ إِلَّا عَلَى الْمُخَاطَبَةِ. اهـ. قُلْت: يَعْنِي بِخِلَافِ حَلَالِ اللَّهِ، أَوْ حَلَالِ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّهُ يَعُمُّ، وَبِهِ يَحْصُلُ التَّوْفِيقُ فَلْيُحْفَظْ.

چار بیوی والے کو انت علیّ حرام کہنے کا حکم

اگر کسی شخص کی چار بیویاں ہوں اور مسئلہ گزشتہ مسئلہ کی طرح ہو یعنی جس کی چار بیویاں ہیں اس نے کہا امرأتی علی حرام (میری عورت مجھ پر حرام ہے) تو اس صورت میں ان میں سے ہر ایک عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ان چاروں میں سے صرف ایک عورت پر طلاق واقع ہوگی اور اس صورت میں شوہر کو اختیار رہے گا کہ چاروں بیویوں میں سے جس کو چاہے طلاق کے لیے متعین کردے جیسا کہ یہ مسئلہ طلاق صریح میں بیان گزر چکا ہے یہی قول زیادہ ظاہر اور حق کے زیادہ مشابہ ہے اسی قول کو زیلعی اور بزازی وغیرہ نے ذکر کیا ہے علامہ کمال کہتے ہیں کہ میرے نزدیک پہلا قول زیادہ اشبہ ہے اور صاحب البحر الرائق نے اپنے فتاوی میں اسی پر یقین ظاہر کیا ہے اور جواہر الفتاوی میں اسی قول کی تصحیح کی گئی ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسی کو برقرار رکھا ہے

لیکن نہر الفائق میں ہے کہ لازم ہے کہ علامہ زیلعیؒ کا قول کا معنی یہ ہو کہ یہ مسئلہ لفظ تحریم سابقہ مسئلہ کی طرح ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ جب ایک بیوی کو مخاطب کر کے شوہر کہے انت علی حرام تو وہ بھی سابقہ مسئلہ کے حکم میں ہے جیسا کہ متن میں ہے بلکہ ضروری ہے کہ طلاق صرف اسی بیوی کو واقع ہو جو مخاطب ہے شارح فرماتے ہیں کہ اس کے برخلاف اگر شوہر یوں کہے حلال اللہ علیّ حرام (اللہ تعالی کے حلال کردہ مجھ پر حرام ہے) یا کہا حلال المسلمین علیّ حرام (مسلمانوں کی حلال چیزیں مجھ پر حرام ہیں) تو یہ عام ہوگا اور سب کو شامل ہوگا اور چاروں پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اس طرح سے نہر الفائق اور شارح کی وضاحت سے حضرات فقہاء کرام کے اقوال میں تطبیق ہو جائے گی لہذا اس مسئلہ کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

[فُرُوعٌ]: أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ أَلْفَ مَرَّةٍ تَقَعُ وَاحِدَةٌ. طَلَّقَهَا وَاحِدَةً ثُمَّ قَالَ: أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ نَاوِيًا

اثْنَيْنِ تَقَعُ وَاحِدَةٌ كَرَّرَهُ مَرَّتَيْنِ وَنَوَى بِالْأَوَّلِ طَلَاقًا وَبِالثَّانِي يَمِينًا صَحَّ. قَالَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: حَلَالُ اللّٰهِ عَلَيَّ حَرَامٌ إِنْ فَعَلْتَ كَذَا، وَوُجِدَ الشَّرْطُ وَقَعَ الثَّلَاثُ. قَالَ لَهُمَا: أَنْتُمَا عَلَيَّ حَرَامٌ وَنَوَى فِي إِحْدَاهُمَا ثَلَاثًا وَفِي الْأُخْرَى وَاحِدَةً فَكَمَا نَوَى بِهِ يُفْتَى، وَتَمَامُهُ فِي الْبَزَّازِيَّةِ. قَالَ: أَنْتُمَا عَلَيَّ حَرَامٌ حَنِثَ بِوَطْءِ كُلٍّ. وَلَوْ قَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَقْرَبُكُمَا لَمْ يَحْنَثْ إِلَّا بِوَطْئِهِمَا، وَالْفَرْقُ لَا يَخْفَى. وَفِي الْجَوْهَرَةِ: كَرَّرَ " وَاللّٰهِ لَا أَقْرَبُكِ " ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ؛ وَإِنْ نَوَى التَّكْرَارَ اتَّحَدَا؛ وَإِلَّا فَالْإِيلَاءُ وَاحِدٌ وَالْيَمِينُ ثَلَاثٌ، وَإِنْ تَعَدَّدَ الْمَجْلِسُ تَعَدَّدَ الْإِيلَاءُ وَالْيَمِينُ.

شارح کی طرف سے اضافہ شدہ مسائل

اگر شوہر کہے انت علیّ حرام الف مرّة (تو مجھ پر ہزار مرتبہ حرام ہے) تو اس سے عورت پر صرف ایک طلاق واقع ہوگی کیوں کہ حرمت ایک شئی ہے اس میں تعدد کی گنجائش نہیں ہے البتہ طلاق میں تعدد کی گنجائش ہے اور یہاں لفظ حرام کہا ہے نہ کہ لفظ طلاق، اس لیے صرف ایک طلاق واقع ہوگی، ایک شخص نے بیوی کو ایک طلاق دی اس کے بعد کہا انت حرام تو مجھ پر حرام ہے اور اس سے دوسری طلاق کی نیت کی ہے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر شوہر انت علیّ حرام کو دو مرتبہ کہا اور پہلی مرتبہ سے طلاق مراد لی اور دوسری بار سے یمین مراد لی تو اس کا اس طرح مراد لینا درست ہوگا، شوہر نے تین مرتبہ یوں کہا حلال اللہ علیّ حرام ان فعلت کذا (اللہ تعالیٰ کا حلال مجھ پر حرام ہے اگر میں نے ایسا کیا تو) اس نے ویسا کر لیا اور شرط پائی گئی تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی۔

ایک قول سے دو مرادیں

شوہر نے اپنی دو بیویوں سے کہا انتما علیّ حرام (تم دونوں مجھ پر حرام ہو) تو اس نے اپنے اس قول سے ایک بیوی کو تین طلاق دینے کا ارادہ کیا اور دوسری بیوی کو ایک طلاق دینے کا ارادہ کیا تو اس صورت میں اس کے ارادے کے مطابق طلاق واقع ہوگی ایک بیوی کو تین طلاقیں اور دوسری کو صرف ایک طلاق واقع ہوگی اسی قول پر فتوی بھی ہے اور اس مسئلہ کی پوری تفصیل فتاوی بزازیہ میں موجود ہے۔

یمین کے بعد وطی کرنے کا حکم

شوہر نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم دونوں مجھ پر حرام ہو تو ان دونوں میں سے جس سے بھی شوہر وطی کرے گا شوہر حانث ہو جائے گا اور اگر شوہر یوں کہا تھا کہ بخدا میں تم دونوں سے قربت نہیں کروں گا تو اس صورت میں شوہر اس وقت حانث قرار پائے گا جب دونوں سے جماع پایا جائے گا صرف ایک عورت سے وطی کرنے سے حانث نہیں ہوگا اور ان دونوں صورتوں میں جو فرق

ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے پہلی صورت میں دونوں عورتوں کو حرمت کے ساتھ متصف کیا ہے لہٰذا ہر ایک پر مستقل طور پر حرمت ثابت ہوگی اور دوسری صورت میں دونوں کی وطی سے خود اپنی ذات کو روکا ہے تو صرف ایک کی وطی سے حانث نہیں ہوگا۔

یہ کہنا کہ میں تم سے وطی نہیں کروں گا

الجوہرۃ النیرہ میں ہے کہ شوہر نے ایک مجلس میں تین مرتبہ یہ کہا کہ خدا کی قسم میں تم سے وطی نہیں کروں گا تو اگر اس سے شوہر نے تکرار و تاکید کی نیت کی ہے تو ایک ہی ایلاء اور ایک یمین ہوگی، اور اگر تاکید و تکرار کی نیت کی ہے تو اس صورت میں ایک ایلاء اور تین یمین ہوگی، اگر شوہر اس کے ساتھ وطی کرے گا تو تین کفارے دینے لازم ہوں گے اور اگر شوہر نے ایک مجلس میں نہیں بلکہ متعدد مجلس میں مذکورہ جملہ کہا تو اس صورت میں ایلاء اور یمین دونوں متعدد ہوں گے یعنی تین ایلاء اور تین ہی یمین بھی ہوں گی اگر چار ماہ تک بیوی سے صحبت نہیں کرے گا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور قربت کرے گا تو تین کفارے شرعی اعتبار سے لازم ہوں گے۔

بَابُ الْخُلْعِ

اس باب میں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ خلع کے مسائل کو بیان کریں گے، باب الخلع کو باب الایلاء کے بعد اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ ایلاء کو طلاق سے زیادہ مناسبت ہے کیوں کہ جس طرح طلاق خالی عن العوض ہوتا ہے اسی طرح ایلاء میں بھی عوض نہیں ہوتا ہے اس کے برخلاف خلع میں اس کے اندر معاوضہ ہوتا ہے عورت عوض دے کر طلاق لیتی ہے دوسری وجہ یہ کہ ایلاء کے اندر نشوز اور نافرمانی مرد کی طرف سے ہوتی ہے اور خلع میں نشوز اور نافرمانی عورت کی طرف سے ہوتی ہے لہٰذا مردوں کی نافرمانی کے مسائل کو مقدم کر دیا ہے عورتوں کے اوپر۔

(هُوَ) لُغَةً الْإِزَالَةُ، وَاسْتُعْمِلَ فِي إِزَالَةِ الزَّوْجِيَّةِ بِالضَّمِّ وَفِي غَيْرِهِ بِالْفَتْحِ. وَشَرْعًا كَمَا فِي الْبَحْرِ (إِزَالَةُ مِلْكِ النِّكَاحِ) خَرَجَ بِهِ الْخُلْعُ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ وَبَعْدَ الْبَيْنُونَةِ وَالرِّدَّةِ فَإِنَّهُ لَغْوٌ كَمَا فِي الْفُصُولِ (الْمُتَوَقِّفَةُ عَلَى قَبُولِهَا) خَرَجَ مَا لَوْ قَالَ: خَلَعْتُكِ - نَاوِيًا الطَّلَاقَ - فَإِنَّهُ يَقَعُ بَائِنًا غَيْرَ مُسْقِطٍ لِلْحُقُوقِ لِعَدَمِ تَوَقُّفِهِ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ خَالَعْتُكِ بِلَفْظِ الْمُفَاعَلَةِ، أَوْ " اخْتَلِعِي " بِالْأَمْرِ وَلَمْ يُسَمِّ شَيْئًا فَقَبِلَتْ فَإِنَّهُ خُلْعٌ مُسْقِطٌ، حَتَّى لَوْ كَانَتْ قَبَضَتْ الْبَدَلَ رَدَّتْهُ عَلَيْهِ. (بِلَفْظِ الْخُلْعِ) خَرَجَ الطَّلَاقُ عَلَى مَالٍ فَإِنَّهُ غَيْرُ مُسْقِطٍ فَتْحٌ، وَزَادَ قَوْلَهُ (أَوْ مَا فِي مَعْنَاهُ) لِيَدْخُلَ لَفْظُ الْمُبَارَأَةِ فَإِنَّهُ مُسْقِطٌ كَمَا سَيَجِيءُ، وَلَفْظُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ فَإِنَّهُ كَذَلِكَ كَمَا صَحَّحَهُ فِي الصُّغْرَى خِلَافًا لِلْخَانِيَّةِ، وَأَفَادَ التَّعْرِيفُ صِحَّةَ خُلْعِ الْمُطَلَّقَةِ رَجْعِيًّا. (وَلَا بَأْسَ بِهِ عِنْدَ الْحَاجَةِ) لِلشِّقَاقِ

بِعَدَمِ الْوِفَاقِ (بِمَا يَصْلُحُ لِلْمَهْرِ) بِغَيْرِ عَكْسٍ كُلِّيٍّ لِصِحَّةِ الْخُلْعِ بِدُونِ الْعَشَرَةِ وَبِمَا فِي يَدِهَا وَبَطْنِ غَنَمِهَا وَجَوَّزَ الْعَيْنِيُّ انْعِكَاسَهَا. (وَ) شَرْطُهُ كَالطَّلَاقِ وَصِفَتُهُ مَا ذَكَرَهُ بِقَوْلِهِ (وَهُوَ يَمِينٌ فِي جَانِبِهِ) لِأَنَّهُ تَعْلِيقُ الطَّلَاقِ بِقَبُولِ الْمَالِ (فَلَا يَصِحُّ رُجُوعُهُ) عَنْهُ (قَبْلَ قَبُولِهَا، وَلَا يَصِحُّ شَرْطُ الْخِيَارِ لَهُ، وَلَا يَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ) أَيْ مَجْلِسِهِ، وَيَقْتَصِرُ قَبُولُهَا عَلَى مَجْلِسِ عِلْمِهَا (وَفِي جَانِبِهَا مُعَاوَضَةٌ) بِمَالٍ (فَصَحَّ رُجُوعُهَا) قَبْلَ قَبُولِهِ (وَ) صَحَّ (شَرْطُ الْخِيَارِ لَهَا) وَلَوْ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ بَحْرٌ (وَيَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ) كَالْبَيْعِ.

خلع کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

خلع یخلع خلعا (ف) اتارنا، کپڑا اتارنا، ازالہ کرنا، اور لفظ خلع زوجیت کے رشتہ کو ازالہ کرنے کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور مضموم مستعمل ہوتا ہے اور دوسری چیز کو زائل کرنے کے لیے خلع فتحہ کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے اور یہ خلع اللباس سے مستعار ہے، جو میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے لباس کے درجہ میں ہے قرآن نے کہا ہے ھن لباس لکم وانتم لباس لھن کہ عورتیں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم عورتوں کے لیے لباس ہو تو گویا خلع کے ذریعہ سے ان دونوں نے اپنے اوپر سے لباس زوجیت کو اتار دیا ہے۔

اور شریعت کی اصطلاح میں ملک نکاح کو زائل کرنے کے لیے خلع کا لفظ بولا جاتا ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد، طلاق بائن، اور ردت میں خلع کرنا خلع کی شرعی تعریف سے خارج ہو گیا اس لیے کہ جب ملکیت نکاح نہیں ہے اس میں خلع کرنا لغو قرار پائے گا جیسا کہ فصول میں ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ خلع کی شرعی اور اصطلاحی تعریف میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے چناں چہ علمائے احناف نے ان لفظوں سے خلع کی تعریف کی ہے الخلع عبارۃ عن اخذ المال بازاء ملک النکاح بلفظ الخلع لفظ خلع کے ذریعہ ملک نکاح کے بدلہ مال لینا خلع کہلاتا ہے اور شوافع نے ان لفظوں سے تعریف کی ہے الخلع فرقۃ بین الزوجین بعوض بلفظ الطلاق او خلع زوجین کے درمیان لفظ طلاق یا لفظ خلع کے ذریعہ مالی عوض کے ساتھ فرقت کرنا خلع کہلاتا ہے مالکیہ نے خلع کی تعریف یہ کی ہے الطلاق بعوض عوض کے بدلہ طلاق دینا خلع ہے اور حنابلہ نے خلع شرعی کی تعریف ان لفظوں سے کی ہے فراق الزوج امرأتہ بعوض یاخذہ الزوج بالفاظ مخصوصۃ شوہر کا اپنی عورت کو مخصوص الفاظ کے ذریعہ جدا کرنا اور اس کے بدلہ میں عوض لینا۔ (شامی زکریا تحقیق الشیخ عادل احمد عبد الموجود، والشیخ علی محمد معوض: ۵/ ۸۳)

عورت کے قبول کرنے کی شرط

لیکن خلع کے ذریعہ جو ملک نکاح کا ازالہ ہوتا ہے وہ عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے لہٰذا اگر شوہر نے بیوی سے کہا

خلعتک میں نے تجھ سے خلع کیا اور یہ طلاق کی نیت سے کہا تو اس سے خلع نہیں ہوگا بلکہ طلاق بائن واقع ہوگی اور زوجیت کے حقوق شوہر کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوں گے بلکہ بذمہ شوہر باقی رہیں گے کیوں کہ جب تک قبول نہیں کرتی نہ خلع ہوتا ہے نہ اس کے حقوق ضائع ہوتے ہیں جس میں ملک نکاح کا ازالہ قبول عورت پر موقوف نہ ہو وہ خلع نہیں ہے۔

اس کے برخلاف اگر شوہر نے بیوی سے خالعتک بصیغہ مفاعلت کہا کہ (میں نے تجھ سے باہم خلع کیا) یا شوہر عورت کو اختلعی (تو خلع قبول کر) امر کے صیغہ کے ساتھ کہا اور اس کے بدلہ میں کسی شئی کا نام نہیں لیا اور عورت نے اس کو قبول کرلیا تو یہ خلع ہوگا اور زوجیت کے حقوق کو ساقط کرنے والا ہوگا یہاں تک کہ اگر بیوی پہلے مہر پر قبضہ کر چکی تھی تو اس کو واپس کرنا ہوگا جیسا کہ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے۔

جن الفاظ سے خلع ہوجاتا ہے ان کا بیان

خلع کے صحیح ہونے کے لیے لفظ خلع یا اس کے ہم معنی الفاظ کا استعمال کرنا ضروری ہے چناں چہ اگر کوئی شخص مال لے کر طلاق دے تو یہ خلع شمار نہ ہوگا اور حقوق زوجیت ساقط نہ ہوں گے بلکہ شوہر کے ذمہ باقی رہیں گے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے البتہ لفظ مبارات چوں کہ خلع کے ہم معنی لفظ ہے اس لیے اس میں داخل ہوجائے گا اور اس سے بھی خلع ہوجائے گا کیوں کہ مبارات کا لفظ حق زوجیت کو ساقط کرنے والا ہے عنقریب اس کی پوری تفصیل آرہی ہے اور لفظ بیع اور شراء بھی خلع کے ہم معنی لفظ ہیں اس سے بھی خلع ہوجاتا ہے جیسا کہ اس کی تصحیح صغری نامی کتاب میں موجود ہے، البتہ خانیہ میں اس کی مخالفت کی ہے چناں چہ کہتے ہیں کہ بیع اور شراء سے خلع کا معنی مراد نہیں ہوتا ہے اور نہ حق زوجیت ساقط ہوتا ہے۔

اب خلع کی پوری تعریف شرعی یہ ہوگی کہ خلع ملک نکاح کے ازالہ کا نام ہے جس کو عورت قبول کرے اور وہ لفظ خلع یا اس کے ہم معنی لفظ کے ذریعہ ہو اس تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ مطلقہ رجعیہ سے خلع کرنا شرعاً درست ہے کیوں کہ جب تک عدت ختم نہیں ہوتی ہے ملک نکاح باقی رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ عدت کے اندر بلا نکاح جدید رجوع کرنا جائز اور درست ہے۔

خلع کرنا شرعاً کب جائز ہے

جب زوجین کے درمیان اختلاف وشقاق ہوجائے اور خلع کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو ایسے وقت میں خلع کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے اور شوہر کے لیے جائز ہے کہ بیوی کو چھوڑنے کے بدلے میں مال لے، بشرطیکہ اختلاف وشقاق اور جھگڑے کی ابتداء شوہر کی طرف سے نہ ہو، اور بدلہ میں اسی مال کا لینا جائز ہے جو شوہر نے مہر میں دیا ہے یعنی بدل خلع مہر سے کم کم ہو زیادہ مقدار نہ ہو، چناں چہ اگر کوئی شخص دس درہم سے کم کم میں خلع کرے گا تو خلع درست ہے اور خلع اس مال کے بدلے میں کرے جو عورت کے قبضہ میں ہو خواہ اس کی مقدار معلوم نہ ہو اور اپنی بکری کے ریوڑ کے بدلہ کرے تو یہ بھی جائز ہے

اور علامہ عینی نے اس کے برعکس کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

خلع کے واقع ہونے کی شرطیں

اور خلع کی شرط طلاق ہی کی شرط کی طرح ہے اور اس کی صفت وہی ہے جو ذکر کی گئی ہے یعنی عورت منکوحہ ہو، شوہر خلع کرنے کے اہل یعنی عاقل و بالغ ہو لہٰذا جو شوہر نابالغ و مجنون ہو اس کا خلع کرنا درست نہیں ہے اور خلع مرد کی جانب میں یمین ہے اس لیے کہ طلاق کو مال کے لیے معلق کرنا ہے لہٰذا اگر عورت کے قبول کرنے سے پہلے شوہر رجوع کرنا چاہے اور اپنے قول سے پلٹنا چاہے تو درست نہیں ہے اور نہ خلع کے اندر شوہر کے لیے یہ بات جائز ہے کہ اپنے لیے خیار کی شرط لگائے اور نہ خلع شوہر کی مجلس پر منحصر ہوگا یعنی اگر شوہر اپنی مجلس بدل لیگا تو خلع باطل نہیں ہوگا بلکہ خلع عورت کی مجلس علم پر موقوف ہوگا چناں چہ جب عورت کو خلع کے متعلق علم ہوا اور اس نے مجلس علم میں خلع قبول نہ کیا بلکہ اٹھ کھڑی ہوئی تو خلع باطل ہو جائے گا۔

خلع مرد کی جانب سے تو یمین ہے اور عورت کی جانب سے مال کا معاوضہ ہے لہٰذا مرد کے قبول کرنے سے پہلے عورت کا رجوع کرنا درست ہے اور عورت کو اپنے لیے خیار کی شرط لگانا جائز ہے اگرچہ تین سے زیادہ کی مدت کیوں نہ لگائے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے اور خلع کا صحیح ہونا عورت کی مجلس علم پر موقوف ہے۔ جس طرح بیع مجلس علم پر موقوف ہوتی ہے۔

[فَائِدَةٌ]: يُشْتَرَطُ فِي قَبُولِهَا عِلْمُهَا بِمَعْنَاهُ لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ، بِخِلَافِ طَلَاقٍ وَعَتَاقٍ وَتَدْبِيرٍ لِأَنَّهُ إسْقَاطٌ وَالْإِسْقَاطُ يَصِحُّ مَعَ الْجَهْلِ (وَطَرَفُ الْعَبْدِ فِي الْعَتَاقِ) عَلَى مَالٍ (كَطَرَفِهَا فِي الطَّلَاقِ، وَ) الْخُلْعُ (يَكُونُ بِلَفْظِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالطَّلَاقِ وَالْمُبَارَأَةِ) كَبِعْتُ نَفْسَكِ، أَوْ طَلَاقَكِ، أَوْ طَلَّقْتُكِ عَلَى كَذَا أَوْ بَارَأْتُكِ: أَيْ فَارَقْتُكِ وَقَبِلَتْ الْمَرْأَةُ. (وَ) حُكْمُهُ أَنَّ (الْوَاقِعَ بِهِ) وَلَوْ بِلَا مَالٍ (وَبِالطَّلَاقِ) الصَّرِيحِ (عَلَى مَالٍ طَلَاقٌ بَائِنٌ) وَثَمَرَتُهُ فِيمَا لَوْ بَطَلَ الْبَدَلُ كَمَا سَيَجِيءُ. (وَ) الْخُلْعُ (هُوَ مِنْ الْكِنَايَاتِ فَيُعْتَبَرُ فِيهِ مَا يُعْتَبَرُ فِيهَا) مِنْ قَرَائِنِ الطَّلَاقِ، لَكِنْ لَوْ قُضِيَ بِكَوْنِهِ فَسْخًا نَفَذَ لِأَنَّهُ مُجْتَهَدٌ فِيهِ، وَقِيلَ لَا. (خَلَعَهَا ثُمَّ قَالَ لَمْ أَنْوِ بِهِ الطَّلَاقَ، فَإِنْ ذَكَرَ بَدَلًا لَمْ يُصَدَّقْ) قَضَاءً فِي الصُّوَرِ الْأَرْبَعِ (وَإِلَّا صُدِّقَ فِي) مَا إذَا وَقَعَ بِلَفْظِ (الْخُلْعِ وَالْمُبَارَأَةِ) لِأَنَّهُمَا كِنَايَتَانِ وَلَا قَرِينَةَ، بِخِلَافِ لَفْظِ بَيْعٍ وَطَلَاقٍ لِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ. وَفِيهِ إشَارَةٌ إلَى اشْتِرَاطِ النِّيَّةِ وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ إلَّا أَنَّ الْمَشَايِخَ قَالُوا لَا تُشْتَرَطُ النِّيَّةُ هَهُنَا لِأَنَّهُ بِحُكْمِ غَلَبَةِ الِاسْتِعْمَالِ صَارَ كَالصَّرِيحِ كَمَا فِي الْقُهُسْتَانِيِّ عَنْ مُتَفَرِّقَاتِ طَلَاقِ الْمُحِيطِ. (وَكُرِهَ) تَحْرِيمًا (أَخْذُ شَيْءٍ) وَيُلْحَقُ بِهِ الْإِبْرَاءُ عَمَّا لَهَا عَلَيْهِ (إنْ نَشَزَ وَإِنْ نَشَزَتْ لَا) وَلَوْ مِنْهُ نُشُوزٌ أَيْضًا وَلَوْ بِأَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَاهَا

عَلَى الْأَوْجُهِ فَتَنَبَّهْ، وَصَحَّحَ الشُّمُنِّيُّ كَرَاهَةَ الزِّيَادَةِ، وَتَعْبِيرُ الْمُلْتَقَى لَا بَأْسَ بِهِ يُفِيدُ أَنَّهَا تَنْزِيهِيَّةٌ وَبِهِ يَحْصُلُ التَّوْفِيقُ. (أَكْرَهَهَا) الزَّوْجُ (عَلَيْهِ تَطْلُقُ بِلَا مَالٍ) لِأَنَّ الرِّضَا شَرْطٌ لِلُزُومِ الْمَالِ وَسُقُوطِهِ. (وَلَوْ هَلَكَ بَدَلُهُ فِي يَدِهَا) قَبْلَ الدَّفْعِ (أَوْ اُسْتُحِقَّ فَعَلَيْهَا قِيمَتُهُ لَوْ) الْبَدَلُ (قِيَمِيًّا، وَمِثْلُهُ لَوْ مِثْلِيًّا) لِأَنَّ الْخُلْعَ لَا يَقْبَلُ الْفَسْخَ. (خَلَعَهَا، أَوْ طَلَّقَهَا بِخَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ، أَوْ مَيْتَةٍ وَنَحْوِهَا) مِمَّا لَيْسَ بِمَالٍ (وَقَعَ) طَلَاقٌ (بَائِنٌ فِي الْخُلْعِ رَجْعِيٌّ فِي غَيْرِهِ) وُقُوعًا (مَجَّانًا) فِيهِمَا لِبُطْلَانِ الْبَدَلِ وَهُوَ الثَّمَرَةُ كَمَا مَرَّ؛ وَلَوْ سَمَّتْ حَلَالًا كَهَذَا الْخَلِّ فَإِذَا هُوَ خَمْرٌ رَجَعَ بِالْمَهْرِ إنْ لَمْ يَعْلَمْ وَإِلَّا لَا شَيْءَ لَهُ (كَخَالِعْنِي عَلَى مَا فِي يَدِي) أَيْ الْحِسِّيَّةِ (وَلَا شَيْءَ فِي يَدِهَا) لِعَدَمِ التَّسْمِيَةِ وَكَذَا عَكْسُهُ، لَكِنْ لَوْ كَانَ فِي يَدِهِ جَوْهَرَةٌ لَهَا فَقَبِلَتْ فَهِيَ لَهُ عَلِمَتْ أَوْ لَا لِإِضْرَارِهَا نَفْسَهَا بِقَوْلِهَا

خلع کے معنی ومفہوم کا جاننا

عورت کے خلع کے قبول ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ عورت خلع کے معنی اس کے مفہوم کو جانتی اور سمجھتی ہو، اس لیے کہ خلع معاوضہ کا نام ہے لہٰذا اگر شوہر اپنی بیوی سے خلع بعوض مال عربی زبان میں کرے اور بیوی عربی زبان میں معنی ومفہوم کو نہ جانتی ہو اور اس کو قبول کرلے تو خلع شرعاً درست نہ ہوگا اس کے برخلاف طلاق، عتاق اور غلام کو بنانا ہے اس کے اندر معنی ومفہوم کا جاننا اور سمجھنا ضروری نہیں ہے کیوں کہ ان میں اپنا حق ساقط کرنا ہے اور اپنا حق کوئی شخص نادانی میں بھی ساقط کرے تو صحیح ہوجاتا ہے یعنی قضاءً حق ساقط ہوجاتا ہے دیانۃً نہیں (لہٰذا اگر شوہر بیوی کو طلاق دے اور بیوی طلاق کے معنی نہ جانتی ہو، یا آقا غلام کو آزاد کرے یا مدبر بنائے اور غلام اس لفظ کے معنی کو نہ جانتا ہو پھر بھی طلاق اور عتاق ہوجائے گا اور غلام مدبر بھی ہوجائے گا اگر غلام نے اپنے آقا سے یوں کہا کہ اس کو اپنے مال کے عوض میں آزاد کردے اور ابھی آقا نے اس کے قول کو قبول نہیں کیا ہے تو غلام اپنے قول سے رجوع کرسکتا ہے لیکن اگر آقا یہ کہے کہ میں نے تم کو اتنے مال کے عوض آزاد کردیا ہے تو آقا اپنے قول سے رجوع نہیں کرسکتا ہے)

اور غلام کے اعضاء کی طرف آزادی کی نسبت کرنا بعوض مال ایسا ہی ہے جیسا کہ عورت کے اعضاء کی طرف طلاق کی نسبت کرنا۔

الفاظ خلع کون کون ہیں

اور خلع لفظ بیع، شرا، طلاق اور مبارات سے ہوتا ہے جیسے کہ شوہر یوں کہے بعت نفسک علی کذا (میں نے تیری ذات کو اتنے مال میں فروخت کردیا) یا کہا بعت طلاقک علی کذا (میں نے تیری طلاق کو اتنے مال کے عوض فروخت کردیا) یا کہے بارأتک میں

نے تم سے مبارات کیا یعنی تم کو اتنے مال کے بدلہ میں میں نے جدا کردیا اور عورت نے اس کو قبول کرلیا تو اس سے خلع ثابت ہو جائے گا۔

خلع کا شرعی حکم

اور خلع کا حکم یہ ہے کہ اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگرچہ خلع بغیر مال کے ہوا ہو یا طلاق صریح کے لفظ سے مال کے عوض ہوا ہو اور اس کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوگا جب خلع کا بدل مال باطل ہو جیسے شراب یا خنزیر اس کی پوری تفصیل انشاء اللہ عنقریب آنے والی ہے مطلب یہ ہے کہ خلع بلفظ خلع ہی ہو اور عوض میں مال باطل ہو تو بھی طلاق بائن ہی واقع ہوگی اور اگر خلع بلفظ طلاق ہے تو اس صورت میں طلاق رجعی واقع ہوگی۔

خلع میں قرائن کا اعتبار کرنے کا حکم

اور خلع کنایات میں سے ہے لہٰذا جو صورتیں کنایات میں قرائن طلاق کے معتبر ہیں وہی تمام صورتیں قرائن خلع میں بھی معتبر ہیں چوں کہ خلع کنایات میں داخل ہے اور کنایات سے طلاق واقع ہوتی ہے فسخ واقع نہیں ہوتا ہے لیکن قاضی حنبلی یا شافعی ہو اور وہ اپنے مذہب و مسلک کے مطابق فسخ کرنے کا حکم کرے تو فسخ نافذ ہوگا کیوں کہ اس امر میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور مجتہد فیہ مسائل میں قاضی کا حکم نافذ ہوتا ہے اور اس بارے میں قول ضعیف یہ ہے کہ اس میں قاضی کا حکم نافذ نہیں ہوگا۔

شوہر نے عورت سے خلع کیا پھر اس نے کہا میں نے اس سے خلع کی نیت نہیں کی ہے پس اگر شوہر بدل خلع میں کچھ مال کا ذکر کیا ہے تو قضاء شوہر کی بات چاروں صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں تصدیق نہیں کی جائے گی اور ان صورتوں کے الفاظ بیع و شراء اور خلع اور مبارات ہیں البتہ شوہر کا قول دیانۃً مانا جائے گا لیکن اس صورت میں عورت کے لیے مرد کے پاس رہنا جائز نہیں ہوگا اس لیے کہ المرأۃ کالقاضی کا مشہور قاعدہ ہے۔

اور اگر شوہر بدل خلع میں مال کا ذکر نہیں کیا ہے تو شوہر کی بات اس خلع میں تصدیق کی جائے گی جو خلع بلفظ خلع اور مبارات سے ہوا ہو، کیوں کہ یہ دونوں الفاظ طلاق کنایات میں سے ہیں اور طلاق کے متعلق یہاں کوئی قرینہ بھی نہیں ہے اس کے برخلاف لفظ بیع اور لفظ طلاق ہے اگر ان دونوں لفظوں سے خلع ہوا ہے تو شوہر کے قول کی تصدیق مال کے ذکر کے بغیر نہیں ہوگی اس لیے کہ دونوں لفظ ظاہر کے خلاف ہے اور طلاق صریح ہیں اس قرینہ اور نیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور لفظ بیع کو طلاق میں اس لیے شامل کیا ہے کہ بیع ملک عین کے زوال کا نام ہے اور جب ملک عین کا زوال ہوگا تو ملک نافع کا زوال بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

لفظ خلع سے طلاق واقع ہونے کا حکم

خلع اور مبارات کے کنایہ کے کنایہ میں داخل کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ نیت شرط کے درجہ میں ہے یعنی لفظ خلع اور

مبارات سے اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک کہ اس سے وقوع طلاق کی نیت نہ کی ہو، اس بارے میں ظاہر الروایہ بھی یہی قول ہے مگر مشائخ نے کہا ہے خلع اور مبارات سے طلاق واقع ہونے کے واسطے نیت شرط نہیں ہے اس لیے کہ کثرت استعمال کی وجہ سے یہ طلاق صریح کے حکم میں ہو چکا ہے جیسا کہ قہستانی میں محیط نامی کتاب کے متفرقات طلاق سے منقول ہے (لیکن احقر کے زمانہ میں خلع اور مبارات طلاق صریح کے لیے مستعمل نہیں ہے)

خلع کے بدلے میں مال لینے کا حکم

اگر ظلم وزیادتی شوہر کی طرف سے ہو اور بیوی شوہر کے ظلم وستم سے تنگ آ کر خلع کرنا چاہتی ہے تو ایسی صورت میں شوہر کا بیوی سے کچھ بھی مال لینا مکروہ تحریمی ہے اسی طرح اگر عورت کا دین مہر شوہر کے ذمہ باقی ہو یا کوئی دوسرا قرض ہو اور شوہر عورت سے خلع بدلہ میں اس کی معافی چاہے تو بھی مکروہ تحریمی ہے۔ (بلکہ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں مال لینا شوہر کے لیے بالکل حرام ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا (سورۃ النساء رقم الآیۃ/۲۰) تم اس سے کچھ بھی مت لو، لیکن اگر شوہر اس کے باوجود عورت سے کچھ لے لے گا تو ملک خبیث کی حیثیت سے وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ (شامی:۵/ ۹۴)

اور اگر نافرمانی عورت کی طرف سے ہو اور عورت ہی ناشزہ اور شوہر کی فرماں بردار نہ ہو اور شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو ایسی صورت میں شوہر کے لیے خلع کے بدلے میں عورت سے مال لینا مکروہ نہیں ہے اگر چہ عورت کی نافرمانی کے بعد شوہر کی طرف سے بھی نافرمانی اور ظلم کیوں نہ پایا گیا ہو اگر چہ شوہر خلع میں اس سے زیادہ مال عورت سے لے جتنا اس نے اس کو دیا تھا یہی قول اوجہ ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے مثلاً شوہر نے مہر میں عورت کو صرف پانچ ہزار روپے دیا تھا اور خلع میں عورت سے شوہر دس ہزار روپیہ وصول کرے تو یہ جائز ہے لیکن شمنی نے مہر سے زیادہ خلع میں مال لینے کو مکروہ ہونے کی تصحیح کی ہے اور ملتقی الابحر میں لا باس بہ کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ لینا اس صورت میں مکروہ تنزیہی ہے، اور مکروہ تنزیہی مان لینے میں دونوں قولوں کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے جنہوں نے زیادہ لینے کو مکروہ لکھا ہے ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے اور جنہو ں نے زیادہ لینے کو مکروہ نہیں کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ مکروہ تحریمی نہیں ہے۔

عورت کو خلع کے قبول کرنے پر مجبور کرنے کا حکم

اگر شوہر نے عورت کو خلع کے قبول کرنے پر مجبور کیا ہے تو اس صورت میں بغیر کسی مال کے عوض طلاق واقع ہو جائے گی اس لیے کہ مال کے لازم ہونے اور اس کے ساقط ہونے کے لیے عورت کی رضامندی ضروری ہے یعنی اگر عورت نے جبر واکراہ کی وجہ سے اپنے اوپر مال دینا لازم کر لیا ہے یا مہر ساقط کرنے کو قبول کر لیا ہے تو نہ مال دینا لازم ہوگا نہ ہی مہر ساقط ہوگا۔

اگر بدل خلع عورت کے قبضہ ہی میں ہلاک ہو جائے تو کیا حکم ہے

اگر شوہر کے حوالہ کرنے سے پہلے پہلے بدل خلع عورت کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے یا اس کا کوئی دوسرا آدمی مستحق نکل آئے تو ایسی صورت میں اگر بدل خلع ذوات القیم میں سے تھا جیسے کپڑا وغیرہ تو عورت کے ذمہ اس کی قیمت کا دینا شرعاً لازم ہے اور اگر بدل خلع ذوات الامثال میں سے تھا تو عورت کو اس کے مثل دینا لازم ہوگا کیوں کہ خلع فسخ کو قبول نہیں کرتا ہے، بخلاف مبیع کے اگر وہ بائع کے پاس ہلاک ہو جائے تو بائع پر کچھ لازم نہیں ہوگا اس لیے کہ بیع فسخ کو قبول کرتی ہے۔

اگر بدل خلع شرعاً مال نہ ہو تو خلع کا حکم

اگر کسی شوہر نے عورت سے خلع کیا یا اس کو طلاق دی ہے شراب، سور یا مردار وغیرہ کے بدلہ میں، یعنی بدل خلع شراب، سور، یا مردار کو قرار دیا ہے یا بدل خلع ایسی چیز قرار دیا ہے جو شرعاً مال ہی نہیں ہے تو اس صورت میں لفظ خلع سے خلع نہیں ہوگا بلکہ طلاق بائن واقع ہوگی اور خلع کے علاوہ دوسرے الفاظ میں طلاق رجعی واقع ہوگی دونوں صورتوں میں مفت طلاق واقع ہوگی عورت پر کچھ بھی مال دینا لازم نہیں ہوگا بدل خلع کے باطل ہونے کی وجہ سے، اور یہی ثمرہ ہے جیسا کہ ماقبل میں گزرا۔

اگر بدل خلع میں حلال مال کا نام لیا اور حرام مال نکل گیا تو کیا حکم

ہاں اگر عورت نے خلع کے بدلہ میں حلال مال کا نام لیا ہے جیسے کہ عورت نے کہا کہ مجھ کو اس سرکہ کے عوض میں خلع کردے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شراب ہے سرکہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں شوہر مہر واپس لے گا اگر مہر ادا کر چکا ہے اور اگر اب تک مہر ادا نہیں کیا ہے تو شوہر کے ذمہ سے مہر کی ادائیگی ساقط ہو جائے گی بشرطیکہ شوہر کو شراب ہونے کا علم پہلے سے نہ ہو اور اگر شوہر کو معلوم تھا کہ سرکہ نہیں ہے بلکہ شراب ہے اس کے باوجود خلع کیا ہے تو اس صورت میں مفت طلاق واقع ہوگی اور عورت کا حق مہر شوہر پر بدستور باقی رہے گا۔

جس طرح اگر عورت یوں کہے جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اس کے بدلہ میں خلع کرلے حالاں کہ اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے تو اس صورت میں مفت طلاق ہوگی اس لیے کہ عورت نے مال کا نام لیا تھا اسی طرح اس کے برعکس میں بھی حکم ہے لیکن اگر شوہر کے ہاتھ میں عورت کا جواہر ہوگا اور شوہر یوں کہے کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اس چیز کے بدلہ جو میرے ہاتھ میں ہے اور شوہر کے ہاتھ میں عورت کے جواہر ہے اور عورت اس کو قبول بھی کرلے تو اس صورت میں وہ جوہر شوہر کی ملکیت میں چلا جائے گا خواہ عورت کو یہ معلوم ہو یا نہ ہو کہ شوہر کے ہاتھ میں اس کے جواہر تھے کیوں کہ اس کو قبول کر کے عورت اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہی ہے۔

(وَإِنْ زَادَتْ مِنْ مَالٍ، أَوْ دَرَاهِمَ رَدَّتْ) عَلَيْهِ فِي الْأُولَى (مَهْرَهَا) إِنْ قَبَضَتْهُ وَإِلَّا لَا شَيْءَ عَلَيْهَا .

جَوْهَرَةٌ (أَوْ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ) فِي الثَّانِيَةِ وَلَوْ فِي يَدِهَا أَقَلُّ كَمَّلَتْهَا، وَلَوْ سَمَّتْ دَرَاهِمَ فَبَانَ دَنَانِيرَ لَمْ أَرَهُ. (وَالْبَيْتُ وَالصُّنْدُوقُ وَبَطْنُ الْجَارِيَةِ) إذَا لَمْ تَلِدْ لِأَقَلِّ الْمُدَّةِ (وَ) بَطْنُ (الْغَنَمِ) وَثَمَرُ الشَّجَرِ (كَالْيَدِ)فَذِكْرُالْيَدِمِثَالٌ كَمَافِي الْبَحْرِ.قَالَ:وَقَيَّدَهُ فِي الْخُلَاصَةِ وَغَيْرِهَا بِعَدَمِ الْعِلْمِ فَقَالَ: لَوْ عَلِمَ أَنَّهُ لَا مَتَاعَ فِي الْبَيْتِ أَوْ أَنَّهُ لَا مَهْرَ لَهَا عَلَيْهِ فِي خُلْعِهَا بِمَهْرِهَا لَا يَلْزَمُهَا شَيْءٌ لِأَنَّهَا لَمْ تُطْمِعْهُ فَلَمْ يَصِرْ مَغْرُورًا، وَلَوْ ظَنَّ أَنَّ عَلَيْهِ الْمَهْرَ ثُمَّ تَذَكَّرَ عَدَمَهُ رَدَّتْ الْمَهْرَ. (خَالَعَتْ عَلَى عَبْدٍ آبِقٍ لَهَا عَلَى بَرَاءَتِهَا مِنْ ضَمَانِهِ لَمْ تَبْرَأْ) وَعَلَيْهَا تَسْلِيمُهُ إنْ قَدَرَتْ وَإِلَّا فَقِيمَتُهُ لِأَنَّهُ لَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِكَالنِّكَاحِ.(قَالَتْ:طَلِّقْنِي ثَلَاثًابِأَلْفٍ،أَوْعَلَى أَلْفٍ فَطَلَّقَهَاوَاحِدَةً وَقَعَ فِي الْأَوَّلِ بَائِنَةً بِثُلُثِهِ) أَيْ بِثُلُثِ الْأَلْفِ إنْ طَلَّقَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَإِلَّا فَمَجَّانًا فَتْحٌ. وَفِي الْخَانِيَّةِ: لَوْ كَانَ طَلَّقَهَا ثِنْتَيْنِ فَلَهُ كُلُّ الْأَلْفِ (وَفِي الثَّانِيَةِ رَجْعِيَّةٌ مَجَّانًا) لِأَنَّ " عَلَى " لِلشَّرْطِ قَالَا: كَالْبَاءِ. (قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ ثَلَاثًا بِأَلْفٍ أَوْعَلَى أَلْفٍ(فَطَلَّقَتْ نَفْسَهَاوَاحِدَةً لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ)لِأَنَّهُ لَمْ يَرْضَ بِالْبَيْنُونَةِ إلَّا بِكُلِّ الْأَلْفِ،بِخِلَافِ مَا مَرَّ لِرِضَاهَا بِهَا بِأَلْفٍ فَبِبَعْضِهَا أَوْلَى (وَقَوْلُهُ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ بِأَلْفٍ أَوْ عَلَى أَلْفٍ وَقَبِلَتْ) فِي مَجْلِسِهَا (لَزِمَ) إنْ لَمْ تَكُنْ مُكْرَهَةً كَمَا مَرَّ، وَلَا سَفِيهَةً وَلَا مَرِيضَةً كَمَا يَجِيءُ (الْأَلْفُ) لِأَنَّهُ تَفْوِيضٌ أَوْ تَعْلِيقٌ. وَفِي الْبَحْرِ عَنْ التَّاتَارْخَانِيَّةِ: قَالَ لِامْرَأَتَيْهِ: إحْدَاكُمَا طَالِقٌ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ وَالْأُخْرَى بِمِائَةِ دِينَارٍ فَقَبِلَتَا طَلُقَتَا بِغَيْرِ شَيْءٍ (أَنْتِ طَالِقٌ وَعَلَيْك أَلْفٌ، أَوْ أَنْتَ حُرٌّ وَعَلَيْك أَلْفٌ طَلُقَتْ وَعَتَقَ مَجَّانًا) وَإِنْ لَمْ يَقْبَلَا، لِأَنَّ قَوْلَهُ وَ " عَلَيْك أَلْفٌ " جُمْلَةٌ تَامَّةٌ:وَقَالَا:إنْ قَبِلَاصَحَّ وَلَزِمَ الْمَالُ عَمَلًا بِأَنَّ الْوَاوَ لِلْحَالِ، وَفِي الْحَاوِي وَبِقَوْلِهِمَا يُفْتَى. (قَالَ:طَلَّقْتُكِ أَمْسِ عَلَى أَلْفٍ فَلَمْ تَقْبَلِي وَقَالَتْ:قَبِلْتُ، فَالْقَوْلُ لَهُ بِيَمِينِهِ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ: بِعْتُك طَلَاقَكِ أَمْسِ عَلَى أَلْفٍ فَلَمْ تَقْبَلِي وَقَالَتْ قَبِلْتُ فَالْقَوْلُ لَهَا)وَكَذَالَوْقَالَ لِعَبْدِهِ كَذَلِكَ (كَقَوْلِهِ لِغَيْرِهِ(بِعْتُ مِنْكَ هَذَا الْعَبْدَ بِأَلْفٍ أَمْسِ فَلَمْ تَقْبَلْ وَقَالَ الْمُشْتَرِي: قَبِلْتُ) فَإِنَّ الْقَوْلَ لِلْمُشْتَرِي. وَالْفَرْقُ أَنَّ الطَّلَاقَ بِمَالٍ يَمِينٌ مِنْ جَانِبِهِ، وَهِيَ تَدَّعِي حِنْثَهُ وَهُوَ يُنْكِرُ؛ أَمَّا الْبَيْعُ فَإِقْرَارُهُ بِهِ إقْرَارٌ بِالْقَبُولِ فَإِنْكَارُهُ رُجُوعٌ فَلَا يُسْمَعُ وَلَوْ بَرْهَنَا أُخِذَ بِبَيِّنَتِهَا تَاتَارْخَانِيَّةٌ.

مال یا دراہم کا اضافہ کرنے کا حکم

اور اگر عورت نے اس طرح کہا خالعنی علی مایدی من مال یا کہا خالعنی علی مایدی من دارھم یعنی تو میرے

ہاتھ والے مال یا میرے ہاتھ والے دراہم کے بدلہ خلع کرلے اور حال یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے تو صورت اولی میں جب کہ مال کا ذکر ہو عورت اپنا مہر جو اس نے شوہر سے لیا ہے واپس کرے گی اور اگر عورت تا ہنوز مہر پر قبضہ نہیں کیا ہے تو عورت پر کچھ بھی دینا لازم نہیں ہے جیسا کہ الجوہرۃ النیرہ میں ہے اور دوسری صورت جبکہ دراہم کا ذکر ہو عورت پر تین دراہم دینا لازم ہوگا اور اگر عورت کے ہاتھ میں تین دراہم سے کم ہو تو عورت تین دراہم پورا کرے گی تا کہ اقل مقدار جمع ہو جائے، اور اگر عورت نے بدل خلع میں دراہم کا نام لیا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دنانیر ہیں تو شارح فرماتے ہیں کہ اس کا حکم شرعی نظر سے نہیں گزرا ہے (لیکن علامہ ابن عابدین شامی النہر الفائق کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اس صورت میں دراہم ہی واجب ہوں گے نہ کہ دنانیر لیکن یہ حکم صراحت کے ساتھ کہیں دیکھا نہیں گیا ہے لیکن خود علامہ شامی کی رائے یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے عرف کے اعتبار سے دنانیر واجب ہونا مناسب ہے۔ (شامی: ۵/ ۹۷)

بدل خلع کا نام لینے کا حکم

اگر عورت نے کہا کہ میری کوٹھری یا صندوق پر خلع کرلے یا میری باندی یا میری بکری کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر خلع کرلے یا کہا کہ درخت کے پھلوں پر خلع کرلے اور حال یہ ہے کہ کوٹھری یا صندوق میں یا اس کی باندی اور بکری کے پیٹ میں کچھ بھی نہ ہو تو اس صورت میں مفت طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت پر کچھ بھی دینا لازم نہیں ہوگا لیکن اگر باندی چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ جنے گی تو شوہر اس بچہ کا مالک ہوگا اور چھ ماہ یا اس سے زیادہ میں اگر باندی بچہ جنے گی تو شوہر اس کا مالک نہ ہوگا۔

شارح فرماتے ہیں کہ علامہ ابن نجیم المصری صاحب البحر الرائق نے کہا کہ مذکورہ مسائل میں مفت طلاق واقع ہونے کو خلاصہ وغیرہ میں علم نہ ہونے کی صورت کے ساتھ مقید کیا ہے لہذا اگر شوہر کو پہلے ہی سے علم تھا کہ گھر یا صندوق میں کچھ بھی نہیں ہے یا خلع بعوض مہر میں شوہر کو یہ معلوم تھا کہ عورت کا اس پر کچھ بھی مہر نہیں ہے تو عورت پر کچھ بھی دینا لازم نہ ہوگا اس لیے کہ اس صورت میں عورت نے مرد کو کسی بھی چیز کا لالچ نہیں دیا ہے لہذا یہ دھوکہ بازی اور فریب نہ ہوگا البتہ اگر شوہر کو گمان تھا کہ اس پر مہر واجب ہے پھر یاد آیا کہ مجھ پر کچھ بھی باقی نہیں ہے تو عورت پر لازم ہوگا مہر کی مقبوضہ مقدار واپس کر دے اس واسطے کہ اولا مرد کو دھوکہ لگ گیا ہے۔

شرط فاسد کے ساتھ خلع کرنے کا حکم

اگر عورت نے اپنے مفرور غلام کے بدلہ میں خلع کیا اس شرط کے ساتھ کہ عورت اس سے بری الذمہ ہے تو عورت اس کے ضمان سے بری نہیں ہوگی بلکہ عورت پر یہ واجب ہوگا کہ غلام شوہر کے سپرد کرے اگر وہ اس پر قادر ہے اور اگر غلام سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے تو اس صورت میں اس کی قیمت ادا کرے کیوں کہ شرط فاسد سے خلع باطل نہیں ہوتا ہے بلکہ شرط فاسد خود باطل ہو جاتی ہے۔

بعوض مال طلاق کا مطالبہ

عورت نے شوہر سے یوں کہا طلقني ثلاثا بالف (آپ مجھے ایک ہزار روپے کے بدلہ میں تین طلاق دیدیجئے) یا کہا طلقني ثلاثا على الف (آپ مجھے بشرط ہزار تین طلاق دیدیجئے) اس نے اس کو ایک طلاق دی تو پہلی صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کے تہائی کے عوض میں بشرطیکہ مجلس کے اندر طلاق دی ہو، اور اگر مجلس بدل چکی ہے پھر طلاق دی ہے تو اس صورت میں مفت طلاق واقع ہوگی جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے اگر شوہر اس عورت کو پہلے دو طلاق دے چکا تھا تو اس صورت میں شوہر کو پورے ہزار ملیں گے یعنی جب شوہر اس عورت کو پہلے دو طلاق دے چکا ہے پھر اس کے بعد عورت کہتی ہے کہ ایک ہزار کے بدلہ مجھے تین طلاق دے دو، اور شوہر نے ایک طلاق دی تو اب پہلی دونوں مل کر تین طلاقیں ہوگئیں لہٰذا عورت پر لازم ہوگیا کہ شوہر کو ہزار روپیہ بطور معاوضہ دے۔

اور دوسری صورت میں جب کہ عورت نے کہا کہ ہزار کی شرط پر تین طلاق دو، تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی کوئی بھی معاوضہ عورت کے ذمہ لازم نہیں ہوگا کیوں کہ علی شرط کے لیے ہے اور مشروط منقسم نہیں ہوتا ہے اور طلاق رجعی اس لیے واقع ہوگی کہ طلاق یہاں مال سے خالی ہے البتہ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ علی باء کی طرح ہے لہٰذا صورت اولی کی طرح اس صورت میں بھی ایک ہزار کے تہائی کے عوض طلاق واقع ہوگی اور ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔

اگر شوہر نے طلاق کو عورت کے سپرد کیا بعوض مال تو کیا حکم ہے

شوہر نے بیوی سے کہا کہ تم اپنے آپ کو ہزار کے بدلہ میں تین طلاق لے لو، یا شوہر نے کہا کہ تم اپنے آپ کو ہزار کی شرط پر تین طلاق لے لو، پھر عورت نے اپنی ذات پر صرف ایک طلاق واقع کی ہے تو اس صورت میں کچھ بھی واقع نہیں ہوگا اس لیے کہ شوہر ہزار سے کم پر بیوی کو جدا کرنے پر راضی نہیں ہے اور عورت ایک طلاق لے کر تہائی کے بدلہ میں جدائی چاہتی ہے جو شوہر کے منشاء کے خلاف ہے لہٰذا ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوگی بخلاف پہلی صورت کے کہ وہاں عورت ہزار کے عوض جدائی پر راضی ہے تو ہزار روپے سے کم پر عورت بدرجہ اولی جدائی پر راضی ہوگی۔

اور شوہر کا عورت سے یہ کہنا کہ انت طالق على بالف یا انت طالق على الف (تجھ کو ہزار کے بدلہ یا ہزار کی شرط پر طلاق ہے) اور عورت نے اسی مجلس میں اس کو قبول کرلیا تو عورت پر ہزار دینا لازم ہوگا بشرطیکہ عورت کو قبول کرنے پر مجبور نہ کیا گیا ہو، جیسا کہ ماقبل میں گزرا ہے اور یہ کہ عورت احمق اور بیمار نہ ہو، جیسا کہ آگے آئے گا اگر عورت کو قبول کرنے پر مجبور کیا گیا یا عورت احمق ہے یا بیمار تھی تو اس صورت میں عورت پر ہزار دینا لازم نہیں ہوگا اور رضامندی سے قبول کرنے کی صورت میں عورت پر ہزار اس لیے لازم ہے کہ یہ تفویض ہے یا تعلیق، بالف تفویض ہے اور علی الف تعلیق ہے تاتارخانیہ کے حوالہ سے البحر

الرائق میں نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص نے اپنی دو بیویوں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک کو ہزار درہم کے بدلہ میں طلاق ہے اور دوسری کو سو دینار کے عوض میں طلاق ہے دونوں بیویوں نے اس کو قبول کرلیا تو اس صورت میں دروں کو طلاق واقع ہو جائے گی بلا کسی عوض کے، کیوں کہ یہاں مال مجہول ہے اس لیے کہ شوہر نے کوئی رقم کسی کے ساتھ متعین نہیں کیا ہے، بلکہ طلاق کے وقوع کو ان دونوں کے قبول کرنے پر موقوف کیا اور یہ پایا گیا اس لیے طلاق دونوں پر پڑ جائے گی اور بقول علامہ شامی کہ طلاق رجعی واقع ہوگی اس لیے کہ صریح لفظ سے طلاق دیا ہے۔ (شامی: ۵/۱۰۰)

ہزار لازم ہے کہنے سے وقوع طلاق کا حکم

شوہر نے بیوی سے کہا انت طالق و علیک الف (تو طلاق والی ہے اور تیرے اوپر ہزار لازم ہے) یا آقا نے غلام سے کہا انت حر و علیک الف (تو آزاد ہے اور تیرے اوپر ہزار لازم ہے) تو اس صورت میں عورت پر مفت طلاق واقع ہو جائے گی اور غلام بھی بلا کسی عوض کے مفت آزاد ہو جائے گا اگر چہ بیوی اور غلام نے ہزار کو دینا قبول نہ کیا ہو اس لیے کہ انت طالق الگ جملہ ہے و علیک الف الگ جملہ ہے اس کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں ہے اسی طرح انت حر جملہ تامہ مستقلہ ہے اور و علیک الف الگ جملہ ہے ماقبل سے کوئی تعلق نہیں ہے اسی لیے بیوی بغیر کسی عوض کے مطلقہ ہو جائے گی اور غلام بلا کسی عوض کے آزاد ہو جائے گا اور حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر عورت اور غلام ہزار دینا قبول کیا ہے تو طلاق اور عتاق درست ہوگا اور مال دینا ان پر لازم ہوگا واو حالیہ پر عمل کرتے ہوئے و علیک واوٴ حالیہ ہے لہٰذا یہ جملہ مستقل قرار نہیں پائے گا بلکہ پہلے سے اس کا ربط باقی رہے گا اور مطلب یہ ہوگا کہ تم کو اس حال میں طلاق ہے کہ تم پر ہزار لازم ہے یا تم اس حال میں آزاد ہو کہ تم پر ہزار لازم ہے اور مادی القدری میں مذکور ہے کہ اس باب میں فتویٰ حضرات صاحبین کے قول پر ہے۔

میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے تو کیا حکم ہے

شوہر نے بیوی سے یوں کہا کہ کل گزشتہ میں نے تم کو ہزار کے بدلہ میں طلاق دی تھی لیکن تم نے قبول نہیں کیا تھا، بیوی کہتی ہے کہ میں نے قبول کیا تھا اس طرح میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہو جائے تو ایسی صورت میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر مانا جائے گا اس کے برخلاف اگر شوہر نے یوں کہا کہ کل میں نے تیری طلاق فروخت کی تھی ہزار درہم کے بدلہ میں، لیکن تم نے ہزار درہم قبول نہیں کیا تھا عورت کہتی ہے میں نے قبول کرلیا تھا تو اس صورت میں عورت کی بات تسلیم کی جائے گی اور اسی کا قول عند القاضی معتبر ہوگا اسی طرح اگر آقا نے اپنے غلام سے یوں کہا کہ میں نے تم کو کل گزشتہ ہزار درہم کے بدلہ فروخت کیا تھا لیکن تم نے قبول نہیں کیا تھا یا کل گذشتہ میں نے تم کو ہزار کے بدلہ میں آزاد کیا تھا لیکن تم نے قبول نہیں کیا تھا لیکن غلام کہے کہ میں نے قبول کرلیا تھا یا خریدار کہے کہ میں نے قبول کرلیا تھا تو اس صورت میں خریدار کی بات مانی جائے گی۔

طلاق اور بیع میں فرق کی وجہ

اس مقام پر طلاق اور بیع کے درمیان وجہ فرق یہ ہے کہ طلاق بعوض مال شوہر کی طرف سے تعلیق طلاق ہے اور طلاق معلق کرنے کی صورت میں عورت کا قبول کرنا لازم نہیں ہے کیوں کہ قبول کے بغیر بھی تعلیق درست ہے اور یہاں بیوی شوہر کے حانث ہونے کا دعویدار ہے اور شوہر انکار کر رہا ہے اور بیوی کے پاس شاہد نہیں ہے لہٰذا منکر کا قول یمین کے ساتھ معتبر مانا جائے گا باقی رہی بیع تو اس کا اقرار کرنا خود قبول کا اقرار کرنا ہے اس لیے کہ بیع ایجاب وقبول کا نام ہے تو جب بیع کا ایجاب کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہو گیا، لہٰذا قبول کے اقرار کرنے کے بعد انکار کرنا درحقیقت پھرنا اور پلٹنا ہے لہٰذا اس کا قول قابل التفات اور لائق سماعت نہیں ہوگا اور اگر میاں بیوی میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے قول پر گواہ پیش کر دیں تو اس صورت میں عورت کے گواہ لیے جائیں گے اس واسطے کہ عورت ثابت کرنے والی ہے اور شوہر انکار کرنے والا ہے لہٰذا اس صورت میں ثابت کرنے والے کے گواہ قابل ترجیح ہوں گے۔

(وَلَوْ ادَّعَى الْخُلْعَ عَلَى مَالٍ وَهِيَ تُنْكِرُ يَقَعُ الطَّلَاقُ) بِإِقْرَارِهِ (وَالدَّعْوَى فِي الْمَالِ بِحَالِهَا) فَيَكُونُ الْقَوْلُ لَهَا لِأَنَّهَا تُنْكِرُ (وَعَكْسُهُ لَا) يَقَعُ كَيْفَمَا كَانَ بَزَّازِيَّةٌ. [فُرُوعٌ]: أَنْكَرَ الْخُلْعَ، أَوْ ادَّعَى شَرْطًا، أَوْ اسْتِثْنَاءً أَوْ أَنَّ مَا قَبَضَهُ مِنْ دَيْنِهِ، أَوْ اخْتَلَفَا فِي الطَّوْعِ وَالْكُرْهِ فَالْقَوْلُ لَهُ. وَلَوْ قَالَتْ: كَانَ بِغَيْرِ بَدَلٍ فَالْقَوْلُ لَهَا. ادَّعَتْ الْمَهْرَ وَنَفَقَةَ الْعِدَّةِ وَأَنَّهُ طَلَّقَهَا وَادَّعَى الْخُلْعَ وَلَا بَيِّنَةَ فَالْقَوْلُ لَهَا فِي الْمَهْرِ وَلَهُ فِي النَّفَقَةِ. خَلَعَ امْرَأَتَيْهِ عَلَى عَبْدٍ قُسِمَتْ قِيمَتُهُ عَلَى مَهْرَيْهِمَا. " خَلَعْتُكِ عَلَى عَبْدِي " وَقَفَ عَلَى قَبُولِهَا وَلَمْ يَجِبْ شَيْءٌ بَحْرٌ. (وَيُسْقِطُ الْخُلْعُ) فِي نِكَاحٍ صَحِيحٍ وَلَوْ بِلَفْظِ بَيْعٍ وَشِرَاءٍ كَمَا اعْتَمَدَهُ الْعِمَادِيُّ وَغَيْرُهُ (وَالْمُبَارَأَةُ) أَيْ الْإِبْرَاءُ مِنْ الْجَانِبَيْنِ (كُلَّ حَقٍّ) ثَابِتٍ وَقْتَهُمَا (لِكُلٍّ مِنْهُمَا عَنْ الْآخَرِ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِذَلِكَ النِّكَاحِ) حَتَّى لَوْ أَبَانَهَا ثُمَّ نَكَحَهَا ثَانِيًا بِمَهْرٍ آخَرَ فَاخْتَلَعَتْ مِنْهُ عَلَى مَهْرِهَا بَرِئَ عَنْ الثَّانِي لَا الْأَوَّلِ، وَمِثْلُهُ الْمُتْعَةُ بَزَّازِيَّةٌ. وَفِيهَا: اخْتَلَعَتْ عَلَى أَنْ لَا دَعْوَى لِكُلٍّ عَلَى صَاحِبِهِ ثُمَّ ادَّعَى أَنَّ لَهُ كَذَا مِنْ الْقُطْنِ صَحَّ لِاخْتِصَاصِ الْبَرَاءَةِ بِحُقُوقِ النِّكَاحِ (إلَّا نَفَقَةَ الْعِدَّةِ) وَسُكْنَاهَا فَلَا يَسْقُطَانِ (إلَّا إذَا نَصَّ عَلَيْهَا) فَتَسْقُطُ النَّفَقَةُ لَا السُّكْنَى. لِأَنَّهَا حَقُّ الشَّرْعِ إلَّا إذَا أَبْرَأَتْهُ عَنْ مُؤْنَةِ السُّكْنَى فَيَصِحُّ فَتْحٌ، وَهُوَ مُسْتَغْنًى عَنْهُ بِمَا ذَكَرْنَا إذْ النَّفَقَةُ وَالسُّكْنَى لَمْ تَجِبَا وَقْتَهُمَا بَلْ بَعْدَهُمَا (وَقِيلَ الطَّلَاقُ عَلَى مَالٍ) مُسْقِطٌ لِلْمَهْرِ (كَالْخُلْعِ وَالْمُعْتَمَدُ لَا) ذَكَرَهُ الْبَزَّازِيُّ، وَلَا يَبْرَأُ بِإِبْرَائِكَ اللّٰهُ

ذَكَرَهُ الْبَهْنَسِيُّ. (شَرْطُ الْبَرَاءَةِ مِنْ نَفَقَةِ الْوَلَدِ إِنْ وَقَّتَا كَسَنَةٍ) صَحَّ (وَلَزِمَ وَإِلَّا لَا) بَحْرٌ، وَفِيهِ عَنْ الْمُنْتَقَى وَغَيْرِهِ: لَوْ كَانَ الْوَلَدُ رَضِيعًا صَحَّ – وَإِنْ لَمْ يُوَقِّتَا – وَتُرْضِعُهُ حَوْلَيْنِ بِخِلَافِ الْفَطِيمِ؛

خلع کے بارے میں زوجین کے درمیان اختلاف ہوجائے تو کیا حکم

اگر شوہر دعوی کرے کہ مال پر خلع ہوا ہے اور عورت اس کا انکار کرے تو اس صورت میں شوہر کے اقرار کرنے کی وجہ سے طلاق واقع ہوجائے گی اور مال کے متعلق دعوی اپنی جگہ برقرار رہے گا اگر شوہر گواہ پیش کردے گا تو عورت پر مال دینا لازم ہوگا اور اگر شوہر اپنے دعوی پر گواہ نہیں پیش کرسکا تو اس صورت میں عورت کا قول عند القاضی معتبر ہوگا کیوں کہ عورت منکر ہے اور اس کے برعکس صورت میں کہ عورت خلع بالمال کا دعوی کرے اور شوہر اس کا انکار کرے تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی کیوں کہ عورت طلاق واقع کرنے کا مالک نہیں ہے لہذا جس طرح بھی دعوی کرے طلاق واقع نہیں ہوگی جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

اضافہ شدہ مسائل کا بیان

شوہر نے خلع کا انکار کیا یا خلع میں کسی شرط کا دعوی کیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے دخول دار کی شرط پر یا ہزار کی شرط پر خلع کیا تھا، یا استثناء کا دعوی کیا تھا یا شوہر نے کہا کہ میں نے خلع کے ساتھ انشاء اللہ بھی کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال لیا تھا وہ اس کے قرض میں لیا تھا یعنی بیوی شوہر کی قرضدار تھی لہذا قرض کا مال مجھ کو دیا تھا خلع کا مال نہیں دیا تھا دونوں میں اس بات پر اختلاف ہوا کہ خوشی میں قبول کیا یا زبردستی قبول کروایا بیوی کا کہنا ہے کہ شوہر نے زبردستی مال کا اقرار کروایا ہے اور شوہر کا کہنا یہ ہے کہ بیوی نے اپنی خوشی سے مال قبول کیا ہے تو مذکورہ تمام صورتوں میں اگر عورت کے پاس گواہ نہیں ہوں گے تو شوہر کا قول عند القاضی معتبر ہوگا ورنہ تو عورت کا قول معتبر مانا جائے گا اور اگر عورت یوں دعوی کرے خلع بلا عوض تھا اور شوہر کہے کہ خلع عوض کے بدلہ میں تھا تو اس صورت میں عورت کا قول معتبر مانا جائے گا۔

مہر اور نفقہ میں اختلاف ہوجائے تو کیا حکم

عورت نے مہر اور دوران عدت کے نفقہ کا دعوی کیا اور اس بات کا بھی دعوی کیا کہ مرد نے اس کو طلاق دی ہے اور مرد نے خلع کا دعوی کیا کہ نفقہ عدت اور مہر کے عوض میں نے اس سے خلع کیا ہے اور اس بارے میں کسی کے پاس بھی گواہ موجود نہیں ہے تو اس صورت میں مہر کے متعلق تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور نفقہ عدت کے متعلق شوہر کا قول معتبر ہوگا مہر کے باب میں عورت کا قول اس لیے معتبر ہوگا کہ زوجین کے درمیان میں مہر کا باقی رہنا اصل ہے اور شوہر اس کے سقوط کا دعوی کررہا ہے لہذا جو اصل کا دعوی کرے گا اسی کا قول معتبر ہوگا اور یہاں عورت ہے اس لیے اس کا قول معتبر مانا گیا ہے اور باب النفقہ فی العدۃ میں شوہر کا قول ماننے کی وجہ

یہ ہے کہ عورت عدت کے نفقہ کا دعوی کر رہی ہے کہ اس کو شوہر نے طلاق دیدی ہے اور شوہر اس کا انکار کر رہا ہے اور کسی کے پاس گواہ موجو نہیں ہے لہٰذا الیمین علی من انکر کے قاعدے کے تحت شوہر کا قول عند القاضی مع الیمین مانا جائے گا۔

شوہر نے اپنی دو عورتوں سے ایک غلام کے عوض خلع کیا تو اس صورت میں غلام کی قیمت دونوں عورتوں کو تقسیم کیا جائے گا مثال کے طور پر غلام کی قیمت بیس روپے ہے اور ایک عورت کا مہر دوسو روپے ہیں اور دوسری عورت کا مہر ایک سو روپے ہے تو اس صورت میں جس عورت کا مہر دوسو روپے ہیں اس پر بیس روپے لازم ہوں گے اور جس عورت کا مہر سو روپے ہیں اس پر دس روپے لازم ہوں گے۔

شوہر نے بیوی سے کہا کہ میں نے تم سے اپنے ایک غلام پر خلع کیا تو اس کا نفاذ عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہے گا کیوں کہ خلع یہاں معین جز کے بدلہ میں ہے تو عورت کے قبول کئے بغیر کس طرح خلع صحیح ہوسکتا ہے لیکن عورت پر کچھ دینا لازم نہیں ہوگا جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

خلع سے تمام حقوق متعلقہ بالنکاح ساقط ہو جاتے ہیں

نکاح صحیح شرعی کے بعد جب خلع ہوتا ہے تو وہ خلع اور مبارات تمام حقوق کو ساقط اور ختم کر ڈالتے ہیں جو بوقت نکاح زوجین میں سے ہر ایک کا دوسرے پر متعلق ہوتے ہیں خلع اور مبارات کے بعد شوہر کا بیوی پر اور بیوی کا شوہر پر کوئی حق باقی نہیں رہتا ہے خلع لفظ بیع سے ہوا ہو خواہ لفظ شراء سے ہوا ہو جیسا کہ اس قول پر عمادی وغیرہ نے بھروسہ کیا ہے

حتی کہ اگر شوہر عورت کو طلاق بائن دیدی تھی پھر دوبارہ اس سے نکاح کیا دوسرے کے عوض، اس کے بعد عورت نے شوہر سے خلع کی خواہش ظاہر کی کہ مہر کے بدلہ میں خلع کر دے تو اس صورت میں شوہر صرف نکاح ثانی کے مہر سے بری ہوگا نکاح اول کا مہر باقی ہے تو اس خلع کی وجہ سے بری نہیں ہوگا اور متعہ بھی اس کے حکم میں ہے جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

فتاوی بزازیہ میں ہے کہ عورت نے شوہر سے اس شرط پر خلع کی خواہش ظاہر کی کہ ہر ایک کا اپنے ساتھی پر کوئی دعوی نہیں ہوگا پھر اس کے بعد شوہر نے دعوی کیا کہ عورت کا ذمہ اس کی اس مقدار میں روئی باقی ہے تو مرد کا یہ دعوی کرنا صحیح ہوگا کیوں کہ براءت کا معاملہ صرف نکاح کے حقوق کے ساتھ مخصوص ہے لہٰذا جن حقوق کا تعلق نہیں ہیں وہ باقی رہیں گے اور ان میں دعوی صحیح ہوگا۔

خلع سے نفقہ عدت اور سکنی ساقط نہیں ہوتا ہے

مصنفؒ نے بیان کیا تھا کہ خلع سے وہ تمام حقوق واجبہ ساقط ہو جاتے ہیں جو نکاح سے متعلق ہوتے ہیں مگر اب فرماتے ہیں کہ خلع سے عدت کا نفقہ اور سکنی ساقط نہیں ہوتا ہے یہ دونوں خلع کے بعد بھی شوہر کے ذمہ باقی رہتے ہیں البتہ اگر خلع میں نفقہ عدت کی صراحت کے ساتھ بیان ہو وہ بھی ساقط ہو جائے گا لیکن سکنی ساقط نہیں ہوگا اس لیے کہ سکنی شریعت کا حق ہے چناں

جیہ فرمان خداوندی ہے و لا تخرجوھن من بیوتھن (ان عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو) ہاں اگر عورت خود ہی شوہر کو سکنی کی مشقت سے بری الذمہ کردے تو درست ہے پھر شوہر کے ذمہ سکنی لازم نہیں ہوگا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، اور مصنف کا قول الا نفقة العدة اس سے مستغنی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے، اس لیے کہ نفقہ اور سکنی خلع اور مبارات کے وقت ثابت نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان دونوں کے بعد ثابت ہوتے ہیں۔

اور ایک ضعیف قول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مال کے عوض طلاق دے گا تو اس سے مہر اسی طرح ساقط ہوجاتا ہے جس طرح خلع سے مہر ساقط ہوتا ہے لیکن اس بارے میں معتمد قول یہ ہے کہ اس طرح طلاق بالمال سے مہر ساقط نہیں ہوتا ہے اس کو بزازی نے ذکر کیا ہے، اور اگر عورت یوں کہے کہ اللہ تعالی تجھ کو بری کردے تو اس قول سے صرف مرد بری نہیں ہوگا اس کو بہنسی نے ذکر کیا ہے۔

خلع میں بچوں کے نفقہ سے بچنے کی شرط لگانا

شوہر نے خلع میں بچوں کے نفقہ سے بچنے کی شرط لگائی بایں طور کہ شوہر نے کہا کہ میں نے خلع کیا اس شرط کے ساتھ کہ میں بچوں کے نفقہ سے بری الذمہ ہوں تو اگر زوجین نے بری ہونے کی کوئی مدت مقرر کی ہے مثلاً ایک سال تو یہ درست ہے اور بچہ کا نفقہ عورت پر لازم ہوگا اور اگر نفقہ سے بری ہونے کی کوئی مدت مقرر نہیں کی ہے تو شرط صحیح نہیں ہوگا اور عورت پر نفقہ لازم نہیں ہوگا جیسا کہ البحر الرائق میں ہے اور البحر الرائق میں منتقی وغیرہ سے منقول ہے کہ اگر بچہ دودھ پیتا ہے تو براءت کی شرط لگانا صحیح ہوگی اگرچہ دونوں نے کوئی مدت نہیں مقرر کی ہے اور عورت اس صورت میں اس بچہ کو دو سال تک دودھ پلائے گی اس لیے کہ وہ شیر خوار بچہ ہے جو اس بات کا قرینہ ہے کہ براءت نفقہ کی مدت، مدت رضاعت ہوگی اور وہ دو سال ہے اس کے برخلاف وہ بچہ جو دودھ پینا چھوڑ چکا ہے اگر اس کی پرورش میں مدت مقرر نہیں کی تو عورت پر نفقہ لازم نہیں ہوگا لیکن شرعاً خلع درست ہوگا کیوں کہ عورت نے خلع کو قبول کرلیا تھا۔

وَلَوْ تَزَوَّجَهَا، أَوْ هَرَبَتْ، أَوْ مَاتَتْ أَوْ مَاتَ الْوَلَدُ رَجَعَ بِبَقِيَّةِ نَفَقَةِ الْوَلَدِ وَالْعِدَّةِ إِلَّا إِذَا شَرَطَتْ بَرَاءَتَهَا وَلَهَا مُطَالَبَتُهُ بِكِسْوَةِ الصَّبِيِّ إِلَّا إِذَا اخْتَلَعَتْ عَلَيْهَا أَيْضًا، وَلَوْ فَطِيمًا فَيَصِحُّ كَالظِّئْرِ. (وَلَوْ خَالَعَتْهُ عَلَى نَفَقَةِ وَلَدِهِ شَهْرًا) مَثَلًا (وَهِيَ مُعْسِرَةٌ فَطَالَبَتْهُ بِالنَّفَقَةِ يُجْبَرُ عَلَيْهَا) وَعَلَيْهِ الِاعْتِمَادُ فَتْحٌ. وَفِيهِ لَوْ اخْتَلَعَتْ عَلَى أَنْ تُمْسِكَهُ إِلَى الْبُلُوغِ صَحَّ عَنْ الْأُنْثَى لَا الْغُلَامِ، وَلَوْ تَزَوَّجَتْ فَلِلزَّوْجِ أَخْذُ الْوَلَدِ وَإِنْ اتَّفَقَا عَلَى تَرْكِهِ لِأَنَّهُ حَقُّ الْوَلَدِ، وَيُنْظَرُ إِلَى مِثْلِ إِمْسَاكِهِ لِتِلْكَ الْمُدَّةِ فَيَرْجِعُ بِهِ عَلَيْهَا. (خَلَعَ الْأَبُ صَغِيرَتَهُ بِمَالِهَا، أَوْ مَهْرِهَا طَلُقَتْ) فِي الْأَصَحِّ. كَمَا لَوْ قَبِلَتْ هِيَ وَهِيَ مُمَيِّزَةٌ وَلَمْ يَلْزَمْ الْمَالُ لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ وَكَذَا الْكَبِيرَةُ إِلَّا إِذَا قَبِلَتْ فَيَلْزَمُهَا الْمَالُ. وَلَا

يَصِحُّ مِنَ الْأُمِّ مَا لَمْ تَلْزَمْ الْبَدَلَ وَلَا عَلَى صَغِيرٍ أَصْلًا (كَمَا لَوْ خَالَعَتْ) الْمَرْأَةُ (بِذَلِكَ) أَيْ بِمَالِهَا، أَوْ بِمَهْرِهَا (وَهِيَ غَيْرُ رَشِيدَةٍ) فَإِنَّهَا تَطْلُقُ وَلَا يَلْزَمُ، حَتَّى لَوْ كَانَ بِلَفْظِ الطَّلَاقِ يَقَعُ رَجْعِيًّا فِيهِمَا شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ (فَإِنْ خَالَعَهَا) الْأَبُ عَلَى مَالٍ (ضَامِنًا لَهُ) أَيْ مُلْتَزِمًا لَا كَفِيلًا لِعَدَمِ وُجُوبِ الْمَالِ عَلَيْهَا (صَحَّ وَالْمَالُ عَلَيْهِ) كَالْخُلْعِ مَعَ الْأَجْنَبِيِّ فَالْأَبُ أَوْلَى (بِلَا سُقُوطِ مَهْرٍ) لِأَنَّهُ لَمْ يَدْخُلْ تَحْتَ وِلَايَةِ الْأَبِ. وَمِنْ حِيَلِ سُقُوطِهِ أَنْ يَجْعَلَ بَدَلَ الْخُلْعِ عَلَى أَجْنَبِيٍّ بِقَدْرِ الْمَهْرِ ثُمَّ يُحِيلَ بِهِ الزَّوْجُ عَلَيْهِ مَنْ لَهُ وِلَايَةُ قَبْضِ ذَلِكَ مِنْهُ بَزَّازِيَّةٌ. (وَإِنْ شَرَطَهُ) أَيْ الزَّوْجُ الضَّمَانَ (عَلَيْهَا) أَيْ الصَّغِيرَةِ (فَإِنْ قَبِلَتْ وَهِيَ مِنْ أَهْلِهِ) بِأَنْ تَعْقِلَ أَنَّ النِّكَاحَ جَالِبٌ وَالْخُلْعَ سَالِبٌ (طَلُقَتْ بِلَا شَيْءٍ) لِعَدَمِ أَهْلِيَّةِ الْغَرَامَةِ، وَإِنْ لَمْ تَقْبَلْ، أَوْ لَمْ تَعْقِلْ لَمْ تَطْلُقْ، وَإِنْ قَبِلَ الْأَبُ فِي الْأَصَحِّ زَيْلَعِيٌّ. وَلَوْ بَلَغَتْ وَأَجَازَتْ جَازَ فَتْحٌ. (قَالَ) الزَّوْجُ (خَالَعْتك فَقَبِلَتْ) الْمَرْأَةُ وَلَمْ يَذْكُرَا مَالًا (طَلُقَتْ) لِوُجُودِ الْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ (وَبَرِئَ عَنْ) الْمَهْرِ (الْمُؤَجَّلِ لَوْ) كَانَ (عَلَيْهِ وَإِلَّا) يَكُنْ عَلَيْهِ مِنْ الْمُؤَجَّلِ شَيْءٌ (رَدَّتْ) عَلَيْهِ (مَا سَاقَ إلَيْهَا مِنْ الْمَهْرِ الْمُعَجَّلِ) لِمَا مَرَّ أَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ فَتُعْتَبَرُ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ. (خُلْعُ الْمَرِيضَةِ يُعْتَبَرُ مِنْ الثُّلُثِ) لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ، فَلَهُ الْأَقَلُّ مِنْ إرْثِهِ وَبَدَلِ الْخُلْعِ إنْ خَرَجَ مِنْ الثُّلُثِ، وَإِلَّا فَالْأَقَلُّ مِنْ إرْثِهِ، وَالثُّلُثِ إنْ مَاتَتْ فِي الْعِدَّةِ وَلَوْ بَعْدَهَا، أَوْ قَبْلَ الدُّخُولِ، فَلَهُ الْبَدَلُ إنْ خَرَجَ مِنْ الثُّلُثِ، وَتَمَامُهُ فِي الْفُصُولَيْنِ. (اخْتَلَعَتْ الْمُكَاتَبَةُ لَزِمَهَا الْمَالُ بَعْدَ الْعِتْقِ وَلَوْ بِإِذْنِ الْمَوْلَى) لِحَجْرِهَا عَنْ التَّبَرُّعِ (وَالْأَمَةُ وَأُمُّ الْوَلَدِ إنْ بِإِذْنِ الْمَوْلَى لَزِمَهَا الْمَالُ لِلْحَالِ) فَتُبَاعُ الْأَمَةُ وَتَسْعَى أُمُّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرَةُ، وَلَوْ بِلَا إذْنٍ فَبَعْدَ الْعِتْقِ. (خَلَعَ الْأَمَةَ مَوْلَاهَا عَلَى رَقَبَتِهَا، وَإِنْ زَوَّجَهَا حُرًّا صَحَّ الْخُلْعُ مَجَّانًا، وَإِنْ) زَوَّجَهَا (مُكَاتَبًا، أَوْ عَبْدًا، أَوْ مُدَبَّرًا صَحَّ وَصَارَتْ أَمَةً لِلسَّيِّدِ) فَلَا يَبْطُلُ النِّكَاحُ؛ أَمَّا الْحُرُّ فَلَوْ مَلَكَهَا لَبَطَلَ النِّكَاحُ فَبَطَلَ الْخُلْعُ فَكَانَ فِي تَصْحِيحِهِ إبْطَالُهُ اخْتِيَارٌ.

بقیہ نفقہ عدت ونفقہ ولد کی واپسی

اگر کسی نے خلع کیا اس شرط پر کہ وہ نفقہ عدت اور نفقہ ولد سے بری رہے گا اس کے بعد اس نے خلع کے بعد دوبارہ نکاح کیا یا عورت نفقہ ولد سے بھاگ نکلی یا عورت اس شرط کے بعد انتقال کر گئی یا خود ولد کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں شوہر نفقہ ولد اور نفقہ عدت کا ماںقیہ عورت سے واپس لے لیگا اور عورت کا نفقہ نکاح کے بعد شوہر کے ذمہ لازم ہوگا ہاں اگر عورت نے اپنے

آپ کو بری کرلیا یعنی بوقت خلع یہ شرط لگادی تھی کہ میں مرگئی یا لڑکا مرگیا تو میں نفقہ سے بری الذمہ ہوں گی تو اس صورت میں شوہر مابقیہ واپس نہیں لے سکے گا۔

اور جس صورت میں خلع بعوض نفقہ ولد ہوا ہو یعنی شوہر نے خلع کیا اس شرط پر کہ میں نفقہ ولد سے بری الذمہ ہوں گا اس صورت میں عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ بچے کے لباس کا اس سے مطالبہ کرلے البتہ اگر خلع میں لباس کو بھی شامل کرلیا ہو تو پھر مطالبہ نہیں کرسکے گی، اگرچہ بچہ دودھ چھوڑ چکا ہے تو بھی اس کے لباس کے عوض خلع کرنا جائز ہے جس طرح کہ دودھ پلانے والی عورت کو طعام اور لباس کے عوض اجارہ پر لینا جائز ہے۔

عند المطالبہ نفقہ کی وصولیابی

اگر عورت نے اس شرط پر خلع کیا کہ وہ نفقہ ولد ایک ماہ تک نہیں لے گی اور محتاج وتنگ دست تھی اس نے نفقہ ولد کا مطالبہ کردیا تو اس صورت میں اس کے شوہر کو اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ نفقہ ولد ادا کرے، جیسا کہ فتح القدیر میں یہ مسئلہ مذکور ہے اور اسی پر اعتماد ظاہر کیا ہے اور فتح القدیر میں یہ بھی مسئلہ مذکور ہے کہ اگر عورت نے اس شرط پر خلع کیا کہ بچہ کو وہ بالغ ہونے تک اپنے پاس رکھے گی تو یہ خلع لڑکی کے حق میں درست ہوگا مگر لڑکے کے حق میں درست نہیں ہوگا کیوں کہ لڑکی کا تا بلوغ عورت کے پاس رہنا ٹھیک اور مناسب ہے لیکن لڑکے کا تا بلوغ عورت کے پاس رہنا اس کے لیے نقصان دہ ہے کیوں کہ عورت کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے وہ مردانہ ادب ومعارف سے نا آشنا رہے گا اخلاق وکردار سے عاری رہے گا اور عورت کے پاس طول مکث کی وجہ سے اس میں عورتوں والی صفت پیدا ہوجائے گی اس لیے لڑکوں کے حق میں خلع درست نہیں ہوگا اور اگر عورت نے اس شرط پر خلع کیا کہ وہ بچہ کا نفقہ نہیں لے گی اس کے بعد اس نے کسی اور شخص سے شادی کرلی تو اس صورت میں شوہر اول کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے لڑکے کو عورت سے لے لے، اگرچہ شوہر اول اور عورت دونوں نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ لڑکا عورت کے پاس ہی رہے گا پھر وہ لڑکی لے سکتا ہے کیوں کہ یہ بچے کا حق ہے اس کو ضائع ہونے نہیں دیا جائے گا اور جتنے دن باپ نے لڑکے کو رکھا ہے اس کو دیکھا جائے گا اور اتنے دن کا نفقہ ولد عورت سے شوہر اول واپس لے لیگا۔

باپ کی طرف سے خلع کا مطالبہ ہو تو کیا حکم ہے

باپ نے اپنی نابالغہ لڑکی کا خلع اس کے مال یا اس کے مہر کے عوض کیا تو اصح قول کے مطابق اس پر طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ اگر عورت تمیز رکھتی اور اس کو قبول کرلیتی تو اس پر طلاق واقع ہوتی اور مال دینا لازم نہیں ہوتا نہ تو لڑکی پر نہ اس کے باپ پر کیوں کہ باپ کا مال کے عوض خلع کرنا تبرع ہے لہٰذا اس مال کا اعتبار نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر بالغہ لڑکی کے باپ نے خلع کرایا مال کے عوض یا مہر کے بدلہ تو اس صورت میں اس پر طلاق واقع ہوجائے گی

اور مال ادا کرنا اس کے ذمہ واجب نہ ہوگا ہاں اگر عورت نے اس خلع کو قبول کرلیا تو اس صورت میں عورت پر مال دینا لازم ہوگا۔

نابالغ لڑکے کا خلع

جولڑکا ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا ہے اس کی طرف سے خلع کرانا نہ باپ کے لیے صحیح ہے نہ ماں کے لیے خواہ یہ خلع ماں باپ اپنے مال کے عوض کرائے یا اس نابالغ لڑکے کے مال کے عوض، کیوں کہ نابالغ لڑکے کو طلاق دینے کا شرعاً حق حاصل نہیں ہے جب وہ خود طلاق دینے کا حق نہیں رکھتا ہے تو اس کا کوئی دوسرا نائب بھی نہیں بن سکتا ہے جیسا کہ کوئی عورت اپنے مال یا مہر کے عوض خلع کرائے اور وہ عورت سمجھدار نہیں ہے تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی لیکن مال دینا اس پر لازم نہیں ہوگا حتی کہ اگر خلع لفظ طلاق کے ذریعہ سے ہوا ہے تو دونوں صورتوں میں خواہ ناسمجھ ہو یا نابالغہ طلاق رجعی واقع ہوگی کیوں کہ لفظ طلاق صریح ہے اور وہ عوض سے خالی ہوتا ہے جیسا کہ شرح وہبانیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

نابالغہ لڑکی کا خلع کرانے کا شرعی حکم

باپ نے نابالغہ لڑکی کا مال کے عوض خلع کرایا، اور باپ اس کا ضامن بنا مال میرے ذمہ لازم ہے تو اس صورت میں صغیرہ کا خلع درست ہوگا اور باپ پر مال ادا کرنا لازم ہوگا جس طرح کہ اگر کوئی اجنبی شخص خلع کراتا تو اس پر مال واجب ہوتا اور خلع درست ہوتا، تو باپ تو بدرجہ اولیٰ ضامن بن کر خلع کراسکتا ہے لیکن اس خلع کے نتیجہ میں نابالغہ کا مہر ساقط نہ ہوگا اس لیے کہ مہر باپ کی ولایت کے تحت داخل نہیں ہے خواہ خلع مہر کے عوض ہوا ہو یا خلع ہزار کے بدلہ میں ہوا ہو، لیکن اگر خلع بعوض مہر ہوا ہو تو اس صورت میں عورت شوہر سے مہر واپس لے گی اور شوہر عورت کے باپ سے واپس کرے گا کیوں کہ وہ اس کا ضامن بنا تھا، البتہ اگر خلع ہزار پر ہوا ہو، تو جب عورت مہر کا رجوع شوہر سے کرے گی تو شوہر اس کا رجوع باپ سے نہیں کرے گا اس لیے کہ الف ہزار کا ضامن ہوا تھا نہ کہ مہر کا (شامی: ۵/ ۱۱۳)

مہر ساقط کرنے کا حیلہ

اور مہر ساقط کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ باپ خلع کے عوض بقدر مہر کسی اجنبی شخص پر ڈالدے اور اجنبی شخص کہے کہ خلع کا عوض دینا مجھ پر لازم ہے پھر شوہر بدل خلع اس کے سپرد کرے جس کو شوہر سے مہر لینے کا حق حاصل ہوتا ہے جیسے کہ باپ ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ معاملہ ہو جانے کے بعد شوہر لڑکی کے باپ سے کہدے گا کہ فلاں اجنبی آدمی سے اپنی لڑکی کا مہر تو لے لے، تو اس تدبیر سے شوہر کے ذمہ سے مہر ساقط ہو جائے گا جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

بدل خلع کی ضمانت نابالغہ پر ڈالنے کا حکم

اور اگر شوہر نے بدل خلع کی ضمانت نابالغہ لڑکی پر ڈالدی اور اس نے قبول بھی کرلیا اور وہ قبول کرنے کا اہل تھی بایں طور کہ وہ

اس بات کو سمجھتی ہے کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے مال جاتا ہے تو اس صورت میں عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اس پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا کیوں کہ نابالغہ ہونے کی وجہ سے اہل غرابت میں سے نہیں ہے اور اگر نابالغہ نے بشرط ضمان خلع قبول نہیں کیا یا اس نے قبول تو کیا لیکن وہ سمجھدار نہیں تھی کہ نکاح و خلع کی حقیقت کو پوری طرح سمجھ سکے تو ایسی صورت میں اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی گو کہ اس کی طرف سے اس کے باپ نے قبول کر لیا ہو، یہی اصح قول ہے اور اگر نابالغہ لڑکی بالغ ہونے کے بعد اپنے قبول کو جائز و برقرار رکھا تو خلع شرعاً جائز ہوگا، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے لہٰذا جس قدر بھی ممکن ہوگا اس کا اعتبار ہوگا۔

خلع میں زوجین کا ایجاب و قبول

شوہر نے بیوی سے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا، پس عورت اس کو قبول کر لیا اور دونوں میں سے کسی نے مال کا تذکرہ نہیں کیا تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی کیوں کہ ایجاب و قبول پایا گیا ہے اور شوہر مہر موجل سے بری ہو جائے گا اگر اس کے ذمہ مہر مؤجل تھا اور اگر شوہر کے ذمہ مہر مؤجل باقی نہیں تھا تو عورت جتنا مہر مؤجل میں شوہر سے لے چکی ہے اسے اس کو واپس کرنا ہوگا اس لیے یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ خلع عورت کی طرف سے معاوضہ ہے، لہٰذا جس قدر بھی ممکن ہوگا اس کا اعتبار ہوگا۔

بیمار عورت کا خلع تہائی مال میں معتبر ہے

مریضہ عورت کا خلع اس کے تہائی مال میں معتبر ہے یعنی اگر عورت بیماری کی حالت میں شوہر سے خلع چاہتی ہے تو عورت صرف تہائی مال کے عوض خلع کرا سکتی ہے کیوں کہ حالت مرض میں خلع کرنا تبرع اور احسان ہے اور تبرع و احسان صرف ثلث مال میں ہوتا ہے لہٰذا میراث اور خلع میں سے جو کم ہوگا وہ شوہر کو ملے گا، بشرطیکہ ثلث مال وراثت اور بدل خلع سے زیادہ ہو اور ثلث مال ان سے زیادہ نہ ہو، تو وراثت اور ثلث مال میں جو کم تر ہوگا وہ شوہر کو ملے گا یہ اس صورت میں ہے جب کہ عورت عدت کے دوران ہی انتقال کر گئی ہو، اور اگر عورت عدت کے بعد یا خلع قبل الدخول مری ہو تو اس صورت میں شوہر بدل خلع پائے گا اگر بدل خلع ثلث مال سے کم تر ہو، اور اگر بدل خلع ثلث مال سے زیادہ ہے تو ثلث مال پائے گا اور اس کی تفصیل جامع الفصول میں ہے۔

مکاتبہ باندی کا خلع کرنے کا حکم

اگر مکاتبہ باندی نے خلع کیا تو آزادی کے بعد اس کو مال دینا ہوگا اگر چہ اس نے مولی کی اجازت سے خلع کیا ہو کیوں کہ مکاتبہ باندی کے لیے تبرع و احسان ممنوع ہے اور اگر باندی یا ام ولد نے خلع کیا اور مولی کی اجازت سے کیا، تو ان دونوں پر علی الفور مال دینا لازم ہوگا تو اس صورت میں بدل خلع کی ادائے گی کے لیے باندی کو فروخت کر دی جائے گی اور ام ولد اور مدبرہ باندی اپنا بدل خلع محنت و مزدوری کر کے ادا کرے گی اور اگر اس نے مولی کی اجازت کے بغیر خلع کیا تو اس صورت میں آزادی کے بعد بدل خلع ادا کرنا لازم ہوگا آزادی سے پہلے بدل خلع ادا کرنا لازم نہیں ہوگا۔

باندی عورت کا خلع کرانے کا حکم

اگر کسی باندی کا مولی نے اپنی باندی کا خلع اس کی ذات کے عوض کیا تو اس صورت میں اگر اس کا شوہر آزاد ہے تو خلع درست ہوگا بلا کسی عوض کے مفت ہوگا اور اگر اس باندی کا شوہر مکاتب یا غلام یا مدبر ہے تو اس صورت میں بھی خلع صحیح ہوگا اور باندی شوہر کے مولی کی ملکیت میں چلی جائے گی کیوں کہ شوہر خود مملوک ہے لہٰذا نکاح باطل نہیں ہوگا اس لیے کہ شوہر بیوی کا مالک نہیں ہوا جو یہ کہا جائے گا کہ دو ملکیتیں جمع ہوگئیں ہیں اور بیوی کا نکاح جاتا رہا، رہا مکاتب تو اس کی بھی ملکیت تام نہیں ہے لہٰذا اس سے بھی نکاح فسخ نہیں ہوگا اور جب مکاتب آزاد ہوگا تو اس کی بیوی اس کی ام ولد بن جائے گی یہ اولاد ہونے کی صورت میں حکم ہے اور اگر اولاد نہیں ہے تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور بیوی اس کی باندی ہو جائے گی۔

رہا معاملہ یہ ہے کہ اگر شوہر آزاد ہو تو وہ اپنی عورت کا مالک ہوگا اور نکاح باطل ہو جائے گا اور جب نکاح باطل ہوگا تو خلع بھی باطل ہوگا، پس خلع کو صحیح قرار دینے کی صورت میں خلع کو باطل کرنا لازم آئے گا۔

[فُرُوعٌ]: قَالَ خَالِعَتك عَلَى أَلْفٍ قَالَهُ ثَلَاثًا فَقَبِلَتْ طَلُقَتْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ لِتَعْلِيقِهِ بِقَبُولِهَا فِي الْمُنْتَقَى: أَنْتِ طَالِقٌ أَرْبَعًا بِأَلْفٍ فَقَبِلَتْ طَلُقَتْ ثَلَاثًا، وَإِنْ قَبِلَتْ الثَّلَاثَ لَمْ تَطْلُقْ لِتَعْلِيقِهِ بِقَبُولِهَا بِإِزَاءِ الْأَرْبَعِ. أَنْتِ طَالِقٌ عَلَى دُخُولِكِ الدَّارَ تَوَقَّفَ عَلَى الْقَبُولِ، وَعَلَى أَنْ تَدْخُلِي الدَّارَ تَوَقَّفَ عَلَى الدُّخُولِ. قُلْت: فَيُطْلَبُ الْفَرْقُ، فَإِنَّ " أَنْ " وَالْفِعْلَ بِمَعْنَى الْمَصْدَرِ فَتَدَبَّرْ. قَالَ: خَالِعَتك وَاحِدَةً بِأَلْفٍ وَقَالَتْ: إنَّمَا سَأَلْتُك الثَّلَاثَ فَلَكَ ثُلُثُهَا فَالْقَوْلُ لَهَا. خَلَعَهَا عَلَى أَنَّ صَدَاقَهَا لِوَلَدِهَا، أَوْ لِأَجْنَبِيٍّ أَوْ عَلَى أَنْ يُمْسِكَ الْوَلَدَ عِنْدَهُ صَحَّ الْخُلْعُ وَبَطَلَ الشَّرْطُ. قَالَتْ: اخْتَلَعْتُ مِنْك فَقَالَ لَهَا طَلَّقْتُك بَانَتْ وَقِيلَ رَجْعِيٌّ. وَلَا رِوَايَةَ لَوْ قَالَتْ: أَبْرَأْتُك مِنْ الْمَهْرِ بِشَرْطِ الطَّلَاقِ الرَّجْعِيِّ فَطَلَّقَهَا رَجْعِيًّا، لَكِنْ فِي الزِّيَادَاتِ " أَنْتِ طَالِقٌ الْيَوْمَ رَجْعِيًّا وَغَدًا أُخْرَى رَجْعِيًّا بِأَلْفٍ " فَالْبَدَلُ لَهُمَا وَهُمَا بَائِنَتَانِ، لَكِنْ يَقَعُ غَدًا بِغَيْرِ شَيْءٍ إنْ لَمْ يَعُدْ مِلْكُهُ. وَفِي الظَّهِيرِيَّةِ: قَالَ لِصَغِيرَةٍ: إنْ غِبْت عَنْك أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ فَأَمْرُك بِيَدِك بَعْدَ أَنْ تُبْرِئِينِي مِنْ الْمَهْرِ فَوُجِدَ الشَّرْطُ فَأَبْرَأَتْهُ وَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا لَا يَسْقُطُ الْمَهْرُ وَيَقَعُ الرَّجْعِيُّ. وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: اخْتَلَعَتْ بِمَهْرِهَا عَلَى أَنْ يُعْطِيَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا، أَوْ كَذَا مَنًّا مِنْ الْأَرُزِّ صَحَّ وَلَا يُشْتَرَطُ بَيَانُ مَكَانِ الْإِيفَاءِ لِأَنَّ الْخُلْعَ أَوْسَعُ مِنْ الْبَيْعِ. قُلْت: وَمُفَادُهُ صِحَّةُ إيجَابِ بَدَلِ الْخُلْعِ عَلَيْهِ فَلْيُحْفَظْ. - وَفِي الْقُنْيَةِ اخْتَلَعَتْ بِشَرْطِ الصَّكِّ أَوْ بِشَرْطِ أَنْ يَرُدَّ إلَيْهَا أَقْمِشَتَهَا فَقَبِلَ لَمْ تَحْرُمْ، وَيُشْتَرَطُ كِتَابَةُ الصَّكِّ

وَرَدُّ الْأَقْمِشَةِ فِي الْمَجْلِسِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

شارحؒ کی طرف سے اضافہ شدہ مسائل

شوہر نے بیوی سے یوں کہا خالعتک علی الالف میں نے تم سے ایک ہزار کی شرط پر خلع کیا اور اس جملہ کو تین بار کہا اور عورت نے اس کو قبول کر لیا تو اس صورت میں عورت تین ہزار کے بدلہ میں مطلقہ ہوگی اس لیے کہ وقوع طلاق عورت کے قبول کرنے پر معلق تھی مطلب یہ ہے کہ جب شوہر نے کہا کہ میں نے تم سے تین ہزار کے بدلہ خلع کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تم اس کو قبول کرو گی تو خلع پا لو گی اور شوہر نے جب اس جملہ کو تین بار کہا اس کے بعد عورت نے قبول کیا تو یہ تین طلاق کی تعلیق تین ہزار پر ہوگی لہٰذا جب عورت نے اس کو قبول کر لیا تو اس پر تین طلاقیں تین ہزار کے بدلہ میں پڑ جائیں گی۔

اور منتقیٰ نامی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ شوہر نے یوں کہا انت طالق اربعا بالف، تم ایک ہزار کے عوض چار طلاق والی ہو پس عورت نے اس کو قبول کر لیا تو اس صورت میں عورت پر ایک ہزار کے بدلہ تین طلاقیں واقع ہوں گی اور چوتھی طلاق واقع ہونے کی محل باقی نہیں رہی لہٰذا چوتھی طلاق لغو قرار پائے گی، اور اگر عورت نے چار طلاقوں میں سے صرف تین کو قبول کیا تو اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی کیوں کہ اس نے چار طلاقوں کو ہزار کے عوض عورت کے قبول کرنے پر معلق کیا تھا لہٰذا اس صورت میں جب تک عورت چار قبول نہیں کرے گی شرط کا تحقق نہیں ہوگا اور جب شرط کا تحقق نہیں ہوگا تو طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

دخول دار پر طلاق کو معلق کرنا

شوہر نے کہا انت طالق علی دخولک الدار تیرے گھر میں داخل ہونے پر تیری طلاق معلق ہے تو وقوع طلاق عورت کے قبول کرنے پر معلق رہے گی اگر عورت قبول کر لے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی اگر چہ عورت گھر میں داخل نہ ہو، پھر بھی طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر شوہر نے یوں کہا انت طالق علی ان تدخلی الدار تجھ کو اس شرط پر طلاق ہے کہ تو گھر میں داخل ہو تو اس صورت میں طلاق دخول دار پر معلق رہے گی، اگر عورت گھر میں داخل ہوگی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

شارحؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں کیا فرق ہے غور کرنا چاہئے اس لیے کہ بظاہر ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے کہ لفظ ان اور اس کے بعد کا فعل مصدر کے معنی میں ہے پہلی صورت میں بھی دخول مصدر ہے پھر کیا وجہ ہے کہ پہلی صورت میں وقوع طلاق عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے اور دوسری صورت میں دخول دار پر موقوف ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی کہ غور کیا جائے کہ آخر ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

غالباً ان دونوں کے درمیان وجہ فرق یہ ہے کہ جہاں ان کے داخل ہونے کے بعد فعل مصدر ہوا ہے وہ فعل مصدر مؤول ہے اور لفظ دخول صریح مصدر ہے، مصدر مؤول کا جسم انسانی پر حمل کرنا صحیح ہے اور مصدر صریح کا جسم انسانی پر حمل کرنا صحیح نہیں

ہے لہٰذا انت طالق علی دخولک الدار (گھر میں داخل ہونے کی شرط کے ساتھ تجھ کو طلاق ہے) میں مضاف کو مقدر ماننا ہوگا اور اصل عبارت اس طرح ہوگی انت طالق علی التزامک دخول الدار یعنی التزام دخول دار اور قبول کی شرط کے ساتھ تجھ کو طلاق ہے لہٰذا مصدر صریح میں وقوع طلاق قبول عورت پر موقوف ہوگی دخول پر نہیں، اور جب یوں کہا انت طالق علی ان تدخلی الدار (تجھ کو طلاق ہے بشرطیکہ تو گھر میں داخل ہو) تو اس میں دخول پر طلاق موقوف ہوگی۔ (شامی: ۵/۱۱۹)

خلع کی ایک اور صورت

شوہر نے بیوی سے کہا خالعتک واحدۃ بالف (میں نے تجھ سے ایک طلاق کے ساتھ خلع کیا ایک ہزار روپیہ پر) اور بیوی نے شوہر سے کہا کہ میں نے تو تم سے تین طلاق کا سوال کیا تھا لہٰذا تمہارے لیے اس کے تہائی ہے تو اس مسئلہ میں عورت کا قول یمین کے ساتھ معتبر ہوگا، شوہر نے بیوی سے اس شرط پر خلع کیا کہ اس کا مہر اس کے لڑکے کو ملے گا یا کسی اجنبی شخص کو ملے گا یا اس شرط پر خلع کیا کہ عورت لڑکے کو شوہر کے پاس رہنے دے گی تو اس صورت میں خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل قرار پائے گی لہٰذا صورت مسئلہ میں مہر شوہر کا ہوگا لڑکا اور اجنبی شخص کے لیے نہیں ہوگا اور بچہ کی پرورش عورت کا حق ہے لہٰذا وہ اس سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ بچہ بہر حال عورت ہی کے پاس رہے گا۔

خلع کی طلب پر طلاق دینے کا حکم شرعی

عورت نے شوہر سے یوں کہا میں تم سے خلع چاہتی ہوں شوہر نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے تم کو طلاق دیدی ہے تو اس سے طلاق بائن واقع ہوگی اس لیے کہ خلع کے جواب میں شوہر نے یہ طلاق دی ہے اور جو طلاق خلع کے جواب میں ہوتی ہے وہ بائن ہوتی ہے اس لیے یہاں بھی طلاق بائن ہی واقع ہوگی اور صورت مسئلہ میں ایک ضعیف قول یہ ہے کہ یہ طلاق رجعی ہوگی اس لیے باب طلاق میں شوہر کے واقع کرنے کا اعتبار ہوگا نہ کہ عورت کے واقع کرنے کا، اور شوہر نے صراحتاً کہا ہے کہ میں نے تم کو طلاق دی ہے اس لیے طلاق رجعی واقع ہوگی۔

عوض کے بدلہ طلاق رجعی کا قول

عورت نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس شرط کے ساتھ مہر سے بری کیا کہ تو مجھ کو طلاق رجعی دیدے چناں چہ شوہر نے اس کو طلاق رجعی دے دی تو اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی بائن یا رجعی؟ شارح فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں مجھ کو کوئی روایت نہیں ملی ہے پھر خود فرماتے ہیں کہ زیادات جو حضرت امام محمد کی تصنیف ہے اس میں ہے کہ شوہر نے بیوی سے کہا آج تم کو طلاق رجعی ہے اور کل دوسری طلاق رجعی ہے، مگر ہزار کے عوض میں تو اس صورت میں ہزار دونوں طلاق کا بدل قرار دیا جائے گا اور دونوں طلاقیں بائن واقع ہوں گی لیکن پہلی طلاق بعوض مال ہوگی اور دوسری طلاق بلا کسی عوض کے واقع ہوگی جب کہ اس کی ملکیت کا اعادہ نہ ہو، زیادات

والی روایت سے معلوم ہو گیا کہ اوپر کی صورت میں طلاق بائن واقع ہو گی رجعی واقع نہیں ہو گی کیوں کہ بالعوض ہے۔

اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ شوہر نے اپنی صغیرہ بیوی سے کہا کہ اگر میں چار ماہ تک تم سے غائب رہوں تو تم کو طلاق کا اختیار ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ تم مجھ کو ادائے گی مہر سے بری الذمہ کر دو، اس کے بعد شوہر چار ماہ تک غائب رہا، پس صغیرہ نے شوہر کو مہر سے بری کر دیا اور اپنے اوپر طلاق واقع کر لی تو اس صورت میں مہر ساقط نہیں ہو گا اور طلاق رجعی واقع ہو گی اس لیے کہ صغیرہ کا بری کرنا درست نہیں ہے اور جب مہر ساقط نہیں ہوا تو طلاق بلا مہر عوض ہوا لہٰذا رجعی ہو گی۔

بدل خلع شوہر پر لازم کرنا

فتاوی بزازیہ میں ہے کہ عورت نے اپنے مہر کے عوض خلع کیا یعنی اس شرط کے ساتھ اس نے خلع چاہی کہ شوہر اس کو بیس درہم دے یا اتنے من چاول دے تو یہ خلع صحیح ہے اور درہم یا چاول کے ادا کرنے کے واسطے کسی جگہ کا متعین کرنا شرط نہیں ہے اس لیے کہ مسئلہ خلع مسئلہ بیع سلم سے بہت وسیع ہے لہٰذا بیع سلم کی شرط کو مسئلہ خلع میں شرط قرار نہیں دیا جائے گا شارح فرماتے ہیں کہ بزازیہ کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدل خلع کا شوہر پر واجب کرنا بھی صحیح ہے لہٰذا اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ جب بیس درہم شوہر پر واجب ہوئے تو بدل خلع کا واجب ہونا بھی ثابت ہو گیا لیکن یہ اس وقت ثابت ہو گا جب اس عورت کا مہر بیس درہم سے کم ہو اگر بیس درہم سے زیادہ ہے تو یہ بدل خلع نہیں ہو گا بلکہ بدل خلع سے مستثنیٰ ہو گا۔

خلع بالشرط کا حکم

قنیہ نامی کتاب میں ہے کہ عورت نے شوہر سے خلع کی درخواست اس شرط پر کی کہ اقرار نامہ کا لکھنا شوہر کے ذمہ ہے یا اس شرط پر خلع چاہی کہ شوہر عورت کے سامان اس کو واپس کر دے، پس شوہر نے اس بات کو قبول کر لیا لہٰذا قبول کرتے ہی عورت شوہر پر حرام نہیں ہو گی بلکہ عورت اس وقت حرام ہو گی جب شوہر اسی مجلس میں اقرار نامہ لکھ دے گا اور سامان واپس کر دے گا واللہ اعلم۔

بَابُ الظِّهَارِ

اس باب میں حضرت مصنفؒ ظہار کے مسائل اور اس کے احکام کو بیان کریں گے خلع اور ظہار کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ دونوں کے درمیان نشوز و نافرمانی ہوتی ہے چوں کہ خلع کے اندر تحریم اکمل و کامل ہوتی ہے اس لیے اس کو مقدم کیا اور ظہار میں تحریم بالکلیہ نہیں ہوتی ہے بلکہ من وجہ نکاح برقرار رہتا ہے اس لیے اس کو مؤخر کیا ہے۔

هُوَ لُغَةً مَصْدَرُ ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ: إِذَا قَالَ لَهَا أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي. -. وَشَرْعًا (تَشْبِيهُ الْمُسْلِمِ فَلَا ظِهَارَ لِلذِّمِّيِّ عِنْدَنَا (زَوْجَتَهُ) وَلَوْ كِتَابِيَّةً، أَوْ صَغِيرَةً، أَوْ مَجْنُونَةً (أَوْ تَشْبِيهُ مَا يُعَبَّرُ بِهِ عَنْهَا

مِنْ أَعْضَائِهَا، أَوْ تَشْبِيهُ (جُزْءٍ شَائِعٍ مِنْهَا بِمُحَرَّمٍ عَلَيْهِ تَأْبِيدًا) بِوَصْفٍ لَا يُمْكِنُ زَوَالُهُ، فَخَرَجَ تَشْبِيهُهُ بِأُخْتِ امْرَأَتِهِ، أَوْ بِمُطَلَّقَتِهِ ثَلَاثًا وَكَذَا بِمَجُوسِيَّةٍ لِجَوَازِ إسْلَامِهَا، وَقَوْلُهُ بِمُحَرَّمٍ صِفَةٌ لِشَخْصٍ الْمُتَنَاوِلِ لِلذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، فَلَوْ شَبَّهَهَا بِفَرْجِ أَبِيهِ أَوْ قَرِيبِهِ كَانَ مُظَاهِرًا، قَالَهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلْبَحْرِ. وَرَدَّهُ فِي النَّهْرِ بِمَا فِي الْبَدَائِعِ مِنْ شَرَائِطِ الظِّهَارِ، كَوْنِ الْمُظَاهَرِ بِهِ مِنْ جِنْسِ النِّسَاءِ حَتَّى لَوْ شَبَّهَهَا بِظَهْرِ أَبِيهِ، أَوْ ابْنِهِ لَمْ يَصِحَّ لِأَنَّهُ إنَّمَا عُرِفَ بِالشَّرْعِ وَالشَّرْعُ وَرَدَ فِي النِّسَاءِ، نَعَمْ يَرِدُ مَا فِي الْخَانِيَّةِ: أَنْتِ عَلَيَّ كَالدَّمِ وَالْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْغِيبَةِ وَالنَّمِيمَةِ وَالزِّنَا وَالرِّبَا وَالرِّشْوَةِ وَقَتْلِ الْمُسْلِمِ إنْ نَوَى طَلَاقًا، أَوْ ظِهَارًا فَكَمَا نَوَى عَلَى الصَّحِيحِ كَأَنْتِ عَلَيَّ كَأُمِّي فَإِنَّ التَّشْبِيهَ بِالْأُمِّ تَشْبِيهٌ بِظَهْرِهَا وَزِيَادَةٌ، وَذَكَرَهُ الْقُهُسْتَانِيُّ مَعْزِيًّا لِلْمُحِيطِ (وَصَحَّ إضَافَتُهُ إلَى مِلْكٍ، أَوْ سَبَبِهِ) كَإِنْ نَكَحْتُكِ فَكَذَا، حَتَّى لَوْ قَالَ: إنْ تَزَوَّجْتُكِ فَأَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي مِائَةَ مَرَّةٍ فَعَلَيْهِ لِكُلِّ مَرَّةٍ كَفَّارَةٌ تَاتَارْخَانِيَّةٌ (وَظِهَارُهَا مِنْهُ لَغْوٌ) فَلَا حُرْمَةَ عَلَيْهَا وَلَا كَفَّارَةَ وَبِهِ يُفْتَى جَوْهَرَةٌ وَرَجَّحَ ابْنُ الشِّحْنَةِ إيجَابَ كَفَّارَةِ يَمِينٍ. (كَأَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي)، أَوْ أَمْلِكِ، وَكَذَا لَوْ حَذَفَ عَلَيَّ كَمَا فِي النَّهْرِ (أَوْ رَأْسُكِ) كَظَهْرِ أُمِّي (وَنَحْوِهِ) كَالرَّقَبَةِ مِمَّا يُعَبَّرُ بِهِ عَنْ الْكُلِّ (أَوْ نِصْفُكِ) وَنَحْوُهُ مِنْ الْجُزْءِ الشَّائِعِ (كَظَهْرِ أُمِّي، أَوْ كَبَطْنِهَا أَوْ كَفَخِذِهَا، أَوْ كَفَرْجِهَا، أَوْ كَظَهْرِ أُخْتِي، أَوْ عَمَّتِي، أَوْ فَرْجِ أُمِّي، أَوْ فَرْجِ بِنْتِي) كَذَا فِي نُسَخِ الشَّرْحِ، وَلَا يَخْفَى مَا فِيهِ مِنْ التَّكْرَارِ. وَالَّذِي فِي نُسَخِ الْمَتْنِ، أَوْ فَرْجِ أَبِي بِالْبَاءِ أَوْ قَرِيبِي، وَقَدْ عَلِمْتَ رَدَّهُ (يَصِيرُ بِهِ مُظَاهِرًا) بِلَا نِيَّةٍ لِأَنَّهُ صَرِيحٌ (فَيَحْرُمُ وَطْؤُهَا عَلَيْهِ وَدَوَاعِيهِ) لِلْمَنْعِ عَنْ التَّمَاسِّ الشَّامِلِ لِلْكُلِّ، وَكَذَا يَحْرُمُ عَلَيْهَا تَمْكِينُهُ وَلَا يَحْرُمُ النَّظَرُ. وَعَنْ مُحَمَّدٍ: لَوْ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ لَهُ تَقْبِيلُهَا لِلشَّفَقَةِ (حَتَّى يُكَفِّرَ) وَإِنْ عَادَتْ إلَيْهِ بِمِلْكِ يَمِينٍ، أَوْ بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ لِبَقَاءِ حُكْمِ الظِّهَارِ وَكَذَا اللِّعَانُ.

ظہار کی لغوی اور شرعی تعریف

ظہار لغت کے اعتبار سے ظاہر کا مصدر ہے، اہل عرب ظاهر من امرأته اس وقت بولتے ہیں جب شوہر اپنی بیوی سے یوں کہتا ہے انت علی کظهر امی تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ، یہ جملہ گویا حرمت سے استعارہ ہے یعنی تو مجھ پر اسی طرح حرام ہے جس طرح میری ماں کی پیٹھ حرام ہے، یہاں ظہر کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ظہر (پیٹھ) رکوب کی جگہ ہے اور جس وقت شوہر بیوی سے جماع کرتا ہے اس وقت عورت گویا سواری ہوتی ہے جس پر مرد سوار ہوتا ہے تو انت علی کظهر امی

سے گویا اس نے یہ مراد لیا کہ رکوبک للنکاح حرام علیّ کرکوب امی للنکاح، تیری سواری بواسطہ نکاح اسی طرح حرام ہے جس طرح میری ماں کی سواری نکاح کی وجہ سے حرام ہے۔ (شامی: ۵/ ۱۲۴)

اور شریعت کی اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں مسلمان شخص کا اپنی بیوی کو خواہ وہ کتابیہ ہو خواہ صغیرہ خواہ مجنونہ کو محرمات ابدیہ کے کسی عضو کے ساتھ تشبیہ دینا یا محرمات ابدیہ کے ایسے جز کے ساتھ تشبیہ دینا جو شائع اور پورے جسم کو شامل ہو، یا اس عضو کے ساتھ تشبیہ دینا جس عضو سے عورت کی تعبیر کی جاتی ہو یا ایسے وصف کے ساتھ تشبیہ دینا جس کا زوال ممکن نہ ہو، خلاصہ تعریف یہ ہوا کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ بیوی کو تشبیہ دینا یا محرمات ابدیہ کے عضو کے ساتھ تشبیہ دینا جو کل کی جگہ استعمال ہوتا ہے یا اس کے جزء شائع جیسے نصف، ثلث، اور ربع وغیرہ سے تشبیہ دینے کا نام شریعت میں ظہار ہے۔

بوصف لا یمکن زواله کی قید کی وجہ

وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو سالی کے ساتھ تشبیہ دیدے یا مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ تشبیہ دیدے تو یہ ظہار کی تعریف میں داخل نہیں ہوگا اگرچہ سالی اور مطلقہ ثلاثہ بھی شوہر پر حرام ہے لیکن یہ حرمت کوئی ایسا وصف نہیں ہے جس کا زائل ہونا ممکن نہ ہو، بلکہ یہ حرمت زائل ہوسکتی ہے چناں چہ اگر بیوی کا انتقال ہوجائے تو سالی سے نکاح جائز ہوتا ہے اسی طرح مطلقہ ثلاثہ کی عدت گزرجانے کے بعد اس کی بہن سے نکاح جائز ہوتا ہے اسی طرح مطلقہ ثلاثہ سے بھی زوج آخر کی طلاق کے بعد اور عدت گزرجانے کے بعد نکاح کرسکتے ہیں اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی مجوسیہ کے ساتھ تشبیہ دے تو اس سے بھی شرعی اعتبار سے ظہار نہیں ہوگا کیوں کہ وہ اسلام قبول کرسکتی ہے اس کے بعد اس سے نکاح کیا جاسکتا ہے لہٰذا یہ وصف غیر ممکن الزوال نہیں ہوا۔

محرم سے مراد شرعی

شارحؒ فرماتے ہیں کہ محرم سے مراد یہاں مرد وعورت دونوں ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا اپنے کسی دوسرے قرابت دار کی شرمگاہ سے تشبیہ دے گا تو شوہر ظہار کرنے والا شمار ہوگا اور ظہار کا جو شرعی حکم ہے وہ اس پر بھی نافذ ہوگا اس وجہ سے کہ مشبہ بہ عام ہے عورتوں سے ہو یا مردوں سے ہو، ماں اور باپ دونوں کی شرمگاہ حرمت میں برابر ہے، اسی کو حضرت مصنفؒ نے صاحب البحر الرائق کی اتباع کرتے ہوئے کہا ہے لیکن صاحب النہر الفائق نے البحر الرائق کی پہلی عبارت کا رد کیا ہے اور دلیل میں بدائع الصنائع کی یہ عبارت پیش فرمائی ہے کہ ظہار کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ظہار میں مشبہ بہ صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے چناں چہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے باپ کی پیٹھ کے ساتھ تشبیہ دے گا یا اپنے لڑکے کی پیٹھ کے ساتھ تشبیہ دے گا تو اس صورت میں ظہار درست نہیں ہوگا، اس لیے کہ ظہار سے حرمت کا ثبوت

شرع سے معلوم ہوا ہے اور شرع میں صرف عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے پر ہی حرمت وارد ہوئی ہے مردوں کے ساتھ تشبیہ دینے سے حرمت کے ثبوت پر شرع وارد نہیں ہوا ہے۔

بدائع الصنائع کی عبارت پر خانیہ کی عبارت سے ایک اعتراض

ہاں بدائع الصنائع کی اس عبارت پر فتاوی تاتارخانیہ کی عبارت سے ایک اعتراض وارد ہوتا ہے چناں چہ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ شوہر نے بیوی سے کہا تو مجھ پر ایسی ہے جیسے خون، خنزیر، شراب غیبت چغل خوری، زنا، سود، رشوت اور مسلمان شخص کا قتل کرنا، یہ ساری چیزیں حرام ہیں لہٰذا اگر شوہر اپنے اس کلام سے طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر ظہار کی نیت سے کہے گا تو ظہار ہوگا اصح قول کے مطابق جس طرح کہ انت علیّ کظھر امی سے ظہار ہوتا ہے اور ماں کہنے سے ماں کی پیٹھ کے ساتھ تشبیہ ہوئی اور بقیہ اعضاء سے بھی، اس کو قہستانی نے محیط کی طرف منسوب کر کے ذکر کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر عورت کے علاوہ کسی دوسری چیز سے بھی تشبیہ دی جائے تب ظہار ہو جاتا ہے لہٰذا دونوں کتابوں کی عبارتوں میں تناقض وتعارض ہوا۔

علامہ ابن عابدین شامی کی طرف سے جواب

فقہ حنفی کے مشہور ومعروف غواص علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ خانیہ میں جو مسئلہ درج ہے وہ مردود اور خلاف واقعہ ہے چناں چہ اگر شوہر نے بیوی سے یوں کہا انت علیّ کالمیتة والدم ولحم الخنزیر تو مجھ پر ایسی ہے جس طرح مردار، خون، اور سور کا گوشت، تو اس صورت میں ظہار ہوگا یا نہیں اس بارے میں روایات مختلف ہیں صحیح قول یہ ہے کہ اگر شوہر نے اپنے کلام سے کچھ بھی نیت نہیں کی ہے تو ایلاء نہیں ہوگا اور اگر اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق ہو جائے گی لیکن اگر ظہار کی نیت کرے گا تو ظہار نہیں ہوگا صاحب نہر الفائق نے جس نسخہ سے خانیہ کی عبارت نقل کی ہے اس میں لفظ لا ساقط ہوگیا ہے جیسا کہ بدائع الصنائع اور دوسری کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ (شامی: ۵/ ۱۲۷)

ظہار کی نسبت ملک اور سبب ملک کی طرف کرنا

ظہار کی نسبت ملک اور سبب ملک کی طرف کرنا درست ہے جیسا کہ یوں کہے ان نکحتک فانت طالق علیّ کظھر امی (اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ) یا یوں کہے ان تزوجتک فانت علیّ کظھر امی مأة مرة (اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ سو بار) لہٰذا اس صورت میں ہر مرتبہ شوہر پر نکاح کی صورت میں کفارہ ظہار لازم ہوگا جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر عورت مرد سے ظہار کرے تو کیا حکم

اور عورت کا مرد سے ظہار کرنا شرعاً لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے شوہر سے کہے کہ تو مجھ پر ایسا ہے جیسے میرے باپ کی پیٹھ تو

عورت کے اس قول سے حرمت ظہار ثابت نہیں ہوگا اور نہ ہی کفارہ ظہار لازم ہوگا نہ کفارہ یمین، اسی قول پر فتویٰ ہے جیسا کہ جوہرۃ میں ہے اور ابن شحنہ نے کفارہ یمین کے واجب ہونے کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

ظہار کرنے کے طریقے اور اس کی مثالیں

اور ظہار کی مثالیں اور اس کے الفاظ یہ ہیں جیسے شوہر کا اپنی بیوی سے کہنا انت علیّ کظھر امی تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ یا یوں کہا انت علیّ کظھر امک تو مجھ پر ایسی ہے جیسی تیری ماں کی پیٹھ، تو اس سے ظہار ہو جائے گا اسی طرح اگر لفظ علیّ کو حذف کر کے انت کظھر امی کہے تو بھی ظہار ہو جائے گا جب کہ النہر الفائق میں ہے، یا کہنا راسک کظھر امی، تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے یا اسی طرح دوسرے لفظ جیسے رقبہ یعنی گردن سے تشبیہ دینا ان اعضاء سے جن کا استعمال کل بدن کے لیے ہوتا ہے اس سے بھی ظہار کا تحقق ہو جائے گا۔

یا اسی طرح اپنی بیوی کو محرمات ابدیہ کے کسی ایسے حصہ کے ساتھ تشبیہ دینا جو پورے جسم میں شائع ہو اس سے بھی ظہار ہو جاتا ہے جیسے کہ یوں کہنا نصفک کظھر امی (تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے) بطنک کبطن امی (تیرا پیٹ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے) فخذک کفخذ امی (تیری ران میری ماں کی ران کی طرح ہے) فرجک کفرج امی (تیری شرمگاہ میری ماں کی شرمگاہ کی طرح ہے) یا کہنا ظھرک کظھر اختی (تیری پیٹھ میری بہن کی پیٹھ کی طرح ہے) یا کہنا ظھرک کظھر عمتی، تیری پیٹھ میری پھوپھی کی پیٹھ کی طرح ہے یا کہنا میری ماں یا بیٹی کی شرمگاہ کے مانند ہے، مذکورہ تمام الفاظ سے ظہار کا تحقق بلا کسی نیت کے ہو جائے گا اس لیے کہ صریح ہے جیسا کہ شرح کہ نسخہ میں ہے

شارح فرماتے ہیں کہ اس کے اندر جو تکرار ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے اور متن کے نسخہ میں فرج امی کی جگہ فرج ابی کا جملہ ہے یا فرج فرجی کا جملہ ہے اور تم اس کی تردید پہلے جان چکے ہو۔

ظہار کا حکم شرعی

جب مذکورہ جملوں سے از روئے شرع ظہار کا ثبوت ہو گیا ہے تو اب اس کے لیے وطی کرنا اور دواعی وطی دونوں حرام ہو گئے اس لیے کہ ظہار کے بعد شریعت نے مساس سے روکا ہے جو جماع اور دواعی جماع دونوں کو شامل ہے ارشاد ربانی ہے من قبل ان یتماسا آیت کریمہ جماع اور اسباب جماع دونوں کو محیط ہے اسی طرح ثبوت ظہار کے بعد عورت کو قدرت علی الجماع دینا بھی حرام ہے البتہ مظاہر کے لیے بیوی کی طرف دیکھنا حرام نہیں ہے حضرت امام محمدؒ سے ایک روایت یہ مروی ہے کہ اگر شوہر سفر سے واپس آیا ہے اور از راہ شفقت و محبت ظہار شدہ بیوی کا بوسہ لے لے تو یہ جائز ہے جب تک شوہر کفارہ ظہار ادا نہیں کرے گا وطی اور دواعی وطی دونوں حرام ہیں اگر چہ عورت شوہر کے پاس ملک یمین کے طور پر دوبارہ کیوں نہ واپس آجائے

یا دوسرے شوہر کے بعد کیوں نہ آئے بہر صورت کفارہ ظہار کے ادا کرنے سے قبل وطی اور دواعی وطی دونوں حرام ہیں کیوں کہ ظہار کا حکم باقی ہے اور یہی حکم لعان کا بھی ہے۔

ملک یمین کی صورت

ملک یمین کے طور پر دوبارہ لوٹنے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے باندی سے نکاح کیا، پھر اس سے ظہار کیا، پھر اس کے بعد اس کو خرید لیا، یا آزاد بیوی سے ظہار کیا پھر وہ بیوی مرتد ہو کر دار الحرب چلی گئی پھر وہاں سے گرفتار ہو کر دار الاسلام آئی اور شوہر سابق اس کا مالک ہو گیا تو اس صورت میں اس وقت تک اس کے ساتھ وطی اور دواعی وطی نہ کرے جب تک کہ کفارہ ادا نہ کر دے، اور بعد زوج آخر کی شکل یہ ہے کہ شوہر نے ایک آزاد عورت سے نکاح کیا پھر اس سے ظہار کر لیا پھر اس کو تین طلاقیں دیدیں عدت گزارنے کے بعد اس عورت نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اس مرد نے بھی تین طلاقیں دے دیں پھر عدت کے بعد دوبارہ شوہر اول کے نکاح میں آگئی تو ان صورتوں میں ظہار کا حکم باقی رہے گا اور شوہر جب تک ظہار کا کفارہ ادا نہیں کرے گا اس عورت کے ساتھ وطی کرنا حلال نہ ہوگا اور نہ دواعی وطی حلال ہوگی، جیسا کہ تفصیل سے معلوم ہے یہی حکم لعان کا بھی ہے یعنی اس کی حرمت بھی دائمی طور پر باقی رہتی ہے خواہ عورت دوسرے شوہر کے بعد دوبارہ کیوں نہ نکاح میں آئی ہو اور حرمت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک شوہر کی تصدیق نہ کر دے یا اپنے نفس کی تکذیب نہ کر دے۔ (شامی: ۵/۱۲۹)

(فَإِنْ وَطِئَ قَبْلَهُ) تَابَ وَ (اسْتَغْفَرَ وَكَفَّرَ لِلظِّهَارِ فَقَطْ) وَقِيلَ عَلَيْهِ أُخْرَى لِلْوَطْءِ. (وَلَا يَعُودُ) لِوَطْئِهَا ثَانِيًا (قَبْلَهَا) قَبْلَ الْكَفَّارَةِ (وَعَوْدُهُ) الْمَذْكُورُ فِي الْآيَةِ (عَزْمُهُ) عَزْمًا مُؤَكَّدًا، فَلَوْ عَزَمَ ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ لَا يَطَأَهَا لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ (عَلَى) اسْتِبَاحَةِ (وَطْئِهَا) أَيْ يَرْجِعُونَ عَمَّا قَالُوا فَيُرِيدُونَ الْوَطْءَ. قَالَ الْفَرَّاءُ: الْعَوْدُ الرُّجُوعُ، وَاللَّامُ بِمَعْنَى عَنْ. (وَلِلْمَرْأَةِ أَنْ تُطَالِبَهُ بِالْوَطْءِ) لِتَعَلُّقِ حَقِّهَا بِهِ (وَعَلَيْهَا أَنْ تَمْنَعَهُ مِنَ الِاسْتِمْتَاعِ حَتَّى يُكَفِّرَ وَعَلَى الْقَاضِي إِلْزَامُهُ بِهِ) بِالتَّكْفِيرِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهَا بِحَبْسٍ، أَوْ ضَرْبٍ إِلَى أَنْ يُكَفِّرَ، أَوْ يُطَلِّقَ، فَإِنْ قَالَ: كَفَّرْتُ صُدِّقَ مَا لَمْ يُعْرَفْ بِالْكَذِبِ. وَلَوْ قَيَّدَهُ بِوَقْتٍ سَقَطَ بِمُضِيِّهِ، وَتَعْلِيقُهُ بِمَشِيئَةِ اللَّهِ يُبْطِلُهُ، بِخِلَافِ مَشِيئَةِ فُلَانٍ. (وَإِنْ نَوَى بِأَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ أُمِّي) ، أَوْ كَأُمِّي، وَكَذَا لَوْ حَذَفَ عَلَيَّ خَانِيَّةٌ (بِرًّا، أَوْ ظِهَارًا، أَوْ طَلَاقًا صَحَّتْ نِيَّتُهُ) وَوَقَعَ مَا نَوَاهُ لِأَنَّهُ كِنَايَةٌ (وَإِلَّا) يَنْوِ شَيْئًا، أَوْ حَذَفَ الْكَافَ (لَغَا) وَتَعَيَّنَ الْأَدْنَى أَيْ الْبِرُّ، يَعْنِي الْكَرَامَةَ. وَيُكْرَهُ قَوْلُهُ أَنْتِ أُمِّي وَيَا ابْنَتِي وَيَا أُخْتِي وَنَحْوَهُ (وَبِأَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ كَأُمِّي صَحَّ مَا نَوَاهُ مِنْ ظِهَارٍ، أَوْ طَلَاقٍ) وَتُمْنَعُ إِرَادَةُ الْكَرَامَةِ لِزِيَادَةِ لَفْظِ التَّحْرِيمِ، وَإِنْ لَمْ

يَنْوِ ثَبَتَ الْأَدْنَى وَهُوَ الظِّهَارُ فِي الْأَصَحِّ (وَبِأَنْتِ عَلَيَّ) حَرَامٌ (كَظَهْرِ أُمِّي ثَبَتَ الظِّهَارُ لَا غَيْرُ) لِأَنَّهُ صَرِيحٌ (وَلَا ظِهَارَ) صَحِيحٌ (مِنْ أَمَتِهِ وَلَا مِمَّنْ نَكَحَهَا بِلَا أَمْرِهَا ثُمَّ ظَاهَرَ مِنْهَا ثُمَّ أَجَازَتْ) لِعَدَمِ الزَّوْجِيَّةِ. (أَنْتُنَّ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي ظِهَارٌ مِنْهُنَّ) إجْمَاعًا (وَكَفَّرَ لِكُلٍّ) وَقَالَ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ: يَكْفِيهِ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ كَالْإِيلَاءِ. (ظَاهَرَ مِنْ امْرَأَتِهِ مِرَارًا فِي مَجْلِسٍ، أَوْ مَجَالِسَ فَعَلَيْهِ لِكُلِّ ظِهَارٍ كَفَّارَةٌ، فَإِنْ عَنَى التَّكْرَارَ) وَالتَّأْكِيدَ (فَإِنْ بِمَجْلِسٍ صُدِّقَ) قَضَاءً (وَإِلَّا لَا) عَلَى الْمُعْتَمَدِ، وَكَذَا لَوْ عَلَّقَهُ بِنِكَاحِهَا كَمَا مَرَّ عَنْ التَّاتَارْخَانِيَّةِ.

کفارہ ظہار کی ادائےگی سے پہلے وطی کا حکم شرعی

اگر ظہار کرنے والے نے کفارہ ظہار کے ادا کرنے سے پہلے بیوی سے جماع کرلیا تو اس نے فعل گناہ کا ارتکاب کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے اور صرف ظہار کا ایک کفارہ ادا کرے اور ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ اس پر وطی کرنے کی وجہ سے ایک دوسرا کفارہ بھی لازم ہے، اور یہ سمجھ کر کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے تو وطی کرلی ہے دوبارہ وطی نہ کرے جب تک کہ کفارہ ادا نہ کردے کیوں کہ وطی کی حرمت ابھی بھی باقی ہے

اور آیت کریمہ ثم یعودون لماقالوا میں جس اعادہ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد جماع کا عزم مصمم ہے لہٰذا اگر شوہر نے وطی کا عزم کیا پھر اس نے وطی نہیں کیا اور وطی کا ارادہ ترک کردیا تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا گویا یہ جو عزم وارادہ کیا تھا اس سے پلٹ گیا ہے لہٰذا اس سے وطی کے حلال سمجھنے کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا امام فراء فرماتے ہیں کہ العود الرجوع کے معنی میں ہے یعنی لوٹنا اور لام بمعنی عن ہے۔

ظہار والی عورت کا مطالبۂ وطی کا حق

شوہر نے جس عورت سے ظہار کیا ہے اس عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ظہار کرنے والے شخص سے وطی کا مطالبہ کرے کیوں کہ یہ حق زوجیت کا تقاضہ ہے اور شوہر پر واجب ہے کفارہ ادا کرکے حق زوجیت ادا کرے اسی کے ساتھ عورت کے لیے یہ بھی حکم ہے کہ جب تک شوہر کفارہ ظہار ادا نہ کرے اس وقت تک اس کو اپنے ساتھ وطی سے منع کرے اور قاضی پر لازم ہے کہ شوہر کو کفارہ ظہار ادا کرنے پر مجبور کرے تا کہ عورت سے ضرر دور ہو خواہ قید میں ڈال کر مجبور کرے خواہ مار وپٹائی کے ذریعہ مجبور کرے یہاں تک کہ وہ کفارہ ادا کردے اور حق زوجیت ادا کرے یا پھر بیوی کو طلاق دے کر علیحدہ کرے، پس اگر شوہر اس بات کا مدعی ہو کہ ظہار کا کفارہ ادا کرچکا ہے تو اس کی بات قبول کی جائے گی بشرطیکہ کذب بیانی میں مشہور ومعروف نہ ہو، اور اگر شوہر کی کذب بیانی لوگوں میں مشہور ہو تو ایسی صورت میں گواہوں کی تصدیق کے بعد اس کی بات تسلیم کی جائے گی۔

ظہار کو کسی خاص وقت کے ساتھ مقید کرنے کا شرعی حکم

اور اگر شوہر نے ظہار کو کسی خاص وقت کے ساتھ مقید کر رکھا ہے تو وہ متعینہ وقت کے گزر جانے کے بعد ظہار ساقط ہو جائے گا مثلاً ایک ماہ کا ظہار کیا ہے تو اگر ایک ماہ کے اندر وطی کرے گا تو کفارہ لازم ہوگا اور اگر ایک ماہ کے بعد وطی کرے گا تو کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا اور اگر کوئی شخص ظہار کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ متعلق کرے تو وہ باطل قرار پائے گا مثلاً کوئی شخص یوں کہے انت علي كظهر امي انشاء الله تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے انشاء اللہ تو اس سے ظہار نہیں ہوگا لیکن اگر زید کی مشیت پر متعلق کرے اور یوں کہے انت علي كظهر امي ان شاء زيد و بكر، تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے اگر زید بکر چاہے پھر زید و بکر نے چاہ لیا تو اس سے ظہار ہو جائے گا۔

کنایہ الفاظ کی صورت میں نیت کا اعتبار

اور اگر کسی نے کہا انت علي مثل ابي و امي (تو مجھ پر میرے ماں باپ کے مانند ہے) یا لفظ "علي" کو حذف کر کے کہا یا کاف تشبیہ کو حذف کر کے کہا انت علي مثل امي، جیسا کہ خانیہ میں ہے اور شوہر نے اس سے بیوی کی تعظیم کی نیت کی، یا طلاق کی نیت کی، یا ظہار کی نیت کی تو جو بھی نیت کی ہے اس کی نیت صحیح ہوگی اور جس چیز کی اس نے نیت کی ہوگی وہی واقع ہوگی اس لیے کہ یہ الفاظ ظہار کے لیے کنایہ ہیں جو نیت کے محتاج ہوتے ہیں اگر اس نے تعظیم کی نیت کی ہوگی تو پھر نہ طلاق واقع ہوگی نہ ظہار اور اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہوگی تو طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار ہوگا اور یہ جملہ بول کر شوہر نے کچھ بھی نیت نہیں کی ہے تو اس صورت میں وہ قول لغو قرار پائے گا اسی طرح اگر کوئی شخص لفظ مثل اور لفظ کاف تشبیہ کو حذف کر کے کہے انت امي تو میری ماں ہے تو یہ قول بھی لغو ہوگا اس سے نہ ظہار ہوگا نہ طلاق بلکہ اس سے بر، نیکی اور کرامت مراد ہوگی۔

بیوی کو ماں یا بہن کہنے کا شرعی حکم

بیوی کو یوں کہنا انتِ امي (تو میری ماں ہے) انت ابنتي (تو میری بیٹی ہے) انتِ اختي (تو میری بہن ہے) یا اس طرح کا کوئی اور جملہ کہنا شرعی اعتبار سے مکروہ ہے کیوں کہ اس میں تشبیہ تو نہیں ہے لیکن تشبیہ کے ساتھ مشابہت ضرور ہے اور حدیث شریف میں بیوی کو بہن وغیرہ کہنے سے روکا گیا ہے اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ اپنی بیوی کو یا اختی کہہ کر پکار رہا ہے تو آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور اس سے منع فرمایا، لیکن اس سے مظاہر نہیں ہوگا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ (شامی: ۵/۱۳۱)

بیوی کو حرام کہنے کا حکم شرعی

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے انتِ علي حرام كامي (تو مجھ پر اسی طرح حرام ہے جس طرح میری ماں حرام

ہے) تو اگر اس قول سے ظہار کی نیت کرے گا تو ظہار ہوگا اور اگر طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق ہوگی اور اس قول سے کرامت اور تعظیم مراد لینا درست نہیں ہے کیوں کہ اس میں لفظ تحریم زیادہ ہے اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو ادنی چیز یعنی ظہار ثابت ہوگا صحیح تر قول اس باب میں یہی ہے۔

اور اگر کسی نے بیوی سے یوں کہا انت علی حرام کظھر امی (تو مجھ پر حرام ہے میری ماں کی پیٹھ کی طرح) اس قول سے ظہار کے علاوہ کوئی دوسری شئ ثابت نہیں ہوگی کیوں کہ ظہار کے ثبوت کے باب میں یہ بالکل صریح ہے۔

اپنی باندی سے ظہار کرنے کا حکم

اپنی باندی سے ظہار کرنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ قرآن کریم میں نساء کا لفظ آیا ہے چناں چہ ارشاد ربانی ہے: "والذین یظاھرون من نساءھم،، اس میں لفظ نساء باندی کے معنی کو شامل نہیں ہے کیوں کہ اس سے مراد بیویاں ہوتی ہیں نہ کہ باندیاں، اسی طرح اس عورت سے بھی ظہار صحیح نہیں ہے جس سے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا پھر اس سے ظہار کیا اس کے بعد اس نے نکاح کی اجازت دی اس صورت میں ظہار درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت شوہر نے اس سے ظہار کیا تھا اس وقت وہ اس کی زوجیت میں نہیں آئی تھی فضولی شخص نے اس کا نکاح کردیا تھا جس کی اس کو خبر بھی نہیں تھی۔

ایک ساتھ تمام بیویوں سے ظہار کرنے کا حکم

ایک شخص کی چند بیویاں ہیں ان سب کو مخاطب کرکے کہا انتن علیّ کظھر امی (تم سب مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو) تو اس صورت میں بالاجماع تمام بیویوں سے ظہار کا ثبوت ہوجائے گا اور ہر بیوی کے ظہار کے بدلہ کفارہ ظہار دینا مرد پر لازم ہوگا البتہ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ان سب کی طرف سے صرف ایک کفارہ کافی ہوگا ہر ایک کی طرف سے الگ الگ مستقل طور پر کفارہ ظہار دینا لازم نہیں ہے جس طرح ایلاء میں ہوتا ہے یعنی اگر شوہر نے قسم کھائی کہ وہ اپنی تمام عورتوں سے چار ماہ تک جماع نہیں کرے گا پھر ان میں سے کسی ایک کے ساتھ صحبت کرلی تو صرف ایک کفارہ ادا کرنے سے سب عورتیں حلال ہوجائیں گی۔

ایک بیوی سے متعدد بار ظہار کرنے کا حکم

کسی نے اپنی بیوی سے ایک مجلس میں یا متعدد مجلس میں متعدد بار ظہار کیا تو اس صورت میں شوہر پر ہر ظہار کے بدلہ میں ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر متعدد بار ظہار کرنے کا مقصد تکرار اور تاکید تھا اور ایک مجلس میں متعدد بار ظہار کیا تو قضاءً شوہر کی بات تصدیق کی جائے گی اور اگر مختلف مجلسوں میں چند بار ظہار کیا اور شوہر کہتا ہے کہ میرا مقصد تکرار و تاکید تھا تو اس صورت میں قضاءً بھی اس کی بات تسلیم نہیں ہوگی البتہ دیانۃً اس کی بات مان لی جائے گی، اس بارے میں معتمد قول یہی ہے اور یہی حکم اس

صورت میں ہے کہ کسی نے اجنبی عورت سے نکاح کرنے پر ظہار کو معلق کیا اور یوں کہا ان تزوجتک فانت علیَّ کظھر امی مأة مرة، اگر میں تجھ سے شادی کروں تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ سو بار، تو اس صورت میں ظہار اور کفارہ دونوں مکرر ہوں گے۔ (شامی: ۵/ ۱۳۳)

[فُرُوْعٌ] " أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي كُلَّ يَوْمٍ " اتَّحَدَ، وَلَوْ أَتَى بِفِي تَجَدَّدَ وَلَهُ قُرْبَانُهَا لَيْلًا، وَلَوْ قَالَ: كَظَهْرِ أُمِّي الْيَوْمَ وَكُلَّمَا جَاءَ يَوْمٌ فَكُلَّمَا جَاءَ يَوْمٌ صَارَ مُظَاهِرًا ظِهَارًا آخَرَ مَعَ بَقَاءِ الْأَوَّلِ، وَمَتَى عَلَّقَ بِشَرْطٍ مُتَكَرِّرٍ تَكَرَّرَ؛ وَلَوْ قَالَ: كَظَهْرِ أُمِّي رَمَضَانَ كُلَّهُ وَرَجَبًا كُلَّهُ اتَّحَدَ اسْتِحْسَانًا، وَيَصِحُّ تَكْفِيرُهُ فِي رَجَبٍ لَا فِي شَعْبَانَ كَمَنْ ظَاهَرَ، وَاسْتَثْنَى يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَثَلًا، إنْ كَفَّرَ فِي يَوْمِ الِاسْتِثْنَاءِ لَمْ يَجُزْ وَإِلَّا جَازَ تَاتَارْخَانِيَّةٌ وَبَحْرٌ.

شارح کی طرف سے اضافہ شدہ مسائل

اگر شوہر نے بیوی سے کہا انت علیَّ کظھر امی کل یوم (تو مجھ پر ایسی ہے جیسی ہر دن میری ماں کی پیٹھ) تو اس سے صرف ایک ظہار ہوگا اور جب تک شوہر کفارہ ظہار ادا نہیں کرے گا دن رات دونوں میں اس کے ساتھ وطی کرنا حرام ہوگا اور مثال مذکور میں فی کا لفظ لایا اور اس طرح سے بولا انتِ علیَّ کظھر امی فی کل یوم (تو مجھ پر ایسی ہے جیسی ہر دن میری ماں کی پیٹھ) تو اس صورت میں ہر دن الگ الگ ظہار ثابت ہوگا اور دن گزرنے کے بعد اس دن کا ظہار باطل ہوجائے گا جب دوسرے دن سورج نکلے گا تو دوسرا ظہار ثابت ہوگا لیکن اس صورت میں شوہر کے لیے بیوی سے رات میں جماع کرنا جائز ہوگا اس وجہ سے کہ لفظ فی ظرفیت کے لیے ہے اور ظرف میں معنی شرط پایا جاتا ہے لہٰذا صرف دن میں ظہار ہوگا رات میں نہیں اور اگر شوہر یوں کہے کہ انت علیَّ کظھر امی الیوم و کلما جاء یوم (تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ آج کے دن اور جب جب دن آئے) تو اس صورت میں جب جب دن آئے گا شوہر ظہار کرنے والا ہوگا گویا ہر دن الگ الگ ظہار ثابت ہوگا پہلے والے ظہار کے باقی رہنے کے ساتھ ساتھ۔

شرط متکرر پر ظہار کو معلق کرنے کا شرعی حکم

اگر شوہر نے ظہار کو شرط متکرر پر معلق کیا ہے تو اس سے ظہار بھی متکرر ہوگا مثلاً شوہر نے یوں کہا کلما دخلت الدار فانت علیَّ کظھر امی (جب جب تو گھر میں داخل ہوگی تب تب تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے) تو جتنی مرتبہ عورت گھر میں داخل ہوگی اتنی ہی مرتبہ ظہار بھی ثابت ہوگا اور ہر دفعہ داخل ہونے پر کفارہ ظہار لازم آئے گا اور اگر اس طرح کہا انت علیَّ کظھر امی رمضان کله و رجب کله، تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ رمضان بھر، اور رجب بھر، تو اس صورت میں باعتبار

قیاس استحسان صرف ایک ہی ظہار ہوگا۔ اسی وجہ سے اس کا کفارہ رجب میں دینا درست ہے نہ کہ شعبان میں، اور رجب کا کفارہ ادا کرنے سے رمضان کا ظہار بھی ساقط ہو جائے گا کیوں کہ ظہار متحد ہے اور یہ مسئلہ اس شخص کے مسئلہ کی طرح ہے جس نے ظہار کیا اور جمعہ کے دن کو مستثنیٰ کر لیا مثلاً کہا انت علی کظھر امی الا یوم الجمعة، لہٰذا اگر کوئی شخص جمعہ کے دن کفارہ ادا کرے گا تو جائز نہ ہوگا اور جمعہ کے دن کے علاوہ دوسرے دن کفارہ دے گا تو جائز ہوگا جیسا کہ تاتارخانیہ اور البحر الرائق میں ہے۔

بَابُ الْكَفَّارَةِ

یہ باب کفارہ ظہار کے احکام و مسائل کے بیان میں

اس باب میں حضرت مصنفؒ کفارہ ظہار کے ادا کرنے کے احکام اور اس کے مسائل کو بیان کریں گے اور چوں کہ ظہار وجوب کفارہ کا سبب ہے اور سبب مسبب پر مقدم ہوتا ہے اس لیے ظہار کے مسائل کو پہلے بیان کیا اب اس کے بعد کفارہ ظہار کے مسائل کو بیان کر رہے ہیں۔

أُخْتُلِفَ فِي سَبَبِهَا. وَالْجُمْهُورُ أَنَّهُ الظِّهَارُ وَالْعَوْدُ (هِيَ) لُغَةً مِنْ كَفَّرَ اللَّهُ عَنْهُ الذَّنْبَ: مَحَاهُ -. وَشَرْعًا (تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ) قَبْلَ الْوَطْءِ: أَيْ إِعْتَاقُهَا بِنِيَّةِ الْكَفَّارَةِ، فَلَوْ وَرِثَ أَبَاهُ نَاوِيًا الْكَفَّارَةَ لَمْ يَجُزْ (وَلَوْ صَغِيرًا) رَضِيعًا (أَوْ كَافِرًا) أَوْ مُبَاحَ الدَّمِ، أَوْ مَرْهُونًا، أَوْ مَدْيُونًا، أَوْ آبِقًا عُلِمَتْ حَيَاتُهُ، أَوْ مُرْتَدَّةً، وَفِي الْمُرْتَدِّ وَحَرْبِيٍّ خُلِّيَ سَبِيلُهُ خِلَافٌ (أَوْ أَصَمَّ) وَإِنْ صِيحَ بِهِ يَسْمَعُ وَإِلَّا لَا (أَوْ خَصِيًّا، أَوْ مَجْبُوبًا) ، أَوْ رَتْقَاءَ، أَوْ قَرْنَاءَ (أَوْ مَقْطُوعَ الْأُذُنَيْنِ) . أَوْ ذَاهِبَ الْحَاجِبَيْنِ وَشَعْرِ لِحْيَةٍ وَرَأْسٍ، أَوْ مَقْطُوعَ أَنْفٍ أَوْ شَفَتَيْنِ إِنْ قَدَرَ عَلَى الْأَكْلِ وَإِلَّا لَا (أَوْ أَعْوَرَ) ، أَوْ أَعْمَشَ، أَوْ مَقْطُوعَ إِحْدَى يَدَيْهِ وَإِحْدَى رِجْلَيْهِ مِنْ خِلَافٍ، أَوْ مُكَاتَبًا (لَمْ يُؤَدِّ شَيْئًا) وَأَعْتَقَهُ مَوْلَاهُ لَا الْوَارِثُ. (وَكَذَا) يَقَعُ عَنْهَا (شِرَاءُ قَرِيبِهِ بِنِيَّةِ الْكَفَّارَةِ) لِأَنَّهُ بِصُنْعِهِ بِخِلَافِ الْإِرْثِ. (وَإِعْتَاقُ نِصْفِ عَبْدِهِ ثُمَّ بَاقِيهِ) عَنْهَا اسْتِحْسَانًا بِخِلَافِ الْمُشْتَرَكِ كَمَا يَجِيءُ (لَا) يُجْزِئُ (فَائِتُ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ) لِأَنَّهُ هَالِكٌ حُكْمًا (كَالْأَعْمَى وَالْمَجْنُونِ) الَّذِي (لَا يَعْقِلُ) فَمَنْ يُفِيقُ يَجُوزُ فِي حَالِ إِفَاقَتِهِ وَمَرِيضٌ لَا يُرْجَى بُرْؤُهُ وَسَاقِطُ الْأَسْنَانِ (وَالْمَقْطُوعُ يَدَاهُ، أَوْ إِبْهَامَاهُ) أَوْ ثَلَاثُ أَصَابِعَ مِنْ كُلِّ يَدٍ (أَوْ رِجْلَاهُ، أَوْ يَدٌ وَرِجْلٌ مِنْ جَانِبٍ) وَمَعْتُوهٌ وَمَغْلُوبٌ كَافِي. (وَلَا) يُجْزِئُ (مُدَبَّرٌ وَأُمُّ وَلَدٍ وَمُكَاتَبٌ أَدَّى بَعْضَ بَدَلِهِ) وَلَمْ يُعَجِّزْ نَفْسَهُ، فَإِنْ عَجَزَ فَحَرَّرَهُ جَازَ، وَهِيَ حِيلَةُ الْجَوَازِ بَعْدَ أَدَائِهِ شَيْئًا (وَإِعْتَاقُ نِصْفِ عَبْدٍ) مُشْتَرَكٍ (ثُمَّ بَاقِيهِ بَعْدَ ضَمَانِهِ) لِتَمَكُّنِ النُّقْصَانِ (وَنِصْفِ عَبْدِهِ

عَنْ تَكْفِيرِهِ لَمْ بَاقِيهِ بَعْدَ وَطْءٍ مَنْ ظَاهَرَ مِنْهَا) لِلْأَمْرِ بِهِ قَبْلَ التَّمَاسِّ. (فَإِنْ لَمْ يَجِدْ) الْمُظَاهِرُ (مَا يُعْتِقُ) وَإِنْ احْتَاجَهُ لِخِدْمَتِهِ، أَوْ لِقَضَاءِ دَيْنِهِ لِأَنَّهُ وَاجِدٌ حَقِيقَةً بَدَائِعُ، فَمَا فِي الْجَوْهَرَةِ: لَهُ عَبْدٌ لِلْخِدْمَةِ لَمْ يَجُزْ الصَّوْمُ إلَّا أَنْ يَكُونَ زَمِنًا انْتَهَى يَعْنِي الْعَبْدَ لِيَتَوَافَقَ كَلَامُهُمْ، وَيَحْتَمِلُ رُجُوعَهُ لِلْمَوْلَى، لَكِنَّهُ يَحْتَاجُ إلَى نَقْلٍ، وَلَا يُعْتَبَرُ مَسْكَنُهُ. وَلَوْ لَهُ مَالٌ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مِثْلُهُ، إنْ أَدَّى الدَّيْنَ أَجْزَأَهُ الصَّوْمُ وَإِلَّا فَقَوْلَانِ. وَلَوْ لَهُ مَالٌ غَائِبٌ انْتَظَرَهُ.

وجوب کفارہ کا سبب کیا ہے

وجوب کفارہ کا سبب کیا ہے اس بارے میں حضرات علماء کا اختلاف ہے جمہور علماء کرام کا مذہب یہ ہے کہ وجوب کفارہ کا سبب ظہار کرنا اور اس کے بعد وطی کا عزم کرنا ہے، اور بعض حضرات نے کہا کہ وجوب کفارہ کا سبب صرف ظہار ہے اور عود یعنی عزم علی الوطی شرط ہے اور بعض حضرات نے اس کے برعکس کہا ہے اور کفارہ در حقیقت لغت میں کفر اللہ عنہ الذنب سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اللہ تعالی گناہوں کو مٹا ڈالتے ہیں اور کفارہ بھی گناہوں کو مٹا ڈالتا ہے اس لیے کفارہ کو کفارہ کہا جاتا ہے اور کفارہ کا حکم ذمہ سے واجب کا سقوط ہے پھر اس کے بعد حصول ثواب ہے جو تکفیر خطایا کا مقتضی ہے (شامی:۵/۱۳۴)

وجوب کفارہ کا سبب مشروعیت

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ وجوب کفارہ کا سبب مشروعیت وہی ہے جو وجوب سبب توبہ ہے یعنی کفارہ ادا کرنے والے کا مسلمان ہونا، اور اللہ تعالی کے ساتھ اس بات کا عہد و پیمان کرنا کہ آئندہ اس کی معصیت نہیں کرے گا اور جب کبھی معصیت کا صدور ہو جائے گا تو فوراً اللہ تعالی سے توبہ کرے گا اس لیے یہ کمال توبہ میں سے ہے اس لیے کفارہ کی مشرعیت ہی خطاؤں اور گناہوں کے مٹانے کے لیے کی گئی ہے۔ (شامی:۵/۱۳۴)

کفارہ کا رکن، اور اس کے وجوب وصحت کی شرط اور مصرف

کفارہ کا رکن اعتاق، صیام اور اطعام میں سے کسی ایک کو ترتیب کے ساتھ مخصوص طریقہ سے ادا کرنا ہے، اور اس کے وجوب کی شرط اس کی ادائے گی پر قدرت ہونا ہے اور اس کی صحت کی شرط ادائے گی کے وقت نیت کا متصل ہونا ہے اور اس کا مصرف زکوۃ کا مصرف ہے نیز کفارہ کا مصرف ذمی بھی ہے لیکن حربی شخص اس کا مصرف نہیں ہے اس کے برخلاف زکوۃ اس کا مصرف صرف مسلمان ہونا ہے۔ (شامی:۵/۱۳۴)

کفارہ کی ادائے گی کا وقت تاعمر

اصح قول کے مطابق کفارہ فی الفور واجب نہیں ہوتا ہے بلکہ کفارہ کی ادائے کا وجوب علی التراخی ہوتا ہے لہذا اگر ممکنہ اول

اوقات سے کفارہ کی ادئے گی میں تاخیر ہو جائے تو اس کی وجہ سے گناہ گار نہیں ہوگا عمر میں جب ادا کرے گا ادا کرنے والا کہلا ئے گا قضاء کرنے والا نہیں، البتہ آخری عمر میں یہ وقت تنگ ہو جائے گا چناں چہ اگر کفارہ ادا کئے بغیر مرجائے تو اس صورت میں وہ گنہ گار ہوگا۔ (شامی:۵/۱۳۵)

اصطلاح شریعت میں کفارہ

اور شریعت کی اصطلاح میں کفارہ کہتے ہیں وطی سے پہلے کفارہ ادا کرنے کی نیت سے غلام آزاد کر دینا، خواہ غلام صغیر ہو، شیر خوار ہو، کافر ہو، یا غلام مباح الدم ہو، یا غلام مرہون ہو، یا مدیون ہو، یا بھاگا ہوا ہو، اور اس کی زندگی کے متعلق علم ہو، یا باندی مرتد ہو گئی ہو، ان سب کو کفارہ میں ادا کرنا جائز ہے اور ادائے گی کفارہ کی شرط اپنی طرف سے بہ نیت کفارہ ادا کرنا ہے چناں چہ اگر کوئی شخص اپنے باپ کا جو غلام تھا وارث ہوا اور اس سے وہ کفارہ کی ادائے گی کی نیت کرے تو اس سے کفارہ ادا نہیں ہوگا اس لیے کہ جب باپ اپنے بیٹے کا مملوک قرار پائے گا تو خود بخود آزاد ہو جائے گا خواہ آزاد کرنے کی نیت کرے یا نہ کرے تو یہ آزاد کرنا نہیں ہوا بلکہ آزاد ہونا ہوا اور کفارہ آزاد کرنے سے ادا ہوتا ہے آزاد ہونے سے نہیں۔

کفارہ میں مرتد اور حربی غلام کو آزاد کرنے کا حکم

کفارہ کی ادائے گی کے لیے مرتد غلام اور حربی غلام کو آزاد کرنے کے سلسلہ میں حضرات علماء کرام کے درمیان اختلاف ہے چناں چہ فتح القدیر میں ہے کہ کفارہ میں حربی غلام کو دار الحرب میں آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ بعض فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں۔

بہرہ، خصی، مقطوع الذکر، مقطوع الاذنین وغیرہ غلام کا کفارہ میں آزاد کرنا

اور جو غلام اس طرح بہرہ ہو کہ شور کرنے سے سنتا ہے تو اس کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے اور اگر شور کرنے سے بھی نہیں سنتا ہے مطلقاً بہرہ ہے تو پھر اس کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز نہیں ہے جو غلام خصی ہو یا مقطوع الذکر ہو، یا ایسی باندی ہو کہ اس کی شرمگاہ میں ہڈی ابھر گئی ہو، یا گوشت بھر گیا ہو جس کی وجہ سے اس کے ساتھ وطی نہیں کی جاسکتی ہو یا ایسا غلام ہو جس کے دونوں کان، یا دونوں بھوؤں کے بال، یا ڈاڑھی اور سر کے بال نہ ہوں، یا ناک کٹی ہو، یا دونوں ہونٹ کٹے ہوں بشرطیکہ کھانا کھانے پر قدرت ہو، مذکورہ تمام اوصاف کے غلاموں کو کفارہ میں ادا کرنا جائز ہے اور اگر مقطوع الشفتین غلام کھانے پر قادر نہ ہو تو اس کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔

اعور (کانا) اعمش (چوندھا) وغیرہ غلام کو کفارہ میں آزاد کرنا

ایسا غلام جو کانا ہو، یا چوندھا ہو، یا خلاف سے ایک ہاتھ اور پیر مقطوع ہو، مثلاً دایاں ہاتھ اور بایاں پیر، یا اس کے

برعکس، تو اس طرح کے غلام کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے اور اگر ایک ہی طرف سے دونوں اعضاء کٹے ہوں مثلاً دایاں ہاتھ اور دایاں پیر تو اس طرح کے غلام کو آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا اسی طرح مکاتب غلام جس نے بدل کتابت میں سے کچھ بھی ادا نہیں کیا ہے اور اس کو اس کے مالک نے ہی آزاد کیا ہو نہ کہ مالک کے وارث نے، تو اس سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی شخص کفارہ ادا کرنے کی نیت سے اپنے قریبی رشتہ دار کو جو کسی کا غلام تھا خرید لے تو اس سے بھی کفارہ ادا ہو جاتا ہے اس کے برخلاف اگر مورث کے مرنے کے بعد اس کو کفارہ میں آزاد کرنے کی نیت کی ہے تو کفارہ ادا نہیں ہوگا اس لیے کہ وراثت تو ملک احباری کا نام ہے نہ چاہنے کے باوجود بھی مالک ہوتا ہے۔

آدھا غلام کو آزاد کرنا پھر اس کے بعد باقی حصہ کو آزاد کرنا استحساناً اس سے بھی کفارہ ادا ہو جاتا ہے البتہ مشترک غلام کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل آئے گی اسی طرح جس غلام کی منفعت فوت ہو چکی ہے اس کو آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا اس لیے کہ حکماً وہ میت کے حکم میں ہے جیسے کہ نابینا غلام اور ایسا پاگل غلام جو بالکل عقل و شعور نہ رکھتا ہو البتہ جو دیوانہ کبھی کبھی افاقہ پاتا ہو اس کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے مگر یہ اس وقت ہے جب کہ افاقہ کی حالت میں آزاد کرے اسی طرح ایسا مریض غلام کو آزاد کرنا کافی نہ ہوگا جس کی صحت کی امید ختم ہو چکی ہو، یا دانت بالکل گر چکے ہوں کیوں کہ یہ چبانے پر قادر نہیں ہے۔

وہ غلام جن کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا ہے

اور جس غلام کے دونوں ہاتھ کٹے ہوں یا ہاتھ کے دونوں انگوٹھے کٹے ہوں یا ہر ہاتھ کی تین انگلیاں کٹی ہوئی ہوں یا اس کے دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں یا ایک ہی جانب سے ایک ہاتھ ایک پیر کٹے ہوں تو ان کو کفارہ میں ادا کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ ان صورتوں میں چلنے اور بھاگنے کی صلاحیت مفقود ہے اور اسی طرح مغلوب العقل اور معتوہ غلام کو بھی کفارہ میں آزاد کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ کافی نامی کتاب میں ہے۔

اسی طرح مدبر، ام ولد، اور مکاتب، جو بدل کتابت کا کچھ حصہ ادا کر چکا ہو، اور بقیہ حصہ کے ادا کرنے سے عاجز نہ ہو ان سب کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر وہ بقیہ حصہ بدل کتابت سے مکاتب عاجز ہو گیا ہو اور اس کا مالک اس کو کفارہ ادا کرنے کی نیت سے آزاد کر دے تو جائز ہے اور مالک غلام اس کی اسی عاجزی کو آزاد کرنے کا حیلہ بنا لے گا، اور جو غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو ان کا آدھا آزاد کرنا پھر اس کی قیمت کے ضامن ہونے کے بعد مابقیہ حصہ آزاد کرنا نقصان کے پیدا ہونے کی وجہ سے یہ صورت بھی کفارہ میں جائز نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے غلام کے نصف حصہ کو کفارہ ظہار میں آزاد کر دے اس کے بعد جس عورت سے ظہار کیا ہے اس کے ساتھ وطی کر لے پھر وطی کے بعد نصف آخر کو آزاد کرے تو یہ صورت بھی جائز نہیں ہے اس لیے کہ جماع سے قبل پورے غلام کا آزاد کرنا کفارہ کے لیے شرط ہے کیوں کہ قرآن میں قبل ان یتماسا کا لفظ ہے، جو اس

بات کی دلیل ہے کہ غلام کی آزادی جماع سے قبل ہو، اور یہاں غلام کی آزادی آدھا پہلے پایا گیا ہے اور آدھا بعد میں۔

اگر آزاد کرنے کے لیے غلام موجود نہ ہو تو کیا حکم ہے

اگر ظہار کرنے والا شخص آزاد کرنے کے لیے غلام نہ پا سکے، یا حقیقت میں اس کے پاس غلام ہی نہیں ہے یا غلام تو ہے لیکن خدمت کے لیے ہے یا اس کو قرض کی ادائے گی میں فروخت کرنے پر مجبور ہے تو بدائع الصنائع میں ہے کہ یہ شخص حقیقت میں غلام کو پانے والا ہے اور اس بارے میں جوالجوہرۃ النیرہ میں ہے کہ مظاہر کے پاس ایک غلام ہے جو خدمت کے واسطے ہے تو کفارۂ ظہار میں اس کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کو چاہئے کہ کفارہ میں اسی غلام کو آزاد کردے ہاں اگر غلام اپاہج ہو تو چلنے پھرنے سے معذور ہو تو غلام کے ہوتے ہوئے بھی کفارہ میں روزہ رکھنا درست ہے ان یکون زمنا کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ غلام تو ہو لیکن مولی اپاہج ہو غلام کے بغیر اس کی زندگی نہیں گزر سکتی ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ ایسی صورت میں غلام کو کفارہ میں آزاد کرنے کے بجائے روزہ رکھ کر کفارہ ادا کرے۔

غلام آزاد کرنے کے بجائے روزہ رکھنا

مظاہر کا گھر جس میں اس کی رہائش ہے اس کا اعتبار نہیں ہے یعنی ظہار کرنے والے پر یہ لازم نہیں ہے کہ رہائشی مکان فروخت کر کے غلام کو خریدے اور اس کو آزاد کرے اس لیے کہ مکان تو ضروریات زندگی میں شامل ہے ایسے شخص کے لیے کفارہ میں روزہ رکھنا جائز ہے اور اگر مظاہر کے پاس مال ہو اور اتنا ہی اس پر قرض بھی ہو تو اگر اس مال سے قرض ادا کردے اور روزہ رکھ کر کفارہ ادا کرے تو جائز ہے اور اگر اس نے اس مال سے قرض ادا نہیں کیا تو پھر اس بارے میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں روزہ رکھنا کافی ہوگا اور دوسرا قول یہ ہے کہ روزہ رکھنا کافی نہیں ہوگا اور اگر اس کے پاس مال ہو لیکن غائب ہو پاس میں موجود نہ ہو مثال کے طور پر سفر میں ہو تو وہ اس مال کے حاصل ہونے کا انتظار کرے جب مال حاصل ہو جائے تو اس سے غلام خرید کر کفارہ میں آزاد کردے۔ (اسی طرح اگر کوئی شخص بیمار ہو اور صحت کی امید ہو تو وہ صحت کا انتظار کرے تاکہ تندرستی کے بعد روزہ رکھ کر کفارہ ادا کرے اور اگر ایسی بیماری میں مبتلا ہے کہ تندرستی کی کوئی امید نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کرے۔ (شامی: ۵/۱۳۹)

وَلَوْ عَلَيْهِ كَفَّارَتَانِ وَفِي مِلْكِهِ رَقَبَةٌ فَصَامَ عَنْ إِحْدَاهُمَا ثُمَّ أَعْتَقَ عَنِ الْأُخْرَى لَمْ يَجُزْ، وَبِعَكْسِهِ جَازَ (صَامَ شَهْرَيْنِ وَلَوْ ثَمَانِيَةً وَخَمْسِينَ) بِالْهِلَالِ وَإِلَّا فَسِتِّينَ يَوْمًا، وَلَوْ قَدَرَ عَلَى التَّحْرِيرِ فِي آخِرِ الْأَخِيرِ لَزِمَهُ الْعِتْقُ وَأَتَمَّ يَوْمَهُ نَدْبًا، وَلَا قَضَاءَ لَوْ أَفْطَرَ وَإِنْ صَارَ نَفْلًا (مُتَتَابِعَيْنِ قَبْلَ الْمَسِيسِ لَيْسَ فِيهِمَا رَمَضَانُ وَأَيَّامٌ نُهِيَ عَنْ صَوْمِهَا) وَكَذَا كُلُّ صَوْمٍ شُرِطَ فِيهِ التَّتَابُعُ. (فَإِنْ

أَفْطَرَ بِعُذْرٍ) كَسَفَرٍ وَنِفَاسٍ بِخِلَافِ الْحَيْضِ إِلَّا إِذَا أَيِسَتْ (أَوْ بِغَيْرِهِ، أَوْ وَطِئَهَا) أَيِ الْمُظَاهَرَ مِنْهَا، وَأَمَّا لَوْ وَطِئَ غَيْرَهَا وَطْئًا غَيْرَ مُفْطِرٍ لَمْ يَضُرَّ اتِّفَاقًا كَالْوَطْءِ فِي كَفَّارَةِ الْقَتْلِ (فِيهِمَا) أَيِ الشَّهْرَيْنِ (مُطْلَقًا) لَيْلًا، أَوْ نَهَارًا عَامِدًا، أَوْ نَاسِيًا كَمَا فِي الْمُخْتَارِ وَغَيْرِهِ. وَتَقْيِيدُ ابْنِ مَلِكٍ اللَّيْلَ بِالْعَمْدِ غَلَطٌ بَحْرٌ، لَكِنْ فِي الْقُهُسْتَانِيِّ مَا يُخَالِفُهُ قُنْيَةٌ (أُسْتُؤْنِفَ الصَّوْمُ لَا الْإِطْعَامُ، إِنْ وَطِئَهَا فِي خِلَالِهِ) لِإِطْلَاقِ النَّصِّ فِي الْإِطْعَامِ، وَتَقْيِيدِهِ فِي تَحْرِيرٍ وَصِيَامٍ. (وَالْعَبْدُ) وَلَوْ مُكَاتَبًا. أَوْ مُسْتَسْعًى وَكَذَا الْحُرُّ الْمَحْجُورُ عَلَيْهِ بِالسَّفَهِ عَلَى الْمُعْتَمَدِ (لَا يُجْزِيهِ إِلَّا الصَّوْمُ) الْمَذْكُورُ وَلَمْ يَتَنَصَّفْ لِمَا فِيهَا مِنْ مَعْنَى الْعِبَادَةِ، وَلَيْسَ لِلسَّيِّدِ مَنْعُهُ مِنْهُ (وَلَوْ) وَصْلِيَّةٌ (أَعْتَقَ سَيِّدُهُ عَنْهُ، أَوْ أَطْعَمَ) وَلَوْ بِأَمْرِهِ لِعَدَمِ أَهْلِيَّةِ التَّمَلُّكِ إِلَّا فِي الْإِحْصَارِ فَيُطْعِمُ عَنْهُ الْمَوْلَى، قِيلَ نَدْبًا، وَقِيلَ وُجُوبًا.

اگر کسی پر دو کفارے واجب ہوں تو کیا حکم ہے

اگر کسی کے ذمہ دو کفارے واجب ہوں اور حال یہ ہے کہ اس کی ملکیت میں صرف ایک ہی غلام موجود ہے تو اس نے ان دونوں کفاروں میں سے ایک جانب سے روزہ رکھ لیا پھر اس کے بعد دوسرے کفارے کی جانب سے غلام آزاد کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے، اور اگر اس کے برعکس کیا یعنی پہلے کفارہ کی طرف سے غلام آزاد کر دیا پھر اس کے بعد دوسرے کفارہ کی طرف سے روزہ رکھ لیا تو یہ جائز ہے، اور پہلی صورت میں کفارہ ادا اس لیے نہیں ہوگا کہ اس نے غلام کی آزادی پر استطاعت کے باوجود روزہ رکھا حالاں کہ قرآن کریم نے عدم تحریر رقبہ پر استطاعت نہ ہونے کی صورت میں صوم کے ذریعہ کفارہ کو مشروع کیا ہے۔

روزہ میں مہینہ کا اعتبار ہے یا ایام کا

اگر کفارہ میں آزاد کرنے کے لیے غلام نہ پائے تو اس صورت میں مکمل دو ماہ کے روزے رکھے خواہ دونوں مہینے ملا کر کل اٹھاون دن ہی کیوں نہ ہوتے ہوں چاند کے اعتبار سے ورنہ مکمل ساٹھ دن کا روزہ رکھنا ہوگا یعنی مظاہر اگر غلام کے آزاد کرنے پر قادر نہیں ہے تو کفارہ کی ادائے گی مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے اگر چہ چاند کے اعتبار سے دو ماہ صرف اٹھاون دن ہی میں کیوں نہ مکمل ہو جاتے ہوں اور یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ دونوں مہینے انتیس ۲۹ انتیس ۲۹ دن کے ہوں اور پہلی تاریخ سے روزہ رکھنا شروع کر دیا ہو اور اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھنا شروع نہ کیا ہو تو پورے ساٹھ دن روزے رکھنے ہوں گے۔

روزہ رکھنے کے آخری دن غلام آزاد کرنے پر قادر ہو گیا تو کیا حکم ہے

ایک آدمی عدم وجدان غلام کی وجہ سے روزہ کے ذریعہ کفارہ ادا کر رہا تھا کہ روزہ رکھنے کے بالکل آخری دن غلام کے آزاد کرنے پر قادر ہو گیا مثلاً ساٹھواں دن ظہر یا عصر کے بعد غلام کے آزاد کرنے پر قادر ہو گیا خواہ غلام کا مالک ہو گیا یا اتنا مال

کہیں سے آگیا کہ اس سے غلام خریدا جاسکتا ہے تو روزہ کے ذریعہ کفارہ ادا نہ ہوگا اس لیے کہ غلام کے آزاد نہ کرنے پر اول سے آخر تک قدرت نہ ہونا شرط ہے اور یہاں شرط نہیں پائی گئی، اس لیے روزے تو نفل ہو جائیں گے اور کفارہ غلام کے آزاد کرنے کے ذریعہ ادا کرنا ہوگا۔

آخری دن کے روزہ کا حکم شرعی

اور ساٹھواں دن جب غلام کے آزاد کرنے پر قدرت حاصل ہوئی اب اس دن کا روزہ پورا کرنا اس پر مستحب ہے اور اگر اس نے روزہ توڑ دیا تو اس پر اس کی قضا بھی واجب نہیں ہے اگر چہ مذکورہ تمام روزے نفل ہو گئے لیکن اس کے باوجود اس روزے کی قضا واجب نہیں ہوگی کیوں کہ روزہ رکھنے کے وقت اس کی نیت نفل روزہ رکھنے کی نہیں تھی بلکہ کفارہ کے روزہ رکھنے کی نیت تھی اس لیے نہ تو اس کی قضا واجب ہوگی اور نہ اس کا پورا کرنا واجب ہوگا البتہ پورا کرنا مستحب ہوگا۔

مسئلہ: اگر غلام کے آزاد کرنے پر قدرت ہونے کے باوجود مظاہر گھنٹہ دو گھنٹہ روزے پر قائم رہا اور اس کو نہیں توڑا اب وہ نفل شروع کرنے والے کے حکم میں ہو گیا اور اس پر اس کا پورا کرنا واجب ہوگا اور اگر روزہ توڑ دے تو اس کی قضا واجب ہوگی۔ (شامی: ۵/ ۱۴۰)

صوم ظہار کی چند اہم شرطیں

اگر مظاہر روزے کے ذریعہ کفارہ ظہار ادا کر رہا ہے تو روزے کے ذریعہ کفارہ ظہار ہونے کی چند شرطیں ہیں، پہلی شرط یہ ہے کہ مظاہر دو ماہ مسلسل روزے رکھے، دوسری شرط یہ ہے کہ قبل المسیس یعنی قبل الجماع تمام روزے رکھے جائیں، تیسری شرط یہ ہے کہ ایسے ایام میں روزے رکھیں جائیں کہ ان میں رمضان المبارک کا مہینہ نہ آئے چوتھی شرط یہ بھی ہے کہ ایسے ایام میں روزے رکھے جائیں کہ ان میں وہ ایام نہ آئیں جن میں روزہ رکھنا شرعاً ممنوع ہے اور یہی حکم ان تمام روزوں کے لیے ہے جن میں تتابع شرط ہے جیسے کفارۂ افطار کفارۂ قتل وغیرہ۔

مسئلہ: کفارہ ظہار کے روزے رکھنے کے درمیان اگر رمضان المبارک کا مہینہ آگیا تو رمضان کا روزہ مقدم ہوگا اور کفارہ کے روزے بعد میں رکھنے ہوں گے، اور اگر کوئی شخص ماہ رمضان ہی میں کفارۂ ظہار کے روزے کی نیت کر لی تب بھی رمضان ہی کا روزہ شمار ہوگا کفارۂ صوم کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس طرح روزہ رکھنے سے تسلسل اور تتابع کی شرط پوری نہ ہوگی۔

مسئلہ: مظار جو صوم کفارہ رکھ رہا تھا مسافر ہو گیا اور رمضان ہی میں کفارہ کی ادائے گی کی نیت سے روزہ رکھ لے تو کفارہ کا روزہ ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ: کفارۂ ظہار کے لیے روزہ رکھنے کے درمیان عیدین اور ایام تشریق آجائیں تو اس سے بھی تسلسل اور تتابع

روزوں کا ختم ہو جاتا ہے کیوں کہ ان دنوں ہر قسم کا روزہ رکھنا شرعاً ممنوع ہے، نیز جن جن روزوں میں پے در پے رکھنے کی شرط ہے ان روزوں کے درمیان اگر رمضان المبارک یا مذکورہ ایام منہیہ واقع ہوں تو تسلسل ختم ہو جائے گا

صوم کفارہ میں کسی عذر کی وجہ سے افطار کا حکم

اگر مظاہر کسی عذر کی وجہ سے افطار کر لیا مثلاً روزہ رکھنے کے درمیان سفر پیش آ گیا یا کوئی عورت صوم کفارہ رکھ رہی تھی اور درمیان میں نفاس چالو ہو گیا تو اس سے روزوں کے درمیان کا تتابع اور تسلسل ختم ہو جائے گا بخلاف حیض کے درمیان صوم کفارہ اگر حیض آ جائے تو اس سے تسلسل پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کیوں کہ تندرست عورت ایسے دو ماہ مکمل نہیں پا سکتی ہے جو حیض سے خالی ہوں ہاں اگر عورت آئسہ ہو گئی ہو اور بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو، مثلاً ایسی عورت کفارۂ افطار کا روزہ شروع کر دیا درمیان میں حیض آنا شروع ہو گیا تو اس سے تتابع و تسلسل اس کا باطل ہو جائے گا اور اس عورت کو از سر نو دو ماہ کے روزے رکھنے ہوں گے۔

بلا عذر شرعی روزے کا افطار کرنا یا مظاہر کا بیوی سے وطی کرنے کا حکم

اگر مظاہر بلا کسی عذر کے درمیان میں روزہ توڑ دے یا جس عورت سے ظہار کیا تھا اس کے ساتھ درمیان ہی وطی کر لے تو اس سے تتابع ختم ہو جائے گا اور از سر نو دوبارہ دو ماہ کے روزے مسلسل رکھنے ہوں گے البتہ اگر اس بیوی کے علاوہ دوسری بیوی سے رات میں یا دن میں سہواً وطی کر لے تو یہ کفارۂ صوم کے لیے مضر نہیں ہے بالاتفاق، جس طرح کہ کفارۂ قتل میں درمیان میں وطی کرنا مضر نہیں ہے اور صوم کفارہ قتل ادا ہو جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی مضر نہیں ہے۔

(فَإِنْ عَجَزَ عَنِ الصَّوْمِ) لِمَرَضٍ لَا يُرْجَى بُرْؤُهُ أَوْ كِبَرٍ (أَطْعَمَ) أَيْ مَلَّكَ (سِتِّينَ مِسْكِينًا) وَلَوْ حُكْمًا، وَلَا يُجْزِئُ غَيْرُ الْمُرَاهِقِ بَدَائِعُ (كَالْفِطْرَةِ) قَدْرًا وَمَصْرِفًا (أَوْ قِيمَةِ ذَلِكَ) مِنْ غَيْرِ الْمَنْصُوصِ، إذْ الْعَطْفُ لِلْمُغَايَرَةِ (وَإِنْ أَرَادَ الْإِبَاحَةَ (فَغَدَّاهُمْ وَعَشَّاهُمْ) ، أَوْ غَدَّاهُمْ وَأَعْطَاهُمْ قِيمَةَ الْعَشَاءِ، أَوْ عَكْسُهُ، أَوْ أَطْعَمَهُمْ غَدَاءَيْنِ، أَوْ عَشَاءَيْنِ، أَوْ عَشَاءً وَسَحُورًا وَأَشْبَعَهُمْ (جَازَ) بِشَرْطِ إدَامٍ فِي خُبْزِ شَعِيرٍ وَذُرَةٍ لَا بُرٍّ (كَمَا) جَازَ (لَوْ أَطْعَمَ وَاحِدًا سِتِّينَ يَوْمًا) لِتَجَدُّدِ الْحَاجَةِ (وَلَوْ أَبَاحَهُ كُلَّ الطَّعَامِ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ دَفْعَةً أَجْزَأَ عَنْ يَوْمِهِ ذَلِكَ فَقَطْ) اتِّفَاقًا (وَكَذَا إذَا مَلَّكَهُ الطَّعَامَ بِدَفَعَاتٍ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ عَلَى الْأَصَحِّ) ذَكَرَهُ الزَّيْلَعِيُّ، لِفَقْدِ التَّعَدُّدِ حَقِيقَةً وَحُكْمًا. (أَمَرَ غَيْرَهُ أَنْ يُطْعِمَ عَنْهُ عَنْ ظِهَارِهِ فَفَعَلَ) ذَلِكَ الْغَيْرُ (صَحَّ) وَهَلْ يَرْجِعُ؟ إنْ قَالَ: عَلَى أَنْ تَرْجِعَ رَجَعَ، وَإِنْ سَكَتَ فَفِي الدَّيْنِ يَرْجِعُ اتِّفَاقًا، وَفِي الْكَفَّارَةِ وَالزَّكَاةِ لَا يَرْجِعُ عَلَى الْمَذْهَبِ (كَمَا صَحَّتْ الْإِبَاحَةُ) بِشَرْطِ الشِّبَعِ (فِي طَعَامِ الْكَفَّارَاتِ) سِوَى الْقَتْلِ (وَ) فِي (الْفِدْيَةِ) لِصَوْمٍ وَجِنَايَةٍ

عج، وَجَازَ الْجَمْعُ بَيْنَ إِبَاحَةٍ وَتَمْلِيكٍ (دُونَ الصَّدَقَاتِ وَالْعُشْرِ) وَالضَّابِطُ أَنَّ مَا شُرِعَ بِلَفْظِ إِطْعَامٍ وَطَعَامٍ جَازَ فِيهِ الْإِبَاحَةُ، وَمَا شُرِعَ بِلَفْظِ إِيتَاءٍ وَأَدَاءٍ شُرِطَ فِيهِ التَّمْلِيكُ .

مظاہر کارات یا دن میں عمداً یا سہواً وطی کرنے کا حکم

اگر مظاہر ان دونوں مہینوں میں مطلقاً رات میں یا دن میں جان بوجھ کر ہو یا بھول کر (جیسا کہ مختار وغیرہ میں ہے اور ابن ملک کا رات کو عمداً کے ساتھ مقید کرنا غلط ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے لیکن قہستانی میں اس کے خلاف مذکور ہے) وطی کرلے تو مختار وغیرہ کتب میں یہ حکم صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ از سر نو دوبارہ روزے رکھے، اور ابن ملک کا یہ کہنا کہ رات میں قصداً وطی کرے تو کفارہ کے لیے مضر ہے اور استیناف کا حکم ہے اور اگر رات میں سہواً وطی کرلے تو کفارہ کے لیے مضر نہیں ہے اور دوبارہ از سر نو روزہ رکھنے کا حکم نہیں ہے غلط ہے، بلکہ عمداً وطی کرے یا سہواً دونوں کفارہ کے لیے نقصان دہ ہے اور جن کتابوں میں رات کی وطی کے ساتھ عمداً کی قید مذکور ہے وہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔ (شامی: ۵/۱۴۱)

علامہ قہستانی کے قول کا خلاصہ

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحبؒ مفتاحی مفتی دارالعلوم دیوبند اور مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند علامہ قہستانی کے قول کا خلاصہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر شوہر اپنی اس عورت سے جس سے اس نے ظہار کیا ہے رات میں عمداً اس سے وطی کرے تو اس کو از سر نو دوبارہ روزہ رکھنا چاہئے چناں چہ نظم مبسوط ہدایہ، کافی، قدوری مضمرات اور تحفہ وغیرہ نامی کتاب میں اسی طرح مذکور ہے۔ (کشف الاسرار: ۳/۱۹۸)

علامہ ابن عابدین کا فیصلہ

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ اسبیجابی میں جو قول مذکور ہے وہ اس بات پر صریح ہے کہ رات میں وطی کرنا خواہ عمداً ہو خواہ سہواً حکم کے اندر دونوں یکساں ہیں لہٰذا اس کو اس قول پر مقدم رکھا جائے گا جو بطور مفہوم مخالف یہ سمجھا جارہا ہے کہ اگر رات میں عمداً وطی ہو تب استیناف کا حکم ہوگا ورنہ نہیں، اور مناسب نہیں ہے کہ عمد کی قید کو اتفاقی پر محمول کیا جائے جیسا کہ صاحب کفایہ اور اس کے متبعین نے کہا ہے۔ (شامی: ۵/۱۴۱)

کفارہ ظہار کی ادائے گی کے دوران اگر وطی کرلے تو کیا حکم ہے

کفارہ ظہار کی ادائے گی کے دوران عذر کی وجہ سے یا بلا کسی عذر مظاہر روزہ افطار کرے یا ظہار والی عورت سے دو ماہ کے اندر کبھی بھی وطی کرلے تو اس صورت میں دوبارہ روزہ رکھے اور اگر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کر رہا ہے اور درمیان

میں وطی کر لے تو اس صورت میں کھانا کھلانے کا استیناف نہیں ہے اس لیے کہ قرآن کریم کی آیت اطعام طعام کے متعلق مطلق ہے قبل الجماع اطعام طعام کا حکم نہیں ہے اور غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے کی صورت میں عدم مسیس اور قبل الجماع کی قید ہے، وطی چوں کہ مفسد صیام ہے لہٰذا از سر نو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔

غلام، مکاتب، اور محجور کے لیے کفارۂ ظہار کا حکم

غلام، مکاتب اور آزاد محجور شخص اگر بیوی سے ظہار کرے تو وہ صرف روزہ کے ذریعہ کفارہ ادا کرے گا یعنی غلام اگر چہ وہ مکاتب ہو، یا ایسا غلام ہو جس کے مالک نے کچھ حصہ آزاد کر دیا ہو اور بقیہ حصہ کو آزاد کرنے کے لیے اس سے سعی و مزدوری کراتا ہو، یا ایسا آزاد شخص جس کو اس کی حماقت و بیوقوفی کی وجہ سے حاکم نے تصرفات سے روک دیا ہو تو ان سب کے واسطے کفارۂ ظہار میں صرف روزہ رکھنا ہی واجب ہے غلام آزاد کرنا یا کھانا کھلانا واجب نہیں ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس مقام پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت کا یہ قانون اور امر مسلم ہے کہ غلام پر خواہ نعمت ہو یا سزا آزاد کے بمقابلہ نصف عائد ہوتی ہے لہٰذا کفارۂ ظہار میں بھی نصف سزا ایک ماہ کا روزہ رکھنا واجب ہونا چاہئے تھا حالاں کہ غلام پر بھی وہی کفارہ واجب ہے جو آزاد مرد پر واجب ہے یعنی تسلسل کے ساتھ دو ماہ کے روزے رکھنا، یہ تو عام قانون شریعت کے خلاف ہے؟

اس اشکال کا جواب صاحب کتاب یہ دیتے ہیں کہ کفارہ کو غلام کے حق میں نصف اس لیے نہیں کیا گیا ہے کہ اس میں عبادت کے معنی بھی پائے جاتے ہیں یعنی کفارۂ ظہار میں جہاں سزا کے معنی پائے جاتے ہیں وہیں عبادت کے معنی بھی پائے جاتے ہیں بلکہ عبادت کے معنی اس میں غالب ہے اس لیے کفارۂ ظہار میں تنصیف جائز نہیں ہے جس طرح کہ دیگر عبادات نماز، روزوں میں تنصیف جائز نہیں ہے۔

آقا کے لیے اپنے غلام کو کفارہ کے ادا کرنے سے روکنا جائز نہیں ہے

اور غلام کے آقا کو یہ اختیار نہیں ہے کہ غلام کو کفارہ ادا کرنے سے منع کرے کیوں کہ کفارے کی ادائے گی بھی منجملہ حقوق نکاح میں سے ہے، لہٰذا جب آقا نے غلام کو نکاح کرنے کی اجازت دیدی تو گویا اس نے اس کے حقوق اپنے اوپر لازم کرلیا ہے پھر آقا کفارہ ظہار کے ادا کرنے سے منع کیوں کر سکتا ہے۔

اگر آقا غلام کی طرف سے کھانا کھلادے تو کیا حکم ہے

اگر غلام کی طرف سے اس کا آقا کفارۂ ظہار میں اس کی طرف سے کوئی غلام آزاد کردے یا غلام کی طرف سے آقا کفارۂ

ظہار میں کھانا کھلادے تو اس سے غلام کا کفارہ ظہار ادا نہیں ہوگا اگر چہ غلام آقا سے اس کی فرمائش کی ہو، کیوں کہ غلام میں مالک بننے کی صلاحیت نہیں ہے اور اعتاق و اطعام بغیر ملکیت کے جائز نہیں ہے اس لیے کہ اگر آقا نے اس کی طرف سے غلام آزاد کر دیا یا کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا بلکہ غلام پر روزہ رکھنا واجب ہوگا۔

غلام محصر ہو جائے اور آقا اس کی طرف سے حرم شریف جانور بھیجے

غلام اپنے آقا کی اجازت سے حج بیت اللہ کے لیے جا رہا تھا اور اس نے حج کا احرام بھی باندھ لیا تھا مگر درمیان راہ میں کسی عذر شرعی کی وجہ سے محصر ہو گیا اور حج پر نہ جا سکا چناں چہ مولی اس کی طرف سے قربانی کا جانور حرم شریف بھیج دے تا کہ اس جانور کو حدود حرم میں ذبح کر کے اس کو صدقہ کر دیا جائے اور یہ حلال ہو جائے تو آقا کے لیے ایسا کرنا جائز ہے بعض نے کہا ہے کہ آقا کے لیے ایسا کرنا مستحب ہے اور بعض نے کہا واجب ہے۔

(حَرَّرَ عَبْدَيْنِ عَنْ ظِهَارَيْنِ) مِنْ امْرَأَةٍ أَوْ امْرَأَتَيْنِ (وَلَمْ يُعَيِّنْ) وَاحِدًا بِوَاحِدٍ (صَحَّ عَنْهُمَا، وَمِثْلُهُ) فِي الصِّحَّةِ (الصِّيَامُ) أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ (وَالْإِطْعَامُ) مِائَةً وَعِشْرِينَ فَقِيرًا لِاتِّحَادِ الْجِنْسِ، بِخِلَافِ اخْتِلَافِهِ، إلَّا أَنْ يَنْوِيَ بِكُلٍّ كُلًّا فَيَصِحُّ (وَإِنْ حَرَّرَ عَنْهُمَا رَقَبَةً) وَاحِدَةً (أَوْ صَامَ) عَنْهُمَا (شَهْرَيْنِ صَحَّ عَنْ وَاحِدٍ) بِتَعْيِينِهِ، وَلَهُ وَطْءُ الَّتِي كَفَّرَ عَنْهَا دُونَ الْأُخْرَى (وَعَنْ ظِهَارٍ وَقَتْلٍ لَا) يَصِحُّ لِمَا مَرَّ، مَا لَمْ يُحَرِّرْ كَافِرَةً فَتَصِحُّ عَنْ الظِّهَارِ اسْتِحْسَانًا لِعَدَمِ صَلَاحِيَتِهَا لِلْقَتْلِ. (أَطْعَمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا كُلًّا صَاعًا) بِدَفْعَةٍ وَاحِدَةٍ (عَنْ ظِهَارَيْنِ) كَمَا مَرَّ (صَحَّ عَنْ وَاحِدٍ) كَذَا فِي نُسَخِ الشَّرْحِ وَنُسَخِ الْمَتْنِ لَمْ يَصِحَّ: أَيْ عَنْهُمَا، خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ وَرَجَّحَهُ الْكَمَالُ (وَعَنْ إفْطَارٍ وَظِهَارٍ صَحَّ) عَنْهُمَا اتِّفَاقًا وَالْأَصْلُ أَنَّ نِيَّةَ التَّعْيِينِ فِي الْجِنْسِ الْمُتَّحِدِ سَبَبُهُ لَغْوٌ، وَفِي الْمُخْتَلِفِ سَبَبُهُ مُفِيدٌ. –

مظاہر کفارہ صوم سے بالکل عاجز ہو جائے تو کیا حکم

اگر مظاہر شخص اس قدر بیمار ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا ہے اور ایسی بیماری میں مبتلا ہے کہ اس سے ٹھیک ہونے کی امید بالکل نہیں ہے یا مظاہر شخص اس قدر بوڑھا ہو چکا ہے کہ اب طاقت واپس آنے کی توقع نہیں رہی، تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یعنی ساٹھ مسکینوں کو کھانے کا مالک بنا دے خواہ یہ تملیک حکماً ہی کیوں نہ ہو، اور حکماً کا مطلب یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کا کھانا ایک ہی مسکین کو کھلا دے بایں طور کہ ایک خوراک روزانہ ایک مسکین کو کھلاتا رہے اور ساٹھ دنوں تک یہی معمول رہے تو بھی جائز ہے۔

غیر مراہق کا کھانا کھلانا

ایسا نابالغ بچہ جو ابھی تک سن بلوغ کو نہیں پہنچا ہے اس کے لیے کفارہ کا کھانا کھلانا جائز نہیں ہے جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے۔

مسئلہ: کفارے کا کھانا صغیر کو کھلانا بطریق تملیک جائز ہے اباحت کے طور پر جائز نہیں ہے اور منح الغفار میں ہے کہ مظاہر نے مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے مدعو کیا ان میں ایک بالکل چھوٹا بچہ ہے جو ابھی ابھی ماں کا دودھ چھوڑا ہے اور کامل طور پر کھانا نہیں کھا سکتا ہے تو یہ اطعام کفارہ کی طرف سے کافی نہیں ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۱۴۳)

تملیک طعام کتنا کیا جائے اور کن کن لوگوں کو کیا جائے

اگر مظاہر کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہے یا خشک اناج دیتا ہے تو ہر مسکین کو اسی قدر غلہ دے جتنا صدقۃ الفطر میں غلہ دیا جاتا ہے مثلاً گندم دے رہا ہے تو نصف صاع گندم دے، اور اگر گندم کے علاوہ جو، جوار، یا چنا وغیرہ دینا چاہتا ہے تو پورا ایک صاع ادا کرے اور کفارہ کے طعام کا مصرف بھی وہی ہے جو صدقۃ الفطر کا مصرف ہے یا اس کی قیمت کے اعتبار سے غیر منصوص میں کفارہ ادا کرے یعنی اگر گیہوں، کھجور اور جو کے علاوہ دوسرے اناج کے ذریعہ کفارہ ادا کرے تو اس صورت میں قیمت کا اعتبار ہے لہٰذا اگر چوتھائی صاع چاول کی قیمت نصف صاع گندم کی قیمت کے برابر ہے تو اس کو کفارہ میں دینا جائز ہے یا مثلاً دو صاع باجرا ایک صاع کی قیمت کے برابر ہے یا نصف صاع کھجور کے برابر ہے تو جائز ہے اس لیے کہ حضرت مصنفؒ نے فطرہ پر قیمت کو معطوف کیا ہے، جو معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت کا متقاضی ہے لہٰذا اگر چوتھائی صاع گیہوں مساوی ہو نصف صاع کھجور کے تو جائز نہ ہوگا اس لیے قیمت کا اعتبار صرف ان اناجوں میں ہے جو منصوص نہیں ہیں کھجور اور گیہوں دونوں منصوص ہیں لہٰذا ان میں قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

دوپہر اور شام کو کھانا کھلانا

کفارہ ادا کرنے والا شخص اگر مسکینوں کو کھانے کا مالک بنانا نہیں چاہتا ہے بلکہ از خود کھلانے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ دوپہر اور شام کا کھانا کھلائے اور یہ بھی جائز ہے کہ دوپہر کے وقت کا کھانا کھلا دے اور شام کے وقت کھانے کی قیمت ادا کردے یا اس کے برعکس کردے یعنی دوپہر کے وقت کھانے کی قیمت دیدے اور شام کے وقت کھانا کھلا دے، اور تیسری شکل یہ ہے کہ دو دن صبح کے وقت کھلا دے اور دو دن شام کے وقت کھلا دے اور چوتھی شکل یہ ہے کہ شام کے وقت اور سحر کے وقت کھانا کھلائے تو یہ بھی درست ہے، اور ان مسکینوں کو پیٹ بھر کے کھلائے خوب آسودہ کرے شرط آسودہ کرنا ہے خواہ جو کھانا کھایا ہے اس کی مقدار کم ہی کیوں نہ ہو، اور اگر مسکینوں میں سے کوئی مسکین طعام کفارہ کے کھانے سے پہلے ہی آسودہ ہے اور اس کو کھانا کھلایا یا صبی غیر مراہق کو کھلایا تو اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔ (شامی: ۵/ ۱۴۵)

کھانے میں سالن کی ضرورت

اگر مظاہر کھانے میں جوار یا جو کی روٹی کا انتظام کیا ہے تو اس کے ساتھ سالن کا ہونا بھی ضروری ہے لیکن اگر کھانے میں

گندم کی روٹی ہے تو اس صورت میں اس کو اختیار ہے چاہے سالن کا انتظام کرے چاہے انتظام نہ کرے لیکن مستحب ہے کہ سالن کا انتظام کر دے تا کہ خوب اچھی طرح آسودہ ہو کر کھائے۔

تملیک طعام اور اباحت طعام میں فرق

تملیک طعام میں محتاج اس کھانے کا کلی طور پر مالک ہوتا ہے اور اس کو اختیار ہوتا ہے کہ جو چاہے اس میں تصرف کرے خود کھائے یا دوسرے کو کھلا دے، یا کسی کے ہاتھ فرخت کر دے مگر اباحت طعام میں محتاج کو صرف اس کھانے کے استعمال کرنے کا حق ہوتا ہے لیکن وہ اس کھانے کا مالک نہیں ہوتا ہے نہ اس میں کوئی تصرف کر سکتا ہے نہ دوسرے کو دے سکتا ہے نہ فروخت کر سکتا ہے نیز اباحت طعام میں کھانے کی کوئی حد مقرر نہیں ہوتی ہے نصف صاع میں پیٹ بھر جائے یا اس سے بھی کم میں مگر تملیک کی صورت میں نصف صاع گندم سے کم دینا جائز نہیں ہے۔

کفارے ظہار کا کھانا اگر ایک ہی مسکین کو کھلا دے تو کیا حکم ہے

اگر کوئی مظاہر شخص کفارہ ظہار کا کھانا ساٹھ روز صرف ایک ہی مسکین کو کھلا دے تو جائز ہے اس لیے کہ روزانہ کے اعتبار سے نئی نئی حاجت وضرورت بدلتی رہتی ہے ہر دن کھانے کی نئی حاجت ہوتی ہے لہٰذا یہ حکما ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اور ولو حکما کے تحت اس کا ذکر سابق میں گزر چکا ہے۔

اگر ساٹھ مسکینوں کا پورا کھانا یا غلہ ایک مسکین کو ایک ہی دن دیدیا جائے تو کیا حکم ہے

اور اگر کسی نے ساٹھ مسکینوں کا پورا کھانا یا غلہ ایک ہی مسکین کو ایک ہی دن دیدیا اور اس کے واسطے مباح کر دیا تو یہ صرف ایک دن کی جانب سے کفایت کرے گا اور بالاتفاق صرف اسی ایک دن کا کفارہ ادا ہوگا انسٹھ دن کا کفارہ اس کے ذمہ باقی رہے گا اور اسی طرح اگر اسی ایک محتاج کو ایک دن میں متعدد بار کر کے دیا تو بھی وہی حکم ہے کہ صرف ایک دن کا کفارہ شمار ہوگا اصح قول یہی ہے بقیہ ایام کے کفارہ اس کے ذمہ واجب ہوں گے، اس کو علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کیوں کہ اس صورت میں تعدد حاجت حقیقتاً اور حکماً دونوں اعتبار سے مفقود ہے۔

مظاہر کسی دوسرے کو کھانا کھلانے کی ذمہ داری دیدے تو کیا حکم ہے

مظاہر نے خود کھانا کھلانے کے بجائے کسی دوسرے کو حکم دیدیا کہ وہ اس کی طرف سے کفارۂ ظہار کا طعام ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے اس شخص نے مظاہر کے حکم کے مطابق ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیا تو اس صورت میں کفارہ ادا ہو جائے گا اور ایسا کرنا درست ہے اب یہاں ایک سوال یہ ہے کہ وہ غیر آدمی جس نے اس کے حکم سے کھانا کھلایا ہے مظاہر سے کھانا یا اس کی قیمت

وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مظاہر نے شروع ہی میں کہہ دیا تھا کہ تم میری طرف سے کھانا کھلا دو اور مجھ سے کھانا یا اس کی قیمت لے لینا تو اس صورت میں واپس لے سکتا ہے اور اگر حکم دیتے وقت خاموش رہا تو قرض کے سلسلہ میں بالاتفاق واپس لے سکتا ہے لیکن کفارہ اور زکوۃ کی صورت میں مذہب کے قول کے مطابق واپس نہیں لے سکتا ہے۔

اباحت طعام کے صحیح ہونے کی شرط

جس طرح کہ تمام کفاروں خواہ وہ کفارہ ظہار ہو یا کفارہ قسم ہو یا کفارہ افطار وغیرہ ہر ایک میں مسکین کے لیے کھانے کو مباح کر دینا جائز ہے بشرطیکہ اس کا پیٹ بھر جائے، یعنی آسودہ ہونے کی شرط کے ساتھ اباحت طعام جائز ہے، البتہ کفارۂ قتل میں اگر مسکین کے لیے کھانے کو مباح کر دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے کیوں کہ کفارہ قتل میں کھانا کھلانے کا کوئی کفارہ ہی نہیں ہے اس میں دیت واجب ہوتی ہے یا قصاص واجب ہوتا ہے البتہ روزہ کے فدیہ میں اسی طرح حج میں کوئی جنایت سرزد ہو جائے اور اس کی وجہ سے کھانا کھلانا واجب ہو جائے تو اگر اس میں طعام کو ضرورت مندوں اور محتاجوں کے لیے مباح قرار دیدیا جائے تو جائز ہے مگر آسودہ کرنے کی شرط اس میں بھی نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر حاجی بحالت احرام اپنا سر مونڈ لیا یا کوئی دوسرا ممنوع کام کر لیا تو اس جنایت کے بدلہ چاہے بکری ذبح کردے، چاہے نصف صاع گندم کسی محتاج کو دیدے یا پھر اس کو آسودہ کر کے کھانا کھلا دے یا تین دن کا روزہ رکھ لے۔

اباحت اور تملیک جمع کرنے کا حکم

کفارۂ ظہار کفارۂ یمین اور کفارۂ افطار میں اباحت اور تملیک دونوں جمع کرنا جائز ہے یعنی ایک وقت کھانا کھلا دے اور دوسرے وقت کھانے کی قیمت ادا کر دے یا تیس مسکینوں کو کھانا کھلا دے، اور بقیہ تیس مسکینوں کو نصف صاع گندم کے اعتبار سے ان کو مالک بنادے البتہ صدقۃ الفطر مال زکوۃ اور عشر میں جو مال فقراء کو دینا چاہتا ہے اس میں اباحت جائز نہیں ہے بلکہ تملیک ضروری ہے۔

اباحت و تملیک کے جمع کرنے اور نہ کرنے کے متعلق ایک ضابطہ

سوال: وہ کون سے صدقات ہیں جن میں اباحت اور تملیک دونوں جائز ہیں اور کون سے صدقات ایسے ہیں جن میں اباحت و تملیک دونوں جائز نہیں ہیں؟ اس کے متعلق کوئی اصول وضابطہ شرعی ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں حضرت شارح علیہ الرحمہ ایک ضابطہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ہر وہ صدقات جن کی ابتداء اطعام اور طعام سے کی گئی ہے ان میں اباحت جائز ہے اور جن کی ابتداء لفظ ایتاء اور لفظ ادا سے کی گئی ہے اس میں تملیک شرط ہے اباحت سے

کفارہ ادا نہیں ہوگا لہٰذا اس ضابطہ کی روشنی میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ کفارۂ ظہار کفارۂ یمین، کفارۂ افطار اور کفارۂ صید میں قرآن شریف میں لفظ اطعام اور لفظ طعام سے ذکر آیا ہے اور اطعام کے معنی محتاجوں کو کھانے پر قدرت دینا ہے خواہ اباحت کے ذریعہ ہو خواہ مالک بنا دینے کے ذریعہ ہو زکوۃ اور صدقۃ الفطر میں ایتاء اور ادا کا لفظ آیا ہے لہٰذا اس میں تملیک شرط ہے اباحت کافی نہیں ہے۔

[فُرُوعٌ] الْمُعْتَبَرُ فِي الْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ وَقْتُ التَّكْفِيرِ، أَطْعَمَ مِائَةً وَعِشْرِينَ لَمْ يَجْزِ إِلَّا عَنْ نِصْفِ الْإِطْعَامِ، فَيُعِيدُ عَلَى سِتِّينَ مِنْهُمْ غَدَاءً، أَوْ عَشَاءً وَلَوْ فِي يَوْمٍ آخَرَ لِلُزُومِ الْعَدَدِ مَعَ الْمِقْدَارِ، وَلَمْ يَجْزِ إِطْعَامُ فَطِيمٍ وَلَا شَبْعَانَ.

بغیر متعین کئے دو غلام دو کفاروں میں ادا کرنے کا حکم

اگر کوئی مظاہر شخص ایک عورت یا دو عورتوں کی جانب سے دو کفارۂ ظہار کی طرف سے دو غلام آزاد کر دئے تو درست ہے خواہ دونوں کفارے ایک ہی عورت پر واجب تھے یا دو عورت پر ایک ایک کفارہ واجب تھا خواہ آزاد کرنے والے نے متعین کیا تھا یا متعین نہیں کیا تھا دونوں کی طرف سے کفارہ ادا ہو جائے گا

دو کفاروں کے لیے لاعلی التعیین چار ماہ کے روزے رکھنا

اسی طرح کسی شخص پر دو کفارے ظہار کے واجب تھے اس نے کفارات کو متعین کئے بغیر چار ماہ کے روزے رکھ لیے تو دونوں کفارہ کی طرف سے درست ہو جائے گا اسی طرح اگر دونوں کفاروں کو متعین کئے بغیر ایک سو بیس فقیروں کو کھانا کھلا دیا تو بھی جائز ہے دونوں کفاروں کی جنس ایک ہونے کی وجہ سے لاعلی التعیین بھی درست ہے۔

دو مختلف الجنس کفاروں کی طرف دو غلاموں کو آزاد کرنا

بخلاف اس صورت کے کہ جب دو مختلف الجنس کفارات واجب ہوں مثلاً ایک شخص پر کفارۂ ظہار، کفارۂ یمین اور کفارۂ قتل واجب تھا اس نے متعین کئے بغیر تین غلام کفارے کی طرف سے آزاد کر دئے تو اس سے کفارہ کی ادائے گی درست نہیں ہوگی جب تک کہ ہر ایک غلام کو متعین کر کے متعین کفارہ میں آزاد نہ کرے مثلاً فلاں غلام کو میں نے کفارۂ ظہار کے بدلہ میں آزاد کیا اور فلاں کو کفارۂ یمین کے بدلہ میں اور فلاں کو کفارۂ قتل میں تب درست ہوگا۔

دو کفاروں میں صرف ایک غلام آزاد کرنا

ایک شخص پر کفارۂ ظہار دو واجب ہیں اس نے دونوں کفاروں کی طرف سے صرف ایک غلام کو آزاد کیا یا دونوں کفاروں کی طرف سے صرف دو ماہ کے روزے رکھے، تو اس صورت میں صرف ایک کی جانب سے کفارہ صحیح ہوگا اور کفارہ دینے والا اس

ایک کو خود متعین کرے گا اور جس عورت کو متعین کرے گا اس سے وطی کرنا اس کے لیے جائز ہوگا نہ کہ دوسری عورت سے، اس کے ساتھ جماع جائز نہ ہوگا۔

اور اگر ایک غلام کو کفارہ ظہار اور کفارہ قتل کی جانب سے آزاد کیا تو صحیح نہیں ہوگا جیسا کہ اس سے پہلے بھی گزر چکا ہے یعنی یہ اعتاق کفارۂ قتل اور کفارۂ ظہار میں سے کسی کی طرف سے بھی نہ ہوگا جب تک کہ کافر غلام کو آزاد نہ کرے اور کافر غلام کو آزاد کر دے گا تو پھر یہ اعتاق کفارۂ ظہار کے لیے متعین ہو جائے گا استحساناً، اس لیے کفارۂ قتل میں کافر غلام آزاد کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ مومن غلام آزاد کرنا شرط ہے اور اس نے کافر غلام آزاد کیا جس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ یہ اعتاق کفارۂ ظہار کی طرف سے ہوا ہے۔

دو ظہاروں کا کفارہ ایک ہی فقیر کو ایک ہی مرتبہ میں دینا

اگر کسی شخص کے اوپر دو ظہار کفارہ واجب تھا اس نے ساٹھ مسکینوں کو ایک ایک صاع کے حساب کے گیہوں ایک ہی مرتبہ دونوں ظہار کی طرف سے دیدیا خواہ اس نے دونوں ظہار ایک عورت سے کر رکھے تھے یا دو مختلف عورتوں سے کر رکھے تھے صرف ایک ایک ظہار کی طرف سے کفارہ ادا ہوگا، جیسا کہ نسخ الشرح میں ہے اور متن کے دوسرے نسخہ میں لم یصح کا لفظ مذکور ہے اور اگر لم یصح کو مانا جائے تو اس صورت میں عبارت کی توضیح اس طرح سے کی جائے گی کہ ہر محتاج کو پورا ایک ایک صاع گیہوں کا دینا دو ظہاروں کی طرف سے درست نہیں ہے بلکہ صرف ایک ظہار کی طرف سے صحیح ہوگا، اس بارے میں حضرت امام محمد کا اختلاف ہے ان کے نزدیک مذکورہ بالا صورت میں کفارہ کی ادائے گی دونوں ظہاروں کی طرف سے درست ہے چناں چہ فتح القدیر میں ہے علامہ کمال الدین ابن الھمام نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

بدفعة واحدة کی قید کا فائدہ

شارح نے یہاں بدفعة واحدة کی قید لگائی ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو گیہوں ایک ہی دفعہ دیدیا ہے اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مسکینوں کو ایک دفعہ میں دینے کے بجائے دو مرتبہ میں یا متعدد مرتبہ میں ادا کیا ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے بالاتفاق تمام حضرات کے نزدیک دونوں کفارات کی طرف سے ادائے گی درست ہو جائے گی اختلاف صرف ایک ہی مرتبہ میں دینے میں ہے۔ (شامی: ۵/ ۱۴۷)

مسئلہ: دونوں کفاروں کی جانب سے گیہوں ایک دن میں دو مرتبہ نہ دے بلکہ دو دن میں الگ الگ کر کے ادا کرے یعنی پہلے دن نصف صاع گیہوں پھر دوسرے دن نصف صاع کے حساب سے محتاجوں کو ادا کرے۔

کفارۂ افطار اور کفارۂ ظہار میں ایک ہی دفعہ دینا

اور اگر کفارۂ افطار، اور کفارۂ ظہار دو مختلف کفاروں کی جانب سے ساٹھ مساکین میں سے ہر ایک کو ایک ایک صاع

گیہوں ایک ہی مرتبہ میں دیدیا تو اس سے بالاتفاق کفارہ ادا ہو جائے گا اور اس طرح سے ادا کرنا حضرات شیخین، اور امام کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے

ایک اصول

یہاں ایک قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس جنس میں سبب ایک اور متحد ہوں اس میں تعیین کی نیت کرنا لغو ہے اور تعیین کی نیت سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور جس جنس میں سبب مختلف ہو اس میں تعیین کی نیت کرنا مفید اور فائدہ مند ہے خلاصہ یہ ہے کہ اتحاد جنس سے مراد اتحاد سبب ہے اور اختلاف جنس سے مراد سبب کا اختلاف ہے لہٰذا ظہار کے دو کفارے متحد الجنس کہلائیں گے کیوں کہ ان کا سبب ایک ہی ہے یعنی ظہار، لہٰذا اس میں تعیین کی نیت لغو ہوگی اور مطلق نیت باقی رہ جائے گی اب مظاہر کو اختیار ہوگا کہ جس ظہار کے لیے چاہے متعین کرلے، اور کفارہ ظہار اور کفارہ افطار دونوں مختلف الجنس ہیں کیوں کہ دونوں کا سبب الگ الگ ہے ایک کا سبب ظہار ہے اور دوسرے کا سبب روزہ توڑنا ہے لہٰذا ان کے کفارہ کے ادا کرنے میں تعیین نیت بیکار نہیں ہے بلکہ مفید ہے لہٰذا دونوں کی طرف سے صحیح ہو جائیں گے۔

اضافہ شدہ مسائل کا بیان

شارحؒ فرماتے ہیں کہ آدمی کے امیر و غریب ہونے میں کفارہ دینے کا اعتبار کفارہ ادا کرنے کے وقت ہے وجوب کفارہ کے وقت کا اعتبار نہیں ہے چناں چہ ایک شخص پر جب کفارہ واجب ہوا تھا امیر تھا اور جب کفارہ ادا کرنے کا ارادہ کیا تو غریب ہو گیا تو ایسی صورت میں غربت کا اعتبار کرکے اس پر کفارہ واجب کیا جائے گا یعنی اس کے لیے روزہ رکھ لینا کافی ہوگا، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو پھر روزہ کافی نہیں ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۱۴۸)

ایک دن میں ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلانا

اگر کسی نے ایک دن میں ایک سو بیس مساکین کو کفارہ ادا کرنے کی نیت سے کھانا کھلا دیا تو صرف نصف اطعام کے لیے کفایت کرے گا اس کو ساٹھ مسکینوں کو ایک وقت کا کھانا مزید کھلانا پڑے گا، ہاں اس کو اتنا اختیار ہوگا کہ چاہے تو شام کا کھانا کھلائے چاہے تو دوپہر کا کھانا کھلائے چاہے اسی دن کھلائے یا دوسرے دن کھلائے، جب مزید ایک وقت کا کھانا مسکینوں کو کھلائے گا تب کفارہ اطعام پورا ہوگا، اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ اباحت کی صورت میں تعداد بھی لازم ہے اور دونوں وقت کی قید بھی لازم اور ضروری ہے یعنی ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا ضروری ہے تب کفارہ ادا ہوگا لہٰذا مذکورہ بالا صورت میں جب اس نے ۱۲۰ مسکینوں کو کھانا کھلایا ہے تو اس کے ضمن میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا بھی شامل ہوگا مگر دو وقت نہیں پایا گیا اس لیے ساٹھ مسکینوں کو مزید ایک وقت کھانا کھلانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

صبی فطیم اور شکم سیر شدہ کو کفارہ کا کھانا کھلانے کا حکم

اگر مظاہر اپنے ظہار کا کفارۂ اطعام طعام کے ذریعہ ادا کر رہا ہے تو ایسے بچہ کو کفارۂ ظہار کا کھانا کھلانا جو ابھی حال ہی میں دودھ پینا بند کیا ہو، جائز نہیں ہے اسی طرح ایسے آدمی کو بھی کفارہ کا کھانا کھلانا جائز نہیں ہے جس کا پیٹ پہلے سے بھرا ہوا اور خوب شکم سیر ہو۔

بَابُ اللِّعَانِ

اس باب میں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ لعان کے مسائل اور اس کے احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے یعنی اگر شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور کوئی شرعی شہادت موجود نہ ہو بیوی بالکل انکار کرے تو اس صورت میں شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے اور اس کے متعلق کیا مسائل واحکام ہیں؟ ان سب کو باب میں بیان کریں گے۔

هُوَ لُغَةً مَصْدَرُ لَاعَنَ كَقَاتَلَ، مِنَ اللَّعْنِ: وَهُوَ الطَّرْدُ وَالْإِبْعَادُ، سُمِّيَ بِهِ لَا بِالْغَضَبِ لِلَعْنِهِ نَفْسَهُ قَبْلَهَا وَالسَّبْقُ مِنْ أَسْبَابِ التَّرْجِيحِ. وَشَرْعًا (شَهَادَاتٌ) أَرْبَعَةٌ كَشُهُودِ الزِّنَا (مُؤَكَّدَاتٌ بِالْأَيْمَانِ مَقْرُونَةٌ شَهَادَتُهُ) بِاللَّعْنِ وَشَهَادَتُهَا بِالْغَضَبِ لِأَنَّهُنَّ يُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، فَكَانَ الْغَضَبُ أَرْدَعَ لَهَا (قَائِمَةٌ) شَهَادَاتُهُ (مَقَامَ حَدِّ الْقَذْفِ فِي حَقِّهِ وَ) شَهَادَاتُهَا (مَقَامَ حَدِّ الزِّنَا فِي حَقِّهَا) أَيْ إِذَا تَلَاعَنَا سَقَطَ عَنْهُ حَدُّ الْقَذْفِ وَعَنْهَا حَدُّ الزِّنَا. لِأَنَّ الِاسْتِشْهَادَ بِاللَّهِ مُهْلِكٌ كَالْحَدِّ بَلْ أَشَدُّ. (وَشَرْطُهُ قِيَامُ الزَّوْجِيَّةِ وَكَوْنُ النِّكَاحِ صَحِيحًا) لَا فَاسِدًا، . (وَسَبَبُهُ قَذْفُ الرَّجُلِ زَوْجَتَهُ قَذْفًا يُوجِبُ الْحَدَّ فِي الْأَجْنَبِيَّةِ) خُصَّتْ بِذَلِكَ لِأَنَّهَا هِيَ الْمَقْذُوفَةُ فَتَتِمُّ لَهَا شُرُوطُ الْإِحْصَانِ. وَرُكْنُهُ شَهَادَاتٌ مُؤَكَّدَاتٌ بِالْيَمِينِ وَاللَّعْنِ. .

لعان کی لغوی اور شرعی تعریف

لفظ لعان لغت میں لاعن فعل ماضی کا مصدر ہے جیسے کہ قاتل اور اللعن سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں چھینک دینا، دور کر دینا اور اس کا نام لعان رکھا گیا ہے نہ کہ غضب، اس لیے کہ مرد اپنے آپ کو عورت سے دور کر لیتا ہے، اور سبقت دراصل اسباب ترجیح میں سے ہے۔

اور شریعت کی اصطلاح میں لعان کہتے ہیں کہ زنا کے گواہ کی طرح چار ایسے گواہ کا ہونا جو قسموں کے ساتھ مؤکد ہوں اور مرد کی شہادت لعنت کے ساتھ اور عورت کی شہادت غضب کے ساتھ ہو، اس لیے کہ عورت تو بکثرت لعنت کرتی رہتی ہے پس لفظ غضب ان کے حق میں زیادہ خوف دلانے والا اور ڈرانے والا ہوگا، اس لیے عورت غضب کے لفظ کے ساتھ قسم کھائے گی اور مرد لعنت کے لفظ کے ساتھ لعان کرے۔

لعان میں مرد کی گواہی حد کے قائم مقام ہوتی ہے

لعان میں مرد کی شہادت حد قذف کے قائم مقام ہوتی ہے یعنی عورت پر تہمت لگانے کی سزا مرد کو یہ دی گئی ہے کہ وہ چار گواہیاں پیش کرے، اور چار مرتبہ قسمیں کھائے، اور لعان عورت کی شہادت حد زنا کے قائم ہوتی ہے، اس کے حق میں، جب زوجین آپس میں لعان کرلیں تو مرد سے حد قذف اور عورت سے حد زنا ساقط ہوجاتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالی کو کسی جھوٹ شئی پر گواہ بنانا نہایت خطرناک ہے جس طرح حد خطرناک ہے بلکہ استشہاد باللہ تو حد سے بھی زیادہ مہلک اور خطرناک ہے (اس لیے کہ حد تو دنیاوی ہلاکت وتباہی کا سبب ہے اور اللہ تعالی کے نام کے ساتھ جھوٹی بات پر قسم کھانے پر جرأت کرنا اخروی تباہی وبربادی کا ذریعہ ہے قرآن میں ارشاد ربانی ہے ولعذاب الآخرۃ اشد (طہ) اور یقیناً آخرت کا عذاب تو بہت ہی زیادہ سخت ہے۔ (شامی: ۵/۱۴۹)

حکم لعان کے نزول کا سبب

حضرت ہلال ابن امیہؓ نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور رسول اکرم ﷺ سے اس کی شکایت فرمائی تو آپ نے گواہوں کا مطالبہ فرمایا لیکن حضرت ہلال ابن امیہؓ کوئی گواہ پیش نہ کرسکے ادھر عورت بڑی شدومد کے ساتھ اس الزام کو دفع کر ہی تھی نوبت یہاں تک پہنچی کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ہلال ابن امیہ سے فرمایا کہ گواہ پیش کرو ورنہ کوڑا کھانے کے لیے تیار ہوجاؤ بالآخر اللہ تعالی نے اس معاملہ کو حل فرمایا اور سورۂ نور کی یہ آیت نازل فرمائی: وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (سورۃ النور رقم ۶ تا ۹) یعنی جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائے اور ان کے اس دعوے کے ثبوت پر کوئی گواہ موجود نہ ہو سوائے اپنی ذات کے، تو ان کو چار مرتبہ قسم کھانا ہے کہ بخدا میں اپنے دعویٰ میں سچا ہوں اور پانچوی مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں اپنے اس قول میں جھوٹا ہوں، اسی طرح عورت بھی چار قسمیں اللہ تعالی کو حاضر وناضر جان کر کھائے گی کہ اپنے قول میں سچی ہے، اور اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یوں کہے گی اگر شوہر اپنے قول میں سچا ہو تو میرے اوپر اللہ کی لعنت ہو۔

لعان کے واقع ہونے کی شرطیں

زوجین آپس میں لعان اسی وقت کرسکتے ہیں جب ان میں رشتہ زوجیت قائم ہو اور نکاح صحیح ہوا ہو، چنانچہ اگر شرعی نکاح نہ ہوا ہو بلکہ فاسد ہوا ہو، یا نکاح کے بعد بیوی کو طلاق دیدی پھر اس پر تہمت لگائی تو لعان نہ کیا جائے گا پس معلوم ہوا کہ لعان کی

شرط قیام زوجیت، اور نکاح صحیح کا پایا جانا ہے۔

لعان کا سبب

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ لعان کا سبب مرد کا اپنی بیوی پر تہمت لگانا ہے اور تہمت بھی ایسی ہو کہ اگر کسی اجنبیہ پر اس طرح کی تہمت لگاتا تو اس پر حد قذف ہو جاتی ہے یعنی عورت مسلمان ہو، آزاد ہو، پاک دامن ہو، یعنی عفیفہ ہو، نیز شوہر کے پاس اپنے دعوی کے ثبوت پر کوئی گواہ بھی موجود نہ ہو اور عورت کو مذکورہ شرائط کے ساتھ اس لیے خاص کیا گیا ہے کیوں کہ تہمت اس پر لگائی گئی ہے لہٰذا احصان کی شرطیں اسی پر پوری ہونی چاہئیں۔

لعان کے ارکان

اور لعان کے ارکان ایسی شہادات ہیں جو یمین اور لعان کے ساتھ مؤکد و متصل ہوں، یعنی شوہر کا چار مرتبہ ان الفاظ کے ساتھ قسم کھانا کہ اشهد بالله انی لمن الصادقین فیما رمیتها به من الزنا، بخدا میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میں اپنے اس قول میں سچا ہوں جو میں نے زنا کے بارے میں اس پر تہمت لگائی ہے اور پانچویں مرتبہ اس طرح کہے لعنة الله علیه ان کان من الکاذبین فیما رماها به من الزنا مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں اپنے اس قول میں جھوٹا ہوں جو عورت کے بارے میں کہہ رہا ہوں، اسی طرح عورت بھی قسم کھائے گی اور پانچویں مرتبہ لعنت کے لفظ کے بجائے غضب کا لفظ بولے گی۔ (عالم گیری: ۱/۵۲۶، ہدایہ: ۲/۴۱۸)

(وَحُكْمُهُ حُرْمَةُ الْوَطْءِ وَالِاسْتِمْتَاعِ بَعْدَ التَّلَاعُنِ وَلَوْ قَبْلَ التَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا) لِحَدِيثِ «الْمُتَلَاعِنَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا» . (وَأَهْلُهُ مَنْ هُوَ أَهْلٌ لِلشَّهَادَةِ) عَلَى الْمُسْلِمِ -. (فَمَنْ قَذَفَ) بِصَرِيحِ الزِّنَا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ (زَوْجَتَهُ) الْحَيَّةَ بِنِكَاحٍ صَحِيحٍ - وَلَوْ فِي عِدَّةِ الرَّجْعِيِّ - الْعَفِيفَةَ عَنْ فِعْلِ الزِّنَا وَتُهْمَتِهِ، بِأَنْ لَمْ تُوطَأْ حَرَامًا وَلَوْ مَرَّةً بِشُبْهَةٍ، وَلَا بِنِكَاحٍ فَاسِدٍ وَلَا لَهَا وَلَدٌ بِلَا أَبٍ (وَصَلَحَا لِأَدَاءِ الشَّهَادَةِ) عَلَى الْمُسْلِمِ، فَخَرَجَ نَحْوُ قِنٍّ وَصَغِيرٍ، وَدَخَلَ الْأَعْمَى وَالْفَاسِقُ لِأَنَّهُمَا مِنْ أَهْلِ الْأَدَاءِ (أَوْ) مَنْ (نَفَى نَسَبَ الْوَلَدِ) مِنْهُ، أَوْ مِنْ غَيْرِهِ (وَطَالَبَتْهُ) -أَوْ طَالَبَهُ الْوَلَدُ الْمَنْفِيُّ (بِهِ) أَيْ بِمُوجَبِ الْقَذْفِ وَهُوَ الْحَدُّ عِنْدَ الْقَاضِي وَلَوْ بَعْدَ الْعَفْوِ، أَوْ التَّقَادُمِ، فَإِنَّ تَقَادُمَ الزَّمَانِ لَا يُبْطِلُ الْحَقَّ فِي قَذْفٍ وَقِصَاصٍ وَحُقُوقِ عِبَادٍ جَوْهَرَةٌ. وَالْأَفْضَلُ لَهَا السَّتْرُ، وَلِلْحَاكِمِ أَنْ يَأْمُرَهَا بِهِ (لَاعَنَ) خَبَرٌ لِمَنْ: أَيْ إنْ أَقَرَّ بِقَذْفِهِ، أَوْ ثَبَتَ قَذْفُهُ بِالْبَيِّنَةِ. فَلَوْ أَنْكَرَ وَلَا بَيِّنَةَ لَهَا لَمْ يُسْتَحْلَفْ وَسَقَطَ اللِّعَانُ (فَإِنْ أَبَى حُبِسَ حَتَّى يُلَاعِنَ، أَوْ يُكَذِّبَ نَفْسَهُ فَيُحَدَّ) لِلْقَذْفِ (فَإِنْ لَاعَنَ لَاعَنَتْ) بَعْدَهُ لِأَنَّهُ الْمُدَّعِي، فَلَوْ بَدَأَ بِلِعَانِهَا أَعَادَتْ، فَلَوْ فَرَّقَ قَبْلَ الْإِعَادَةِ صَحَّ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ اخْتِيَارٌ (وَإِلَّا حُبِسَتْ) حَتَّى تُلَاعِنَ أَوْ تُصَدِّقَهُ (فَيَنْدَفِعُ بِهِ اللِّعَانُ، وَلَا تُحَدُّ)

. وَإِنْ صَدَّقَتْهُ أَرْبَعًا لِأَنَّهُ لَيْسَ بِإِقْرَارٍ قَصْدًا، وَلَا يَنْتَفِي النَّسَبُ لِأَنَّهُ حَقُّ الْوَلَدِ فَلَا يُصَدَّقَانِ فِي إِبْطَالِهِ، وَلَوْ امْتَنَعَا حُبِسَا، وَحَمَلَهُ فِي الْبَحْرِ عَلَى مَا إِذَا لَمْ تَعِفَّ الْمَرْأَةُ. وَاسْتَشْكَلَ فِي النَّهْرِ حَبْسَهَا بَعْدَ امْتِنَاعِهِ لِعَدَمِ وُجُوبِهِ عَلَيْهَا حِينَئِذٍ. (وَإِذَا لَمْ يَصْلُحْ) الزَّوْجُ (شَاهِدًا) لِرِقِّهِ أَوْ كُفْرِهِ (وَكَانَ أَهْلًا لِلْقَذْفِ) أَيْ بَالِغًا عَاقِلًا نَاطِقًا (حُدَّ) الْأَصْلُ أَنَّ اللِّعَانَ إِذَا سَقَطَ لِمَعْنًى مِنْ جِهَتِهِ فَلَوْ الْقَذْفُ صَحِيحًا حُدَّ وَإِلَّا فَلَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ (فَإِنْ صَلَحَ) شَاهِدًا (وَ) الْحَالُ أَنَّهَا (هِيَ) لَمْ تَصْلُحْ، أَوْ (مِمَّنْ لَا يُحَدُّ قَاذِفُهَا فَلَا حَدَّ) عَلَيْهِ، كَمَا لَوْ قَذَفَهَا أَجْنَبِيٌّ (وَلَا لِعَانَ) . لِأَنَّهُ خَلَفُهُ لَكِنَّهُ يُعَزَّرُ حَسْمًا لِهَذَا الْبَابِ، هَذَا تَصْرِيحٌ بِمَا فُهِمَ.

لعان کا حکم شرعی

زوجین کے درمیان لعان جاری ہوجانے کے بعد اب اس عورت سے وطی کرنا، اس کے ساتھ بوس وکنار کا معاملہ کرنا یا کسی قسم کا اس سے نفع اٹھانا حرام ہے اگر چہ لعان جاری ہونے کے بعد ان کے درمیان تفریق نہ ہوئی ہو، اور جدائی کا فیصلہ نہ ہوا ہو، اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے جس کو امام دار قطنی نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لعان کرنے والے میاں بیوی دونوں آپس میں کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتے ہیں۔

کیا لعان کرنے والے میاں بیوی دونوں آپس میں جمع ہوسکتے ہیں

میاں بیوی جنہوں نے آپس میں ایک دوسرے پر لعان کیا تھا اور قاضی نے ان دونوں کے درمیان جدائی کا فیصلہ کردیا تھا بعد میں اپنے دعویٰ کی تکذیب کردے تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ان دونوں کا آپس میں دوبارہ نکاح کیا جاسکتا ہے مگر حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ حرمت دائمی ہے ان کا اجتماع جائز نہیں ہے۔ اور لعان کا اہل وہ شخص ہے جو مسلمانوں کے خلاف گواہی دینے کا اہل ہے۔

کن کن صورتوں میں لعان کا حکم دیا جائے گا

پس جس شخص نے دار الاسلام میں اپنی زندہ بیوی پر صریح زنا کی تہمت لگائی، اور اس کے ساتھ نکاح صحیح ہوا تھا اگر چہ شوہر نے یہ تہمت طلاق رجعی کی عدت میں کیوں نہ لگائی ہو، نیز عورت عفیفہ اور پاکدامنہ ہو، بیوی فعل زنا اور تہمت زنا سے اس طرح پاک وعفیف ہو کہ کسی نے اس کے ساتھ وطی حرام نہ کی ہو، اگر چہ ایک ہی مرتبہ حلال کے شبہ میں، نیز نکاح فاسد سے بھی کسی نے اس کے ساتھ وطی نہ کی ہو، اور اس کا کوئی بچہ بغیر باپ کے ہو، تو مذکورہ تمام صورتوں میں لعان کا حکم دیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اشارہ کنایہ میں زنا کا الزام لگایا یا دار الحرب میں تہمت لگائی، یا مردہ عورت پر تہمت لگائی یا کسی غیر

عفیفہ عورت پر اتہام بازی کی تو ایسی صورت میں لعان جاری نہ ہوگا۔

زوجین میں ادائے شہادت کی صلاحیت

لعان کے جاری ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے زوجین اس بات کی صلاحیت رکھتے ہوں کہ وہ کسی مسلمان کو شہادت سے نقصان پہنچا سکیں، یعنی وہ دونوں مسلمان کے خلاف شہادت دے سکتے ہوں، چناں چہ اس قید سے صغیر اور غلام خارج ہو گئے، کیوں کہ یہ دونوں مسلمان کے خلاف گواہی دینے کے اہل نہیں ہیں، اور نہ ہی اس کی گواہی مسلمانوں کے خلاف عند القاضی قبول ہوگی، لیکن اس کے اندر نابینا اور فاجر شخص داخل ہو گیا، کیوں کہ ان دونوں کی گواہی معتبر مانی جائے گی، اور یہ دونوں مسلمانوں کے خلاف گواہی دے سکتے ہیں لہٰذا یہ دونوں لعان بھی کر سکتے ہیں۔

اگر شوہر نے بچہ کے نسب کی نفی کر دی تو کیا حکم

اگر شوہر نے بچہ کے نسب کی نفی اپنے سے یا کسی غیر سے کر دی اور یہ کہہ دیا کہ یہ لڑکا نہ تو میرا ہے اور نہ اس کے پہلے خاوند کا ہے اور بیوی نے شوہر سے مطالبہ کیا ہو یا اس لڑکے جس کے نسب کی اس نے نفی کر دی تھی قاضی کی عدالت میں حد قذف کے جاری کرنے کا مطالبہ کیا ہے، اگر چہ یہ مطالبہ عفو در گزر کر دینے کے بعد کیا ہو یا طویل زمانہ گزر جانے کے بعد کیا ہو تب بھی عورت کا مطالبہ منظور کیا جائے گا اس لیے حد قذف، قصاص، اور حقوق العباد عورت کے معاف کر دینے سے معاف نہیں ہوتا ہے اسی طرح مدت دراز گزر جانے کے بعد بھی مطالبہ باطل نہیں ہوتا ہے۔ جیسا کہ الجوہرۃ النیرہ میں ہے۔

مسئلہ: لعان عورت کا حق ہے جو اپنی براءت اور شرم و عار کو دور کرنے کے واسطے قاضی سے مطالبہ کرتی ہے چناں چہ اگر لعان کا مطالبہ نہ کرے تو لعان نہیں ہوگا الغرض لعان ہونے کے لیے عورت کا مطالبہ کرنا شرط ہے۔ (شامی: ۵/ ۱۵۲)

عورت کے لیے پردہ پوشی کرنا افضل ہے

عورت کے لیے افضل اور بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے اس عیب کی پردہ پوشی کرے اور لوگوں سے چھپائے نیز حاکم اور قاضی کے لیے بھی یہی مناسب ہے کہ عورت کو چھپانے کا حکم دے تا کہ بدکاری اور زنا کاری کی شہرت نہ ہونے پائے (قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فحش اور بری باتوں کی تشہیر سے منع فرمایا ہے چناں چہ ارشاد ربانی ہے: إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾ (سورۃ النور رقم الآیۃ ۱۹) بے شک وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں فحش باتیں پھیل جائیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں عذاب الیم ہے۔

لفظ لاعن کا ما قبل سے ربط

یہاں لفظ لاعن من کی خبر ہے جو ما قبل میں فمن قذف الخ عبارت مذکور ہے وہ مبتداء ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو شوہر

مذکورہ شرائط کے مطابق اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ لعان کرے، بشرطیکہ شوہر اپنے قذف کا خود مقر ہو یا شوہر کا قذف لگانا بینہ سے ثابت ہو چکا ہو، لیکن اگر شوہر نے قذف لگانے کے بعد انکار کر دیا اور عورت کے پاس کوئی بینہ موجود نہ ہو تو اس صورت میں شوہر سے قسم نہیں لی جائے گی اور لعان کا معاملہ ساقط ہو جائے گا۔

اگر شوہر لعان سے انکار کرے تو کیا حکم ہے

بیوی پر تہمت لگانے کے بعد شوہر کے پاس اپنے دعوی کے ثبوت پر کوئی گواہ نہ ہو اور بیوی شوہر کے قول کو ماننے کے لیے بالکل تیار نہیں ہے ایسی صورت میں لعان کا حکم ہے اب اگر شوہر لعان سے انکار کر دے تو قاضی اس کو قید خانہ میں ڈال دے گا اور قید میں اس وقت تک اس کو رکھا جائے گا جب تک لعان کرنے پر رضامند نہ ہو جائے یا پھر اپنے آپ کی تکذیب کرے کہ میں اپنے قول میں کاذب ہوں اب جب کہ شوہر نے اپنے نفس کی تکذیب کر لی تو اس پر حد قذف یعنی اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔

اگر شوہر لعان پر آمادہ ہو تو کیا حکم ہے

پس اگر شوہر لعان کرلے تو اس کے بعد بیوی بھی لعان کرے گی کیوں کہ شوہر مدعی ہے اس لیے لعان میں اسی کو مقدم رکھا جائے گا لیکن اس کے برخلاف سب سے پہلے عورت سے لعان کرایا پھر اس کے بعد شوہر سے لعان کرایا تو اس صورت میں عورت سے دوبارہ لعان کرایا جائے گا تاکہ ترتیب شرعی باقی رہے لیکن اگر قاضی ان دونوں میں تفریق کا فیصلہ اعادہ لعان سے پہلے کر دیا تب بھی جائز ہے اس لیے کہ مقصود حاصل ہو چکا ہے جیسا کہ اختیار نامی کتاب میں ہے۔

شوہر کے لعان کے بعد اگر عورت لعان سے انکار کرے تو کیا حکم ہے

شوہر کے لعان کرنے کے بعد عورت لعان سے انکار کر دے تو اس صورت میں اس کو مقید کر دیا جائے اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے جب تک وہ لعان نہ کر لے یا پھر شوہر کی بات کی تصدیق نہ کر دے یعنی شوہر جو مجھ پر زنا کے متعلق الزام لگا رہا ہے وہ بالکل صحیح ہے تو اس صورت میں شوہر سے لعان کرنا دفع ہو جائے گا اور عورت پر حد زنا جاری نہیں کی جائے گی اگر چہ عورت شوہر کی تصدیق چار مرتبہ ہی کیوں نہ کر دے، کیوں کہ تصدیق کرنا بالقصد زنا کا اقرار کرنا نہیں ہے بلکہ عورت نے محض اس لیے تصدیق کر دی تاکہ لعان نہ کرنا پڑے۔

لڑکے کا نسب منتفی کرنے سے منتفی نہیں ہوگا

شوہر نے عورت پر بہتان تراشی کی اور بچہ سے اپنے نسب کے ثبوت کا انکار کر دیا اور عورت نے شوہر کے قول کی تصدیق بھی کر دی تب بھی لڑکے کا نسب منتفی نہیں ہوگا کیوں کہ نسب تو لڑکے کا حق ہے لہٰذا لڑکے کے حق کو باطل کرنے کے سلسلہ میں

زوجین کی باتوں کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور لڑکا زوجین ہی کا قرار پائے گا۔

اگر زوجین شہادت سے رک جائیں تو کیا حکم ہے

قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر ہونے کے بعد اگر زوجین نے لعان کرنے سے انکار کردیا تو اس صورت میں دونوں کو قید کردیا جائے گا اور علامہ ابن نجیم کی کتاب البحر الرائق میں زوجین کے قید کئے جانے کو اس حالت پر محمول کیا ہے جب کہ عورت عفیفہ نہ ہو، اگر عفیفہ ہو تو دونوں کو قید میں نہیں ڈالا جائے گا البتہ عورت کو مطالبہ کا حق باقی رہے گا۔

عورت کے قید کئے جانے پر ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں ایک اشکال ہے جو النہر الفائق نامی کتاب میں مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب زوجین لعان کرنے سے رک گئے تو حکم یہ ہے کہ ان دونوں کو مقید کردیا جائے تو اشکال یہ ہے کہ اگر شوہر لعان سے باز رہے تو عورت پر لعان واجب نہیں ہوتا ہے تو یہاں بیوی پر جب لعان واجب ہی نہیں ہوا تو محض شوہر کے لعان سے رکنے کی وجہ سے بیوی کو قید میں ڈالنے کا کیا مطلب ہے؟

اس اشکال کا جواب محشی نے یہ دیا ہے کہ امتناع زوجین سے مراد یہ نہیں ہے کہ دونوں نے ایک ہی وقت میں امتناع کیا ہے کہ دونوں کا امتناع ایک ساتھ لازم آئے اور مذکورہ سوال لازم آئے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک لعان کا مطالبہ کرنے پر لعان نہ کرے گا تو قید کردیا جائے گا اور لعان کی طلب شوہر سے بعد القذف ہے اور بیوی سے لعان کی طلب بعد لعان زوج ہے اب کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔

شوہر اگر غلام یا کافر ہونے کی وجہ سے شاہد بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو کیا حکم ہے

اگر شوہر گواہ بننے کی صلاحیت رقیت یعنی غلام یا کافر ہونے کی وجہ سے نہ رکھتا ہو اور وہ قذف کے اہل ہو یعنی عاقل و بالغ ہو نیز بات کرسکتا ہو تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی اور اس بارے میں ایک اصول یہ ہے کہ جب کسی وجہ سے مرد سے لعان ساقط ہوگیا اور وہ قذف کا اہل ہے یعنی عاقل و بالغ اور ناطق ہے تو اس پر حد قذف جاری ہوگی اور اگر حد قذف کی شرطیں اس میں نہیں پائی جائیں مثلاً شوہر غیر عاقل غیر بالغ یا گونگا ہوتا تو نہ حد واجب ہوجاتی اور نہ لعان واجب ہوتا۔

شوہر شہادت کے اہل ہو اور بیوی اہل نہ ہو تو کیا حکم ہے

پس اگر شوہر کے اندر شہادت کی اہلیت وصلاحیت ہو بایں طور کہ شوہر عاقل و بالغ ہو اور حال یہ ہے کہ عورت کے اندر شاہد بننے کی صلاحیت نہ ہو مثلاً غیر عاقل اور غیر بالغ ہو یا عورت ان میں سے ہے کہ جس کے قاذف پر حد جاری نہیں ہوتی ہے یعنی عفیفہ نہیں ہے بلکہ زانیہ ہے تو ایسی عورت پر اتہام بازی کی وجہ سے شوہر پر حد قذف جاری نہیں کی جائے گی اور یہ مسئلہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اجنبی

شخص نے کسی ایسی عورت پر زنا کا الزام لگایا جو محدود فی القذف ہے تو اس پر بھی حد جاری نہ ہوگی اور شوہر پر جس طرح حد نہیں ہے لعان بھی نہیں ہوگا کیوں کہ لعان حد کا خلیفہ اور اس کا قائم مقام ہے پس جب اصل حد نہیں ہے تو اس کا قائم مقام بھی نہیں ہوگا۔

سد اللباب مرد پر تعزیز کا حکم

البتہ معصیت اور فتنے کے دروازے کو روکنے کے لیے اس صورت میں مرد پر تعزیز کی جائے گی تا کہ لوگ گالم گلوج کرنا اور عیب لگانا بند کردیں اور یہ ماتن کا قول من قذف زوجته الحية الخ کی تشریح اور تصریح ہے جو سمجھا گیا ہے۔

(وَيُعْتَبَرُ الْإِحْصَانُ عِنْدَ الْقَذْفِ، فَلَوْ قَذَفَهَا وَهِيَ أَمَةٌ، أَوْ كَافِرَةٌ ثُمَّ أَسْلَمَتْ، أَوْ أُعْتِقَتْ فَلَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ) زَيْلَعِيٌّ. (وَيَسْقُطُ) اللِّعَانُ بَعْدَ وُجُوبِهِ (بِالطَّلَاقِ الْبَائِنِ ثُمَّ لَا يَعُودُ بِتَزَوُّجِهَا بَعْدَهُ) لِأَنَّ السَّاقِطَ لَا يَعُودُ (وَكَذَا) يَسْقُطُ (بِزِنَاهَا وَوَطْئِهَا بِشُبْهَةٍ وَبِرِدَّتِهَا) وَلَا يَعُودُ لَوْ أَسْلَمَتْ بَعْدَهُ (وَيَسْقُطُ بِمَوْتِ شَاهِدِ الْقَذْفِ وَغَيْبَتِهِ لَا) يَسْقُطُ (لَوْ عَمِيَ) الشَّاهِدُ (أَوْ فَسَقَ أَوْ ارْتَدَّ) . (وَلَوْ قَالَ) لِزَوْجَتِهِ (زَنَيْتِ وَأَنْتِ صَبِيَّةٌ أَوْ مَجْنُونَةٌ وَهُوَ) أَيْ الْجُنُونُ. (مَعْهُودٌ فَلَا لِعَانَ) لِإِسْنَادِهِ لِغَيْرِ مَحَلِّهِ (بِخِلَافِ) زَنَيْتِ (وَأَنْتِ ذِمِّيَّةٌ، أَوْ أَمَةٌ، أَوْ مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً وَعُمْرُهَا أَقَلُّ) حَيْثُ يَتَلَاعَنَانِ لِاقْتِصَارِهِ فَتْحٌ.(وَصِفَتُهُ مَا نَطَقَ النَّصُّ) الشَّرْعِيُّ (بِهِ) مِنْ كِتَابٍ وَسُنَّةٍ (فَإِنْ الْتَعَنَا) وَلَوْ أَكْثَرَهُ (بَانَتْ بِتَفْرِيقِ الْحَاكِمِ) فَيَتَوَارَثَانِ قَبْلَ تَفْرِيقِهِ (الَّذِي وَقَعَ اللِّعَانُ عِنْدَهُ) وَيُفَرِّقُ (وَإِنْ لَمْ يَرْضَيَا) بِالْفُرْقَةِ شُمُنِّيٌّ، وَلَوْ زَالَتْ أَهْلِيَّةُ اللِّعَانِ، فَإِنْ بِمَا يُرْجَى زَوَالُهُ كَجُنُونٍ فَرَّقَ وَإِلَّا لَا، وَلَوْ تَلَاعَنَا فَغَابَ أَحَدُهُمَا وَكَّلَ بِالتَّفْرِيقِ فَرَّقَ تَاتَارْخَانِيَّةٌ، وَمُفَادُهُ أَنَّهُ إذَا لَمْ يُوَكِّلْ يُنْتَظَرُ(فَلَوْ لَمْ يُفَرِّقْ) الْحَاكِمُ (حَتَّى عُزِلَ،أَوْ مَاتَ اسْتَقْبَلَهُ الْحَاكِمُ الثَّانِي) خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ اخْتِيَارٌ.(وَلَوْ أَخْطَأَ الْحَاكِمُ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا بَعْدَ وُجُودِ الْأَكْثَرِ مِنْ كُلٍّ مِنْهُمَا صَحَّ وَلَوْ بَعْدَ الْأَقَلِّ) أَيْ مَرَّةٍ، أَوْ مَرَّتَيْنِ (لَا) وَلَوْفَرَّقَ بَعْدَ لِعَانِهِ قَبْلَ لِعَانِهَا نَفَذَ لِأَنَّهُ مُجْتَهَدٌ فِيهِ تَاتَارْخَانِيَّةٌ، وَقَيَّدَهُ فِي الْبَحْرِ بِغَيْرِ الْقَاضِي الْحَنَفِيِّ، أَمَّا هُوَ فَلَا يَنْفُذُ

عورت کے محصنہ ہونے کا اعتبار

قذف کے وقت عورت کا محصنہ ہونا معتبر ہے پس اگر شوہر نے عورت پر قذف لگایا حالاں کہ وہ باندی تھی یا کافرہ تھی پھر بعد میں وہ اسلام قبول کرلیا یا آزاد ہوگئی تو اس صورت میں قذف کے جرم میں شوہر پر نہ حد جاری ہوگی اور نہ لعان واجب ہوگا جیسا کہ زیلعی نے بیان کیا ہے، کیوں کہ باندی اور کافرہ عورت پر تہمت لگانے سے حد اور لعان دونوں واجب نہیں ہوتے ہیں،

حد اور لعان کے اجراء کے لیے آزاد ہونا اور مسلمان ہونا شرط ہے اور یہاں شرط نہیں پائی گئی لہٰذا اذا فات الشرط فات المشروط کے قاعدہ کے تحت حد اور لعان جاری نہ ہوگا۔

طلاق بائن سے لعان کا سقوط

لعان کے وجوب کے بعد اگر شوہر نے بیوی کو طلاق بائن دیدی ہے تو اس سے بھی لعان کا حکم ہو جائے گا اور طلاق بائن دینے کے بعد اگر شوہر نے اس عورت سے دوبارہ نکاح کر لیا ہے تو بھی لعان کا اعادہ نہ ہوگا اس لیے کہ قاعدہ ہے الساقط لا یعود، جو چیز ساقط ہو جاتی ہے وہ دوبارہ نہیں لوٹتی ہے، اور یہاں طلاق بائن دینے کی وجہ سے لعان ساقط ہو گیا اسی طرح حد بھی لہٰذا دوبارہ رشتۂ زوجیت میں منسلک ہونے کی وجہ سے ساقط شدہ لعان وحد عود نہیں کرے گا۔

وجوب لعان کے بعد اگر عورت زنا کرالے تو کیا حکم ہے

اسی طرح وجوب لعان کے بعد اگر عورت نے زنا کا ارتکاب کر لیا یا کسی نے اس کے ساتھ وطی بالشبہ کر لی یا عورت مرتد ہو گئی تو اس صورت میں لعان کا حکم ساقط ہو جائے گا چناں چہ اگر عورت دوبارہ اسلام میں داخل ہو گئی تو ساقط شدہ لعان دوبارہ عود نہیں کرے گا اسی طرح اگر تہمت لگانے والے شخص کا شاہد مر جائے یا غائب ہو جائے تو اس صورت میں بھی لعان کا حکم ساقط ہو جائے گا۔

قذف کے بعد شاہد اندھا ہو گیا یا فاسق ہو گیا یا مرتد ہو گیا تو کیا حکم ہے

اگر قذف کے بعد شاہد نابینا ہو گیا، یا فاسق ہو گیا، یا مرتد ہو گیا تو اس سے لعان کا حکم ساقط نہیں ہوگا، اور اگر شوہر نے بیوی سے کہا زنیت تو نے زنا کیا ہے و انت صبیۃ جب کہ تو بچی تھی، یا دیوانی تھی، حالاں کہ اس کا جنون سب کو معلوم ہے تو اس صورت میں لعان کا حکم نہیں ہوگا اس لیے کہ شوہر نے زنا کی نسبت غیر محل کی طرف کی ہے اس لیے کہ بچپن کا زمانہ اور عورت کا دیوانی ہونا زنا کی حرمت کو قبول نہیں کرتے ہیں، زنا کا محل عاقلہ بالغہ لڑکی ہے لہٰذا صبیہ پر زنا کی تہمت لگانے سے شوہر فی الحال قاذف شمار نہیں ہوگا اس لیے اس کے فعل کو زنا نہیں کہا جائے گا۔ (شامی: ۵/ ۱۵۶)

ذمیہ عورت یا باندی پر زنا کی تہمت لگانے کا حکم

اس کے برخلاف شوہر نے یوں کہا کہ تو نے زنا کیا جب کہ تو ذمیہ تھی یا باندی تھی یا کہا کہ تو نے چالیس سال کی عمر میں زنا کیا ہے حالاں کہ اس کی عمر چالیس سال سے کم ہے مثلاً بیس یا پچیس سال کی ہے تو اس صورت میں زوجین کے درمیان لعان کا حکم ہوگا اور دونوں لعان کریں گے اس لیے کہ شوہر کی طرف سے کوتاہی یہ ہوئی کہ اس نے عمر کم بتائی ہے اس لیے پیدائش سے قبل زنا کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ہے لہٰذا چالیس سال کی تعیین تو لغو قرار پائے گی اور صرف لفظ زنیت باقی رہ جائے گا جو موجب

لعان ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

لعان کا شرعی طریقہ

اور لعان کا طریقہ وہی ہے جس کو قرآن مجید اور حدیث شریف نے بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ قاضی زوجین کو ایک دوسرے کے سامنے کھڑا کرے اور پہلے شوہر سے کہے کہ تو لعان کر، تو شوہر چار مرتبہ یوں کہے، اشھد باللہ انی لمن الصادقین فیما رمیتھا بہ الزنا، میں بخدا اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں اس کی طرف زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں مرتبہ شوہر یوں کہے لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین فیما رماھا بہ من الزنا، خدا کی لعنت اس پر اگر وہ جھوٹا ہو زنا کی تہمت لگانے میں اور عورت کی طرف اشارہ بھی کرے اس کے بعد پھر عورت چار مرتبہ یوں کہے اشھد باللہ انہ لمن الکاذبین فیما رمانی بہ من الزنا، میں اس بات کی شہادت دیتی ہوں کہ میری طرف زنا کی نسبت کرنے میں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یوں کہے غضب اللہ علیھا ان کان من الصادقین فیما رماھا بہ من الزنا۔ اللہ تعالیٰ کا غضب ہو عورت پر اگر مرد زنا کی نسبت کرنے میں سچا ہو۔ (شامی:۵/۱۵۷)

لعان کے بعد قاضی کی تفریق کے فیصلہ سے عورت بائنہ ہو جائے گی

پس اگر زوجین میں سے ہر ایک نے لعان کر لیا اگرچہ چار مرتبہ لعان نہ کیا ہو بلکہ اکثر بار مثلاً تین بار ہو تو قاضی کی تفریق کر دینے کے بعد عورت بائنہ ہو جائے گی اور لعان کے بعد تفریق قاضی سے پہلے زوجین میں سے کوئی ایک مر گیا تو دوسرا اس کا وارث ہوگا اور لعان کے بعد قاضی پر ضروری ہے کہ ان دونوں کے درمیان جدائی کر دے خواہ دونوں راضی ہوں یا نہ ہوں جیسا کہ شمنی میں ہے نیز حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ لعان کرنے والے دونوں کبھی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ہیں جیسا کہ ماقبل میں گزرا ہے۔

لعان کے بعد اہلیت زائل ہو جائے تو کیا حکم ہے

اور اگر لعان کے بعد لعان کی اہلیت زائل ہو گئی تو اگر زوال اہلیت ایسی چیز ہے کہ جس کے ختم اور دور ہونے کی امید ہے جیسے دیوانگی اور جنون تو قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرادے اور اگر زوال اہلیت ایسی چیز ہے کہ اس کے ختم ہونے کی امید نہیں ہے مثلاً شوہر نے اپنی تکذیب کر دی، یا ان دونوں میں سے کسی نے کسی عورت پر تہمت لگا دی اور اس کے پاداش میں حد قذف جاری ہو گئی یا بیوی سے وطی حرام کر لیا یا دونوں میں سے کوئی ایک گونگا ہو گیا تو ان تمام صورتوں میں قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق نہ کرائے کیوں کہ اب لعان کی اہلیت باقی نہیں رہی ہے (شامی:۵/۱۵۸)

لعان کے بعد زوجین میں سے کوئی ایک غائب ہو جائے تو کیا حکم ہے

اگر لعان کرنے کے بعد دونوں میں سے کوئی ایک غائب ہو گیا تفریق سے پہلے اور تفریق کے لیے کسی کو وکیل بنایا تو

تفریق کا حکم کیا جائے گا جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر بھاگنے والا کسی کو وکیل بنا کر نہیں بھاگا تو قاضی انتظار کرے گا اس لیے کہ تفریق ایک حکم اور فیصلہ ہے پس غائب شخص کے خلاف فیصلہ کرنا درست نہ ہوگا۔

قبل التفریق قاضی معزول ہو جائے تو کیا حکم ہے

لعان کے بعد ابھی قاضی زوجین کے درمیان تفریق نہیں کرائی تھی کہ اس سے پہلے حاکم کا انتقال ہو گیا یا معزول ہو گیا (اور دوسرا قاضی مقرر ہوا) تو دوسرا قاضی دوبارہ لعان کرائے اس کے بعد تفریق کرا دے، دوسرے قاضی کو پہلے قاضی کے لعان کی بنیاد تفریق کرانے کی اجازت نہیں ہے لیکن اس مسئلہ میں حضرت امام محمد کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ دوبارہ لعان کرانا دوسرے قاضی کے لیے ضروری نہیں ہے بلکہ لعان کا اعادہ کئے بغیر حاکم ثانی تفریق کرا سکتا ہے جیسا کہ اختیار میں ہے۔

اکثر لعان کے بعد غلطی سے قاضی کا تفریق کرنا

زوجین میں سے ہر ایک کی جانب سے اکثر لعان پائے جانے کے بعد قاضی نے غلطی سے ان کے درمیان تفریق کرا دی تو درست ہے اس لیے کہ قاعدہ ہے الاکثر حکم الکل اکثر کو کل کا حکم دیدیا جاتا ہے اور اقل لعان کے بعد جدائی کرا دی مثلاً دو مرتبہ یا ایک مرتبہ لعان ہوا تھا قاضی نے تفریق کر دی تو یہ تفریق صحیح نہیں ہوگی کیوں کہ اقل کالعدم ہوتا ہے لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور تفریق درست نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ کسی مقلد قاضی کا فیصلہ اس کے امام کے مذہب کے خلاف نافذ نہیں ہوتا ہے۔

شوہر کے لعان کے بعد، بیوی کے لعان سے قبل قاضی کا تفریق کرنا

اگر شوہر کے لعان کے بعد اور بیوی کے لعان سے پہلے قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرا دے تو تفریق نافذ ہوگی اس لیے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے چناں چہ حضرت امام شافعی کے نزدیک محض شوہر کے لعان کے بعد بھی تفریق جائز ہے، لیکن حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک صرف شوہر کے لعان کے بعد تفریق جائز نہیں ہے جب تک بیوی بھی لعان نہ کر لے، اور البحرالرائق میں اس قید کا اضافہ بھی مذکور ہے کہ قاضی حنفی نہ ہو، تو فیصلہ نافذ ہوگا اگرچہ میاں بیوی حنفی ہوں، اور اگر حنفی المسلک قاضی صرف شوہر کے لعان کے بعد جدائی کر دے تو جدائی نافذ نہ ہوگی۔

(وَحَرُمَ وَطْؤُهَا بَعْدَ اللِّعَانِ قَبْلَ التَّفْرِيقِ) لِمَا مَرَّ وَلَهَا نَفَقَةُ الْعِدَّةِ. (وَإِنْ قَذَفَ) الزَّوْجُ (بِوَلَدٍ حَيٍّ (نَفَى) الْحَاكِمُ (نَسَبَهُ) عَنْ أَبِيهِ (وَأَلْحَقَهُ بِأُمِّهِ) بِشَرْطِ صِحَّةِ النِّكَاحِ، وَكَوْنِ الْعُلُوقِ فِي حَالٍ يَجْرِي فِيهِ اللِّعَانُ حَتَّى لَوْ عَلِقَ وَهِيَ أَمَةٌ، أَوْ كِتَابِيَّةٌ فَعَتَقَتْ، أَوْ أَسْلَمَتْ لَا يُنْفَى لِعَدَمِ التَّلَاعُنِ، وَأَمَّا شُرُوطُ النَّفْيِ فَسِتَّةٌ مَبْسُوطَةٌ مَذْكُورَةٌ فِي الْبَدَائِعِ وَسَيَجِيءُ (وَإِنْ أَكْذَبَ نَفْسَهُ) . وَلَوْ دَلَالَةً

بِأَنْ مَاتَ الْوَلَدُ الْمَنْفِيُّ عَنْ مَالٍ فَادَّعَى نَسَبَهُ (حُدَّ) لِلْقَذْفِ (وَلَهُ) بَعْدَمَا كَذَّبَ نَفْسَهُ (أَنْ يَنْكِحَهَا) حُدَّ، أَوْ لَا (وَكَذَا إِذَا قَذَفَ غَيْرَهَا فَحُدَّ، أَوْ) صَدَّقَتْهُ، أَوْ (زَنَتْ) وَإِنْ لَمْ تُحَدَّ لِزَوَالِ الْعِفَّةِ. وَالْحَاصِلُ أَنَّ لَهُ تَزَوُّجَهَا إِذَا خَرَجَا، أَوْ أَحَدُهُمَا عَنْ أَهْلِيَّةِ اللِّعَانِ. . (وَلَا لِعَانَ لَوْ كَانَا أَخْرَسَيْنِ، أَوْ أَحَدُهُمَا، وَكَذَا لَوْ طَرَأَ ذَلِكَ) الْخَرَسُ (بَعْدَهُ) أَيْ اللِّعَانِ (قَبْلَ التَّفْرِيقِ، فَلَا تَفْرِيقَ وَلَا حَدَّ) لِدَرْئِهِ بِالشُّبْهَةِ مَعَ فَقْدِ الرُّكْنِ وَهُوَ لَفْظُ أَشْهَدُ وَكَذَا لَا تَلَاعُنَ بِالْكِتَابَةِ. (كَمَا لَا لِعَانَ بِنَفْيِ الْحَمْلِ) لِعَدَمِ تَيَقُّنِهِ عِنْدَ الْقَذْفِ، وَلَوْ تَيَقَّنَاهُ بِوِلَادَتِهَا لِأَقَلِّ الْمُدَّةِ يَصِيرُ كَأَنَّهُ قَالَ: إِنْ كُنْتِ حَامِلًا فَكَذَا، وَالْقَذْفُ لَا يَصِحُّ تَعْلِيقُهُ بِالشَّرْطِ. (وَتَلَاعَنَا) بِقَوْلِهِ (زَنَيْتِ وَهَذَا الْحَمْلُ مِنْهُ) لِلْقَذْفِ الصَّرِيحِ (وَلَمْ يَنْفِ) الْحَاكِمُ (الْحَمْلَ) لِعَدَمِ الْحُكْمِ عَلَيْهِ قَبْلَ وِلَادَتِهِ، وَنَفْيُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – وَلَدَ هِلَالٍ لِعِلْمِهِ بِالْوَحْيِ (نَفْيُ الْوَلَدِ) الْحَيِّ (عِنْدَ التَّهْنِئَةِ) وَمُدَّتُهَا سَبْعَةُ أَيَّامٍ عَادَةً (وَ) عِنْدَ (ابْتِيَاعِ آلَةِ الْوِلَادِ صَحَّ وَبَعْدَهُ لَا) لِإِقْرَارِهِ بِهِ دَلَالَةً، وَلَوْ غَائِبًا فَحَالَةُ عِلْمِهِ كَحَالَةِ وِلَادَتِهَا (وَلَاعَنَ فِيهِمَا) فِيمَا إِذَا صَحَّ أَوَّلًا لِوُجُودِ الْقَذْفِ، فَقَدْ تَحَقَّقَ اللِّعَانُ بِنَفْيِ الْوَلَدِ وَلَمْ يَنْتَفِ النَّسَبُ، فَقَوْلُهُ فِيمَا مَرَّ " وَنَفَى نَسَبَهُ " لَيْسَ عَلَى إِطْلَاقِهِ. . (نَفَى أَوَّلَ التَّوْأَمَيْنِ وَأَقَرَّ بِالثَّانِي حُدَّ) إِنْ لَمْ يَرْجِعْ لِتَكْذِيبِهِ نَفْسَهُ (وَإِنْ عَكَسَ لَاعَنَ) إِنْ لَمْ يَرْجِعْ لِقَذْفِهَا بِنَفْيِهِ (وَالنَّسَبُ ثَابِتٌ فِيهِمَا) لِأَنَّهُمَا مِنْ مَاءٍ وَاحِدٍ. .

لعان کے بعد وطی کا حکم

اگر زوجین کے درمیان لعان ہو چکا ہے لیکن ابھی تفریق باقی ہے یعنی قاضی نے تفریق نہیں کرائی ہے تب بھی شوہر کے لیے اس سے وطی کرنا حرام ہے جیسا کہ ماسبق میں گزر چکا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لعان کرنے والے میاں بیوی دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ہیں نیز زمانہ عدت کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہوگا نیز سکنی کا انتظام بھی شوہر پر واجب ہوگا۔ (شامی: ۵/۱۵۸)

زندہ لڑکے سے باپ کے نسب کی نفی کرنے کا شرعی حکم

اگر شوہر نے کسی زندہ لڑکے کے ساتھ قذف کیا تو حاکم اس کے باپ سے اس کے نسب کو نفی کر دے گا اور اس لڑکے کو اس کی ماں سے منسوب کرے گا بشرطیکہ زوجین میں نکاح صحیح ہوا ہو اور دو شرط یہ بھی ہے کہ اس بچہ کا علوق اس زمانہ میں ہوا ہو جب بیوی باندی تھی یا کتابیہ تھی، اس کے بعد وہ آزاد ہوئی، یا اسلام قبول کر لیا تو اس زمانہ کا نطفہ علوق قرار پانے کی صورت میں اگر

شوہر نسب کی نفی کر دے گا تو چوں کہ لعان کے جاری ہونے کی شرط مفقود ہے اس لیے باپ سے نسب کی نفی نہیں ہوگی (آزاد ہونا، مسلمان ہونا، لعان کی شرائط ہیں نفی نسب ولد کی شرط نہیں ہے لہٰذا نکاح فاسد میں ولد کے نفی کرنے سے لعان واجب نہ ہوگا نیز نسب کی بھی نفی نہیں ہوگی۔

لڑکے کے نسب کی نفی کرنے کی شرطیں

جہاں تک مسئلہ ہے لڑکے کے نسب کی نفی کا تو اس کے لیے حضرات فقہاء کرام نے چھ شرطیں بیان کی ہیں جو بدائع الصنائع میں تفصیل سے بیان ہیں جس کو علامہ شامی نے حاشیہ ردالمحتار میں نقل کیا ہے اور وہ حسب ذیل ہیں (۱) تفریق قاضی (۲) نفی قرب ولادت میں ہو یا ایک دو دن کے اندر ہو (۳) صراحتاً یا اشارۃً نسب کا اقرار نہ پایا گیا ہو (۴) تفریق کے وقت لڑکے کا زندہ ہونا (۵) تفریق واقع ہونے کے بعد اس حمل سے عورت سے دوسرا بچہ پیدا نہ ہوا ہو (۶) نسب کے ثبوت کا حکم شرعاً یا کسی بھی ثبوت کی بناء پر نہ ہوا ہو۔ (شامی: ۵/۱۵۹)

لعان کے بعد شوہر اپنی تکذیب کرلے تو کیا حکم ہے

لعان واقع ہو جانے کے بعد اگر شوہر خود ہی اپنی تکذیب کر دی یہ تکذیب خواہ اشارۃً ہی کیوں نہ ہو، مثلاً جس لڑکے سے اس نے نسب کا انکار کیا تھا اس کا انتقال ہو گیا اور اپنے پیچھے بہت سارے مال واسباب چھوڑ گیا اب اس کے انتقال کے بعد شوہر نے نسب کا دعویٰ کر دیا تو اس صورت میں شوہر پر حد قذف جاری ہوگی اور اپنی تکذیب کرنے کے بعد شوہر کے لیے جائز ہے کہ اس عورت سے دوبارہ نکاح کرلے، اس پر حد قذف جاری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، کیوں کہ تکذیب کے بعد لعان باقی نہیں رہتا ہے لہٰذا جو حرمت لعان کی وجہ سے آئی تھی ختم ہوگئی اسی طرح اگر شوہر نے اپنی بیوی کے علاوہ دوسری عورت پر تہمت لگائی اور اس جرم میں اس پر حد قذف جاری ہوگئی یا عورت نے شوہر کی تہمت کی تصدیق کر دی یا عورت نے زنا کرلیا اگر چہ اس پر حد جاری نہ ہوئی ہو تو ان تمام صورتوں میں شوہر کے لیے اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کر لینا درست ہے کیوں کہ اخیر کی دونوں صورتوں میں عورت کی عفت زائل ہوگئی ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ شوہر کے لیے اپنی بیوی سے نکاح کر لینا جائز ہے لعان کے بعد جب کہ میاں بیوی میں سے دونوں یا ان میں سے کوئی ایک لعان کی اہلیت سے نکل جائے۔

اگر میاں بیوی میں سے دونوں یا کوئی ایک گونگے ہوں تو کیا حکم ہے

اسی طرح زوجین میں سے ہر ایک یا ان میں سے کوئی ایک گونگا ہو اور یہ گونگا پن پیدائشی نہ ہو بلکہ لعان کے بعد اور تفریق سے پہلے پیدا ہوا ہو، تو ایسی صورت میں اب نہ ان میں تفریق ہوگی اور نہ حد جاری ہوگی کیوں کہ شبہ کی وجہ سے حد ٹل جاتی ہے اور اگر دونوں گونگے ہوں یا کوئی ایک گونگا ہو تو اس صورت میں لعان نہیں ہوگا اس لیے لعان کی ایک شرط لفظ اشھد ادا کرنا فوت ہو رہا ہے اور اگر لفظ

اشھد لکھ کر دیا تو اس سے لعان نہیں ہوتا ہے لعان کے لیے صرف کتابت کافی نہیں ہے بلکہ زبان سے تلفظ کرنا بھی شرط ہے۔

حمل کی نفی کرنے سے لعان واجب نہیں

اسی طرح اگر شوہر نے حمل کی نفی کر دی اور یوں کہہ دیا کہ یہ حمل میرا نہیں ہے تو تہمت لگانے کے وقت اس کے یقینی نہ ہونے کی وجہ سے ان میں لعان نہیں ہوگا یعنی تہمت لگانے کے وقت یہ یقینی نہیں تھا کہ اس کے پیٹ میں حمل ہے کیوں کہ شبہ بھی ہوسکتا ہے کہ بیماری کی وجہ سے پیٹ پھول گیا حمل نہ ہو۔

اگر عندالقذف حمل کا ہونا یقینی ہو تو کیا حکم ہے

اگر بچہ کی اقل مدت میں ولادت کی وجہ سے یہ یقین ہو گیا کہ قذف کے وقت عورت حاملہ بالیقین تھی تبھی تو قذف کے وقت چھ ماہ کے اندر عورت نے بچہ جنا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ عورت پہلے ہی سے حاملہ تھی تو اس صورت میں حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک لعان ثابت نہیں ہوگا زیادہ سے زیادہ شوہر کے نفی حمل کو تعلیق پر محمول کریں گے گویا کہ شوہر نے یوں کہا کہ اگر تو حاملہ ہوئی تو تیرا بچہ مجھ سے نہیں ہے جب کہ قذف کو شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہیں ہوتا ہے لیکن حضرات صاحبین کے نزدیک حمل کی ولادت کے بعد لعان جاری ہوگا

زوجین میں ہر ایک لعان کرے

اگر شوہر نے اس طرح کہا زنیت و ھٰذا الحبل منه، تو نے زنا کیا اور حمل اسی سے ہے تو اس صورت میں دونوں لعان کریں گے کیوں کہ یہ صراحتاً تہمت لگانا ہے یعنی اس میں زنا کی تہمت صراحتاً پائی جا رہی ہے اس کے برخلاف مسئلہ اولی میں صرف حمل کی نفی تھی عورت کی طرف صراحتاً زنا کی نسبت نہیں تھی۔

اور عورت حالت حمل میں ہے اور اس پر لعان کا حکم کیا گیا ہے تو اس صورت میں قاضی حمل کی نفی نہیں کرے گا اس لیے کہ باب لعان میں حمل پر ولادت سے پہلے کوئی حکم لگایا نہیں جاسکتا ہے یعنی ولادت کے بغیر حمل کا ثبوت متصور نہیں ہے اس لیے کہ عین ممکن ہے پیٹ کسی بیماری کی وجہ سے پھول گیا ہو اور ثبوت حمل میں جب تردد ہو تو حاکم و قاضی کس طرح فیصلہ کر سکتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سنن ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ہلال ابن امیہؓ نے اپنی بیوی کا معاملہ پیش کیا اور دونوں نے لعان کیا تو رسول اکرم ﷺ نے دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور یہ فیصلہ فرمایا کہ اس عورت کے لڑکے کو کوئی شخص ہلال ابن امیہؓ کا بیٹا نہ کہے تو جب رسول اکرم ﷺ نے اپنے

فیصلہ میں ولد کی نفی فرمادی ہے تو قاضی کو اس طرح فیصلہ کرنے سے کیوں روکا گیا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا ہلال ابن امیہؓ کے لڑکے کے بارے میں فیصلہ فرمانا اس وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی خبر دی گئی تھی کہ بچہ ہلال ابن امیہ کا نہیں ہے لیکن نبوت کا دروازہ بند ہو جانے کے بعد بذریعہ وحی اس کا علم ہونا محال ہے اس لیے ظاہر ہی پر اس کا حکم عائد کیا جائے گا۔

مبارک بادی کے وقت سات دن کے اندر لڑکے کی نفی کرنا

اگر شوہر نے ولادت کے بعد مبارکبادی دینے کے وقت زندہ لڑکے کے نسب کی نفی کردی اور اس کی مدت عام طور پر سات دن ہیں یا سامان ولادت خریدتے وقت نسب کی نفی کردے اور یہ کہہ دیا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے تو درست ہے لیکن اگر ولادت ہو جانے کے بعد سات دن گزر گئے اور اس کے بعد نسب کی نفی کرے تو صحیح نہیں ہوگی، اس لیے کہ جب شوہر نے سات دن تک نسب کی نفی نہیں کی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نسب کا اقرار کررہا ہے لہٰذا سات دن کے بعد اس کا انکار کرنا قابل اعتبار نہ ہوگا اور ولادت کے وقت شوہر موجود نہ ہو بلکہ غائب ہو تو جس وقت اس کو بچہ کی ولادت کا علم ہوا اور علم ہونے کے وقت سے سات دن کے اندر اندر اس نے نسب کی نفی کردی تو صحیح ہے اور یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ چالیس دن جو نفاس کی مدت بھی ہے کے اندر اندر اگر شوہر نسب کی نفی کردے تو نفی کا اعتبار ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۱۶۲)

بچہ کے نسب کی نفی کرنے کی صورت میں لعان کا حکم

اور شوہر کو دونوں صورتوں میں لعان کرنا چاہئے یعنی جس صورت میں بچہ سے نسب کی نفی صحیح ہے اور جس صورت میں نسب کی نفی صحیح نہیں ہے دونوں صورتوں میں لعان کرنا چاہئے کیوں کہ قذف دونوں ہی صورتوں میں پایا گیا ہے، لہٰذا نفی ولد کی وجہ سے لعان کا تحقق ہو گیا اس لیے لعان ہونا چاہئے لیکن بچہ کا نسب منتفی نہیں ہوگا لہٰذا ما قبل میں حضرت مصنفؒ نے جو یہ فرمایا ہے کہ قذف ولد کی صورت میں قاضی اس کے نسب کے منتفی ہونے کا فیصلہ کردے یہ حکم علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ صحت نفی کی قید کے ساتھ مقید ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب نفی ولد کی تمام شرطیں پائیں جائیں تب قاضی نسب کے منتفی ہونے کا فیصلہ کرے گا ورنہ نہیں۔

دو جوڑواں بچوں میں سے ایک کے نسب کا اقرار اور دوسرے کا انکار

اگر بیوی کے بدن سے دو جوڑواں بچہ پیدا ہوا، شوہر نے پہلے بچہ کی نفی کردی اور دوسرے بچہ کے نسب کا اقرار کرلیا تو اس صورت میں شوہر پر حد قذف جاری ہوگی کیوں کہ اس نے دوسرے بچہ کے نسب کا اقرار کرکے اپنے قول کی خود ہی تکذیب کردی ہے اور اگر اس کے برعکس کیا ہے یعنی دو جوڑواں بچے میں سے اول کے نسب کا اقرار کرلیا اور ثانی کا انکار کردیا تو اس صورت میں لعان کا حکم ہوگا بشرطیکہ شوہر اپنے قول سے رجوع نہ کرے، کیوں کہ جب شوہر نے دوسرے بچہ کے نسب کا انکار کردیا تو

لازم آیا کہ اول اقرار کیا ہے لہٰذا شوہر عورت کی عفت کا قائل ہوگیا پھر جب اس نے ثانی کی نفی کردی تو ایک عفیفہ عورت پر قذف لازم آیا اس لیے لعان کا حکم ہوگا۔

دونوں صورتوں میں نسب کا ثبوت

مذکورہ دونوں صورتوں میں دونوں بچوں کا نسب ثابت ہوگا اس لیے کہ دونوں بچوں کا نطفہ ایک ہی ہے ایک بچے کے نسب کا اقرار اور دوسرے بچے کے نسب کا انکار یہاں ممکن نہیں ہے اس لیے دونوں بچے ثابت النسب کہلائیں گے۔

جوڑواں بچوں کی تعریف فقہاء کی اصطلاح میں

حضرات فقہاء کرام کی اصطلاح میں دو جوڑواں بچے اس کو کہا جاتا ہے جن کی ولادت کے درمیان چھ ماہ سے کم مدت کا فاصلہ ہو، کیوں کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے لہٰذا اس مدت سے کم میں جو بچہ پیدا ہوگا وہ جوڑواں کہلائے گا۔

(وَلَوْ جَاءَتْ بِثَلَاثَةٍ فِي بَطْنٍ وَاحِدٍ فَنَفَى) الثَّانِيَ وَأَقَرَّ بِالْأَوَّلِ وَالثَّالِثِ لَاعَنَ وَهُمْ بَنُوهُ، وَلَوْ نَفَى الْأَوَّلَ وَ (الثَّالِثَ وَأَقَرَّ بِالثَّانِي يُحَدُّ وَهُمْ بَنُوهُ) كَمَوْتِ أَحَدِهِمْ شُمُنِّيٌّ. (مَاتَ وَلَدُ اللِّعَانِ وَلَهُ وَلَدٌ فَادَّعَاهُ الْمُلَاعِنُ، إنْ وَلَدُ اللِّعَانِ ذَكَرًا يَثْبُتُ نَسَبُهُ) إجْمَاعًا (وَإِنْ) كَانَ (أُنْثَى لَا) لِاسْتِغْنَائِهِ بِنَسَبِ أَبِيهِ خِلَافًا لَهُمَا ابْنُ مَلَكٍ.

بطن واحد سے تین بچہ جنے تو کیا حکم

اگر عورت ایک پیٹ سے تین لڑکے جنی، شوہر نے دوسرے بچہ کے نسب کی نفی کی اور اول وثالث کے نسب کا اقرار کیا تو اس صورت میں لعان کا حکم ہوگا، اور تینوں لڑکے اس کے کہلائیں گے، اور اگر شوہر نے پہلے لڑکے اور تیسرے لڑکے کی نفی کی اور دوسرے بچہ کے نسب کا اقرار کیا تو اس صورت میں اس پر حد جاری ہوگی اور تینوں بچے اسی کے کہلائیں گے، ایسے ہی جیسے کہ ان میں سے کوئی ایک مر جائے، جیسا کہ شمنی میں ہے۔

لعان والا لڑکا مر گیا تو کیا حکم

اگر لعان والا لڑکا انتقال کر گیا حالاں کہ اس کا ایک لڑکا اور ہے پس لعان کرنے والے نے اس بات کا دعوی کیا کہ ولد اللعان مذکر ہے تو اس کا نسب بالاجماع ثابت ہوگا اور اگر ولد العان مونث ہے تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا کیوں کہ وہ باپ کے نسب سے مستغنی ہے اس میں حضرات صاحبین کا اختلاف ہے (ابن ملک) مطلب یہ ہے کہ ولد اللعان کا انتقال ہوگیا، مگر لعان کرنے والے کا اس کے علاوہ ایک ولد اور ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث، تو لعان کرنے والے شوہر نے مال کے وارث ہونے

کے لالچ وطمع میں اس موجود ولد کے نسب کی نفی کرنے کے بعد ولد اللعان کے نسب کا دعویٰ کر دیا تو اس صورت میں اگر ولد اللعان مذکر ہے تو اس کا نسب لعان کرنے والے شخص سے ثابت مان لیا جائے گا اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے اس لیے کہ مرنے والا اگر چہ نسب سے مستغنی ہے مگر اس کا لڑکا نسب کا ضرورت مند ہے تو لعان کرنے والے کا دعویٰ صحیح ہوگا تا کہ مرنے والے کے لڑکے کا نسب ثابت ہو جائے لیکن اگر ولد لعان مؤنث تھی تو اس کا نسب لعان کرنے والے سے ثابت نہیں ہوگا کیوں کہ اس کا نسب باپ سے ثابت ہونے کی وجہ سے ولد البنت کے نسب کی اس کو احتیاج وضرورت نہیں ہے۔

[فُرُوعٌ] الْإِقْرَارُ بِالْوَلَدِ الَّذِي لَيْسَ مِنْهُ حَرَامٌ كَالسُّكُوتِ لِاسْتِلْحَاقِ نَسَبِ مَنْ لَيْسَ مِنْهُ بَحْرٌ. وَفِيهِ مَتَى سَقَطَ اللِّعَانُ بِوَجْهٍ مَا، أَوْ ثَبَتَ النَّسَبُ بِالْإِقْرَارِ أَوْ بِطَرِيقِ الْحُكْمِ لَمْ يَنْتَفِ نَسَبُهُ أَبَدًا، فَلَوْ نَفَاهُ وَلَمْ يُلَاعِنْ حَتَّى قَذَفَهَا أَجْنَبِيٌّ بِالْوَلَدِ فَحُدَّ فَقَدْ ثَبَتَ نَسَبُ الْوَلَدِ، وَلَا يَنْتَفِي بَعْدَ ذَلِكَ. نَفَى نَسَبَ التَّوْأَمَيْنِ ثُمَّ مَاتَ أَحَدُهُمَا عَنْ تَوْأَمِهِ وَأُمِّهِ وَأَخٍ لِأُمٍّ فَالْإِرْثُ أَثْلَاثًا فَرْضًا وَرَدًّا لِلْأُمِّ السُّدُسُ وَلِلْأَخَوَيْنِ الثُّلُثُ وَالْبَاقِي يُرَدُّ عَلَيْهِمْ، وَبِهِ عُلِمَ أَنَّ نَفْيَهُ يُخْرِجُهُ عَنْ كَوْنِهِ عَصَبَةً، قَالُوا وَصَرَّحُوا بِبَقَاءِ نَسَبِهِ بَعْدَ انْقَطَعِ فِي كُلِّ الْأَحْكَامِ لِقِيَامِ فِرَاشِهَا إِلَّا فِي حُكْمَيْنِ: الْإِرْثِ وَالنَّفَقَةِ فَقَطْ، حَتَّى لَا تَصِحُّ دَعْوَةُ غَيْرِ النَّافِي وَإِنْ صَدَّقَهُ الْوَلَدُ انْتَهَى. قُلْت: قَالَ الْبَهْنَسِيُّ: إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِمَّنْ يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ، أَوْ ادَّعَاهُ بَعْدَ مَوْتِ الْمُلَاعِنِ فَلْيُحْفَظْ.

شارح کی طرف سے اضافہ شدہ مسائل

شارح فرماتے ہیں کہ جو لڑکا اس کے نطفہ سے نہ ہو اس کے نسب کا اقرار کرنا بالکل حرام ہے اسی طرح سکوت اختیار کرنا بھی حرام ہے یعنی لڑکا اس کے نطفہ سے نہیں ہے تو اس نے انکار کرنے کے بجائے سکوت اختیار کر لیا تو یہ بھی حرام ہے کیوں کہ اس کے سکوت کی وجہ سے لوگ اسی کا بیٹا تصور کرنے لگیں گے، اور اسی کے ساتھ نسب ثابت سمجھیں گے، اس لیے حرام ہے، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے (بخاری ومسلم شریف میں روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اسلام میں اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی جانب اپنے آپ کو منسوب کیا حالاں کہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو ایسے شخص پر جنت حرام ہے) (شامی: ۵/ ۱۶۴)

لڑکے کا نسب کبھی منتفی نہیں ہوگا

فقہ حنفی کی مستند ومعتبر کتاب البحر الرائق میں مذکور ہے کہ جب کسی وجہ سے لعان ساقط ہو جائے، یا اقرار کی وجہ سے لڑکے کا نسب ثابت ہو چکا ہو یا قاضی کے حکم کی وجہ سے نسب ثابت ہو چکا ہو تو ان تمام صورتوں میں کبھی بھی آئندہ لڑکے کا نسب منتفی نہیں ہوگا۔

ثبوت نسب کی ایک صورت

اگر شوہر نے بیوی کے لڑکے کی نفی کردی اور ابھی لعان بھی نہیں ہوا حتی کہ ایسے اجنبی شخص نے اس عورت پر اس لڑکے کے بارے میں تہمت لگادی اور یوں کہہ دیا کہ یہ لڑکا اس کے شوہر کا نہیں ہے پس اس تہمت کی پاداش میں اس اجنبی شخص پر حد قذف جاری کردی گئی، تو مذکورہ لڑکے کا نسب شوہر سے ثابت ہوجائے گا، اس اجنبی شخص پر بحکم قاضی حد قذف جاری ہونے کے بعد اس لڑکے کا نسب شوہر سے کبھی منتفی نہیں ہوگا اس لیے کہ بحکم قاضی اس پر حد قذف جاری ہوگئی تو اسی کے ضمن میں لڑکے کا نسب بھی شوہر سے ثابت ہوگیا ہے۔

مذکورہ بالا مسئلہ سے یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ ایک صاحب کے دو بچے ایک ساتھ جوڑواں پیدا ہوئے شوہر نے ان دونوں کے نسب کی نفی کردی اور یوں کہد یا کہ یہ دونوں بچے میرے نہیں ہیں پھر ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہوگیا اور وارثین میں جوڑواں بھائی، ماں اور اخیافی بھائی چھوڑ گیا تو تینوں وارثوں کا حق وراثت میں ثلث ہوگا اور یہ حصہ ان کو از روئے فرض ملے گا اس طریقہ پر کہ ماں کو چھٹا حصہ اور دونوں بھائیوں کو دو تہائی حصہ دینے کے بعد جو مال بچ گیا ہے وہ انہیں تینوں پر رد کردیا جائے گا برابر برابر، یعنی باقی مال میں سے ایک ایک تہائی حصہ پھر سب کو برابر برابر مل جائے گا۔

نیز اسی سے یہ مسئلہ بھی نکل کر سامنے آیا کہ اگر شوہر نے دونوں جوڑواں بچوں کے نسب کی نفی کردی اور ان میں سے ایک کا انتقال ہوگیا، تو زندہ جوڑواں بچہ مرنے والے جوڑواں بچہ کا وارث نہ ہوگا اگرچہ دونوں کی پیدائش ایک ہی نطفہ سے ہوئی تھی مگر چوں کہ باپ نے نطفہ کا انکار کردیا تھا اس لیے زندہ جوڑواں بچہ مرنے والے کا عصبہ نہیں بن سکے گا اگر عصبہ ہوتا تو دو تہائی مال کا حقدار ہوتا (شامی: ۵/ ۱۶۴)

ولد لعان کے نسب کا شرعی حکم

حضرات فقہائے امت نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ انقطاع نسب کے بعد ولد لعان کا نسب تمام احکام میں باقی رہے گا کیوں کہ شوہر ہی صاحب فراش ہے اور ولد لعان کی والدہ فراش ہے اس لیے بہر حال نسب ثابت ہوگا لیکن دو حکم میں نسب کو ثابت نہیں مانیں گے اول وراثت میں دوم وجوب نفقہ میں، یعنی باپ ولد اللعان کے ترکہ کا وارث نہیں ہوگا لیکن ولد اللعان اپنے باپ کے ترکہ کا وارث ہوگا، نیز والد اللعان کا نفقہ بھی باپ پر واجب نہ ہوگا بلکہ یہ نفقہ ولد اللعان کی ماں پر واجب ہے ان دونوں احکام کے علاوہ بقیہ تمام میں ثابت النسب مانا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ کسی دوسرے شخص کو اس لڑکے کے نسب کے دعوی کرنے کا حق نہیں ہوگا جس طرح کہ کسی ثابت النسب لڑکے پر کسی شخص کا دعوی نسب صحیح نہیں ہوتا اگرچہ بچہ اس کے ساتھ نسب کی تصدیق ہی کیوں نہ کردے پھر بھی صحیح نہیں ہوتا ہے۔

نسب ولد کے متعلق شارحؒ کی رائے گرامی

شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ علامہ بہنسی نے فرمایا کہ اجنبی شخص نے ولد اللعان کے نسب کا جو دعویٰ کیا ہے وہ وارث نہیں ہوگا البتہ اس دعویٰ کے صحیح ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ یہ اجنبی آدمی اتنی عمر کا ہو کہ اس سے اتنی عمر کا بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اجنبی شخص نے نسب کا ملاعن (یعنی لعان کرنے والے) کے مرنے کے بعد کیا تو اس صورت میں نسب کا دعویٰ درست ہے (علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ مسئلہ شرح البہنسی علی الملتقی میں ایسا ہی دیکھا اس مسئلہ کو کسی ایسے فقیہ کی جانب منسوب نہیں کیا ہے جو قابل اعتماد اور لائق بھروسہ ہو، خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ استثناء معتبر کتب کے خلاف ہے۔

بَابُ الْعِنِّيْنِ وَغَيْرِهِ

یہ باب عنین (نامردانگی) اور دوسری بیماریوں کے بیان میں جو نکاح و شادی سے متعلق ہیں، اس باب میں حضرت مصنفؒ نامردانگی یعنی شوہر بیوی سے جماع پر قدرت نہ رکھتا ہو اس کے احکام و مسائل کو بیان کریں گے نیز اس باب میں مقطوع الذکر، خصی انسان، آسیب زدہ آدمی اور شیخ کبیر نیز اس شخص کے مسائل بھی بیان ہوں گے جو سرعت انزال کے مرض میں مبتلا ہو۔

(هُوَ)لُغَةً مَنْ لَايَقْدِرُ عَلَى الْجِمَاعِ فِعِّيلٌ بِمَعْنَى مَفْعُولٍ جَمْعُهُ عُنُنٌ.وَشَرْعًا(مَنْ لَايَقْدِرُ عَلَى جِمَاعِ فَرْجِ زَوْجَتِهِ) يَعْنِي لِمَانِعٍ مِنْهُ كَكِبَرِ سِنٍّ،أَوْسِحْرٍ، إِذِ الرَّتْقَاءُ لَا خِيَارَ لَهَا لِلْمَانِعِ مِنْهَا خَانِيَّةٌ. (إِذَا وَجَدَتْ)الْمَرْأَةُ(زَوْجَهَامَجْبُوبًا)،أَوْمَقْطُوعَ الذَّكَرِفَقَطْ أَوْصَغِيرَهُ جِدًّا كَالزِّرِّ،وَلَوْقَصِيرًالَايُمْكِنُهُ إِدْخَالُهُ دَاخِلَ الْفَرْجِ فَلَيْسَ لَهَاالْفُرْقَةُ بَحْرٌ،وَفِيهِ نَظَرٌ.وَفِيهِ:الْمَجْبُوبُ كَالْعِنِّينِ إِلَّا فِي مَسْأَلَتَيْنِ؛ التَّأْجِيلِ، وَمَجِيءِ الْوَلَدِ (فَرَّقَ) الْحَاكِمُ بِطَلَبِهَا لَوْ حُرَّةً بَالِغَةً غَيْرَرَتْقَاءَ وَقَرْنَاءَ وَغَيْرَ عَالِمَةٍ بِحَالِهِ قَبْلَ النِّكَاحِ وَغَيْرَ رَاضِيَةٍ بِهِ بَعْدَهُ(بَيْنَهُمَافِي الْحَالِ) وَلَوِ الْمَجْبُوبُ صَغِيرًا لِعَدَمِ فَائِدَةِ التَّأْجِيلِ. (فَلَوْ جُبَّ بَعْدَ وُصُولِهِ إِلَيْهَا) مَرَّةً (أَوْصَارَعِنِّينًا بَعْدَهُ) أَيْ الْوُصُولِ (لَا) يُفَرَّقُ لِحُصُولِ حَقِّهَا بِالْوَطْءِ مَرَّةً. (جَاءَتِ امْرَأَةُ الْمَجْبُوبِ بِوَلَدٍ) وَلَمْ تَعْلَمْ بِجَبِّهِ فَادَّعَاهُ ثَبَتَ نَسَبُهُ. ثُمَّ عَلِمَتْ فَلَهَا الْفُرْقَةُ تَاتَارْخَانِيَّةٌ،وَلَوْوَلَدَتْ (بَعْدَ التَّفْرِيقِ إِلَى سَنَتَيْنِ ثَبَتَ نَسَبُهُ)لِإِنْزَالِهِ بِالسَّحْقِ(وَالتَّفْرِيقُ) بَاقٍ (بِحَالِهِ) لِبَقَاءِ جَبِّهِ (وَلَوْ) كَانَ (عِنِّينًا بَطَلَ التَّفْرِيقُ) لِزَوَالِ عُنَّتِهِ بِثُبُوتِ نَسَبِهِ كَمَا يَبْطُلُ التَّفْرِيقُ بِالْبَيِّنَةِ عَلَى إِقْرَارِهَا بِالْوُصُولِ قَبْلَ التَّفْرِيقِ لَا بَعْدَهُ لِلتُّهْمَةِ فَسَقَطَ نَظَرُ الزَّيْلَعِيِّ.

عنین کی لغوی و شرعی تعریف

عنین لغت کے اعتبار سے اس شخص کو کہا جاتا ہے جو جماع کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو، عنین فعیل کے وزن پر ہے مگر مفعول

کے معنی میں ہے اور اس کی جمع عُنُنٌ آتی ہے اور عنین مفعول کے معنی میں اس وقت ہوگا جب عُنّ بمعنی بمس سے ماخوذ مانا جانا، نہ کہ عن بمعنی اعرض سے، المصباح میں ہے کہ علامہ ازہری نے کہا کہ عنین کو عنین اس لیے کہتے ہیں کہ جب وہ ادخال کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی شرمگاہ ادھر اُدھر جھک جاتی ہے اور عورت کے پاس جانے سے پہلے ہی دائیں بائیں مڑ جاتی ہے۔

اور اصطلاح شریعت میں عنین وہ شخص کہلاتا ہے جو کسی ایسے مانع کی وجہ سے جو اس کی طرف سے ہو اپنی بیوی کی شرمگاہ میں جماع پر قادر نہ ہو، اور جماع کے ذریعہ عورت کو سکون و فرحت نہ پہنچا سکے، مثلاً بوڑھاپے کی وجہ سے، یا جادو کروا دینے کی وجہ سے (یا مقطوع الذکر ہونے کی وجہ سے یا خصیتین نکال دینے کی وجہ سے، یا شکاز کی وجہ سے) جماع پر قادر نہ رہا۔

دبر میں وطی پر قدرت کی وجہ عنین کا حکم

اگر کوئی شخص فرج میں جماع پر قادر نہیں ہے مگر دبر میں وطی پر قادر ہے تو ایسا شخص بھی شرعی اعتبار سے عنین کہلائے گا، خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جماع پر عدم قدرت اگر زوجہ کی جانب سے ہے تو اس پر عنین کے احکام لاگو ہوں گے، لیکن اگر جماع پر عدم قدرت کا سبب عورت کی جانب سے ہے مثلاً عورت ایسی ہے کہ اس کی شرمگاہ میں گوشت ابھرنے کی وجہ سے جماع کرنا ممکن نہیں رہا ہے تو ایسی عورت کو شرعاً رتقاء کہا جاتا ہے ایسی عورت کو شرعی اعتبار سے جدائی لینے کا حق نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ مانع عورت کی طرف سے آیا ہے نہ کہ مرد کی جانب سے جیسا کہ خانیہ میں ہے۔

اگر بیوی شوہر کو مجبوب پائے تو کیا حکم ہے

اگر بیوی اپنے شوہر کو جو مجبوب یا مقطوع الذکر پائے صرف، یا اپنے شوہر کے عضو تناسل کو اتنا چھوٹا پائے کہ اس کو فرج کے اندرونی حصہ میں داخل کرنا ممکن نہ ہو جیسے گھنڈی، تو اس صورت میں عورت کو فرقت کا حق نہ ہوگا، یعنی عورت جدائی لینے کا مجاز نہ ہوگی اور یہ مسئلہ البحر الرائق میں مذکور ہے۔

مذکورہ مسئلہ پر شارح کا اعتراض

البحر الرائق کے مذکورہ مسئلہ پر شارح نے یہ اعتراض کیا ہے کہ جب یہاں کوتاہی شوہر کی طرف سے پائی گئی بایں طور کے شوہر مقطوع الذکر ہے یا قصیر الذکر ہے کہ اس کو عورت کی شرمگاہ میں داخل نہیں کیا جا سکتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عورت کو جدائی لینے کا حق حاصل نہیں ہے؟ تو یہ اصول شریعت کے خلاف ہے، عنین میں تو اس بات کا امکان ہے کہ علاج و معالجہ کیا جائے تو شوہر جماع کے قابل ہو سکتا ہے لیکن یہاں تو اس کا امکان ہی نہیں ہے پھر کیوں عورت کو جدائی لینے کا حق حاصل نہیں ہے؟ اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں صاحب البحر الرائق سے سہو ہو گیا ہے اور عورت کو جدائی لینے کا حق حاصل ہوگا، اور داخل فرج سے مراد نہایت معتاد ہے جس تک وصول ممکن ہو۔

تفریق مقطوع الذکر میں بلوغ کی شرط

اور البحر الرائق میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ مجبوب عنین کی طرح ہے مگر دو مسئلوں میں مجبوب عنین کے حکم میں نہیں ہے اوّل مدت میں، دوم لڑکا ہونے میں، یعنی مجبوب الذکر شخص کو مہلت نہیں دی جائے گی، بلکہ علی الفور قاضی ان دونوں کے درمیان جدائی کردے گا اور نہ اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا اور نہ اس کے تندرست ہونے کا انتظار کیا جائے گا بلکہ فوراً قاضی تفریق کردے گا، تفریق کے بعد اگر عورت بچہ جنے تو اس سے تفریق باطل نہیں ہوگی، اس کے برخلاف عنین میں اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے اگر وہ نابالغ ہے، اسی طرح اس کی صحت وتندرستی کا انتظار کیا جائے گا، اگر وہ بیمار ہے اور علاج ومعالجہ کا موقع دیا جائے گا اگر علاج ومعالجہ اور تندرستی کے بعد بھی جماع کرنے کے قابل نہیں ہوا تو تفریق کی جائے گی لیکن تفریق کے بعد اگر عورت بچہ جنے تو تفریق باطل ہو جائے گی، کیوں کہ عنین میں جماع ممکن ہے۔

اگر حرہ بالغہ تفریق کا مطالبہ کرے تو کیا حکم ہے

اگر شوہر مقطوع الذکر ہو اور بیوی تفریق کا مطالبہ کرے تو قاضی کو چاہیے کہ ان دونوں میں تفریق کرادے بشرطیکہ بیوی آزاد ہو، بالغہ ہو، (اگر بیوی باندی ہے تو مطالبہ تفریق کا اختیار اس کے مولیٰ کو ہوگا اور اگر صغیرہ ہے تو اس صورت میں اپنے بلوغ کا انتظار کرے گی کیوں کہ احتمال ہے کہ بالغ ہونے کے بعد بیوی عنین اور مجبوب الذکر شخص ہی پر راضی ہو جائے۔ (شامی:۵/ ۱۶۷) اور مطالبہ تفریق کے صحیح ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ بیوی رتقاء نہ ہو اور قرناء نہ ہو چناں چہ اگر بیوی رتقاء اور قرناء ہے یعنی اس کی شرمگاہ میں گوشت بڑھ گیا ہے جس کی وجہ سے شوہر جماع پر قادر نہیں ہے یا شرمگاہ میں کوئی ہڈی ابھر آئی ہے جس کی وجہ سے شوہر جماع پر قادر نہیں ہے تو ان دو صورتوں میں عورت تفریق کا مطالبہ نہیں کرسکتی ہے، اس لیے موانع عورت کی طرف سے پائے گئے ہیں۔

اگر مرد کے متعلق قبل النکاح ہی مجبوب ہونے کا علم ہو تو کیا حکم ہے

اور اگر شوہر کے مقطوع الذکر یا عنین ہونے کا علم عورت کو نکاح سے پہلے ہی تھا اس کے باوجود اس نے اس سے نکاح کیا، یا نکاح سے پہلے ہی عورت اس پر راضی تھی تو اس صورت میں تفریق کا مطالبہ عورت نہیں کرسکتی ہے ہاں اگر پہلے سے کوئی علم نہیں تھا بلکہ نکاح کے بعد شوہر کے عنین اور مجبوب ہونے کا علم ہوا یا نکاح کے بعد عورت راضی نہیں ہوئی تھی تو اس صورت میں عورت تفریق کا مطالبہ کرسکتی ہے اور قاضی کو چاہیے کہ ان دونوں کے درمیان علی الفور تفریق کردے اگر مجبوب نابالغ ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ بلوغ کا انتظار کرکے تاخیر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ایک مرتبہ وطی کرنے کے بعد مجبوب ہوگیا تو کیا حکم ہے

اگر شوہر ایک مرتبہ بیوی سے وطی کرنے کے بعد مجبوب ہوگیا یا عنین ہوگیا یعنی ایک مرتبہ وطی کرنے کے بعد نامرد ہوگیا تو ان صورتوں میں تفریق نہیں کرائی جائے گی، کیوں کہ جب ایک مرتبہ شوہر نے بیوی سے جماع کرلیا تو عورت کا حق فرض ادا ہوگیا کیوں کہ ایک مرتبہ سے زائد وطی کا مستحق عورت دیانۃً ہوتی ہے نہ کہ قضاءً قدرت کے باوجود اگر سرکشی کرتے ہوئے دیانت وطی کو کرے تو گنا ہگار ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۱۶۸)

مقطوع الذکر شخص کی بیوی سے بچہ پیدا ہو تو کیا حکم ہے

اگر مقطوع الذکر شخص کی بیوی نے ایک بچہ جنا اور بیوی کو اس کے مقطوع الذکر ہونے کا علم پہلے سے نہیں ہے پھر مجبوب نے اس لڑکے سے اپنے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت ہوجائے گا، اور اگر نسب کے ثابت ہونے کے بعد عورت کو مجبوب ہونے کا علم ہوا تو عورت کو یہ حق ہے کہ تفریق کا مطالبہ کرے جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔

تفریق کے دو سال کے بعد بچہ پیدا ہوا تو کیا حکم ہے

اگر کوئی عورت تفریق واقع ہونے کے بعد دو سال تک کوئی لڑکا جنے تو اس لڑکے کا نسب مجبوب شوہر سے ثابت ہوجائے گا اس لیے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ اس مجبوب شوہر نے بوقت رگڑ دیا ہو اور اس کی وجہ سے انزال ہوگیا ہو اور اس سے بچہ پیدا ہوا ہو، مگر ثبوت نسب کے باوجود تفریق علیٰ حالہ باقی رہے گی، کیوں کہ شوہر کا مجبوب ہونا باقی ہے اور اگر شوہر عنین ہو اور اس کی وجہ سے زوجین کے درمیان قاضی نے تفریق کرادی ہو پھر اس جدائی کے بعد دو سال کے اندر اندر عورت نے بچہ جنا تو اس صورت میں ثبوت نسب کے ساتھ ساتھ قاضی کی تفریق بھی باطل ہوجائے گی کیوں کہ شوہر کی نامردی ختم ہوچکی ہے ثبوت نسب کی وجہ سے۔

گواہوں کی گواہی سے تفریق کا بطلان

جیسا کہ تفریق باطل ہوجاتی ہے عورت کے اقرار پر بینہ قائم ہونے کی وجہ سے اور تفریق سے قبل جماع کی گواہی سے نہ اس کے بعد تہمت کی وجہ سے، زیلعی کی نظر ساقط ہوگئی اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں ایک مرتبہ جماع کا اقرار کیا ہے اور گواہوں نے عند القاضی اس اقرار کی گواہی قبل التفریق پیش کردی تو اس صورت میں تفریق باطل ہوجاتی ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ تفریق کے بعد عورت نے جماع کا اقرار کیا ہے تو تفریق باطل نہ ہوگی تہمت کی وجہ سے، لہٰذا علامہ زیلعیؒ کا اعتراض ساقط ہوگیا۔

علامہ زیلعیؒ کا اعتراض اور اس کا جواب

کنز الدقائق کی شرح میں علامہ زیلعیؒ نے کہا کہ حاکم کی تفریق سے عورت پر طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور یہاں بھی طلاق

بائن ہے پھر یہ تفریق کس طرح باطل ہوگی چناں چہ تفریق کے بعد عورت کا جماع کا اقرار کرنا تفریق کو باطل نہیں کرتا ہے؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مجبوب شخص سے بچہ کے نسب کے ثبوت کا جو حکم لگایا گیا ہے وہ محض انزال کے احتمال کی وجہ سے، اور زوجین کے درمیان تفریق اس وجہ سے تھی کہ شوہر کا عضو تناسل مقطوع ہے اور وہ ابھی موجود ہے اس کے برخلاف عنین شخص سے ثبوت نسب کا مسئلہ ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ثبوت نسب سے نامردی کا زوال ثابت ہوتا ہے اور تفریق نامردی ہی کی وجہ سے واقع ہوئی تھی لہٰذا جب نامردی ختم ہوگئی تو تفریق بھی باطل ہوجائے گی اس کے برخلاف اگر تفریق کے بعد اقرار کرے تو اس صورت میں عورت پر تہمت کا الزام آتا ہے کہ اس نے قضا کو باطل کیا ہے یعنی عورت نے جھوٹا اقرار اس سے کرلیا ہے تاکہ قاضی کا فیصلہ باطل ہوجائے اسی وجہ سے عورت کا اقرار قابل قبول نہیں ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۱۶۸)

(وَلَوْ وَجَدَتْهُ عِنِّينًا) هُوَ مَنْ لَا يَصِلُ إلَى النِّسَاءِ لِمَرَضٍ أَوْ كِبَرٍ، أَوْ سِحْرٍ وَيُسَمَّى الْمَعْقُودَ وَهُبَانِيَّةٌ (أَوْ خَصِيًّا) لَا يَنْتَشِرُ ذَكَرُهُ، فَإِنْ انْتَشَرَ لَمْ تُخَيَّرْ بَحْرٌ، وَعَلَيْهِ فَهُوَ مِنْ عَطْفِ الْخَاصِّ عَلَى الْعَامِّ لِخَفَائِهِ وَإِنْ كَانَ بِأَوْ لِأَنَّ الْفُقَهَاءَ يَتَسَامَحُونَ فِي ذَلِكَ نَهْرٌ (أُجِّلَ سَنَةً) لِاشْتِمَالِهَا عَلَى الْفُصُولِ الْأَرْبَعَةِ، وَلَا عِبْرَةَ بِتَأْجِيلِ غَيْرِ قَاضِي الْبَلْدَةِ (قَمَرِيَّةً) بِالْأَهِلَّةِ عَلَى الْمَذْهَبِ وَهِيَ ثَلَثُمِائَةٍ وَأَرْبَعَةٌ وَخَمْسُونَ يَوْمًا وَبَعْضُ يَوْمٍ، وَقِيلَ: شَمْسِيَّةٌ بِالْأَيَّامِ وَهِيَ أَزْيَدُ بِأَحَدَ عَشَرَ يَوْمًا، قِيلَ وَبِهِ يُفْتَى، وَلَوْ أُجِّلَ فِي أَثْنَاءِ الشَّهْرِ فَبِالْأَيَّامِ إجْمَاعًا (وَرَمَضَانُ وَأَيَّامُ حَيْضِهَا مِنْهَا) . وَكَذَا حَجُّهُ وَغَيْبَتُهُ (لَا مُدَّةُ) حَجِّهَا وَغَيْبَتِهَا وَ (مَرَضِهِ وَمَرَضِهَا) مُطْلَقًا بِهِ يُفْتَى وَلْوَالِجِيَّةٌ. وَيُؤَجَّلُ مِنْ وَقْتِ الْخُصُومَةِ مَا لَمْ يَكُنْ صَبِيًّا، أَوْ مَرِيضًا أَوْ مُحْرِمًا، فَبَعْدَ بُلُوغِهِ وَصِحَّتِهِ وَإِحْرَامِهِ؛ وَلَوْ مُظَاهِرًا لَا يَقْدِرُ عَلَى الْعِتْقِ أُجِّلَ سَنَةً وَشَهْرَيْنِ (فَإِنْ وَطِئَ) مَرَّةً فِيهَا (وَإِلَّا بَانَتْ بِالتَّفْرِيقِ) مِنْ الْقَاضِي إنْ أَبَى طَلَاقَهَا (بِطَلَبِهَا) يَتَعَلَّقُ بِالْجَمِيعِ، فَيَعُمُّ امْرَأَةَ الْمَجْبُوبِ كَمَا مَرَّ وَلَوْ مَجْنُونَةً بِطَلَبِ وَلِيِّهَا. أَوْ مَنْ نَصَبَهُ الْقَاضِي (وَلَوْ أَمَةً فَالْخِيَارُ لِمَوْلَاهَا) لِأَنَّ الْوَلَدَ لَهُ (وَهُوَ) أَيْ هَذَا الْخِيَارُ (عَلَى التَّرَاخِي) لَا الْفَوْرِ. (فَلَوْ وَجَدَتْهُ عِنِّينًا) ، أَوْ مَجْبُوبًا (وَلَمْ تُخَاصِمْ زَمَانًا لَمْ يَبْطُلْ حَقُّهَا) وَكَذَا لَوْ خَاصَمَتْهُ ثُمَّ تَرَكَتْ مُدَّةً فَلَهَا الْمُطَالَبَةُ وَلَوْ ضَاجَعَتْهُ تِلْكَ الْأَيَّامَ خَانِيَّةٌ (كَمَا لَوْ رَفَعَتْهُ إلَى قَاضٍ فَأَجَّلَهُ سَنَةً وَمَضَتْ) السَّنَةُ (وَلَمْ تُخَاصِمْ زَمَانًا) زَيْلَعِيٌّ .

اگر عورت اپنے شوہر کو نامرد پائے تو کیا حکم ہے

اگر بیوی نے اپنے شوہر کو عنین پایا اور عنین وہ شخص ہے جو کسی بیماری، یا بڑھاپا یا جادو کی وجہ سے عورتوں کے ساتھ جماع

کرنے پر قادر نہ ہو، اہل عرب عنین کو مفقود کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام مربوط بھی ہے۔

یا بیوی نے شوہر کو خصی پایا بایں طور کے اس کے خصیتین نکال دینے کی وجہ سے عضو تناسل میں انتشار نہیں ہوتا ہے تو ان دونوں صورتوں میں عورت کو فرقت کا اختیار حاصل ہوگا لیکن اگر خصی ہونے کے باوجود عضو تناسل میں انتشار ہوتا ہے تو اس صورت میں عورت کو فرقت کا اختیار حاصل نہیں ہوگا جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

عطف الخاص علی العام

شارح فرماتے ہیں کہ خصی کا عطف عنین پر عطف الخاص علی العام ہے اور خاص اگر چہ عام کے حکم میں داخل ہوتا ہے تو پھر بھی مصنف نے اس کو علیحدہ اس لیے ذکر کیا کہ اس کا حکم مخفی تھا یعنی احتمال تھا کہ تفریق کا حکم صرف عنین کے ساتھ خاص ہے، اور خصی کا حکم کوئی دوسرا ہے اس احتمال کو دور کرنے کے لیے خاص کا عطف عام پر کیا اور یہ بتادیا کہ دونوں کا حکم برابر ہے نیز ایک قاعدہ ہے کہ عطف الخاص علی العام واو کے ذریعہ کیا جاتا ہے مگر اس قاعدہ سے انحراف کر کے مصنف نے لفظ او سے عطف کیا ہے، مگر حضرات فقہاء ایسے امور میں عام طور پر چشم پوشی اور مسامحت سے کام لیتے ہیں ان باریکیوں کا لحاظ نہیں کرتے ہیں کیوں کہ ان حضرات کا مقصد احکام بیان کرنا ہوتا ہے جیسا کہ نہر الفائق میں ہے الفاظ کی رعایت مقصود نہیں ہوتی ہے اس لیے الفاظ کی ادائے گی میں غلطی ہوسکتی ہے۔

عنین اور خصی شخص کو ایک سال کی مہلت

اگر عورت شوہر کو عنین یا خصی پائے تو علی الفور تفریق کا فیصلہ قاضی نہیں کرے گا بلکہ شوہر کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی تا کہ اس دوران اپنا علاج ومعالجہ کرا کے عورت کے قابل ہوجائے اور ایک سال کی مدت اس لیے متعین کی گئی ہے کہ ایک سال چار فصلوں پر مشتمل ہوتا ہے اس کے اندر آب وہوا میں تبدیلی ہوتی ہے اور آب وہوا کی تبدیلی کا صحت ومرض پر بڑا اثر مرتب ہوتا ہے، اور سال بھر کی مدت متعین کرنے کا حق صرف قاضی کو حاصل ہوتا ہے قاضی کے علاوہ کوئی دوسرا اس کا مجاز نہیں ہوتا ہے۔

قمری سال معتبر ہے یا شمسی

اور علاج ومعالجہ کی مدت جو ایک سال متعین کی جائے گی وہ سال قمری یعنی چاند کی تاریخ کے اعتبار سے ہونا چاہیے جس کے دن پورے سال بھر میں تین سو چون ہوتے ہیں اور ایک دن کا حصہ بعض اور مکمل بارہ ماہ ہوتے ہیں مختار مذہب یہی ہے اور بعض حضرات فقہائے کرام سے منقول ہے کہ مہلت دینے میں شمسی سال کا اعتبار ہے، اور شمسی ایام، قمری ایام کے بہ نسبت گیارہ دن زیادہ ہوتے ہیں، یعنی شمسی سال میں کل ۳۶۵ دن ہوتے ہیں اور ایک ضعیف قول یہ ہے کہ فتویٰ اس پر ہے اسی قول

کو امام سرخسی، قاضی خان، اور علامہ ظہیر الدین نے اختیار کیا ہے اور یہی روایت الحسن عن ابی حنیفہ بھی ہے، اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک عدد کا اعتبار ہے یعنی تین سو ساٹھ دن کی مہلت دی جائے گی۔ (شامی: ۵/ ۱۷۰)

حضرت فاروق اعظمؓ کی رائے عالی

حضرت عمر بن الخطابؓ خلیفہ دوم نے قاضی شریح کے پاس ایک مکتوب ارسال کیا تھا جس میں آپ نے تحریر کی تھی کہ عنین کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کریں، نیز خود فاروق اعظمؓ نے بھی ایک سال کی مدت مقرر فرمائی تھی جس میں شمسی سال کی کوئی قید نہیں تھی اور اہل عرب صرف قمری سال ہی جانتے تھے شمسی سال سے بالکل ناآشنا تھے اس لیے ان میں قمری سال ہی رائج تھا اس لیے شریعت میں جہاں بھی مطلقاً سال مذکور ہوگا وہاں قمری سال ہی مراد لیا جائے گا، جب تک کہ اس کے خلاف صراحت موجود نہ ہو اور قمری سال کا معتبر ہونا ہی ظاہر الروایہ ہے لہٰذا یہی متمد قول ہوگا اور اس کے خلاف لائق اعتماد نہیں۔ (کشف الاسرار: ۳/ ۲۳۳)

درمیان ماہ سے مدت کی تعیین کس طرح کیا جائے

اگر عنین کی مدت درمیان ماہ سے متعین کی گئی ہے تو اس میں سال کا اعتبار دنوں کے حساب سے ہوگا اور اس میں تمام فقہائے کرام کا اتفاق ہے یعنی تین سو ساٹھ دن شمار ہوگا، تو سال مکمل ہو جائے گا اس کو سال عددی کہتے ہیں اور جب ہر ماہ تیس یوم کا مانا جائے تو ۱۲/ مہینے میں تین سو ساٹھ دن ہو جائیں گے۔

ماہ رمضان المبارک اور عورت کے حیض کے ایام

رمضان المبارک کا مہینہ اور عورت کے حیض کے ایام اسی طرح مرد کے ایام حج اور سفر کرنے کے ایام سب کے سب سال میں شمار ہوں گے البتہ عورت ایام حج اور اس کے ایام سفر اس مدت میں شمار نہیں ہوں گے، نیز مرد و زن کے ایام مرض اس مدت میں شمار نہیں ہوں گے خواہ پورا مہینہ ہو یا اس سے کم و زائد اور فتویٰ اس پر ہے کہ جیسا ولوالجیہ میں ہے، یعنی بیماری کی جتنی مدت ہوگی یا سفر حج یا مطلقاً سفر کے جو ایام ہوں گے وہ سب سال میں اضافہ کیے جائیں گے۔

سال کی مدت کب سے مقرر کی جائے

اور سال کی ابتدا خصومت کے وقت سے ہوگی، بشرطیکہ مرد نابالغ، بیمار یا احرام کی حالت میں نہ ہو، چناں چہ اگر شوہر ابھی نابالغ ہے یا بیمار ہے یا احرام کی حالت میں ہے تو اس صورت میں سال کی مدت کا آغاز، بالغ ہونے کے بعد، تندرست ہونے کے بعد اور احرام سے نکل جانے کے بعد سے ہوگا جب تک صغیر ہے یا مریض ہے یا محرم ہے، مدت سال کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اور

اگر شوہر نے اس سے پہلے عورت سے ظہار کرلیا ہے اور اس پر کفارۂ ظہار واجب ہے مگر کفارہ میں غلام آزاد کرنے پر قادر نہیں ہے تو اس کی مدت ایک سال اور دو ماہ مقرر کی جائے گی۔

اگر عنین نے ایک مرتبہ جماع کرلیا تو کیا حکم ہے

اگر عنین اور خصی شوہر نے سال کے اندر اندر ایک مرتبہ بیوی سے جماع کرلیا تو بہت اچھا ہے اس نے قضاء حق زوجیت ادا کردیا ہے اور اگر پورے سال میں بھی عورت سے جماع کرنے پر قادر نہیں ہوا علاج ومعالجہ کے بعد بھی شوہر عورت کے قابل نہیں ہوسکا تو اس صورت میں قاضی کی تفریق کے بعد عورت پر طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔

شوہر طلاق دینے سے انکار کرے تو کیا حکم ہے

اگر عنین شوہر نے بیوی کو طلاق دینے سے انکار کردے تو عورت کو دوسری درخواست دینی پڑے گی اس کے بعد تفریق واقع ہوگی جہاں تک پہلی درخواست کا تعلق ہے تو اس سے صرف ایک سال کی مدت مقرر کی گئی تھی اور یہ دوسری درخواست تفریق کے لیے ہوگی بطلبہا اس کا تعلق مذکورہ تمام صورتوں کے ساتھ ہے عورت کی درخواست کے بغیر تفریق نہیں کی جائے گی چناں چہ مجبوب کی عورت کو بھی یہ حکم عام ہے جیسا کہ ماقبل میں گزرا ہے یعنی مجبوب کی بیوی جب تک تفریق کا مطالبہ نہیں کرے گی تفریق نہیں کرائی جائے گی۔

اگر عورت دیوانی ہو تو مطالبہ تفریق کون کرے

اگر عنین شخص کی بیوی دیوانی ہو تو قاضی عورت کے ولی کی طلب پر ان دونوں میں تفریق کردے گا یا پھر قاضی اس آدمی کی طلب پر تفریق کرے گا، جس کو قاضی نے مجنونہ عورت کی طرف سے ولی مقرر کیا ہو، (عنین شوہر کا طلاق سے انکار کی صورت میں قاضی تفریق اس لیے کردے گا کہ شوہر امساک بالمعروف سے عاجز ہے تو اب اس پر تسریح بالاحسان لازم ہے اور جب شوہر تسریح بالاحسان نہ کرے تو وہ ظلم کرنے والا ہوگا، لہٰذا دفع ظلم کے لیے قاضی عورت کی طرف سے نائب ہوگا اور جدائی کا فیصلہ کردے گا۔

اگر باندی ہو اور شوہر عنین یا خصی ہو تو کیا حکم ہے

اگر عنین یا خصی شخص کی بیوی باندی ہو تو تفریق کے مطالبہ کا حق اس کے آقا کو حاصل ہوگا کیوں کہ باندی سے پیدا ہونے والا بچہ حقیقت میں آقا ہی کی ملکیت ہے، بیوی یا اس کے ولی کو جو تفریق کا اختیار من جانب الشرع حاصل ہے وہ علی سبیل التراخی ہے علی الفور اختیار کا استعمال کرلینا ضروری نہیں ہے۔

چناں چہ اگر عورت نے شوہر کو عنین یا مجبوب پایا اور ایک طویل مدت تک کوئی معاملہ نہیں اٹھایا بلکہ صبر کرتی رہی اور

خاموش رہی تو اس خاموشی سے عورت کا حق مطالبۂ تفریق باطل نہیں ہوتا ہے اسی طرح عورت نے اس معاملہ کو اٹھایا اور قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا اس کے بعد ایک عرصہ تک خاموش رہی اور اس معاملہ کو اٹھایا ہی نہیں تو اس صورت میں بھی عورت کو تفریق کے مطالبہ کا حق باقی رہے گا اگرچہ ان دنوں میں بیوی اپنے شوہر کے ساتھ لیٹتی رہی ہو اور اس کے ساتھ بوس وکنار بھی کرتی رہی ہو پھر بھی بیوی کو تفریق کا حق حاصل رہے گا، جیسا کہ فتاویٰ خانیہ میں ہے۔

عورت کے معاملہ دائر کرنے کے بعد قاضی نے ایک سال کی مدت متعین کردیا

عورت نے عنین مرد یا خصی مرد کے خلاف قاضی کے پاس مقدمہ دائر کردیا اور قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کردی اور سال گذر گیا اور عورت نے ایک لمبے عرصہ تک مخاصمت نہ کی بلکہ خاموش پڑی رہی تب بھی عورت کو جدائی لینے کا حق باقی رہے گا جیسا کہ زیلعی نے اس کو بیان کیا ہے۔

(وَلَوْ ادَّعَى الْوَطْءَ وَأَنْكَرَتْهُ، فَإِنْ قَالَتْ امْرَأَةٌ ثِقَةٌ) وَالثِّنْتَانِ أَحْوَطُ (هِيَ بِكْرٌ) بِأَنْ تَبُولَ عَلَى جِدَارٍ، أَوْ يَدْخَلَ فِي فَرْجِهَا مُحُّ بَيْضَةٍ (خُيِّرَتْ) فِي مَجْلِسِهَا (وَإِنْ قَالَتْ: هِيَ ثَيِّبٌ) ، أَوْ كَانَتْ ثَيِّبًا (صُدِّقَ بِحَلِفِهِ) فَإِنْ نَكَلَ فِي الِابْتِدَاءِ أُجِّلَ وَفِي الِانْتِهَاءِ خُيِّرَتْ (كَمَا) يُصَدَّقُ (لَوْ وُجِدَتْ ثَيِّبًا وَزَعَمَتْ زَوَالَ عُذْرَتِهَا بِسَبَبٍ آخَرَ غَيْرِ وَطْئِهِ كَأُصْبُعِهِ مَثَلًا) لِأَنَّهُ ظَاهِرٌ وَالْأَصْلُ عَدَمُ أَسْبَابٍ أُخَرَ مِعْرَاجٌ (وَإِنْ اخْتَارَتْهُ) وَلَوْ دَلَالَةً (بَطَلَ حَقُّهَا؛ كَمَا لَوْ) وُجِدَ مِنْهَا دَلِيلُ إعْرَاضٍ بِأَنْ (قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا، أَوْ أَقَامَهَا أَعْوَانُ الْقَاضِي) أَوْ قَامَ الْقَاضِي (قَبْلَ أَنْ تَخْتَارَ شَيْئًا) بِهِ يُفْتَى وَاقِعَاتٌ لِإِمْكَانِهِ مَعَ الْقِيَامِ، فَإِنْ اخْتَارَتْ طَلَّقَ، أَوْفَرَّقَ الْقَاضِي . (تَزَوَّجَ) الْأُولَى، أَوْ امْرَأَةً (أُخْرَى عَالِمَةً بِحَالِهِ لَا خِيَارَ لَهَا عَلَى الْمَذْهَبِ) الْمُفْتَى بِهِ بَحْرٌ عَنْ الْمُحِيطِ خِلَافًا لِتَصْحِيحِ الْخَانِيَّةِ. (وَلَا يَتَخَيَّرُ أَحَدُهُمَا) أَيْ الزَّوْجَيْنِ (بِعَيْبِ الْآخَرِ) فَاحِشًا كَجُنُونٍ وَجُذَامٍ وَبَرَصٍ وَرَتَقٍ وَقَرْنٍ، وَخَالَفَ الْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ فِي الْخَمْسَةِ لَوْ بِالزَّوْجِ، وَلَوْ قُضِيَ بِالرَّدِّ صَحَّ فَتْحٌ. (وَلَوْ تَرَاضَيَا) أَيْ الْعِنِّينُ وَزَوْجَتُهُ (عَلَى النِّكَاحِ) ثَانِيًا (بَعْدَ التَّفْرِيقِ صَحَّ) وَلَهُ شَقُّ رَتَقِ أَمَتِهِ وَكَذَا زَوْجَتِهِ، وَهَلْ تُجْبَرُ؟ الظَّاهِرُ: نَعَمْ، لِأَنَّ التَّسْلِيمَ الْوَاجِبَ عَلَيْهَا لَا يُمْكِنُهُ بِدُونِهِ نَهْرٌ. قُلْت: وَأَفَادَ الْبَهْنَسِيُّ أَنَّهَا لَوْ تَزَوَّجَتْهُ عَلَى أَنَّهُ حُرٌّ، أَوْ سُنِّيٌّ، أَوْ قَادِرٌ عَلَى الْمَهْرِ وَالنَّفَقَةِ فَبَانَ بِخِلَافِهِ، أَوْ عَلَى أَنَّهُ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ فَإِذَا هُوَ لَقِيطٌ، أَوْ ابْنُ زِنًا كَانَ لَهَا الْخِيَارُ فَلْيُحْفَظْ.

شوہر وطی کا دعویٰ کرے اور عورت انکار کرے تو کیا حکم ہے

اگر شوہر اس بات کا مدعی ہے کہ اس نے بیوی سے وطی کی ہے مگر بیوی اس کا انکار کرے اور یوں کہے کہ شوہر نے میرے

ساتھ کبھی بھی وطی نہیں کی ہے تو اس صورت میں اگر ایک قابل اعتماد عورت نے تصدیق کری کہ یہ عورت ابھی باکرہ ہے تو اسکے قول کو قبول کرلیا جائے گا لیکن قابل اعتماد دو عورتوں کی گواہی زیادہ افضل اور لائق احتیاط ہے۔

عورت کے باکرہ ہونے کی پہچان

اور عورت کے باکرہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ عورت دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب کا دھار دیوار پر پڑے تو سمجھو کہ باکرہ ہے اور اگر پیشاب اس کی ران پر گرے تو ثیبہ ہے، اور باکرہ ہونے کی دوسری پہچان یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ میں انڈے کی زردی ڈالی جائے اگر زردی داخل ہوجائے تو باکرہ نہیں ہے، اور اگر داخل نہ ہوگی تو باکرہ ہوگی بہرحال جب عورت کا باکرہ ہونا شرعی اعتبار سے ثابت ہوجائے تو اسی مجلس میں عورت کو جدائی اور وصال کا اختیار ہوگا اگر عورت نے شوہر کو اختیار کرلیا یا مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی تو اس صورت میں خیار باطل ہوجائے گا اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ محیط اور واقعات نامی کتاب میں ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ماقبل میں بیان کیا گیا ہے کہ عورت کو مدت دراز تک اختیار تفریق حاصل رہے گا مگر یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صرف مجلس تک ہی خیار حاصل رہے گا مجلس سے اٹھ جانے کے بعد خیار باطل ہوجائے گا تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ گذشتہ ظاہر الروایہ کی بنیاد پر تھا جیسا کہ البحر الرائق میں بدائع کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے اور یہاں مفتی بہ قول کے مطابق کہا گیا ہے جیسا کہ محیط اور کتاب الواقعات میں مذکور ہے۔

متقی عورت نے ثیبہ بتلایا تو کیا حکم ہے

اگر کسی قابل اعتماد عورت نے یہ بتلایا کہ یہ عورت ثیبہ ہے باکرہ نہیں ہے یا یہ کہا کہ یہ عورت نکاح سے پہلے ہی ثیبہ تھی تو ان دونوں صورتوں میں شوہر کی بات کی تصدیق کی جائے گی اور شوہر سے قسم بھی لی جائے گی اب اگر شوہر نے قسم کھانے سے انکار کردیا شروع ہی میں تو ایک سال کی مدت مقرر کردی جائے گی اور اگر شوہر انتہاء میں انکار کیا یعنی مدت مقرر ہونے کے بعد قسم کھانے سے انکار کرے تو اس صورت میں عورت کو مجلس کے اندر اندر اختیار دیا جائے گا کہ شوہر کے پاس رہے یا جدائی اختیار کرلے۔

زوال بکارت کا سبب جماع کے علاوہ کو قرار دینا

شوہر وطی کا دعویٰ کرے اور بیوی اس کا انکار کرے تو عورت کے باکرہ اور ثیبہ ہونے پر شوہر کے قول کی تصدیق موقوف ہوگی چناں چہ اگر باکرہ ہے، تو عدم وطی کے متعلق عورت کا قول معتبر ہے اور اگر عورت ثیبہ ہے تو وطی کے متعلق شوہر کا قول معتبر ہوگا لیکن اگر عورت یہ دعویٰ کرے کہ میری پردہ بکارت کے زوال کا سبب وطی زوجہ نہیں ہے بلکہ کسی اور سبب سے پردۂ بکارت

زائل ہوا ہے مثلاً شوہر نے انگلی کر دیا تھا جس کی وجہ سے بکارت زائل ہو گئی تھی اور شوہر اس بات کا مدعی ہے کہ وطی سے بکارت زائل ہوئی ہے تو اس صورت میں شوہر کے قول کی تصدیق کی جائے گی عورت کا قول نہیں مانا جائے گا، اس لیے کہ ظاہر حال اس بات کا متقاضی ہے کہ پردہ بکارت کے زوال کا سبب جماع ہی ہوگا نہ کہ انگلی کرنا اور اصل بھی یہی ہے اور دوسرے اسباب کالعدم ہیں لہٰذا قول اسی کا معتبر ہوتا ہے جو اصل کے مطابق استدلال کر رہا ہو جیسا کہ معراج میں ہے۔

عورت کے اختیار زوج سے خیار کا بطلان

اور اگر عورت نے شوہر کو اختیار کر لیا اگر چہ یہ اختیار صراحتاً نہیں بلکہ دلالت حال سے کیا ہو، مثلاً عورت شوہر سے مہر اور نان ونفقہ کا مطالبہ کرے تو اس صورت میں عورت کا خیار تفریق باطل ہو جائے گا جس طرح کہ اگر عورت کی جانب سے مطالبۂ تفریق سے بے التفاتی پائی جائے مثلاً عورت مجلس سے اٹھ کھڑی ہو یا اس کو قاضی کے اعوان وانصار کھڑا کر دے یا عورت کے جدائی کے اختیار کرنے سے پہلے قاضی ہی خود کھڑا ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں عورت کا حق تفریق کا مطالبہ باطل ہو جائے گا اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ الواقعات نامی کتاب میں ہے۔

عورت کے کھڑی ہونے کے باوجود بھی فرقت کا حق حاصل تھا اس کے باوجود سکوت کر لینا اس کی رضامندی کی دلیل ہے پس اگر عورت جدائی کو اختیار کر لے تو شوہر اس کو طلاق دے دے اور اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کرے تو پھر قاضی تفریق کرا دے۔

پہلی بیوی یا اجنبیہ عورت نے عنین سے اس کا حال جاننے کے باوجود نکاح کر لیا

پہلی عورت جو قاضی کی تفریق کی وجہ سے شوہر سے علیحدہ ہو گئی تھی اسی عنین شوہر سے اس کے حال کو جانتے ہوئے دوبارہ نکاح کر لیا یا کوئی دوسری اجنبیہ عورت نے عنین سے اس کا حال جاننے کے باوجود نکاح کر لیا تو مختار مذہب کے مطابق زوجین میں سے کسی کو بھی فرقت کا حق نہیں ہوگا جیسا کہ البحر الرائق میں محیط سے منقول ہے فتاویٰ خانیہ کی تصحیح کے خلاف یعنی فتاویٰ خانیہ میں اس کے خلاف تصحیح کی گئی ہے جو البحر الرائق میں محیط سے منقول ہے۔

دوسرے کے عیوب کی وجہ عدم اختیار

اور زوجین میں سے کسی کو بھی دوسرے کے عیب کی وجہ سے جدائی کا حق حاصل نہیں ہوگا اگر چہ فحش عیب کیوں نہ ہو مثلاً شوہر مجنون ہو یا جذام وبرص کی بیماری میں مبتلا ہو، یا عورت کی شرمگاہ میں گوشت ابھر آنے کی وجہ سے راستہ بند ہو گیا ہو جس کو رتق کہا جاتا ہے یا عورت کی شرمگاہ میں ہڈی نکل آئی ہو جو جماع کے لیے مانع ہو اس کو قرن کہا جاتا ہے ان تمام صورتوں میں کسی کو بھی تفریق کا حق حاصل نہیں ہوگا، (یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور یہی قول حضرت عطاء، ابراہیم نخعی، عمر بن عبدالعزیز، ابوزیاد، ابوقلابہ، ابن ابی لیلیٰ، امام اوزاعی، سفیان ثوری، امام خطابی، اور داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے

اور مبسوط میں ہے کہ یہی مذہب حضرت علیؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ کا بھی ہے۔ (شامی: ۵/ ۱۷۵)

حضرات ائمہ ثلاثہ کا اختلاف

جنون، جذام، برص، رتق، اور قرن مذکورہ پانچوں مسائل میں حضرات ائمہ ثلاثہ حضرت امام مالکؒ حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ اگر یہ امراض شوہر میں ہوں اور قاضی شافعی المسلک یا مالک المسلک یا حنبلی ہو اور ان امراض کی وجہ سے زوجین میں تفریق کرادے تو تفریق واقع ہو جائے گی جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

اور پہلی تین بیماری، جنون، جذام اور برص کے متعلق حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ امراض شوہر میں ہوں تو عورت کو تفریق کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے اسی طرح ہر وہ بیماری جس سے بیوی کو اپنے مبتلا ہونے کا خطرہ لاحق ہو شوہر سے جدائی لے سکتی ہے۔ (شامی: ۵/ ۱۷۵)

شارحؒ پر مصنف کی طرف سے تین اعتراض

اس مقام پر مصنف نے شارح پر تین اعتراضات کیے ہیں:

(۱) شارح کے ظاہری کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا پانچوں امراض میں صرف عورت کو خیار حاصل ہوتا ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اور مرد کو خیار حاصل نہیں ہوتا ہے حالاں کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے اس لیے صحیح قول یہ ہے کہ جنون جذام اور برص میں تو دونوں کو اختیار ہے ایک دوسرے سے جدائی حاصل کرلے، رہا رتق اور قرن والی بیماری تو یہ عورت کے ساتھ خاص ہے اس لیے ان میں صرف شوہر کو اختیار حاصل ہوگا۔

(۲) شارح کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رتق اور قرن دونوں بیماریاں مرد کو بھی لاحق ہوتی ہیں حالاں کہ یہ خلاف واقعہ ہے، یہ دونوں امراض صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔

(۳) شیخ رحمتی محشی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو میں نے فتح القدیر میں تلاش و جستجو کیا لیکن مجھ کو نہیں ملی ممکن ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہو، صحیح بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ البحر الرائق کا ہے فتح القدیر کا نہیں ہے۔

تفریق کے بعد زوجین نکاح پر راضی ہو جائے تو کیا حکم ہے

اگر عنین اور اس کی بیوی تفریق واقع ہو جانے کے بعد آپس میں دوبارہ نکاح کرنے پر راضی ہو جائے تو از روئے شرع درست ہے۔ (لیکن جو تفریق لعان کے بعد واقع ہوتی ہے اس میں تفریق واقع ہونے کے بعد زوجین آپس میں کبھی بھی دوبارہ نہیں کر سکتے ہیں) اگر بیوی کی شرمگاہ میں گوشت ابھر آنے کی وجہ سے راستہ بند ہو گیا ہے تو شوہر جماع کی ضرورت کے لیے وہ راستہ کھول سکتا ہے اسی طرح اگر شرمگاہ میں ہڈی نکل آئے تو شوہر جماع کی ضرورت کے لیے اس کا آپریشن کرا سکتا ہے تاکہ شوہر اس

کے ساتھ جماع کر سکے، اور اس کے لیے شوہر اس کو مجبور کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ شوہر اس کو مجبور کر سکتا ہے اس لیے کہ جب عورت نے مرد سے نکاح کر لیا ہے تو گویا اس نے اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیا، اب شوہر کو جماع کی ضرورت ہے اور شرمگاہ میں گوشت اور ہڈی کی وجہ سے جماع ممکن نہیں ہے لہٰذا شوہر آپریشن کرا سکتا ہے جیسا کہ النہر الفائق میں ہے۔

شارح کی رائے عالی

شارحؒ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ علامہ بہنسی نے لکھا ہے کہ عورت نے شوہر سے اس شرط پر نکاح کیا کہ شوہر آزاد ہے یا سنی مذہب کا ماننے والا ہے اور مہر اور نفقہ کی ادائے گی پر قادر ہے لیکن نکاح ہو جانے کے بعد اس کے برخلاف ظاہر ہوا یا عورت نے اس شرط پر نکاح کیا تھا کہ فلاں کا بیٹا ہے لیکن نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ وہ فلاں کا بیٹا نہیں ہے بلکہ لقیط پڑا ہوا پایا گیا تھا یا یہ معلوم ہوا کہ ولد الزنا ہے تو مذکورہ تمام صورتوں میں بیوی کو تفریق کا اختیار حاصل ہے۔ (کیوں کہ ان صورتوں میں کفاءت کا فقدان ہے شوہر غلام اور بیوی آزاد ہے، تو کفاءت و مساوات کا فقدان ہے رافضی اور خارجی ہونے کی صورت میں دینی مساوات کا فقدان ہے غریب و تنگ دست ہونے میں مساوات مالی نہیں ہے اور لقیط اور ولد الزنا کی صورت میں مساوات نسبی کا فقدان ہے لہٰذا نکاح کے بعد حقیقت جب کھل کر سامنے آجائے گی تو تفریق کا اختیار حاصل ہوگا۔

بَابُ الْعِدَّةِ

اس باب میں حضرت مصنفؒ عدت کے احکام اور اس کے مسائل بیان کریں گے چوں کہ عدت کا ترتب فرقت کے بعد ہوتا ہے یعنی طلاق، لعان، ایلا، ظہار اور عنین کی وجہ سے جب تفریق واقع ہو جاتی ہے تب عورت کو عدت گزارنے کا حکم دیا جاتا ہے اس لیے مصنفؒ نے باب العدۃ کو بعد میں ذکر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے بہت ساری حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر عدت کو عورت کے لیے مشروع فرمایا ہے جن میں چند حکمت درج ذیل ہے۔

(۱) براءت رحم کا جاننا (۲) ایک رحم میں دو وطی کا پانی جمع ہو کر نسب خراب نہ ہو جائے۔ (۳) نکاح عظمت و شرافت کو اجاگر کرنا (۴) عقد میں نکاح کی حرمت کا اظہار (۵) حق زوج کی ادائیگی ان کے علاوہ بہت ساری مصلحتیں ہیں جو لمبی لمبی کتابوں میں درج ہیں۔

(هِيَ) لُغَةً بِالْكَسْرِ الْإِحْصَاءُ، وَبِالضَّمِّ الِاسْتِعْدَادُ لِلْأَمْرِ. وَشَرْعًا تَرَبُّصٌ يَلْزَمُ الْمَرْأَةَ، أَوْ الرَّجُلَ عِنْدَ وُجُودِ سَبَبِهِ. وَمَوَاضِعُ تَرَبُّصِهِ عِشْرُونَ مَذْكُورَةٌ فِي الْخِزَانَةِ، حَاصِلُهَا يَرْجِعُ إلَى أَنَّ مَنْ امْتَنَعَ نِكَاحُهَا عَلَيْهِ لِمَانِعٍ لَزِمَ زَوَالُهُ كَنِكَاحِ أُخْتِهَا وَأَرْبَعٍ سِوَاهَا وَاصْطِلَاحًا (تَرَبُّصٌ يَلْزَمُ الْمَرْأَةَ) أَوْ وَلِيَّ الصَّغِيرَةِ (عِنْدَ زَوَالِ النِّكَاحِ) فَلَا عِدَّةَ لِزِنًا (أَوْ شُبْهَتِهِ) كَنِكَاحٍ فَاسِدٍ وَمَزْفُوفَةٍ لِغَيْرِ زَوْجِهَا.

وَيَنْبَغِي زِيَادَةُ " أَوْ شُبْهَةٍ " لِيَشْمَلَ عِدَّةَ أُمِّ الْوَلَدِ. (وَسَبَبُ وُجُوبِهَا) عَقْدُ (النِّكَاحِ الْمُتَأَكَّدُ بِالتَّسْلِيمِ وَمَا جَرَى مَجْرَاهُ) مِنْ مَوْتٍ، أَوْ خَلْوَةٍ أَيْ صَحِيحَةٍ، فَلَا عِدَّةَ بِخَلْوَةِ الرَّتْقَاءِ. وَشَرْطُهَا الْفُرْقَةُ. وَرُكْنُهَا حُرُمَاتٌ ثَابِتَةٌ بِهَا كَحُرْمَةِ تَزَوُّجٍ وَخُرُوجٍ (وَصِحَّةِ الطَّلَاقِ فِيهَا) أَيْ فِي الْعِدَّةِ، وَحُكْمُهَا حُرْمَةُ نِكَاحِ أُخْتِهَا. وَأَنْوَاعُهَا حَيْضٌ، وَأَشْهُرٌ، وَوَضْعُ حَمْلٍ كَمَا أَفَادَهُ بِقَوْلِهِ.

عدت کی لغوی اور شرعی تعریف

لفظ عِدَّة عین کے کسرہ اور دال کی تشدید کے ساتھ لغت میں مستعمل ہے جس کے معنی اہل لغت کے یہاں شمار کرنا گنتی کرنا ہے اور اگر لفظ عُدَّة کو عین کے ضمہ اور دال کی تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی تیار ہونا، مستفید ہونا ہے عدۃ اس سامان کو کہا جاتا ہے جو کسی حوادث کے موقع پر کام آئے۔

عدت کے معنی شریعت میں اس انتظار وتوقف کے ہوتے ہیں جو عورت یا مرد کو اس کے سبب کے پائے جانے کے وقت لازم آتا ہے، بعض صورتوں میں مرد کو بھی انتظار کرنا پڑتا ہے مگر فقہ کی اصطلاح میں عدت صرف عورت کے ساتھ مخصوص ہے یعنی عورت کے انتظار کرنے کو عدت کہا جاتا ہے۔

مرد کے انتظار کرنے کے مواقع

مرد کے لیے انتظار کے مواقع بیس ہیں جن کی تفصیل خزانۃ الفقہ نامی کتاب میں مذکور ہے جن کا حاصل یہ ہے جس عورت سے نکاح یا اس سے وطی کرنا مرد کے لیے ممنوع ہو کسی مانع شرعی یا وجہ شرعی کی وجہ سے تو شوہر اس مانع شرعی کے زائل ہونے تک انتظار کرے اس کے بعد اس سے نکاح کرے یا وطی کرے، مثلاً سالی سے نکاح کرنا اسوقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ بیوی کو طلاق دے کر الگ نہ کردے، یا اس کا انتقال نہ ہوجائے، جب بیوی کا انتقال ہوجائے یا اس کو طلاق دے دے تو پھر سالی سے نکاح کرنا جائز ہے اور اپنی بیوی کے علاوہ دوسری چار عورتوں سے نکاح کرنا۔

وہ بیس مواقع جن میں مرد انتظار کرے گا

فقیہ ابو اللیث نے کتاب خزانۃ الفقہ میں ان بیس مقامات کو اس طرح بیان کیا ہے۔(۱) شوہر کا اپنی بیوی کی بہن سے نکاح کرنا (۲) اس کی پھوپھی (۳) خالہ اور اس کی (۴) بھانجی (۵) بھتیجی سے نکاح کرنا (۶) چار عورتوں کی موجودگی میں پانچویں عورت سے نکاح کرنا (۷) آزاد عورت کی موجودگی میں باندی سے نکاح کرنا (۸) بیوی سے نکاح فاسد کے بعد اس کی بہن سے نکاح کرلینا (۹) نکاح کے شبہ میں کسی عورت سے وطی کرلینا اور اس کے بعد اس کی بہن سے نکاح کرلینا (۱۰) پانچویں عورت سے نکاح کرنا خواہ نکاح فاسد کیوں نہ ہو، یا شبہ نکاح وطی کر کے پانچویں عورت سے نکاح کرلینا (۱۱) کسی معتدہ سے اجنبی شخص کا نکاح

کرنا (۱۲) مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کرنا (۱۳) خریدی ہوئی باندی سے استبراء رحم سے پہلے نکاح کرنا (۱۴) حاملہ زانیہ سے نکاح کر کے ولادت سے پہلے اس کے ساتھ وطی کرنا (۱۵) وہ حربیہ عورت جو دارالحرب سے حاملہ ہو کر دارالاسلام میں داخل ہوئی اس سے ولادت سے پہلے نکاح کرنا (۱۶) وہ باندی جو دارالحرب سے قید ہو کر آئی، ایک مرتبہ حیض آنے سے پہلے ان کے ساتھ وطی کرنا درست نہیں ہے نیز اگر یہ باندی صغیرہ یا کبیرہ ہے تو ایک ماہ کے گذرنے سے پہلے وطی کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱۷) مالک کا اپنی مکاتبہ باندی سے نکاح کرنا اس کو آزاد کرنے سے پہلے۔ (۱۸) بت پرست عورت سے نکاح کرنا (۱۹) مرتدہ عورت سے نکاح کرنا، دوبارہ اسلام قبول کرنے سے پہلے۔ (۲۰) مجوسیہ عورت سے نکاح کرنا، مسلمان ہوئے بغیر، (۲۱) منکوحۃ الغیر سے بھی نکاح درست نہیں ہے، (۲۲) قادیانی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲۳) غالی شیعہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے مذکورہ تمام صورتوں میں مرد انتظار کرے گا اور جب مانع زائل ہو جائے گا تب نکاح کرے گا۔ (کشف الاسرار: ۳/۲۲۱)

عدت کی تعریف فقہاء کی اصطلاح میں

حضرات فقہاء کرام کی اصطلاح میں عدت اس انتظار کا نام ہے جو عورت کو یا صغیرہ عورت کے ولی کو زوال نکاح کے بعد لازم ہوتی ہے، لہٰذا زنا کی کوئی عدت نہیں ہے اس لیے کہ عدت زوال نکاح یا زوال شبہ نکاح سے واجب ہوتی ہے، جیسے نکاح فاسد، یا مثلاً وہ عورت جس کو شب زفاف میں عورتوں نے اس کے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد کے پاس پہنچا دیا ہے اور کہا کہ یہ تیری بیوی ہے اور وہ شخص اس سے وطی کرلے تو اب اس عورت پر عدت واجب ہے۔

شارح ؒ کی رائے گرامی

شارح فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ عدت کی تعریف میں شبہ نکاح کا لفظ بھی بڑھا دیا جائے تا کہ یہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہو جائے، ام ولد کو آقا آزاد کردے یا آقا مر جائے تو اس صورت میں ام ولد پر بھی عدت واجب ہے، جس طرح بیوی پر عدت واجب ہے۔

صغیرہ کے ولی کے اضافہ کا فائدہ

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ شارح نے تعریف میں زوجہ کے ساتھ ولی صغیرہ بھی اضافہ فرمایا ہے کیوں کہ شوہر کے انتقال کے بعد صغیرہ پر عدت واجب نہیں ہے کیوں کہ وہ شریعت کے احکام کے مکلف ہی نہیں ہے بلکہ اس صورت میں صغیرہ کے ولی پر واجب ہے کہ صغیرہ کو معتدہ عورت کی صفات کے ساتھ متصف کر کے رکھے، اس لیے کہ عدت گزارنا عورت کی صفت ہے ولی کی صفت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اگر صغیرہ کو طلاق ہو جائے یا شوہر انتقال ہو جائے تو اس کے ولی پر عدت واجب ہے بلکہ عدت تو صغیرہ پر ہے اور یہاں ولی کے ذمہ صرف اتنا کام ہے صغیرہ کو روکے رکھے اور اسکا نکاح

کسی اور سے اس وقت تک نہ کرائے جب مدت عدت گزر نہ جائے۔ (شامی: ۵/ ۱۷۹)

عدت کی تعریف مذکور پر ایک اعتراض

عدت کی مذکورہ تعریف پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا عدت کی تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہیں ہے کیوں کہ طلاق رجعی میں نکاح باقی رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ تجدید نکاح کے بغیر رجوع کرنا درست ہوتا ہے لہٰذا عدت کی جو تعریف صاحب بدائع الصنائع نے ذکر کی ہے وہ زیادہ بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ عدت نام ہے اس مدت کا جو بقیہ آثار نکاح اور فراش کے پورا ہونے کے لیے مقرر کی گئی ہے اس تعریف میں عدت کے تمام افراد داخل ہو گئے ہیں اور فراش کی قید سے ام ولد کی عدت بھی داخل ہوگئی ہے نیز صغیرہ کا اعتراض بھی رفع ہو گیا ہے کیوں کہ اس تعریف میں لفظ لازم ذکر نہیں ہے۔ (شامی: ۵/ ۱۷۹)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ذہانت کا ایک عجیب وغریب واقعہ

ابھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ لوگوں میں مشہور نہیں ہوئے تھے بلکہ گمنامی کی ایک زندگی بسر کر رہے تھے آپ کے تبحر علمی اور ذہانت وفطانت سے بہت ہی کم لوگ واقف تھے کہ اس وقت ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا، دو بھائیوں کا نکاح دو حقیقی بہنوں سے ہوا عورتوں نے غلطی سے اول کی بیوی کو دوسرے کے پاس اور دوسرے کی بیوی کو اول کے پاس شب زفاف میں رخصت کر دیا، امتیاز نہ کرسکیں، صبح کو اس غلطی کا علم ہوا اس وقت کے مشہور مشہور فقہاء کرام سے صورت مسئلہ بیان کی گئی ان حضرات نے فرمایا کہ دونوں عورتیں عدت گزاریں عدت گزارنے کے بعد اپنے اپنے شوہروں کے پاس جاسکتی ہیں نیز دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک نے جس عورت سے وطی کرلی ہے اس کو مہر مثل ادا کرے، بعد میں اس کا علم حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کو ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ فقہاء نے بہت سخت حکم تجویز فرمایا ہے میرے نزدیک حکم اس سے بھی زیادہ آسان ہوسکتا ہے لوگوں نے معلوم کیا وہ کیا؟ تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ان دونوں بھائیوں کو بلایا اور دریافت کی کہ جس عورت سے تم نے رات میں وطی کی ہے وہ تم کو پسند ہے کہ وہ اسی کے پاس رہے دونوں نے بصدق دل سے اس پر راضی ہو گئے تو امام صاحبؒ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک اپنی اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور جس عورت سے رات میں وطی کی ہے اس کے ساتھ نکاح کرلے اس صورت میں کسی عورت پر بھی عدت واجب نہ ہوگی اس لیے کہ طلاق قبل الدخول کی صورت میں عدت واجب نہیں ہوتی ہے تمام علمائے کرام نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی اس رائے کو پسند فرمایا اور ان کی ذہانت کی تعریف کی ہر ایک موطوءہ اس کے پاس باقی رہی اور عدت کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی۔ (کشف الاسرار: ۳/ ۱۴۲)

وجوب عدت کے اسباب

اور عدت کے واجب ہونے کا سبب عقد نکاح ہے جو تسلیم یا قائم مقام تسلیم کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہو، یعنی نکاح کے بعد عورت

اپنے آپ کو شوہر کے سپرد کر دیا ہوتا کہ وہ اس کے ساتھ وطی کر لے، یا پھر قائم مقام سپرد کیا ہو مثلاً نکاح کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا یا عورت کے ساتھ شوہر خلوت صحیحہ کر لی ہو یعنی نکاح کے بعد دونوں ایک مکان میں اس طرح جمع ہو گئے ہوں کہ جماع سے کوئی شئی شرعی یا طبعی اعتبار سے مانع نہ ہو، چناں چہ زوجین کے ایک کمرہ میں جمع ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کی شرمگاہ میں ہڈی پیدا ہو گئی ہے جس کی وجہ سے جماع کرنا ممکن نہیں ہے تو اس پر خلوت صحیحہ کا اطلاق نہیں ہوگا اس لیے کہ جماع سے مانع موجود ہے۔

وجوب عدت کی شرطیں اور ارکان

عدت کے واجب ہونے کی شرط فرقت ہے یعنی عورت کا جدا ہونا ہے کہ مرد و عورت کے درمیان تفریق واقع ہو جائے تو اس صورت میں عدت واجب ہوتی ہے اور عدت کے ارکان وہ تمام حرمتیں جو عدت کے سبب سے ثابت ہوتی ہیں جیسے دوسرے آدمی سے نکاح کا حرام ہونا اور شوہر کے گھر سے باہر نکلنا اور عدت کے اندر اندر وقوع طلاق کا صحیح ہونا ہے (رکن تو حقیقت شئی کا نام ہے لہٰذا مناسب یہ تھا کہ عدت کا رکن انتظار کو قرار دیتے اور مصنف نے جو حرمتیں ذکر کیں ہیں وہ عدت کے اثرات ہیں لہٰذا ان کو عدت کا حکم قرار دیتے، اس لیے کہ عدت نام ہے اس کا جو کسی شئی پر مبنی ہو، نیز طلاق کی صحت اور بیوی کی بہن کا حرام ہونا یہ بھی عدت کے حکم میں داخل ہے رکن میں نہیں لہٰذا بعض کو بعض کے لیے رکن قرار دینا خواہ مخواہ کی بات ہے)

عدت کا حکم اور اس کی قسمیں

عدت کا حکم زوجہ کی بہن کا حرام ہونا ہے اور عدت کی قسمیں تین ہیں: (۱) حیض یعنی جس عورت کو حیض آتا ہو وہ تین حیض سے عدت گزارے۔ (۲) جس عورت کو حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت طلاق تین ماہ دس دن ہیں اور عدت وفات چار ماہ دس دن ہیں۔ (۳) اور اگر بیوی حمل سے ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے جس کی تفصیل سے مصنفؒ اپنے قول میں آئندہ کریں گے۔

(وَهِيَ فِي) حَقِّ (حُرَّةٍ) وَلَوْ كِتَابِيَّةً تَحْتَ مُسْلِمٍ (تَحِيضُ لِطَلَاقٍ) وَلَوْ رَجْعِيًّا (أَوْ فَسْخٍ بِجَمِيعِ أَسْبَابِهِ) .وَمِنْهُ الْفُرْقَةُ بِتَقْبِيلِ ابْنِ الزَّوْجِ نَهْرٌ (بَعْدَ الدُّخُولِ حَقِيقَةً، أَوْ حُكْمًا) أَسْقَطَهُ فِي الشَّرْحِ، وَجَزَمَ بِأَنَّ قَوْلَهُ الْآتِيَ " إنْ وُطِئَتْ " رَاجِعٌ لِلْجَمِيعِ (ثَلَاثُ حِيَضٍ كَوَامِلَ) لِعَدَمِ تَجَزِّي الْحَيْضَةِ، فَالْأُولَى لِتُعْرَفَ بَرَاءَةُ الرَّحِمِ، وَالثَّانِيَةُ لِحُرْمَةِ النِّكَاحِ، وَالثَّالِثَةُ لِفَضِيلَةِ الْحُرِّيَّةِ. (كَذَا) عِدَّةُ (أُمِّ وَلَدٍ مَاتَ مَوْلَاهَا أَوْ أَعْتَقَهَا) لِأَنَّ لَهَا فِرَاشًا كَالْحُرَّةِ، . مَا لَمْ تَكُنْ حَامِلًا، أَوْ آيِسَةً، أَوْ مُحَرَّمَةً عَلَيْهِ، وَلَوْ مَاتَ مَوْلَاهَا وَزَوْجُهَا وَلَمْ يُدْرَ الْأَوَّلُ تَعْتَدُّ بِأَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرٍ، أَوْ بِأَبْعَدِ الْأَجَلَيْنِ بَحْرٌ. وَلَا تَرِثُ مِنْ زَوْجِهَا لِعَدَمِ تَحَقُّقِ حُرِّيَّتِهَا يَوْمَ مَوْتِهِ. وَلَا عِدَّةَ عَلَى أَمَةٍ وَمُدَبَّرَةٍ كَانَ يَطَؤُهَا لِعَدَمِ الْفِرَاشِ جَوْهَرَةٌ (وَ) كَذَا (مَوْطُوءَةٌ بِشُبْهَةٍ) كَمَزْفُوفَةٍ لِغَيْرِ بَعْلِهَا (أَوْ نِكَاحٍ فَاسِدٍ) .

كَمُتَوَفًّى (فِي الْمَوْتِ وَالْفُرْقَةِ) يَتَعَلَّقُ بِالصُّورَتَيْنِ مَعًا. (وَ) الْعِدَّةُ (فِي) حَقِّ (مَنْ لَمْ تَحِضْ) حُرَّةً أَمْ أُمَّ وَلَدٍ (لِصِغَرٍ) بِأَنْ لَمْ تَبْلُغْ تِسْعًا (أَوْ كِبَرٍ) . بِأَنْ بَلَغَتْ سِنَّ الْإِيَاسِ (أَوْ بَلَغَتْ بِالسِّنِّ) وَخَرَجَ بِقَوْلِهِ (وَلَمْ تَحِضْ) الشَّابَّةُ الْمُمْتَدَّةُ بِالطُّهْرِ بِأَنْ حَاضَتْ ثُمَّ امْتَدَّ طُهْرُهَا، فَتَعْتَدُّ بِالْحَيْضِ. إِلَى أَنْ تَبْلُغَ سِنَّ الْإِيَاسِ جَوْهَرَةٌ وَغَيْرُهَا، وَمَا فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ مِنَ انْقِضَائِهَا بِتِسْعَةِ أَشْهُرٍ غَرِيبٌ مُخَالِفٌ لِجَمِيعِ الرِّوَايَاتِ فَلَا يُفْتَى بِهِ.

عدت کا اجمالی بیان

اور آزاد عورت کی عدت خواہ آزاد عورت کتابیہ ہو جس سے کسی مسلمان نے نکاح کیا ہو، اور اس عورت کی عدت جس کو حیض آتا ہو خواہ عدت طلاق کی وجہ سے ہو گو طلاق رجعی کیوں نہ ہو، یا عدت فسخ نکاح کی وجہ سے ہو، جس پر فسخ کے تمام اسباب پائے جاتے ہوں، اور منجملہ فسخ کے اسباب میں سے وہ جدائی بھی ہے جو عورت کو شوہر کے لڑکے کے ساتھ بوسہ لینے سے حاصل ہوتا ہے یعنی اگر عورت نے شوہر کے لڑکے کو بوسہ دے دیا تو اس سے بھی فرقت واقع ہو جاتی ہے اور عدت واجب ہوتی ہے جیسا کہ نہر الفائق میں ہے۔

حرہ کی عدت دخول حقیقی یا حکمی کے بعد

حرہ عورت کی عدت دخول کے بعد خواہ دخول حقیقی ہو جیسے کہ شوہر نے اس کے ساتھ جماع کر لیا ہو یا دخول حکمی ہو جیسے شوہر اور بیوی میں خلوت صحیحہ پائی گئی ہو اور وطی سے مانع طبعی اور شرعی نہ ہو پھر شوہر وطی نہ کرے تو دخول حکمی کہلائے گا حرہ کی عدت دخول کے بعد تفریق واقع ہونے سے مکمل تین حیض ہیں۔

لفظ حقیقتاً و حکماً کی قید کا اسقاط

حضرت مصنفؒ نے اپنی کتاب شرح منح الغفار میں حقیقۃً اوحکما دونوں لفظ کو ذکر نہیں فرمایا ہے بلکہ ان دونوں کو ساقط کر دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اس کا آنے والا قول إن وطئت اس کو جامع ہے یعنی یہ کہ عورت کے ساتھ وطی کی گئی ہو خواہ حقیقت میں وطی کی گئی ہو یا صرف خلوت صحیحہ ہوئی ہو یا صرف بوس و کنار ہوا ہو، اس کے بعد تفریق ہوئی تو عدت واجب ہوگی اور یہ قول عدت بالحیض اور بالاشہر دونوں کو شامل ہے۔

حائضہ عورت تین کامل حیض سے عدت گزارے گی

مذکورہ آزاد عورت کی عدت مکمل تین حیض ہیں اور تین حیض کامل اس لیے ہیں کہ حیض میں تجزی نہیں ہوتی ہے اور قرآن

کریم میں اللہ تعالیٰ نے تین قروء عدت گذارنے کا حکم دیا ہے اور اس کے لیے لفظ ثلاثہ کا استعمال کیا ہے جو ایک خاص عدد پر بولا جاتا ہے نہ اس سے کم پر ثلاثہ کا اطلاق ہوگا نہ اس سے زائد پر، بلکہ مکمل تین مراد ہے یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر حالت حیض میں طلاق دی تو جس حیض میں طلاق دی ہے اس کو عدت میں شمار نہیں کریں گے اس لیے کہ اس صورت میں لفظ ثلاثہ کے خاص پر عمل نہیں ہوسکے گا لہٰذا اس حیض کے علاوہ تین حیض عدت ہوگی، اور جس حیض میں طلاق دی گئی ہے وہ حساب میں نہیں جوڑا جائے گا، کیوں کہ حیض میں تجزیہ نہیں ہوا کرتا ہے۔

پہلے حیض کی حکمت

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ حائضہ عورت کی عدت تین حیض ہیں اب تو سوال یہ ہے کہ تین حیض سے عدت گزارنے میں کیا مصلحت ہے؟ تو پہلے حیض کی مصلحت اور حکمت یہ بتلائی گئی ہے کہ یہ معلوم ہوجائے کہ عورت کا رحم بری ہے اس کے بطن میں شوہر کا نطفہ قرار نہیں ہوا ہے کیوں کہ اگر پیٹ میں حمل ہوتا تو حیض نہ آتا، حیض کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ عورت حمل سے نہیں ہے۔

دوسرے حیض کی حکمت

دوسرا حیض عورت اس لیے گزارتی ہے کہ عورت منکوحہ تھی نعمت نکاح اب زائل ہوچکی ہے تو اس حیض میں عورت اس نعمت کے زوال کا افسوس کرے کہ جب وہ منکوحہ تھی تو اس کو رہنے سہنے کھانے پینے اور کپڑے وغیرہ کی تمام نعمتیں حاصل تھیں اب وہ یکسر ختم ہوگئیں۔

تیسرے حیض کی حکمت

تیسرا حیض عورت کو اس لیے گزارنے کا حکم ہے کہ یہ آزاد تھی اور اس کو باندی پر ایک طرح کی فضیلت حاصل ہے اسی وجہ سے باندی صرف دو حیض سے عدت پوری کرتی ہے اور حرہ عورت کے احترام واکرام اور عزت کے پیش نظر تیسرے حیض کو اس کے لیے مشروع قرار دیا گیا ہے تاکہ آزاد عورت کی اشرفیت اور افضلیت باندی پر باقی رہے۔ (شامی: ۵/ ۱۸۲)

ام ولد کی عدت شرعی

اسی طرح ام ولد کی عدت بھی تین حیض مکمل ہیں، یعنی جس طرح حرہ عورت کامل تین حیض سے عدت گزارتی ہے اسی طرح ام ولد اگر اس کا آقا مرگیا یا آقا نے اس کو آزاد کردیا تو تین حیض کامل سے عدت گزارے گی، کیوں کہ آقا نے اس کے ساتھ وطی کی ہے اور یہ آقا کا فراش رہتی ہے۔

ام ولد کی عدت کی شرط یہ ہے کہ ام ولد حاملہ نہ ہو، نہ آئسہ ہو اور نہ ہی آقا پر حرام ہو، چناں چہ اگر ام ولد حاملہ ہے تو اس کی

عدت بھی وضع حمل ہوگی اور اگر ام ولد آئیسہ ہے تو اس کی عدت تین مہینے ہوں گے اور اگر کسی وجہ سے ام ولد اپنے آقا پر حرام ہوگئی تو اسپر کچھ بھی عدت واجب نہیں ہے زوال فراش کی وجہ سے، اور ام ولد کے آقا پر حرام ہونے کی صورت یہ ہے کہ ام ولد غیر کی عدت یا غیر کے نکاح میں ہو یا آقا کے لڑکے کے ساتھ بوس و کنار کرلیا ہو، لہٰذا اس صورت میں آقا کے مرنے کے بعد یا اس کے آزاد کرنے کے بعد ام ولد پر کچھ بھی عدت واجب نہیں ہوگی جیسا کہ خانیہ میں البحر الرائق سے منقول ہے۔ (شامی:۵/ ۱۸۳)

اگر ام ولد کا شوہر یا آقا مر جائے تو اس کو معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے

اگر ام ولد کا مولیٰ یا اس کا شوہر انتقال ہوگیا اور ام ولد کو یہ معلوم نہیں ہے کہ پہلے مولیٰ مرا ہے یا پہلے شوہر مرا ہے تو ایسی صورت میں اس کو چاہیے کہ وہ چار ماہ دس دن کے اعتبار سے عدت گزارے یا دونوں مدتوں میں سے جو زیادہ طویل ہو اس کے ساتھ عدت گذارے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے اور علامہ ابن شامیؒ نے اس مسئلہ کی تین شکل بیان فرمائی ہے۔

شکل اوّل

ام ولد کو یہ بات بالیقین معلوم ہو کہ آقا کی موت اور ام ولد کے شوہر کی موت کے درمیان دو ماہ پانچ دن سے کم کا فاصلہ ہے تو ایسی صورت میں ام ولد پر چار ماہ دس دن کے ساتھ عدت گزارنا لازم ہے کیوں کہ اگر پہلے آقا کا انتقال ہوا پھر شوہر کا انتقال ہوا اس حال میں کہ وہ آزاد تھی، لہٰذا آقا کی موت کی وجہ سے اس پر کچھ بھی عدت واجب نہیں ہوگی بلکہ حرہ عورت کی طرح وفات کی عدت گزارے گی۔

اور اگر پہلے شوہر کا انتقال ہوا جب کہ ام ولد باندی تھی تو اس صورت میں دو ماہ پانچ دن سے عدت گزارے گی اور بعد میں آقا کی موت کی وجہ سے اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا بلکہ یا باندی شوہر کے مرنے کی عدت گزار رہی ہے پس ایک صورت میں ام ولد چار ماہ دس دن عدت گزارے گی اور ایک صورت میں دو ماہ پانچ دن، پس احتیاطاً اکثر مدت کے ساتھ عدت گزارنا لازم ہوگی۔

شکل ثانی

ام ولد کو اس بات کا علم ہے کہ آقا کی موت اور شوہر کی موت کے درمیان دو ماہ پانچ دن کے ساتھ یا اس سے کچھ زیادہ دن کا فاصلہ ہے تو اس صورت میں بھی باندی چار ماہ دس دن کے ساتھ گزارے گی اس کے اندر احتیاطاً تین حیض ہوں گے، اس لیے کہ اگر پہلے مولیٰ کا انتقال ہوا تو اس صورت میں اس پر کچھ بھی عدت واجب نہیں ہوگی اس لیے کہ وہ منکوحہ ہے اور شوہر کی موت کے بعد چار ماہ دس دن کے ساتھ عدت گزارے گی اس لیے کہ وہ حرہ آزاد ہے اور اگر پہلے شوہر کا انتقال ہوا تو باندی پر دو ماہ پانچ یوم کی عدت لازم ہوگی پس مولیٰ کی وفات کے بعد مستقل طور پر تین حیض کے ساتھ عدت گزارنا باندی پر لازم ہوگی۔

شکل ثالث

ام ولد کو یہ معلوم نہ ہو کہ آقا اور شوہر کی وفات کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ ہے نیز یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ان دونوں میں

سے پہلے کس کا انتقال ہوا تو اس صورت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ام ولد چار ماہ دس دن کے ساتھ عدت گزارے گی، اس میں تین حیض کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اور حضرات صاحبینؒ کے نزدیک ابعد الاجلین اس کی عدت ہوگی۔ (شامی: ۵/ ۱۸۳)

ام ولد اپنے شوہر کے مال کا وارث نہیں ہوگی

اگر ام ولد کا شوہر اس کے آقا کی وفات سے پہلے مرجائے تو اس صورت میں ام ولد اپنے شوہر کے ترکہ کا وارث نہیں ہوگی اس لیے کہ جس دن شوہر کا انتقال ہوا ہے اس دن وہ آزاد نہیں تھی اور عدم تحقق حریت کی وجہ سے وارث نہیں ہوگی یعنی جس دن اس کے شوہر کا انتقال ہوا اس دن اس کا آقا زندہ تھا اور وہ بدستور باندی تھی آزاد نہ ہوئی اور باندی عورت اپنے شوہر کے انتقال کے بعد اس کے مال کا وارث نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ باندی خود اپنے نفس کا بھی مالک نہیں ہے، تو مال کا مالک کس طرح ہوجائے گی۔

باندی اور مدبرہ کی عدت کا حکم

باندی جس کے ساتھ آقا نے وطی کی ہو یا وہ باندی جس سے آقا نے یہ کہہ دیا ہے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے تو اس صورت میں آقا کے مرنے کے بعد ان دونوں یعنی باندی اور مدبرہ پر عدت واجب نہیں ہے کیوں کہ ان دونوں میں فراش کا ثبوت نہیں ہے اور عدت اس پر واجب ہوتی ہے جو فراش ہو، جیسا کہ الجوہرۃ النیرہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

باندی اور مدبرہ کے لڑکے کے نسب کا حکم

باندی اور مدبرہ کے ولد کا نسب اس کے آقا سے ثابت اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ آقا اس کا اقرار نہ کرلے، اسکے برخلاف ام ولد ہے اس کا فراش ہونا آزاد عورت کی طرح ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ ام ولد کے ولد کا نسب آقا سے ثابت ہوگا خواہ مولیٰ اقرار کرے یا نہ کرے، اس میں مولیٰ کے اقرار کی ضرورت نہیں ہے۔

وطی بالشبہ اور نکاح فاسد کی وجہ سے عدت کا حکم

اس طرح جس عورت کے ساتھ وطی بالشبہ کی گئی ہو مثلاً وہ عورت جس کو غلطی سے عورتوں نے شب زفاف میں اس کے شوہر کے بجائے دوسرے کے شوہر کے پاس بھیج دیا یا رات کی تاریکی میں اجنبیہ عورت سے بیوی سمجھ کر وطی کرلیا یا نکاح فاسد کیا، اور اس سے وطی کرلی، جیسے نکاح موقت دو چار ماہ کے لیے نکاح کیا اور اس کے ساتھ وطی کرلی، یا نکاح کیا مگر نکاح میں گواہ موجود نہ تھے اور اس کے ساتھ شوہر نے وطی کرلی، پھر اس کے بعد جدائی واقع ہوجائے تو مذکورہ تمام صورتوں میں کامل تین حیض کے ساتھ عدت گزارنا ضروری ہے۔

نکاح فاسد کے بعد شوہر کا انتقال ہوگیا تو کیا حکم ہے

مرد نے عورت کے ساتھ نکاح فاسد کیا پھر اس کے ساتھ وطی کرلی اس کے بعد شوہر کا انتقال ہوگیا اور دونوں میں فرقت

واقع ہوگئی تو دونوں صورتوں میں عند الشارح عورت کو مکمل تین حیض کے ساتھ عدت گزارنا ضروری ہے اور نکاح فاسد میں شوہر کے انتقال کی صورت میں عدت وفات کے بجائے حیض سے عدت اس لیے واجب ہے کہ عدت وفات درحقیقت اظہار غم وافسوس کے لیے واجب کی گئی ہے یعنی میاں بیوی ایک عرصہ تک دونوں ساتھ میں رہے دونوں نے ایک دوسرے سے نفع اٹھایا، دونوں دکھ درد میں ایک دوسرے کے کام آئے، اور شیر وشکر بن کر زندگی گزاری اب جدائی ہوگئی تو اس کے اظہار کے لیے عدت وفات واجب ہے، لیکن نکاح فاسد میں چوں کہ زوجیت قائم نہیں ہوتی ہے اس لیے صرف استبراء رحم کے مقصد کے پیش نظر حیض سے عدت تجویز کی گئی ہے۔ (شامی: ۵/ ۱۸۴)

جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت

جس عورت کو حیض نہ آتا ہو خواہ یہ عورت اس کی بیوی ہو یا ام ولد، اور حیض نہ آنے کی علت صغر ہو بایں طور کہ ابھی تک نو سال کی عمر نہیں ہوئی ہے یا حیض نہ آنے کی علت کبر سنی ہو بایں طور کہ وہ سن ایاس کو پہنچ چکی ہو یعنی عورت کی عمر پچاس یا پچپن برس کی ہوگئی ہو، پھر انہیں طلاق ہو جائے یعنی کسی وجہ سے فرقت ہو، تو مذکورہ عورتیں تین ماہ سے عدت گزارے گی اور یہ آزاد عورت اور ام ولد کے حق میں ہے جب کہ اس کے آقا کا انتقال ہو جائے یا آقا اس کو آزاد کر دے اور جب وہ ام ولد کسی غیر کی منکوحہ ہو اور اس کا شوہر مر جائے تو اس صورت میں اس کی عدت دو ماہ ہوں گے، خواہ وہ حائضہ ہو یا آئسہ ہو، پھر یہاں یہ بات ذہن نشیں رہنا چاہیے کہ ام ولد کبیرہ ہی ہوگی لہٰذا صغر کا تعلق صرف حرہ عورت کے ساتھ خاص ہے اور مصنف کا قول کبر حرہ اور ام ولد دونوں کو شامل ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ (شامی: ۵/ ۱۸۴)

سن بلوغ پہنچنے کے بعد بھی حیض نہ آنا

یا عورت سن بلوغ کو پہنچ گئی یعنی عورت عمر کے ذریعہ بالغ ہوئی بایں طور کہ اس کی عمر پندرہ سال کی ہوگئی لیکن ابھی تک حیض نہیں آیا ہے اور یہاں حیض آنے کی قید لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اس کو حیض آیا پھر بند ہو گیا اور طہر کی مدت طویل ہوگئی تو ایسی عورت تین ماہ کے ذریعہ عدت نہیں گزارے گی بلکہ اس کی عدت حیض کے اعتبار سے معتبر ہوگی یہاں تک کہ عورت سن ایاس یعنی پچاس پچپن برس کی عمر کو پہنچ جائے پھر بھی حیض نہ آیا تو اب وہ عورت فسخ نکاح اور طلاق کی عدت تین ماہ سے گزارے گی جیسا کہ الجوہرالنیرۃ وغیرہ کتب میں ہے۔

شرح وہبانیہ کے قول پر فتویٰ نہ دینے کا حکم

اور شرح وہبانیہ میں جو یہ منقول ہے کہ طویل طہر والی عورت کی عدت نو ماہ میں پوری ہو جاتی ہے یہ غریب روایت ہے اور تمام معتبر روایات کے خلاف ہے لہٰذا کسی بھی حنفی مفتی کو شرح وہبانیہ میں منقول پر فتویٰ نہیں دینا چاہیے۔

شارحؒ کی عبارت کا مطلب

شارح علیہ الرحمہ کی عبارت کا کوئی شخص ظاہری مطلب یہ نہ سمجھ لے کہ طویل طہر والی عورت کی عدت نو ماہ ہے بلکہ شارح کی عبارت کا اصل مطلب یہ ہے کہ طویل طہر والی عورت اگر چھ ماہ تک مسلسل حیض نہ آئے تو اب وہ الگ سے تین ماہ کے ساتھ عدت گذارے اس طرح تین اور چھ ملا کر نو ماہ ہو جائیں گے۔

اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں لکھا ہے کہ اگر نوجوان عورت کو چھ ماہ تک حیض نہیں آیا پھر حیض آنے کے بعد تین ماہ کی عدت گزار لی اور قاضی نے اس پر فیصلہ بھی کر دیا تو جائز ہے کیوں کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور کثیر الوقوع ہے اس لیے اس کو یاد بھی رکھنا چاہیے اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ فتویٰ بھی اس قول پر ہے اور حضرت امام کا مذہب بھی یہی ہے صاحب البحر الرائق اور صاحب النہر الفائق نے کہا کہ نو ماہ کی روایت، روایات معتبرہ معتمدہ کے مخالف ہے اس لیے اس پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا بلکہ امام مالکؒ کے ماننے والے کے لیے قاضی کی طرف رجوع کافی ہے تاکہ وہ اپنے مسلک کے مطابق فیصلہ کر لے۔ لیکن امام طحطاویؒ فرماتے ہیں کہ صاحب النہر الفائق کا قول قابل تسلیم نہیں ہے اس لیے کہ بقول حموی اکثر ممالک میں مسلمان حنفی ہیں اور مالکی قاضی نہیں ہیں تو پھر مرافعہ کس کے پاس کرے گا اور امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ دینا ان کی تقلید ہے اور ان کی تقلید کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے مگر تلفیق نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ تلفیق باطل اور اجماع کے خلاف ہے۔ (شامی: ۵/۱۸۵)

كَيْفَ وَفِي نِكَاحِ الْخُلَاصَةِ: لَوْ قِيلَ لِحَنَفِيٍّ مَا مَذْهَبُ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ فِي كَذَا وَجَبَ أَنْ يَقُولَ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ كَذَا، نَعَمْ لَوْ قَضَى مَالِكِيٌّ بِذَلِكَ نَفَذَ كَمَا فِي الْبَحْرِ وَالنَّهْرِ، وَقَدْ نَظَمَهُ شَيْخُنَا الْخَيْرُ الرَّمْلِيُّ سَالِمًا مِنَ النَّقْدِ فَقَالَ: لِمُمْتَدَّةٍ طُهْرًا بِتِسْعَةِ أَشْهُرٍ ... وَفَا عِدَّةٍ إِنْ مَالِكِيٌّ يُقَدِّرُ وَمِنْ بَعْدِهِ لَا وَجْهَ لِلنَّقْضِ هَكَذَا ... يُقَالُ بِلَا نَقْدٍ عَلَيْهِ يُنْظَرُ وَأَمَّا مُمْتَدَّةُ الْحَيْضِ فَالْمُفْتَى بِهِ كَمَا فِي حَيْضِ الْفَتْحِ تَقْدِيرُ طُهْرِهَا بِشَهْرَيْنِ، فَسِتَّةُ أَشْهُرٍ لِلْأَطْهَارِ وَثَلَاثُ حِيَضٍ بِشَهْرٍ احْتِيَاطًا (ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ) بِالْأَهِلَّةِ لَوْ فِي الْغُرَّةِ وَإِلَّا فَبِالْأَيَّامِ بَحْرٌ وَغَيْرُهُ (إِنْ وُطِئَتْ) فِي الْكُلِّ وَلَوْ حُكْمًا كَالْخَلْوَةِ وَلَوْ فَاسِدَةً كَمَا مَرَّ، وَلَوْ رَضِيعًا تَجِبُ الْعِدَّةُ لَا الْمَهْرُ قُنْيَةٌ. (وَ) الْعِدَّةُ (لِلْمَوْتِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ) بِالْأَهِلَّةِ لَوْ فِي الْغُرَّةِ كَمَا مَرَّ (وَعَشْرٌ) مِنَ الْأَيَّامِ بِشَرْطِ بَقَاءِ النِّكَاحِ صَحِيحًا إِلَى الْمَوْتِ (مُطْلَقًا) وُطِئَتْ أَوْ لَا وَلَوْ صَغِيرَةً، أَوْ كِتَابِيَّةً تَحْتَ مُسْلِمٍ وَلَوْ عَبْدًا فَلَمْ يَخْرُجْ عَنْهَا إِلَّا الْحَامِلُ. قُلْتُ: وَعَمَّ كَلَامُهُ مُمْتَدَّةَ الطُّهْرِ كَالْمُرْضِعِ وَهِيَ وَاقِعَةُ الْفَتْوَى، وَلَمْ أَرَهَا لِلْآنَ فَرَاجِعْهُ. (وَفِي) حَقِّ (أَمَةٍ لَمْ تَحِضْ) لِطَلَاقٍ، أَوْ فَسْخٍ (حَيْضَتَانِ) لِعَدَمِ التَّجَزُّؤِ (وَ) فِي (أَمَةٍ تَحِيضُ)

لِطَلَاقٍ، أَوْ فَسْخٍ (أَوْ مَاتَ عَنْهَا زَوْجُهَا نِصْفُ الْحُرَّةِ) لِقَبُولِ التَّنْصِيفِ.

مسئلہ ہذا میں امام شافعیؒ کے قول پر فتوی دینے کی ممانعت

اور اس مسئلہ مذکورہ میں حضرت امام شافعیؒ کے قول پر فتویٰ کیوں کر دیا جا سکتا ہے جب کہ احناف کی کتاب الخلاصہ کے باب النکاح میں یہ مسئلہ اس طرح مذکور ہے کہ اگر کوئی حنفی المسلک شخص سے دریافت کرے کہ حضرت امام شافعیؒ کا مسلک اس مسئلہ میں کیا ہے تو حنفی المسلک شخص والے پر واجب ہے کہ اس طرح جواب دے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اس مسئلہ میں یوں بیان فرمایا ہے ہاں اگر قاضی مالکی ہو اور وہ نو ماہ عدت گزارنے کا فیصلہ کر دے تو اس کا فیصلہ شرعاً نافذ ہو جائے گا حنفی مسلک والا شخص اس فیصلہ کو توڑ نہیں سکتا ہے کیوں کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور مجتہد فیہ مسائل میں جب قاضی اپنا فیصلہ دے دے تو وہ نافذ ہو جاتا ہے جیسا کہ البحر الرائق اور النہر الفائق میں ہے۔

غیر کے مذہب کے مطابق جواب دینے کی ممانعت

جو شخص امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہے وہ سوال کے جواب میں حضرت امام شافعیؒ کے قول کے مطابق فتویٰ نہ دے بلکہ اپنے امام ہی کے قول کے مطابق جواب دے کیوں کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ زبان پر صحیح اور درست بات لائے غلط بات کا تکلم ہرگز نہ کرے اور حنفی شخص کے اعتقاد کے مطابق غیر کا قول خطاء ہے صواب کے احتمال کے ساتھ، اور اپنے امام کا قول صواب ہے خطاء کے احتمال کے ساتھ، مگر اس کا تعلق مجتہد سے ہے مقلد سے نہیں، کیوں کہ مجتہد ہی اپنے قول کو صواب سمجھتا ہے اور خطاء کا احتمال جانتا ہے اور دوسرے کے قول کو خطاء اور صواب کا احتمال سمجھتا ہے رہا مقلد تو اس پر لازم نہیں ہے کہ غیر کے قول پر خطا کا اعتقاد رکھے، اور بعض حضرات فقہاء نے فرمایا ہے کہ فاضل کی موجودگی میں بسا اوقات مفضول کی تقلید جائز ہے حالاں کہ مفضول کے قول میں خطا زیادہ ہوتی ہے افضل کے قول کے مقابلہ میں۔ (شامی: ۵/۱۸۶)

مفقود الخبر میں حضرت امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ

اگر کسی عورت کا شوہر گم ہو جائے اور اس کی کوئی خبر نہ ہو موت وحیات کے متعلق کوئی علم نہ ہو تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نو سال تک انتظار کرنے کے بعد اس پر موت کا حکم لگا کر نکاح فسخ کر دیں گے لیکن حضرت امام مالکؒ کے نزدیک چار سال تک شوہر کی آمد کا انتظار کیا جائے گا اگر چار سال تک شوہر نہیں آیا اور نہ اس کے بارے میں کوئی پتہ چل سکا تو چار سال کے بعد اس پر موت کا حکم لگا دیں گے اور نکاح فسخ کر دیں گے اس کے بعد عورت وفات کی عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے، فتویٰ امام مالکؒ کے قول پر ہے۔ (شامی: ۵/۱۸۷)

کتنے مسائل میں امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ ہے

اور کن کن مسائل میں حضرت امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ ہے ان کو ہمارے استاذ محترم علامہ خیر الدین رملی نے منظوم کیا ہے، جو نقد وتنقید سے محفوظ ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

جس عورت کا طہر طویل ہو جائے وہ پورے نو مہینے سے عدت گزارے، اسی طرح عدت وفات، اگر مالکی قاضی ثابت کرے، اور مالکی قاضی کے حکم کر دینے کے بعد اسکے حکم کو توڑ دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے، یعنی حنفی قاضی اس کے فیصلہ کو توڑ نہیں سکتا ہے ایسا قول بلا خلل کے کہنا چاہیے جس پر کوئی اعتراض وارد نہ ہو۔

وفاعدة کی توضیح

وفاعدة درحقیقت وفاذ عدة تھا مگر شعری ضرورت کی وجہ سے اس جگہ سے ہمزہ حذف کر دیا گیا ہے اور ترکیب میں یہ مبتدا واقع ہے اس کی خبر تبعة اشهر ہے اور جملہ جواب شرط کی دلیل ہے، اور مطلب یہ ہے کہ مالکی قاضی کا فیصلہ اس عورت کے لیے جس کی مدت دراز ہوگئی ہو نو ماہ عدت کا کرنا، نافذ ہوگا اور عورت نو ماہ سے عدت گزارے گی اور مالکی قاضی کے فیصلہ کے بعد کسی حنفی قاضی کے لیے اس کے فیصلہ کو توڑنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے اس لیے کہ یہ مجتہد فیہ مسئلہ ہے۔

ممتدة الحيض عورت کی عدت

قوله: واما ممتدة الحيض: اگر عورت کے حیض کا خون دراز ہو جائے، برابر خون چالو رہے بند نہ ہوتا ہو یہاں تک کہ عورت اپنے ایام عادت بھی بھول گئی تو فتح القدیر کے باب الحیض میں یہ مسئلہ درج ہے کہ اس صورت میں مفتی بہ قول کے مطابق اس عورت کے طہر کا اندازہ دو ماہ سے کیا جائے گا تو اس حساب سے اس کی عدت کی مدت سات مہینے ہوں گی چھ ماہ تو تین طہر کے ہو گئے، اور ایک ماہ تین حیض کے لیے احتیاطاً مان لیا گیا ہے۔

مسئلہ: اگر عورت کو مسلسل خون جاری ہو، خون بند بالکل نہیں ہوتا ہو مگر عورت کو ایام حیض کی عادت یاد ہیں تو اس صورت میں وہ اپنی عادت کے مطابق حساب لگا کر لوٹالے گی۔ (شامی: ۵/۱۸۷)

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اگر مصنف ممتدة الحيض کی جگہ ممتدة الدم کہتے یا ممتدة الاستحاضه کہتے تو زیادہ مناسب تھا اس لیے کہ حیض دس یوم سے زیادہ نہیں ہوتا ہے۔

عدت کا شمار قمری مہینوں کے اعتبار سے کرنا

اگر عورت آئیسہ یا صغیرہ ہونے کی وجہ سے حیض نہیں آتا ہے یا عورت ایسی بالغہ ہے کہ اس کو حیض نہیں آتا ہے تو ایسی

عورتوں کو عدت تین مہینے ہیں اگر چاند کی پہلی تاریخ میں طلاق دی گئی تو عدت چاند کے مہینے کے اعتبار سے شمار کی جائے گی، اور اگر طلاق درمیانی تاریخوں میں دی گئی ہے تو اس صورت میں ہر ماہ کا حساب دنوں سے کیا جائے گا یعنی ہر ماہ پورے تیس دن شمار ہوں گے جیسا کہ البحر الرائق وغیرہ میں ہے۔

عدت کا وجوب مشروط بالوطی ہے

اگر مذکورہ بالا تمام مسائل میں عورت کے ساتھ وطی کر لی گئی ہو تب عدت واجب ہے خواہ وطی حقیقت کے اعتبار سے پائی گئی ہو یا وطی حکماً پائی گئی ہو جیسے کہ اگر عورت کا شوہر کے ساتھ خلوت ہو جائے اگر چہ یہ خلوت فاسدہ ہی کیوں نہ ہو وطی کے حکم میں ہے جیسا کہ اس کا پورا بیان باب المہر کے تحت گزر چکا ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہاں شارح نے مطلقاً خلوت کا ذکر فرمایا ہے جو خلوت صحیحہ اور خلوت فاسدہ دونوں کو شامل ہے اور مطلب یہ ہے کہ خلوت خواہ صحیحہ ہو یا فاسدہ دونوں صورتوں میں عدت واجب ہے اور یہی قول صحیح ہے لیکن باب العدۃ کے آغاز میں وجوب عدت کا سبب صرف خلوت صحیحہ کو قرار دیا ہے تو دونوں قولوں میں تعارض ہو گیا، تو اس کا جواب صاحب قدوری نے یہ دیا ہے کہ اگر خلوت کا فساد مانع شرعی کی وجہ سے ہو تو جیسے صوم تو عدت واجب ہوگی اور خلوت میں فساد کا سبب حسی ہو جیسے رتق وغیرہ تو عدت واجب نہیں ہوگی، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ مانع شرعی کو کالعدم قرار دے دیا جائے تو یہ خلوت کو فاسد نہ کرنے والا نہیں ہوگا لہٰذا مانع شرعی کے ساتھ بھی خلوت صحیحہ کا اطلاق ہو سکتا ہے مفسد خلوت صرف مانع حسی ہے۔

دودھ پیتا شوہر کی فرقت سے عدت کا وجوب

اگر شوہر دودھ پیتا بچہ ہو اور خلوت کے بعد تفریق واقع ہو جائے تو عورت پر عدت گزارنا واجب ہوگی البتہ شوہر پر مہر واجب نہیں ہوگی جیسا کہ قنیہ میں ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ شارح کے کلام میں تسامح ہے اس لیے کہ عدت کا وجوب تو وطی سے ہوتا ہے اور یہ بات بالکل اظہر من الشمس ہے شیر خوار شوہر وطی نہیں کر سکتا ہے لہٰذا و لو رضیعا کی جگہ و لو غیر مراہق کہتے تو زیادہ بہتر تھا، اور قنیہ کی عبارت اس طرح ہے کہ صبی مراہق شوہر کے وطی کرنے سے عدت واجب ہوتی ہے۔ (شامی:۵/۱۸۷)

متوفی عنہا زوجہا کی عدت

اور اگر آزاد عورت کا شوہر انتقال ہو جائے تو اس کی عدت شرعی چار ماہ دس دن ہیں چاند کے مہینے کے اعتبار سے بشرطیکہ چاند کی پہلی تاریخ کو طلاق دی ہو اور اگر درمیانی تاریخ میں طلاق واقع ہوئی تو اس صورت میں دنوں کے اعتبار سے عدت

گزارے گی، یعنی ہر ماہ تیس دن مکمل کریں گے جیسا کہ ماقبل میں گذر چکا ہے۔اور وجوب عدت کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کا نکاح صحیح وفات تک باقی رہا ہو، اور وفات مطلقاً وجوب عدت کا سبب ہے خواہ وفات سے قبل وطی نہ پائی گئی ہو، اور عدت چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ یا عورت کتابیہ ہو اور کسی مسلمان کے نکاح میں ہو، خواہ مسلمان غلام ہی کیوں نہ ہو پس اس سے حاملہ کے علاوہ کوئی عورت خارج نہیں ہوئی شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ مصنف کا کلام ممتدۃ الطہر کو بھی شامل ہے جس طرح کہ دودھ پلانے والی عورت کہ اس کو عام طور پر حیض نہیں آیا کرتا ہے اور اس مسئلہ کے متعلق فتویٰ معلوم کیا گیا تو میں نے اس کو کہیں نہیں دیکھا لہٰذا اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

حائضہ باندی کی عدت وفات

جس باندی کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت وفات، عدت طلاق اور عدت فسخ نکاح دو حیض ہیں کیوں کہ تین کا آدھا قاعدہ کے اعتبار سے ڈیڑھ ہوتا ہے لیکن چوں کہ عدت کے اندر تجزی نہیں ہوتی ہے اس لیے ڈیڑھ کے بجائے اس کی عدت دو حیض مقرر کردی گئی یعنی نصف کو پورا ایک مان لیا گیا ہے اور مکمل دو حیض اس کی عدت قرار دے دی گئی ہے۔

غیر حائضہ باندی کی عدت وفات

اور وہ باندی جس کو حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت (خواہ عدت طلاق ہو یا عدت فسخ نکاح، یا عدت وفات ہو یعنی اس کا شوہر مرگیا ہو) آزاد عورت کی عدت کا نصف متعین کی گئی ہے اس لیے کہ عدت تنصیف کو قبول کرلیتی ہے یعنی عدت کی تنصیف ہوسکتی ہے لہٰذا صغیرہ اور آئیسہ کی عدت طلاق و فسخ ڈیڑھ ماہ ہوں گے اور عدت وفات دو ماہ پانچ دن ہوں گے۔

(وَ) فِي حَقِّ (الْحَامِلِ) مُطَلَّقًا وَلَوْ أَمَةً، أَوْ كِتَابِيَّةً، أَوْ مِنْ زِنًا بِأَنْ تَزَوَّجَ حُبْلَى مِنْ زِنًا وَدَخَلَ بِهَا ثُمَّ مَاتَ، أَوْ طَلَّقَهَا تَعْتَدُّ بِالْوَضْعِ جَوَاهِرُ الْفَتَاوَى (وَضْعُ) جَمِيعِ (حَمْلِهَا) . لِأَنَّ الْحَمْلَ اسْمٌ لِجَمِيعِ مَا فِي الْبَطْنِ. وَفِي الْبَحْرِ: خُرُوجُ أَكْثَرِ الْوَلَدِ كَالْكُلِّ فِي جَمِيعِ الْأَحْكَامِ إِلَّا فِي حِلِّهَا لِلْأَزْوَاجِ احْتِيَاطًا، وَلَا عِبْرَةَ بِخُرُوجِ الرَّأْسِ وَلَوْ مَعَ الْأَقَلِّ، فَلَا قِصَاصَ بِقَطْعِهِ وَلَا يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنَ الْمُبَانَةِ لَوْ لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ ثُمَّ بَاقِيهِ لِأَكْثَرَ (وَلَوْ) كَانَ (زَوْجُهَا) الْمَيِّتُ (صَغِيرًا) غَيْرَ مُرَاهِقٍ وَوَلَدَتْ لِأَقَلَّ مِنْ نِصْفِ حَوْلٍ مِنْ مَوْتِهِ فِي الْأَصَحِّ لِعُمُومِ آيَةِ - {وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ} -. (وَفِيمَنْ حَبِلَتْ بَعْدَ مَوْتِ الصَّبِيِّ) بِأَنْ وَلَدَتْ لِنِصْفِ حَوْلٍ فَأَكْثَرَ (عِدَّةُ الْمَوْتِ) إِجْمَاعًا لِعَدَمِ الْحَمْلِ عِنْدَ الْمَوْتِ (وَلَا نَسَبَ فِي حَالَيْهِ) إِذْ لَا مَاءَ لِلصَّبِيِّ، نَعَمْ يَنْبَغِي ثُبُوتُهُ مِنَ الْمُرَاهِقِ احْتِيَاطًا، وَلَوْ مَاتَ فِي بَطْنِهَا يَنْبَغِي بَقَاءُ عِدَّتِهَا إِلَى أَنْ يَنْزِلَ أَوْ تَبْلُغَ حَدَّ الْإِيَاسِ نَهْرٌ. (وَفِي) حَقِّ (امْرَأَةِ

الْفَارِّ مِنْ) الطَّلَاقِ (الْبَائِنِ) إنْ مَاتَ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ (أَبْعَدُ الْأَجَلَيْنِ مِنْ عِدَّةِ الْوَفَاةِ وَعِدَّةِ الطَّلَاقِ) احْتِيَاطًا، بِأَنْ تَتَرَبَّصَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا مِنْ وَقْتِ الْمَوْتِ فِيهَا ثَلَاثُ حِيَضٍ مِنْ وَقْتِ الطَّلَاقِ شُمُنِّيٌّ، وَفِيهِ قُصُورٌ لِأَنَّهَا لَوْ لَمْ تَرَ فِيهَا حَيْضًا تَعْتَدُّ بَعْدَهَا بِثَلَاثِ حِيَضٍ، حَتَّى لَوْ امْتَدَّ طُهْرُهَا تَبْقَى عِدَّتُهَا حَتَّى تَبْلُغَ سِنَّ الْإِيَاسِ فَتْحٌ (وَ) قَيَّدَ بِالْبَائِنِ لِأَنَّ (لِمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيِّ مَا لِلْمَوْتِ) إجْمَاعًا. (وَ) الْعِدَّةُ (فِيمَنْ أُعْتِقَتْ فِي عِدَّةِ رَجْعِيٍّ لَا) عِدَّةُ (الْبَائِنِ وَ) لَا (الْمَوْتِ) أَنْ تُتِمَّ (كَعِدَّةِ حُرَّةٍ. وَلَوْ) أُعْتِقَتْ (فِي أَحَدِهِمَا) أَيْ الْبَائِنِ، أَوْ الْمَوْتِ (فَكَعِدَّةِ أَمَةٍ) لِبَقَاءِ النِّكَاحِ فِي الرَّجْعِيِّ دُونَ الْأَخِيرَيْنِ، وَقَدْ تَنْتَقِلُ الْعِدَّةُ سِتًّا كَأَمَةٍ صَغِيرَةٍ مَنْكُوحَةٍ طَلُقَتْ رَجْعِيًّا فَتَعْتَدُّ بِشَهْرٍ وَنِصْفٍ فَحَاضَتْ تَصِيرُ حَيْضَتَيْنِ فَأُعْتِقَتْ تَصِيرُ ثَلَاثًا فَامْتَدَّ طُهْرُهَا لِلْإِيَاسِ تَصِيرُ بِالْأَشْهُرِ فَعَادَ دَمُهَا تَصِيرُ بِالْحَيْضِ فَمَاتَ زَوْجُهَا تَصِيرُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

حاملہ عورت کی عدت کا حکم

اور حاملہ باندی کی عدت مطلقاً وضع حمل ہے اگر چہ باندی ہو یا کتابیہ ہو اور زنا کے ذریعہ حاملہ ہوئی ہو، بایں طور کہ ایک شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جس کے پیٹ میں زنا کا حمل ہے، نکاح کے بعد شوہر نے حبلي من الزنا کے ساتھ وطی کر لی یہ وطی اگر چہ وضع حمل تک حرام تھی اس کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا یا اس نے اس عورت کو طلاق دے دی تو اب یہ عورت علی الاطلاق وضع حمل سے عدت گزارے گی جیسا کہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

وضع حمل سے کیا مراد ہے

اور وضع حمل سے مراد جمیع وضع حمل مراد ہے اس لیے کہ حمل نام ان تمام چیز کا جو عورت کے بطن میں ہے لہٰذا اگر عورت نے آج ایک بچہ جنی، اس کے بعد ایک ماہ کے بعد دوسرا بچہ جنی تو اس کی عدت دوسرے بچے کی ولادت پر پوری ہوگی پہلے بچہ کی ولادت کے بعد عورت عدت ہی میں رہے گی کیوں کہ ابھی جمیع ما فی البطن کا وضع نہیں ہوا ہے۔

صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم المصری ؒ کا قول

صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم المصری ؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ لڑکے کے اکثر جسم کا باہر نکل آنا ایسا ہی ہے جیسے پورا لڑکا باہر نکل آیا تمام احکام میں لہٰذا اکثر جسم کے باہر آنے سے عورت کی عدت پوری ہو جائے گی، اور شوہر اوّل پر حرام ہو جائے گی مگر بر بنائے احتیاط ابھی شوہر ثانی کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک کہ جمیع حمل باہر نہ نکل جائے۔

خروج رأس سے مضی عدت کا حکم شرعی

اگر عورت کے بطن سے صرف بچہ کا سر اور اس کے بدن کا بعض حصہ باہر نکل آئے تو اس کا کوئی اعتبار شرعاً نہیں ہے اور نہ اس کو وضع حمل قرار دیا جائے گا اور نہ اس سے عورت کی عدت حمل پوری ہوگی اس صورت میں اگر مولود بچہ کو مار ڈالا جائے تو اس پر قصاص واجب نہیں ہوگا اور نہ اس کی دیت واجب ہوگی ہاں بیسواں حصہ خون بہا کا واجب ہوگا۔

معتدہ بائنہ کے بطن سے بچے کا سر باہر نکل آئے تو نسب کا حکم

اگر عورت مطلقہ بائنہ حاملہ ہو اور اس کے بطن سے بچہ کا سر باہر نکل آئے تو اگر دو سال سے کم مدت میں صرف سر باہر نکلا اور بدن کا بقیہ حصہ دو سال کے بعد نکلا ہے تو اس صورت میں اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہوگا البتہ اگر بچے کا سر اور نصف بدن دو سال سے کم مدت میں باہر نکل آیا تو اس صورت میں نسب ثابت ہو جائے گا۔

اگر معتدہ عورت کا حمل ساقط ہوگیا تو کیا حکم ہے

اگر معتدہ عورت کا حمل ساقط ہوگیا تو اس صورت میں یہ دیکھا جائے کہ اس بچہ کا اعضائے جسم الگ الگ نمایاں معلوم ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر بچے کے اعضائے جسم الگ الگ بالکل نمایاں معلوم ہوتے ہیں تو اس صورت میں سقط حمل سے عدت مکمل ہو جائے گی اور اگر اعضائے جسم بالکل نمایاں معلوم نہیں ہوتے ہیں بلکہ گوشت اور خون کا لوتھڑا ساقط ہوا ہے تو اس سے عدت پوری نہیں ہوگی۔ (شامی: ۵/ ۱۹۰)

اگر مرنے والا شوہر صغیر ہو تو کیا حکم ہے

اور عورت کا شوہر جس کا انتقال ہوا ہے صغیر تھا یعنی غیر مراہق تھا اور عورت بحالتِ حمل تھی تو اس عورت کی عدت وضع حمل ہوگی اگر زوج صغیر کے مرنے کے ابتداء سے چھ ماہ سے کم کی مدت میں بچہ پیدا ہوا ہو اگر چہ زوج صغیر سے حمل قرار پانا مقصود نہیں ہے لیکن اس کے باوجود عدت وضع حمل سے ہی ہوگی کیوں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے عام حکم دیا ہے کہ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اور حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وضع حمل کر دیں، اس آیت کریمہ میں شوہر کے بالغ اور نابالغ ہونے کی کوئی قید مذکور نہیں ہے، لہٰذا اگر نابالغ شوہر کا انتقال ہو جائے اور بیوی حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا یہی قول ہے مگر حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نابالغ شوہر کی حاملہ بیوی پر عدت وفات واجب ہے وضع حمل سے عدت پوری نہیں ہوگی۔

صغیر شوہر کی وفات کے بعد عورت حاملہ ہوئی تو کیا حکم

شوہر نابالغ تھا اور نابالغ ہونے کی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا اس کے انتقال کے بعد اس کی بیوی حاملہ ہوگئی جس کا علم اس بات سے ہوا کہ زوج صغیر کی وفات کے چھ ماہ یا چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اس صورت میں عورت کو بالاتفاق عدت وفات گزارنا ہوگا، وضع حمل سے عدت نہیں ہوگی اس لیے موت زوج کے وقت وہ حاملہ نہیں تھی۔

پیدا ہونے والا بچہ کا ثبوت نسب

جولڑکا زوج صغیر کی موت کے چھ ماہ یا چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے اس کے نسب کا ثبوت زوج صغیر سے نہیں ہوگا کیوں کہ زوج صغیر کی وفات کے بعد عورت حاملہ ہوئی ہے نیز یہ بات بھی بالیقین معلوم ہوتا ہے کہ زوج صغیر میں مادہ منویہ نہیں ہوتا ہے اور جب صغیر میں مادۂ منویہ نہیں ہوتا ہے تو بچہ کہاں سے پیدا ہوگا البتہ اگر شوہر مراہق یعنی قریب البلوغ ہو تو اس صورت میں مناسب ہے کہ بچہ کے نسب کا ثبوت مراہق سے مان لیا جائے کیوں کہ احتیاط اسی میں ہے ہاں اگر مراہق سے عقد نکاح ہونے کے وقت سے چھ ماہ مکمل ہونے سے پہلے بچہ پیدا ہو جائے تو بچہ کا نسب مراہق سے ثابت نہیں ہوگا۔ (شامی: ۵/۱۹۱)

شوہر مشرق میں ہو اور بیوی مغرب میں پھر تولد ہو جائے تو نسب کا حکم

مسئلہ یہ ہے کہ ایک مشرق میں رہنے والا شخص کا عقد نکاح ایک مغرب میں رہنے والی عورت کے ساتھ ہوا ان دونوں میں کبھی بھی ملاقات نہیں ہوئی ایک مشرق میں ہے دوسرا مغرب میں ہے اسی حالت میں عورت حاملہ ہو جاتی ہے اور بچہ جنتی ہے تو اس صورت میں اس بچے کا نسب مشرق میں رہنے والے باپ سے ثابت ہو جائے گا کیوں کہ یہاں عقد ہی کو علوق کے قائم مقام قرار دے دیں گے، لہٰذا نسب ثابت ہوگا۔ (شامی: ۵/۱۹۱)

اگر بچہ معتدہ کے پیٹ ہی میں مر جائے تو کیا حکم ہے

اگر عورت عدت کے ایام گزار رہی تھی کہ اس کے حمل کا بچہ پیٹ ہی میں مر گیا تو مناسب یہ ہے کہ اس کی عدت اس وقت تک باقی رہے جب تک بچہ پیٹ سے باہر نہ آجائے یا پھر عورت سن ایاس کو نہ پہنچ جائے یہ مسئلہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کا نہیں ہے بلکہ صاحب نہر الفائق کا قول ہے، اور شیخ رحمتی نے کہا کہ اگر عورت سن ایاس کو پہنچ جائے تو اس کی عدت تین ماہ ہے، مگر یہ قول قرآن کریم کی آیت کے عموم کے مخالف ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے علی الاطلاق حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل قرار دیا ہے۔ ممکن ہے کہ صاحب نہر الفائق نے سن ایاس سے مراد دو برس کی مدت مراد لی ہو، کیوں کہ بچہ مردہ ہو یا زندہ دو برس سے زیادہ ماں کے پیٹ میں نہیں رہ سکتا ہے۔

امرأۃ الفار کی عدت

شوہر نے بیوی کو اس خوف سے حالت مرض میں طلاق دے دے کہ اگر یہ نکاح میں باقی رہی تو اس کو میرے موت کے بعد میرے مال میں وراثت کا حصہ ملے گا اور وہ وارث ہوگی لہٰذا شوہر وراثت سے محروم کرنے کی نیت سے بیوی کو طلاق دے دے تو اس کو فار اور بیوی کو امرأۃ الفار کہا جاتا ہے، تو جس عورت کو شوہر نے وراثت سے محروم کرنے کی نیت سے طلاق بائن دے پھر اس کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں یہ عورت طلاق اور وفات کی عدت میں سے جس میں بھی وقت زیادہ صرف ہوا احتیاطا اسی کے ساتھ عدت گزارے گی بایں طور کہ موت کی تاریخ سے عورت چار ماہ دس دن عدت گزارے اسی چار ماہ دس دن کے اندر اندر طلاق کے وقت سے تین حیض بھی گزر جائیں گے۔

شارحؒ کا اختلاف

شارحؒ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور یوں فرمایا ہے کہ علامہ شمنی کی بیان کردہ ابعد الاجلین کی تعریف وتفسیر تام وکمل نہیں ہے تمام صورتوں کو جامع اور شامل نہیں ہے لہٰذا ابعد الاجلین کی تفسیر جو شمنی نے کی ہے ناقص ہے کیوں کہ فرض کیجئے کہ عورت کو چار ماہ دس دن کی مدت میں حیض نہیں آیا تو عورت کو چاہیے کہ وہ تین حیض سے عدت پوری کرے خواہ یہ عدت کتنی ہی مدت میں پوری ہو، چناں چہ اگر عورت کا طہر دراز ہو جائے کئی برس تک اس کو حیض ہی نہ آئے تو اس کی عدت باقی رہے گی یہاں تک کہ عورت سن ایاس کو پہنچ جائے۔

ابعد الاجلین کی تفسیر

دو عدتوں میں سے جس عدت میں زیادہ زمانہ درکار ہو اس کو ابعد الاجلین کہا جاتا ہے مثلاً تین حیض کے لیے تین ماہ درکار ہوتے ہیں، عدت وفات چار ماہ دس دن ہوتے ہیں تو اس میں ابعد الاجلین چار ماہ دس دن ہیں اسی طرح چار ماہ دس دن کے مقابلہ میں وضع حمل مثلاً دو برس یا ایک برس یا نو ماہ ہو تو ابعد الاجلین وضع حمل سمجھی جائے گی۔

ابعد الاجلین کی صورتیں

ابعد الاجلین کی عدت پانچ صورتوں میں ہوتی ہے (۱) امرأۃ الفار کی عدت جس کا بیان ماقبل میں گذر چکا ہے۔ (۲) شوہر کے نکاح میں دو عورتیں تھیں اس نے متعین کر کے ایک کو طلاق دے دی، اور وطی دونوں سے کر چکا ہے اور دونوں حیض والی ہیں پھر اس کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا اور یہ یاد نہیں رہا کہ دونوں میں سے کون مطلقہ ہے تو اس صورت میں دونوں بیویوں پر ابعد الاجلین واجب ہے۔ (۳) شوہر کے نکاح میں دو عورتیں تھیں اس نے بلا تعیین کے دونوں میں سے ایک کو تین طلاقیں دے

دیں اور شوہر صحت مند تھا پھر بعد میں شوہر کا انتقال ہو گیا اور دونوں میں کسی کی بھی تعیین نہیں کر سکا تو اس صورت میں بھی دونوں پر ابعد الاجلین عدت لازم ہوگی۔ (۴) زمانہ صحت میں دونوں بیویوں میں سے کسی ایک کو بلا تعیین طلاق دے دی، پھر مرض الموت میں وضاحت کی کہ فلاں کو طلاق دی اور عدت پوری ہونے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں بھی مطلقہ عورت پر ابعد الاجلین کی عدت واجب ہوگی۔ (۵) ام ولد کا مولی اور شوہر دونوں کا انتقال ہو گیا اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان دونوں میں سے پہلے کس کا انتقال ہوا تو اس عورت کو جو مولی کی ام ولد ہے اس کی شادی مولی نے کر دی تھی اس کا شوہر بھی تھا اس پر دونوں کی عدت واجب ہوگی اور ابعد الاجلین عدت گزارے گی۔ (کشف الاسرار: ۲۵۶/۳)

امرأۃ الفار میں طلاق بائن کی قید کا فائدہ

حضرت مصنفؒ نے امرأۃ الفار میں طلاق کے ساتھ بائن کی قید لگائی ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی جو بیوی مطلقہ رجعی ہے اس کی عدت بالاتفاق عدت وفات ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے خواہ ان چار ماہ اور دس دن کے اندر تین حیض آجائیں یا نہ آئیں، بہر حال عدت پوری ہو جائے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی کو حالت مرض یا بحالت صحت طلاق رجعی دی اور بیوی طلاق کی عدت گزارنے لگی پھر شوہر کا انتقال ہو گیا اور ابھی عدت باقی ہے تو اب اس عورت کی عدت بالاتفاق عدت موت کی طرف منتقل ہو جائے گی اس لیے کہ جس وقت شوہر کا انتقال ہوا اس وقت وہ اس کی زوجیت میں باقی تھی یہی وجہ ہے کہ بیوی شوہر کے ترکہ کا وارث ہوگی البتہ اگر عدت مکمل ہو جانے کے بعد شوہر کا انتقال ہوتا تو اس صورت میں وارث نہیں ہوتی اور نہ اس پر کوئی عدت واجب ہوتی اس لیے کہ عدت گزر جانے کے بعد وہ زوجیت سے نکل گئی ہے اسی طرح اگر شوہر نے بیوی کو طلاق بائن دی اور عدت میں شوہر کا انتقال ہو گیا تو بیوی وارث نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی عدت الگ سے واجب ہوگی، اس لیے کہ طلاق بائن ہی سے وہ زوجیت سے خارج ہو گئی ہے۔ لہٰذا وفات زوج کے بعد کچھ واجب نہیں ہوگا۔ (شامی: ۱۹۳/۵)

طلاق رجعی کی حالت میں باندی آزاد ہوئی تو کیا حکم

اگر باندی اس حال میں آزاد ہوئی کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق رجعی دی تھی اور وہ طلاق رجعی کی عدت گزار رہی تھی تو اب اس باندی کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ آزاد عورت کی طرح تین حیض سے عدت گزارے اگر چہ پہلے وہ مطلقہ رجعی ہونے کی وجہ سے ڈیڑھ ماہ کی عدت گزار رہی تھی مگر چوں کہ ابھی عدت پوری نہیں ہوئی تھی اور اس سے پہلے آقا نے آزاد کر دیا تو اب وہ آزاد عورت کی عدت گزارے گی، اور اگر اس کو شوہر نے اسی عدت میں طلاق دے دی تو اس صورت میں ابعد الاجلین والی

عدت گزارنی ہوگی اور اگر اسی حالت میں باندی آئیسہ یا صغیرہ ہو تو تین ماہ کی عدت واجب ہوگی۔

اگر باندی طلاق بائن یا وفات زوج کی عدت سے آزاد ہوئی تو کیا حکم ہے

اگر باندی اس حالت میں آزاد ہوئی کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی تھی اور باندی طلاق بائن کی عدت گزار رہی تھی یا آقا نے باندی کو ایسے وقت میں آزاد کیا کہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت گزار رہی تھی تو اس صورت حال میں باندی اگرچہ آزاد ہو چکی ہے مگر اس کے باوجود اس کی عدت وہی ہے جو باندی کی عدت ہے کیوں کہ طلاق رجعی میں تو نکاح باقی رہتا ہے لیکن طلاق بائن اور موت کی صورت میں نکاح باقی نہیں رہتا ہے۔

انتقال عدت کی چھ صورتیں

کبھی عدت منتقل ہوتی ہے اور اس کی منتقلی چھ تک پہنچتی ہے مصنفؒ نے ان چھ کو بہت مختصر اور اجمالی بیان کیا ہے لیکن حضرت شارحؒ نے ان میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کی ہے۔

(۱) باندی صغیرہ منکوحہ کو اس کے شوہر نے طلاق رجعی دے دی، تو مطلقہ منکوحہ باندی جس کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہوگی۔

(۲) منکوحہ مطلقہ باندی ابھی یہ عدت کے دن گزار رہی تھی اور عدت کے کچھ ایام باقی تھے کہ اس کو حیض آ گیا تو اب اس کو دو حیض مکمل عدت کے گزارنے ہوں گے۔

(۳) منکوحہ مطلقہ ذات الحیض باندی کی عدت ابھی دو حیض مکمل نہیں ہوئے تھے کہ اس کو آزاد کر دی گئی تو اب اس پر آزاد عورت کی عدت تین حیض کامل لازم ہوگی۔

(۴) منکوحہ مطلقہ ذوات الحیض آزاد عورت کا ابھی تین حیض عدت کے پورے نہیں ہوئے تھے کہ اس کا طہر دراز ہو گیا یعنی ایک حیض آیا اس کے بعد حیض آنا بند ہو گیا اور پچاس برس کی عمر تک اس کو حیض نہیں آیا تو اب اس کی عدت تین مہینے کی ہوگی لہٰذا اب مزید پورے تین ماہ عدت کے نام سے گذارے گی۔

(۵) ابھی تین ماہ کی عدت مکمل نہیں گزرنے پائے تھے کہ اس عورت کو پھر حیض آ گیا، لہٰذا اب اس کی عدت تین حیض ہو گئی لہٰذا عورت کو اب مزید تین حیض عدت کے گزارنے پڑیں گے۔

(۶) ابھی اس عورت کی عدت تین حیض مکمل نہیں ہونے پائے تھے کہ اس کا شوہر وفات پا گیا لہٰذا اب اس کو عدت وفات یعنی چار ماہ دس دن عدت کے گزارنے ہوں گے۔

(آيِسَةٌ اعْتَدَّتْ بِالْأَشْهُرِ ثُمَّ عَادَ دَمُهَا) عَلَى جَارِي عَادَتِهَا، أَوْ حَبِلَتْ مِنْ زَوْجٍ آخَرَ بَطَلَتْ

عِدَّتُهَا وَفَسَدَ نِكَاحُهَا وَ (اسْتَأْنَفَتْ بِالْحَيْضِ) لِأَنَّ شَرْطَ الْخَلَفِيَّةِ تَحَقُّقُ الْإِيَاسِ عَنِ الْأَصْلِ وَذَلِكَ بِالْعَجْزِ الدَّائِمِ إِلَى الْمَوْتِ، وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ كَمَا فِي الْغَايَةِ وَاخْتَارَهُ فِي الْهِدَايَةِ فَتَعَيَّنَ الْمَصِيرُ إِلَيْهِ. قَالَهُ فِي الْبَحْرِ بَعْدَ حِكَايَةِ سِتَّةِ أَقْوَالٍ مُصَحَّحَةٍ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ، لَكِنَّ اخْتِيَارَ الْبَهْنَسِيِّ مَا اخْتَارَهُ الشَّهِيدُ أَنَّهَا إِنْ رَأَتْهُ قَبْلَ تَمَامِ الْأَشْهُرِ اسْتَأْنَفَتْ لَا بَعْدَهَا. قُلْتُ: وَهُوَ مَا اخْتَارَهُ صَدْرُ الشَّرِيعَةِ وَمُنْلَا خسرو وَالْبَاقَانِيُّ، وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ فِي بَابِ الْحَيْضِ، وَعَلَيْهِ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ وَتَعْتَدُّ فِي الْمُسْتَقْبَلِ بِالْحَيْضِ كَمَا صَحَّحَهُ فِي الْخُلَاصَةِ وَغَيْرِهَا. وَفِي الْجَوْهَرَةِ وَالْمُجْتَبَى أَنَّهُ الصَّحِيحُ الْمُخْتَارُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، وَفِي تَصْحِيحِ الْقُدُورِيِّ: وَهَذَا التَّصْحِيحُ أَوْلَى مِنْ تَصْحِيحِ الْهِدَايَةِ وَفِي النَّهْرِ أَنَّهُ أَعْدَلُ الرِّوَايَاتِ، وَتَمَامُهُ فِيمَا عَلَّقته عَلَى الْمُلْتَقَى. . (وَالصَّغِيرَةُ) لَوْ حَاضَتْ بَعْدَ تَمَامِ الْأَشْهُرِ (لَا) تَسْتَأْنِفُ (إِلَّا إِذَا حَاضَتْ فِي أَثْنَائِهَا) فَتَسْتَأْنِفُ بِالْحَيْضِ (كَمَا تَسْتَأْنِفُ) الْعِدَّةَ (بِالشُّهُورِ مَنْ حَاضَتْ حَيْضَةً) ، أَوْ ثِنْتَيْنِ (ثُمَّ أَيِسَتْ) تَحَرُّزًا عَنِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْأَصْلِ وَالْبَدَلِ. (وَ) الْإِيَاسُ (سِنُّهُ) لِلرُّومِيَّةِ وَغَيْرِهَا (خَمْسٌ وَخَمْسُونَ) عِنْدَ الْجُمْهُورِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى. وَقِيلَ الْفَتْوَى عَلَى خَمْسِينَ نَهْرٌ. وَفِي الْبَحْرِ عَنِ الْجَامِعِ: صَغِيرَةٌ بَلَغَتْ ثَلَاثِينَ سَنَةً وَلَمْ تَحِضْ حُكِمَ بِإِيَاسِهَا. (وَعِدَّةُ الْمَنْكُوحَةِ نِكَاحًا فَاسِدًا) فَلَا عِدَّةَ فِي بَاطِلٍ وَكَذَا مَوْقُوفٌ قَبْلَ الْإِجَازَةِ اخْتِيَارٌ، لَكِنَّ الصَّوَابَ ثُبُوتُ الْعِدَّةِ وَالنَّسَبِ بَحْرٌ (وَالْمَوْطُوءَةِ بِشُبْهَةٍ) وَمِنْهُ تَزَوُّجُ امْرَأَةِ الْغَيْرِ غَيْرَ عَالِمٍ بِحَالِهَا كَمَا سَيَجِيءُ، وَلِلْمَوْطُوءَةِ بِشُبْهَةٍ أَنْ تُقِيمَ مَعَ زَوْجِهَا الْأَوَّلِ وَتَخْرُجَ بِإِذْنِهِ فِي الْعِدَّةِ لِقِيَامِ النِّكَاحِ بَيْنَهُمَا، إِنَّمَا حَرُمَ الْوَطْءُ حَتَّى تَلْزَمَهُ نَفَقَتُهَا وَكِسْوَتُهَا بَحْرٌ، يَعْنِي إِذَا لَمْ تَكُنْ عَالِمَةً رَاضِيَةً كَمَا سَيَجِيءُ. (وَأُمِّ الْوَلَدِ) فَلَا عِدَّةَ عَلَى مُدَبَّرَةٍ وَمُعْتَقَةٍ (غَيْرِ الْآيِسَةِ وَالْحَامِلِ) فَإِنَّ عِدَّتَهُمَا بِالْأَشْهُرِ وَالْوَضْعِ (الْحَيْضُ لِلْمَوْتِ) أَيْ مَوْتِ الْوَاطِئِ (وَغَيْرِهِ) كَفُرْقَةٍ، أَوْ مُتَارَكَةٍ لِأَنَّ عِدَّةَ هَؤُلَاءِ لِتَعَرُّفِ بَرَاءَةِ الرَّحِمِ وَهُوَ بِالْحَيْضِ، وَلَمْ يُكْتَفَ بِحَيْضَةٍ احْتِيَاطًا (وَلَا اعْتِدَادَ بِحَيْضٍ طُلِّقَتْ فِيهِ) إِجْمَاعًا. .

آئسہ عورت کو خون آنا شروع ہو جائے تو کیا حکم ہے

ایک عورت جو حیض کی آمد سے مایوس ہو چکی تھی، مہینوں کے ذریعہ عدت گزار رہی تھی، کہ درمیان عدت اسے حیض آنا شروع ہو گیا اور اسی طرح سے آنا شروع ہوا جس طرح اس کی عادت تھی، یا عدت کے درمیان کے درمیان کسی دوسرے مرد سے

نکاح کرلیا اور وہ حاملہ ہوگئی تو اس صورت میں اس عورت کی عدت باطل ہوگئی اور نکاح بھی فاسد ہوگیا، کیوں کہ نکاح دوران عدت ہوا اور اس صورت میں عورت دوبارہ حیض کے ذریعہ عدت شروع کرے گی۔

دوبارہ عدت شروع کرنے کی علت

اور دوبارہ حیض سے عدت شروع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حیض کے ذریعہ عدت گزارنا اصل ہے اور مہینوں کے ذریعہ عدت گزارنا اس کا خلیفہ اور نائب ہے لہٰذا جب عورت حیض سے مایوس تھی تب اس کو عدت بالاشہر کی اجازت شرعی اعتبار سے دی گئی تھی کہ اصل عدت نہیں ہے تو اس کا خلیفہ سے عدت گزار لے لیکن اب جب کہ اصل عدت پائی جارہی ہے تو نائب کی کیا ضرورت ہے اسی طرح دوبارہ حیض سے عدت گزارے گی اگر مایوسی موت تک ہمیشہ باقی رہتی ہے تو پھر اشہر ہی کے ذریعہ عدت مکمل کی جاتی۔

اور یہی حکم ظاہر الروایہ کا بھی ہے جیسا کہ غایہ میں ہے اور ہدایہ میں اسی قول کو پسند کیا گیا ہے لہٰذا اسی پر اعتماد متعین ہوگیا، نیز مذکورہ چھ اقوال ذکر کرنے کے بعد البحر الرائق نے بھی اسی طرح کا قول نقل کیا ہے، نیز مصنفؒ اور شارح نے اسی قول کو برقرار رکھا ہے لیکن علامہ بہنسی نے اس قول کو پسند کیا ہے جس کو شہید نے پسند کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر آئیسہ کو تین ماہ کی عدت مکمل ہونے سے پہلے حیض آنا شروع ہوگیا ہے تو مہینوں والی عدت باطل ہوجائے گی اور اب وہ از سر نو حیض سے عدت شروع کرے گی، اور اگر حیض مکمل تین ماہ گذرنے کے بعد شروع ہوا ہے تو اس صورت میں اس کی عدت پوری ہوگئی ہے اس کو دوبارہ عدت گزارنے کی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ علاء الدین حصکفیؒ کی رائے

شارح تنویر الابصار علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ وہی قول ہے جس کو صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں اختیار کیا ہے، اور منلا خسرو اور علامہ باقانی نے بھی اس کو پسند کیا ہے نیز باب الحیض میں مصنفؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے، لہٰذا اس قول کے مطابق زوج ثانی سے نکاح درست ہے فاسد نہیں، اور آئندہ جب اس کو طلاق دے تو وہ حیض سے عدت گزارے گی جیسا کہ اس کی تصحیح خلاصہ وغیرہ کتابوں میں کی گئی ہے اور الجوہرۃ النیرۃ اور کتاب المجتبیٰ میں لکھا ہے کہ یہی قول مختار اور صحیح ہے اور اسی قول پر فتویٰ بھی ہے اور تصحیح القدوری میں ہے کہ ہدایہ کی تصحیح سے یہ تصحیح اولیٰ اور بہتر ہے اور کتاب النہر الفائق میں مذکور ہے یہ قول تمام اقوال میں زیادہ معتدل ہے اور اس کی پوری تفصیل میں نے ملتقی الابحر نامی کتاب میں بیان کردی ہے۔

اگر صغیرہ کو عدت بالاشہر مکمل ہونے کے بعد حیض آجائے تو کیا حکم ہے

عورت ابھی صغیرہ تھی اور فرقت واقع ہوگئی تھی اور اس نے مہینوں سے عدت مکمل کرلی تھی، عدت مکمل ہونے کے بعد اس کو حیض

آنا شروع ہو گیا تو اب اس صغیرہ کو دوبارہ عدت بالحیض گزارنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کی عدت پوری ہو چکی ہے۔

صغیرہ عدت بالاشہر مکمل کر رہی تھی کہ درمیان میں حیض آگیا تو کیا حکم ہے

اگر صغیرہ مطلقہ مہینوں سے عدت گزار رہی تھی اور ابھی عدت کے چند ایام اور باقی تھے کہ اسے حیض آنا شروع ہو گیا تو اس صورت میں وہ صغیرہ اب از سر نو حیض سے عدت گزارے گی اور مکمل تین حیض سے عدت پوری کرے گی جس طرح کہ وہ عورت جو حیض کے ذریعہ عدت گذار رہی تھی اور ابھی عدت کے ایک دو حیض باقی تھے کہ اسے حیض آنا بند ہو گیا اور وہ حیض کی آمد سے مایوس ہو گئی تو یہ عورت اب اپنی عدت دوبارہ مہینوں سے شروع کرے گی اور عدت کے نام سے پورے تین ماہ گزارے گی تاکہ اصل اور بدل کا جمع ایک ساتھ لازم نہ آئے اس لیے کہ بدل پر عمل اسی وقت کرنا چاہیے جب اصل پر عمل کرنا دشوار ہو۔

عورت کس عمر میں سن ایاس کو پہنچتی ہے

عورت سن ایاس کو کب پہنچتی ہے اور اس پر آئیسہ کا اطلاق کب ہوگا؟ تو اس مسئلہ میں دو قول ہیں: (۱) خواہ کسی بھی ملک کے رہنے والی عورت ہو جب اس کی عمر پچپن سال کی ہو جائے تو جمہور علماء کے نزدیک اس کو آئیسہ کہا جائے گا اور اسی قول پر فتویٰ بھی ہے۔ (۲) دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ جب عورت پچاس برس کی ہو جائے تو وہ آئیسہ کہلاتی ہے جیسا کہ نہر الفائق میں ہے اور اس بارے میں ایک تیسرا قول یہ ہے کہ روم کی عورتوں کی سن ایاس پچپن برس ہے اور اس کے علاوہ دوسرے ممالک کے رہنے والی عورتوں کی سن ایاس ساٹھ سال ہے یا ستر سال ہے اور بعض نے کہا کہ علی الاطلاق سن ایاس ساٹھ سال ہے، اور ظاہر الروایہ کے مطابق سن ایاس کی تحدید شریعت میں نہیں ہے بلکہ عورت جب اس عمر میں داخل ہو جائے کہ اس کو حیض آنا بند ہو جائے تو یہی اس کے لیے سن ایاس ہے اور اس کا فرق جسم و جثہ اور لاغر و موٹاپے کی وجہ سے بھی پڑتا ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔ (شامی: ۵/۱۹۶)

سن ایاس کے متعلق علامہ ابن نجیم کی رائے

اور سن ایاس کے متعلق صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم المصری کی رائے عالی یہ ہے کہ جب صغیرہ لڑکی تیس برس کی عمر میں داخل ہو جائے اور اس وقت تک اس کو حیض نہ آئے تو اس صورت میں ایاس کا حکم کیا جائے گا اور اس پر آئیسہ کا اطلاق کیا جائے گا۔

نکاح فاسد میں عدت کا حکم

جس عورت سے نکاح فاسد کیا گیا تھا اور پھر اس کو طلاق دے دی گئی تھی تو اس کی عدت بھی شریعت میں تین حیض ہے نکاح فاسد کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر نکاح باطل ہوا تھا مثلاً کسی دوسرے شخص کے منکوحہ سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح باطل ہے تو اس کی کوئی عدت واجب نہیں ہے اسی طرح اگر نکاح کی صحت عورت کی اجازت پر موقوف تھی اور قبل الاجازۃ شوہر نے طلاق

دے دی تو اس پر بھی کوئی عدت واجب نہیں ہے جیسا کہ اختیار میں ہے نکاح موقوف کی صورت یہ ہوگی کہ کسی فضولی نے کسی عورت کا نکاح کر دے یا باندی اپنا نکاح مولیٰ کی اجازت کے بغیر خود ہی کر لے تو اس صورت میں فضول کے نکاح کا جواز عورت کی اجازت پر اور باندی کے نکاح کا جواز آقا کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔

نکاح فاسد میں وجوب عدت کے متعلق صحیح قول

لیکن صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم المصریؒ نے کہا کہ اس بارے میں اصح قول یہ ہے کہ نکاح فاسد کی صورت میں عورت کے لیے عدت ثابت ہوگی اور بچے کا نسب بھی ثابت ہوگا چناں چہ علامہ زیلعیؒ نے باب نکاح الفاسد میں صراحت کی ہے اور کتاب الدعویٰ میں اصل کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ جب باندی اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر کسی مرد سے نکاح کرلیا اور شوہر نے اس کے ساتھ دخول کیا پھر نکاح کے وقت سے چھ ماہ باندی نے بچہ جنا پھر مولیٰ اور زوج دونوں اس بچے کے متعلق دعویٰ کیا تو اس صورت میں بچہ زوج کا ہوگا اور اسی سے نسب ثابت ہوگا اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف منقول نہیں ہے شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس بات پر دلیل ہے کہ نکاح فاسد میں فراش کا ثبوت نفس عقد سے ہوجاتا ہے، بعض نے کہا کہ نکاح فاسد میں فراش کا ثبوت دخول سے ہوگا نفس عقد سے نہیں ہوگا۔ پس یہ اس بات میں بالکل صریح ہے کہ نسب ثابت ہوگا اور جب نسب کا ثبوت ہوگا تو عدت بھی واجب ہوگی لہٰذا اختیار اور محیط میں جو مذکور ہے وہ ان کی طرف سے سہو ہے۔ (شامی:۵/۱۹۷)

علامہ ابن عابدین شامی کی رائے گرامی

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ حضرات فقہائے کرام کے ذکر کردہ اس مسئلہ پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ نکاح فاسد کی وجہ سے صرف مہر مثل کا وجوب ہوتا ہے اور عدت کا وجوب وطی سے ہوتا ہے نکاح فاسد میں محض عقد یا خلوت کی وجہ سے عدت واجب نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ فساد نکاح کی وجہ سے شرعاً وطی پر قادر نہیں ہے جس طرح کہ حائضہ عورت سے خلوت موجب عدت نہیں ہے کیوں کہ حیض وطی کے لیے مانع شرعی ہے لہٰذا خلوت کو نکاح فاسد کے باب میں وطی کے قائم مقام قرار نہیں دیا جائے گا جیسا کہ اس کی صراحت فتح القدیر اور البحر الرائق وغیرہ میں باب المہر میں موجود ہے ہاں صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ نکاح فاسد میں محض عقد سے فراش کا ثبوت صرف نسب کی حفاظت کے لیے احتیاطاً ہے تاکہ ولد کی احیاء و بقاء اور تربیت کا انتظام ہوسکے رہا عدت کا ثبوت تو نکاح فاسد اور موقوف سے ثبوت نہیں ہوگا۔ (شامی:۵/۱۹۷)

نکاح فاسد میں دخول کا اعتبار

نکاح فاسد کی وجہ سے اگر عورت نے بچہ جنا تو مدت نسب کا اعتبار وقت دخول سے چھ ماہ کا ہوگا یعنی نکاح فاسد کے بعد شوہر نے جب اس سے وطی کی ہے اس وقت سے چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں، یہ حضرت امام محمدؒ کا قول ہے اور اسی

پر فتویٰ ہے کیوں کہ نکاح فاسد داعی وطی نہیں ہے حالاں کہ عقد نکاح کو وطی کے قائم مقام داعی وطی ہی کی وجہ سے کیا گیا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور حضرات شیخین کے نزدیک مدت کی ابتداء وقت عقد سے ہوگا نکاح صحیح پر قیاس کرتے ہوئے لیکن قیاس مذکور کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے مشائخ امت نے امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے اس اختلاف کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر بچہ عقد وقت سے چھ ماہ میں اور وقت دخول سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا تو مفتی بہ قول کے مطابق نسب ثابت نہیں ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۱۹۸)

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات آپ جان لی ہے تو ممکن ہے کہ اختیار اور محیط میں ذکر کردہ مسئلہ کو امام محمدؒ کے قول پر محمول ہو کہ عدم ثبوت نسب سے مراد یہ ہے کہ جب بچہ وقت دخول سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا اگرچہ عقد کے وقت سے چھ ماہ سے زیادہ کا عرصہ کیوں نہ ہو جاتا ہو، اور زیلعیؒ نے جو مسئلہ بیان کیا ہے اس کو شیخین کے قول پر محمول کیا جائے اس دلیل کی وجہ سے کہ انھوں نے مسئلہ اس صورت میں فرض کیا ہے وقت عقد سے چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا ہو، دخول کے وقت کا اعتبار نہیں کیا ہے تمام کلام قرینہ کی وجہ سے اور دو متضاد قولوں میں تطبیق و توفیق دینا زیادہ بہتر ہے غلط قرار دینے اور عصا کو شق کرنے سے۔ (شامی: ۵/ ۱۹۸)

جس عورت سے شبہ میں وطی کر لی گئی اس کی عدت کا حکم

اور جس عورت سے کسی نے شبہ کی بناء پر بیوی سمجھ کر وطی کر لی ہو، اس عورت پر بھی عدت واجب ہے اور یہی حکم اس عورت کا ہے جو پہلے سے کسی کے نکاح میں ہو اور اس سے کسی نے لاعلمی میں نکاح کر لیا ہو منکوحۃ الغیر ہونے کا علم نہ ہو، اس کا تفصیلی حکم اس باب کے اخیر میں انشاء اللہ آئے گا، اور جس عورت سے شبہ میں وطی کر لی گئی اس کے لیے اپنے شوہر اوّل کے پاس رہنا جائز ہے مگر عدت کے دنوں میں شوہر اوّل کے گھر سے اس کی اجازت سے نکلے کیوں کہ دونوں کے درمیان نکاح قائم ہے اور زوج اوّل کے لیے ایام عدت میں وطی کرنا حرام ہے لیکن اس کا نفقہ اور کپڑا لازم ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے جب کہ عورت کو علم نہ ہو اور نہ ہی راضی ہو، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

مطلب یہ ہے کہ زوج اوّل پر نفقہ اور کپڑا واجب ہونے کے لیے دونوں قیود یا ان میں سے ایک کم از کم قید کا پایا جانا ضروری ہے، چناں چہ اگر بیوی کو پہلے سے یہ علم تھا کہ جس کے پاس اس کو شب زفاف میں بھیجا گیا ہے وہ اس کا شوہر نہیں ہے اور وطی پر راضی بھی تھی تو اس صورت میں نان و نفقہ اور کپڑا زوج اوّل پر واجب نہیں ہوگا اور اگر وطی کے وقت بیوی راضی نہیں تھی اور اس کا اظہار شوہر سے کر دیا تھا اس کے باوجود اس نے ذرا دھمکا کر زبردستی وطی کر لی تو اس صورت میں دونوں میں سے کسی پر بھی حد واجب نہیں ہوگی۔

ام ولد کی عدت کا بیان اور ام ولد کی قید کا فائدہ

حضرت مصنفؒ نے عدت کے باب میں ام ولد کی قید لگائی ہے اس قید سے مدبرا اور معتقہ نکل گئی ہے اس لیے کہ مدبرہ

باندی اور باندی جس کو آزاد کردی گئی ہے ان دونوں پر عدت واجب نہیں ہے اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کیوں کہ مدبرہ اور معتقہ فراش نہیں ہیں اور ام ولد کی عدت حیض سے اس وقت ہوگی جب کہ وہ آئیسہ نہ ہو اور ام ولد حاملہ نہ ہو اس لیے کہ آئیسہ کی عدت مہینوں سے اور حاملہ کی عدت وضع حمل سے واجب ہے۔

موطوءۃ بالشبہ کے واطی کی موت سے عدت کا وجوب

جس عورت کے ساتھ وطی بالشبہ کی گئی ہے اگر واطی انتقال کر جائے تو اس کی عدت تین حیض ہے بشرطیکہ موطوءۃ بالشبہ حمل سے نہ ہو اور نہ ہی آئیسہ ہو، چناں چہ اگر موطوءۃ بالشبہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی اور آئیسہ ہے تو اس کی عدت مہینوں کے ذریعہ ہوگی اس طرح اگر واطی بالشبہ کا انتقال نہ ہو اتب بھی عورت تین حیض ہی عدت گزارے گی۔

متروکہ اور مفروقہ کی بیوی کی عدت

مثلاً عورت سے نکاح فاسد ہوا تھا اور بحکم قاضی تفریق واقع ہوگئی یا ایسی عورت ہے کہ شوہر اس کے ساتھ وطی کرنا ترک کردیا ہے اور پھر اس میں تفریق ہوگئی تو ان دونوں کی عدت حیض سے شمار ہوگی مہینوں سے عدت شمار نہ ہوگی اس لیے کہ ان کی عدت صرف۔۔ اس لیے واجب کی گئی ہے تا کہ رحم کے بری ہونے کا علم ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ عورت کا رحم مشغول نہیں ہے اور یہ صرف حیض ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوگا اور اگر چہ ایک حیض سے بھی استبراء رحم معلوم ہو جاتا ہے لیکن احتیاطاً تین حیض واجب کیا گیا ہے تا کہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

جس حیض میں طلاق ہوئی وہ عدت میں شمار نہیں ہوگی

شوہر نے بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی ہے تو جس حیض میں طلاق دی ہے وہ بالاتفاق عدت میں شمار نہیں ہوگی اس لیے کہ شمار کرنے کی صورت میں لفظ ثلاثہ کے معنی خاص پر مکمل عمل نہیں ہو پائے گا لہٰذا لفظ ثلاثہ کے معنی خاص پر عمل کرنے کے لیے اس حیض کو شمار نہیں کریں گے بلکہ اس کے علاوہ تین حیض کامل عدت میں شمار ہوگا۔

(وَإِذَا وُطِئَتْ الْمُعْتَدَّةُ بِشُبْهَةٍ) .. وَلَوْ مِنَ الْمُطَلِّقِ (وَجَبَتْ عِدَّةٌ أُخْرَى) لِتَجَدُّدِ السَّبَبِ (وَتَدَاخَلَتَا، وَالْمَرْئِيُّ) مِنَ الْحَيْضِ (مِنْهُمَا، وَ) عَلَيْهَا أَنْ (تُتِمَّ) الْعِدَّةَ (الثَّانِيَةَ إِنْ تَمَّتْ الْأُولَى) وَكَذَا لَوْ بِالْأَشْهُرِ، أَوْ بِهِمَا لَوْ مُعْتَدَّةَ وَفَاةٍ، فَلَوْ حَذَفَ قَوْلَهُ وَالْمَرْئِيُّ مِنْهُمَا لَعَمَّهُمَا وَعَمَّ الْحَائِلَ لَوْ حَبِلَتْ فَعِدَّتُهَا الْوَضْعُ إِلَّا مُعْتَدَّةَ الْوَفَاةِ. فَلَا تَتَغَيَّرُ بِالْحَمْلِ كَمَا مَرَّ، وَصَحَّحَهُ فِي الْبَدَائِعِ. (وَمَبْدَأُ الْعِدَّةِ بَعْدَ الطَّلَاقِ وَ) بَعْدَ (الْمَوْتِ) عَلَى الْفَوْرِ (وَتَنْقَضِي الْعِدَّةُ وَإِنْ جَهِلَتْ) الْمَرْأَةُ

(بِهِمَا) أَيْ بِالطَّلَاقِ وَالْمَوْتِ لِأَنَّهَا أَجَلٌ فَلَا يُشْتَرَطُ الْعِلْمُ بِمُضِيِّهِ سَوَاءٌ اعْتَرَفَ بِالطَّلَاقِ، أَوْ أَنْكَرَ. (فَلَوْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثُمَّ أَنْكَرَهُ وَأُقِيمَتْ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ وَقَضَى الْقَاضِي بِالْفُرْقَةِ) كَأَنْ ادَّعَتْهُ عَلَيْهِ فِي شَوَّالٍ وَقَضَى بِهِ فِي الْمُحَرَّمِ (فَالْعِدَّةُ مِنْ وَقْتِ الطَّلَاقِ لَا مِنْ وَقْتِ الْقَضَاءِ) بَزَّازِيَّةٌ. وَفِي الطَّلَاقِ الْمُبْهَمِ مِنْ وَقْتِ الْبَيَانِ، وَلَوْ شَهِدَا بِطَلَاقِهَا ثُمَّ بَعْدَ أَيَّامٍ عُدِّلَا فَقَضَى بِالْفُرْقَةِ فَالْعِدَّةُ مِنْ وَقْتِ الشَّهَادَةِ لَا الْقَضَاءِ، بِخِلَافِ مَا (لَوْ أَقَرَّ بِطَلَاقِهَا مُنْذُ زَمَانٍ) مَاضٍ فَإِنَّ الْفَتْوَى أَنَّهَا مِنْ وَقْتِ الْإِقْرَارِ مُطْلَقًا. نَفْيًا لِتُهْمَةِ الْمُوَاضَعَةِ، لَكِنْ (إِنْ كَذَّبَتْهُ) فِي الْإِسْنَادِ، أَوْ قَالَتْ لَا لَا أَدْرِي (وَجَبَتْ) الْعِدَّةُ (مِنْ وَقْتِ الْإِقْرَارِ وَلَهَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنَى، وَإِنْ صَدَّقَتْهُ فَكَذَلِكَ، غَيْرَ أَنَّهُ) إِنْ وَطِئَهَا لَزِمَهُ مَهْرٌ ثَانٍ اخْتِيَارٌ، وَ (لَا نَفَقَةَ) وَلَا كِسْوَةَ (وَلَا سُكْنَى) لَهَا لِقَبُولِ قَوْلِهَا عَلَى نَفْسِهَا خَانِيَّةٌ. وَفِيهَا: أَبَانَهَا ثُمَّ أَقَامَ مَعَهَا زَمَانًا، إِنْ مُقِرًّا بِطَلَاقِهَا تَنْقَضِي عِدَّتُهَا لَا إِنْ مُنْكِرَهُ وَفِي أَوَّلِ طَلَاقِ جَوَاهِرِ الْفَتَاوَى: أَبَانَهَا وَأَقَامَ مَعَهَا فَإِنْ اشْتَهَرَ طَلَاقُهَا فِيمَا بَيْنَ النَّاسِ تَنْقَضِي وَإِلَّا لَا؛ وَكَذَا لَوْ خَالَعَهَا، فَإِنْ بَيْنَ النَّاسِ وَأَشْهَدَ عَلَى ذَلِكَ تَنْقَضِي وَإِلَّا لَا هُوَ الصَّحِيحُ، وَكَذَا لَوْ كَتَمَ طَلَاقَهَا لَمْ تَنْقَضِ زَجْرًا اهـ. وَحِينَئِذٍ فَمَبْدَؤُهَا مِنْ وَقْتِ الثُّبُوتِ وَالظُّهُورِ. (وَ) مَبْدَؤُهَا (فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ) بَعْدَ التَّفْرِيقِ مِنْ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا، ثُمَّ لَوْ وَطِئَهَا حُدَّ جَوْهَرَةٌ وَغَيْرُهَا، وَقَيَّدَهُ فِي الْبَحْرِ بَحْثًا بِكَوْنِهِ بَعْدَ الْعِدَّةِ لِعَدَمِ الْحَدِّ بِوَطْءِ الْمُعْتَدَّةِ (أَوْ) الْمُتَارَكَةِ. أَيْ (إِظْهَارِ الْعَزْمِ) مِنْ الزَّوْجِ (عَلَى تَرْكِ وَطْئِهَا) بِأَنْ يَقُولَ بِلِسَانِهِ: تَرَكْتُكِ بِلَا وَطْءٍ وَنَحْوَهُ، وَمِنْهُ الطَّلَاقُ وَإِنْكَارُ النِّكَاحِ لَوْ بِحَضْرَتِهَا وَإِلَّا لَا، لَا مُجَرَّدُ الْعَزْمِ لَوْ مَدْخُولَةً وَإِلَّا فَيَكْفِي تَفَرُّقُ الْأَبْدَانِ. وَالْخَلْوَةُ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ لَا تُوجِبُ الْعِدَّةَ، وَالطَّلَاقُ فِيهِ لَا يُنْقِصُ عَدَدَ الطَّلَاقِ لِأَنَّهُ فَسْخٌ جَوْهَرَةٌ. وَلَا تَعْتَدُّ فِي بَيْتِ الزَّوْجِ بَزَّازِيَّةٌ.

اگر معتدہ عورت سے وطی کرلی گئی تو کیا حکم

اگر معتدہ عورت سے کسی نے شبہ میں وطی کرلی، اگرچہ یہ وطی خود طلاق دینے والے نے شبہ میں کی ہو، تو معتدہ عورت پر دوسری عدت گزارنا واجب ہوگا تجدد سبب کی وجہ سے، لیکن اس صورت میں جو پہلی عدت وہ گزار رہی تھی اور بعد میں وطی بالشبہ کی وجہ سے جو عدت واجب ہوئی تھی دونوں میں تداخل ہوجائے گا یعنی دونوں عدتیں ایک ہی ساتھ پوری ہوں گی اور اس کے بعد جو حیض آئے گا، وہ دونوں عدتوں کے لیے شمار کیا جائے گا، اور اگر اس کی عدت پوری ہوچکی تھی اس کے بعد وطی بالشبہ کا واقعہ

پیش آیا تو اس وطی ثانی کی عدت الگ سے پوری کرنا عورت پر واجب ہے۔

دونوں عدتوں میں تداخل کی مثال

جس عورت کو اس کے شوہر نے طلاق بائن دے دی تھی اس کے بعد اس کو ایک حیض آ گیا، ایک بار حیض آ جائے اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا، نکاح کے بعد شوہر ثانی نے اس کے ساتھ وطی کر لی، اس کے بعد ان دونوں کے درمیان تفریق واقع ہو گئی، اور اس کے بعد دو حیض آئے اور ایک حیض تو پہلے ہی آ چکا ہے تو یہ تینوں حیض دونوں عدتوں میں شمار کیے جائیں گے۔

معتدہ سے کونسی عورت مراد ہے

یہاں معتدہ سے مراد مطلقاً عدت والی عورت مراد نہیں ہے بلکہ وہ عورت مراد ہے جس کو طلاق بائن دے دی گئی تھی اور وہ طلاق بائن کی عدت گزار رہی تھی اور یہ اس لیے تاکہ طلاق دینے والا شوہر جس نے اس کے ساتھ شبہ میں وطی کر لی ہے اس میں شامل ہو جائے۔

معتدہ رجعیہ سے شبہ میں وطی کا حکم

ایک عورت ہے جس کو اس کے شوہر نے طلاق رجعی دے دی تھی اور عورت طلاق رجعی کی عدت کے دن گزار رہی تھی کہ شوہر نے اس کے ساتھ شبہ میں وطی کر لی ہے تو یہ وطی رجعت پر محمول ہو گی اور رجعت ثابت ہو جائے گی کیوں کہ طلاق رجعی میں نکاح ختم نہیں ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس صورت میں کوئی عدت واجب نہیں ہے۔

معتدہ بالاشہر اور معتدہ بالوفات کی عدت کا تداخل

جس طرح معتدہ بالشبہ کے ساتھ وطی کی وجہ سے وہ عورت حیض کے ساتھ عدت گزار رہی تھی پھر تفریق واقع ہونے کی صورت میں عدتوں میں تداخل ہو جاتا ہے اس طرح اگر عورت مہینوں سے عدت گزار رہی تھی یا حیض اور مہینوں دونوں سے عدت گزار رہی تھی اگر چہ وفات کی عدت کیوں نہ گزار رہی ہو بہر حال اس میں بھی تداخل ہو گا، یعنی ایک عدت دوسرے میں داخل ہو گی۔

صاحب تنویر الابصار پر اعتراض

شارح علیہ الرحمہ نے علامہ تمرتاشی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس طرح حیض کی دونوں عدتوں میں تداخل ہو جاتا ہے اس طرح مہینوں کی دو عدتوں میں بھی تداخل ہو جاتا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر مصنف علیہ الرحمہ المرء منہما کی قید کو حذف کر دیتے اور اس قید کو ذکر نہ کرتے تو یہ تداخل کا حکم دونوں مذکورہ عدتوں کو شامل ہو جاتا ہے یعنی عدت بالحیض اور عدت بالاشہر کو، اور اس قید کے حذف کرنے کا دوسرا اہم فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عورت جو عدت کے دنوں وطی کی وجہ سے حاملہ ہو گئی، جس

کی عدت وضع حمل ہے وہ بھی اس میں شامل ہو جاتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس عورت پر شرعی اعتبار سے دو عدتیں واجب تھیں ایک عدت طلاق کی، تین حیض، اور دوسری عدت وطی بالشبہ کی یعنی وضع حمل، اور اب یہ دونوں عدتیں ایک دوسرے میں تداخل ہو گئیں اور صرف حمل سے اس کی عدت پوری ہوگی کیوں کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آیا کرتا ہے، ان دونوں میں تداخل نہیں ہوگا حاملہ عورت کی عدت تو وضع حمل ہی ہے اور موت کی عدت چار ماہ دس دن ہیں اب اگر ایک عورت وضع حمل کی عدت گزار رہی تھی۔ درمیان میں شوہر کا انتقال ہو گیا تو اب اس کو عدت وفات بھی گزارنا چاہیے معتدہ کی دونوں عدتوں میں تداخل نہیں ہوگا جس کی شکل یہ ہے کہ عورت کا زوج صغیر اور نابالغ ہے اس کا انتقال ہو گیا اور عورت عدت وفات گزار رہی تھی کہ درمیان میں وطی بالشبہ واقع ہو گئی، اور عورت حاملہ ہو گئی تو اس کی عدت میں تداخل نہ ہوگا، بدائع الصنائع میں اسی کی تصحیح کی گئی ہے۔

عدت کی ابتداء کب سے ہوگی

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ عدت کی ابتداء طلاق کے بعد اور موت کے بعد فوراً شروع ہو جاتی ہے، کسی بھی چیز کا انتظار نہیں کیا جاتا ہے اگر چہ عورت ان دونوں یعنی طلاق وموت سے ناواقف ہی کیوں نہ ہو یعنی شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی مگر اس کا علم بیوی کو علی الفور نہیں ہو سکا یا شوہر کا انتقال ہو گیا مگر اس کا علم فوری طور پر بیوی کو نہیں ہو سکا تب طلاق وموت کے بعد ہی سے فوراً عدت شروع ہو جائے گی چناں چہ اگر پورا زمانہ عدت گزر جانے کے بعد بیوی کو یہ معلوم ہوا کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی تھی یا شوہر کا انتقال ہو گیا تھا تو اب عدت پوری ہو چکی ہے معلوم ہونے کے بعد الگ سے عدت گزارنے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ عدت تو ایک مدت کا نام ہے لہٰذا اس کے گزرنے کے لیے علم اور نیت شرط نہیں ہے خواہ شوہر طلاق کا اعتراف کرے یا انکار، بہر صورت عورت کی عدت گزر چکی ہے۔

شوہر طلاق دینے کے بعد انکار کر دے تو کیا حکم ہے

اگر شوہر بیوی کو طلاق دے دی اس کے بعد طلاق کا انکار کر دیا کہ میں نے طلاق نہیں دی، بیوی اس معاملہ کو قاضی کے پاس لے گئی اور گواہوں کے ذریعہ دعوے کو ثابت کر دیا کہ اس نے طلاق دی ہے چناں چہ طلاق کے ثبوت کے بعد قاضی نے تفریق کا حکم کر دیا، مثلاً عورت ماہ شوال المکرم میں طلاق کے متعلق دعویٰ دائر کیا اور قاضی نے تفریق کا فیصلہ ماہ محرم الحرام میں کیا، تو اس صورت میں عورت کی عدت شوال ہی سے شروع ہو جائے گی یعنی عدت کی ابتداء ماہ شوال ہی سے ہوگی جو طلاق دینے کا مہینہ ہے فیصلہ کے دن سے عدت کی ابتداء کا حکم نہیں کیا جائے گا جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

شوہر نے بیوی کو مبہم طلاق دی تو کیا حکم ہے

سوال یہ ہے کہ اگر شوہر نے مبہم غیر واضح لفظ سے بیوی کو طلاق دی ہے تو اس کی عدت کی ابتداء کب سے ہوگی؟ طلاق دینے کے وقت سے یا بیان کرنے کے وقت سے؟

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں طلاق کی ابتدا اس وقت سے مانی جائے گی جس وقت شوہر نے ان مبہم الفاظ کی تشریح وتوضیح کردی ہو، طلاق دینے کے وقت سے عدت کی ابتدا نہیں ہوگی مثال کے طور پر حماد نے ماہ شوال المکرم میں مبہم الفاظ سے بیوی کو طلاق دی اپنی مراد کو واضح نہیں کیا، پھر بیوی کے گھر والوں نے مبہم الفاظ کی تشریح شوہر سے ذی الحجہ میں کرائی تو عدت کی ابتدا ذی الحجہ سے ہوگی جو کہ بیان ووضاحت کا مہینہ ہے۔

عدت کی ابتدا طلاق کی گواہی دینے کے وقت سے ہوگی یا قاضی کے فیصلہ کے وقت سے

مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی پھر اس نے انکار کردیا تھا بیوی نے دو گواہوں کی گواہی سے طلاق کو ثابت کردیا اور گواہوں نے طلاق دینے کے متعلق عند القاضی گواہی دی اس کے بعد پھر قاضی کا فیصلہ تفریق کے متعلق آیا تو اس صورت مذکورہ میں عدت کی ابتداء گواہوں کی گواہی دینے کے وقت سے ہوگی نہ کہ قاضی کے فیصلہ کرنے کے وقت سے۔

عدت کی ابتداء اقرار کے وقت سے ہوگی یا طلاق دینے کے وقت سے

اس کے برخلاف اگر شوہر نے یہ اقرار کیا کہ اس نے دو ماہ قبل طلاق دی تھی اور اب دو ماہ بعد طلاق ماہ رجب المرجب میں دی تھی اور اقرار ماہ شوال المکرم میں کر رہا ہے تو صورت ہذا میں عدت کی ابتدا اقرار کے وقت سے ہوگی اور طلاق دینے کے وقت سے نہیں خواہ عورت اس کی تصدیق کرے یا تکذیب یا یوں کہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے، فتویٰ اس قول پر ہے اور یہ اس وجہ سے ہے تاکہ میاں بیوی پر کسی بھی قسم کی تہمت اور الزام نہ آئے، کیوں کہ اس موقع پر اس بات کا احتمال ہے کہ شوہر اور بیوی نے اپنے کسی مفاد کے پیش نظر یہ اعتراف کیا ہے، مثال کے طور پر شوہر پانچویں عورت سے نکاح کرنا چاہتا تھا یا بیوی زوج ثانی سے نکاح کرنا چاہتی تھی اس لیے دونوں نے مل کر یہ مشورہ کرلیا اور زمانہ طلاق گذشتہ مہینوں کو قرار دیا، اس احتمال وتہمت کو دور کرنے کے لیے فتویٰ اس پر دیا گیا ہے کہ ماضی کے مہینوں کا اعتبار نہیں ہے بلکہ جس وقت شوہر نے اعتراف واقرار کیا ہے اسی وقت سے عدت کی ابتداء ہوگی۔ (شامی: ۵/ ۲۰۳)

اقرار کی صورت میں نفقہ وسکنیٰ کا وجوب

مذکورہ بالا مسئلہ میں اگر عورت نے شوہر کی تصدیق کردی ہے کہ ہاں اس نے دو ماہ قبل طلاق دی تھی پھر عدت کا وجوب زمانہ

اقرار ہی سے ہوگا اور اقرار کے وقت سے عدت کی ابتدا ہوگی اور اس صورت میں شوہر کے ذمہ عورت کے لیے نان ونفقہ اور سکنی لازم ہوگا، ہاں اگر شوہر نے طلاق دینے اور اقرار کے درمیان کا جو وقفہ ہے اس میں بیوی سے وطی کر لی ہے تو اس صورت میں شوہر کے ذمہ دوسرا مہر بھی واجب ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ طلاق بائن ہو، جیسا کہ اختیار نامی کتاب میں ہے مگر اس صورت میں عورت کے لیے شوہر کے ذمہ نان ونفقہ، کپڑا اور سکنی واجب نہ ہوگا، اس لیے کہ مذکورہ بالا صورت میں عورت نے خود اپنے نفس کے خلاف نقصان کو قبول کر لیا ہے اور قاضی نے بھی اس کو مان لیا ہے جیسا کہ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے گویا عورت نے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ اس کی عدت گزر چکی ہے اور جب عدت گزر چکی ہے تو زمانہ عدت کے جملہ حقوق واجبہ بھی یکسر ختم ہو گئے ہیں۔

طلاق بائن دینے کے بعد شوہر بیوی کے پاس رہے تو کیا حکم ہے

اور فتاوی تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ شوہر نے بیوی کو طلاق بائن دے دی اس کے بعد اسی کے پاس ایک مدت تک مقیم رہا، تو اس صورت میں اگر شوہر طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے کہ ہاں میں نے بیوی کو طلاق دی ہے تو عدت پوری ہوگئی اور اگر شوہر انکار کرتا ہے تو اس صورت میں عدت پوری نہ ہوئی۔

مذکورہ بالا مسئلہ کے متعلق جواہر الفتاوی کا حوالہ

شارح فرماتے ہیں کہ جواہر الفتاوی میں کتاب الطلاق کے شروع میں یہ مسئلہ اس طرح مذکور ہے کہ شوہر نے بیوی کو طلاق بائن دی پھر شوہر اس کے پاس قیام پذیر رہا تو اگر اس کا رہنا لوگوں میں مشہور ہو چکا ہے اور ہر شخص کو معلوم ہے کہ اس نے طلاق دی ہے اس کے باوجود بیوی کے پاس رہ رہا ہے تو اس صورت میں عدت مکمل ہو جائے گی، الگ سے عدت گزارنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر طلاق دینے کی خبر لوگوں میں مشہور نہیں ہوئی ہے تو عدت پوری نہ ہوگی اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب شوہر نے بیوی سے خلع کر لیا ہو اس کے باوجود بیوی کے پاس مقیم ہو اور اس کا خلع کرنا لوگوں میں معروف ومشہور ہو، اور لوگوں کے سامنے خلع کیا اور شوہر نے اس پر گواہ بھی بنالیا تو اس صورت میں عدت پوری ہوگئی، اور اگر لوگوں کے سامنے خلع نہیں کیا اور اس پر گواہ بھی قائم نہیں کیا تو عدت پوری نہیں ہوگی یہی قول درست ہے۔ شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی مگر کسی کے سامنے اس کو ظاہر نہیں کیا بلکہ چھپالیا پھر بعد میں اقرار کیا تو اس سے بھی عدت پوری نہ ہوگی، تا کہ شوہر کو پوشیدہ رکھنے کی سزا مل جائے اور اس صورت میں عدت کی ابتدا ثبوت فراہم ہونے اور بات ظاہر ہونے کے وقت سے ہوگی۔

نکاح فاسد میں عدت کی ابتدا کب سے ہوگی

اگر کسی نے عورت سے نکاح فاسد کیا تو سوال یہ ہے کہ اس کی عدت کب سے شمار ہوگی؟ تو مصنف فرماتے ہیں کہ نکاح فاسد میں عدت کی ابتدا قاضی کی طرف سے دونوں میں جدائی کے بعد سے ہوگی، اور اگر نکاح فاسد میں جس کی تفریق قاضی نے کرادی تھی

اور عورت عدت گزار رہی تھی دوران عدت شوہر نے وطی کر لی تو شوہر پر حد جاری کی جائے گی جیسا کہ الجوہرۃ النیرہ وغیرہ میں ہے۔

معتدہ عورت سے وطی کرنے کی صورت میں حد کب جاری ہوگی

معتدہ عورت سے دوران عدت وطی کر لینے کی صورت میں حد جاری کرنے کے سلسلے میں صاحب البحر الرائق نے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر شوہر نے عدت کے بعد وطی کی تب حد جاری ہوگی ورنہ نہیں کیوں کہ معتدہ عورت سے وطی کرنے سے حد جاری نہیں ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ منکوحہ نکاح فاسد کی جب قاضی نے تفریق کرادی اور اس نے عدت کے ایام پورے بھی کر لیے اس کے بعد زوج فاسد نے اس سے وطی کر لی تب اس پر حد جاری ہوگی اور اگر دوران عدت وطی کی ہے تو حد جاری نہیں ہوگی کیوں کہ بحالت عدت معتدہ عورت سے وطی کرنے کی وجہ سے حد واجب نہیں ہوتی ہے۔

متارکہ بیوی کی عدت کب سے ابتدا ہوگی

ایک عورت ہے جس سے شوہر نے زبان سے اس عزم وارادہ کا اظہار کر دیا کہ میں نے تجھ کو ترک کر دیا ہے میں تجھ کو بلا وطی کے ترک کر دیا یعنی شوہر نے زبان سے بیوی کے ساتھ ترک وطی کے عزم کا اظہار کر دیا ہے تو اس صورت میں عورت کی عدت کی ابتدا متارکت کے بعد ہی سے علی الفور ہو جائے گی۔

نکاح فاسد کر کے طلاق دینا اور نکاح سے انکار کرنے کا حکم

مرد نے نکاح فاسد کر کے عورت کو طلاق دے دی، یا نکاح فاسد کر کے نکاح کرنے سے عورت کی موجودگی میں انکار کر دیا تو ان دونوں صورتوں میں اس پر عدت لازم ہے اور اس کی عدت ابتداء طلاق دینے کے بعد سے ہوگی اور نکاح سے انکار کرنے والی صورت میں انکار کرنے کے بعد سے عدت کی ابتداء ہوگی، اور اگر عورت کی عدم موجودگی میں طلاق وانکار ہوا اس کی متارکت صحیح نہیں ہوگی۔

منکوحہ بہ نکاح فاسد اگر مدخولہ ہو تو کیا حکم ہے

جس عورت کے ساتھ نکاح فاسد ہوا اس کے ساتھ زوج فاسد نے دخول بھی کر لیا ہے تو اب محض زبان سے عزم کرنے سے متارکت نہیں ہوگی اور اگر منکوحہ بہ نکاح فاسد مدخولہ نہیں ہے تفریق ابدان سے بھی جدائی واقع ہو جائے گی یعنی اگر عورت مدخولہ نہیں ہے اس کے ساتھ وطی کے ترک پر عزم کے ساتھ ساتھ اس سے الگ تھلگ بھی ہو گیا ہے تو اس سے جدائی واقع ہو جائے گی۔

نکاح فاسد میں خلوت کا حکم

ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح فاسد کیا اس کے بعد عورت کے ساتھ خلوت بھی کر لی خواہ خلوت صحیحہ ہو یا خلوت

فاسدہ بہر دو صورت اس پر عدت واجب نہیں ہوگی، اور نکاح فاسد میں طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہیں کرتا، یعنی اگر دوسری مرتبہ اس عورت سے نکاح صحیح کرے گا تو شوہر پوری تین طلاق کا مالک ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح فاسد میں جو طلاق دی گئی ہے وہ حقیقت میں طلاق نہیں ہے، بلکہ فسخ نکاح ہے جیسا کہ الجوہرۃ میں ہے اور نکاح فاسد میں عورت شوہر فاسد کے گھر میں عدت نہیں گزارے گی کیوں کہ حقیقتاً وہ زوج ہی نہیں تھا جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

(قَالَتْ: مَضَتْ عِدَّتِي وَالْمُدَّةُ تَحْتَمِلُهُ وَكَذَّبَهَا الزَّوْجُ قُبِلَ قَوْلُهَا مَعَ حَلِفِهَا وَإِلَّا) تَحْتَمِلُهُ الْمُدَّةُ (لَا) لِأَنَّ الْأَمِينَ إِنَّمَا يُصَدَّقُ فِيمَا لَا يُخَالِفُهُ الظَّاهِرُ، ثُمَّ لَوْ بِالشُّهُورِ فَالْمُقَدَّرُ الْمَذْكُورُ، وَلَوْ بِالْحَيْضِ فَأَقَلُّهَا لِحُرَّةٍ سِتُّونَ يَوْمًا. وَلِأَمَةٍ أَرْبَعُونَ، مَا لَمْ تَدَّعِ السِّقْطَ كَمَا مَرَّ فِي الرَّجْعَةِ، وَمَا لَمْ يَكُنْ طَلَاقُهَا مُعَلَّقًا بِوِلَادَتِهَا فَيُضَمُّ لِذَلِكَ خَمْسَةٌ وَعِشْرِينَ لِلنِّفَاسِ كَمَا مَرَّ فِي الْحَيْضِ. (نَكَحَ) نِكَاحًا صَحِيحًا (مُعْتَدَّتَهُ) وَلَوْ مِنْ فَاسِدٍ (وَطَلَّقَهَا قَبْلَ الْوَطْءِ) وَلَوْ حُكْمًا (وَجَبَ عَلَيْهِ مَهْرٌ تَامٌّ وَ) عَلَيْهَا (عِدَّةٌ مُبْتَدَأَةٌ) لِأَنَّهَا مَقْبُوضَةٌ فِي يَدِهِ بِالْوَطْءِ الْأَوَّلِ لِبَقَاءِ أَثَرِهِ وَهُوَ الْعِدَّةُ، وَهَذِهِ إِحْدَى الْمَسَائِلِ الْعَشْرِ الْمَبْنِيَّةِ عَلَى أَنَّ الدُّخُولَ فِي النِّكَاحِ الْأَوَّلِ دُخُولٌ فِي الثَّانِي، وَقَوْلُ زُفَرَ: لَا عِدَّةَ عَلَيْهَا فَتَحِلُّ لِلْأَزْوَاجِ أَبْطَلَهُ الْمُصَنِّفُ بِمَا يَطُولُ وَجَزَمَ بِأَنَّ الْقَاضِيَ الْمُقَلَّدَ إِذَا خَالَفَ مَشْهُورَ مَذْهَبِهِ لَا يَنْفُذُ حُكْمُهُ فِي الْأَصَحِّ. كَمَا لَوْ ارْتَشَى إِلَّا إِنْ يَنُصَّ السُّلْطَانُ عَلَى الْعَمَلِ بِغَيْرِ الْمَشْهُورِ فَيَسُوغُ فَيَصِيرُ حَنَفِيًّا زُفَرِيًّا، وَهَذَا لَمْ يَقَعْ بَلْ الْوَاقِعُ خِلَافُهُ فَلْيُحْفَظْ. (ذِمِّيَّةٌ غَيْرُ حَامِلٍ طَلَّقَهَا ذِمِّيٌّ، أَوْ مَاتَ عَنْهَا لَمْ تَعْتَدَّ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (إِذَا اعْتَقَدُوا ذَلِكَ) لِأَنَّا أُمِرْنَا بِتَرْكِهِمْ وَمَا يَعْتَقِدُونَ (وَلَوْ) كَانَتْ الذِّمِّيَّةُ (حَامِلًا تَعْتَدُّ بِوَضْعِهِ) اتِّفَاقًا، وَقَيَّدَ الْوَلْوَالِجِيُّ بِمَا إِذَا اعْتَقَدُوهَا. (وَ) الذِّمِّيَّةُ (لَوْ طَلَّقَهَا مُسْلِمٌ) أَوْ مَاتَ عَنْهَا (تَعْتَدُّ) اتِّفَاقًا مُطْلَقًا لِأَنَّ الْمُسْلِمَ يَعْتَقِدُهُ. (وَكَذَا لَا تَعْتَدُّ مَسْبِيَّةٌ افْتَرَقَتْ بِتَبَايُنِ الدَّارَيْنِ) لِأَنَّ الْعِدَّةَ حَيْثُ وَجَبَتْ إِنَّمَا وَجَبَتْ حَقًّا لِلْعِبَادِ، وَالْحَرْبِيُّ مُلْحَقٌ بِالْجَمَادِ (إِلَّا الْحَامِلَ) . فَلَا يَصِحُّ تَزَوُّجُهَا لَا لِأَنَّهَا مُعْتَدَّةٌ، بَلْ لِأَنَّ فِي بَطْنِهَا وَلَدًا ثَابِتَ النَّسَبِ (كَحَرْبِيَّةٍ خَرَجَتْ إِلَيْنَا مُسْلِمَةً، أَوْ ذِمِّيَّةً، أَوْ مُسْتَأْمَنَةً ثُمَّ أَسْلَمَتْ وَصَارَتْ ذِمِّيَّةً) لِمَا مَرَّ أَنَّهُ مُلْحَقٌ بِالْجَمَادِ (إِلَّا الْحَامِلَ) لِمَا مَرَّ. (وَكَذَا لَا عِدَّةَ لَوْ تَزَوَّجَ امْرَأَةَ الْغَيْرِ) وَوَطِئَهَا (عَالِمًا بِذَلِكَ) وَفِي نُسَخِ الْمَتْنِ (وَدَخَلَ بِهَا) وَلَا بُدَّ مِنْهُ وَبِهِ يُفْتَى، وَلِهَذَا يُحَدُّ مَعَ الْعِلْمِ بِالْحُرْمَةِ لِأَنَّهُ زِنًا، وَالْمَزْنِيُّ بِهَا لَا تَحْرُمُ عَلَى زَوْجِهَا. وَفِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ: لَوْ زَنَتْ الْمَرْأَةُ لَا يَقْرَبُهَا زَوْجُهَا حَتَّى تَحِيضَ لِاحْتِمَالِ عُلُوقِهَا مِنْ الزِّنَا فَلَا يَسْقِي مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ،

فَلْيُحْفَظْ لِغَرَابَتِهِ (بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَعْلَمْ) حَيْثُ تَحْرُمُ عَلَى الْأَوَّلِ إِلَّا أَنْ تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ، وَلَا نَفَقَةَ لِعِدَّتِهَا عَلَى الْأَوَّلِ لِأَنَّهَا صَارَتْ نَاشِزَةً خَاتِنَةً. قُلْتُ: يَعْنِي لَوْ عَالِمَةً رَاضِيَةً كَمَا مَرَّ فَتَدَبَّرْ.

مضی عدت کے متعلق زوجین کے درمیان اختلاف ہو جائے تو کیا حکم ہے

عورت نے کہا کہ میری عدت گزر چکی ہے اور شوہر نے اس کی تکذیب کی، یعنی ابھی تمہاری عدت پوری نہیں ہوئی ہے اور مدت اتنی گذر چکی ہے کہ ایام عدت اس مدت میں مکمل ہو سکتے ہیں تو اس صورت میں عورت کا قول یمین کے ساتھ معتبر ہوگا، اور شوہر کا قول رد کر دیا جائے گا اور اگر مدت اتنی گزری ہے کہ اس مدت میں عدت مکمل ہونے کا احتمال ہی نہیں ہے تو پھر عورت کی بات کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ (علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ انقضائے عدت کا مسئلہ صرف عورت کی خبر دینے پر منحصر نہیں ہے بلکہ انقضائے عدت کے باب میں عورت کا قول معتبر ہوتا ہے، اس طرح فعل بھی معتبر ہوتا ہے، چناں چہ اگر عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور اتنی مدت بعد کیا کہ اس میں عدت گزر سکتی ہے پھر عورت یہ کہے کہ میری عدت ابھی نہیں گزری ہے قابل قبول نہیں ہے اس لیے کہ دوسرا نکاح پر اقدام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی عدت گزر چکی ہے۔ (شامی:۵/۲۰۷)

انقضائے عدت کے باب میں عورت کے قول معتبر ہونے کی وجہ

انقضائے عدت کے مسئلہ میں عورت کا قول اس لیے معتبر ہے کہ اس مسئلہ میں عورت امین ہے اور امین کا قول قابل اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب اس کا قول ظاہر کے خلاف نہ ہو لہٰذا اگر مدت اتنی زیادہ گزر چکی ہے کہ اس مدت میں عدت آسانی کے ساتھ پوری ہو سکتی ہے تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ جس میں عدت گزر سکے تو اس صورت میں عورت کا قول ظاہر کے خلاف ہونے کی وجہ سے تصدیق نہیں کی جائے گی۔

معتدہ عورت کی عدت مہینوں سے

اگر معتدہ عورت اپنی عدت مہینوں کے ذریعہ گزار رہی ہے مثلاً وہ صغیرہ ہے یا آئیسہ ہے تو اس کی عدت کی مدت وہی ہے جس کا بیان ماقبل میں ہو چکا ہے یعنی آزاد عورت کے لیے تین مہینہ، اور باندی کے لیے ڈیڑھ مہینہ اور اگر وفات کی عدت ہے تو آزاد عورت کے لیے چار ماہ دس دن ہیں اور باندی کے لیے دو ماہ پانچ دن ہیں۔

تین حیض کم از کم کتنے ایام میں آسکتے ہیں

جس عورت نے یہ کہا کہ میری عدت گزر چکی ہے وہ ایسی ہے کہ اس کو حیض آتا ہے تو وہ مدت جس میں تین حیض آسکتا ہے کم از کم ساٹھ دن ہیں آزاد عورت کے لیے اور باندی کے لیے چالیس دن ہیں یعنی یہ وہ مدت ہے کہ اتنی مدت گزرنے کے بعد

یہ کہا جائے گا کہ حیض کی عدت پوری ہونے کی گنجائش ہے یعنی اگر آزاد عورت طلاق وفسخ نکاح کے ساٹھ یوم کے بعد اور باندی چالیس یوم کے بعد دعویٰ کرے کہ میری عدت گزر چکی ہے تو اس کی بات قسم کے ساتھ مان لی جائے گی اور اس سے کم مدت میں انقضائے عدت کا دعویٰ کرے تو اس کی بات یمین کے ساتھ بھی نہیں مانی جائے گی۔

ساٹھ دن میں تین حیض مکمل ہونے کی صورت

ساٹھ دن میں تین حیض کے کامل آنے کی شکل حضرات فقہائے کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ فرض کیجئے کہ شوہر نے بیوی کو وطی کے بعد اول طہر میں طلاق دی، اور طہر کی اقل مدت پندرہ دن ہیں لہٰذا تین طہر کی اقل مدت پینتالیس دن ہوئی اور حیض باعتبار اوسط مدت حیض پانچ دن ہیں لہٰذا تین حیض پندرہ دن ہوئے اور تین طہر پینتالیس دن ہوئے تو پندرہ اور پینتالیس کل ساٹھ دن ہو گئے، اس مدت میں تین حیض کامل طور پر آنے کا امکان ہے اور یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے جو امام محمدؒ کی تخریج کے مطابق ہے، اور حضرت امام صاحبؒ کے شاگرد حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ فرض کیجئے کہ شوہر نے بیوی کو وطی کے بعد آخر طہر میں طلاق دی تطویل عدت سے بچنے کے لیے اس صورت میں اقل طہر اور اکثر حیض لیا جائے گا تا کہ دونوں برابر ہو جائیں پس دو طہر تیس یوم ہوگی اور تین حیض اکثر مدت حیض کے اعتبار سے تیس دن ہوں گے اس طرح دونوں ملا کر ساٹھ دن مکمل ہو جائیں گے، اور بعض نے کہا کہ اقل مدت جس میں حرہ کی بات مانی جائے گی ۳۹/ دن ہیں، تین حیض، نو دن ہیں اور دو طہر تیس دن ہیں اس طرح کل ۳۹/ دن ہیں۔ (شامی: ۵/ ۲۰۷)

باندی کے لیے چالیس دن میں دو حیض مکمل ہونے کی صورت

باندی کے لیے عدت کل دو حیض ہیں تو اس طرح دو طہر کے تیس دن ہو گئے اور دو حیض اوسط حیض کے اعتبار سے دس دن ہو گئے، تیس اور دس ملا کر چالیس دن ہو گئے، اس مدت میں اگر باندی انقضائے عدت کا دعویٰ کرتی ہے تو مع الیمین قبول کیا جائے گا اور یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے امام محمدؒ کی تخریج کے مطابق اور بعض نے کہا کہ باندی کی اقل مدت اکیس دن ہیں اس طرح سے کہ ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چھ دن، اقل مدت حیض تین دن کا اعتبار کرتے ہوئے پندرہ اور چھ ملا کر مجموعہ اکیس دن ہوا۔ (شامی: ۵/ ۲۰۸)

مذکورہ مدت کے معتبر ہونے کی شرط

حضرت شارح فرماتے ہیں کہ ساٹھ دن حرہ کے حق میں اور چالیس دن باندی کے حق میں یا انتالیس دن حرہ کے حق میں اور اکیس دن باندی کے حق میں عدت کی مدت اس وقت قابل اعتبار سمجھی جائے گی جب کہ عورت نے ولد کے ساقط ہونے کا کوئی دعویٰ

نہ کیا ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ عورت کی طلاق ولادت پر موقوف و معلق نہ کی گئی ہو اگر عورت کی طلاق ولادت پر معلق ہوگی تو اس مدت مذکورہ کے ساتھ پچیس دن نفاس کے بھی شامل کر دیے جائیں گے، جیسا کہ باب الحیض میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر عورت نے اسقاط حمل کا دعویٰ کیا ہے اور بچہ کے بعض اعضائے جسم بھی اس میں نمایاں ہو گئے ہوں تو اس صورت میں اسقاط حمل ہی سے عدت پوری ہو جائے گی اور اگر شوہر نے یہ کہا تھا کہ اگر تو بچہ جنے گی تو تجھ کو طلاق ہے تو اس صورت میں انقضائے عدت کی عدت کی مدت کم از کم ۸۵/ دن ہیں ساٹھ دن حیض تو حیض کی عدت کے اور ۲۵/ دن نفاس کے، نفاس کی مدت شریعت میں اگر چہ متعین نہیں ہے لیکن مسئلہ عدت میں نفاس کی مدت ۲۵/ دن متعین ہو چکے ہیں اور یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول بروایت امام محمدؒ ہے اور امام صاحب کا قول بروایت حسن بن زیاد کم از کم عدت کی مدت جس میں عورت کی بات کی تصدیق کی جائے گی سو دن ہیں ساٹھ دن تو حیض کی عدت کے اور چالیس دن نفاس کے۔ (شامی: ۵/ ۲۰۸)

معتدہ عورت سے نکاح صحیح کرنے کے بعد طلاق دینے کا حکم

ایک عورت ہے، جو عدت گزار رہی ہے خواہ نکاح فاسد ہی کی عدت کیوں نہ گزار رہی ہو پھر مرد نے اس کے ساتھ نکاح صحیح کر لیا پھر اس کو قبل الوطی طلاق دے دی ہے خواہ وطی حکمی ہی کیوں نہ ہو یعنی خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی ہے تو اس صورت میں مرد پر عورت کے واسطے پورا مہر واجب ہوگا اور از سر نو عورت پر دوسری عدت گزارنی ضروری اور لازم ہوگی اس لیے کہ پہلی وطی کی وجہ سے عورت مرد کے قبضہ میں تھی کیوں کہ وطی کا اثر باقی تھا اور وہ عدت ہے اب جب کہ مرد نے اسی عورت سے دوبارہ نکاح صحیح کر لیا تو پہلا قبضہ دوسرے قبضہ کی جگہ ہو گیا لہٰذا اب دوبارہ از سر نو عدت لازم ہوگی۔

ایک مثال

اس کی مثال آپ اس طرح سمجھئے کہ غاصب نے کوئی چیز کسی سے غصب کی ہے اور مغصوبہ چیز غاصب کے قبضہ میں تھی پھر غاصب نے اس مغصوبہ چیز کو اصل مالک سے خرید لیا ہے تو یہاں صرف عقد بیع کی وجہ سے ہی غاصب اس پر قابض سمجھا جاتا ہے حالاں کہ اس نے نیا کوئی قبضہ نہیں کیا ہے پہلا قبضہ تو غصب کرنے کی وجہ سے تھا مگر صرف اشتراء کی وجہ سے اس کو قابض مان لیا جاتا ہے قبضہ کی تجدید کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، اسی طرح سابقہ مسئلہ میں ہے کہ قبضہ اوّل ثانی قبضہ کی جگہ ہو گیا ہے اور یہ ان دس مسائل سے ایک ہے جن میں نکاح اوّل کی وطی نکاح ثانی کی وطی کے قائم مقام ہوتی ہے۔

وہ دس مسائل جن میں نکاح اوّل کا دخول نکاح ثانی کے دخول کے قائم مقام ہوتا ہے

دس مسائل شریعت میں ایسے ہیں جن میں اوّل نکاح کا دخول، ثانی نکاح کے دخول کے درجہ میں ہوتا ہے جس کی تفصیل

حسب ذیل ہے:

(۱) مرد نے اپنی معتدہ سے نکاح صحیح کیا اس کے بعد دخول سے پہلے طلاق دے دی تو اس صورت میں عورت کے لیے مرد پر پورا مہر واجب ہوگا نیز عورت پر از سر نو دوبارہ عدت لازم ہوگی۔

(۲) ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا اور اس کے ساتھ دخول بھی کرلیا، پھر بعد دخول تفریق واقع ہوگئی، پھر اس نے اسی عدت میں اس عورت سے دوبارہ نکاح صحیح کرلیا پھر دخول سے پہلے طلاق دے دی تو اس صورت میں عورت پر دوبارہ عدت واجب ہوگی اور شوہر پر دوبارہ مہر واجب ہوگا۔

(۳) ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کرلیا، اس نے دخول کے بعد بحالت صحت بیوی کو طلاق بائن دے دی، اس کے بعد اس نے عدت کے اندر اس سے دوبارہ نکاح کرلیا اور مرض الموت میں دخول سے بائن دے دی، تو اس پر بھی واجب ہوگا اور عورت پر عدت ثانیہ ہوگی۔

(۴) مرد نے اپنا نکاح کسی ایسی عورت سے کرلیا جو غیر کفو ہے پھر قاضی نے ولی کی درخواست پر دونوں میں تفریق کردی مگر عدت کے اندر اس مرد نے اس سے دوبارہ نکاح کرلیا، مگر قاضی نے تفریق کردی اور شوہر نے قبل الدخول طلاق دے دی، اس کا بھی وہی حکم ہے۔

(۵) ایک شخص نے کسی نابالغہ لڑکی سے نکاح کیا اور دخول کے بعد طلاق بائن دے دی اور پھر عدت کے اندر ہی نکاح ثانی کرلیا پھر نابالغہ اب بالغہ ہوگئی اور بلوغ سے قبل نکاح سے ناراض ہوگئی تو اب اس پر دوبارہ عدت لازم ہے۔

(۶) مرد نے ایک عورت سے نکاح کی اور دخول کے بعد اس کو طلاق دے دی اور عورت مرتد ہوگئی پھر بفضل الٰہی اسلام میں داخل ہوکر مسلمان ہوگئی پھر دوران عدت شوہر نے اس سے نکاح کرلیا اور دخول سے قبل طلاق دے دی تو اس صورت میں بھی مہر وعدت واجب ہوگی۔

(۷) مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر دخول بھی کیا، پھر طلاق دے دی، پھر عدت میں ہی اس سے نکاح کرلیا اور عورت مرتد ہوگئی پھر مسلمان ہوگئی، اور مرد نے اس سے عدت کے اندر نکاح کرلیا پھر دخول سے قبل طلاق دے دی اس کا حکم بھی ماقبل کے حکم کی طرح ہے۔

(۸) مرد نے نکاح کرنے کے بعد دخول کیا ہے اس کے بعد عورت کو طلاق دی، پھر بحالت عدت اس سے نکاح کیا، پھر وہ عورت دخول سے قبل مرتد ہوگئی تو اس کا حکم بھی ماقبل کی طرح ہے۔

(۹) مرد نے کسی باندی سے نکاح کیا، دخول کے بعد باندی آزاد کردی گئی تو اس نے نکاح فسخ کرالیا اس کے بعد عدت گزارنے لگی، دوران عدت اسی سے دوبارہ نکاح کرلیا، پھر قبل الدخول طلاق دے دی تو اس صورت میں بھی عدت ومہر واجب ہوگا۔

(۱۰) مرد نے باندی سے نکاح کر کے بعد الدخول طلاق دے دی پھر اس کی عدت میں دوبارہ نکاح کر لیا پھر باندی آزاد ہوگئی اور دخول سے قبل نکاح فسخ کرالیا، تو اس صورت میں بھی وہی حکم ہے۔

مذکورہ بالا دسوں مسائل میں نکاح اوّل کا دخول نکاح ثانی کے دخول کے قائم مقام ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پورا مہر اور مستقل عدت واجب ہوگی اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک نصف مہر واجب ہوگا اور سابقہ عدت کی تکمیل عورت پر واجب ہوگی مستقل عدت واجب نہیں ہوگی۔ (شامی: ۵/۲۰۹)

مسئلہ بالا میں حضرت امام زفرؒ کا قول

حضرت امام زفرؒ کا قول اس مسئلہ میں ہے کہ اگر معتدہ مدخول بہا کا نکاح عدت ہی میں ہوا اور دخول سے قبل اس کو طلاق دے دی گئی تو اس پر عدت واجب نہیں ہے اور بغیر عدت گزارے زوج کے لیے حلال ہے مگر حضرت شارحؒ نے اس قول کو طویل بحث قرار دے کر باطل کر دیا ہے۔

مقلد قاضی کا اپنے امام کے مذہب کے خلاف فیصلہ کرنا

اور حضرت شارحؒ نے اس مسئلہ میں اس بات پر یقین ظاہر کیا ہے کہ مقلد قاضی جب اپنے امام کے مشہور مذہب کے خلاف فیصلہ کرے تو وہ فیصلہ شرعاً نافذ نہیں ہوگا اس باب میں اصح قول یہی ہے اور یہ حکم ایسا ہی ہے جیسے کہ اگر کوئی قاضی رشوت لے کر قول ضعیف کے مطابق فیصلہ کرے تو نافذ نہیں ہوتا ہے ہاں اگر بادشاہ وقت غیر مشہور قول پر عمل کرنے کا حکم صراحت سے جاری کر دے تو اس وقت فیصلہ نافذ ہوگا اور یہ کہا جائے گا کہ قاضی حنفی ہے مگر امام زفرؒ کے قول کے مطابق فیصلہ کیا ہے مگر آج تک ایسا واقعہ پیش نہیں آیا ہے کہ بادشاہ وقت نے قول ضعیف پر عمل کرنے کا حکم جاری کیا ہو، پس اس کو خاص طور پر ذہن نشین کرنا چاہیے۔

ذمیہ غیر حاملہ عورت کی عدت

ذمی شخص نے ذمیہ غیر حاملہ عورت کو طلاق دے دی یا شوہر کا انتقال ہو گیا ہے تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس ذمیہ عورت پر عدت واجب نہیں ہے بشرطیکہ ان کے مذہب و اعتقاد کے مطابق عدت کا حکم نہ ہو، چناں چہ ذمی کے طلاق دینے کے بعد اگر کوئی مسلمان شخص علی الفور نکاح کر لیتا ہے تو جائز ہے کیوں کہ عدت اس پر واجب نہیں ہے اور ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ ہم ان کو ان کے معتقدات پر چھوڑ دیں۔

ذمیہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے

اور اگر ذمیہ عورت جس کو ذمی نے طلاق دی ہے حالت حمل میں ہے تو اس کی عدت بالاتفاق وضع حمل ہے، وضع حمل سے

قبل اگر کوئی مسلمان شخص اس سے نکاح کرے گا تو جائز نہ ہوگا کیوں کہ اس کے پیٹ میں ثابت النسب بچہ موجود ہے، اور امام صاحب سے ایک روایت یہ منقول ہے کہ اس سے نکاح کرنا جائز ہے مگر اس سے جماع کرنا وضع حمل سے پہلے جائز نہیں ہے جس طرح کہ حبلی من الزنا سے نکاح کرنا جائز ہے مگر اسکے ساتھ جماع کرنا قبل وضع الحمل جائز نہیں ہے لیکن پہلا قول اصح ہے۔

فقیہ الولوالجی کی رائے

مشہور فقیہ الولوالجی نے اس حکم کو اس کے ساتھ مقید کیا ہے کہ اگر ذمیوں کے اعتقاد میں حاملہ کی عدت ہے تو عدت واجب ہوگی ورنہ نہیں مگر مصنفؒ کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے اور قول اوّل اصح ہے منح الغفار میں بھی اسی طرح مذکور ہے خواہ ان کے معتقدات میں ہو یا نہ ہو بہر حال حاملہ ذمیہ کی عدت واجب ہے۔

ذمیہ عورت کا خاوند مسلمان ہو تو کیا حکم ہے

اگر ذمیہ عورت کا شوہر مسلمان ہو اور اس نے اس کو طلاق دے دی، یا اس کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں علی الاطلاق بالاجماع عدت گزارنا واجب ہے خواہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ عورت کے اعتقاد میں عدت واجب ہو یا واجب نہ ہو، اس مسئلہ میں تمام حضرات فقہاء کا اتفاق ہے اس لیے کہ مسلمان شوہر عدت کے وجوب کا معتقد ہے۔

دار الحرب سے قید کر کے لائی گئی عورت کی عدت

ایک عورت ہے جس کا خاوند دار الحرب میں موجود ہے اس کو پکڑ کر کے مسلمان دار الاسلام لے آیا اور ان دونوں کے درمیان جدائی واقع ہوگئی دو مختلف دار ہونے کی وجہ سے، تو اب اس حربیہ عورت پر عدت واجب نہیں ہے اس لیے کہ عدت کا وجوب جہاں کہیں بھی مشروع ہوا ہے وہ بندے کے حق کی حفاظت کے لیے مشروع ہوا ہے اور حربی شخص شرعاً جمادات وحیوانات کے ساتھ ملا دیا گیا ہے مگر یہ عدم وجوب عدت کا حکم اس وقت ہے جب کہ حربیہ حاملہ نہ ہو۔

دار الحرب سے قید کر کے لائی گئی عورت اگر حاملہ ہو تو کیا حکم ہے

لیکن اگر یہ حربیہ عورت حاملہ ہو تو اس کو وضع حمل کی عدت گزارنا واجب ہے وضع حمل سے قبل نکاح کرنا از روئے شرع جائز نہیں ہوگا اور نکاح کے جائز نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ عورت معتدہ ہے بلکہ عدم جواز نکاح کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کے پیٹ میں ایک ثابت النسب بچہ ہے لہٰذا اس کی حفاظت کے پیش نظر وضع حمل کی عدت اس پر واجب ہوگی۔

اگر کوئی حربیہ عورت مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آئی تو کیا حکم ہے

وہ عورت جو دار الحرب کی رہنے والی ہے اس نے دار الحرب ہی میں اسلام قبول کیا اور دار الاسلام میں داخل ہوگئی، یا کوئی

ذمیہ عورت یا مستامنہ عورت امن لے کر دارالاسلام آئی پھر دارالاسلام میں اسلام قبول کیا، یا مسلمان تھی بعد میں ذمیہ بن گئی تو ان عورتوں پر بھی عدت واجب نہیں ہے اس لیے کہ ان کو حیوانات و جمادات کے حکم میں کر دیا گیا ہے اس لیے وہ اس حکم شرعی کا مکلف نہیں ہیں، ہاں اگر مذکورہ عورتیں حاملہ ہوں تو اس صورت میں ان کی عدت وضع حمل ہوگی اور قبل وضع الحمل نکاح کرنا درست نہیں ہوگا کیوں کہ ان کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کا نسب ثابت ہے۔

غیر کی منکوحہ سے شادی کر کے وطی کر لی تو کیا حکم ہے

ایک شخص نے غیر کی منکوحہ بیوی سے نکاح کرلیا اور اس سے وطی بھی کر لی تو اگر نکاح کرنے والا شخص یہ جانتا ہے کہ غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا اور اس سے وطی کرنا حرام ہے اس کے باوجود یہ حرکت کر لی تو اس پر حد جاری ہوگی اس لیے کہ یہ خالص زنا ہے، اور اس منکوحۃ الغیر پر عدت واجب نہیں ہوگی اسی پر فتویٰ ہے۔

منکوحہ مزنیہ زوج اوّل کے لیے حلال ہے

منکوحۃ الغیر جس نے نکاح کیا اور وطی کی وہ حقیقت میں زانی ہے اور یہ عورت جس سے زنا کیا گیا ہے مزنیہ ہے منکوحۃ الغیر سے بطریق نکاح وطی کرنے سے وہ زوجِ اوّل کے لیے حرام نہیں ہوتی ہے یعنی مزنیہ عورت شوہر پر حرام نہیں ہوتی ہے البتہ شرح وہبانیہ میں ہے کہ مزنیہ عورت سے زوجِ اوّل اس وقت تک وطی نہ کرے جب تک کہ ایک حیض نہ آجائے کیوں کہ اس کے پیٹ میں زنا سے حمل ہونے کا احتمال ہے پس اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے لہٰذا اس کو خوب ذہن نشین کرلو غرابت کی وجہ سے علامہ طحطاویؒ کی رائے یہ ہے کہ شرح وہبانیہ کی روایت کو استحباب پر محمول کیا جائے نہ کہ وجوب پر، تو کچھ غرابت نہ ہوگی۔ (شامی:۵/ ۲۱۲)

منکوحۃ الغیر سے نکاح اور وطی کی حرمت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کرلیا تو کیا حکم ہے

اگر اس شخص کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ منکوحۃ الغیر ہے اور یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ منکوحہ غیر سے نکاح کرنا اور وطی کرنا دونوں حرام ہیں اس لیے اس نے ایسا کرلیا تو اس صورت میں یہ عورت زوجِ اوّل پر عدت مکمل ہونے تک حرام رہے گی اور جب تک عدت کے ایام پورے نہ ہوں گے زوجِ اوّل پر حرام رہے گی، اور اس کی عدت کا نان ونفقہ بھی زوجِ اوّل پر لازم نہیں ہوگا کیوں کہ عورت شوہر کی نافرمان ہے جیسا کہ فتاویٰ خانیہ میں ہے۔

نفقہ کے وجوب کے بارے میں شارح کی رائے

شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ مذکورہ صورت میں اگر عورت کو نکاح اور وطی کا علم تھا نیز عورت اس نکاح اور وطی پر

راضی بھی تھی تب ناشزہ کہلائے گی اور نفقہ سے محروم رہے گی، اور عدت کے ایام گزارنے کے بعد ہی زوج اوّل کے پاس جاسکتی ہے اور اگر عورت راضی نہیں تھی یا عورت کو اس کا علم نہیں تھا بایں طور کے شوہر نے اس سے رجعت کرلی تھی اور اس کو معلوم نہیں تھا یا نکاح پر مجبور کیا گیا اور زبردستی اس سے وطی کی گئی تو اس صورت میں ناشزہ نہیں کہلائے گی اور عدت کا نان ونفقہ بھی شوہر اوّل کو دینا ہوگا، لہٰذا خوب غور کرلو۔

[فُرُوعٌ] أَدْخَلَتْ مَنِيَّهُ فِي فَرْجِهَا هَلْ تَعْتَدُّ فِي الْبَحْرِ بَحْثًا؟ نَعَمْ لِاحْتِيَاجِهَا لِتَعَرُّفِ بَرَاءَةِ الرَّحِمِ. وَفِي النَّهْرِ بَحْثًا إنْ ظَهَرَ حَمْلُهَا نَعَمْ وَإِلَّا لَا. وَفِي الْقُنْيَةِ: وَلَدَتْ ثُمَّ طَلَّقَهَا وَمَضَى سَبْعَةُ أَشْهُرٍ فَنَكَحَتْ آخَرَ لَمْ يَصِحَّ إذَا لَمْ تَحِضْ فِيهَا ثَلَاثَ حِيَضٍ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَاضَتْ قَبْلَ الْوِلَادَةِ لِأَنَّ مَنْ لَا تَحِيضُ لَا تَحْبَلُ وَفِيهَا: طَلَّقَهَا ثَلَاثًا وَيَقُولُ كُنْت طَلَّقْتُهَا وَاحِدَةً وَمَضَتْ عِدَّتُهَا فَلَوْ مُضِيُّهَا مَعْلُومًا عِنْدَ النَّاسِ لَمْ يَقَعْ الثَّلَاثُ وَإِلَّا يَقَعْ وَلَوْ حُكِمَ عَلَيْهِ بِوُقُوعِ الثَّلَاثِ بِالْبَيِّنَةِ بَعْدَ إنْكَارِهِ . فَلَوْ بَرْهَنَ أَنَّهُ طَلَّقَهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِمُدَّةٍ طَلْقَةً لَمْ يُقْبَلْ بَحْرٌ. وَفِيهِ عَنْ الْجَوْهَرَةِ: أَخْبَرَهَا ثِقَةٌ أَنَّ زَوْجَهَا الْغَائِبَ مَاتَ، أَوْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، أَوْ أَتَاهَا مِنْهُ كِتَابٌ عَلَى يَدِ ثِقَةٍ بِالطَّلَاقِ. إنْ أَكْبَرُ رَأْيِهَا أَنَّهُ حَقٌّ فَلَا بَأْسَ أَنْ تَعْتَدَّ وَتَتَزَوَّجَ، وَكَذَا لَوْ قَالَتْ امْرَأَةٌ لِرَجُلٍ طَلَّقَنِي زَوْجِي وَانْقَضَتْ عِدَّتِي لَا بَأْسَ أَنْ يَنْكِحَهَا. وَفِيهِ عَنْ كَافِي الْحَاكِمِ: لَوْ شَكَّتْ فِي وَقْتِ مَوْتِهِ تَعْتَدُّ مِنْ وَقْتٍ تَسْتَيْقِنُ بِهِ احْتِيَاطًا. وَفِيهِ عَنْ الْمُحِيطِ: كَذَّبَتْهُ فِي مُدَّةٍ تَحْتَمِلُهُ لَمْ تَسْقُطْ نَفَقَتُهَا، وَلَهُ نِكَاحُ أُخْتِهَا عَمَلًا بِخَبَرِهَا بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ. وَلَوْ وَلَدَتْ لِأَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ حَوْلٍ ثَبَتَ نَسَبُهُ وَلَمْ يَفْسُدْ نِكَاحُ أُخْتِهَا فِي الْأَصَحِّ، فَتَرِثُهُ لَوْ مَاتَ دُونَ الْمُعْتَدَّةِ

مرد کی منی عورت نے اپنی شرمگاہ میں داخل کرلیا تو حکم ہے

اگر عورت نے جماع کے علاوہ کسی اور طریقے (مثلاً انجکشن ٹیوب وغیرہ) سے مرد کی منی اپنی شرمگاہ میں داخل کرلی تو اس بارے میں صاحب البحر الرائق نے لکھا ہے کہ استبراء کے لیے عورت پر عدت لازم ہے اور صاحب النہر الفائق نے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے اگر منی کو شرمگاہ میں داخل کرنے کی وجہ سے عورت حاملہ ہوگئی اور اس کا حمل ظاہر بھی ہوگیا تو اس صورت میں وضع حمل تک عدت ضروری ہے اور اگر حمل ظاہر نہیں ہوا ہے تو اس پر عدت واجب نہیں ہے۔

دبر میں وطی کرنے سے عدت کے وجوب کا حکم

اگر کسی نے عورت کے دبر میں وطی کی ہے یا عورت نے شوہر کی منی کو اپنی شرمگاہ میں داخل کیا ہے پھر قبل میں ادخال سے

پہلے اس کو طلاق دے دی تو اس صورت میں عدت واجب ہوگی یا نہیں؟ صاحب البحر الرائق فرماتے ہیں کہ میں نے اس حکم کے متعلق صریح جزئیہ نہیں دیکھا ہے البتہ تحریر الشافعیہ میں ہے کہ ان دونوں صورتوں میں عدت واجب ہے اور منی کے ادخال فی الفرج کی صورت میں وجوب عدت کا حکم لازمی طور پر کیا جائے کیوں کہ منی کی ادخال فی الفرج کی صورت میں براءت رحم کی جانکاری کی زیادہ ضرورت بمقابلہ اس کے کہ محض دخول ہو رہا ہے دبر میں وطی کا معاملہ تو اس میں عدت واجب نہیں ہے اس لیے کہ اگر وطی فی الدبر خلوت میں ہوئی تو عدت واجب ہوگی خلوت کی وجہ سے اور اگر وطی فی الدبر بغیر خلوت میں ہوئی تو اس صورت میں استبراء رحم کی جانکاری کی ضرورت ہی نہیں ہے اس لیے کہ اس نے اپنا پانی محل حرث کے علاوہ میں بہا کر ضائع کیا ہے لہٰذا علوق کا احتمال ہی نہیں ہے اس لیے عدت واجب نہیں ہوگی۔ (شامی: ۵/ ۲۱۳)

قنیہ میں مذکور ایک مسئلہ کی وضاحت

قنیہ نامی کتاب میں ایک مسئلہ لکھا ہے کہ عورت کا بچہ پیدا ہوا بچے کی پیدائش کے بعد شوہر نے تین طلاقیں دے دی، پھر سات ماہ گزر جانے کے بعد اس عورت نے دوسرا نکاح کیا تو یہ نکاح درست نہیں ہوا بشرطیکہ عورت کو اس سات ماہ کے دوران تین حیض نہ آیا ہو، اگر اس سات ماہ کی مدت میں عورت کو تین حیض آچکے ہیں تو نکاح درست مان لیا جائے گا اگرچہ ولادت سے قبل اس کو حیض نہیں آیا تھا، اس لیے کہ جس عورت کو حیض نہیں آتا ہے اس کو حمل ٹھہر نہیں سکتا ہے لہٰذا اس کی عدت حیض سے شمار کی جائے گی، مہینوں سے نہیں اور اسی کتاب میں دوسرا مسئلہ یہ مذکور ہے کہ شوہر نے بیوی کو تین طلاق دیں مگر کہتا ہے کہ میں اس کو ایک طلاق دے چکا تھا جس کی عدت گزر چکی ہے اور اس سے شوہر کا مقصد یہ ہو کہ یہ تین طلاق واقع نہ ہوں کیوں کہ اسکو طلاق دینے کا حق ہی نہیں تھا کیوں کہ ملک نکاح اس کو حاصل ہی نہیں تھا تا کہ عورت کو حلالہ کی ضرورت پیش نہ آئے اور اس کے بغیر زوج کے لیے حلال ہوجائے، لہٰذا اگر پہلی طلاق کی عدت کا گزرنا لوگوں میں مشہور ہو تو بعد والی تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی اور اگر پہلی طلاق کی عدت کا گزرنا لوگوں میں مشہور نہ ہو اور عدت ختم ہونے کا علم کسی کو بھی نہ ہو تو بعد والی تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور زوج اوّل کے لیے حلالہ شرعیہ کے بغیر یہ عورت حلال نہ ہوگی، اور اگر اس پر تین طلاقوں کے وقوع کا حکم ثبوت فراہم ہونے کے بعد کیا گیا شوہر کے انکار کرنے کے بعد تو طلاق واقع ہوجائے گی چناں چہ اگر شوہر نے اس بات پر بینہ پیش کر دیا کہ اس نے اس کو اس مدت سے پہلے ایک طلاق دے چکا ہے تو شوہر کا قول قبول نہیں کیا جائے گا جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

اور البحر الرائق میں الجوہرۃ النیرۃ سے ایک جدید مسئلہ نقل کیا گیا ہے کہ غائب شوہر کی جانب سے ایک قابل اعتماد باوثوق اور معتبر شخص نے خبر دی کہ شوہر نے بیوی کو تین طلاق دے دی ہے یا بیوی کو یہ خبر سنائی کہ شوہر وفات پاچکا ہے یا عورت کے پاس شوہر کی طرف سے خط آیا کسی معتبر آدمی کے ہاتھ سے جس میں عورت کو طلاق لکھی ہے تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ اگر

عورت کوظن غالب ہے خبر اور خط صحیح ہے اور شوہر نے طلاق دے دی ہے تو اب اس کو اجازت ہے کہ وہ عدت کے ایام شمار کرے اور عدت کے بعد اپنا نکاح کسی دوسرے مرد سے کرے۔

عورت کا قول کسی مرد سے

اور اسی طرح کسی عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی ہے اور میری عدت گزر چکی ہے تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت کے قول کا اعتبار کرتے ہوئے کوئی دوسرا شخص اس سے نکاح کر لے، البتہ اولی اور بہتر یہ ہے کہ اس وقت تک نکاح نہ کرے جب تک کہ تحقیق مکمل نہ کر لے، اور البحر الرائق میں حاکم کے حوالہ سے یہ جزئیہ لکھا ہے کہ اگر عورت کو اپنے شوہر کی وفات کی تاریخ میں شک ہو جائے کہ کون سی تاریخ میں وفات ہوئی ہے تو اس صورت میں عورت عدت اس تاریخ سے شمار کرے جس سے اس کو یقین کامل حاصل ہوا ہے، اسی میں احتیاط ہے، اور محیط کے حوالہ سے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ مرد نے دعویٰ کیا ہے کہ عورت عدت کے گزر جانے کی خبر دے چکی ہے مگر عورت انکار کرتی ہے اور اس مدت میں اتنی گنجائش ہے کہ بقول زوج عدت گزاری جاسکتی ہے تو عدت کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا ساقط نہ ہوگا اور شوہر کو یہ اجازت ہوگی کہ اس کی بہن سے نکاح کر لے، اس میں حتی الامکان دونوں جانب کی رعایت ہے، مرد کو اس کی بہن سے نکاح کی اجازت دی گئی تا کہ مرد کی بات کا معتبر ہونا معلوم ہو اور عورت کا نان ونفقہ مرد کے ذمہ واجب کیا گیا ہے تا کہ عورت کی بات کا معتبر ہونا ظاہر ہو جائے۔

مطلقہ عورت کے بچہ کا نسب

اگر مطلقہ عورت چھ ماہ سے زائد عرصہ میں بچہ جنی تو بچے کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا جس نے اس کو طلاق دی ہے اور اس کی بہن سے جو نکاح ہوا ہے وہ فاسد نہ ہوگا اس باب میں اصح قول یہی ہے چناں چہ اگر شوہر کا انتقال ہو گیا تو عورت اس کے مال کا وارث ہوگی اور معتدہ مطلقہ مغلظہ وارث نہ ہوگی بلکہ اس کی بہن وارث ہوگی۔

فَصْلٌ فِي الْحِدَادِ

یہ فصل سوگ منانے کے بیان میں

جب مصنف نے وجوب عدت اور کیفیت وجوب عدت کو بیان کیا ہے تو اب اس کے بعد یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ عدت میں معتدہ عورت پر کیا کیا واجب ہوتے ہیں اور کس طرح سے معتدہ عدت گزارے گی اس کو اس فصل میں حضرت مصنفؒ بیان کریں گے چوں کہ یہ اصل وجوب عدت کے مقابلہ میں دوسرے درجہ میں ہے اس لیے اس کو بعد میں دوسرے درجہ پر بیان کیا ہے۔

جَاءَ مِنْ بَابِ أَعَدَّ وَمَدَّ وَفَرَّ، وَرُوِيَ بِالْجِيمِ، وَهُوَ لُغَةً كَمَا فِي الْقَامُوسِ: تَرْكُ الزِّينَةِ لِلْعِدَّةِ.

وَشَرْعًا تَرْكُ الزِّينَةِ وَنَحْوِهَا لِمُعْتَدَّةِ بَائِنٍ، أَوْ مَوْتٍ. (تَحُدُّ) بِضَمِّ الْحَاءِ وَكَسْرِهَا كَمَا مَرَّ (مُكَلَّفَةٌ مُسْلِمَةٌ - وَلَوْ أَمَةً - مَنْكُوحَةٌ) بِنِكَاحٍ صَحِيحٍ وَدَخَلَ بِهَا، بِدَلِيلِ قَوْلِهِ. (إِذَا كَانَتْ مُعْتَدَّةَ بَتٍّ، أَوْ مَوْتٍ) وَإِنْ أَمَرَهَا الْمُطَلِّقُ، أَوِ الْمَيِّتُ بِتَرْكِهِ لِأَنَّهُ حَقُّ الشَّرْعِ، إِظْهَارًا لِلتَّأَسُّفِ عَلَى فَوَاتِ النِّكَاحِ (بِتَرْكِ الزِّينَةِ) بِحُلِيٍّ أَوْ حَرِيرٍ، أَوِ امْتِشَاطٍ بِضَيِّقِ الْأَسْنَانِ (وَالطِّيبِ) وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا كَسْبٌ إِلَّا فِيهِ (وَالدُّهْنِ) وَلَوْ بِلَا طِيبٍ كَزَيْتٍ خَالِصٍ (وَالْكُحْلِ وَالْحِنَّاءِ وَلُبْسِ الْمُعَصْفَرِ وَالْمُزَعْفَرِ) وَمَصْبُوغٍ بِمَغْرَةٍ، أَوْ وَرْسٍ (إِلَّا بِعُذْرٍ) رَاجِعٌ لِلْجَمِيعِ إِذِ الضَّرُورَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ، وَلَا بَأْسَ بِأَسْوَدَ وَأَزْرَقَ وَمُعَصْفَرٍ خَلَقٍ لَا رَائِحَةَ لَهُ (لَا) حِدَادَ عَلَى سَبْعَةٍ: كَافِرَةٍ وَصَغِيرَةٍ، وَمَجْنُونَةٍ وَ (مُعْتَدَّةِ عِتْقٍ) كَمَوْتِهِ عَنْ أُمِّ وَلَدِهِ (وَ) مُعْتَدَّةِ (نِكَاحٍ فَاسِدٍ، أَوْ وَطْءٍ بِشُبْهَةٍ أَوْ طَلَاقٍ رَجْعِيٍّ. وَيُبَاحُ الْحِدَادُ عَلَى قَرَابَةٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَقَطْ، وَلِلزَّوْجِ مَنْعُهَا لِأَنَّ الزِّينَةَ حَقُّهُ فَتْحٌ، وَيَنْبَغِي حِلُّ الزِّيَادَةِ عَلَى الثَّلَاثَةِ إِذَا رَضِيَ الزَّوْجُ، أَوْ لَمْ تَكُنْ مُزَوَّجَةً نَهْرٌ. وَفِي التَّاتَارْخَانِيَّةِ: وَلَا تُعْذَرُ فِي لُبْسِ السَّوَادِ، وَهِيَ آثِمَةٌ إِلَّا الزَّوْجَةَ فِي حَقِّ زَوْجِهَا فَتُعْذَرُ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ. قَالَ فِي الْبَحْرِ: وَظَاهِرُهُ مَنْعُهَا مِنَ السَّوَادِ تَأَسُّفًا عَلَى مَوْتِ زَوْجِهَا فَوْقَ الثَّلَاثَةِ. وَفِي النَّهْرِ: لَوْ بَلَغَتْ فِي الْعِدَّةِ لَزِمَهَا الْحِدَادُ فِيمَا بَقِيَ. (وَالْمُعْتَدَّةُ) أَيُّ مُعْتَدَّةٍ كَانَتْ عَيْنِيٌّ، فَتَعُمُّ مُعْتَدَّةَ عِتْقٍ وَنِكَاحٍ فَاسِدٍ. وَأَمَّا الْخَالِيَةُ فَتُخْطَبُ إِذَا لَمْ يَخْطُبْهَا غَيْرُهُ. وَتَرْضَى بِهِ، فَلَوْ سَكَتَتْ فَقَوْلَانِ (تَحْرُمُ خِطْبَتُهَا) بِالْكَسْرِ وَتُضَمُّ. (وَصَحَّ التَّعْرِيضُ) كَأُرِيدُ التَّزَوُّجَ (لَوْ مُعْتَدَّةَ الْوَفَاةِ) لَا الْمُطَلَّقَةَ إِجْمَاعًا لِإِفْضَائِهِ إِلَى عَدَاوَةِ الْمُطَلِّقِ، وَمُفَادُهُ جَوَازُهُ لِمُعْتَدَّةِ عِتْقٍ وَنِكَاحٍ فَاسِدٍ وَوَطْءِ شُبْهَةٍ نَهْرٌ، لَكِنْ فِي الْقُهُسْتَانِيِّ عَنِ الْمُضْمَرَاتِ أَنَّ بِنَاءَ التَّعْرِيضِ عَلَى الْخُرُوجِ.

حداد کی لغوی وشرعی تعریف

لفظ حداد ثلاثی مجرد باب نصر، ضرب اور ثلاثی مزید فیہ احدثت المرأۃ احدادا باب افعال دونوں سے آتا ہے جس کے معنی سوگ منانا ہے اور حداد کا معنی لغت میں جیسا کہ القاموس میں ہے عدت کی وجہ سے زینت ترک کرنا ہے اور حداد کا لفظ جیم کے ساتھ جداد بھی مروی ہے اور یہ جددت الشیء سے ماخوذ ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں گویا کہ عورت نے زینت کو اپنے آپ سے منقطع کر دیا ہے۔

اور اصطلاح شریعت میں حداد کہتے ہیں طلاق بائن یا موت کی عدت گزارنے والی عورت کا بناؤ سنگار اور زینت کو ترک

کرنا، اور حداد شرعی کی تفصیل شارح نے بیان کی ہے۔

شرعی حداد کی تعریف

قولہ: تحد: لفظ تحد کے بارے میں شارح فرماتے ہیں کہ حاء کی ضمہ اور کسرہ دونوں طرح ہے یعنی اگر باب نصر سے پڑھا جائے تو تَحُدُّ ہوگا اور اگر ضرب سے پڑھا جائے تو تَحِدُّ ہوگا، جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے۔

کسی مکلف عورت کا جو کہ مسلمان ہو، منکوحہ ہو اور نکاح صحیح ہوا ہو، خواہ عورت آزاد ہو یا باندی اور اس کے ساتھ شوہر دخول کر لیا ہو جب کہ عورت طلاق بائن یا موت کی عدت گزار رہی ہو اگرچہ طلاق دینے والا یا وفات پانے والا نے اس کو ترک زینت کا حکم دیا ہو، اس لیے کہ یہ شریعت کا حق ہے نعمت نکاح کے زوال پر اظہار افسوس کرنے کے لیے لہٰذا بندہ اس کو ساقط نہیں کر سکتا ہے۔

حداد واجب نہیں ہے

البتہ وہ آزاد یا باندی عورت جس کے ساتھ نکاح فاسد ہوا ہو، یا وہ عورت کافرہ ہو یا مسلمان ہو مگر صغیرہ ہو، یا مجنونہ ہو، یا مطلقہ رجعیہ ہو تو ان عورتوں پر شرعی اعتبار سے سوگ کرنا لازم نہیں ہے اور منکوحہ عورت پر سوگ کرنا اس وقت واجب ہے جب شوہر اس کے ساتھ دخول بھی کر لیا ہو لہٰذا عدم دخول کی صورت میں طلاق بائنہ دینے سے عورت پر سوگ کرنا لازم نہیں ہوتا ہے۔

بناؤ سنگار کے ترک میں درج ذیل چیزیں داخل ہیں

عورت اگر طلاق بائن کی عدت یا موت کی عدت گزار رہی ہے تو بناؤ سنگار میں مندرجہ ذیل چیزوں سے اجتناب کریں: (۱) زیورات کا استعمال کرنا (۲) ریشمی کپڑا استعمال کرنا (۳) سر کے بالوں کا باریک دندان والی کنگھی سے سر پر کنگھی کرنا (۴) خوشبو کا استعمال اگرچہ اس کے لیے آمدنی کا ذریعہ اس کے علاوہ کسی میں نہ ہو، (۵) بالوں میں تیل لگانے سے خواہ خوشبو والا تیل ہو یا بغیر خوشبو والا جیسے کہ خالص زیتون کا تیل (۶) آنکھوں میں سرمہ لگانا (۷) مہندی لگانا (۸) رنگین خوشبو دار کپڑے پہننا خواہ زرد رنگ کا ہو یا زعفران سے رنگے ہوئے ہوں۔ (۹) گیرو اور خوشبودار گھاس کا استعمال کرنا، مذکورہ بالا تمام چیزیں معتدہ عورت جو سوگ منا رہی ہے اس کے لیے منع ہے عدت کی حالت میں ان کا ترک کرنا لازم ہے۔

بوقت مجبوری مذکورہ چیزوں کا استعمال کرنا

ہاں اگر عورت کو مجبوری اور عذر لاحق ہو تو معتدہ عورت مذکورہ تمام چیزیں ضرورت کے مطابق استعمال کر سکتی ہیں اس لیے کہ شریعت اسلامیہ کا ایک قاعدہ مسلمہ ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات، کہ ضرورت محظور شئ کو مباح کر دیتی ہے لہٰذا اس قاعدہ فقہیہ کے اعتبار سے ضرورت کے وقت معتدہ تمام چیزیں حسب ضرورت استعمال کر سکتی ہیں مثلاً بدن میں جوں

ہوگیا یا خارش ہوگئی تو اس میں ریشمی کپڑا استعمال کرنا مفید ہے آنکھوں میں تکلیف ہوجائے تو سرمہ لگانا مفید ہے لہٰذا ضرورت کے وقت معتدہ کے لیے آنکھوں میں سرمہ لگانا جائز ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ رات کے وقت لگالے اور صبح کے وقت دھوڈالے، اسی طرح اگر عورت کے پاس رنگین کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے تو عورت رنگین استعمال کرسکتی ہے اگر سر میں درد ہو تو تیل بھی استعمال کرسکتی ہے۔ (شامی:۵/۲۱۸)

سوگ والی عورتوں کے لیے کالا کپڑا اور نیلا کپڑا استعمال کرنا

معتدہ عورت کے لیے جو سوگ منارہی ہے سیاہ رنگ کے کپڑے، نیلے رنگ کے کپڑے، یا کسم کے رنگین کپڑے جو پرانے ہوں اور ان میں کسم کی خوشبو باقی نہ ہو استعمال کرسکتی ہے۔

وہ عورتیں جن پر سوگ واجب نہیں ہے

اس قسم کی سات عورتیں جن پر شوہر کے انتقال کے بعد سوگ کرنا لازم نہیں آتا ہے۔ (۱) کافرہ بیوی (۲) صغیرہ بیوی (۳) مجنونہ بیوی (۴) وہ عورت جو آزاد ہونے کی عدت گزار رہی ہو کہ مولیٰ ام ولد کو چھوڑ کر وفات پاگیا (۵) وہ عورت جو نکاح فاسد میں تفریق واقع ہونے کی وجہ سے عدت گزار رہی ہو (۶) اس طرح اس عورت پر بھی سوگ واجب نہیں ہے جو وطی بالشبہ کیے جانے کی وجہ سے عدت گزار رہی ہو۔ (۷) اسی طرح وہ عورت جو مطلقہ رجعیہ ہو اور طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہو تو اس پر سوگ واجب نہیں ہے۔

مذکورہ عورتوں پر سوگ واجب نہ ہونے کی دلیل

مذکورہ بالا عورتوں پر سوگ واجب نہ ہونے کی دلیل الگ الگ ہے چناں چہ کافرہ، صغیرہ اور مجنونہ عورت پر تو سوگ اس لیے لازم نہیں ہے کہ وہ احکام شرعیہ کے مکلف ہی نہیں ہیں، اسی طرح ام ولد کو جب آقا آزاد کردے تو اس پر سوگ اس وجہ سے لازم نہیں ہے یہاں مقام افسوس ہے ہی نہیں بلکہ خوشی کا مقام ہے کہ وہ غلامیت کی زندگی سے اب آزاد ہوگئی اسی طرح موطوءہ بالشبہ یا وہ عورت جس کے ساتھ نکاح فاسد کیا گیا اس پر سوگ اس لیے لازم نہیں ہے کہ اس سے نعمت نکاح کا زوال نہیں ہوا ہے بلکہ ایک معصیت سے اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی ہے اور جو عورت طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہے اس پر سوگ اس وجہ سے لازم نہیں۔ ہے کہ اس کو تو یہ حکم ہے کہ زیادہ سے زیادہ زینت اور بناؤ سنگار کرے تاکہ شوہر اس کی طرف رغبت وشوق ظاہر کرے اور رجعت کرلے، جیسا کہ اہل علم حضرات پر یہ بات روشن ہے۔

رشتہ داروں کی موت پر سوگ کرنے کا شرعی حکم

رشتہ داروں اور قرابت داروں کی وفات پر اہل خاندان اور رشتہ داروں کو صرف تین دن سوگ کرنے کی اجازت ہے

لیکن اگر بیوی کا شوہر راضی ہو اور زیادہ دن سوگ کرنے کی اجازت دے تو اس سے بھی زائد دنوں کا سوگ کرسکتی ہے اسی طرح وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو تین دن سے زائد سوگ کرسکتی ہے جیسا کہ نہر الفائق میں ہے، لیکن تین دن سے زائد سوگ کرنے کی اجازت کا مسئلہ قابل نظر ہے۔

کیوں کہ صحیحین میں حضرت ام سلمہؓ سے رسول پاک ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت جو اللہ پر، اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی کی موت پر سوگ کرے مگر شوہر کی وفات پر چار ماہ اور دس دن بیوی سوگ کرے گی اور فتح القدیر میں اس طرح ہے کہ اس حدیث شریف کی روشنی میں تین دن سے زائد غیر ازواج کی موت پر سوگ کرنا یا ترک زینت کرنا حرام ہے۔

شوہر کو سوگ سے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں

سوال یہ ہے کہ کیا شوہر کو اس بات کا اختیار ہے کہ رشتہ داروں کی موت پر اپنی بیوی کو سوگ کرنے سے منع کردے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر کو اپنی بیوی کو تین دن کے سوگ سے روکنے کا حق نہیں ہے شارح فتح القدیر کی طرف منسوب کرکے لکھا ہے کہ شوہر بیوی کو روک سکتا ہے شارح کا فتح القدیر کی جانب اس قول کا نسبت کرنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ فتح القدیر میں صاحب لکھا ہوا ہے کہ اس حدیث کی روشنی میں بیوی کے لیے کسی بھی قرابت دار کی موت پر تین دن سے زائد سوگ کرنا حرام ہے۔(شامی:۵/ ۲۲۰)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ عورت کے لیے اپنے باپ، بیٹے، بھائی، یا ماں کی وفات پر سوگ کرنا حلال نہیں ہے صرف بیوی اپنے شوہر کی وفات پر تین دنوں کا سوگ کرسکتی ہے تین دنوں کا سوگ ان کے نزدیک صرف بیوی کے لیے خاص ہے۔(شامی:۵/ ۲۲۱)

مسئلہ سوگ میں صاحب تاتارخانیہ کی رائے گرامی

شارح فرماتے ہیں کہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ عورت سوگ کے نام پر سیاہ کپڑے پہننے پر معذور نہیں ہے اگر عورت ماتم اور سوگ کے نام پر سیاہ کپڑا استعمال کرے گی تو گناہ گار ہوگی، البتہ بیوی اپنے شوہر کی وفات کے غم میں سوگ منانے کے واسطے تین دن تک سیاہ کپڑا پہن سکتی ہے۔

سیاہ کپڑا استعمال کرنے کے متعلق علامہ ابن نجیمؒ کی رائے

صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم المصریؒ نے کہا ہے کہ تاتارخانیہ کے ظاہری کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لیے اپنے شوہر کی وفات پر اظہار افسوس وغم کرنے کے واسطے تین دن سے زیادہ سیاہ کپڑا استعمال کرنا ممنوع ہے، ماقبل میں شارح نے لکھا تھا کہ معتدہ عورت کے لیے سیاہ کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے! اور تاتارخانیہ سے معلوم ہوا کہ سیاہ پوشی جائز

نہیں ہے، تو ان دونوں قولوں میں تعارض ہو گیا، اب ان میں تطبیق کی شکل یہ ہے کہ اگر عورت نے شوہر کے انتقال سے پہلے ہی سیاہ کپڑے الگ لیے تھے تو اب ان کپڑوں کو اس کے مرنے کے بعد پہن سکتی ہے اور شوہر کی موت کے بعد ماتم اور سوگ کی تقریب میں رنگا ہو تو جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۵/۲۲۱)

زوجہ صغیرہ اگر بالغ ہو جائے تو سوگ کا حکم

زوجۂ صغیرہ اپنے شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی تھی اس درمیان وہ بالغ ہو گئی تو اس پر عدت کے باقی دنوں میں سوگ کرنا لازم ہے۔

مطلقہ معتدہ کو پیغام نکاح دینا

جو عورت طلاق کی عدت گزار رہی ہو یا کسی بھی قسم کی عدت گزار رہی ہو اس کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے، چناں چہ ایک باندی تھی جو آزاد کر دی گئی اور وہ عدت عتق گزار رہی ہے یا کوئی عورت نکاح فاسد کی عدت گزار رہی ہے الغرض کسی بھی معتدہ کو پیغام نکاح دینا شریعت میں حرام اور ممنوع ہے، رہی وہ عورت جو عدت سے خالی ہے یا نکاح سے خالی ہے تو اس کو پیغام نکاح دیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس عورت کو کوئی دوسرے آدمی پیغام نکاح نہ دے رکھا ہو اور وہ اس سے راضی نہ ہو گئی ہو، اگر کوئی دوسرا شخص پیغام نکاح بھیج چکا ہے اور عورت اس پر رضامندی کا اظہار کر چکی ہے تو کسی کو مزید پیغام بھیجنا جائز نہیں ہے۔

پیغام نکاح ملنے پر عورت کا سکوت اختیار کرنے کا حکم

اور اگر عورت نکاح کا پیغام سن کر خاموش رہ گئی ہاں اور نہ میں کوئی جواب صراحتاً نہیں دیا، تو اب اس کے پاس پیغام نکاح بھیجنا جائز ہے یا نہیں ہے؟ تو اس بارے میں دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ ایسی عورت کو پیغام دینا درست ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایسی عورت کو پیغام نکاح دینا درست نہیں ہے۔

دراصل مذکورہ اقوال کی بنیاد اس حدیث پر ہے کہ جو حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لایخطب احدکم علی خطبة أخیه. تم میں سے کوئی بھی شخص اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر پیغام نکاح نہ دے۔ (شامی: ۵/۲۲۱)

بعض اہل لغت نے خطبہ کو خاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور بعض نے خاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اہل لغت سے دونوں طرح منقول ہے۔

کنایتاً پیغام نکاح دینے کا جواز

اگر عورت شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی ہے تو اس کو اشارہ میں پیغام نکاح دینا جائز ہے مثلاً یوں کہے کہ میں بھی نکاح

کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں یا میرا ابھی نکاح کرنے کا ارادہ ہے یا یوں کہے کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں اور عدت گزارنے والی عورت کسی کی مطلقہ ہے اور وہ طلاق کی عدت گزار رہی ہے تو اس صورت میں اشارہ کنایہ میں بھی نکاح کا پیغام نہ بھیجے کیوں کہ یہ پیغام دینا طلاق دینے والے سے عداوت کی طرف لے جائے گا اس لیے یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ مطلقہ معتدہ کو پیغام نکاح بھیجنا ممنوع ہے البتہ معتدۂ عتق اور معتدۂ نکاح فاسد، اور معتدۂ وطی بالشبہ کو گول مول الفاظ میں بطور تعریض پیغام نکاح دیا جا سکتا ہے کیوں کہ ان کی جانب پیغام نکاح بھیجنے میں کسی سے بھی عداوت کا اندیشہ نہیں ہے جیسا کہ نہر الفائق میں ہے۔

معتدہ عورت کو پیغام نکاح دینے کے متعلق علامہ قہستانی کی رائے

لیکن علامہ قہستانی نے کتاب المضمرات سے نقل کر کے یوں لکھا ہے کہ معتدہ عورت سے گول مول الفاظ میں اشارہ کنایہ میں پیغام نکاح دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ عورت گھر سے باہر نکلتی ہو، کیوں کہ گھر کے اندر جا کر تعریض نکاح جائز نہیں ہے اور معتدۂ وفات عورت کو چھوڑ کر کسی بھی معتدہ کو گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ جملہ معتدہ عورتوں کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے سوائے معتدہ وفات کے، لہٰذا جب معتدہ عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت شرعی اعتبار سے نہیں ہے تو نکاح کا پیغام اس کو تعریضاً کس طرح دیا جا سکتا ہے۔

(وَلَا تَخْرُجُ مُعْتَدَّةُ رَجْعِيٍّ وَبَائِنٍ) بِأَيِّ فُرْقَةٍ كَانَتْ عَلَى مَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ وَلَوْ مُخْتَلِعَةً عَلَى نَفَقَةِ عِدَّتِهَا فِي الْأَصَحِّ اخْتِيَارٌ، أَوْ عَلَى السُّكْنَى فَيَلْزَمُهَا أَنْ تَكْتَرِيَ بَيْتَ الزَّوْجِ مِعْرَاجٌ (لَوْ حُرَّةً) أَوْ أَمَةً مُبَوَّأَةً وَلَوْ مِنْ فَاسِدٍ (مُكَلَّفَةً مِنْ بَيْتِهَا أَصْلًا) لَا لَيْلًا وَلَا نَهَارًا وَلَا إِلَى صَحْنِ دَارٍ فِيهَا مَنَازِلُ لِغَيْرِهِ وَلَوْ بِإِذْنِهِ لِأَنَّهُ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى. بِخِلَافِ نَحْوِ أَمَةٍ لِتَقَدُّمِ حَقِّ الْعَبْدِ (وَمُعْتَدَّةُ مَوْتٍ تَخْرُجُ فِي الْجَدِيدَيْنِ وَتَبِيتُ) أَكْثَرَ اللَّيْلِ (فِي مَنْزِلِهَا) لِأَنَّ نَفَقَتَهَا عَلَيْهَا فَتَحْتَاجُ لِلْخُرُوجِ، حَتَّى لَوْ كَانَ عِنْدَهَا كِفَايَتُهَا صَارَتْ كَالْمُطَلَّقَةِ فَلَا يَحِلُّ لَهَا الْخُرُوجُ فَتْحٌ. وَجَوَّزَ فِي الْقُنْيَةِ خُرُوجَهَا لِإِصْلَاحِ مَا لَا بُدَّ لَهَا مِنْهُ كَزِرَاعَةٍ وَلَا وَكِيلَ لَهَا (طُلِّقَتْ) أَوْ مَاتَ وَهِيَ زَائِرَةٌ (فِي غَيْرِ مَسْكَنِهَا عَادَتْ إِلَيْهِ فَوْرًا) لِوُجُوبِهِ عَلَيْهَا (وَتَعْتَدَّانِ) أَيْ مُعْتَدَّةُ طَلَاقٍ وَمَوْتٍ (فِي بَيْتٍ وَجَبَتْ فِيهِ) وَلَا يَخْرُجَانِ مِنْهُ (إِلَّا أَنْ تُخْرَجَ أَوْ يَنْهَدِمَ الْمَنْزِلُ، أَوْ تَخَافُ) انْهِدَامَهُ، أَوْ (تَلَفَ مَالِهَا، أَوْ لَا تَجِدَ كِرَاءَ الْبَيْتِ) وَنَحْوَ ذَلِكَ مِنَ الضَّرُورَاتِ فَتَخْرُجُ لِأَقْرَبِ مَوْضِعٍ إِلَيْهِ، وَفِي الطَّلَاقِ إِلَى حَيْثُ شَاءَ الزَّوْجُ، وَلَوْ لَمْ يَكْفِهَا نَصِيبُهَا مِنَ الدَّارِ اشْتَرَتْ مِنَ الْأَجَانِبِ مُجْتَبَى، وَظَاهِرُهُ وُجُوبُ الشِّرَاءِ - لَوْ قَادِرَةً -، أَوِ الْكِرَاءِ بَحْرٌ، وَأَقَرَّهُ أَخُوهُ وَالْمُصَنِّفُ. قُلْتُ: لَكِنَّ الَّذِي رَأَيْته

بِنُسْخَتِيَ الْمُجْتَبَى اسْتَتَرَتْ مِنَ الِاسْتِتَارِ فَلْيُحَرَّرْ (وَلَا بُدَّ مِنْ سُتْرَةٍ بَيْنَهُمَا فِي الْبَائِنِ) لِئَلَّا يَخْتَلِيَ بِالْأَجْنَبِيَّةِ، وَمُفَادُهُ أَنَّ الْحَائِلَ يَمْنَعُ الْخَلْوَةَ الْمُحَرَّمَةَ (وَإِنْ ضَاقَ الْمَنْزِلُ عَلَيْهِمَا، أَوْ كَانَ الزَّوْجُ فَاسِقًا فَخُرُوجُهُ أَوْلَى) لِأَنَّ مُكْثَهَا وَاجِبٌ لَا مُكْثُهُ، وَمُفَادُهُ وُجُوبُ الْحُكْمِ بِهِ ذَكَرَهُ الْكَمَالُ (وَحَسُنَ أَنْ يَجْعَلَ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا امْرَأَةً) ثِقَةً تُرْزَقُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ بَحْرٌ عَنْ تَلْخِيصِ الْجَامِعِ (قَادِرَةً عَلَى الْحَيْلُولَةِ بَيْنَهُمَا) وَفِي الْمُجْتَبَى الْأَفْضَلُ الْحَيْلُولَةُ بِسِتْرٍ، وَلَوْ فَاسِقًا فَبِامْرَأَةٍ قَالَ: وَلَهُمَا أَنْ يَسْكُنَا بَعْدَ الثَّلَاثِ فِي بَيْتٍ وَاحِدٍ إِذَا لَمْ يَلْتَقِيَا الْتِقَاءَ الْأَزْوَاجِ، وَلَمْ يَكُنْ فِيهِ خَوْفُ فِتْنَةٍ انْتَهَى. وَسُئِلَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ عَنْ زَوْجَيْنِ افْتَرَقَا وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا سِتُّونَ سَنَةً وَبَيْنَهُمَا أَوْلَادٌ تَتَعَذَّرُ عَلَيْهِمَا مُفَارَقَتُهُمْ فَيَسْكُنَانِ فِي بَيْتِهِمْ وَلَا يَجْتَمِعَانِ فِي فِرَاشٍ وَلَا يَلْتَقِيَانِ الْتِقَاءَ الْأَزْوَاجِ هَلْ لَهُمَا ذَلِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ.

معتدہ عورت کے گھر سے نکلنے کے متعلق احکام ومسائل

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ معتدۂ رجعیہ، معتدۂ بائنہ یا کسی بھی فرقت کا معتدہ ہو گھر سے باہر نہ نکلے، جیسا کہ فتاویٰ ظہیریہ میں ہے نیز وہ عورت بھی بحالت عدت گھر سے باہر نہ نکلے جس نے شوہر سے عدت کے نان ونفقہ کے بدلہ خلع کیا ہے اس بارے میں صحیح قول یہی ہے جیسا کہ اختیار میں ہے نیز اگر عورت سکنیٰ کے بدلہ خلع کرلیا ہو تو عورت پر واجب ہے کہ شوہر کے مکان کو کرایہ پر حاصل کرے اور اسی میں عدت گزارے بہر حال گھر سے باہر نکلنے کی اجازت بالکل نہیں ہے جیسا کہ معراج میں ہے۔

معتدہ حرہ کے لیے خروج بیت کی ممانعت

وہ آزاد عورت ہو جو عدت کی حالت میں ہو اس کو گھر سے نکلنے کی ممانعت ہے نیز اس باندی کے لیے بھی گھر سے باہر نکلنا ممنوع ہے جس کو اس کے مولیٰ نے رہائش کے لیے مکان دے دیا ہو اگرچہ نکاح فاسد کی عدت کیوں نہ گزار رہی ہو، لیکن اگر آقا نے رہائش کے لیے باندی کو مکان نہیں دیا ہے تو باندی کے لیے عدت کے دنوں میں گھر سے باہر نکلنا جائز ہے خواہ خالص باندی ہو، یا مدبرہ ہو، یا ام ولد ہو، یا مکاتبہ ہو، اس لیے کہ اس پر مولیٰ کی خدمت واجب ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

مکلف عورت کے لیے بحالت عدت خروج من البیت کی ممانعت

اسی طرح وہ عورت جو مکلفہ ہو، زمانۂ عدت میں اپنے گھر سے باہر بالکل نہ نکلے نہ رات میں نکلے نہ دن میں، اور نہ اس گھر کے صحن میں نکل کر آئے جس میں اس کے گھر کے علاوہ دوسرے لوگوں کے مکانات ہوں اگرچہ شوہر نکلنے کی اجازت ہی

کیوں نہ دے اس لیے معتدہ عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کا مسئلہ قرآن سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ﴾ اور تم ان عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو، لہٰذا یہ تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور شوہر کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق باطل کر دے۔

معتدہ عورت اگر باندی ہو تو کیا حکم ہے

اور اگر معتدہ عورت خالص باندی ہو یا ام ولد، یا مکاتبہ، یا مدبرہ ہو تو ان سب کو بحالتِ عدت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے، اس لیے کہ وہ اپنے آقا کی خدمت کرتی ہیں اور حقوق العباد حقوق اللہ پر مقدم ہوتے ہیں، اس لیے باندی حقوق العباد کی ادائے گی کے لیے باہر نکل سکتی ہے۔

معتدۂ وفات عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کا حکم

جو عورت اپنے شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی ہو اس کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ معتدۂ وفات عورت رات اور دن دونوں میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے، لیکن رات کا اکثر حصہ گھر ہی میں گزارے، اور معتدۂ وفات کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت اس لیے ہے کہ عدت کا نان و نفقہ خود عورت ہی کا ذمہ ہے شوہر کے وارث اس کے ذمہ دار نہیں ہے، اس لیے اس کو اپنے نان و نفقہ کے انتظام کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پیش ہوگی حتی کہ معتدۂ وفات عورت کے پاس اگر اتنا مال موجود ہے کہ وہ زمانہ عدت میں خرچ کرنے کے لیے کفایت کرے گا تو اس کا حکم معتدۂ طلاق کی طرح ہو جائے گا اور اس کے لیے خروج من البیت کی اجازت نہ ہوگی جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، لیکن اس مسئلہ میں صاحب قنیہ کی رائے گرامی یہ ہے کہ معتدۂ وفات عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت صرف اس ضرورت کی تکمیل کے لیے جس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو، اور اس کے پاس کوئی وکیل اور نوکر بھی نہ ہو، مثلاً کھیتی باڑی کا کام وکاج یا اس کے دیکھ بھال کے لیے، ہر چھوٹی موٹی ضرورت کے لیے خروج من البیت کی اجازت ہرگز نہیں ہے۔

عورت گھر سے باہر تھی اور شوہر نے طلاق دے دی یا شوہر کا انتقال ہو گیا تو کیا حکم

بیوی کسی سے ملاقات کے واسطے یا کسی دوسری ضرورت کے پیش نظر باہر گئی ہوئی تھی کہ شوہر نے اس کو طلاق دے دی، یا شوہر کی وفات ہوگئی تو جوں ہی عورت کو معلوم ہو فوراً اپنے رہائشی گھر واپس پہنچ جائے، اس لیے کہ عدت اسی گھر میں گزارنا شرعی اعتبار سے ضروری ہے۔

جس گھر میں زوج کی وفات، طلاق واقع ہوئی اس میں عدت گزارنے کا حکم

اور معتدۂ طلاق نیز معتدۂ وفات عورت کے لیے اس گھر میں عدت کے ایام گزارنے لازم ہیں جس گھر میں عورت کو

طلاق واقع ہوئی ہے یا جس گھر میں شوہر کا انتقال ہوا ہے اور اولیاء حضرات کو چاہیے کہ اس کو گھر سے باہر نہ نکالیں۔

معتدہ عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت کب ہے

عدت گزارنے والی عورت کو عدت کے مکان سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے مگر مندرجہ ذیل صورت میں معتدہ کو مکان عدت سے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔(۱) شوہر کے اولیاء ان کو مکان سے باہر نکال دیں، شوہر کے اس مکان میں رہنے کی اجازت نہ دیں جس میں عدت واجب ہوئی ہے، تو عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔(۲) یا مکان منہدم ہونے کا خطرہ ہو، تو بھی گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔(۳) یا مکان کی حالت اس قدر خستہ اور خراب ہے کہ مکان گر جانے کا اندیشہ ہے تو باہر نکل سکتی ہے (۴) یا اس گھر میں اس کے سامان ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو نکل سکتی ہے(۵) یا اس گھر میں رہنے کے لیے گھر کا کرایہ طلب کیا جاتا ہو اور معتدہ عورت کو کرایہ ادا کرنے کی حیثیت نہ ہو، تو مذکورہ تمام ضرورتوں کی وجہ سے عورت اس گھر سے نکل سکتی ہے اور اس گھر سے نکل کر جو گھر اس سے زیادہ قریب ہو مل جائے وہاں منتقل ہو جائے اور حکم معتدہ وفات کا ہے اور معتدہ طلاق کو مذکورہ ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو اس جگہ قیام کرے اور عدت گزارے جہاں شوہر کی مرضی ہو۔

معتدہ کے لیے اگر وہ حصہ مکان ناکافی ہو تو کیا حکم ہے

شارح فرماتے ہیں کہ معتدہ عورت کے لیے اگر وہ گھر ناکافی ہو جو اس کو رہنے کے واسطے حصہ میں ملا ہے تو ایسی صورت میں وہ دوسروں سے مکان خرید لے، جیسا کہ مجتبیٰ نامی کتاب میں ہے شارح فرماتے ہیں کہ مجتبیٰ کے ظاہری کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کے ذمہ مکان خریدنا واجب ہے اگر اس کو خریدنے پر قدرت حاصل ہو، یا کرایہ دینے کے وجوب پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے، اور اس مسئلہ کو صاحب البحر الرائق کے برادر محترم یعنی نہر الفائق نے اور خود مصنفؒ نے تسلیم کیا ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ میں نے المجتبیٰ کے دونوں نسخے دیکھے ہیں ان میں لفظ اشترت کی جگہ استرت ہے جو استار سے ماخوذ ہے جس کے معنی ستر کرنے اور پردہ کرنے کے ہیں اور مطلب یہ ہوگا کہ اگر مکان عورت کے لیے کافی نہ ہو تو عورت پردہ ڈال لے۔

علامہ حلبی اور شیخ رحمتی محشی کی رائے گرامی

اس مسئلہ کے بارے میں علامہ حلبی اور شیخ رحمتی کی رائے یہ ہے کہ المجتبیٰ میں جو استرت کا لفظ ہے وہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر مکان رہائش کے لیے ناکافی بلکہ تنگ ہے ضروریات زندگی اس میں پوری نہیں ہو پاتی ہے تو اگر اس مکان میں پردہ ڈال لے گی تو مکان تو مزید تنگ ہو جائے گا بلکہ المجتبیٰ کی صحیح عبارت یہ ہے: اشترت من الأجانب واولاده الكبار یعنی معتدہ مکان کو دوسروں سے یا اس کی اولاد کبار سے خرید لے اور مطلب یہ ہوگا کہ معتدہ عورت اپنے شوہر کی بڑی اولاد سے بھی پردہ کرے باوجودیکہ شوہر کی بڑی اولاد سے پردہ نہیں ہے کیوں کہ وہ عورت کے محرم میں داخل ہیں۔(شامی: ۵/۲۲۶)

معتدۂ طلاق بائنہ کو گھر میں پردہ کرنے کا حکم

اگر عورت طلاق بائن کی عدت گزار رہی ہو تو واجب ہے کہ میاں بیوی کی رہائش گاہ کے درمیان کوئی پردہ کر دیا جائے مثلاً کوئی دیوار کھڑی کر دی جائے، یا کوئی ٹاٹ یا چٹائی وغیرہ سے آڑ پیدا کر دی جائے تا کہ میاں بیوی کا اختلاط ترک جائے کیوں کہ طلاق بائن کی وجہ سے شوہر اب بیوی کے حق میں اجنبی بن گیا ہے اور اجنبی مرد و عورت کے درمیان خلوت حرام ہے اس لیے اس حرام سے بچنے کے لیے پردہ کر دینا لازم ہے۔

عدت کا مکان تنگ ہو اور شوہر فاسق و فاجر ہو تو کیا حکم ہے

جس گھر میں معتدہ عورت اپنی عدت کے ایام گزار رہی ہے وہ نہایت تنگ اور چھوٹا ہے، میاں بیوی اختلاط کے بغیر رہائش اختیار نہیں کر سکتے ہیں اور شوہر فاسق و فاجر ہو، حلال و حرام میں امتیاز نہیں کرتا ہے تو ایسی صورت میں مرد کا اس مکان سے باہر چلا جانا افضل اور بہتر ہے، کیوں کہ معتدہ کا تو اس گھر میں رہنا واجب ہے مرد کو اس گھر میں رہنا واجب نہیں ہے اس لیے مرد کو گھر چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ چلا جانا چاہیے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ مرد کو گھر سے باہر چلا جانا واجب ہے جیسا کہ کمال نے ذکر کیا ہے۔

زوجین کی نگرانی کے لیے قاضی کا کوئی ثقہ عورت کا متعین کرنا

صاحب البحرالرائق نے تلخیص الجامع سے نقل کیا ہے کہ قاضی مرد و عورت کو اختلاط سے بچانے کے لیے کوئی قابل اعتماد باوثوق عورت متعین کر دے جو دونوں کو خلط ملط سے روکے اور اس کا خرچ بیت المال سے ادا کیا جائے یعنی اس نگراں عورت کی تنخواہ قاضی صاحب بیت المال سے ادا کرے گا۔

اور المجتبیٰ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ دونوں کے درمیان پردہ اور آڑ کر دیا جائے اور اگر شوہر فاسق و فاجر ہو تو ایسی صورت میں ایک عورت متعین کر دی جائے تا کہ وہ دونوں کے درمیان حائل بنی رہے۔

عدت گزر جانے کے بعد دونوں کا ایک مکان میں رہنا

اور صاحب مجتبیٰ نے لکھا ہے کہ طلاق کی عدت گزر جانے کے بعد مرد و عورت دونوں ایک مکان میں قیام کر سکتے ہیں مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ دونوں آپس میں میاں بیوی کی طرح نہ ملتے ہوں، مثلاً سر اور ہاتھ عورت مرد کے سامنے برہنہ نہ کرتی ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ دونوں کے ایک مکان میں رہنے کی وجہ سے کوئی فتنہ کا خوف نہ ہو۔

شیخ الاسلام سے ایک سوال اور اس کا جواب

شیخ الاسلام سے کسی نے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ میاں بیوی جن کے درمیان طلاق وغیرہ سے تفریق واقع ہو چکی ہے اور

عدت بھی گزر چکی ہے اور دونوں ساٹھ ساٹھ کی عمر کے ہیں دونوں صاحب اولاد بھی ہیں اور ان کے لیے اولاد کا چھوڑنا بہت مشکل اور دشوار ترین ہے دونوں ایک ہی گھر میں رہتے ہیں مگر ایک فراش پر یکجا نہیں ہوتے ہیں اور نہ ہی دونوں آپس میں میاں بیوی کی طرح اختلاط کرتے ہیں تو کیا ان دونوں کا اس طرح ایک ساتھ قیام کرنا درست ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں درست ہے حضرت مصنفؒ نے بھی اسی جواب کو برقرار رکھا ہے۔

(أَبَانَهَا، أَوْ مَاتَ عَنْهَا فِي سَفَرٍ) وَلَوْ فِي مِصْرٍ (وَلَيْسَ بَيْنَهَا) وَبَيْنَ مِصْرِهَا مُدَّةُ سَفَرٍ رَجَعَتْ وَلَوْ بَيْنَ مِصْرِهَا مُدَّتُهُ وَبَيْنَ مَقْصِدِهَا أَقَلُّ مَضَتْ (وَإِنْ كَانَتْ تِلْكَ) أَيْ مُدَّةُ السَّفَرِ (مِنْ كُلِّ جَانِبٍ) مِنْهُمَا وَلَا يُعْتَبَرُ مَا فِي مَيْمَنَةٍ وَمَيْسَرَةٍ، فَإِنْ كَانَتْ فِي مَفَازَةٍ (خُيِّرَتْ) بَيْنَ رُجُوعٍ وَمُضِيٍّ (مَعَهَا وَلِيٌّ، أَوْ لَا فِي الصُّورَتَيْنِ، وَالْعَوْدُ أَحْمَدُ) لِتَعْتَدَّ فِي مَنْزِلِ الزَّوْجِ (وَ) لَكِنْ (إِنْ مَرَّتْ) بِمَا يَصْلُحُ لِلْإِقَامَةِ كَمَا فِي الْبَحْرِ وَغَيْرِهِ. زَادَ فِي النَّهْرِ: وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ مَقْصِدِهَا سَفَرٌ (أَوْ كَانَتْ فِي مِصْرٍ) أَوْ قَرْيَةٍ تَصْلُحُ لِلْإِقَامَةِ (تَعْتَدُّ ثَمَّةَ) إِنْ لَمْ تَجِدْ مَحْرَمًا اتِّفَاقًا، وَكَذَا إِنْ وَجَدَتْ عِنْدَ الْإِمَامِ (لَمْ تَخْرُجْ بِمَحْرَمٍ) إِنْ كَانَ (وَتَنْتَقِلُ الْمُعْتَدَّةُ) الْمُطَلَّقَةُ بِالْبَادِيَةِ فَتْحٌ (مَعَ أَهْلِ الْكَلَإِ) فِي مِحَفَّةٍ، أَوْ خَيْمَةٍ مَعَ زَوْجِهَا (إِنْ تَضَرَّرَتْ بِالْمُكْثِ فِي الْمَكَانِ) الَّذِي طَلَّقَهَا فِيهِ فَلَهُ أَنْ يَتَحَوَّلَ بِهَا وَإِلَّا لَا وَلَيْسَ لِلزَّوْجِ الْمُسَافَرَةُ بِالْمُعْتَدَّةِ وَلَوْ عَنْ رَجْعِيٍّ بَحْرٌ. (وَمُطَلَّقَةُ الرَّجْعِيِّ كَالْبَائِنِ) فِيمَا مَرَّ (غَيْرَ أَنَّهَا تُمْنَعُ مِنْ مُفَارَقَةِ زَوْجِهَا فِي) مُدَّةِ (سَفَرٍ) لِقِيَامِ الزَّوْجِيَّةِ. بِخِلَافِ الْمُبَانَةِ كَمَا مَرَّ. [فُرُوعٌ]: طَلَبَ مِنَ الْقَاضِي أَنْ يُسْكِنَهَا بِجِوَارِهِ لَا يُجِيبُهُ وَإِنَّمَا تَعْتَدُّ فِي مَسْكَنِ الْمُفَارَقَةِ ظَهِيرِيَّةٌ. قَبَّلَتْ ابْنَ زَوْجِهَا فَلَهَا السُّكْنَى لَا النَّفَقَةُ. تَاتَارْخَانِيَّةٌ لَا تُمْنَعُ مُعْتَدَّةُ نِكَاحٍ فَاسِدٍ مِنَ الْخُرُوجِ مُجْتَبَى. قُلْت: مَرَّ عَنِ الْبَزَّازِيَّةِ خِلَافُهُ، لَكِنْ فِي الْبَدَائِعِ لَهَا مَنْعُهَا لِتَحْصِينِ مَائِهِ كَكِتَابِيَّةٍ وَمَجْنُونَةٍ وَأُمِّ وَلَدٍ أَعْتَقَهَا فَلْيُحْفَظْ.

اگر عورت گھر سے باہر حالت سفر میں ہے تو عدت کہاں گزارے

شوہر نے بیوی کو طلاق بائن دے دی یا شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور بیوی باہر سفر میں ہے گھر پر موجود نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ اب وہ عورت عدت کہاں گزارے گی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس مقام میں ابھی عورت ہے اور اس کے گھر کے درمیان اگر اتنا فاصلہ ہے کہ تین دن سفر میں لگ جاتے ہیں یعنی سفر شرعی کی مسافت کی دوری پر عورت ہے تو اس صورت میں عورت کو اختیار ہے کہ گھر واپس لوٹ آئے اور عدت اپنے گھر میں گزارے، اور اگر چاہے تو وہیں عدت گزار لے جہاں پر

عورت مقیم ہے، اور اگر عدت مسافت شرعی کی مدت سے کم دوری پر ہے پھر عورت پر گھر آنا اور اپنے گھر پر عدت گزارنا ضروری اور واجب ہے اور ایک شکل یہ ہے کہ عورت اس وقت جہاں ہے اور اس منزل کے درمیان جہاں جارہی ہے تین دن کی مسافت ہے لیکن ابھی گھر قریب ہے اور منزل دور ہے تو گھر واپس آئے اور گھر میں عدت گزارے اور اگر منزل کے قریب پہنچ چکی ہے اور گھر دور ہے تو اس منزل کی جانب چلی جائے اور وہیں عدت گزارے جو جگہ زیادہ قریب ہوگی اسی کا اعتبار ہوگا۔

عورت اگر ابھی راستے ہی میں ہو اور طلاق مل جائے یا شوہر مر جائے تو کیا حکم ہے

اگر عورت ابھی راستہ ہی میں تھی کہ اس کو طلاق بائن مل گئی یا شوہر کا انتقال ہوگیا تو اب وہ اپنی عدت کے ایام کہاں گزارے آیا شوہر کے گھر واپس آجائے یا جہاں جارہی ہے وہاں چلی جائے، جس مقام پر حادثہ پیش آنے کا علم ہوا اس جگہ قیام کرلینا چاہیے؟ تو اس بارے میں مصنفؒ نے فرمایا کہ اگر جائے حادثہ سے دونوں جانب یمین وشمال یعنی گھر اور جہاں جارہی تھی اس کی مدت مسافت کو دیکھی جائے اور دونوں جانب مدت مسافت شرعی ہے تو اس صورت میں یہ دیکھا جائے کہ عورت کو یہ حادثہ جنگل میں پیش آیا یا کوئی شہر میں اگر حادثہ کے علم ہونے کی جگہ کوئی جنگل ہے تو اس صورت میں عورت کو اختیار ہے چاہے تو گھر لوٹ آئے اور اگر چاہے تو جہاں جارہی تھی وہاں چلی جائے اور اگر جائے حادثہ کی دائیں بائیں جانب کوئی شہر ہے اور حادثہ کے وقوع کا علم جنگل میں ہوا تو اس دائیں بائیں کا کوئی اعتبار نہیں ہے خواہ عورت کے ساتھ کوئی ولی محرم ہو یا نہ ہو، اور اگر گھر کی جانب مسافت، مسافت شرعی کی مقدار سے کم ہے تو عورت پر گھر واپس آنا واجب ہے خواہ اس کے ساتھ محرم ہو یا نہ ہو، اور دونوں جانب مسافت سفر کے برابر ہونے کی صورت میں عورت کا گھر واپس آجانا افضل اور بہتر ہے اور مستحب ہے کہ اپنے گھر میں عدت گزارے

درمیان راہ میں کوئی مقام قابل رہائش ہو تو عدت کہاں گزارے

عورت کو جس جگہ طلاق دینے کے متعلق علم ہوا یا شوہر کی وفات کا علم ہوا اس جگہ سے گھر جانے میں کسی ایسے مقام سے گزر ہو جہاں اس کے قیام اور عدت گزارنے کی سہولت موجود ہے یہ مقام خواہ گاؤں ہو یا شہر جنگل نہ ہو، اور صاحب النہر الفائق نے اس پر قید کا مزید اضافہ فرمایا ہے کہ اس مقام اور عورت کے گھر کے درمیان مدت مسافت شرعی ہو تو اس عورت کو اس مقام پر عدت گزار لینا چاہیے اور اگر سفر میں کوئی محرم نہ ہو تو بالاتفاق وہیں عدت گزارنا چاہیے، لیکن حضرات صاحبینؒ کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک گھر لوٹ آنا چاہیے اور عدت کے ایام پورے کرنے کے بعد پھر وہاں سے نکلے یعنی اپنے وطن جائے یا جہاں کا سفر کررہی تھی وہاں جائے اگر محرم ساتھ میں ہو اور اگر کوئی محرم شرعی ساتھ میں نہ ہو تو عورت کے لیے تین منزل یا اس سے زائد کا سفر کرنا تن تنہا جائز نہیں ہے، بلکہ حرام ہے، جب تک کہ کوئی آکر اس کو نہ لے جائے یا وہاں پر عورت کسی سے نکاح نہ کرلے۔

اگر مطلقہ معتدہ کی جائے عدت جنگل ہو تو کیا حکم ہے

جو عورت طلاق بائنہ کی عدت گزار رہی تھی تو اس کے لیے عدت گزارنے کی جگہ سے منتقل ہونا جائز ہے بشرطیکہ وہ جگہ جنگل میں ہو، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اس مسئلہ کو آپ اس طرح سمجھیے کہ طلاق دینے کا واقعہ ان لوگوں کو پیش آیا جو کسی آبادی میں مستقل رہنے کے بجائے جنگل جنگل اور قصبہ قصبہ چلتے پھرتے ہیں جہاں کوئی گھاس دانہ پانی ملا وہیں قیام کرلیا اور جب یہ چیزیں ختم ہوگئیں وہاں سے کوچ کر گئے اور دوسری جگہ قیام کرلیا، یہی ان کی زندگی کا دستور ہے اور طلاق دینے کا واقعہ انھیں لوگوں میں پیش آیا ہے تو حضرت شارح فرماتے ہیں کہ فتح القدیر میں لکھا ہے کہ معتدہ مطلقہ بائنہ اگر ان لوگوں میں سے ہو تو چارہ گھاس والے کے ساتھ اور خیمہ والوں کے ساتھ جگہ تبدیل کرسکتی ہے اپنے شوہر کے ساتھ لیکن عورت کے منتقل ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ جس جگہ یہ رہتی ہے شوہر کے منتقل ہونے کے بعد عورت کو کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو شوہر کی اجازت ہے کہ جب وہ اس قبہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو تو اپنے ساتھ بیوی کو بھی لے جائے اور اگر کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو پھر عورت اس جگہ عدت گزارے اور شوہر ساتھ نہ لے جائے۔

معتدہ عورت کو ساتھ میں سفر پہ لے جانا

شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے جائے جو عدت گزار رہی ہو اگرچہ طلاق رجعی ہی کی عدت کیوں نہ گزار رہی ہو، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے اور مطلقہ رجعیہ معتدہ کو سفر میں لے جانے کی ممانعت اس وجہ سے ہے سفر میں لے جانا رجعت ہے یعنی مطلقہ رجعیہ جو عدت گذار رہی تھی اگر اس کو سفر میں ساتھ لے گیا تو بیوی سے رجعت مانی جائے گی۔

مطلقہ رجعیہ عدت کہاں گزارے گی

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مطلقہ رجعیہ کا حکم وہی ہے جو مطلقہ بائنہ کا ہے، ان تمام صورتوں میں جو اوپر گزر چکی ہے مثلاً طلاق رجعی عورتوں کو اس حالت میں دی گئی کہ عورت سفر کی حالت میں تھی شوہر کے گھر سے اپنے والد کے گھر جارہی تھی تو اب اس کو عدت گزارنے کے لیے والد کے گھر جانا چاہیے یا شوہر کے گھر یا اسی مقام پر قیام کرلینا چاہیے جہاں طلاق کی خبر ملی ہے، مذکورہ تمام احکام میں طلاق بائن کے احکام کی طرح ہے اور اسی تفصیل کے ساتھ جو مطلقہ بائنہ کی عدت گزارنے کے تحت گزر چکی ہے۔

مطلقہ رجعیہ اور مطلقہ بائنہ کی عدتوں میں فرق

مطلقہ رجعیہ اور مطلقہ بائنہ کی عدت گزارنے میں فرق اتنا ہے کہ اگر شوہر نے بیوی کو جنگل میں طلاق دی ہے اور جنگل اور شوہر کے مکان کے درمیان یا اس مقام کے درمیان جہاں وہ جارہی تھی سفر شرعی کی مسافت کی دوری ہے تو اس صورت میں مطلقہ

رجعیہ کو اپنے شوہر سے جدا ہونے کی اجازت نہیں ہے بلکہ جہاں شوہر جائے وہیں ساتھ میں عورت بھی چلی جائے اس لیے کہ ابھی رشتۂ زوجیت برقرار ہے اس کے برخلاف مطلقہ بائنہ میں وہ عورت شوہر سے جدا ہو سکتی ہے کیوں کہ رشتۂ زوجیت طلاق بائنہ سے منقطع ہو چکا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

شوہر نے مطالبہ کیا بیوی عدت اس کے گھر گزارے تو کیا حکم ہے

شوہر نے بیوی کو طلاق دینے کے بعد قاضی سے یہ مطالبہ کیا کہ میری مطلقہ بیوی اس کے پڑوس میں عدت گزارے جب کہ وہ مکان اس مکان کے قریب واقع ہے جس میں طلاق دی گئی ہے تو قاضی اس کی درخواست کو منظور نہ کرے بلکہ قاضی عورت کو حکم دے گا کہ وہ اسی جگہ عدت گزارے جہاں اس کو طلاق دی گئی ہے اور فرقت واقع ہوئی جیسا کہ فتاویٰ ظہیریہ میں ہے۔

بیوی نے شوہر کے لڑکے کو بوسہ دیا تو کیا حکم ہے

اگر عورت نے اپنے شوہر کے لڑکے کو شہوت کے ساتھ بوسہ دے دیا اور اس کی وجہ سے ان دونوں میں تفریق واقع ہو گئی اور عورت کے ذمہ عدت گزارنا واجب ہو چکی تو اس صورت میں شوہر پر واجب ہے کہ عدت گزارنے کے لیے عورت کو مکان دے مگر نان ونفقہ یعنی عدت کا خرچہ دینا واجب نہیں ہے جیسا کہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے۔

معتدۂ نکاح فاسد کو خروج من البیت سے روکنا

مرد نے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا تھا پھر بعد میں ان کے درمیان تفریق واقع ہو گئی اور عدت کے ایام گزارنا اس پر واجب ہو گئی تو وہ اپنے گھر سے نکلنے سے روک نہیں سکتا ہے بلکہ عورت باہر نکل سکتی ہے جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ بزازیہ کے حوالہ سے سابق میں اس کے برخلاف مسئلہ گزر چکا ہے لیکن بدائع الصنائع میں مذکور ہے کہ اگر عورت کا نکاح فاسد ہوا اور تفریق واقع ہو گئی تو شوہر فاسد اس کو گھر سے باہر نکلنے سے روک سکتا ہے تا کہ وہ اپنے نطفہ کی حفاظت کر سکے، جس طرح کہ نطفہ کی حفاظت کی غرض سے شوہر اپنی مجنونہ بیوی، کتابیہ بیوی اور اس ام ولد کو جس کو اس کے آقا نے آزاد کر دیا ہے روک سکتا ہے، لہٰذا اس مسئلہ کو یاد کر لو۔

☆☆☆

فَصْلٌ فِی ثُبُوتِ النَّسَبِ

یہ فصل نسب کے ثبوت کے بیان میں ہے

جب مصنفؒ مختلف قسموں کے معتدہ کے احکام کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب معتدہ عورتوں کے لیے جو چیز لازم ہے اس کو ذکر کر رہے ہیں یعنی بچے کے نسب کا ثبوت یہ گویا کہ مصنفؒ اس فصل میں نسب کے ثبوت کے متعلق تمام احکام و مسائل کو بیان کریں گے چناں چہ فرماتے ہیں:

(أَكْثَرُ مُدَّةِ الْحَمْلِ سَنَتَانِ) لِخَبَرِ عَائِشَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - كَمَا مَرَّ فِي الرَّضَاعِ، وَعِنْدَ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ أَرْبَعُ سِنِينَ (وَأَقَلُّهَا سِتَّةُ أَشْهُرٍ) إجْمَاعًا (فَيَثْبُتُ نَسَبُ) وَلَدِ (مُعْتَدَّةِ الرَّجْعِيِّ) وَلَوْ بِالْأَشْهُرِ لِإِيَاسِهَا بَدَائِعُ، وَفَاسِدُ النِّكَاحِ فِي ذَلِكَ كَصَحِيحِهِ قُهُسْتَانِيٌّ. (وَإِنْ وَلَدَتْ لِأَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ) وَلَوْ لِعِشْرِينَ سَنَةً فَأَكْثَرَ لِاحْتِمَالِ امْتِدَادِ طُهْرِهَا وَعُلُوقِهَا فِي الْعِدَّةِ (مَا لَمْ تُقِرَّ بِمُضِيِّ الْعِدَّةِ) وَالْمُدَّةُ تَحْتَمِلُهُ (وَكَانَتْ) الْوِلَادَةُ (رَجْعَةً) لَوْ (فِي الْأَكْثَرِ مِنْهُمَا) أَوْ لِتَمَامِهِمَا لِعُلُوقِهَا فِي الْعِدَّةِ (لَا فِي الْأَقَلِّ) لِلشَّكِّ وَإِنْ ثَبَتَ نَسَبُهُ (كَمَا) يَثْبُتُ بِلَا دَعْوَةٍ احْتِيَاطًا (فِي مَبْتُوتَةٍ جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْهُمَا) مِنْ وَقْتِ الطَّلَاقِ لِجَوَازِ وُجُودِهِ وَقْتَهُ وَلَمْ تُقِرَّ بِمُضِيِّهَا كَمَا مَرَّ (وَلَوْ لِتَمَامِهَا لَا) يَثْبُتُ النَّسَبُ، وَقِيلَ يَثْبُتُ لِتَصَوُّرِ الْعُلُوقِ فِي حَالِ الطَّلَاقِ، وَزَعَمَ فِي الْجَوْهَرَةِ أَنَّهُ الصَّوَابُ (إلَّا بِدَعْوَتِهِ) لِأَنَّهُ الْتَزَمَهُ، وَهِيَ شُبْهَةُ عَقْدٍ أَيْضًا، وَإِلَّا إذَا وَلَدَتْ تَوْأَمَيْنِ أَحَدُهُمَا لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ وَالْآخَرُ لِأَكْثَرَ. وَإِلَّا إذَا مَلَكَهَا فَيَثْبُتُ إنْ وَلَدَتْهُ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ يَوْمِ الشِّرَاءِ وَلَوْ لِأَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ مِنْ وَقْتِ الطَّلَاقِ وَكَالطَّلَاقِ سَائِرُ أَسْبَابِ الْفُرْقَةِ بَدَائِعُ، لَكِنْ فِي الْقُهُسْتَانِيِّ عَنْ شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ أَنَّ الدَّعْوَةَ مَشْرُوطَةٌ فِي الْوِلَادَةِ لِأَكْثَرَ مِنْهُمَا (وَإِنْ لَمْ تُصَدِّقْهُ) الْمَرْأَةُ (لَا فِي رِوَايَةٍ) وَهِيَ الْأَوْجَهُ فَتْحٌ.

اکثر مدت حمل اور اس کی دلیل

مدت حمل کی اکثر مدت دو سال کی ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس روایت کی وجہ سے جو باب الرضاع میں گزر چکی ہے اور حضرات ائمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام شافعیؒ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اکثر مدت حمل چار سال ہے۔

دار قطنی کی روایت

اکثر مدت حمل دو سال کے متعلق امام دار قطنی نے عبداللہ بن مبارک کی سند سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت

نقل فرمائی ہے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حمل دو سال سے زیادہ پیٹ میں نہیں ٹھہر سکتا ہے مغزل کے سایہ کے گردش کی طرح، اس روایت میں کمال سرعت کی جانب اشارہ کیا گیا ہے مگر یہ روایت ایک اثر ہے مرفوع متصل نہیں ہے، لیکن چوں کہ مسئلہ مدت کی تعیین کا ہے جو غیر مدرک بالقیاس ہے اس میں عقل واجتہاد کی گنجائش نہیں ہے ساعت پر موقوف ہے اس لیے یقیناً حضرت عائشہ نے رسول اکرم ﷺ سے سننے کے بعد ہی ارشاد فرمایا ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل بیہقی کی روایت ہے

حضرت امام بیہقیؒ نے حضرت ولید بن مسلم سے روایت نقل کی ہے کہ میں حضرت عائشہؓ کی حدیث کو میں نے امام مالک کے سامنے ذکر کیا، تو حضرت امام مالکؒ نے جواب میں فرمایا: سبحان اللہ. دیکھو محمد بن عجلان کی بیوی بارہ برس میں تین مرتبہ جنی ہے، ہر لڑکا چار برس میں گویا مدت حمل دو برس سے بڑھ کر چار برس بھی ہو سکتی ہے مگر حضرت امام مالکؒ کا یہ استدلال بالکل صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ واقعہ روایت کے معارض نہیں ہو سکتا ہے، نیز پیٹ کا پھول جانا، یا پیٹ کا بڑھ جانا اور حیض کا بند ہونا حمل کی دلیل نہیں بن سکتا ہے اس لیے کہ حیض تو کئی کئی سال بند ہو سکتا ہے اور جہاں تک معاملہ رہا پیٹ پھولنے کا تو اجتماع ریاح، یا دوسرے فاسد مادّے کے جمع ہونے کی وجہ سے بھی پیٹ پھول جاتا ہے اور حمل ہی کی طرح پیٹ میں حرکت بھی ہو جاتا ہے حالاں کہ وہ حمل نہیں ہوتا ہے۔

مدت حمل کی کم سے کم مقدار شرعی

اور حمل کی کم از کم مدت بالاتفاق چھ ماہ ہے اس میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے چھ ماہ سے کم مدت میں ولادت نہیں ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے: وحمله وفصاله ثلاثون شهرا یعنی حمل اور اس کی جدائی مدت تیس ماہ ہے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حمل اور فصال کو ایک سال ذکر کیا ہے اور ان کی مدت کو الگ الگ تفصیل سے نہیں ذکر فرمایا ہے دوسری آیت میں فصال کی مدت دو سال قرار دیا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ حمل کی اقل مدت چھ ماہ ہے۔

معتدہ رجعیہ کے بچے کے نسب کا ثبوت

اگر عورت طلاق رجعی کی عدت میں تھی اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب طلاق دینے والے سے ثابت ہو جائے گا اگرچہ عورت آئیسہ ہونے کی وجہ سے طلاق رجعی کی عدت مہینوں سے کیوں نہ گزار رہی ہو جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے۔

ثبوت نسب کے باب میں نکاح فاسد نکاح صحیح کے درجہ میں ہے

شارح فرماتے ہیں کہ ثبوت نسب کے معاملہ میں نکاح فاسدہ نکاح صحیح کے درجہ میں ہے یعنی جس طرح نکاح صحیح کی وجہ

سے اگر بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوتا ہے اسی طرح اگر نکاح فاسد سے بچہ پیدا ہو گیا تو وہ بھی ثابت النسب ہوگا جیسا کہ قہستانی میں ہے۔

معتدہ رجعیہ کے بچے کا نسب کب تک شوہر سے ثابت ہوگا

معتدہ رجعیہ اگر بچہ جنے تو اس کا نسب طلاق دینے والے سے ثابت ہوگا اگرچہ معتدہ رجعیہ دو سال سے زائد عرصہ کے بعد کیوں نہ بچہ جنی ہو، پھر بھی نسب ہو جائے گا کیوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ طہر کی مدت دراز ہو گئی ہو اور حمل دوران عدت قرار پایا ہو، اگر معتدہ رجعیہ بیس سال بعد بھی بچہ جنے تو بھی اسی سے نسب ثابت ہوگا کیوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ عورت کو اٹھارہ برس تک مسلسل طہر رہا ہو، حیض بالکل نہ آیا ہو تو اس کی عدت اب تک برقرار ہے پھر عدت میں شوہر نے وطی کر لی اور عورت کو حمل ٹھہر گیا اور دو برس میں بچہ پیدا ہو گیا تو یہ بچہ ثابت النسب ہوگا یعنی طلاق دینے والے شوہر کا شمار ہوگا جب تک کہ عورت نے عدت پوری ہونے کا اقرار نہ کیا ہو، اور مدت انقضائے عدت کا احتمال رکھتی ہو۔

دو سال یا اس سے زائد میں بچہ جنے تو کیا حکم ہے

مطلقہ رجعیہ اگر دو سال یا اس سے زائد میں بچہ جنی تو یہ ولادت مطلقہ کے حق میں رجعت شمار کی جائے گی اور یہ سمجھا جائے گا کہ یہ حمل مطلقہ رجعیہ کو عدت کے دوران قرار پایا ہے اور عدت میں شوہر اس سے وطی کر چکا تھا۔

دو سال سے کم مدت میں بچہ جنی تو کیا حکم ہے

وہ عورت جو طلاق رجعی کی عدت گزار رہی تھی دو سال سے کم مدت میں بچہ جنی تو ولادت سے رجعت شمار نہ ہوگی اگرچہ ولد کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا کیوں کہ اس میں یہ شک ہے کہ اس کا نطفہ دوران عدت قرار پایا ہے یا طلاق دینے سے پہلے ہی قرار پا چکا تھا اور دو سال سے زائد مدت میں بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ بعد طلاق بوقت عدت یہ نطفہ قرار پایا۔

مبتوتہ عورت کے بچے کے نسب کا ثبوت

جس عورت سے شوہر نے خلع کر لیا یا اس کو طلاق بائن دے دی، یا تین طلاقیں دے دی، اور اس سے وطی کر چکا تھا تو اس کو مبتوتہ کہا جاتا ہے چناں چہ اگر اس عورت کو طلاق دینے کے وقت سے دو سال سے کم مدت میں بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا کیوں کہ اس بات کا امکان ہے کہ طلاق دینے کے وقت بچہ عورت کے پیٹ میں پہلے ہی سے ہو اور اس صورت میں ثبوت نسب کے لیے شوہر کے دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بغیر دعویٰ کے احتیاطاً نسب ثابت ہو جائے گا، بشرطیکہ عورت انقضائے عدت کا اقرار نہ کر چکی ہو، اگر عورت عدت کے گزر جانے کا اقرار کر لیا ہے اس کے بعد دو سال سے کم

مدت میں بچہ پیدا ہوا تو اس صورت میں اس بچہ کا نسب شوہر سے ثابت نہیں ہوگا البتہ اگر انقضائے عدت کے اقرار کے بعد چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہوگا اور عورت کی شرعاً تکذیب کی جائے گی مگر یہ حکم صرف مبتوتہ عورت کے لیے خاص ہے اور اگر عورت مدخولہ نہ ہو اور جدائی کے وقت سے چھ ماہ یا اس سے زائد میں بچہ جنی ہے تو اس صورت میں بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا، چھ ماہ سے کم مدت میں جنی ہے تو نسب ثابت پورا ہوگا جیسا کہ برزجندیہ میں ہے اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اگر غیر مدخولہ بیوی کے وقت نکاح سے چھ ماہ مکمل ہونے کے بعد بچے جنے تو نسب ثابت ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۲۳۲)

مبتوتہ عورت پورے دو سال کے بعد بچہ جنے تو کیا حکم ہے

جس عورت سے شوہر نے خلع کرلیا یا اس کو طلاق بائن دے دی ہے اگر وہ دو سال پورا ہونے کے بعد بچہ جنی تو اس بچہ کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا مگر یہ قدوری کی روایت ہے اور نسب ثابت نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر نسب ثابت ہوا تو لازم آئے گا کہ طلاق سے قبل کا حمل ہے اور اگر طلاق سے قبل حمل مان لیا جائے تو مدت حمل دو سال سے زیادہ ہو جاتی ہے حالاں کہ حمل کی مدت دو سال سے زیادہ نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ بچہ طلاق کے بعد کا ہے لہٰذا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

مبتوتہ عورت کے بچے کے نسب کے ثبوت کے متعلق قول ثانی •

مبتوتہ عورت کے بچے کے نسب کے بارے میں دوسرا قول یہ بھی ہے اگر پورے دو سال میں بچہ پیدا ہوا ہے تب بھی نسب ثابت ہوگا اس لیے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ علوق بحالت طلاق قرار پایا ہو، اور رشتہ زوجیت کے زائل ہونے سے پہلے کا حمل ہو یہی مذہب قاضی خاں کا ہے اور مصنفؒ جوہرہ نے اسی قول کو صواب قرار دیا ہے۔

اگر شوہر مبتوتہ کے لڑکے کے نسب کا خود ہی مدعی ہو

اگر مبتوتہ عورت سے بچہ پورے دو سال میں پیدا ہوا تو اس کا نسب شوہر سے ثابت نہیں ہوگا البتہ اگر شوہر خود ہی بچہ کے نسب کا دعویٰ کردے تو اس صورت میں نسب ثابت مان لیا جائے گا، اس لیے کہ شوہر نے خود ہی اقرار کرلیا ہے اور اس کو لازم کرلیا ہے اور ابھی نکاح کا شبہ بھی موجود ہے، علامہ زیلعیؒ نے اس مقام پر ایک اعتراض کیا ہے مبتوتہ عورت کے ساتھ عدت میں وطی ہونے کا شبہ درحقیقت شبہ بالفعل ہے اور شبہ بالفعل سے نسب ثابت نہیں ہوتا ہے، تو محض شوہر کے دعویٰ کرنے سے نسب کیوں کر ثابت ہوسکتا ہے؟

علامہ زیلعیؒ کے مذکورہ بالا اعتراض کا جواب صاحب البحر الرائق نے یہ دیا ہے کہ یہاں صرف شبہۃ الفعل نہیں ہے بلکہ شبہۃ العقد بھی ہے یعنی عقد نکاح کا شبہ بھی باقی ہے اس لیے دعویٰ کرنے سے بچہ کا نسب ہو جائے گا۔

مبتوتہ عورت کے بچے کے نسب کے ثبوت کی صورت

اگر مبتوتہ عورت نے دو برس میں بچہ جنا تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا شریعت کا قاعدہ یہی ہے لیکن اگر مبتوتہ عورت نے دو جوڑواں بچے جنے ہوں جن میں ایک بچہ دو سال کی مدت سے کم میں جنی ہو اور دوسرا بچہ دو برس سے زائد میں جنی ہو تو اس صورت میں نسب ثابت ہو جائے گا مثال کے طور پر پہلا بچہ بائیس ماہ میں جنی ہو، اور دوسرا بچہ ستائیس ماہ میں جنی، تو دونوں بچے ثابت النسب ہوں گے پہلا بچہ تو دعویٰ نسب کے بغیر ثابت النسب ہے اور دوسرا بچہ بھی بغیر دعویٰ زوج کے ثابت النسب ہوگا کیوں کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

یہ مسئلہ تو بالکل طے شدہ ہے کہ مبتوتہ عورت کے بطن سے دو سال میں پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب نہیں ہوگا مگر اس صورت میں زوج اس مبتوتہ عورت کا مالک بن جائے مثال کے طور پر یہ مبتوتہ منکوحہ باندی تھی شوہر نے اس کو طلاق بائنہ دے دی تھی، پھر اس کو خرید لیا تو اس صورت میں شوہر کے دعویٰ کئے بغیر اس بچہ کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ خریدنے کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ جنی یا طلاق کے وقت سے دو سال کے بعد بچہ جنی ہے، بہر صورت بچہ ثابت النسب ہوگا۔

فرقت کے تمام اسباب طلاق بائن کے حکم میں

شارح فرماتے ہیں کہ فرقت کے تمام اسباب طلاق بائن کے حکم میں ہے مثلاً زوجہ صغیرہ تھی اس کو خیار بلوغ حاصل ہو گیا یا باندی تھی آزادی مل جانے کی وجہ سے خیار عتق حاصل ہو گیا زوجہ کا نکاح غیر کفو میں ہو گیا بعد میں جب عورت کو معلوم ہوا تو اس کو خیار کفو مل گیا، شوہر مرتد ہو گیا اس کی وجہ سے خیار ارتداد حاصل ہو گیا ان تمام اسباب کی وجہ سے زوجین میں تفریق واقع ہو جاتی ہے اور جو حکم طلاق بائن کا ہے وہی حکم ان کا بھی ہے ثبوت نسب اور عدم ثبوت نسب کے باب میں پوری وہی تفصیل ہے۔

ثبوت نسب کے سلسلہ میں علامہ قہستانی کی رائے گرامی

لیکن ثبوت نسب اور عدم ثبوت نسب کے متعلق علامہ قہستانی نے شرح الطحاوی کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ نسب کے ثابت ہونے کے لیے شوہر کا دعویٰ کرنا شرط ہے۔ بشرطیکہ بچہ دو سال سے زائد مدت تولد ہوا ہو، اور اگر پورے دو سال میں پیدا ہوا تو شوہر کے دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بغیر دعویٰ کے بھی نسب ہو جائے گا، بشرطیکہ بیوی اس کی تصدیق کرے اور اگر بیوی تصدیق نہیں کرتی ہے تو اس صورت میں دعویٰ نسب شرط ہے یہی صحیح ہے۔

(وَ) يَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ الْمُطَلَّقَةِ وَلَوْ رَجْعِيًّا (الْمُرَاهِقَةِ وَالْمَدْخُولِ بِهَا) وَكَذَا غَيْرُ الْمَدْخُولَةِ (إِنْ وَلَدَتْ لِأَقَلَّ) مِنَ الْأَقَلِّ غَيْرِ الْمُقِرَّةِ بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا، وَكَذَا الْمُقِرَّةُ إِنْ وَلَدَتْ لِذَلِكَ مِنْ وَقْتِ

الْإِقْرَارِ إِذَا لَمْ تَدَّعِ حَبَلًا، فَلَوْ ادَّعَتْهُ فَكَبَالِغَةٍ لِأَقَلَّ مِنْ تِسْعَةِ أَشْهُرٍ مُذْ طَلَّقَهَا لِكَوْنِ الْعُلُوقِ فِي الْعِدَّةِ (وَإِلَّا لَا) لِكَوْنِهِ بَعْدَهَا، لِأَنَّهَا لِصِغَرِهَا يُجْعَلُ سُكُوتُهَا كَالْإِقْرَارِ بِمُضِيِّ عِدَّتِهَا. (فَلَوْ ادَّعَتْ حَبَلًا فَهِيَ كَكَبِيرَةٍ) فِي بَعْضِ الْأَحْكَامِ (لِاعْتِرَافِهَا بِالْبُلُوغِ) . (وَ) يَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ مُعْتَدَّةِ (الْمَوْتِ لِأَقَلَّ مِنْهُمَا مِنْ وَقْتِهِ) أَيْ الْمَوْتِ (إِذَا كَانَتْ كَبِيرَةً وَلَوْ غَيْرَ مَدْخُولٍ بِهَا) أَمَّا الصَّغِيرَةُ، فَإِنْ وَلَدَتْ لِأَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ أَشْهُرٍ وَعَشَرَةِ أَيَّامٍ ثَبَتَ وَإِلَّا لَا. وَلَوْ أَقَرَّتْ بِمُضِيِّهَا بَعْدَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرٍ فَوَلَدَتْهُ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ لَمْ يَثْبُتْ. وَأَمَّا الْآيِسَةُ فَكَحَائِضٍ لِأَنَّ عِدَّةَ الْمَوْتِ بِالْأَشْهُرِ لِلْكُلِّ. إِلَّا الْحَامِلَ زَيْلَعِيٌّ. (وَإِنْ وَلَدَتْهُ لِأَكْثَرَ مِنْهُمَا) مِنْ وَقْتِهِ (لَا) يَثْبُتُ بَدَائِعُ، وَلَوْ لَهُمَا فَكَالْأَكْثَرِ بَحْرٌ بَحْثًا (وَ) كَذَا (الْمُقِرَّةُ بِمُضِيِّهَا) لَوْ (لِأَقَلَّ مِنْ أَقَلِّ مُدَّتِهِ مِنْ وَقْتِ الْإِقْرَارِ) وَلِأَقَلَّ مِنْ أَكْثَرِهَا مِنْ وَقْتِ الْبَتِّ لِلتَّيَقُّنِ بِكَذِبِهَا (وَإِلَّا لَا) يَثْبُتُ، لِاحْتِمَالِ حُدُوثِهِ بَعْدَ الْإِقْرَارِ. (وَ) يَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ (الْمُعْتَدَّةِ) بِمَوْتٍ، أَوْ طَلَاقٍ (إِنْ جُحِدَتْ وِلَادَتُهَا بِحُجَّةٍ تَامَّةٍ) وَاكْتَفَيَا بِالْقَابِلَةِ، قِيلَ: وَبِرَجُلٍ (أَوْ حَبَلٍ ظَاهِرٍ) وَهَلْ تَكْفِي الشَّهَادَةُ بِكَوْنِهِ كَانَ ظَاهِرًا؟ فِي الْبَحْرِ بَحْثًا نَعَمْ (أَوْ إِقْرَارِ) الزَّوْجِ (بِهِ) بِالْحَبَلِ، وَلَوْ أُنْكِرَ تَعْيِينُهُ تَكْفِي شَهَادَةُ الْقَابِلَةِ إِجْمَاعًا كَمَا تَكْفِي فِي مُعْتَدَّةٍ رَجْعِيٍّ وَلَدَتْ لِأَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ. لَا لِأَقَلَّ (أَوْ تَصْدِيقِ) بَعْضِ (الْوَرَثَةِ) فَيَثْبُتُ فِي حَقِّ الْمُقِرِّينَ (وَ) إِنَّمَا (يَثْبُتُ النَّسَبُ فِي حَقِّ غَيْرِهِمْ) حَتَّى النَّاسِ كَافَّةً (إِنْ تَمَّ نِصَابُ الشَّهَادَةِ بِهِمْ) بِأَنْ شَهِدَ مَعَ الْمُقِرِّ رَجُلٌ آخَرُ، وَكَذَا لَوْ صَدَّقَ الْمُقِرَّ عَلَيْهِ الْوَرَثَةُ وَهُمْ مِنْ أَهْلِ التَّصْدِيقِ فَيَثْبُتُ النَّسَبُ وَلَا يَنْفَعُ الرُّجُوعُ (وَإِلَّا) يَتِمَّ نِصَابُهَا (لَا) يُشَارِكُ الْمُكَذِّبِينَ، وَهَلْ يُشْتَرَطُ لَفْظُ الشَّهَادَةِ وَمَجْلِسُ الْحُكْمِ؟ الْأَصَحُّ لَا، نَظَرًا لِشِبْهِ الْإِقْرَارِ، وَشَرَطُوا الْعَدَدَ نَظَرًا لِشِبْهِ الشَّهَادَةِ. وَنَقَلَ الْمُصَنِّفُ عَنْ الزَّيْلَعِيِّ مَا يُفِيدُ اشْتِرَاطَ الْعَدَالَةِ، ثُمَّ قَالَ: فَقَوْلُ شَيْخِنَا وَيَنْبَغِي أَنْ لَا تُشْتَرَطَ الْعَدَالَةُ مِمَّا لَا يَنْبَغِي. قُلْت: وَفِيهِ أَنَّهُ كَيْفَ تُشْتَرَطُ الْعَدَالَةُ فِي الْمُقِرِّ، اللَّهُمَّ إِلَّا أَنْ يُقَالَ لِأَجْلِ السِّرَايَةِ فَتَأَمَّلْ، وَلْيُرَاجَعْ.

مراہقہ سے تولد ہونے والے بچے کا نسب

ایک مراہقہ لڑکی نکاح میں تھی شوہر نے اس کو طلاق دے دی خواہ طلاق رجعی کیوں نہ ہو، اس مراہقہ لڑکی نے ایک بچہ جنا تو اس بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہو جائے گا خواہ مراہقہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخولہ بہا، بشرطیکہ مدت حمل سے کم میں بچہ جنی ہو۔

اقل مدت حمل اور مراہقہ کی عمر

حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اور کمتر مدت ساڑھے پانچ ماہ ہے اور ایک روایت کے مطابق صرف پانچ ماہ اقل ترین مدت ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مراہقہ سے کم سے کم مدت میں بچہ پیدا ہوا تو ثابت النسب ہوگا اور مراہقہ اس لڑکی کو کہتے ہیں جس کی عمر اس حد تک پہنچ گئی ہو کہ اس سے وطی کی جاسکتی ہے مگر بلوغ کی علامتیں ظاہر نہ ہوئی ہوں مثلاً نو دس برس کی عمر ہو، مگر نو برس سے کم عمر کی لڑکی سے حمل متصور نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس میں نطفہ نہیں ہوتا ہے۔

مراہقہ لڑکی عدت کے ختم ہونے کا اقرار نہ کرے تو کیا حکم ہے

ایک اس مراہقہ لڑکی کا بچہ پیدا ہوا جس نے اپنی عدت کے گزرنے کا اقرار نہ کیا ہو تو اس صورت میں بھی اس بچہ کا نسب زوج سے ثابت ہوگا اسی طرح جس مراہقہ لڑکی نے اپنی عدت کے گزرنے کا اقرار کیا ہے اور بچہ اقرار کی مدت سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا تو اس صورت میں بھی بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ مراہقہ نے اپنے حمل کا دعویٰ نہ کیا ہو، اگر اس نے حمل کا دعویٰ کیا تھا تو اس کا حکم وہی ہے جو بالغہ عورت کا ہے۔

مراہقہ غیر مقرہ نو ماہ سے کم میں بچہ جنے تو کیا حکم ہے

وہ مراہقہ لڑکی جس نے حمل کا اقرار نہیں کیا ہے اور اسکا بچہ پیدا ہو گیا ہے تو اس کے بچے کا نسب ثابت ہے جب کہ طلاق دینے کے وقت سے نو ماہ کی مدت سے کم میں اس نے بچہ جنا ہو اس صورت میں یہ مان لیا جائے گا کہ عورت کو حمل بحالت نکاح قرار پایا تھا یا عدت کی حالت میں حمل قرار پایا تھا لہٰذا بچہ ثابت النسب ہوگا لیکن اگر بچہ پورے نو ماہ مکمل ہونے پر یا نو ماہ کی مدت سے زائد میں پیدا ہوا تو بچہ ثابت النسب نہیں ہوگا، کیوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ بچہ پیٹ میں عدت گزر جانے کے بعد قرار پایا ہو، اور اس کی دلیل یہ ہے لڑکی ابھی مراہقہ ہے کم عمر ہے اس لیے اس کا سکوت قابل اعتبار ہے، لہٰذا اس کا سکوت انقضائے عدت کے قائم مقام قرار دے دیا جائے گا۔

اگر مراہقہ حمل کا دعویٰ کرے تو کیا حکم

چناں چہ اگر مراہقہ لڑکی حمل کا دعویٰ کرے تو وہ بعض احکام میں بالغہ کی طرح ہے کیوں کہ اس نے حمل کا دعویٰ کر کے بلوغ کا اعتراف کرلیا ہے۔ چناں چہ صاحب البحر الرائق نے لکھا ہے کہ اگر مراہقہ نے حمل کا دعویٰ طلاق بائن میں کیا ہے اس کے بعد سال سے کم مدت میں ولادت ہوئی اور اگر طلاق رجعی ہوئی تھی تو ستائیس ماہ سے کم مدت میں ولادت ہوئی تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۲۳۵)

معتدۃ الوفات کے بچے کے نسب کا ثبوت

اگر معتدۃ الوفات عورت دو سال سے کم مدت میں بچہ جنی تو اس کا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ عورت بالغہ ہو اگر چہ وہ مدخول بہا نہ ہو، کیوں کہ نسب کا ثبوت عقد فراش پر موقوف ہے اور وہ یہاں موجود ہے دخول اور اجتماع زوجین پر ثبوت نسب موقوف نہیں ہے۔

اگر صغیرہ عدت وفات میں بچہ جنے تو کیا حکم ہے

اگر معتدہ عورت صغیرہ نابالغہ ہو اور وہ دس ماہ دس دن سے کم مدت میں بچہ جنے تو اس کے بچے کا نسب مرنے والے شخص سے ثابت ہوگا کیوں کہ دس ماہ دس دن سے کم مدت میں بچہ تولد ہونے کا صاف مطلب یہ ہے کہ عدت گزرنے سے قبل ہی حمل موجود تھا اس لیے کہ چار ماہ دس دن عدت وفات کے ہو گئے اور باقی چھ ماہ اقل مدت حمل کے ہیں لیکن اگر دس ماہ دس دن مکمل ہو جانے کے بعد ولادت ہوئی تو بچہ ثابت النسب نہیں ہوگا کیوں کہ حمل عدت گزر جانے کے بعد رونما ہوا ہے۔

چار ماہ دس دن کے بعد عدت گزرنے کا اقرار کیا

اگر عورت نے چار ماہ دس دن کے بعد عدت گزرنے کا اقرار کیا پھر اس کے بعد چھ ماہ کی مدت میں بچہ تولد ہوا تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور عدت الوفات میں آئسہ عورت، حائضہ عورت کے برابر ہے، اس لیے کہ عدت وفات جملہ عورتوں کے حق میں مہینوں کے اعتبار سے شمار ہوتی ہے البتہ حاملہ عورت اس سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ اس کو زیلعیؒ نے ذکر کیا ہے۔

معتدۂ وفات دو برس سے زائد میں بچہ جنے تو کیا حکم

معتدۂ وفات اپنے شوہر کی وفات کے دو سال سے زائد مدت میں بچہ جنی ہے تو اس بچہ کا نسب مرنے والے شوہر سے ثابت نہ ہوگا جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے اور اگر معتدہ وفات پورے دو سال کی مدت میں بچہ جنی ہے تو اس کا حکم بھی یہی ہے یعنی نسب کا ثبوت نہ ہوگا جیسا کہ اس کو صاحب البحر الرائق نے بحث کرتے ہوئے البحر الرائق میں لکھا ہے۔

معتدۂ وفات نے مضی عدت اقرار کر لیا تو کیا حکم ہے

اسی طرح اس عورت کے بچے کا نسب ثابت ہوگا جس نے مضی عدت کا اقرار کر لیا ہو اور بچہ اقرار کے وقت کی مدت سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا ہو، یا دونوں میں تفریق واقع ہونے کی وقت سے دو سال سے کم مدت میں بچہ جنی تو اس صورت میں بھی بچہ کا نسب ہوگا، کیوں کہ عورت کے جھوٹی ہونے کا یقین ہو گیا مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اقرار کرنے کے وقت چھ ماہ یا پانچ ماہ میں بچہ جنے جس سے معلوم ہوا کہ اس کے پیٹ میں حمل تھا مگر اس نے عدت کے گزرنے کا جو اقرار کیا وہ غلط ہے اس لیے کہ چھ ماہ سے کم مدت میں ولادت نہیں ہے اور یہاں چار پانچ ماہ میں بچہ پیدا ہوا جو اس بات کی دلیل ہے عورت کے پیٹ میں حمل تھا

اس نے انقضائے عدت کا اقرار غلط کر لیا تھا۔

اگر پورے چھ ماہ میں بچہ تولد ہوا تو کیا حکم ہے

معتدہ عورت نے اپنی عدت کے گزرنے کا اقرار کر لیا اس کے بعد مکمل چھ ماہ میں بچہ تولد ہوا تو اس صورت میں بچہ ثابت النسب نہ ہوگا اسی طرح اگر تفریق کے وقت سے پورے دو سال سے زائد مدت میں اس عورت نے بچہ جنا تو اس کا نسب بھی ثابت نہ ہوگا، اس لیے کہ یہاں اس بات کا احتمال ہے کہ قرار حمل کا اقرار عدت کے ختم ہونے کے بعد ہوا ہو، اس لیے کہ دو سال سے زائد کی مدت میں ولادت ہونا اس کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔

معتدۂ وفات اور معتدۂ طلاق کے بچے کا ثبوت نسب

جو عورت اپنے شوہر کی وفات کی عدت یا طلاق کی عدت گزار رہی ہو اس نے بچہ جنا، اس کے بعد اس بچے کا اس کے طلاق دینے والے شوہر نے انکار کر دیا یا متوفی کے وارثوں نے اس بچہ کا انکار کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ یہ اس عورت نے بچہ نہیں جنا اور ادھر معتدہ دعویٰ کر رہی ہے کہ بچہ اس نے جنا ہے تو اس صورت میں بچے کے نسب کا ثبوت دلیل وحجت سے ہوگا یعنی دو مرد گواہی دیں کہ اس نے بچہ جنا ہے یا پھر ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں تو اس صورت میں بچہ ثابت النسب ہوگا حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور اس بارے میں حضرات صاحبینؒ کی رائے گرامی یہ ہے کہ اگر دایہ ولادت کی گواہی دے تب بھی نسب ثابت ہوگا اور اس بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ صرف ایک مرد کی شہادت بھی ثبوت نسب کے لیے کافی ہے۔

یا پھر معتدۂ وفات یا معتدۂ طلاق کا حمل ظاہر ہو تب نسب ثابت ہوگا اور حمل کے ظاہر ہونے سے مراد یہ ہے کہ بچہ چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا ہو اور اس بارے میں شیخ قاسم نے کہا کہ حمل کے ظاہر ہونے سے مراد یہ ہے کہ حمل کی نشانیاں اس قدر نمایاں ہوں کہ عورت کے شکم میں بچہ ہونے کا گمان غالب ہو، اور صاحب البحر الرائق نے لکھا ہے کہ کیا شہادت کافی ہو جائے گی کہ اس عورت کا حمل ظاہر تھا؟ تو ثبوت نسب کے باب میں شہادت کافی ہے کیوں کہ ادھر عورت نے بچہ پیدا کیا اور ادھر شوہر نے انکار کیا تھا کہ لہٰذا اثبات نسب کے لیے شہادت ضروری ہوگی۔ (شامی: ۵/ ۲۳۷)

شوہر حمل کا اقرار کرلے تو کیا حکم ہے

اگر معتدۂ طلاق کے بچے کا اقرار شوہر کرتا ہے اور متوفی کے وارثین اس کے بچہ کا اقرار کرتا ہے تو نسب شوہر سے ثابت ہوگا اور اگر شوہر یا بیوی کے وارثین بچہ کی تعیین میں انکار کرتے ہوں مثلاً یوں کہے کہ بچہ معتدہ عورت کا نہیں ہے تو اس صورت میں دایہ کی گواہی ثبوت نسب کے لیے کافی ہوگی اور اس مسئلہ میں حضرات صاحبینؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اتفاق ہے۔

جس طرح کہ معتدہ رجعیہ دوسال سے زائد مدت میں بچہ جنے اور دایا اس کی ولادت کی گواہی دے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی اور بچہ کا نسب ثابت ہوگا، لیکن اگر معتدہ رجعیہ دوسال کی مدت سے کم میں بچہ جنے تو اس صورت میں بچہ کا نسب اس وقت ثابت ہوگا جب کہ شوہر کے ورثا اس کی تصدیق کرے محض دایہ کی شہادت کافی نہ ہوگی بلکہ حجت تام ضروری ہے یعنی دو مرد کی شہادت یا ایک مرد اور دو عورت کی شہادت لازم ہے تب ہی نسب ثابت ہوگا۔

شوہر بچہ کا منکر ہو اور ورثہ مقر تو کیا حکم ہے

شوہر نے معتدہ عورت سے ولادت کا انکار کردیا اسکے بعد شوہر کا انتقال ہوگیا انتقال کے بعد اس کے وارثوں نے ولادت کی تصدیق کردی تو اس صورت میں صرف اقرار کرنے والوں کے حق میں بچہ کا نسب ثابت ہوگا تمام وارثوں میں حق نسب کا ثبوت نہیں ہوگا لہٰذا جن وارثوں نے اس کی ولادت کا اقرار کیا ہے وہ اپنے حصہ سے اس کو وراثت کا حصہ دیں گے اور جن وارثوں نے انکار کیا ہے وہ نہیں دیں گے۔

اگر نصاب شہادت پوری ہو جائے تو منکر و مقر کے حق میں ثبوت نسب

اگر معتدہ عورت سے بچے کی ولادت ہوئی اور کچھ وارثین نے ولادت کی تصدیق کی اور کچھ نے انکار کردیا تو اس صورت میں اگر ثبوت ولادت کے لیے نصاب شہادت موجود ہے تو انکار کرنے والوں کے حق میں بلکہ تمام لوگوں کے حق میں نسب ثابت ہوجائے گا مثلاً اقرار کرنے والے وارث کے ساتھ دوسرے مرد نے بھی شہادت دے دی یا بقیہ ورثہ بھی اقرار کرنے والے وارث کی تصدیق کردیں اور وہ تصدیق کرنے کے اہل بھی ہوں تو اس صورت میں معتدہ عورت کے بچے کا نسب ثابت ہوجائے گا اور تصدیق کے اہل ہونے سے مراد یہ ہے کہ تصدیق کرنے والے لوگ عاقل و بالغ ہوں علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اگر یہاں هم من اهل التصديق کے بجائے هم من أهل الشهادة کہتے تو زیادہ مناسب تھا، اور اگر تصدیق کرنے کے بعد بچہ کا انکار کردے یعنی پہلے تو وارثوں نے بچہ کے نسب کی تصدیق کی اس کے بعد انکار کردیا تو اس صورت میں یہ انکار کوئی فائدہ مند نہ ہوگا بلکہ بچہ کا نسب بہر حال ثابت ہوگا۔

اگر نصاب شہادت پورا نہ ہو سکے تو کیا حکم ہے

معتدہ عورت سے بچے کی ولادت ہوئی کچھ لوگ ولادت کا اقرار کر رہے ہیں اور کچھ لوگ انکار کر رہے ہیں اور ثبوت ولادت پر نصاب شہادت موجود نہیں یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں وارثین میں سے تصدیق نہ کریں بلکہ صرف ایک مرد اور ایک عورت تصدیق کرے تو اس صورت میں معتدہ کا بچہ انکار کرنے والے اور تکذیب کرنے والے کے ساتھ وراثت میں

شریک نہیں ہوگا بلکہ صرف اقرار کرنے والے وارثین کے ساتھ شریک ہوں گے۔

لفظ اشہد سے شہادت دینا اور مجلس حکم

کیا بچہ کے نسب کے اثبات کے لیے لفظ اشہد ادا کرنا ضروری اور شرط ہے نیز کیا مجلس حکم ہونا شرط ہے؟ تو اس کا جواب شارح یہ دیتے ہیں کہ اصح قول کے مطابق بچہ کے نسب کے اثبات کے لیے نہ لفظ اشہد سے شہادت دینا شرط ہے اور نہ مجلس حکم ہونا شرط ہے اس لیے کہ اس کے اندر شبہ اقرار بھی پایا جاتا ہے البتہ حضرات فقہائے کرام نے اثبات نسب کے لیے تعداد شرط قرار دی ہے یعنی نصاب شہادت کامل طور پر موجود ہو، کیوں کہ یہ شہادت کے مشابہ ہے لیکن لفظ اشہد ادا کرنا شرط قرار نہیں دیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ وارثین کی تصدیق کی دو حیثیتیں ہیں ایک اقرار کی حیثیت کے مشابہ ہے دوسرے یہ تصدیق شہادت کی حیثیت کے مشابہ ہے اور چوں کہ اقرار میں نہ تو لفظ شہادت شرط ہے اور نہ ہی مجلس قاضی ضروری ہے لہٰذا نسب ولد کی تصدیق میں بھی یہ دونوں چیزیں شرط نہیں ہوں گی اور تصدیق کی ایک حیثیت چوں کہ شہادت کی ہے اس لیے اس میں عدد ضروری ہے گواہوں کے لیے صفت عدالت سے متصف ہونا شرط ہے یا نہیں۔

گواہوں کے لیے صفت عدالت سے متصف ہونا شرط ہے یا نہیں

مصنفؒ نے علامہ زیلعیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصدیق کرنے والے وارثوں کا صفت عدالت کے ساتھ متصف ہونا شرط ہے اس کے بعد حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ محترم علامہ ابن نجیم المصریؒ صاحب البحر الرائق نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ عدالت کی شرط نہ لگائی جائے، شارحؒ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اقرار کرنے والوں کے حق میں عدالت کی شرط کیوں کر لگائی جاسکتی ہے الا یہ کہ یوں کہا جائے غیر مقر کے حق میں ثبوت نسب کی سرایت کی وجہ سے عدالت شرط قرار دی جائے لہٰذا اس مسئلہ میں خوب غور وفکر کرلو، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ عدالت کی شرط لگانے کی یہ وجہ بالکل ظاہر ہے تامل ومراجعت کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ (شامی: ۵/ ۲۲۰)

(وَلَوْ وَلَدَتْ فَاخْتَلَفَا) فِي الْمُدَّةِ (فَقَالَتْ) الْمَرْأَةُ (نَكَحْتَنِي مُنْذُ نِصْفِ حَوْلٍ وَادَّعَى الْأَقَلَّ فَالْقَوْلُ لَهَا بِلَا يَمِينٍ) وَقَالَا تُحَلَّفُ وَبِهِ يُفْتَى كَمَا سَيَجِيءُ فِي الدَّعْوَى (وَهُوَ) أَيْ الْوَلَدُ (ابْنُهُ) بِشَهَادَةِ الظَّاهِرِ لَهَا بِالْوِلَادَةِ مِنْ نِكَاحٍ حَمْلًا لَهَا عَلَى الصَّلَاحِ. (قَالَ: إنْ نَكَحْتُهَا فَهِيَ طَالِقٌ فَنَكَحَهَا فَوَلَدَتْ لِنِصْفِ حَوْلٍ مُنْذُ نَكَحَهَا لَزِمَهُ نَسَبُهُ) احْتِيَاطًا لِتَصَوُّرِ الْوَطْءِ حَالَةَ الْعَقْدِ؛ وَلَوْ وَلَدَتْهُ لِأَقَلَّ مِنْهُ لَمْ يَثْبُتْ، وَكَذَا لِأَكْثَرَ وَلَوْ بِيَوْمٍ، وَلَكِنْ بَحَثَ فِيهِ فِي الْفَتْحِ وَأَقَرَّهُ فِي الْبَحْرِ (وَ) لَزِمَهُ (مَهْرُهَا) بِجَعْلِهِ وَاطِئًا حُكْمًا وَلَا يَكُونُ بِهِ مُحْصَنًا نِهَايَةٌ. (عَلَّقَ طَلَاقَهَا بِوِلَادَتِهَا لَمْ

تَطْلُقُ بِشَهَادَةِ امْرَأَةٍ بَلْ بِحُجَّةٍ تَامَّةٍ خِلَافًا لَهُمَا كَمَا مَرَّ. (وَلَوْ أَقَرَّ) الْمُعَلِّقُ (مَعَ ذَلِكَ بِالْحَبَلِ) أَوْ كَانَ ظَاهِرًا (طَلُقَتْ) بِالْوِلَادَةِ (بِلَا شَهَادَةٍ) لِإِقْرَارِهِ بِذَلِكَ وَأَمَّا النَّسَبُ وَلَوَازِمُهُ كَأُمُومَةِ الْوَلَدِ فَلَا يَثْبُتُ بِدُونِ شَهَادَةِ الْقَابِلَةِ اتِّفَاقًا بَحْرٌ. (قَالَ لِأَمَتِهِ: إنْ كَانَ فِي بَطْنِكِ وَلَدٌ) أَوْ إنْ كَانَ بِهَا حَبَلٌ (فَهُوَ مِنِّي فَشَهِدَتْ امْرَأَةٌ) ظَاهِرُهُ يَعُمُّ غَيْرَ الْقَابِلَةِ. (بِالْوِلَادَةِ، فَهِيَ أُمُّ وَلَدِهِ) إجْمَاعًا (إنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ نِصْفِ حَوْلٍ مِنْ وَقْتِ مَقَالَتِهِ، وَإِنْ لِأَكْثَرَ مِنْهُ لَا) لِاحْتِمَالِ عُلُوقِهِ بَعْدَ مَقَالَتِهِ، قَيَّدَ بِالتَّعْلِيقِ لِأَنَّهُ لَوْقَالَ هَذِهِ حَامِلٌ مِنِّي ثَبَتَ نَسَبُهُ إلَى سَنَتَيْنِ حَتَّى يَنْفِيَهُ غَايَةٌ. . (قَالَ لِغُلَامٍ:هُوَ ابْنِي وَمَاتَ) الْمُقِرُّ (فَقَالَتْ أُمُّهُ) الْمَعْرُوفَةُ بِحُرِّيَّةِ الْأَصْلِ وَالْإِسْلَامِ وَبِأَنَّهَا أُمُّ الْغُلَامِ (أَنَا امْرَأَتُهُ وَهُوَ ابْنُهُ تَرِثَانِهِ اسْتِحْسَانًا، فَإِنْ جُهِلَتْ حُرِّيَّتُهَا) أَوْ أُمُومَتُهَا لَمْ تَرِثْ، وَقَوْلُهُ (فَقَالَ وَارِثُهُ: أَنْتِ أُمُّ وَلَدِ أَبِي) قَيْدٌ اتِّفَاقِيٌّ، إذْ الْحُكْمُ كَذَلِكَ لَوْ لَمْ يَقُلْ شَيْئًا، أَوْ كَانَ صَغِيرًا كَمَا فِي الْبَحْرِ (أَوْ كُنْتِ نَصْرَانِيَّةً وَقْتَ مَوْتِهِ، وَلَمْ يَعْلَمْ إسْلَامَهَا) وَقْتَهُ (أَوْ قَالَ) وَارِثُهُ (كَانَتْ زَوْجَةً لَهُ وَهِيَ أَمَةٌ لَا) تَرِثُ فِي الصُّوَرِ الْمَذْكُورَةِ، وَهَلْ لَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ؟ قِيلَ: نَعَمْ. (زَوَّجَ أَمَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ الْمَوْلَى يَثْبُتُ نَسَبُهُ) لِلُزُومِ فَسْخِ النِّكَاحِ وَهُوَ لَا يَقْبَلُ الْفَسْخَ (وَعَتَقَ) الْوَلَدُ (وَتَصِيرُ) الْأَمَةُ (أُمَّ وَلَدِهِ) لِإِقْرَارِهِ بِبُنُوَّتِهِ وَأُمُومِيَّتِهَا.

ولادت کے بعد زوجین میں اختلاف ہو جائے تو کیا حکم ہے

معتدہ عورت سے بچہ پیدا ہوا اس کے بعد میاں بیوی کے درمیان مدت تولد میں اختلاف ہو گیا، چناں چہ عورت نے کہا تجھ سے نکاح کیے چھ ماہ ہو گئے اور شوہر چھ ماہ سے کم مثلاً چار ماہ یا پانچ کا دعویٰ کرے تو اس صورت میں عورت کی بات بلا یمین معتبر ہوگی اور یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عورت سے قسم لی جائے گی اس کے بعد بات مانی جائے گی اور فتویٰ حضرات صاحبینؒ کے قول پر ہے جیسا کہ کتاب الدعویٰ میں عنقریب آنے والا ہے۔

اور جس بچے کو معتدہ نے چھ ماہ میں جنی ہے وہ شوہر ہی کا بچہ کہلائے گا اس لیے کہ ظاہری حالت اسی کے شاہد ہے کہ ولادت نکاح کے بعد ہوئی ہے عورت کو نیک وصلاح پر محمول کرتے ہوئے۔

شوہر سے ثبوت نسب کی ایک اور شکل

مرد نے کسی عورت کے متعلق کہا اگر میں اس سے نکاح کروں تو وہ طلاق والی ہے اس کے بعد مرد نے اس سے نکاح کر لیا اس کے بعد نکاح کے وقت سے چھ ماہ کی مدت میں عورت نے بچہ جنا تو اس صورت میں اس بچے کا نسب شوہر سے ثابت اور

لازم ہوگا احتیاطا اس لیے کہ اس بات کا امکان ہے کہ عقد کی حالت میں اس سے وطی کرلیا ہو اور انزال واختتام نکاح دونوں ایک ساتھ ہوئے ہوں اس شکل میں وطی نکاح کے بعد لازم نہیں آتی ہے لیکن اگر عورت چھ ماہ کی مدت سے ایک دن بھی کم میں بچہ پیدا کرے گی تو نسب ثابت نہیں ہوگا اس لیے کہ چھ ماہ سے کم میں بچہ کی پیدائش اس بات کی دلیل ہے کہ نطفہ نکاح سے پہلے قرار پاچکا تھا اور نکاح سے پہلے حمل قرار پانے سے نسب ثابت نہیں ہوتا ہے۔

چھ ماہ سے ایک دن زائد مدت میں بچہ جنی تو کیا حکم ہے

اسی طرح مذکورہ صورت میں اگر عورت چھ ماہ سے ایک دن بھی زائد مدت بچہ جنی تو بھی اس کا نسب شوہر سے ثابت نہیں ہوگا کیوں کہ چھ ماہ سے زائد مدت میں بچے کا تولد اس بات کی دلیل ہے کہ حمل بعد میں قرار پایا ہے اور فرقت کے بعد قرار حمل سے نسب زوج سے ثابت نہیں ہوگا لیکن اس مسئلہ میں صاحب فتح القدیر نے بحث کی ہے اور صاحب البحر الرائق نے اسی کو برقرار رکھا ہے۔

صاحبِ فتح القدیر کی بحث کا خلاصہ

صاحب فتح القدیر نے اس مسئلہ میں بحث کی ہے جس کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ جب مدت حمل دو سال تک ہے تو چھ ماہ سے زائد مدت میں بچہ تولد ہونے کی صورت میں ثبوت نسب کی نفی کرنا احتیاط کے تقاضہ کے خلاف ہے اور یہ گمان کرنا کہ قرار حمل طلاق واقع ہونے کے بعد ہوا ہے، یہ بہت بعید کی بات ہے اس لیے کہ عام عادت مستمرہ ولادت کے متعلق نو ماہ ہے اس لیے مذکورہ صورت میں بچہ کا نسب زوج سے ثابت ہوگا اور یہی قرین وقیاس بھی ہے۔ (شامی: ۵/ ۲۴۱)

مذکورہ صورت میں لزوم مہر کا حکم

مرد نے کسی عورت سے کہا کہ اگر میں اس سے نکاح کروں تو وہ طلاق والی ہے چناں چہ مرد نے اس سے نکاح کرلیا، تو نکاح کرتے ہی علی الفور طلاق واقع ہوجائے گی اور شوہر کے ذمہ عورت کا مہر واجب ہوگا اس لیے کہ اس مسئلہ میں عاقد نکاح کو حکماً وطی کرنے والا مان لیا گیا ہے لیکن اس وطی حکمی سے شوہر محصن نہ ہوگا جیسا کہ نہایہ میں ہے، چناں چہ جب اس سے زنا کا صدور ہوگا اور گواہوں سے یا اقرار سے اس کا ثبوت ہوجائے تو صرف اس پر کوڑے لگیں گے، اس کو رجم نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ رجم صرف زانی محصن کو کیا جاتا ہے اور یہ زانی محصن نہیں ہے اس لیے رجم نہیں ہوگا بلکہ صرف سو کوڑے مارے جائیں گے۔

اگر شوہر طلاق کو ولادت پر معلق کیا تو کیا حکم ہے

اگر شوہر نے عورت کی طلاق کو اس کی ولادت یعنی بچہ جننے پر معلق کیا، تو صرف ایک عورت کی شہادت سے طلاق واقع

نہیں ہوگی بلکہ حجت تامہ کے بعد یعنی ولادت کے متعلق پوری تحقیق کرنے کے بعد طلاق واقع ہوگی لیکن اس مسئلہ میں حضرات صاحبینؒ کے نزدیک صرف ایک عورت کی شہادت سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ ماقبل میں اس کا بیان آچکا ہے کہ ثبوت ولادت میں صرف دایہ کی شہادت بھی معتبر ہوگی۔

ایک عورت کی موجودگی میں حمل کا اقرار

طلاق کو معلق کرنے والے نے ایک عورت کی موجودگی میں حمل کا اقرار کیا یا حمل خود ظاہر ہو گیا تو اس صورت میں صرف ولادت سے طلاق واقع ہو جائے گی اور شہادت کی ضرورت نہیں ہوگی کیوں کہ شوہر اس حمل کا اقرار کر چکا تھا البتہ اس بچہ کے نسب کا ثبوت اور اس کے لوازم مثلاً عورت کا ماں ہونا تو دائی کی ولادت کی شہادت دیئے بغیر ثبوت نہ ہوگا اور یہ مسئلہ حضرات صاحبینؒ اور امام صاحب کا متفق علیہ ہے جیسا کہ البحر الرائق میں مذکور ہے۔

مولیٰ نے باندی سے کہا اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو میرا ہے؟

مولیٰ نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو وہ مجھ سے ہے اور باندی حمل کی حالت میں ہے اس کے بعد ایک عورت نے شہادت دی کہ بچہ پیدا ہو گیا ہے خواہ شہادت دینے والی عورت دایہ ہو یا کوئی عام عورت ہو، اس صورت میں باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے مگر مذکورہ میں باندی کی ام ولد ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ بچہ کی ولادت نصف سال سے کم مدت یعنی چھ ماہ سے کم کی مدت میں ہوئی ہو مولیٰ کے قول کے وقت سے، اور اگر مولیٰ کے کہنے کے وقت سے چھ ماہ کی مدت سے زائد میں ولادت ہوئی تو اس صورت میں اس کا احتمال ہے کہ حمل اقرار کے بعد قرار پایا ہو اس لیے وہ ام ولد نہ ہوگی۔

حضرت مصنفؒ نے اس قول کو تعلیق کے قید کے ساتھ مقید کیا ہے کیوں کہ اگر مولیٰ تعلیق کیے بغیر یوں کہتا ہے کہ یہ حمل میرا ہے تو اس صورت میں دو سال کی مدت تک بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوتا اور باندی ام ولد ہو جاتی حتیٰ کہ وہ اس کی نفی خود ہی کر دیتا، تب ہی نفی ہوتی ورنہ نہیں، جیسا کہ غایۃ میں ہے۔

اگر آقا کہے کہ یہ بیٹا میرا ہے تو کیا حکم ہے

ایک شخص نے کسی لڑکے کے بارے میں کہا کہ وہ میرا لڑکا ہے اس کے بعد اقرار کرنے والا انتقال کر گیا اس کے بعد اس کی ماں جو نسلاً آزاد مسلمان ہے اور اس لڑکے کا ماں سے ہونا بھی معروف و مشہور ہے یہ کہا کہ میں اس انتقال کرنے والے شخص کی بیوی ہوں اور یہ اس متوفی کا بیٹا ہے تو اس صورت میں استحساناً دونوں اس کے وارث ہوں گے مگر وارث ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ عورت کی عمر اتنی ہو کہ اس سے اس عمر کا لڑکا ہو سکتا ہے اور لڑکے کا نسب مشہور بھی نہ ہو، اور مرد کی تکذیب بھی نہ کرتا ہو، پس اگر اس عورت کا آزاد ہونا یا باندی ہونا مجہول ہو تو وارث نہ ہوگی۔

قوله: فقال وارثه الخ: اور مصنفؒ کا قول پس اس کے وارث نے کہا کہ تو میرے والد کی ام ولد ہے یہ جملہ قید اتفاقی ہے اس لیے کہ اگر وہ کچھ بھی نہ کہتا تب بھی حکم وہی تھا یا لڑکا نابالغ ہوتا تب حکم وہی تھا جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

وارث نے کہا کہ تو اس کے موت کے وقت نصرانی تھی تو کیا حکم ہے

وارث نے عورت سے کہا کہ تو اس کی موت کے وقت نصرانی تھی مسلمان نہیں تھی اور اس عورت کا مسلمان ہونا عند الموت معلوم نہیں تھا یا وارثوں نے کہا کہ یہ اس کی موت کے وقت اس کی بیوی تھی حالاں کہ وہ باندی تھی تو مذکورہ صورتوں میں عورت وارث نہ ہوگی، لیکن سوال یہ ہے کہ اس صورت میں اس عورت کو مہر مثل دیا جائے گا یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کو مہر مثل دیا جائے گا علامہ تمرتاشی اور صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہیں لیکن صاحب غایت البیان نے اس قول کو رد کر دیا ہے چناں چہ وہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں مہر مثل واجب نہیں ہوگا۔ (شامی:۵/ ۲۴۴)

منکوحہ باندی سے پیدا شدہ بچے کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

آقا نے اپنی باندی کی شادی اپنے غلام سے کر دیا، اس کے بعد اس منکوحہ باندی سے بچہ پیدا ہوا اور آقا نے اس بچے کا دعویٰ کر دیا اور یوں کہہ دیا کہ یہ بیٹا میرا ہے تو اس صورت میں اس لڑکے کا نکاح آقا سے ثابت نہیں ہوگا اس لیے اس کا نسب آقا سے ثابت ماننے کی صورت میں لازم آئے گا کہ غلام سے آقا نے جو نکاح کرایا ہے فسخ ہو جائے حالاں کہ نکاح تام ہونے کے بعد فسخ نہیں ہوتا ہے۔

منکوحہ باندی سے پیدا شدہ بچہ غلام ہوگا یا آزاد

اور منکوحہ باندی سے غلام سے نکاح کی حالت میں جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ آزاد ہوگا اور باندی آقا کی ام ولد کہلائے گی اس لیے کہ آقا نے ولد کے بیٹا ہونے کا اور باندی کے ماں ہونے کا اقرار کیا ہے۔

(وَلَدَتْ أَمَتُهُ الْمَوْطُوءَةُ لَهُ وَلَدًا تَوَقَّفَ ثُبُوتُ نَسَبِهِ عَلَى دَعْوَتِهِ) لِضَعْفِ فِرَاشِهَا (كَأَمَةٍ مُشْتَرَكَةٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ اسْتَوْلَدَهَا وَاحِدٌ) عِبَارَةُ الدُّرَرِ: اسْتَوْلَدَاهَا (ثُمَّ جَاءَتْ بِوَلَدٍ لَا يَثْبُتُ النَّسَبُ بِدُونِهَا) لِحُرْمَةِ وَطْئِهَا كَأُمِّ وَلَدٍ كَاتَبَهَا مَوْلَاهَا وَسَيَجِيءُ فِي الِاسْتِيلَادِ أَنَّ الْفِرَاشَ عَلَى أَرْبَعِ مَرَاتِبَ وَقَدْ اكْتَفَوْا بِقِيَامِ الْفِرَاشِ بِلَا دُخُولٍ كَتَزَوُّجِ الْمَغْرِبِيِّ بِمَشْرِقِيَّةٍ بَيْنَهُمَا سَنَةٌ فَوَلَدَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ مُنْذُ تَزَوَّجَهَا لِتَصَوُّرِهِ كَرَامَةً، أَوْ اسْتِخْدَامًا فَتْحٌ، لَكِنْ فِي النَّهْرِ: الِاقْتِصَارُ عَلَى الثَّانِي أَوْلَى لِأَنَّ طَيَّ الْمَسَافَةِ لَيْسَ مِنَ الْكَرَامَةِ عِنْدَنَا. قُلْت: لَكِنْ فِي عَقَائِدِ التَّفْتَازَانِيِّ جَزَمَ بِالْأَوَّلِ تَبَعًا لِمُفْتِي

الثَّقَلَيْنِ النَّسَفِيُّ، بَلْ سُئِلَ عَمَّا يُحْكَى أَنَّ الْكَعْبَةَ كَانَتْ تَزُورُ وَاحِدًا مِنَ الْأَوْلِيَاءِ هَلْ يَجُوزُ الْقَوْلُ بِهِ؟ فَقَالَ: خَرْقُ الْعَادَةِ عَلَى سَبِيلِ الْكَرَامَةِ لِأَهْلِ الْوِلَايَةِ جَائِزٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَلَا لَبْسَ بِالْمُعْجِزَةِ لِأَنَّهَا أَثَرُ دَعْوَى الرِّسَالَةِ وَبِادِّعَائِهَا يُكَفَّرُ فَوْرًا فَلَا كَرَامَةَ، وَتَمَامُهُ فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ مِنَ السِّيَرِ عِنْدَ قَوْلِهِ: وَمَنْ - لِوَلِيٍّ قَالَ طَيُّ مَسَافَةٍ يَجُوزُ - جَهُولٌ ثُمَّ بَعْضٌ يُكَفِّرُ وَإِثْبَاتُهَا فِي كُلِّ مَا كَانَ خَارِقًا عَنِ النَّسَفِيِّ النَّجْمِ يُرْوَى وَيَنْصُرُ أَيْ يَنْصُرُ هَذَا الْقَوْلَ بِنَصِّ مُحَمَّدٍ: إِنَّا نُؤْمِنُ بِكَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ. (غَابَ عَنِ امْرَأَتِهِ فَتَزَوَّجَتْ بِآخَرَ وَوَلَدَتْ أَوْلَادًا) ثُمَّ جَاءَ الزَّوْجُ الْأَوَّلُ (فَالْأَوْلَادُ لِلثَّانِي عَلَى الْمَذْهَبِ) الَّذِي رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِمَامُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى كَمَا فِي الْخَانِيَّةِ وَالْجَوْهَرَةِ وَالْكَافِي وَغَيْرِهَا. وَفِي حَاشِيَةِ شَرْحِ الْمَنَارِ لِابْنِ الْحَنْبَلِيِّ: وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى إِنِ احْتَمَلَهُ الْحَالُ، لَكِنْ فِي آخِرِ دَعْوَى الْجَمْعِ حَكَى أَرْبَعَةَ أَقْوَالٍ ثُمَّ أَفْتَى بِمَا اعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ، وَعَلَّلَهُ ابْنُ مَلِكٍ بِأَنَّهُ الْمُسْتَفْرِشُ حَقِيقَةً، فَالْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ الْحَقِيقِيِّ وَإِنْ كَانَ فَاسِدًا وَتَمَامُهُ فِيهِ فَرَاجِعْهُ.

مدخولہ باندی سے بچہ پیدا ہوا تو کس کا ہوگا

اور مولیٰ کی مدخول بہا باندی نے لڑکا جنا تو اس لڑکے کے نسب کا ثبوت مولیٰ کے دعویٰ پر موقوف رہے گا جب تک مولیٰ اس کے نسب کا دعویٰ نہیں کرے گا اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا کیوں کہ باندی کا فراش ہونا ضعیف ہے اس کے برخلاف ام ولد ہے اس کا فراش قوی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ام ولد سے بچہ پیدا ہوگا تو مولیٰ کے دعویٰ کے بغیر بھی نسب ثابت ہوگا لیکن اگر مولیٰ ام ولد کے بچہ کے نسب کی نفی کر دے تو نفی ہو جائے گی کیوں کہ اگر چہ ام ولد کا فراش باندی سے قوی ہوتا ہے مگر منکوحہ عورت کے فراش کے مقابلہ میں ضعیف ہوتا ہے لہٰذا اگر مولیٰ نے ام ولد کے ولد کی نسب کی نفی کر دی تو نفی ہو جائے گی۔

مشترکہ باندی کے بچہ کا نسب

ایک باندی دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے دونوں میں سے ایک نے کہا کہ اس باندی نے جو بچہ جنا ہے وہ میرے وطی سے ہے اور الدرر کی عبارت اس طرح ہے کہ ان دونوں آدمیوں نے اس سے اولاد کی خواہش کی ہے اس کے بعد مشترک باندی نے ایک لڑکا جنا، تو اس صورت میں اس لڑکے کا نسب دعویٰ کے بغیر ثابت نہ ہوگا اس لیے کہ اس مشترک باندی سے دونوں آدمیوں کے لیے وطی کرنا حرام ہے اب اگر اس سے ولد کا تولد ہوا اور دونوں میں سے ایک نے یا دونوں نے اولاد کی خواہش ظاہر کی تو اس صورت میں دعویٰ کے بغیر نسب ثابت نہ ہوگا، جیسا کہ وہ ام ولد جسکو اس کے مولیٰ نے مکاتبہ بنا دیا پھر اس نے لڑکا جنا تو اس لڑکے کا نسب مولیٰ سے اسی وقت ثابت ہوگا جب مولیٰ اس کے نسب کا دعویٰ کرے کیوں کہ جس ام ولد کو مولیٰ نے

مکاتبہ بنادیا اس سے وطی کرنا مولیٰ کے لیے حرام ہے۔ (شامی:۵/۲۴۵)

اور باب الاستیلاد میں عنقریب آنے والا ہے کہ فراش کے چار درجات ہیں۔

درجہ ۱ فراش ضعیف

فراش ضعیف باندی کا فراش ہے، اگر باندی سے بچہ پیدا ہوا تو وہ اس کے مولیٰ کے دعویٰ کے بغیر ثابت نہ ہوگا۔

درجہ ۲ فراش متوسط

فراش متوسط ام ولد کا فراش ہے چناں چہ اگر ام ولد نے لڑکا جنا تو اس کا نسب مولیٰ سے بلا دعویٰ کے ثابت ہوگا البتہ مولیٰ کے نفی کردینے سے نسب کی نفی ہوجائے گی۔

درجہ ۳ فراش قوی

فراش قوی منکوحہ عورت اور معتدہ رجعیہ کا فراش ہے چناں چہ اگر منکوحہ سے بچہ پیدا ہوا یا معتدہ رجعیہ سے ولادت ہو تو زوج سے نسب ثابت ہوگا اور لعان کے علاوہ کسی اور شئ سے نسب کی نفی بھی نہیں ہوگی۔

درجہ ۴ فراش اقویٰ

فراش اقویٰ معتدۃ البائن عورت کا فراش ہے اس میں نسب زوج ہی سے ثابت ہوگا اور نفی کرنے سے بالکل نفی نہیں ہوگی اس لیے نسب کی نفی لعان پر موقوف ہے اور لعان کی شرط قیام زوجیت ہے اور وہ یہاں مفقود ہے اس لیے کسی بھی حال میں نفی نہ ہوگی۔ (شامی:۵/۲۴۵)

شوہر مغرب میں بیوی مشرق میں تو کیا حکم ہے

حضرات فقہاء امت نے ثبوت نسب کے باب میں صرف قیام فراش بلا دخول پر اکتفاء کیا ہے اگر دونوں میں فراش قائم ہے تو بچہ کا نسب ثابت ہوجائے گا خواہ دخول پایا گیا یا نہیں پایا گیا، چناں چہ مغرب کی سمت میں رہنے والا شخص نے کسی ایسی لڑکی سے نکاح کیا جو مشرق کی سمت میں رہنے والی ہے ان دونوں کے درمیان پورے ایک سال کی مسافت کی دوری ہے نکاح کے بعد دونوں آپس میں کبھی نہیں ملے اور نہ ان دونوں نے کبھی ایک دوسرے کو دیکھا ہے لیکن اس کے باوجود نکاح کے بعد چھ ماہ کی مدت میں عورت کو بچہ پیدا ہوا تو اس لڑکے کا نسب صاحب فراش ہونے کی وجہ سے ثابت ہوگا۔

قیام فراش اور صاحب فراش کا مطلب

قیام فراش اور صاحب فراش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عقد کے سبب سے وطی کا حلال ہونا اگر چہ عورت کے ساتھ دخول حقیقی یا

دخول حکمی نہ ہوا ہو، اس کے باوجود جب عقد کی وجہ سے شوہر کے لیے حلال ہوگئی تو فراش ہونا پایا گیا اس لیے نسب ثابت ہوگا۔

مشرق میں رہنے والی عورت کے بچے کے نسب کے ثبوت کی دلیل

جو عورت مشرق میں رہنے والی ہے اگر اس نے بچہ جنا تو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا قیام فراش کی وجہ سے، اور ثبوت نسب کی دلیل یہ ہے کہ شوہر بطور کرامت یا بطور استخدام آن واحد میں جا کر وطی کر لی ہو جیسا کہ فتح القدیر میں ہے یعنی یہ عین ممکن ہے کہ نکاح کے بعد شوہر بطور کرامت یا کسی جن کو تابع بنا کر مغرب سے مشرق آن واحد میں پہنچ جائے اور بیوی سے وطی کرے، پھر بیوی بچہ جنے، علامہ طحطاویؒ کی رائے گرامی یہ ہے کہ افضل یہ ہے کہ چھ ماہ اور ایک ساعت میں ولادت فرض کیا جائے تاکہ اس ساعت میں شوہر کا پہنچنا عقلاً ممکن ہو سکے۔

صاحب النہر الفائق کی رائے

صاحب النہر الفائق کی رائے عالی یہ ہے کہ وطی کے امکان کے لیے ثانی صورت یعنی استخدام والی صورت کو فرض کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ طی المسافت یعنی دور دراز مسافت کو قلیل وقت میں طے کر لینا ہمارے نزدیک کرامت میں داخل نہیں ہے لیکن شارحؒ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ شرح عقائد نسفی میں علامہ سعد الدین تفتازانی نے مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کی اتباع کرتے پہلی صورت کا یقین کیا ہے یعنی قلیل وقت میں لمبی مسافت طے کر لینا کرامت میں داخل ہے۔

ولی کی زیارت کے لیے کعبہ کا جانا

بلکہ عمر نسفیؒ سے ایک سوال کیا گیا ہے کہ یہ حکایت جو بیان کی جاتی ہے کہ کعبہ مشرفہ ایک ولی کی زیارت کے جاتا ہے یہ حکایت درست ہے؟ اور اس طرح کہنا جائز ہے یا نہیں؟ تو مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر النسفیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ خرق عادت کے طور پر بطریق کرامت اہل السنت والجماعۃ کے نزدیک ولایت کے لیے جائز ہے۔

کرامت اور معجزہ میں کوئی التباس نہیں

صاحب الدر المختار علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ معجزہ اور کرامت میں کوئی التباس نہیں ہے دونوں کے خرق عادت ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ دونوں ایک ہی ہیں معجزہ اور کرامت دونوں الگ الگ ہیں۔

معجزہ تو دعویٰ رسالت و نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نبی و رسول کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لیے نبی و رسول کے ہاتھ پر خرق عادت امر ظاہر فرماتا ہے، اور کرامت ولی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خرق عادت امر ظاہر فرماتا ہے اگر کوئی ولی رسالت کا دعویٰ کر دے تو وہ فوراً کافر ہو جائے گا، اور جب کافر ہو گیا تو کرامت کہاں باقی رہ گئی بلکہ اب وہ محض استدراج ہے اس کی پوری

تفصیل شرح وہبانیہ میں کتاب السیر کے باب میں اس قول کے قریب درج ہے۔

اور جو شخص ولی کے لیے طی المسافت کے جواز کا قائل ہو وہ جاہل ہے اور بعض علما اس کو کافر کہتے ہیں مگر امام نجم الدین عمر النسفیؒ خرق عادت امر کے صدور کو چاہے وہ طی المسافت کیوں نہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور خرق عادت امر ہو جائز مانتے ہیں اور حضرت امام محمدؒ کا یہ قول ہے کہ ہم کرامات اولیاء کی تصدیق کرتے ہیں اس قول کو تائید کرتا ہے۔

خلاصۂ کلام

پوری بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ اگر خرق عادت امر کسی مدعی رسالت ونبوت کے دست مبارک پر اللہ کی طرف سے ظاہر ہو تو وہ معجزہ ہے اور اگر کسی مومن متقی ولی کے دست پر رونما ہو تو کرامت ہے اور اگر خرق عادت امر کسی کافر و مشرک اور ملحد کے ذریعہ ہو تو وہ استدراج اور مکر وفریب ہے۔

غائب شوہر کی بیوی نے دوسرا نکاح کر لیا تو بچہ کس کا ہوگا

شوہر کہیں غائب ہو گیا اس کے بعد عورت نے اپنا نکاح کسی دوسرے مرد سے کر لیا اور اس دوسرے شوہر سے اولاد پیدا ہوئی پھر اس کے بعد شوہر اول واپس آ گیا تو اس صورت میں یہ اولاد مذہب کی روایت کے مطابق شوہر ثانی کے لیے ہوگی اس قول کی جانب امام صاحبؒ نے رجوع فرمایا ہے اور فتویٰ بھی اسی قول پر ہے جیسا کہ خانیہ، الجوہرۃ النیرۃ اور کافی وغیرہ میں ہے۔

اور ابن رجب حنبلیؒ کی شرح المنار میں لکھا ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے اور امام صاحبؒ کا پہلا قول جس پر فتویٰ نہیں ہے یہ کہ یہ اولاد شوہر اوّل کے لیے ہوگی کیوں کہ ابھی نکاح باقی تھا اور ابن حنبلیؒ کی کتاب شرح المنار کے حاشیہ میں ہے کہ زوج ثانی کے لیے اولاد ہونے پر فتویٰ ہے بشرطیکہ ظاہر حال اس کا احتمال رکھتا ہو، لیکن مجمع البحرین کے کتاب الدعویٰ کے اخیر میں اس مسئلہ میں چار قول نقل کیا ہے پھر اس کو مفتی بہ قرار دیا ہے جس پر مصنفؒ نے اعتماد کیا ہے اور ابن الملک نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ حقیقت میں صاحب فراش شوہر ثانی ہی ہے اور عورت اس کے تصرف میں ہے تو لڑکے کا نسب فراش حقیقی کے لیے ثابت ہوگا اگر چہ نکاح فاسد کیوں نہ ہو، اور اس کی پوری تفصیل مجمع البحرین میں ہے لہٰذا وہاں مطالعہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ: مذکورہ مسئلہ میں بیوی بہر حال شوہر اوّل ہی کے لیے ہے مگر اولاد شوہر ثانی کی ہوگی لہٰذا جب شوہر اوّل واپس آ جائے گا تو بیوی اسی کو دلا دی جائے گی اور یہ مسئلہ امام صاحب اور حضرات صاحبینؒ کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

[فُرُوعٌ]: نَكَحَ أَمَةً فَطَلَّقَهَا فَشَرَاهَا فَوَلَدَتْ لِأَقَلَّ مِنْ نِصْفِ حَوْلٍ مُنْذُ شَرَاهَا لَزِمَهُ وَإِلَّا لَا، إِلَّا الْمُطَلَّقَةَ قَبْلَ الدُّخُولِ، وَالْمُبَانَةَ بِثِنْتَيْنِ فَمُذْ طَلَّقَهَا، لَكِنْ فِي الثَّانِيَةِ يَثْبُتُ لِسَنَتَيْنِ فَأَقَلَّ. وَفِي الرَّجْعِيِّ لِأَكْثَرَ مُطْلَقًا بَعْدَ أَنْ يَكُونَ لِأَقَلَّ مِنْ نِصْفِ حَوْلٍ مُنْذُ شِرَائِهَا فِي الْمَسْأَلَتَيْنِ، وَكَذَا لَوْ

أَعْتَقَهَا بَعْدَ الشِّرَاءِ. وَلَوْ بَاعَهَا فَوَلَدَتْ لِأَكْثَرَ مِنَ الْأَقَلِّ مُذْ بَاعَهَا فَادَّعَاهُ هَلْ يَفْتَقِرُ لِتَصْدِيقِ الْمُشْتَرِي؟ قَوْلَانِ. مَاتَ عَنْ أُمِّ وَلَدِهِ، أَوْ أَعْتَقَهَا وَوَلَدَتْ لِدُونِ سَنَتَيْنِ لَزِمَهُ وَلِأَكْثَرَ لَا إِلَّا أَنْ يَدَّعِيَهُ؛ وَلَوْ تَزَوَّجَتْ فِي الْعِدَّةِ فَوَلَدَتْ لِسَنَتَيْنِ مِنْ عِتْقِهِ، أَوْ مَوْتِهِ وَلِنِصْفِ حَوْلٍ فَأَكْثَرَ مُنْذُ تَزَوَّجَتْ وَادَّعَيَاهُ مَعًا كَانَ لِلْمَوْلَى اتِّفَاقًا لِكَوْنِهَا مُعْتَدَّةً، بِخِلَافِ مَا لَوْ تَزَوَّجَتْ أُمُّ الْوَلَدِ بِلَا إِذْنِهِ فَإِنَّهُ لِلزَّوْجِ اتِّفَاقًا. وَلَوْ تَزَوَّجَتْ مُعْتَدَّةُ بَائِنٍ فَوَلَدَتْ لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ مُذْ بَانَتْ وَلِأَقَلَّ مِنَ الْأَقَلِّ مُذْ تَزَوَّجَتْ فَالْوَلَدُ لِلْأَوَّلِ لِفَسَادِ نِكَاحِ الْآخَرِ، وَلَوْ لِأَكْثَرَ مِنْهُمَا مُذْ بَانَتْ وَلِنِصْفِ حَوْلٍ مُذْ تَزَوَّجَتْ فَالْوَلَدُ لِلثَّانِي، وَلَوْ لِأَقَلَّ مِنْ نِصْفِهِ لَمْ يَلْزَمِ الْأَوَّلَ وَلَا الثَّانِيَ وَالنِّكَاحُ صَحِيحٌ. وَلَوْ لِأَقَلَّ مِنْهُمَا وَلِنِصْفِهِ فَفِي عِدَّةِ الْبَحْرِ بَحْثًا أَنَّهُ لِلْأَوَّلِ، لَكِنَّهُ نَقَلَ هُنَا عَنِ الْبَدَائِعِ أَنَّهُ لِلثَّانِي مُعَلِّلًا بِأَنَّ إِقْدَامَهَا عَلَى التَّزَوُّجِ دَلِيلُ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا، حَتَّى لَوْ عَلِمَ بِالْعِدَّةِ فَالنِّكَاحُ فَاسِدٌ وَوَلَدُهَا لِلْأَوَّلِ إِنْ أَمْكَنَ إِثْبَاتُهُ مِنْهُ بِأَنْ تَلِدَ لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ مُذْ طَلَّقَ أَوْ مَاتَ. وَلَوْ نَكَحَ امْرَأَةً فَجَاءَتْ بِسِقْطٍ مُسْتَبِينِ الْخَلْقِ، فَإِنْ لِأَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَنَسَبُهُ لِلثَّانِي، وَإِنْ لِأَرْبَعَةٍ إِلَّا يَوْمًا فَنَسَبُهُ لِلْأَوَّلِ وَفَسَدَ النِّكَاحُ الْكُلُّ مِنَ الْبَحْرِ. قُلْتُ: وَفِي مَجْمَعِ الْفَتَاوَى: نَكَحَ كَافِرٌ مُسْلِمَةً فَوَلَدَتْ مِنْهُ لَا يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ وَلَا تَجِبُ الْعِدَّةُ لِأَنَّهُ نِكَاحٌ بَاطِلٌ.

شارحؒ کی طرف سے اضافہ شدہ مسائل کا بیان

ایک شخص نے کسی کی باندی سے نکاح کرلیا، پھر اس نے باندی سے دخول کرنے کے بعد اس کو ایک طلاق بائن یا طلاق رجعی دے دی، پھر باندی کے انقضائے عدت کے اقرار کرنے سے قبل وہ اس کو خرید لیا یعنی اس کا کسی بھی سبب سے مالک ہوگیا، پھر اس کے مالک ہونے کے دن سے چھ ماہ سے کم کی مدت میں اس نے بچہ جنا تو اس صورت میں اس بچہ کا نسب ثابت ہوگا نیز اگر دخول سے پہلے طلاق دے دی اور چھ ماہ سے کم کی مدت میں ولادت ہوئی تب بھی لڑکا ثابت النسب ہوگا اور اگر اس نے چھ ماہ مکمل ہونے کے بعد یا چھ ماہ سے زائد عرصہ میں بچہ جنی تو نسب ثابت نہ ہوگا اس لیے کہ اس صورت میں وہ بچہ ولد مملوکہ ہوگا اس لیے کہ اس نے اس باندی کو خریدا ہے جو اسی کی معتدہ ہے اور اس کے لیے مملوکہ ہونے کی وجہ سے اس سے وطی کرنا حلال ہے، طلاق رجعی کی صورت میں معتدہ کو خریدنے سے وطی کا حلال ہونا تو بالکل ظاہر ہے رہی یہ صورت کہ طلاق بائن دینے کے بعد اگر خریدی ہو تو وطی کا حلال ہونا تو اس لیے کہ خریدنے کی وجہ سے وہ اس کا مالک ہوگیا اور عدت بھی اسی کی گزار رہی تھی اس لیے اس صورت میں بھی اس سے وطی حلال ہوگی، پس جب قرار حمل ملک میں ممکن ہے تو نسب بھی اسی سے ثابت ہوگا۔

مطلقہ قبل الدخول کے بچے کے نسب کا ثبوت

اور جس منکوحہ باندی کو اس کے شوہر نے طلاق قبل الدخول دے دی یا دو طلاق بائن دے کر جدا کر دی اس کے بعد اس نے بچہ جنا تو اس صورت میں لڑکے کا نسب اس سے ثابت ہوگا خواہ بچہ دو سال میں پیدا ہوا یا دو سال سے کم مدت میں بہر صورت بچہ ثابت النسب ہوگا اور اس صورت میں ابتدائے طلاق سے ولادت کا اعتبار ہوگا ابتدائے خریداری سے ولادت کا اعتبارت نہ ہوگا یعنی جس وقت طلاق دی ہے اس وقت سے اگر دو سال کی مدت یا اس سے کم کی مدت کا اعتبار ہوگا۔

منکوحہ باندی کو طلاق رجعی دینے کے بعد بچہ کے نسب کا ثبوت

مسئلہ یہ ہے کہ ایک مرد نے باندی سے نکاح کیا، پھر اس کو طلاق رجعی دے دی، اس کو طلاق رجعی دینے کے بعد اس باندی کو اسی مرد نے خرید لیا، پھر اس کے بعد اس مطلقہ رجعیہ باندی سے بچہ تولد ہوا تو اس بچہ کا نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟ تو شارح فرماتے ہیں کہ طلاق رجعی کی صورت میں خواہ کتنی ہی مدت میں بچہ پیدا ہوا ہو یعنی دو برس یا اس سے زائد کی مدت میں بچہ پیدا ہوا ہو بہر حال اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا شرط یہ ہے کہ بچہ کی ولادت خریدنے کے وقت سے صرف چھ ماہ کے اندر اندر ہوئی ہو دونوں صورتوں میں۔

دونوں صورتوں سے کون سی صورتیں مراد ہیں

یہاں دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ منکوحہ باندی کو دخول کے بعد ایک طلاق بائن دی اس کے بعد اس کو خرید لیا، اور دوسری صورت یہ ہے کہ منکوحہ باندی کو طلاق رجعی دی پھر اس کو خرید لیا، بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی نے دوسرے کی باندی سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق، پھر اس کو خرید تو دو حال سے خالی نہیں۔(۱) طلاق قبل الدخول دی ہے۔(۲) طلاق بعد الدخول دی ہے، پھر طلاق بعد الدخول دینے کی دو صورتیں ہیں (۱) طلاق رجعی دی ہے (۲) طلاق بائن دی ہے، پھر طلاق بائن کی دو صورتیں ہیں (۱) بینونت صغریٰ یعنی ایک طلاق بائن دے کر عورت کو بائنہ کیا (۲) عورت کو بائنہ دو طلاقیں دے کر دی ہے، اس کو بینونت کبریٰ کہتے ہیں، اس کے برخلاف آزاد عورت کے اس کے حق میں بینونت کبریٰ تین طلاق دینے کے ہوتی ہے۔

مذکورہ صورتوں میں طلاق قبل الدخول دی تو بچہ کا کیا حکم ہے

مذکورہ بالا صورتوں میں طلاق اور ولادت میں چھ ماہ سے کم کی مدت میں ہوئی ہے اور نکاح سے مکمل چھ ماہ یا اس سے زائد کی مدت میں ولادت ہوئی تو بچہ ثابت النسب ہوگا اور اگر نکاح کے بعد سے چھ ماہ کی مدت سے کم میں ولادت ہوئی تو بچہ ثابت النسب نہیں ہوگا تیسری صورت یہ ہے کہ ایک طلاق بائن دے اور بعد الدخول دی ہے تو اس صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ

بچے کی ولادت خریدنے کی مدت سے چھ ماہ سے کم تر میں ہوتی ہے اور ولادت وطلاق میں دوسال سے کم مدت ہے تو بھی نسب ثابت ہوگا، چوتھی صورت یہ ہے کہ ولادت اور باندی کی خریدنے میں مکمل چھ ماہ یا زائد کی مدت کا فاصلہ ہے تو مرد سے اس کا نسب لازم نہیں ہے، ہاں اگر ولادت اور طلاق میں دوبرس یا کم کی مدت ہے تو نسب ثابت ہوگا پانچویں شکل یہ ہے شوہر نے اس کو طلاق رجعی دی تھی ولادت اور خریدنے میں چھ ماہ سے کم مدت کا فاصلہ ہے اور ولادت وطلاق میں دوسال سے زیادہ کتنی ہی مدت ہو صورت نسب ثابت ہوگا۔

باندی کو آزاد کرنے کے بعد ثبوت نسب کا مسئلہ

ایک شخص نے دوسرے کی باندی سے نکاح کیا اس کے بعد اس باندی کو خرید لیا، خریدنے کے بعد اس کو بیچ دیا پھر اس کے بعد اس باندی کو اقل مدت حمل چھ ماہ سے زائد مدت میں ابتدائے بیع سے بچہ پیدا ہوا، اس کے بعد بائع اس کا دعویٰ کردیا تو اس صورت میں مشتری کی تصدیق کی ضرورت ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں حضرات فقہاء کے دو قول ہیں: (۱) حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری کی تصدیق کی ضرورت ہے اس کی تصدیق بغیر نسب ثابت نہ ہوگا اگرچہ دعویٰ ہی کیوں نہ کرے، (۲) حضرت امام محمدؒ کے نزدیک مشتری کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہے۔

اسی طرح غیر کی باندی سے نکاح کیا پھر اس کو خرید لیا اور خریدنے کے بعد آزاد کردیا تو اس صورت میں بھی نسب ثابت ہوگا۔

آقا ام ولد چھوڑ کر مر گیا یا ام ولد کو آزاد کردیا

صورت مسئلہ یہ ہے کہ آقا اپنی ام ولد کو چھوڑ کر مر گیا یا ام ولد کو آقا نے آزاد کردیا، پھر آقا کی موت یا آزاد کرنے کے بعد ام ولد بچہ جنی تو اگر دوسال کی مدت سے کم میں ولادت ہوئی تو نسب آقا سے لازم ہوگا اور اگر دوسال سے زائد عرصہ میں بچہ جنی تو آقا سے نسب لازم نہیں ہوگا، ہاں اگر آزاد کرنے کے بعد آقا دعویٰ کرے تو نسب ثابت ہوگا۔

ام ولد نے عدت کے اندر نکاح کرلیا تو کیا حکم ہے

ام ولد کے آقا کا انتقال ہوگیا یا آقا نے اس کو آزاد کردیا اس کے بعد ام ولد نے عدت کے اندر اپنا نکاح دوسرے مرد سے کرلیا تو آزاد کرنے یا موت سے دوسال کی مدت میں یا نکاح سے چھ ماہ کے بعد بچہ جنی اور دونوں ایک ساتھ بچے کے نسب کا دعویٰ کیا تو اس صورت میں بالاتفاق بچہ مولیٰ کے لیے ہوگا کیوں کہ ام ولد مولیٰ کی عدت گزار رہی تھی برخلاف اس صورت کہ جب کہ ام ولد باندی نے مولیٰ کے اجازت کے بغیر نکاح کرلیا تو اس صورت میں بالاتفاق بچہ شوہر کے لیے ہوگا، اس لیے کہ جب شبہ عقد کے سبب وطی کی وجہ سے عورت پر زوج کی عدت لازم ہوگئی تو مولیٰ کے لیے اس کے ساتھ وطی کرنا حرام ہوگیا لہٰذا صاحب عدت کے لیے نسب کرنا بہتر ہے اس لیے مستفرش حقیقت میں شوہر ہی ہے اگرچہ فاسد ہی کیوں نہ ہو۔

معتدہ بائنہ نے نکاح کرلیا اور اس سے دو سال میں بچہ ہوا تو کیا حکم ہے

ایک عورت کسی شخص کے نکاح میں تھی شوہر اس کو طلاق بائن دے دی اب یہ عورت عدت گزار رہی تھی کہ عدت کے دوران اس عورت نے اپنا دوسرا نکاح کرلیا، اب اس دوسرے نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم کی مدت میں جب کہ طلاق بائن دیئے دو برس ہو چکے ہیں اس عورت نے بچہ پیدا کیا تو اس صورت میں یہ بچہ شوہر اوّل کے لیے ہوگا اس لیے کہ دوسرا نکاح فاسد ہے کیوں کہ دوسرا نکاح عدت میں کیا گیا تھا۔

اگر معتدہ بائنہ جس نے دوسرا نکاح کرلیا ہے طلاق بائن کے واقع ہونے کے بعد دو سال سے زائد مدت میں بچہ جنی تو اس صورت میں اس بچہ کا نسب نہ شوہر اوّل سے لازم ہوگا اور نہ شوہر ثانی سے، شوہر اوّل سے نسب اسوجہ سے ثابت نہیں ہوگا کہ حمل کی اکثر مدت گزر چکی ہے، اور شوہر ثانی سے نسب کا ثبوت اس لیے مشکل ہوگیا کیوں کہ کم از کم مدت حمل سے بھی کم ہے اور زوج ثانی سے نکاح کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ طلاق بائن کے دو سال گزرنے کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ شوہر اوّل کا نطفہ عورت کے پیٹ میں نہیں تھا لہٰذا حاملہ ثابت النسب سے نکاح کرنا لازم نہیں آیا اس لیے نکاح صحیح اور درست ہے۔

اگر معتدہ بائنہ دو سال سے کم مدت بچہ جنے تو کیا حکم ہے

مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ عورت نے کسی مرد سے نکاح کیا، پھر اس کو اس کے شوہر نے طلاق بائنہ دے دی، یا شوہر کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد اس عورت نے اپنا دوسرا نکاح کسی مرد سے کرلیا اب اس دوسرے نکاح کے بعد اس بچے کی ولادت ہوئی تو سوال یہ ہے کہ یہ بچہ شوہر اوّل کے لیے ہوگا یا شوہر ثانی کا ہوگا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس بچہ کی ولادت دو سال سے کم کی مدت میں ہوئی اور نکاح ثانی سے پورے چھ ماہ میں ہوئی تو البحر الرائق میں باب العدۃ میں مذکور ہے کہ بچہ شوہر اوّل کے لیے ہوگا لیکن اسی جگہ بدائع الصنائع کی عبارت نقل کی گئی ہے کہ بچہ شوہر ثانی کے لیے ہوگا اور بچہ کا نسب شوہر ثانی سے معتبر ہوگا، اور شوہر ثانی سے نسب ثابت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عورت کا دوسرے نکاح کا اقدام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ شوہر اوّل کی عدت پوری ہو چکی ہے اور اس نے شوہر اوّل کی عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کیا ہے اور نکاح کے چھ ماہ بعد ولادت ہوئی ہے لہٰذا بچہ کا نسب شوہر ثانی ہی سے معتبر ہوگا۔

اگر معتدہ نے نکاح ثانی عدت میں کیا تو کیا حکم ہے

حتی کہ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ عورت نے دوسرا نکاح شوہر اوّل کی عدت میں کیا ہے تو نکاح فاسد ہوگا اور اس کا لڑکا شوہر اوّل کے لیے ہوگا اگر شوہر اوّل سے نسب ثابت کرنا ممکن ہو، بایں طور کہ معتدہ عورت دو سال سے کم مدت میں بچہ جنی ہو، خواہ طلاق بائن کے بعد یا شوہر کے وفات پانے کے بعد ہو۔

اگر معتدہ عورت نے چار ماہ میں بچہ جنا تو کیا حکم ہے

ایک شخص نے ایک معتدہ عورت سے نکاح کیا نکاح کے بعد ٹھیک چار ماہ میں بچہ ساقط ہو گیا لیکن بچہ کے اعضائے بدن پورے طور پر ظاہر ہو چکے تھے تو اس بچے کا نسب شوہر ثانی سے ثابت ہوگا اور اگر یہ اسقاط حمل چار ماہ سے ایک دن کم میں ہوا ہے تو اس صورت میں بچہ کا نسب شوہر اوّل سے ثابت ہوگا اور نکاح فاسد ہوگا جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے

ایک کافر شخص نے کسی مسلم لڑکی سے نکاح کیا پھر اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کا نسب کافر شخص سے ثابت نہ ہوگا اور اس صورت میں عدت بھی واجب نہ ہوگی اس لیے کہ مسلمان کا نکاح کسی کافر سے کرنا باطل ہے جیسا کہ یہ مسئلہ مجمع الفتاویٰ میں ہے۔

زانی شخص مزنیہ سے نکاح کرلیا تو کیا حکم

ایک مرد نے کسی عورت سے زنا کیا اس کے بعد عورت زنا کی وجہ سے حاملہ ہوگئی پھر اسی زانی نے اس مزنیہ حاملہ عورت سے نکاح کرلیا، پھر اس مزنیہ عورت پورے چھ ماہ کی مدت میں بچہ جنی یا چھ ماہ سے زائد مدت میں بچہ جنی تو اس صورت میں اس بچے کا نسب اس زانی شخص سے ثابت ہوگا جس نے نکاح کیا ہے اور اگر چھ ماہ سے کم کی مدت میں مزنیہ منکوحہ بچہ جنی تو بچے کا نسب اس زانی سے ثابت نہ ہوگا، البتہ اگر زانی نسب کا دعویٰ کرے تو نسب ثابت ہو جائے گا مگر شرط یہ ہے کہ وہ یوں کہے کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے، اور ینابیع میں ہے کہ اس قول سے بھی زانی سے بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا، نیز یہ لڑکا اس کا وارث بھی نہیں ہوگا۔

مرد نے محرمات سے نکاح کرلیا تو بچہ کا کیا حکم ہے

ایک مسلمان شخص نے کسی ایسی عورت سے نکاح کرلیا جس سے نکاح کرنا شرعاً حرام تھا پھر اس سے بچہ بھی پیدا ہوا تو اس صورت میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بچہ ثابت النسب ہوگا لیکن حضرات صاحبین کے نزدیک بچہ ثابت النسب نہ ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ محارم کے ساتھ نکاح کرنا امام صاحب کے نزدیک فاسد ہے اور حضرات صاحبینؒ کے نزدیک باطل ہے جیسا کہ فتاویٰ ظہیریہ میں ہے۔

مسئلہ شوہر بات کرنے پر قادر ہے مگر اس کے باوجود اشاروں سے کلام کرتا ہے اور نسب کا اقرار اشارہ سے کیا، زبان سے اقرار نہیں کیا تو بھی نسب اس سے ثابت ہو جائے گا جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔ (کشف الاسرار: ۳/۳۲۰)

☆☆☆

بَابُ الْحَضَانَةِ

یہ باب اولاد کی پرورش کرنے کے مسائل واحکام کے بیان میں

اس سے پہلے مصنفؒ نے معتدہ کے احوال کے بعد بچے کے نسب کے ثبوت کو بیان کیا ہے اور ثبوت نسب کے متعلق ضروری مسائل وجزئیات کو بیان فرمایا ہے اب جب کہ نسب کا ثبوت ہو چکا تو اب یہ بیان کرنے جا رہے ہیں کہ بچے کی پرورش کا زیادہ حقدار کون ہے اور بچہ والدین میں سے کن کے پاس تربیت پائے گا؟ چناں چہ مصنفؒ فرماتے ہیں:

بِفَتْحِ الْحَاءِ وَكَسْرِهَا: تَرْبِيَةُ الْوَلَدِ. (تَثْبُتُ لِلْأُمِّ) . النَّسَبِيَّةِ (وَلَوْ) كِتَابِيَّةً، أَوْ مَجُوسِيَّةً أَوْ (بَعْدَ الْفُرْقَةِ) (إِلَّا أَنْ تَكُونَ مُرْتَدَّةً) فَحَتَّى تُسْلِمَ لِأَنَّهَا تُحْبَسُ (أَوْ فَاجِرَةً) فُجُورًا يَضِيعُ الْوَلَدُ بِهِ كَزِنًا وَغِنَاءٍ وَسَرِقَةٍ وَنِيَاحَةٍ كَمَا فِي الْبَحْرِ وَالنَّهْرِ بَحْثًا. قَالَ الْمُصَنِّفُ: وَالَّذِي يَظْهَرُ الْعَمَلُ بِإِطْلَاقِهِمْ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ أَنَّ الْفَاسِقَةَ بِتَرْكِ الصَّلَاةِ لَا حَضَانَةَ لَهَا. وَفِي الْقُنْيَةِ: الْأُمُّ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ وَلَوْ سَيِّئَةَ السِّيرَةِ مَعْرُوفَةً بِالْفُجُورِ مَا لَمْ يَعْقِلْ ذَلِكَ (أَوْ غَيْرَ مَأْمُونَةٍ) .ذَكَرَهُ فِي الْمُجْتَبَى بِأَنْ تَخْرُجَ كُلَّ وَقْتٍ وَتَتْرُكَ الْوَلَدَ ضَائِعًا (أَوْ) تَكُونَ (أَمَةً، أَوْ أُمَّ وَلَدٍ، أَوْ مُدَبَّرَةً أَوْ مُكَاتَبَةً وَلَدَتْ ذَلِكَ الْوَلَدَ قَبْلَ الْكِتَابَةِ) لِاشْتِغَالِهِنَّ بِخِدْمَةِ الْمَوْلَى، لَكِنْ إِنْ كَانَ الْوَلَدُ رَقِيقًا كُنَّ أَحَقَّ بِهِ لِأَنَّهُ لِلْمَوْلَى مُجْتَبَى (أَوْ مُتَزَوِّجَةً بِغَيْرِ مَحْرَمٍ) الصَّغِيرِ (أَوْ أَبَتْ أَنْ تُرَبِّيَهُ مَجَّانًا وَ) الْحَالُ أَنَّ (الْأَبَ مُعْسِرٌ، وَالْعَمَّةَ تَقْبَلُ ذَلِكَ) أَيْ تَرْبِيَتَهُ مَجَّانًا وَلَا تَمْنَعُهُ عَنِ الْأُمِّ قِيلَ لِلْأُمِّ: إِمَّا أَنْ تُمْسِكِيهِ مَجَّانًا أَوْ تَدْفَعِيهِ لِلْعَمَّةِ. (عَلَى الْمَذْهَبِ) وَهَلْ يَرْجِعُ الْعَمُّ وَالْعَمَّةُ عَلَى الْأَبِ إِذَا أَيْسَرَ، قِيلَ: نَعَمْ مُجْتَبَى، وَالْعَمَّةُ لَيْسَتْ بِقَيْدٍ فِيمَا يَظْهَرُ. وَفِي الْمُنْيَةِ: تَزَوَّجَتْ أُمُّ صَغِيرٍ تُوُفِّيَ أَبُوهُ وَأَرَادَتْ تَرْبِيَتَهُ بِلَا نَفَقَةٍ مُقَدَّرَةٍ وَأَرَادَ وَصِيُّهُ تَرْبِيَتَهُ بِهَا دُفِعَ إِلَيْهَا لَا إِلَيْهِ إِبْقَاءً لِمَالِهِ. وَفِي الْحَاوِي: تَزَوَّجَتْ بِأَجْنَبِيٍّ وَطَلَبَتْ تَرْبِيَتَهُ بِنَفَقَةٍ وَالْتَزَمَهُ ابْنُ عَمِّهِ مَجَّانًا وَلَا حَاضِنَةَ لَهُ فَلَهُ ذَلِكَ.

لفظ حضانت کی لغوی تحقیق

الحضانة: حاء کے زبر اور حاء کے زیر دونوں طرح پڑھا جاتا ہے جس کے معنی تربیت اولاد ہے یعنی اولاد کی تربیت اور پرورش کرنا، جیسا کہ مصباح اور البحر الرائق میں مغرب سے نقل کیا گیا ہے۔

اور حضانت کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جس کو حق حضانت حاصل ہے اس کے لیے بچوں کی تربیت کرنا بچوں کی پرورش کرنا، جیسا کہ قہستانی نے بیان کیا ہے۔

ثبوت حضانت کے لیے شرطیں

جن عورتوں کو پرورش اولاد کے لیے شرعی اعتبار سے حق ملتا ہے ان کے لیے چند شرطیں ہیں جن کو تفصیل سے علامہ خیر الدین رملی نے بیان کیا ہے۔ (۱) پرورش کرنے والی عورت آزاد ہو، (۲) امانت دار ہو، (۳) عقلمند ہو، (۴) پرورش کرنے پر قادر ہو (۵) کسی اجنبی شوہر کے نکاح میں نہ ہو، اور اگر پرورش کرنے والا مرد ہے تو اس کے لیے بھی یہی شرطیں ہیں، علاوہ آخری شرط کے۔ (۶) پرورش کرنے والی قریبی رشتہ دار ہو۔ (شامی: ۵/ ۲۵۳)

حضانت کا حقیقی حق ماں کو حاصل ہے

حق حضانت نسبی یعنی حقیقی ماں کو حاصل ہے خواہ ماں کتابیہ، مجوسیہ ہی کیوں نہ ہو خواہ شوہر سے اس کی جدائی واقع ہو چکی ہو) ماتن کا قول النسبیۃ یہ قید احترازی ہے اس سے رضاعی ماں کو نکالنا مقصود ہے یعنی رضاعی ماں کے لیے حق حضانت حاصل نہ ہوگا اسی طرح رضاعی بہن کو بھی حق حضانت حاصل نہیں ہوگا۔ (شامی: ۵ / ۲۵۳)

حقیقی ماں مرتد ہوگئی تو حق حضانت کا حکم

اگر ماں العیاذ باللہ مرتد ہوگئی تو اس کو بچے کی پرورش کرنے کا شرعاً حق حاصل نہیں ہے تو مرتد ہونے کے جرم میں اس کو قید کر دیا جائے گا جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کر لے، لہٰذا مقید ہونے کی حالت میں بچے کی پرورش کس طرح کر سکتی ہے، اس لیے مرتد ماں کو حق حضانت شرعی اعتبار سے حاصل نہ ہوگا۔

فاسقہ فاجرہ ماں کو حق حضانت حاصل نہیں ہے

اگر حقیقی ماں فاسقہ فاجرہ ہو اور ایسا گناہ کرتی ہے کہ جس سے بچہ ضائع ہونے کا اندیشہ ہو مثلاً زنا کاری، گانا، چوری، اور نوحہ گری وغیرہ تو اس کو حق حضانت حاصل نہ ہوگا، کیوں کہ جب عورت حرام کاری، زنا کاری، چوری گانے بجانے اور نوحہ کرنے کی عادت ہوگی تو وہ اپنے گھر میں نہ ٹھہر سکے گی بلکہ ادھر ادھر گھومتی پھرے گی، اور بچہ کی دیکھ ریکھ نہ کر سکے گی اور بچہ یوں ہی ضائع ہو جائے گا اس کی تفصیل البحر الرائق اور النہر الفائق میں مذکور ہے۔

نمازوں کو ترک کرنے والی ماں کو حق حضانت حاصل نہیں

حضرت مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ عام فقہائے کرام نے جس معصیت اور برائی کو حق حضانت کے لیے مانع قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ عورت نماز ترک کرنے کی عادی ہو، جیسا کہ حضرت امام شافعیؒ کا مذہب ہے، لیکن قنیہ نامی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ ماں اگر چہ فاسقہ و فاجرہ ہی کیوں نہ ہو اور فسق و فجور میں شہرت یافتہ ہی کیوں نہ ہو بہر صورت ماں کو حق حضانت حاصل ہے جب

تک کہ بچہ کو فسق و فجور کا شعور نہ ہوا ہو، الغرض اگر بچہ کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو تو حق پرورش حاصل ہوگا خواہ عورت کتابیہ، مجوسیہ اور فاسقہ ہو، مطلق فسق و فجور حق حضانت کو ساقط نہیں کرتا ہے، جب لڑکی کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو اور اس برائی سے بچہ متاثر ہو سکتا ہو تو پھر حق پرورش حاصل نہ ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۲۵۴)

حق حضانت کی مزید شرطیں

اگر حق پرورش ماں کو دینے میں اطمینان نہ ہو (اس کو مجتبیٰ نے ذکر کیا ہے) تو پرورش کا حق اس کو حاصل نہ ہوگا، مثلاً ماں ہر وقت گھر سے باہر جاتی رہتی ہے اور بچہ کو یوں ہی چھوڑ جاتی ہے اور گھر سے باہر جانے کا سبب خواہ ضرورت ہو مثلاً مزدوری، کھیتی باڑی، یا بغیر ضرورت کے نکلتی ہو بہر صورت اگر ضیاع ولد کا خطرہ ہے تو اس صورت میں حق حضانت حاصل نہ ہوگا۔

مکاتبہ، مدبرہ اور ام ولد ماں کو حق حضانت حاصل نہ ہوگا

اور اگر لڑکے کی ماں کسی شخص کی باندی ہے یا کسی کی ام ولد ہے یا مدبرہ ہے یا ایسی مکاتبہ ہے کہ مکاتبہ ہونے سے پہلے اس نے بچہ کو جنم دیا ہے تو ان عورتوں کو بھی شرعاً حق حضانت حاصل نہ ہوگا، کیوں کہ مذکورہ عورتوں کو اپنے آقا کی خدمت کرنے سے ہی فرصت نہیں ہوگی تو یہ اپنے بچے کی دیکھ ریکھ اور پرورش کس طرح کر سکتی ہے ان کو حق حضانت دینے کی صورت میں ضیاء ولد کا خطرہ ہے اس لیے حضانت کا حق حاصل نہ ہوگا، ہاں اگر بچہ مولیٰ کا غلام ہے بایں طور کہ بچہ کی ماں جس شخص کی باندی ہے یہ بچہ اس کا غلام ہے تو اس صورت میں حق حضانت ان سب کو حاصل ہوگا کیوں کہ یہ سب اپنے آقا کی خدمت کرتی ہے اور بچہ بھی آقا ہی کا ہے اس لیے حق حضانت دینے میں بچے کی پرورش میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مصنفؒ نے مکاتبہ کو دوسری باندیوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے حالاں کہ مکاتبہ باندی پر اپنے آقا کی خدمت واجب نہیں ہے کیوں کہ وہ تو محنت و مزدوری کر کے اپنا بدل کتابت کرے گی لہٰذا دیگر باندیوں کے ساتھ مکاتبہ کا ذکر کرنا درست نہیں ہے پھر مصنف نے ایسا کیوں کیا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مکاتبہ باندی کو حق حضانت سے محروم کرنے کی وجہ سے اس طرح بیان کیا جائے کہ حق حضانت ایک طرح کی ولایت ہے اور مکاتبہ ہو یا دوسری قسم کی باندی جب ان کو اپنے نفس پر ولایت حاصل نہیں ہے تو یہ دوسرے کی والی کس طرح بن سکتی ہیں، مکاتبہ باندی پر مولیٰ کی خدمت اگرچہ واجب نہیں ہے لیکن مکاتبہ چوں کہ خود اپنے نفس کا مالک نہیں ہے اور نہ اس کو کسی چیز کی ملکیت اور ولایت حاصل ہے اس لیے دوسرے حق ولایت بدرجہ اولیٰ حاصل نہ ہوگا۔

اگر بچہ کی ماں نے صغیر کے نامحرم سے نکاح کرلیا تو کیا حکم ہے

اگر بچہ کی ماں اپنا نکاح اس بچہ کے کسی نامحرم سے کرلیا تو اس صورت میں ماں کو حق حضانت حاصل نہیں ہوگا اس وجہ سے کہ مرد کسی اجنبی لڑکے کی پرورش پر راضی نہ ہوگا لیکن اگر اس بچے کی ماں نے بچہ کے محرم کے ساتھ نکاح کیا ہے مثلاً بچے کے چچا کے ساتھ نکاح کرلیا ہے تو اس صورت میں حق حضانت ساقط نہ ہوگا اور اس جگہ محرم سے مراد محرم نسبی ہے محرم رضاعی مراد نہیں ہے۔

اگر ماں مفت پرورش کرنے سے انکار کردے تو کیا حکم ہے

اگر بچے کی حقیقی ماں مفت میں بچے کی پرورش اور تربیت کرنے سے انکار کردے اور حال یہ ہے کہ باپ تنگ دست آدمی ہے اجرت دینے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے اور پھوپھی اس کی مفت تربیت کرنے پر راضی ہو یعنی اس کی مفت میں تربیت کرنے کو پھوپھی قبول کرتی ہے اور وہ بچے کو ماں کے پاس آنے جانے سے روکتی بھی نہیں ہے تو اس صورت میں بچے کی حقیقی ماں سے کہا جائے گا یا تو تم بچے اپنے پاس روک کر مفت تربیت کردو یا پھر اس بچہ کو اس کی پھوپھی کے حوالہ کردو تا کہ وہ اس کی مفت میں تربیت کرے اس بارے میں صحیح مذہب یہی ہے۔

بچہ کی تربیت پر خرچ کی ہوئی رقم کی واپسی کا مسئلہ

چچا اور پھوپھی نے جو رقم بچے کی تربیت اور پرورش پر خرچ کیا ہے کیا وہ رقم چچا اور پھوپھی باپ سے واپس لے سکتے ہیں اگر باپ مالدار ہوگیا ہو، تو اس بارے میں مجتبیٰ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ جی ہاں واپس لے سکتے ہیں۔

شارح فرماتے ہیں کہ تربیت کے باب میں عمہ کی قید کی ضرورت نہیں ہے یعنی پھوپھی یا چچی ہی کو مفت حق حضانت حاصل نہیں ہے بلکہ حق حضانت ہر اس عورت کو حاصل ہے جو مفت اور بغیر کوئی اجرت مانگے بچے کی تربیت کے لیے رضامند ہو، اور باپ کو قیمت ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو۔ (شامی: ۵/ ۲۵۶)

صغیر کی ماں اگر نکاح کرلے تو حق پرورش کس کو حاصل ہوگا

اگر صغیر بچہ کا باپ انتقال کرگیا اور ماں نے دوسری شادی کرلی اور وہ چاہتی ہے کہ وہ اپنے بچہ کی خود پرورش کرے بغیر کسی معاوضہ معینہ کے اور چھوٹے بچے کا وصی یہ چاہتا ہے کہ پرورش وہ کرے تو اس صورت میں پرورش کے لیے بچہ اس کی ماں کو دیا جائے گا، تربیت کے لیے وصی کو نہ دیا جائے گا تا کہ صغیر کا مال محفوظ اور بچا رہے اور وصی وہ شخص کہلاتا ہے جس کو بچہ کے والد نے مرتے وقت وصیت کی تھی میری موت کے بعد فلاں شخص اس کی تربیت کرے گا۔

حقیقی ماں کسی اجنبی مرد سے نکاح کرے تو حق حضانت کس کو حاصل ہوگا

حاوی قدسی میں ہے کہ بچے کی ماں نے اپنا نکاح کسی اجنبی مرد سے کرلیا یعنی رشتہ دار کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے کرلیا اور اس سے اپنے نفقہ کے بجائے بچے کی تربیت اور پرورش کا مطالبہ کیا یعنی مجھے نان ونفقہ نہ دے کر بچہ کی پرورش کردے اور اس کا التزام اس کے چچازاد بھائی مفت میں اپنے اوپر لازم کرلیا ہے حالاں کہ اس بچے کے لیے کوئی عورت پرورش کرنے والی نہیں ہے تو اس صورت میں حق حضانت ابن العم یعنی چچازاد بھائی کو حاصل ہوگا۔

مسئلہ: اگر باپ مال دار ہے اور ماں پرورش کے لیے اجرت کا مطالبہ کرتی ہے تو اس صورت میں قاضی شوہر کو اس بات پر مجبور کرے گا کہ بیوی کو تربیت کرنے کی اجرت دے، بچے پر شفقت کی نظر کرتے ہوئے۔ (شامی: ۵/۲۵۵)

(وَلَا تُجْبَرُ) مَنْ لَهَا الْحَضَانَةُ (عَلَيْهَا إِلَّا إِذَا تَعَيَّنَتْ لَهَا) بِأَنْ لَمْ يَأْخُذْ ثَدْيَ غَيْرِهَا أَوْ لَمْ يَكُنْ لِلْأَبِ وَلَا لِلصَّغِيرِ مَالٌ بِهِ يُفْتَى خَانِيَّةٌ وَسَيَجِيءُ فِي النَّفَقَةِ. وَإِذَا أَسْقَطَتْ الْأُمُّ حَقَّهَا صَارَتْ كَمَيِّتَةٍ، أَوْ مُتَزَوِّجَةٍ فَتَنْتَقِلُ لِلْجَدَّةِ بَحْرٌ. (وَلَا تَقْدِرُ الْحَاضِنَةُ عَلَى إِبْطَالِ حَقِّ الصَّغِيرِ فِيهَا) حَتَّى لَوْ اخْتَلَعَتْ عَلَى أَنْ تَتْرُكَ وَلَدَهَا عِنْدَ التَّزَوُّجِ صَحَّ الْخُلْعُ. وَبَطَلَ الشَّرْطُ لِأَنَّهُ حَقُّ الْوَلَدِ، فَلَيْسَ لَهَا أَنْ تُبْطِلَهُ بِالشَّرْطِ؛ وَلَوْ لَمْ يُوجَدْ غَيْرُهَا أُجْبِرَتْ بِلَا خِلَافٍ فَتْحٌ، وَهَذَا يَعُمُّ مَا لَوْ وُجِدَ وَامْتَنَعَ مِنْ الْقَبُولِ بَحْرٌ، وَحِينَئِذٍ فَلَا أُجْرَةَ لَهَا جَوْهَرَةٌ. (تَسْتَحِقُّ) الْحَاضِنَةُ (أُجْرَةَ الْحَضَانَةِ إِذَا لَمْ تَكُنْ مَنْكُوحَةً وَلَا مُعْتَدَّةً لِأَبِيهِ) وَهِيَ غَيْرُ أُجْرَةِ إِرْضَاعِهِ وَنَفَقَتِهِ كَمَا فِي الْبَحْرِ عَنْ السِّرَاجِيَّةِ، خِلَافًا لِمَا نَقَلَهُ الْمُصَنِّفُ عَنْ جَوَاهِرِ الْفَتَاوَى. وَفِي شَرْحِ النُّقَايَةِ لِلْبَاقَانِيِّ عَنْ الْبَحْرِ الْمُحِيطِ: سُئِلَ أَبُو حَفْصٍ عَمَّنْ لَهَا إِمْسَاكُ الْوَلَدِ وَلَيْسَ لَهَا مَسْكَنٌ مَعَ الْوَلَدِ؟ فَقَالَ: عَلَى الْأَبِ سُكْنَاهُمَا جَمِيعًا. وَقَالَ نَجْمُ الْأَئِمَّةِ: الْمُخْتَارُ أَنَّهُ عَلَيْهِ السُّكْنَى فِي الْحَضَانَةِ، وَكَذَا إِنْ احْتَاجَ الصَّغِيرُ إِلَى خَادِمٍ يَلْزَمُ الْأَبُ بِهِ. وَفِي كُتُبِ الشَّافِعِيَّةِ: مُؤْنَةُ الْحَضَانَةِ فِي مَالِ الْمَحْضُونِ لَوْ لَهُ وَإِلَّا فَعَلَى مَنْ تَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ. قَالَ شَيْخُنَا: وَقَوَاعِدُنَا تَقْتَضِيهِ فَيُفْتَى بِهِ ثُمَّ حَرَّرَ أَنَّ الْحَضَانَةَ كَالرَّضَاعِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ. (ثُمَّ) أَيْ بَعْدَ الْأُمِّ بِأَنْ مَاتَتْ، أَوْ لَمْ تَقْبَلْ أَوْ أَسْقَطَتْ حَقَّهَا أَوْ تَزَوَّجَتْ بِأَجْنَبِيٍّ (أُمُّ الْأُمِّ) وَإِنْ عَلَتْ عِنْدَ عَدَمِ أَهْلِيَّةِ الْقُرْبَى (ثُمَّ أُمُّ الْأَبِ وَإِنْ عَلَتْ) بِالشَّرْطِ الْمَذْكُورِ وَأَمَّا أُمُّ أَبِي الْأُمِّ فَتُؤَخَّرُ عَنْ أُمِّ الْأَبِ بَلْ عَنْ الْخَالَةِ. أَيْضًا بَحْرٌ (ثُمَّ الْأُخْتُ لِأَبٍ وَأُمٍّ ثُمَّ لِأُمٍّ) لِأَنَّ هَذَا الْحَقَّ لِقَرَابَةِ الْأُمِّ (ثُمَّ) الْأُخْتِ (لِأَبٍ) ثُمَّ بِنْتِ الْأُخْتِ لِأَبَوَيْنِ ثُمَّ لِأُمٍّ ثُمَّ لِأَبٍ (ثُمَّ الْخَالَاتِ

كَذٰلِكَ) أَيْ لِأَبَوَيْنِ، ثُمَّ لِأُمٍّ ثُمَّ لِأَبٍ، ثُمَّ بِنْتِ الْأُخْتِ لِأَبٍ ثُمَّ بَنَاتِ الْأَخِ (ثُمَّ الْعَمَّاتِ كَذٰلِكَ) ثُمَّ خَالَةِ الْأُمِّ كَذٰلِكَ، ثُمَّ خَالَةِ الْأَبِ كَذٰلِكَ ثُمَّ عَمَّاتِ الْأُمَّهَاتِ وَالْآبَاءِ بِهٰذَا التَّرْتِيبِ؛ ثُمَّ الْعَصَبَاتِ بِتَرْتِيبِ الْإِرْثِ، فَيُقَدَّمُ الْأَبُ ثُمَّ الْجَدُّ ثُمَّ الْأَخُ الشَّقِيقُ، ثُمَّ لِأَبٍ ثُمَّ بَنُوهُ كَذٰلِكَ، ثُمَّ الْعَمُّ ثُمَّ بَنُوهُ. وَإِذَا اجْتَمَعُوا فَالْأَوْرَعُ ثُمَّ الْأَسَنُّ، اخْتِيَارٌ، سِوَى فَاسِقٍ وَمَعْتُوهٍ وَابْنِ عَمٍّ لِمُشْتَهَاةٍ وَهُوَ غَيْرُ مَأْمُونٍ، ثُمَّ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَصَبَةٌ فَلِذَوِي الْأَرْحَامِ، فَتُدْفَعُ لِأَخٍ لِأُمٍّ ثُمَّ لِابْنِهِ ثُمَّ لِلْعَمِّ لِلْأُمِّ ثُمَّ لِلْخَالِ لِأَبَوَيْنِ ثُمَّ لِأُمٍّ بُرْهَانٌ وَعَيْنِيٌّ بَحْرٌ، فَإِنْ تَسَاوَوْا فَأَصْلَحُهُمْ ثُمَّ أَوْرَعُهُمْ ثُمَّ أَكْبَرُهُمْ، وَلَا حَقَّ لِوَلَدِ عَمٍّ وَعَمَّةٍ وَخَالٍ وَخَالَةٍ لِعَدَمِ الْمَحْرَمِيَّةِ.

عورت کو پرورش کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے

جس عورت کو شرعی اعتبار سے حق حضانت حاصل ہے اس کو پرورش کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے مگر اس صورت میں جب پرورش کرنے کے واسطے متعین ہوجائے بایں طور کہ بچہ کسی دوسری عورت کے پستان کو دودھ کے لیے قبول نہیں کرتا ہے، یا باپ اور بچے کے پاس مال بھی نہیں ہے کہ کسی دوسری عورت کو پرورش کرنے کے لیے کرایہ پر لے لیا جائے تو اس صورت میں عورت کو پرورش کے لیے مجبور کیا جاسکتا ہے اسی قول پر فتویٰ ہے اور اس کی پوری تفصیل باب النفقہ میں عنقریب انشاء اللہ آنے والی ہے۔

اگر ماں حق حضانت اپنا ساقط کردے تو کیا حکم ہے

اور جب ماں اپنا حق حضانت ساقط کردے تو وہ اب ایسی ہوگئی جیسا کہ وہ مرگئی ہو یا اس نے دوسرے شوہر سے اپنا نکاح کرلیا ہو تو اب اس صورت میں حق حضانت دادی کی طرف منتقل ہوجائے گا اور ماں کے بعد بچے کی پرورش کا زیادہ دادی کو حاصل ہوگا جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

اگر ماں حق حضانت باطل کرنا چاہے تو کیا حکم ہے

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ پرورش کرنے والی عورت کو اس بات کا حق شرعاً حاصل نہیں ہے کہ صغیر کا حق حضانت باطل کردے۔ صغیر کا جو حق حضانت عورت کے ساتھ متعلق ہوگیا ہے اس کو باطل کرنے پر عورت قدرت نہیں رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر بیوی نے اس شرط کے ساتھ شوہر سے خلع کیا کہ وہ بچے کو ساتھ نہیں لے جائے گی بلکہ بچہ شوہر ہی کے پاس رہے گا تو اس صورت میں خلع صحیح ہوگا اور پرورش نہ کرنے کی شرط باطل ہوجائے گی۔

حضانت ولد کا حق ہے نہ کہ حاضنہ کا

اس لیے کہ حضانت درحقیقت بچہ کا حق ہے لہٰذا عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ بچہ کے حق کو شرط لگا کر حق کو باطل

کردے، (دراصل اس میں اختلاف ہے کہ حضانت کس کا حق ہے؟ آیا حاضنہ یعنی پرورش کرنے والی عورت کا حق ہے یا حضانت حق ولد ہے؟ تو اس بارے میں بعض فقہاء کرام نے فرمایا کہ حضانت پرورش کرنے والی عورت کا حق ہے چناں چہ اگر عورت اپنا حق ساقط کردے اور بچے کی پرورش سے انکار کرے تو اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا ہے، بہت سے علماء نے اسی کو راجح قرار دیا ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے اور بعض حضرات فقہائے کرام نے فرمایا کہ حضانت حق ولد ہے لہٰذا اگر عورت پرورش سے انکار کرے تو اس پر جبر کیا جائے گا فقہائے ثلاثہ، ابواللیثؒ ہندوانی اور خواہر زادہؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور فتح القدیر میں اس کی تائید کی گئی ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ فقہائے ثلاثہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔ (شامی: ۵/۲۵۸)

نیز اگر ماں کے علاوہ کوئی دوسری عورت پرورش کرنے کے لیے نہ ہو تو اس صورت میں ماں کو حضانت کے لیے مجبور کیا جائے گا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے شارحؒ کا قول ولولم یوجد غیرھا (ماں کے علاوہ کوئی دوسری عورت حضانت کے لیے نہ پائی جاتی ہو) یہ حکم اس صورت کو عام ہے کہ جب ماں کے علاوہ دوسری عورت موجود ہو لیکن پرورش کے قبول کرنے سے انکار کرتی ہو (جیسا کہ البحر الرائق میں ہے) تو اس صورت میں ماں کو حضانت کے لیے مجبور کیا جائے گا اور اس کو کوئی اجرت نہیں دی جائے گی، جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے۔

پرورش کرنے والی اجرت کا مستحق ہے بشرطیکہ منکوحہ یا معتدہ نہ ہو

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ پرورش کرنے والی حضانت کی اجرت کا مستحق ہوتی ہے بشرطیکہ پرورش کرنے والی عورت باپ کی منکوحہ یا معتدہ نہ ہو اور بچہ منکوحہ یا معتدہ کے بطن سے پیدا ہوا ہو، اور اگر معتدہ یا منکوحہ عورت کی سوکن کا بچہ ہے تو بھی اجرت کا مستحق ہوگی، اور دودھ پلانے کی اجرت، پرورش کرنے کی اجرت اور نفقہ تینوں علیحدہ علیحدہ ہیں چناں چہ نان ونفقہ اور دودھ پلانے کی اجرت پرورش کی اجرت میں شمار نہ ہوں گے جیسا کہ البحر الرائق میں السراجیہ نامی کتاب سے نقل کیا ہے مگر یہ اس کے خلاف ہے جس کو مصنفؒ نے جواہر الفتاویٰ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

بچہ کے باپ پر تین چیزیں واجب ہیں

علامہ ابن عابدین شامیؒ شرنبلالیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ بچے کے والد پر تین چیزیں ہیں (۱) حضانت کی اجرت (۲) رضاعت یعنی دودھ پلانے کی اجرت (۳) اور بچہ کے نفقہ کی اجرت۔ یہ تینوں قسم کی اجرت بچے کے والد پر واجب ہے۔ (شامی: ۵/۲۶۰)

حضانت سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

علامہ باقانی کی شرح النقایہ میں البحر المحیط کے حوالہ سے منقول ہے کہ ابوحفص سے کسی نے اس عورت کے بارے میں

ایک سوال کیا کہ جس کو چھوٹے بچے کو رکھنے کا حق ہے لیکن اس عورت کے پاس کوئی ایسا مکان نہیں ہے جس میں وہ اس بچے کو رکھ سکے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔

ابوحفص نے یہ جواب دیا کہ باپ پر دونوں کے رہنے کا انتظام کرنا واجب ہے اور نجم الائمہ نے کہا کہ مختار مذہب کے مطابق باپ کے اوپر پرورش کے دنوں میں رہائش کا انتظام کرنا واجب ہے اسی طرح اگر بچے کے لیے کسی خادم کی ضرورت ہو تو باپ پر خادم کا انتظام کرنا بھی واجب ہے۔

مسئلہ حضانت میں شوافع کی رائے

اور شوافع کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر بچہ مالدار ہے تو پرورش کے جملہ اخراجات مضمون جس بچہ کی پرورش کی جارہی ہے اس کے مال سے کیا جائے گا اور اگر بچے کے پاس مال نہیں ہے تو اس کی پرورش کے جملہ اخراجات اس شخص پر واجب ہے جس پر اس بچہ کا نفقہ واجب ہے اور ہمارے استاذ محترم علامہ خیر الدین رملی نے فرمایا کہ علمائے احناف کے قواعد و ضوابط بھی اس کے مقتضی ہیں لہٰذا اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔

حضانت و رضاعت کے درمیان فرق

پھر علامہ خیر الدین رملی نے لکھا ہے کہ حضانت رضاعت کی طرح ہے جس عورت کو حق رضاعت حاصل ہے اس کو حضانت کا بھی حق حاصل ہے احنافؒ کے نزدیک راجح قول کے مطابق پرورش اور دودھ پلانے میں کوئی فرق نہیں ہے بقیہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ماں کے بعد حق حضانت کس کو ملے گا

پھر حقیقی ماں کے بعد یعنی اگر حقیقی ماں کا انتقال ہو گیا یا حقیقی ماں حضانت کو قبول نہیں کرتی ہے یا حقیقی ماں نے اپنا حق حضانت ساقط کر دیا ہے یا بچہ کی حقیقی ماں نے کسی دوسرے اجنبی مرد سے نکاح کر لیا ہے یا ماں فاسقہ و فاجرہ ہو تو اس صورت میں حضانت کا حق ام الام یعنی ماں کی ماں نانی کو حاصل ہوگا خواہ نانی بعیدہ ہی کیوں نہ ہو، مثلاً نانی کی ماں یا نانی کی نانی لیکن یہاں نانی قریبہ کے موجود نہ ہونے کی صورت میں نانی بعیدہ کو حق حضانت حاصل ہوگا چناں چہ اگر نانی قریبہ کسی اجنبی کے نکاح میں ہو تو حضانت کا حق اس کو حاصل نہ ہوگا بلکہ نانی کی ماں کو حضانت کا حق پہنچے گا۔

نانی کی عدم موجودگی میں دادی کو حق حضانت

پھر نانی کی عدم موجودگی میں حق حضانت ام الاب باپ کی ماں یعنی دادی کو حاصل ہوگا خواہ دادی قریبہ ہو یا چند

واسطوں سے دادی بعیدہ ہو، مذکورہ شرطوں کے مطابق یعنی اگر قریب والی دادی میں کسی وجہ سے حضانت کی اہلیت نہیں ہے تو بعید والی دادی کو حضانت کا حق حاصل ہوگا، ورنہ نہیں۔

حق حضانت میں نانا کی ماں دادی سے مؤخر ہے

شارح فرماتے ہیں کہ حق حضانت میں نانا کی ماں کا درجہ دادی سے بہر حال مؤخر ہے، بلکہ خالہ سے بھی مؤخر ہے یعنی شرعی اعتبار سے حضانت کا حق پہلے دادی کو ملے گا اس کے بعد ہی نانا کی ماں کا درجہ ہے مثال کے طور پر ماں کی وفات کے بعد بچے کے رشتہ داروں میں اس کے نانا کی ماں زندہ ہے اور باپ کی ماں دادی زندہ ہے تو اس صورت میں چوں کہ بچہ سے دادی قریب ہے اور نانا کی ماں بچے سے بعید ہے اس لیے دادی کو حضانت کا حق حاصل ہوگا۔ جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

حقیقی، علاتی اور اخیافی بہنوں میں حضانت کی ترتیب

دادی بھی موجود نہ ہو تو بچے کی پرورش کرنے کا زیادہ حقدار اس کی حقیقی بہن ہے، اور اگر حقیقی بہن بھی موجود نہ ہو تو پھر بچے کی پرورش کرنے کا حق اخیافی بہن کو حاصل ہوگا، اور ماں کی قرابت کی وجہ سے یہ حق حاصل ہے اس لیے کہ اخیافی بہن میں دونوں کے ماں ایک ہوتے ہیں اور باپ دونوں کے الگ الگ ہوتے ہیں اور اگر فرض کیجئے کہ اخیافی بہن بھی موجود نہیں ہے تو پھر علاتی بہن کو حق حضانت حاصل ہوگا اور اگر علاتی بہن بھی موجود نہیں ہے تو بچے کے حق حضانت حقیقی بہن کی بیٹی کو حاصل ہوگا پھر اس کے بعد ماں کی بہنیں یعنی خالائیں پرورش کے حقدار ہوں گے، پھر اس کے بعد باپ کی بہنیں یعنی پھوپھیاں بچے کی پرورش کے زیادہ حقدار ہوں گے۔

حق حضانت میں خالہ علاتی بہن کی بیٹی پر مقدم ہے

اصح قول کے مطابق بچے کی پرورش کے معاملہ میں علاتی بہن کی بیٹی پر خالہ مقدم ہے یعنی علاتی بہن کی عدم موجودگی میں خالہ کو پرورش کا حق حاصل ہوگا علاتی بہن کی بیٹی کو حق پرورش حاصل نہیں ہوگا۔

بہنوں کے بعد خالہ کا درجہ

حقیقی بہنوں کے بعد خالہ کے درجات ہیں، اسی ترتیب سے پہلے حقیقی خالہ، پھر اخیافی خالہ، پھر علاتی خالہ کی بیٹی، پھر بچے کے بھائی کی بیٹیاں، پھر اس کے بعد پھوپھیوں کا درجہ اس ترتیب سے ہے یعنی پہلے سگی پھوپھی اخیافی پھوپھی، پر علاتی یعنی سوتیلی پھوپھی۔

ماں کے خالاؤں میں حق حضانت کی ترتیب

پھوپھیوں کے بعد حق حضانت بچے کی ماں کی خالہ کو حاصل ہے مذکورہ ترتیب کے اعتبار سے یعنی پہلے ماں کی سگی خالہ کو

حق حضانت حاصل ہوگا پھراس کی عدم موجودگی میں ماں کی اخیافی خالہ کوحق حضانت ملے گا پھراس کی عدم موجودگی میں ماں کی علاتی یعنی سوتیلی خالہ کوحق حضانت ملے گا، پھر ماں کی خالاؤں کی عدم موجودگی میں باپ کی خالاؤں کا درجہ ہوگا اس ترتیب سے، یعنی پہلے باپ کی سگی خالہ کوحق حضانت حاصل ہوگا، پھراس کی عدم موجودگی میں اخیافی خالہ کوحق حضانت حاصل ہوگا اور باپ کی اخیافی خالہ بھی موجودنہیں ہے تو اس صورت میں باپ کی علاتی خالہ یعنی سوتیلی کوحق حضانت حاصل ہوگا پھر باپ کی خالاؤں کے بعد ماں کی پھوپھیاں اس ترتیب سے یعنی پہلے ماں کی سگی پھوپھی، پھر ماں کی اخیافی پھوپھی، ان دونوں کی عدم موجودگی میں ماں کی علاتی یعنی سوتیلی پھوپھی کا درجہ ہوگا اور اگر ماں کی پھوپھیاں موجودنہیں ہیں تو باپ کی پھوپھیوں کا درجہ اس ترتیب سے ہوگا یعنی پہلے باپ کی حقیقی پھوپھی، اس کے بعد اخیافی پھوپھی، اس کے بعد علاتی پھوپھی کا درجہ حق حضانت میں ہوگا۔

حق حضانت میں مذکورہ بالا ترتیب کی دلیل

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ میرا بیٹا ہے، میرا پیٹ اس کا ظرف تھا اور میری چھاتی اس کے دودھ کی مشک تھی اور میری گود اس کا گہوارہ اور جھولہ تھا اس لڑکے کے والد نے مجھ کو طلاق دے دی ہے اور اس لڑکے کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس بچہ کو روکنے کا تو زیادہ حق رکھتی ہے جب تک تو دوسرا نکاح نہ کرلے اور شرح مختار میں حضرت سعید بن المسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنی بیوی ام عاصم کو طلاق دے دی اور بچے کو بھی لینا چاہا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا اے عمر اس کی رال لڑکے کے لیے بہتر ہے تیری شہد سے، پھر لڑکا عورت کو پرورش کرنے کے واسطے دے دیا اس روایت کی اصل موطا امام مالک، بیہقی اور مصنف ابن شیبہ میں ہے۔

اور سنن ابی داؤد میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ زید بن حارثہ حضرت حمزہؓ کی بہن کو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ لے کرآئے تو حضرت جعفر طیار نے فرمایا میں اس بچی کو لوں گا میں زیادہ حقدار ہوں اس لیے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے پاس ہے حضرت علیؓ نے فرمایا میں زیادہ حقدار ہوں اس لیے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی میرے پاس ہیں اور وہ اس کی ہیں پھر حضرت ابن حارثہؓ فرمایا میں اس کا زیادہ حقدار ہوں اس لیے کہ میں اس کو مکہ سے لے کر آیا ہوں پھر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بچی تو حضرت جعفر کے پاس اپنی خالہ کے پاس رہے گی اس واسطے کے خالہ ماں کے برابر ہے۔ (کشف الاسرار: ۴/۲۳۹)

مذکورہ بالا عورتوں کی عدم موجودگی میں حق حضانت عصبات کی طرف منتقل ہوگا

پھر مذکورہ بالا عورتوں کی عدم موجودگی میں حق حضانت عصبات کو حاصل ہوتا ہے اور حق حضانت کے حاصل ہونے میں

وہی ترتیب ہوگی جو ترتیب وراثت کے ملنے کی ہے۔ چناں چہ عصبات میں وراثت کا مال سب سے پہلے باپ کو ملتا ہے، پھر دادا کو، پھر حقیقی بھائی کو پھر علاتی بھائی یعنی سوتیلے بھائی کو پھر بھتیجے کو، حق حضانت کے ملنے میں بھی یہی ترتیب باقی رہے گی، اسی طرح حقیقی بھائی کا بیٹا سوتیلے بھائی کے بیٹے پر حق حضانت میں مقدم ہوں گے، اس کے بعد چچا کا درجہ ہے پھر اس کے بیٹوں کا درجہ ہے پھر اس کے بعد ان بیٹوں میں جو حقیقی بیٹا سوتیلے بیٹے پر مقدم ہوگا۔

اگر چند رشتہ دار ایک درجہ کے جمع ہو جائیں تو کس اعتبار سے حق حضانت ملے گا

اب سوال یہ ہے کہ اگر حضانت کے حقدار ایک ہی درجہ کے چند افراد جمع ہوں مثلاً حقیقی بھائی یا حقیقی چچا تو ان میں حضانت کے لیے کن صفت کے حامل فرد کو مقدم رکھا جائے گا؟ تو حضرت شارحؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک ہی درجہ کے چند افراد جمع ہو جائیں تو اس کو مقدم رکھا جائے گا جو ان میں سب سے زیادہ متقی، پرہیزگار اور ورع وتقویٰ کے مالک ہوں اور اگر ورع وتقویٰ میں سب برابر ہوں تو عمر دراز کو مقدم رکھا جائے گا کیوں کہ اس کو تجربہ زیادہ ہوگا جیسا کہ اختیار نامی کتاب میں ہے۔

البتہ جو عصبہ فسق وفجور میں مبتلا ہو یا معتوہ یعنی بدحواس ہو وہ حضانت کے قابل نہیں ہیں، نیز ابن العم یعنی چچا کا لڑکا اس صغیرہ کی پرورش کا حقدار نہیں ہے جو مشتہات ہو اور ابن عم پر اطمینان نہ ہو۔

حضانت کے لیے عصبات نہ ہوں تو ذوی الارحام کا حق ہے

اگر بچے کی دیکھ ریکھ اور پرورش کے لیے کوئی عصبات بھی نہ ہوں تو ایسی صورت میں حق حضانت ذوی الارحام کو ملے گا چناں چہ بچہ پرورش کے لیے اخیافی بھائی کو دیا جائے گا اور اگر اخیافی بھائی نہ ہو تو اس کے بیٹے کو دیا جائے گا پھر اگر اخیافی بھائی کے بیٹے بھی نہ ہو تو اس صورت میں اخیافی چچا کو دیا جائے گا وہ بھی نہ ہو تو سگے ماموں کو، وہ بھی نہ ہو تو اخیافی ماموں کو جیسا کہ یہ مسئلہ برہان، عینی، اور البحر الرائق میں ہے۔

اگر ذوی الارحام ایک ہی درجہ کے چند افراد جمع ہوں تو کیا حکم ہے

پھر اگر ایک ہی درجہ کے متعدد ذوی الارحام جمع ہو جائیں مثلاً تین حقیقی بھائی یا ماموں موجود ہوں تو اس صورت میں ترتیب اس طرح قائم ہوگی کہ ان میں جو صغیرہ کے حق میں زیادہ مفید اور کارآمد ہوگا اسکو مقدم کیا جائے گا، پھر اس کو جو ورع اور صفت تقویٰ کے ساتھ متصف ہو، پھر ان میں سے ان کو مقدم کیا جائے گا جو سب سے زیادہ عمر دراز ہو۔

چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کے بیٹوں کو حضانت کا حق شرعاً نہیں ہے کیوں کہ یہ رشتہ دار سب کے سب نامحرم ہیں ان سے نکاح جائز ہے۔

(وَ) الْحَاضِنَةُ (الذِّمِّيَّةُ). وَلَوْ مَجُوسِيَّةً (كَمُسْلِمَةٍ مَا لَمْ يَعْقِلْ دِينًا) يَنْبَغِي تَقْدِيرُهُ بِسَبْعِ سِنِينَ لِصِحَّةِ إِسْلَامِهِ حِينَئِذٍ نَهْرٌ (أَوْ) إِلَى أَنْ (يُخَافَ أَنْ يَأْلَفَ الْكُفْرَ) فَيُنْزَعُ مِنْهَا وَإِنْ لَمْ يَعْقِلْ دِينًا بَحْرٌ. (وَ) الْحَاضِنَةُ (يَسْقُطُ حَقُّهَا بِنِكَاحِ غَيْرِ مَحْرَمِهِ) أَيْ الصَّغِيرِ، وَكَذَا بِسُكْنَاهَا عِنْدَ الْمُبْغِضِينَ لَهُ؛ لِمَا فِي الْقُنْيَةِ: لَوْ تَزَوَّجَتْ الْأُمُّ بِآخَرَ فَأَمْسَكَتْهُ أُمُّ الْأُمِّ فِي بَيْتِ الرَّابِّ فَلِلْأَبِ أَخْذُهُ. وَفِي الْبَحْرِ: قَدْ تَرَدَّدْتُ فِيمَا لَوْ أَمْسَكَتْهُ الْخَالَةُ وَنَحْوُهَا فِي بَيْتِ أَجْنَبِيٍّ عَازِبَةٍ وَالظَّاهِرُ السُّقُوطُ قِيَاسًا عَلَى مَا مَرَّ، لَكِنْ فِي النَّهْرِ: وَالظَّاهِرُ عَدَمُهُ لِلْفَرْقِ الْبَيِّنِ بَيْنَ زَوْجِ الْأُمِّ وَالْأَجْنَبِيِّ. قَالَ: وَالرَّحِمُ فَقَطْ - كَابْنِ الْعَمِّ كَالْأَجْنَبِيِّ. (وَتَعُودُ) الْحَضَانَةُ (بِالْفُرْقَةِ) الْبَائِنَةِ لِزَوَالِ الْمَانِعِ، وَالْقَوْلُ لَهَا فِي نَفْيِ الزَّوْجِ وَكَذَا فِي تَطْلِيقِهِ إِنْ أَبْهَمَتْهُ لَا إِنْ عَيَّنَتْهُ. (وَالْحَاضِنَةُ) أُمًّا، أَوْ غَيْرَهَا (أَحَقُّ بِهِ) أَيْ بِالْغُلَامِ حَتَّى يَسْتَغْنِيَ عَنْ النِّسَاءِ وَقُدِّرَ بِسَبْعٍ وَبِهِ يُفْتَى لِأَنَّهُ الْغَالِبُ. وَلَوْ اخْتَلَفَا فِي سِنِّهِ، فَإِنْ أَكَلَ وَشَرِبَ وَلَبِسَ وَاسْتَنْجَى وَحْدَهُ دُفِعَ إِلَيْهِ وَلَوْ جَبْرًا وَإِلَّا لَا (وَالْأُمُّ وَالْجَدَّةُ) لِأُمٍّ، أَوْ لِأَبٍ (أَحَقُّ بِهَا) بِالصَّغِيرَةِ (حَتَّى تَحِيضَ) أَيْ تَبْلُغَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ. وَلَوْ اخْتَلَفَا فِي حَيْضِهَا فَالْقَوْلُ لِلْأُمِّ بَحْرٌ بَحْثًا. وَأَقُولُ: يَنْبَغِي أَنْ يُحَكَّمَ سِنُّهَا وَيُعْمَلَ بِالْغَالِبِ. وَعِنْدَ مَالِكٍ، حَتَّى يَحْتَلِمَ الْغُلَامُ، وَتَتَزَوَّجَ الصَّغِيرَةُ وَيَدْخُلَ بِهَا الزَّوْجُ عَيْنِيٌّ (وَغَيْرُهُمَا أَحَقُّ بِهَا حَتَّى تُشْتَهَى) وَقُدِّرَ بِتِسْعٍ وَبِهِ يُفْتَى. وَبِنْتُ إِحْدَى عَشْرَةَ مُشْتَهَاةٌ اتِّفَاقًا زَيْلَعِيٌّ. (وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ الْحُكْمَ فِي الْأُمِّ وَالْجَدَّةِ كَذَلِكَ) وَبِهِ يُفْتَى لِكَثْرَةِ الْفَسَادِ زَيْلَعِيٌّ. وَأَفَادَ أَنَّهُ لَا تَسْقُطُ الْحَضَانَةُ بِتَزَوُّجِهَا مَا دَامَتْ لَا تَصْلُحُ لِلرِّجَالِ إِلَّا فِي رِوَايَةٍ عَنْ الثَّانِي إِذَا كَانَ يَسْتَأْنِسُ. كَمَا فِي الْقُنْيَةِ.

غیر مسلمہ عورت کے پاس بچہ کب تک زیر پرورش رہے گا

اور پرورش کرنے والی ذمیہ عورت اگر چہ مجوسیہ ہی کیوں نہ ہو مسلمان عورت کے درجہ میں ہے یعنی جس طرح مسلمان عورت حضانت کے حقدار ہے اسی طرح ذمیہ عورت خواہ مجوسیہ ہی کیوں نہ ہو بچے کی پرورش کا حقدار ہے جب تک کہ بچہ دین کو نہ سمجھتا ہو صاحب نہر الفائق نے لکھا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ دین سمجھنے کی عمر سات برس متعین کی جائے اس لیے کہ سات برس کے بچہ کا اسلام قبول کرنا صحیح اور معتبر ہوتا ہے لہذا جب بچہ سات برس کی عمر کا ہو جائے تو ذمیہ حاضنہ سے لے لیا جائے گا۔

باپ کو بچے کے دین اسلام میں خطرہ لاحق ہو جائے تو کیا حکم ہے

ذمیہ اور مجوسیہ عورت کی زیر پرورش بچہ دینے میں اگر باپ کو یہ خطرہ محسوس ہو کہ بچہ کفر سے محبت کرنے لگے گا یعنی کافرہ

عورت کی صحبت سے جب بچہ کو کفر سے مانوس ہونے کا اندیشہ ہو اگرچہ ابھی دین اسلام کے متعلق بچہ کو شعور نہ ہو تو اس صورت میں بھی باپ کو شرعاً اختیار حاصل ہوگا کہ بچہ اس سے چھین لے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

ماں کے نکاح ثانی کرنے کی وجہ سے حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے

اگر پرورش کرنے والی عورت نے کسی ایسے صغیر مرد سے نکاح کرلیا جو صغیر کا نامحرم تھا تو اس سے حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح اگر پرورش کرنے والی عورت نے کسی ایسے گھر میں سکونت اختیار کرلی جس کو صغیر ناپسند کرتا ہو، یا اس سے بغض رکھتا ہو تو اس سے بھی حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے۔

اگر ماں نے کسی اجنبی مرد سے نکاح کرلیا، پھر اس بچہ کو نانی نے رکھ لیا اور اسی اجنبی کے گھر رہتی ہے تو باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ نانی سے بچہ کو لے آئے، اس لیے کہ اجنبی شوہر عام طور پر بیوی کے پہلے شوہر کی اولاد کو پسند نہیں کرتا۔

صاحب البحر الرائق کا تردد

صاحب البحر الرائق نے رقم کیا ہے کہ مجھے اس بارے میں تردد ہے کہ پرورش کرنے کے لیے بچہ کی خالہ یا اس کے مانند کوئی دوسری عورت بچے کو کسی اجنبی شخص کے گھر میں سکونت کرائے تو بظاہر حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ بھی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے اور صاحب النہر الفائق نے کہا کہ وہ قرابت داری جس میں محرمہ نہیں ہے جیسے کہ چچا کا بیٹا اجنبی کے برابر ہے یعنی بچہ کی ماں بچہ کے چچا کے بیٹے سے نکاح کرے گی تو حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

حق حضانت لوٹ کر آتا ہے یا نہیں

اگر پرورش کرنے والی عورت کو دوسرے شوہر نے طلاق بائنہ دے دی یعنی ایک عورت کی زیر پرورش ایک بچہ تھا اس عورت کو کسی دوسرے اجنبی مرد سے نکاح کرلیا جس کی وجہ سے پرورش کا حق ساقط ہو گیا تھا پھر اس عورت کو اس کے شوہر نے طلاق بائنہ دے دی تو ساقط شدہ حق حضانت لوٹ آئے گا اس لیے کہ حق حضانت کے ساقط ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اجنبی مرد سے نکاح کرلیا اب وہ نکاح طلاق بائن کی وجہ سے ختم ہو گیا لہٰذا حضانت کا حق لوٹ کر آئے گا اور زوج نے طلاق رجعی دی ہے تو پھر حضانت کا حق لوٹ کر نہیں آئے گا کیوں کہ عورت ابھی فی الجملہ نکاح کے اندر ہے اور شوہر کو حق رجعت حاصل ہے۔

عورت کے قول کا اعتبار

شوہر کے نفی کرنے میں عورت کا قول معتبر ہوگا در حقیقت یہاں مسئلہ یہ ہے کہ ایک عورت ہے جس کو اسکے شوہر نے طلاق دے دی تھی اور اس سے بچہ بھی پیدا ہوا تھا، عورت نے بچہ کی پرورش کرنے کا مطالبہ کیا تو شوہر نے یوں کہہ دیا کہ تو نے تو اپنا

دوسرا نکاح کرلیا ہے مگر عورت نے اس کا انکار کردیا یعنی عورت نکاح ثانی کی نفی کردی مگر شوہر کے پاس دعویٰ پر شہادت بھی موجود نہیں ہے تو اس صورت میں عورت کا قول معتبر ہوگا اور عورت سے حق حضانت ساقط نہ ہوگا۔

بیوی نے طلاق کے بعد نکاح ثانی کیا پھر طلاق ہوگئی تو کیا حکم ہے

مسئلہ یہ ہے کہ بیوی نے طلاق کے بعد اپنا نکاح کرلیا پھر بعد میں کہا کہ زوج ثانی جن کو طلاق دی ہے ان کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ بیوی نے زوج ثانی کو مبہم الفاظ میں بیان کیا مثال کے طور پر یوں کہا کہ میں نے کسی سے اپنا نکاح کرلیا تھا اس نے مجھ کو طلاق دے دی ہے تو اس صورت میں عورت کا قول معتبر ہوگا اور اس کو حق حضانت حاصل ہوگا اور اگر متعین کرکے یوں کہا کہ میں نے حماد سے نکاح کرلیا تھا اور اس نے مجھے طلاق دے دی ہے تو طلاق کا دعویٰ اس صورت میں اس وقت تک مقبول نہ ہوگا جب تک کہ عورت اپنے دعویٰ پر کوئی گواہ نہ پیش کردے پھر حماد خود ہی طلاق دینے کا اقرار نہ کرے، اس لیے کہ صورت ہذا میں صاحب حق ایک متعین شخص ہے، لہٰذا بغیر گواہ یا زوج ثانی کے اقرار کے بغیر عورت کا قول معتبر نہ ہوگا۔

پرورش کرنے والی عورت بچہ کو اپنے پاس کب تک رکھ سکتی ہے

مسئلہ یہ ہے کہ پرورش کرنے والی عورت خواہ ماں یا کوئی دوسری عورت بچہ کو اپنے پاس رکھنے کا مستحق اس وقت تک ہے جب تک بچہ کو ماں کی ضرورت اور حاجت ہے اور جب بچہ کو ماں کی ضرورت نہ رہے اور وہ عورتوں سے بے نیاز ہوجائے تو اب عورت اس کو پاس رکھنے کا حق نہیں رکھتی ہے، اور حضرات فقہائے کرام نے مستغنی ہونے کی عمر سات سال بیان فرمائی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اس لیے زیادہ تر بچہ اس عمر میں پہنچ کر ماں سے مستغنی ہوجاتا ہے۔

اور ماں سے مستغنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب لڑکا اپنے ہاتھ سے کھانے پینے لگے، بول و براز سے خود فراغت کرلے، اور استنجا پیشاب میں دوسروں کا محتاج نہ رہے تو سمجھا جائے گا اب لڑکا مستغنی ہوگیا ہے اب اس کو ماں کے پاس رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (شامی: ۵/ ۲۶۷)

اگر والدین بچہ کے عمر میں اختلاف کریں تو مستغنی ہونے میں کس چیز کا اعتبار ہے

اگر بچے کے والدین اس کی عمر کے بارے میں اختلاف کریں، مثلاً ماں کہتی ہے کہ بچے کی عمر چھ سال ہے اور باپ کہتا ہے کہ بچہ کی عمر سات سال کی ہے تو اس صورت میں قاضی بچے کے حال کو دیکھے اگر بچہ اس لائق ہے کہ خود کھا پی لیتا ہے اور اپنے ہاتھ سے استنجا کرلیتا ہے نیز خود ہی کپڑا پہن اور اتار لیتا ہے تو اس صورت میں بچہ باپ کے حوالہ کردیا جائے گا اگرچہ جبراً ہی کیوں نہ ہو، یعنی بچہ کے مستغنی ہونے کے بعد باپ اس کو لینے سے انکار کرتا ہے تو قاضی زبردستی باپ کو لینے پر مجبور کرے گا اس لیے اس کا نفقہ اور حضانت بالاجماع باپ پر واجب ہے۔

اور اگر بچہ اس لائق نہیں ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے کھاتا پیتا ہو یا اپنے ہاتھ سے استنجا کرتا ہو تو اس صورت میں باپ پر جبر نہیں کیا جائے گا کہ بچہ کو لے جائے، قاضی اس معاملہ میں کسی سے قسم نہ لے بلکہ بچہ کی حالت دیکھ کر فیصلہ کر دے، اس لیے کہ جب پرورش کی عمر سے فارغ ہو جاتا ہے تو اب باپ کے ذمہ اس کی تعلیم و تربیت نماز وغیرہ سکھانا واجب ہوتا ہے اس لیے کہ بچے کی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں باپ زیادہ بہتر کردار ادا کر سکتا ہے البتہ اگر بچہ ضروریات کو خود انجام نہیں دے پاتا ہو تو بچے کو باپ کے حوالہ نہ کیا جائے۔

بچی کی دادی اور نانی تربیت کے حقدار ہیں

دادی اور نانی صغیرہ کی پرورش کرنے کا زیادہ حقدار ہیں یہاں تک کہ اس صغیرہ کو حیض آنے لگے یعنی صغیرہ جب تک بالغ نہ ہو جائے اس کی پرورش کا حق دادی اور نانی کو حاصل ہے اور حیض آنے سے مراد ظاہر الروایہ کے مطابق بالغ ہونا ہے خواہ بلوغ حیض سے ہو یا احتلام وانزال سے ہو، یا پھر اتنی عمر کو پہنچ جائے کہ شرعاً وہ بالغہ شمار ہوتی ہے دادی اور نانی بچی کی تربیت کا حقدار اس لیے ہے کہ پرورش کی عمر گزر جانے کے بعد اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کو آداب اسلامیہ اور ضروری گھریلو ہنر سے واقف کرایا جائے، مثلاً کھانا بنانا، کپڑا سینا، تاگا بنانا وغیرہ وغیرہ ان کو مرد کے مقابلہ میں عورت احسن طریقہ سے کرا سکتی ہے، نیز صغیرہ جب سن بلوغ کو پہنچ جاتی ہے تو اب اس کی عصمت و عفت کی حفاظت وصیانت بھی مطلوب ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ باپ ان امور کے دیکھ بھال پر زیادہ قادر نہیں ہو سکتا ہے بلکہ ماں، نانی، دادی وغیرہ ہی اس کی صحیح دیکھ بھال کر سکتی ہے، اس لیے بلوغ کے بعد بھی تربیت کے لیے دادی، نانی ہی حقدار ہے۔

صغیرہ کے حائضہ اور غیر حائضہ ہونے میں زوجین کا اختلاف ہو تو کیا حکم ہے

اگر صغیرہ بچی کے حیض آنے اور نہ آنے میں والدین اختلاف کریں، ماں کہتی ہے کہ بچی کو اب تک حیض نہیں آیا ہے اور باپ کہتا ہے کہ اس کو حیض آیا ہے تو اس صورت میں البحر الرائق میں بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ماں کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ عورت حیض کے آنے کا منکر ہے اور منکر کا قول معتبر ہوتا ہے۔

مگر اس بارے میں حضرت شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ مناسب یہ ہے کہ صغیرہ کی عمر پر جو حکم کیا جائے اور غالب حال پر عمل کیا جائے یعنی اگر صغیرہ اس عمر کو پہنچ گئی ہے کہ جس میں عام طور پر حیض آنے لگتا ہے تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر صغیرہ ابھی اس عمر کو نہیں پہنچی ہے تو ماں کا قول معتبر ہوگا، اور اس مسئلہ میں شیخ رحمتی نے کہا ہے کہ اختلاف کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ مصرح روایت پر عمل کرنا مناسب ہے کہ جب والدین میں اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں صغیرہ ہی سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار کرے تو اس کی بات کی تصدیق کرنی چاہیے کیوں کہ وہ اس مسئلہ میں امینہ کی حیثیت رکھتی

ہے والدین کو اس کے بارے میں کیا معلوم۔ (شامی: ۵/ ۲۶۸)

حضرت امام مالکؒ کا قول

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صغیرہ بچی کی تربیت کے لیے اس کی ماں، دادی اور نانی حقدار اس وقت تک ہیں جب تک وہ صغیرہ کو احتلام ہو، یا اس کا نکاح ہو گیا اور شوہر اس کے ساتھ دخول کیا، جیسا کہ عینی میں ہے۔

ماں، نانی، دادی کے علاوہ دوسری عورتوں کو حق امساک

مسئلہ یہ ہے کہ ماں، نانی اور دادی کے علاوہ دوسری عورتوں کو صغیرہ کے روکنے کا حق اس وقت تک ہے یہاں تک کہ وہ صغیرہ مشتہات ہو جائے یعنی وہ صغیرہ شہوت کے لائق اور رغبت کے قابل ہو جائے اور اس کے واسطے حضرات فقہائے کرام نے نو سال کی عمر متعین فرمائی ہے اسی پر فتویٰ بھی ہے اور یہ ظاہر الروایہ کے خلاف فتویٰ ہے اور بقول علامہ زیلعی گیارہ سال کی لڑکی بالاتفاق مشتہات ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ ماں نانی اور دادی اپنے پاس صغیرہ کو بلوغ تک رکھنے کا حقدار ہے لیکن ان کے علاوہ مثلاً خالہ، پھوپھی اپنے پاس نو سال تک صغیرہ کو رکھے گی۔

صغیرہ کی حضانت سے متعلق امام محمدؒ کا ایک قول

حضرت امام محمدؒ سے ایک روایت منقول ہے کہ جو ظاہر روایت کے بالکل خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ ماں نانی اور دادی کی حضانت کا بھی حکم وہی ہے جو عام عورتوں کی حضانت کا حکم ہے یعنی جس طرح پھوپھی اور خالہ کے پاس صغیرہ نو سال کے بعد پرورش میں نہیں رہ سکتی ہے اسی طرح ماں اور نانی کی پرورش میں بھی نو سال کے بعد نہیں رہ سکتی ہے فتویٰ بھی حضرت امام محمدؒ کے قول پر ہے کثرت فساد کی وجہ سے جیسا کہ زیلعی میں ہے۔

صغیرہ لڑکی کے نکاح کر دینے سے حق حضانت ساقط نہیں ہوتا ہے

حضرت مصنفؒ نے ماقبل میں کہا ہے کہ صغیرہ میں حضانت کا حق مشتہات ہونے کی حد تک ہے حتی تشتہی کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ اگر صغیرہ لڑکی کا نکاح کر دیا جائے تو محض نکاح کر دینے سے حضانت کا حق ساقط نہیں ہوگا، جب تک کہ صغیرہ لڑکی شوہر کے لائق نہ ہو جائے، لیکن اس بارے میں حضرت امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ جب صغیرہ اس لائق ہو جائے کہ شوہر اس سے موانست کر سکے اور شوہر اس کو اپنے بس میں رکھنے پر راضی ہو جائے تو حضانت کا حق ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ صغیرہ مشتہات نہ ہو، اور موانست سے مراد یہ ہے کہ صغیرہ اس قابل ہو چکی ہو کہ شوہر تنہائی میں اس کے ساتھ دل لگی کر لے، اور شوہر کا اس سے جی لگنے لگے، جیسا کہ قنیہ میں ہے۔

وَفِي الظَّهِيرِيَّةِ: امْرَأَةٌ قَالَتْ: هَذَا ابْنُكَ مِنْ بِنْتِي وَقَدْ مَاتَتْ أُمُّهُ فَأَعْطِنِي نَفَقَتَهُ، فَقَالَ: صَدَقْتِ لَكِنْ أُمُّهُ لَمْ تَمُتْ وَهِيَ فِي مَنْزِلِي وَأَرَادَ أَخْذَ الصَّبِيِّ. يُمْنَعُ حَتَّى يُعْلِمَ الْقَاضِي أُمَّهُ وَتَحْضُرَ عِنْدَهُ فَتَأْخُذَهُ لِأَنَّهُ أَقَرَّ بِأَنَّهَا جَدَّتُهُ وَحَاضِنَتُهُ ثُمَّ ادَّعَى أَحَقِّيَّةَ غَيْرِهَا وَذَا مُحْتَمَلٌ، فَإِنْ (أَحْضَرَ الْأَبُ امْرَأَةً فَقَالَ: هَذِهِ ابْنَتُكِ وَهَذَا) ابْنِي (مِنْهَا، وَقَالَتْ الْجَدَّةُ: لَا) مَا هَذِهِ ابْنَتِي (وَقَدْ مَاتَتْ ابْنَتِي أُمُّ هَذَا الْوَلَدِ فَالْقَوْلُ لِلرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ: الَّتِي مَعَهُ وَيُدْفَعُ الصَّبِيُّ إلَيْهِمَا) لِأَنَّ الْفِرَاشَ لَهُمَا فَيَكُونُ الْوَلَدُ لَهُمَا (كَزَوْجَيْنِ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فَادَّعَى) الزَّوْجُ (أَنَّهُ ابْنُهُ لَا مِنْهَا) بَلْ مِنْ غَيْرِهَا (وَعَكَسَتْ) فَقَالَتْ: هُوَ ابْنِي لَا مِنْهُ (حُكِمَ بِكَوْنِهِ ابْنًا لَهُمَا) لِمَا قُلْنَا، وَكَذَا لَوْ قَالَتْ الْجَدَّةُ: هَذَا ابْنُكَ مِنْ بِنْتِي الْمَيِّتَةِ فَقَالَ: بَلْ مِنْ غَيْرِهَا فَالْقَوْلُ لَهُ وَيَأْخُذُ الصَّبِيَّ مِنْهَا، وَكَذَا لَوْ أَحْضَرَ امْرَأَةً وَقَالَ: ابْنِي مِنْ هَذِهِ لَا مِنْ بِنْتِكِ وَكَذَّبَتْهُ الْجَدَّةُ وَصَدَّقَتْهَا الْمَرْأَةُ فَالْأَبُ أَوْلَى بِهِ لِأَنَّهُ لَمَّا قَالَ هَذَا ابْنِي مِنْ هَذِهِ الْمَرْأَةِ فَقَدْ أَنْكَرَ كَوْنَهَا جَدَّتَهُ فَيَكُونُ مُنْكِرًا لِحَقِّ حَضَانَتِهَا وَهِيَ أَقَرَّتْ لَهُ بِالْحَقِّ انْتَهَى مُلَخَّصًا. (وَلَا خِيَارَ لِلْوَلَدِ عِنْدَنَا مُطْلَقًا) ذَكَرًا كَانَ، أَوْ أُنْثَى خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ.

قُلْت: وَهَذَا قَبْلَ الْبُلُوغِ، أَمَّا بَعْدَهُ فَيُخَيَّرُ بَيْنَ أَبَوَيْهِ، وَإِنْ أَرَادَ الِانْفِرَادَ فَلَهُ ذَلِكَ مُؤَيَّدُ زَادَهُ مَعْزِيًّا لِلْمُنْيَةِ، وَأَفَادَهُ بِقَوْلِهِ (بَلَغَتْ الْجَارِيَةُ مَبْلَغَ النِّسَاءِ، إنْ بِكْرًا ضَمَّهَا الْأَبُ إلَى نَفْسِهِ) إلَّا إذَا دَخَلَتْ فِي السِّنِّ وَاجْتَمَعَ لَهَا رَأْيٌ فَتَسْكُنُ حَيْثُ أَحَبَّتْ حَيْثُ لَا خَوْفَ عَلَيْهَا (وَإِنْ ثَيِّبًا لَا) يَضُمُّهَا (إلَّا إذَا لَمْ تَكُنْ مَأْمُونَةً عَلَى نَفْسِهَا) فَلِلْأَبِ وَالْجَدِّ وِلَايَةُ الضَّمِّ لَا لِغَيْرِهِمَا كَمَا فِي الِابْتِدَاءِ بَحْرٌ عَنْ الظَّهِيرِيَّةِ. (وَالْغُلَامُ إذَا عَقَلَ وَاسْتَغْنَى بِرَأْيِهِ لَيْسَ لِلْأَبِ ضَمُّهُ إلَى نَفْسِهِ) إلَّا إذَا لَمْ يَكُنْ مَأْمُونًا عَلَى نَفْسِهِ فَلَهُ ضَمُّهُ لِدَفْعِ فِتْنَةٍ، أَوْ عَارٍ، وَتَأْدِيبُهُ إذَا وَقَعَ مِنْهُ شَيْءٌ، وَلَا نَفَقَةَ عَلَيْهِ إلَّا أَنْ يَتَبَرَّعَ بَحْرٌ. (وَالْجَدُّ بِمَنْزِلَةِ الْأَبِ فِيهِ) فِيمَا ذُكِرَ.

حق حضانت کے متعلق ایک فقہی جزئیہ

فقہ اسلامی کی مشہور و معروف کتاب فتاویٰ ظہیریہ میں ایک مسئلہ مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک عورت نے ایک شخص سے کہا یہ تیرا بیٹا ہے اور میری بیٹی ہے اور اس لڑکے کی ماں یعنی میری بیٹی کا انتقال ہو گیا ہے لہٰذا اس لڑکے کا خرچہ تو مجھ کو دے اس لیے کہ ماں کے بعد حق حضانت نانی کو حاصل ہے، مرد نے جواب دیا صدقت تو بالکل سچ کہا ہے کہ میرا بیٹا ہے لیکن اس کی ماں ابھی انتقال نہیں ہوئی ہے بلکہ وہ تو میرے گھر پر ہے اور اس نے اس بچہ کو لینے کا ارادہ کیا ہے تو اس صورت میں قاضی روک دے گا

یہاں تک کہ قاضی اس کی ماں کے بارے میں معلومات کرے اور عورت قاضی کے پاس حاضر ہو، پھر اس کے بعد بچہ کو لے لے اور یہ بچہ مرد کے حوالہ نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ مرد نے اس کی نانی کے بارے میں حق حضانت کا اقرار کیا ہے اس کے بعد سب سے زیادہ حقدار ہونے کا دعویٰ کیا ہے یعنی جب ماں اور نانی دونوں موجود ہیں تو حق حضانت زیادہ ماں کو حاصل ہے نانی کو نہیں، اور یہ اس کا محتمل بھی ہے یعنی زیادہ حقدار ہونے کا دعویٰ صادق بھی ہو سکتا ہے اور کاذب بھی، چناں چہ باپ نے اگر قاضی کی عدالت میں ایک عورت کو پیش کیا اور پہلی عورت یعنی نانی سے کہا کہ یہ تیری بیٹی ہے اور یہ اس سے میرا بیٹا ہے یعنی اس کے بطن سے پیدا شدہ میرا بیٹا ہے اور نانی نے کہا کہ یہ تو میری لڑکی نہیں ہے میری لڑکی جو لڑکے کی ماں ہے وہ تو انتقال کر چکی ہے تو اس صورت میں مرد اور اس عورت کا قول معتبر ہوگا، جس کو مرد نے پیش کیا ہے اور بچہ ان دونوں کے حوالہ کر دیا جائے گا، اس لیے کہ ان دونوں کا فراش ثابت ہے لہٰذا ظاہر حال میں یہ بچہ ان ہی دونوں مرد وعورت کا ہوگا۔

مثلاً میاں بیوی کے پاس ایک لڑکا ہے جس کے بارے میں شوہر نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور دوسری بیوی سے ہے اس بیوی سے نہیں ہے اور بیوی اس کے بالکل برعکس دعویٰ کرتی ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے اور شوہر اوّل سے ہی ہے اس شوہر سے نہیں ہے اور دونوں میں سے کسی کے پاس شرعی شہادت نہیں ہے تو اس صورت میں قاضی یہ فیصلہ کرے گا بچہ ان دونوں کا ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے کیا ہے چوں کہ بیوی اس کی فراش ہے، وطی اس سے حلال ہے اس لیے ظاہر حال یہی ہے کہ لڑکا ان دونوں کا ہے۔

نانی نے ایک مرد سے کہا یہ تیرا بیٹا ہے اور میری لڑکی سے ہے تو کیا حکم ہے

اسی طرح نانی نے ایک مرد سے کہا کہ یہ بیٹا تیرا ہے اور میری اس لڑکی سے ہے جس کا انتقال ہو چکا ہے تو اس مرد نے یہ جواب دیا کہ یہ بیٹا تو میرا ہی ہے مگر تیری لڑکی سے نہیں ہے بلکہ دوسری بیوی سے ہے تو اس صورت میں اس مرد کا قول معتبر ہوگا اور مرد بچہ اس عورت سے لے لے گا۔

اسی طرح اگر شوہر نے ایک عورت کو قاضی کے پاس عدالت میں پیش کیا اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے تیری بیٹی سے نہیں ہے، لیکن نانی نے مرد کے قول کی تکذیب کر دی مگر اس عورت نے جس کو اس نے قاضی کے پاس پیش کیا ہے تصدیق کر دی ہے کہ ہاں یہ بچہ اسی مرد کا ہے اور میرے بطن سے ہے تو اس صورت میں حق حضانت باپ کے لیے اولیٰ ہوگا یعنی باپ پرورش کا زیادہ مستحق ہوگا اس کی وجہ اور دلیل یہ ہے کہ جب مرد نے یوں کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اور اس عورت کے بطن سے ہے تیری لڑکی کے بطن سے نہیں ہے تو گویا مرد نے بچہ کی نانی ہونے کا انکار کیا ہے اور نانی ہونے کا انکار کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ گویا اس نے حق حضانت کا بھی انکار کیا ہے اور دوسری جانب وہ عورت جو اپنے آپ کو لڑکی کی نانی بتلا رہی ہے مرد کا حق یہ کہہ کر اقرار کر چکی ہے کہ یہ تیرا بیٹا ہے لہٰذا اس صورت میں یہ لڑکا باپ ہی کا ہوگا مگر اس عورت سے ہوگا جس سے وہ بتلا رہا ہے، ظہیریہ میں ذکر کردہ مسئلہ تلخیص کے ساتھ مکمل ہوا۔

بچہ ماں کے پاس رہے یا باپ کے پاس

بچہ اگر ابھی چھوٹا ہے تو احناف علماء کے نزدیک مطلقاً اس کو اختیار نہیں ملے گا کہ وہ ماں کے پاس رہے یا باپ کے پاس خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، لیکن اس مسئلہ میں حضرت امام شافعیؒ کا اختلاف ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ حضانت کی مدت گزر جانے کے بعد ولد صغیر کو شریعت کی جانب اختیار ہے کہ چاہے وہ ماں کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس رہے، شارح فرماتے ہیں کہ ہم احناف علماء کے نزدیک صغیر کا عدم اختیار بالغ ہونے سے پہلے ہے یعنی جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اس کو ماں یا باپ میں سے کسی ایک کے پاس رہنے کا اختیار حاصل نہیں ہے بلکہ جس کی پرورش اور زیر حضانت ہے اسی کے پاس رہے البتہ بالغ ہو جانے کے بعد اس کو شریعت کی جانب سے اختیار حاصل ہے چاہے ماں کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس رہے۔

بلوغ کے بعد لڑکا اکیلا رہنا چاہتا ہے تو کیا حکم ہے

اگر بالغ ہونے کے بعد لڑکا ماں باپ سے الگ الگ تنہا رہنا چاہتا ہے تو جائز ہے اور اس کو مؤید زادہ نے لکھا ہے اور منیہ کی طرف اس قول کی نسبت کی ہے اگر لڑکے کا ماں باپ سے الگ رہنا اس وقت جائز ہے جب کہ اس میں رشید وصلاح ہونے کی شان پائی جاتی ہو اور لڑکا کے اکیلا رہنے میں بگڑنے کا خطرہ ہو، فسق وفجور میں مبتلا ہونے اور دین سے دور ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں لڑکا باپ ہی کے پاس رہے گا۔

حضرت امام شافعیؒ کی دلیل

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مدت حضانت گذر جانے کے بعد ولد صغیر کو اختیار ہے چاہے وہ ماں کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس اور اس کی دلیل ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ؟ میرا شوہر میرے بیٹے کو لے جانا چاہتا ہے حالاں کہ میرا لڑکا میرے لیے کنویں سے پانی بھر کر لاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے میری خدمت گزاری میں رہتا ہے یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے جس کو بھی تو چاہتا ہے اس کا ہاتھ پکڑ لے لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور ماں اس کو اپنے ساتھ لے گئی، اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ لڑکا کو اختیار ہے ماں باپ میں سے جس کو چاہے اختیار کرلے۔

احناف علماء کی طرف سے حدیث پاک کا جواب

احناف علماء اس حدیث شریف کا جواب دیتے ہیں کہ مذکورہ حدیث شریف سے بالکل صاف ظاہر ہے کہ لڑکا بالغ ہو چکا تھا اس لیے کہ برتن لے کر کنواں تک جانا، پھر کنویں سے پانی نکالنا، پھر پانی سے بھرا ہوا برتن کو لے کر گھر واپس آنا اور گھر کے

دیگر کاموں کو باہر سے پورا کرنا اس کی دلیل ہے کہ لڑکا بالغ تھا لہٰذا حدیث مذکور بعد البلوغ پر محمول ہوگی، پھر نابالغ بچہ وہیں رہنا پسند کرے گا جہاں اس کو کھیلنے کودنے اور گھومنے پھرنے کو خوب ملے اور کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ ہو، البتہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ لڑکوں کو اختیار نہیں دیتے تھے۔ (ہدایہ:۱/۴۳۶)

بالغ ہونے کے بعد لڑکی کس کے پاس رہے گی

قولہ: وَأَفَادَ بِقَوْلِهِ بَلَغَتْ الْجَارِيَةُ: اس عبارت سے مصنف نے لڑکی کے بالغ ہونے کا حکم بیان فرمایا ہے چناں چہ فرمایا کہ جب لڑکی عورتوں کی عمر کو پہنچ جائے یعنی سن بلوغ کو پہنچ کر بالغہ ہوجائے تو اگر وہ لڑکی باکرہ یعنی کنواری ہے تو اس صورت میں باپ لڑکی کو اپنے پاس رکھے گا، اس کی علت اور وجہ ہے کہ باکرہ بالغہ لڑکی فاسق وفاجر آدمیوں کے مکر وفریب کو نہیں جانتی ہے بہت جلد فتنہ میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہے اور باپ ہی اس طرح کے فتنوں سے لڑکی کی اچھی طرح حفاظت وصیانت کرسکتا ہے، اور حسب موقعہ دوسروں سے بھی تعاون حاصل کرسکتا ہے۔

بالغہ ثیبہ عورت کہاں رہے گی

اور اگر لڑکی کی عمر زیادہ ہوجائے یعنی وہ بڑی ہوجائے اور اس کی عقل کامل ہوجائے تو اس کو اختیار ہوگا جہاں چاہے اور جس کے پاس رہنا پسند کرے اس کے پاس رہے اس لیے کہ اب اس پر کوئی فتنہ کا خوف وڈر نہیں رہا، اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی ایک مرتبہ اس کا نکاح ہوچکا ہے تو باپ اس کو اپنے پاس نہ رکھے یعنی ثیبہ لڑکی کو باپ اپنے پاس نہیں رکھ سکتا ہے ہاں اگر باپ کو ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہ ہو بلکہ اس کے فتنہ وفساد میں پڑ جانے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت حاصل ہے، لیکن باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور اولیاء اور رشتہ دار کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت حاصل نہیں ہے اور باپ اور دادا کو جس طرح بچپن میں اپنے پاس رکھنے کی ولایت تھی اسی طرح بالغہ ہونے کے بعد بھی فتنہ وفساد کے خوف کے وقت اس کو رکھنے کی ولایت حاصل ہوگی۔

لڑکا جب صاحبِ عقل ہوجائے تو کیا حکم ہے

لڑکا جب عقلمند اور کامل ذی ہوش ہوجائے اور دوسرے کی رائے سے مستغنی ہوجائے اور خود اپنی صواب دید پر کام کرنے کا سلیقہ ہوجائے تو ایسے کامل عقل مند اور ہونہار لڑکے پر باپ کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت نہیں البتہ اگر باپ کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر اس کو اپنے پاس نہ رکھا جائے تو بگڑ جائے گا اور فتنہ میں مبتلا ہوجائے گا مثلاً لڑکا امرد ہو، خوبصورت ہو، فاسق ہو، تو دریں صورت باپ کو اس کا اختیار ہے کہ لڑکا کو اپنے ہی پاس رکھے تا کہ فتنہ وفساد سے اس کو دور رکھے اور شرم وعار والے امر سے اس کو بچائے اور آداب اسلامی سے واقف کرنے کے لیے اپنے پاس رکھے اور لڑکے سے جب کوئی غلط کام سرزد ہوجائے

تو اس کو ادب سکھائے اور باپ ہی کو ادب سکھانے کا اختیار ہے۔

عاقل و بالغ لڑکے کا نفقہ باپ پر واجب نہیں

اور عاقل و بالغ لڑکے کا خرچ اور جملہ اخراجات باپ کے ذمہ واجب نہیں ہے بشرطیکہ عاقل و بالغ لڑکا کمانے کھانے سے عاجز نہ ہو، البتہ احسان وتبرع کے طور پر باپ جو چاہے اور جتنا چاہے بالغ بیٹے کو دے سکتا ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے اور مذکورہ مسائل میں جو حقوق باپ کو حاصل ہیں وہی تمام حقوق دادا کو بھی حاصل ہیں۔

(وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا أَبٌ وَلَا جَدٌّ، وَ) لَكِنْ (لَهَا أَخٌ أَوْ عَمٌّ فَلَهُ ضَمُّهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ مُفْسِدًا، وَإِنْ كَانَ) مُفْسِدًا (لَا) يُمَكَّنُ مِنْ ذَلِكَ. (وَكَذَا الْحُكْمُ فِي كُلِّ عَصَبَةٍ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهَا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا أَبٌ وَلَا جَدٌّ وَلَا غَيْرُهُمَا مِنَ الْعَصَبَاتِ أَوْ كَانَ لَهَا عَصَبَةٌ مُفْسِدٌ فَالنَّظَرُ فِيهَا إِلَى الْحَاكِمِ، فَإِنْ) كَانَتْ (مَأْمُونَةً خَلَّاهَا تَنْفَرِدُ بِالسُّكْنَى وَإِلَّا وَضَعَهَا عِنْدَ) امْرَأَةٍ (أَمِينَةٍ قَادِرَةٍ عَلَى الْحِفْظِ، بِلَا فَرْقٍ فِي ذَلِكَ بَيْنَ بِكْرٍ وَثَيِّبٍ) لِأَنَّهُ جُعِلَ نَاظِرًا لِلْمُسْلِمِينَ، ذَكَرَهُ الْعَيْنِيُّ وَغَيْرُهُ. وَإِذَا بَلَغَ الذُّكُورُ حَدَّ الْكَسْبِ يَدْفَعُهُمُ الْأَبُ إِلَى عَمَلٍ لِيَكْتَسِبُوا، أَوْ يُؤَجِّرُهُمْ وَيُنْفِقُ عَلَيْهِمْ مِنْ أُجْرَتِهِمْ بِخِلَافِ الْإِنَاثِ، وَلَوْ الْأَبُ مُبَذِّرًا يَدْفَعُ كَسْبَ الِابْنِ إِلَى أَمِينٍ كَمَا فِي سَائِرِ الْأَمْلَاكِ مُؤَيَّدٌ زَادَهُ مَعْزِيًّا لِلْخُلَاصَةِ. (لَيْسَ لِلْمُطَلَّقَةِ) بَائِنًا بَعْدَ عِدَّتِهَا (الْخُرُوجُ بِالْوَلَدِ مِنْ بَلْدَةٍ إِلَى أُخْرَى بَيْنَهُمَا تَفَاوُتٌ) فَلَوْ بَيْنَهُمَا تَفَاوُتٌ بِحَيْثُ يُمْكِنُهُ أَنْ يُبْصِرَ وَلَدَهُ ثُمَّ يَرْجِعَ فِي نَهَارِهِ لَمْ تُمْنَعْ. مُطْلَقًا لِأَنَّهُ كَالِانْتِقَالِ مِنْ مَحَلَّةٍ إِلَى مَحَلَّةٍ شُمُنِّيٌّ (إِلَّا إِذَا انْتَقَلَتْ مِنَ الْقَرْيَةِ إِلَى الْمِصْرِ، وَفِي عَكْسِهِ لَا) لِضَرَرِ الْوَلَدِ بِتَخَلُّقِهِ بِأَخْلَاقِ أَهْلِ السَّوَادِ (إِلَّا إِذَا كَانَ) مَا انْتَقَلَتْ إِلَيْهِ (وَطَنَهَا وَقَدْ نَكَحَهَا ثَمَّ) أَيْ عَقَدَ عَلَيْهَا فِي وَطَنِهَا وَلَوْ قَرْيَةً فِي الْأَصَحِّ إِلَّا دَارَ الْحَرْبِ إِلَّا أَنْ يَكُونَا مُسْتَأْمَنَيْنِ (وَهَذَا) الْحُكْمُ (فِي الْأُمِّ) الْمُطَلَّقَةِ فَقَطْ (أَمَّا غَيْرُهَا) كَجَدَّةٍ وَأُمِّ وَلَدٍ أُعْتِقَتْ (فَلَا تَقْدِرُ عَلَى نَقْلِهِ) لِعَدَمِ الْعَقْدِ بَيْنَهُمَا (إِلَّا بِإِذْنِهِ) كَمَا يَمْنَعُ الْأَبُ مِنْ إِخْرَاجِهِ مِنْ بَلَدِ أُمِّهِ. بِلَا رِضَاهَا مَا بَقِيَتْ حَضَانَتُهَا. فَلَوْ (أَخَذَ الْمُطَلِّقُ وَلَدَهُ مِنْهَا لِتَزَوُّجِهَا) جَازَ (لَهُ أَنْ يُسَافِرَ بِهِ إِلَى أَنْ يَعُودَ حَقُّ أُمِّهِ) كَمَا فِي السِّرَاجِيَّةِ، وَقَيَّدَهُ الْمُصَنِّفُ فِي شَرْحِهِ بِمَا إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ مَنْ يَنْتَقِلُ الْحَقُّ إِلَيْهِ بَعْدَهَا، وَهُوَ ظَاهِرٌ. وَفِي الْحَاوِي: لَهُ إِخْرَاجُهُ إِلَى مَكَانٍ يُمْكِنُهَا أَنْ تُبْصِرَ وَلَدَهَا كُلَّ يَوْمٍ كَمَا فِي جَانِبِهَا فَلْيُحْفَظْ. قُلْتُ: وَفِي السِّرَاجِيَّةِ: إِذَا سَقَطَتْ حَضَانَةُ الْأُمِّ وَأَخَذَهُ الْأَبُ لَا

يُجْبَرُ عَلَى أَنْ يُرْسِلَهُ لَهَا، بَلْ هِيَ إِذَا أَرَادَتْ أَنْ تَرَاهُ لَا تُمْنَعُ مِنْ ذَلِكَ. وَأَفْتَى شَيْخُنَا الرَّمْلِيُّ بِأَنَّهُ يُسَافِرُ بِهِ بَعْدَ تَمَامِ حَضَانَتِهَا، وَبِأَنَّ غَيْرَ الْأَبِ مِنَ الْعَصَبَاتِ كَالْأَبِ، وَعَزَاهُ لِلْخُلَاصَةِ وَالتَّاتَارْخَانِيَّةِ. [فَرْعٌ]: خَرَجَ بِالْوَلَدِ ثُمَّ طَلَّقَهَا فَطَالَبَتْهُ بِرَدِّهِ، إِنْ أَخْرَجَهُ بِإِذْنِهَا لَا يَلْزَمُهُ رَدُّهُ، وَإِنْ بِغَيْرِ إِذْنِهَا لَزِمَهُ كَمَا لَوْ خَرَجَ بِهِ مَعَ أُمِّهِ ثُمَّ رَدَّهَا ثُمَّ طَلَّقَهَا فَعَلَيْهِ رَدُّهُ بَحْرٌ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

اگر لڑکی کا باپ اور دادا موجود نہ ہوں تو کیا حکم ہے

اگر بالغہ لڑکی کے باپ دادا موجود نہ ہوں البتہ اس کا بھائی یا چچا موجود ہے تو اس صورت میں بھائی اور چچا کو اختیار ہے کہ بالغہ کو اپنے پاس رکھے، بشرطیکہ بھائی اور چچا مفسد نہ ہوں، اور یہاں مفسد سے مراد فاسق و فاجر ہے مفسد فی المال مراد نہیں ہے چناں چہ اگر بھائی اور چچا فاسق و فاجر ہوں تو ان کو اپنے پاس بالغہ کو رکھنے کا اختیار نہیں ہے اور یہی حکم لڑکی کے تمام ذی رحم محرم قریبی رشتہ دار کا ہے اگر وہ نیک وصالح ہوں تو بالغ کو اپنے پاس رکھے اور اگر فاسق و فاجر ہو تو اپنے پاس نہ رکھے۔

اگر لڑکی کی نگرانی کرنے والا کوئی بھی عصبہ موجود نہ ہوں تو کیا حکم ہے

اور اگر بالغہ لڑکی کے نہ باپ موجود ہو نہ دادا اور نہ ہی کوئی ان دونوں کے علاوہ دوسرے عصبات ہیں، یا دوسرے عصبات تو موجود ہیں لیکن فاسق و فاجر اور مفسد ہیں تو ایسی صورت میں سب سے اخیر میں لڑکی کی نگرانی اور حفاظت کی ذمہ داری حاکم وقت کے سپرد ہے چناں چہ اگر لڑکی مامونہ ہے یعنی فتنہ میں مبتلا ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو قاضی و حاکم اس کو اختیار دے دے جہاں چاہے وہ رہے اور اگر حاکم کو یہ اندیشہ ہو کہ اکیلی رہنے کی صورت میں بگڑ جائے گی تو ایسی حالت میں قاضی اس لڑکی کو کسی ایسی عورت کے پاس رکھ دے جو امانت دار ہو اور حفاظت و نگرانی کی صلاحیت بھی رکھتی ہو، خواہ جس لڑکی کو بطور حفاظت رکھی جا رہی ہے وہ باکرہ ہو یا ثیبہ، اس میں کوئی فرق نہیں ہے اور لڑکیوں کی حفاظت و نگرانی کی ذمہ داری حاکم کو اس لیے دی گئی ہے کہ شرعاً حاکم اسی لیے مقرر ہوا ہے کہ مسلمانوں کی دیکھ بھال کریں اور ان کو فتنہ و فساد سے حفاظت کریں جیسا کہ اس کو علامہ عینی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

لڑکا اگر کھانے کمانے کے لائق ہو گیا تو باپ اس کو کام پر لگا سکتا ہے

اور جب لڑکا کھانے کمانے کی عمر تک پہنچ جائے اور خود کمانے کے قابل ہو جائے اور کمانے لگے تو اب باپ اس کو کمانے کے واسطے کام پر لگا سکتا ہے، تاکہ وہ کمائے یا باپ اس سے نوکری یا مزدوری کرائے اور ان کی اجرت سے ان پر خرچ کرے، اس کے برخلاف لڑکی ہے باپ اس سے کمائی نہیں کرا سکتا ہے بلکہ لڑکی کا خرچ باپ کے ذمہ واجب ہے جب تک کہ اس کا نکاح نہ کر دے، اگر چہ لڑکیاں محنت و مزدوری کرنے پر قادر ہی کیوں نہ ہوں، پھر بھی باپ ان کو کام پر نہیں لگا سکتا ہے۔

فضول خرچی کرنے والے باپ کو بیٹا اپنی کمائی نہ دے

اور اگر باپ فضول خرچی کرنے والا ہو اور بیٹوں کی کمائی کو یوں ہی بے دریغ تباہ و برباد کر دیتا ہو، اور لایعنی امور میں خرچ کرتا ہو تو لڑکے کی کمائی ہوئی رقم یا مال کسی امانت دار آدمی کے پاس جمع کی جائے جس طرح کے تمام املاک کا حکم ہے یعنی اگر باپ فضول خرچی کرنے والا ہو تو تمام اموال واملاک کسی امانت دار کے پاس جمع کر دی جائے گی تا کہ وہ محفوظ رہیں، اس مسئلہ کو مؤیدزادہ نے خلاصہ کی طرف منسوب کر کے بیان کیا ہے۔

مطلقہ بائنہ اپنے لڑکے کو دوسری جگہ لے جاسکتی ہے

مطلقہ بائنہ عدت ختم ہونے کے بعد لڑکے کو ایک شہر سے دوسرے شہر نہیں لے جاسکتی ہے جب کہ دونوں شہروں کے درمیان کا فاصلہ زیادہ ہو، اور اگر دونوں شہروں کے درمیان فاصلہ کم ہو بایں طور کہ باپ کے لیے ممکن ہو کہ وہاں جا کر بچے کو دیکھ کر اس دن اپنے شہر واپس آسکتا ہے تو مطلقہ بائنہ کو عدت ختم ہو جانے کے بعد لڑکے کو لے جاسکتی ہے مطلقاً منع نہیں کیا جائے گا، اور یہ سمجھا جائے گا ایک محلہ سے دوسرے محلہ منتقل کرنا، یعنی جس طرح ایک شہر میں ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں لڑکے کو منتقل کرنے کی اجازت ہے اسی طرح اگر شہر قریب ہے تو سمجھا جائے گا کہ ایک محلہ سے دوسرا محلہ لے کر چلی گئی ہے اس لیے عورت کو منع نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ شمنی میں ہے۔

اگر دونوں شہروں میں تفاوت ہو تو کیا حکم ہے

لیکن اگر دونوں شہروں کے درمیان تفاوت ہے اور دونوں شہروں کے مابین اتنی دوری کا فاصلہ ہے کہ والد صاحب وہاں جا کر اور بچے کو دیکھ کر اسی دن اپنے شہر لوٹ کر نہیں آسکتا ہے تو اس صورت میں مطلقہ بائنہ کو اپنے بچہ لے جانے سے منع کیا جائے گا اور بچہ کو ساتھ لے جانا جائز نہ ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۲۷۳)

مطلقہ بائنہ عورت کے بعد گاؤں سے بچہ کو شہر لے جانا چاہتی ہے تو کیا حکم ہے

اگر مطلقہ بائنہ عورت عدت ختم کرنے کے بعد بچہ کو گاؤں سے شہر لے جانا چاہتی ہے تو اجازت ہے اس لیے کہ شہر میں بچے کو شعور، سلیقہ اور زندگی گزارنے کے آداب معلوم ہوں گے اور شہر میں تعلیم وتربیت کے مواقع بھی بہتر فراہم ہو سکتے ہیں اس لیے شہر لے جانے میں فائدہ ہے، لیکن اگر مطلقہ بائنہ شہر چھوڑ کر بچے کو گاؤں لے جانا چاہتی ہے تو اس کی اجازت نہیں ہے اس لیے کہ بچہ کو گاؤں لے جانے میں نقصان ہے اس لیے کہ عام طور پر گاؤں میں ان پڑھ جاہل اور گنوار قسم کے لوگ ہوتے ہیں تو بچہ بھی وہاں رہ کر اسی صفت کا حامل ہو جائے گا اور اس میں بھی گنوار پن آجائے گا اور تعلیم وتربیت سے محروم ہو جائے گا اس لیے

شہر سے گاؤں لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

علامہ خیر الدین رملیؒ کا اس مسئلہ میں قول

علامہ خیر الدین رملیؒ منح الغفار کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ مسئلہ کہ مطلقہ بائنہ بچہ کو گاؤں سے شہر لے جاسکتی ہے غلط ہے اور صاحب البحر الرائق کے اتباع میں علمانے اس کو نقل کردیا ہے اس لیے کہ مطلقہ بائنہ عدت ختم کرنے کے بعد بچے کو گاؤں سے ایسے شہر منتقل نہیں کرسکتی ہے جس کے مابین تفاوت ہو، اور تعجب اس پر ہے کسی نے بھی اس غلطی کی نشاندہی نہیں کی ہے بلکہ صاحب البحر الرائق کی تقلید میں اس کو متن قرار دے دیا ہے ہاں اگر شہر گاؤں سے قریب ہے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (شامی: ۵/ ۲۷۳)

جہاں بچہ کو لے جارہی ہے وہ مطلقہ کا وطن ہو تو کیا حکم ہے

مطلقہ بائنہ بچہ کو جس گاؤں میں لے جانا چاہتی ہے اگر وہ گاؤں اس کا وطن اصلی ہو، اسی جگہ سے اس کا نکاح ہوا تھا تو اصح قول کے مطابق عورت بچہ کو لے جاسکتی ہے خواہ وہ گاؤں ہی کیوں نہ ہو، یعنی جس جگہ مطلقہ بائنہ بچہ کو لے جارہی ہے وہ اس کا وطن ہے لیکن گاؤں دیہات ہے پھر بھی لے جاسکتی ہے۔

اگر مطلقہ بائنہ کا وطن دار الحرب میں ہو تو کیا حکم ہے

ہاں اگر مطلقہ بائنہ کا وطن دار الحرب میں ہو تو عورت کو بچہ وہاں لے جانے کی اجازت نہیں ہے البتہ اگر میاں بیوی دونوں کافر ہوں اور انکا وطن دار الحرب میں ہو دار الاسلام میں امن حاصل کرکے مقیم تھے تو اس صورت میں مطلقہ بائنہ عورت اپنے بچے کو دار الحرب لے جاسکتی ہے اس کو لے جانے کی شرعاً اجازت ہے۔

بچہ کو باہر لے جانے کی اجازت صرف ماں مطلقہ کو ہے

اور بچے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کی اجازت صرف مطلقہ ماں کو ہے ماں کے علاوہ دوسری عورتیں جیسے نانی دادی اور وہ ام ولد جو آزاد ہوگئی ہے یہ عورتیں بچہ کو باہر لے جانا چاہیں تو اس کی اجازت نہیں ہے اس لیے کہ ان میں اور بچہ کے باپ کے درمیان عقد نکاح نہیں ہوسکتا ہے ہاں اگر باپ اجازت دے دے تو لے جاسکتی ہے جب تک بچہ ماں کی پرورش میں ہو، باپ کو اس بات سے روکا جائے گا کہ بچہ کو اس کی ماں کی شہر سے اس کی رضامندی کے بغیر باہر نکالے، اسی طرح ماں کے علاوہ کوئی دوسری عورت بچہ کو باہر نہیں لے جاسکتی ہے۔

اور اگر طلاق دینے والے شوہر نے اپنے لڑکے کو اس لیے مطلقہ سے لے لیا کہ اس نے دوسری شادی کرلی تھی تو جائز ہے اور باپ اپنے بچے کو سفر میں ساتھ لے جاسکتا ہے اور اس وقت تک باپ کو اپنے بچے کو سفر میں لے جانے کی اجازت ہے جب

تک کا حق حضانت لوٹ کر نہ آجائے جیسا کہ فتاویٰ سراجیہ میں ہے۔

ماں کا حق حضانت کا لوٹ آنا

مطلقہ بائنہ جس نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا تھا شوہر ثانی سے طلاق لے لے تو اس صورت میں اس کا حق حضانت دوبارہ لوٹ کر آجائے گا اور بچہ ماں کی پرورش میں چلا جائے گا اور باپ کو اس کی اجازت نہیں ہوگی کہ ماں کے پاس سے بچہ کو سفر میں لے جائے اس لیے حضانت کے لیے جو شئ مانع تھی یعنی نکاح ثانی وہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا حق حضانت ماں کو پھر دوبارہ مل گیا ہے۔

بچے کو سفر میں لے جانے کے جواز پر مصنف ؒ کی جانب سے ایک قید کا اضافہ

بچے کو ساتھ لے کر سفر کرنے کے جواز کو مصنف ؒ اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ باپ بچے کو اپنے ساتھ سفر میں اس وقت لے جا سکتا ہے جب ماں کے بعد حضانت کا حق کسی دوسری عورت کی طرف منتقل نہ ہو، ورنہ نہیں اور یہ قید بالکل واضح اور ظاہر ہے اس میں کسی قسم کا تردد اور شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

مسئلہ: باپ اپنے چھوٹے بچے کو محل اقامت سے باہر اس وقت تک نہ لے جائے جب تک کہ بچہ مستغنی نہ ہو جائے اگر ماں کی حق حضانت باقی نہ رہی ہو، اس لیے کہ اس بات کا احتمال ہے مانع حضانت زائل ہو جائے بایں طور کہ شوہر طلاق دے دے یا وفات پا جائے تو حق حضانت دوبارہ لوٹ آئے گا۔ (شامی: ۵/ ۲۷۴)

مدت حضانت میں صغیر کو باہر لے جانے کی اجازت

حاوی القدسی میں لکھا ہے کہ اگر ماں نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا ہے تو باپ اپنے صغیر بچے کو اپنے شہر سے دوسرے ایسے شہر لے جا سکتا ہے جہاں عورت کے لیے ممکن ہو کہ روزآنہ وہ اپنے بچہ کو دیکھ سکے، جیسا کہ شہر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے لے جانے میں روزانہ دیکھا جا سکتا ہے اسی لیے اجازت ہے اس قید کو یاد رکھنا چاہیے۔

باپ پر کوئی اجبار نہیں ہے

شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ فتاویٰ السراجیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ جب ماں کی حضانت ختم ہوگئی اور باپ اس بچہ کو لے لیا تو اب اس کے بعد باپ پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا کہ وہ بچے کو روزانہ ماں کے پاس بھیجا کرے بلکہ اگر ماں روز خود بچہ کو دیکھنے کا ارادہ کرے تو اس کو روکا نہیں جائے گا۔

علامہ خیر الدین رملی ؒ کا فتویٰ

شارح تنویر الابصار علامہ حصکفی ؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ محترم علامہ خیر الدین رملی ؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ ایام حضانت

مکمل ہوجانے کے بعد باپ کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ بچے کو ساتھ لے کر سفر کرے، اور اس کا بھی فتویٰ دیا ہے کہ باپ کے علاوہ دوسرے عصبات بھی باپ ہی کے برابر ہے اور اس فتویٰ کو خلاصہ اور تاتارخانیہ کی طرف منسوب کیا ہے، مگر بچی کو عصبہ غیر محرم اپنے پاس نہیں رکھ سکتے ہیں۔

ایک فقہی جزئیہ

البحر الرائق میں فتاویٰ ظہیریہ اور ملتقی سے منقول ہے کہ شوہر بچہ کو سفر میں لے کر گیا پھر اس کے بعد اس نے بیوی کو طلاق دے دی تو بیوی نے بچے کی واپسی کا مطالبہ کیا تو اس صورت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے بیوی کی اجازت سے بچہ کو باہر لے کر گیا تھا تو شوہر کے ذمہ اس کی واپسی لازم نہیں ہے اور اگر شوہر بچے کو اس کی اجازت کے بغیر لے کر گیا تھا تو اس صورت میں اس کی واپسی اس پر لازم ہے اسی طرح جیسا کہ شوہر بچے کو اس کی ماں سمیت باہر گیا پھر عورت کو واپس کر دیا، پھر اس کو طلاق دے دی تو اس صورت میں شوہر پر اس کی واپسی کرنا لازم اور ضروری ہے۔

بَابُ النَّفَقَةِ

یہ باب نفقہ کے احکام کے بیان میں ہے

اس باب میں حضرت مصنفؒ نان ونفقہ کے جملہ مسائل واحکام کو بیان کریں گے جب حضانت اور پرورش کے مسائل بیان کر چکے تو اب نفقہ کے مسائل اور احکام بیان کرنے کے لیے یہ باب باندھ رہے ہیں۔

هِيَ لُغَةً: مَايُنْفِقُهُ الْإِنْسَانُ عَلَى عِيَالِهِ. وَشَرْعًا: (هِيَ الطَّعَامُ وَالْكُسْوَةُ وَالسُّكْنَى) وَعُرْفًا هِيَ: الطَّعَامُ (وَنَفَقَةُ الْغَيْرِ تَجِبُ عَلَى الْغَيْرِ بِأَسْبَابٍ ثَلَاثَةٍ: زَوْجِيَّةٌ، وَقَرَابَةٌ، وَمِلْكٌ) بَدَأَ بِالْأَوَّلِ لِمُنَاسَبَةِ مَا مَرَّ أَوْ؛ لِأَنَّهَا أَصْلُ الْوَلَدِ (فَتَجِبُ لِلزَّوْجَةِ) بِنِكَاحٍ صَحِيحٍ، فَلَوْ بَانَ فَسَادُهُ أَوْ بُطْلَانُهُ رَجَعَ بِمَا أَخَذَتْهُ مِنَ النَّفَقَةِ بَحْرٌ (عَلَى زَوْجِهَا) ؛ لِأَنَّهَا جَزَاءُ الِاحْتِبَاسِ، وَكُلُّ مَحْبُوسٍ لِمَنْفَعَةِ غَيْرِهِ يَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ كَمُفْتٍ وَقَاضٍ وَوَصِيٍّ زَيْلَعِيٌّ، وَعَامِلٍ وَمُقَاتِلَةٍ قَامُوا بِدَفْعِ الْعَدُوِّ وَمُضَارِبٍ سَافَرَ بِمَالِ مُضَارَبَةٍ، وَلَا يَرِدُ الرَّهْنُ لِحَبْسِهِ لِمَنْفَعَتِهِمَا. (وَلَوْ صَغِيرًا) جِدًّا فِي مَالِهِ لَا عَلَى أَبِيهِ إِلَّا إِذَا كَانَ ضَمِنَهَا كَمَا مَرَّ فِي الْمَهْرِ (لَا يَقْدِرُ عَلَى الْوَطْءِ) ؛ لِأَنَّ الْمَانِعَ مِنْ قِبَلِهِ (أَوْ فَقِيرًا وَلَوْ) كَانَتْ (مُسْلِمَةً أَوْ كَافِرَةً أَوْ كَبِيرَةً أَوْ صَغِيرَةً تُطِيقُ الْوَطْءَ) أَوْ تَشْتَهِي لِلْوَطْءِ فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ، حَتَّى لَوْ لَمْ تَكُنْ كَذَلِكَ كَانَ الْمَانِعُ مِنْهَا فَلَا نَفَقَةَ كَمَا لَوْ كَانَا صَغِيرَيْنِ (فَقِيرَةً أَوْ غَنِيَّةً مَوْطُوءَةً أَوْ لَا) كَأَنْ كَانَ الزَّوْجُ صَغِيرًا أَوْ كَانَتْ رَتْقَاءَ أَوْ قَرْنَاءَ أَوْ مَعْتُوهَةً أَوْ كَبِيرَةً لَا تُوطَأُ، وَكَذَا صَغِيرَةٌ تَصْلُحُ لِلْخِدْمَةِ

أَوْ لِلِاسْتِئْنَاسِ (إنْ أَمْسَكَهَا فِي بَيْتِهِ عِنْدَ الثَّانِي وَاخْتَارَهُ فِي التُّحْفَةِ؛ وَلَوْ مَنَعَتْ نَفْسَهَا لِلْمَهْرِ) دَخَلَ بِهَاأَوْ لَا وَلَوْ كُلُّهُ مُؤَجَّلًا عِنْدَ الثَّانِي وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى كَمَا فِي الْبَحْرِ وَالنَّهْرِ، وَارْتَضَاهُ مُحَشِّي الْأَشْبَاهِ؛ لِأَنَّهُ مَنْعٌ بِحَقٍّ فَتَسْتَحِقُّ النَّفَقَةَ (بِقَدْرِ حَالِهِمَا) بِهِ يُفْتَى، - وَيُخَاطَبُ بِقَدْرِ وُسْعِهِ وَالْبَاقِي دَيْنٌ إلَى الْمَيْسَرَةِ، وَلَوْ مُوسِرًا وَهِيَ فَقِيرَةٌ لَا يَلْزَمُهُ أَنْ يُطْعِمَهَا مِمَّا يَأْكُلُ بَلْ يُنْدَبُ.

نفقہ کی لغوی، شرعی اور عرفی تعریف

نفقہ کے لغوی معنی ہیں وہ چیز جو انسان اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے، اور علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ نفقہ نفوق سے مشتق ہے جس کے معنی ہلاک و برباد ہونے کے ہیں کہا جاتا ہے نفقت الدابة نفوقا یعنی جانور ہلاک ہو گیا، یا پھر نفاق سے مشتق ہے جس کے معنی رائج ہونے کے ہیں کہا جاتا ہے نفقت السلعة نفاقا جب سامان کو رائج ہو۔

اور شریعت کی اصطلاح میں نفقہ کے معنی ہیں کھانا، کپڑا اور مکان جیسا کہ حضرت امام محمدؒ نے ہشام کے سوال کے جواب میں بیان کیا ہے اور نفقہ کے یہ معنی استعمال غالب کے اعتبار سے ہے اور صاحب فتح القدیر نے نفقہ کے معنی اس طرح کیے ہیں شریعت کی اصطلاح میں نفقہ اس معین خرچہ کا نام ہے جس سے وہ شیٔ باقی رہے اس تعریف سے جانوروں کا نفقہ بھی شامل ہو گیا۔

اور عرف عام میں نفقہ صرف طعام (کھانے) کا نام ہے اسی وجہ سے بہت سی فقہ کی کتابوں میں نفقہ لکھ کر اس پر کسوہ سکنی کا عطف کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ نفقہ اور چیز ہے اور کسوۃ اور سکنی دو چیز ہے جو کہ نفقہ میں داخل نہیں ہے اس لیے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغائرت ہوتی ہے۔

نفقہ شریعت اسلامیہ کی نظر میں

نفقہ کا ثبوت قرآن وحدیث اور اجماع امت نیز قیاس صحیح سے بھی ہے، جو نفقہ قرآن کریم اور احادیث رسول سے ثابت ہے وہ صرف رزق اور کسوہ یعنی کپڑا بیویوں کا شوہروں پر واجب ہے قانون شرعی کے مطابق قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: وَعَلَى الْمَوْلُوْدِلَه رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ جس کا بچہ ہے یعنی باپ اس کے ذمہ ہے ان ماؤں کا کھانا اور کپڑا قاعدے کے موافق اور دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ربانی ہے: واسکنوھن من حیث سکنتم جہاں تم رہتے ہو وہاں تم اپنی بیویوں کو رکھو، اور تیسری آیت کریمہ میں ارشاد ہے: لینفق ذوسعة من سعته اور چاہیے کہ وسعت وطاقت والا شخص اپنی وسعت وطاقت کے مطابق خرچ کرے ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما اته الله اور جس شخص پر روزی تنگ ہو تو چاہیے کہ جس قدر بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے اسی کے مطابق خرچ کرے، لایکلف الله نفسا الا ما اتٰھا. اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اتنا ہی خرچ کرنے کا مکلف بناتا ہے جتنا اس کو دیا ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی حدیث ہے آپ نے عرفات کے میدان میں حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: فاتقوا اللہ فی النساء۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے عورتوں کے معاملہ میں ڈرو۔ فانکم اخذتموھن بامان اللہ اس لیے کہ تم نے ان عورتوں کو لیا ہے اللہ کے امان کے ساتھ۔ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ تم نے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے اللہ کے کلمہ کے ذریعہ، اور تمہارے لیے ان پر حق ہے سنو! کوئی آدمی تمہارے فرش کو نہ روندے اور اگر عورتیں ایسی حرکت کرتی ہیں تو ان کی پٹائی کرو مگر پٹائی جارح نہ ہو، ولھن علیکم رزقھن و کسوتھن بالمعروف اور ان عورتوں کا تمہارے اوپر روزی اور کپڑا واجب ہے دستور کے مطابق۔ (شامی زکریا:۵/ ۲۷۷)

اور وجوب نفقہ پر اجماع امت بھی ہے نیز قیاس صحیح سے بھی اس کا ثبوت ہے جیسا کہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

وجوب نفقہ کے اسباب

اور تین اسباب میں سے کسی ایک سبب کے پائے جانے کی وجہ سے غیر کا نفقہ غیر پر واجب ہے پہلا سبب بیوی ہونا، دوسرا سبب قرابت یعنی رشتہ داری، اور تیسرا سبب مالک ہونا، جیسے کہ باندی اور غلام وغیرہ کا نفقہ، اور حضرت مصنفؒ نے وجوب نفقہ کے اسباب میں سب سے پہلے زوجیت کا ذکر فرمایا ہے اس لیے کہ یہ گذشتہ بحث، نکاح طلاق اور عدت کے درمیان مناسبت ہونے کی وجہ سے، یا اس لیے کہ زوجیت کے رشتہ کو مقدم کیا کہ وہ ولد کی اصل اور جڑ ہے کیوں کہ قرابت توالد و تناسل سے ہی پیدا ہوتی ہے اور وہ ولد جو کبھی بیٹا ہوتا ہے تو کبھی باپ، تو کبھی بھائی تو کبھی چچا یہ سب کے سب قرابت رشتہ زوجیت ہی سے حاصل ہوتی ہیں اسی وجہ سے بیان نفقہ کے باب میں رشتہ زوجیت کو مقدم کیا ہے۔ (شامی:۵/ ۲۷۸)

وجوب نفقہ کا پہلا سبب بیوی ہونا

پس بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے جب کہ اس سے نکاح صحیح ہوا ہو، چناں چہ اگر بعد میں نکاح کا فاسد ہونا یا باطل ہونا ظاہر ہو جائے مثال کے طور پر جس عورت سے نکاح کیا وہ کسی غیر کی عدت میں تھی تو یہ نکاح فاسد ہوا یا محرمات میں سے کسی ایک سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح باطل ہوا لہٰذا جب نکاح کا فاسد ہونا یا باطل ہونا بعد میں ظاہر ہوا تو جو کچھ نفقہ اس پر خرچ کر دیا ہے وہ شوہر عورت سے واپس لے سکتا ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

نفقہ واپس لینے کی علت

نکاح فاسد اور باطل کے ظہور کے بعد نفقہ واپس لینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس صورت میں اس کی بیوی نہیں ہے لہٰذا اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہیں البتہ نکاح فاسد میں عدت واجب ہے مگر نکاح باطل میں عدت بھی واجب نہیں ہے اس لیے کہ وہ زنا ہے اور زانیہ پر عدت نہیں ہے۔

مسئلہ: فتاویٰ ہندیہ میں ذخیرہ کے حوالہ سے یہ مسئلہ منقول ہے کہ اگر ظاہر کے اعتبار سے نکاح صحیح ہوا اور قاضی نے عورت کے لیے نفقہ متعین کر دیا اور ایک ماہ تک وہ نفقہ لیتی بھی رہی پھر بعد میں معلوم ہوا کہ نکاح فاسد ہوا تھا یا باطل ہوا تھا بایں طور کے لوگوں نے شہادت دی کہ جس لڑکی سے نکاح ہوا ہے وہ اس کی رضاعی بہن ہے چناں چہ قاضی نے ان دونوں میں تفریق کر دی تو اس صورت میں شوہر منکوحہ فاسدہ اور منکوحہ باطلہ سے رجوع کرے جو اس نے ایک ماہ تک لیا ہے اور اگر قضائے قاضی کے بغیر نفقہ اس کو دیا ہے تو اس صورت میں کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا ہے۔ (شامی: ۵/۲۸۱)

نفقہ کا وجوب شوہر پر کیوں ہے

جس عورت سے نکاح ہوا ہے اس کا نفقہ شوہر پر اس لیے واجب کیا گیا ہے کیوں کہ وہ بیوی کو اپنے پاس روک کر رکھتا ہے اور دراصل نفقہ احتباس اور بیوی کو روک کر رکھنے کا بدلہ ہے اور جب شوہر اس کو اپنے گھر میں محبوس کر رکھا ہے اور تلاش معاش میں کہیں نہیں جا سکتی ہے تو اب شوہر پر اس کی خبر گیری اور ضروریات کی تکمیل واجب ہے اس لیے کہ ہر وہ محبوس جو دوسرے کے نفع کے لیے روکا گیا ہو اس کے ذمہ اس کا نفقہ لازم اور واجب ہے یہ تو وجوب نفقہ کی عقلی دلیل ہوئی اور جہاں تک نقلی دلیل کا تعلق ہے تو وہ آیات واحادیث ہیں جن کا ذکر سابق میں ہو چکا ہے جن میں عورت کے واسطے وجوب نفقہ کا ذکر کیا گیا ہے نیز اس کے وجوب پر اجماع امت بھی ہے اور قیاس صحیح بھی اس بات کا متقاضی ہے۔

مفتی اور قاضی کا نفقہ بیت المال سے

شارح فرماتے ہیں کہ جس آدمی کو کسی عام منفعت کے لیے روکا جائے تو روکنے والے پر اس کا نفقہ واجب ہے جیسے مفتی، قاضی، وصی اور عامل جو زکوٰۃ وصدقات کے وصول کرنے پر مامور ہو تو ان کا نفقہ بیت المال سے اس قدر دینا واجب ہے جو ان کے اور ان کے گھر والوں کے لیے کفایت کرے، اس لیے کہ مفتی اور قاضی نیز عامل زکوٰۃ وصدقات وغیرہ حضرات مسلمانوں کے کاموں میں مصروف اور ہمہ وقت محبوس ہوتے ہیں، الگ سے کوئی کسب معاش نہیں کر سکتے ہیں، اور وصی کا نفقہ میت کے مال سے ادا کرنا اس وقت واجب ہے جب تک وہ صغیر کی ضروریات کی تکمیل میں مصروف رہے جیسا کہ زیلعی میں ہے۔

مجاہدین اسلام کا نفقہ بیت المال سے دینا واجب ہے

اسی طرح مجاہدین اسلام جو دشمنوں سے مقابلہ کرنے اور ان کو دفع کرنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں ان کا نفقہ اور ان کے اہل وعیال کا نفقہ بیت المال سے ادا کرنا واجب ہے اس لیے کہ وہ اب کسب معاش کے لیے نہیں نکل سکتے ہیں ورنہ پھر دشمنوں سے مقابلہ کون کرے گا۔

مضارب کا سفر خرچ رب المال پر واجب ہے

اور مضارب جو کسی کا مال لے کر سفر میں جائے تا کہ اس مال کو نفع میں فروخت کرے اور نفع میں برابر کے شریک ہو تو اس مضارب کا سفر خرچ اور نفقۂ سفر رب المال پر واجب ہوگا اسی لیے کہ وہ اسی کے کام میں مشغول ہے اور اگر دو یا اس سے زیادہ آدمی کا مال لے کر مضاربت کے طور پر سفر کرے تو اس صورت میں سفر خرچ حسب مال ان میں تقسیم ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۲۸۲)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہاں ایک اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وجوب نفقہ کے لیے یہ اصول متعین ہو گیا کہ جب کوئی شخص غیر کے نفع رسانی کے محبوس ہو تو اس کا نفقہ غیر پر واجب ہوتا ہے تو اس وصول کے پیش نظر یہ لازم آتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا غلام یا گھوڑا کسی کے پاس بطور رہن رکھ دے تو جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے یعنی مرتہن پر اس کا نفقہ واجب ہے حالاں کہ غلام و گھوڑا کا نفقہ مرتہن پر واجب نہیں ہے بلکہ رہن رکھنے والے یعنی راہن پر واجب ہے، تو یہ تو اصول مقررہ کے خلاف ہوا ایسا کیوں؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ شئ مرہون کا نفع صرف رہن رکھنے والے راہن یا صرف جس کے پاس رہن رکھا گیا مرتہن کا نہیں ہے بلکہ اس میں راہن و مرتہن دونوں ہی کا نفع ہے، راہن کا فائدہ اور نفع یہ ہے کہ رہن رکھنے کے عوض اس کو قرض مل گیا اور جس کے پاس رہن رکھا گیا اس کا فائدہ اور نفع یہ ہے کہ رہن کے بعد اس کو اپنے دیئے ہوئے قرض کے وصول ہونے کی تسکین ہے یعنی قرض کے وصول یابی کا یقین ہے لہٰذا جب دونوں کا نفع ہے تو روکنے کا اعتبار ختم ہو گیا لہٰذا راہن پر اپنے غلام یا گھوڑے کا نفقہ الگ سے دینا واجب ہوگا اس کا نفقہ مرتہن پر واجب نہ ہوگا۔

بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے خواہ شوہر صغیر ہی کیوں نہ ہو

بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہوگا اگر چہ شوہر بہت ہی چھوٹا ہو اور اس کے مال سے نفقہ ادا کیا جائے گا، چھوٹے شوہر کے والد پر نفقہ واجب نہیں ہے البتہ اگر باپ صغیر کے نفقہ کا ضامن ہوا اور یوں کہا کہ صغیر کی بیوی کا نفقہ میں ادا کروں گا تو اس صورت میں نان ونفقہ صغیر کے باپ پر واجب ہوگا جیسا کہ اس کا بیان باب المہر میں ہو چکا ہے۔

اگر شوہر چھوٹا ہونے کی وجہ سے وطی پر قادر نہ ہو تو بیوی کے نان ونفقہ کا حکم

اور اگر شوہر اس قدر چھوٹا ہے کہ وہ بیوی سے وطی کرنے پر قادر نہیں ہے پھر بیوی کا نفقہ اسی شوہر پر واجب ہوگا اس لیے کہ صغر پن کی وجہ سے وطی پر قادر نہ ہونا یہ خود شوہر کی طرف سے ہے البتہ بیوی کے صغر پن کی وجہ سے اگر وطی کے قابل نہ ہو تو اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا مزید اس کی تفصیل آئندہ آنے والی ہے، اور اگر شوہر تنگ دست اور فقیر ہو تب بھی بیوی کا نفقہ اس پر واجب

ہے اور قاضی کے حکم سے کسی شخص سے قرض لے کر بیوی کا نان ونفقہ ادا کرے گا۔

مسلمہ، کافرہ، کبیرہ، صغیرہ بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے یا نہیں؟

بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے خواہ بیوی مسلمان ہو یا کافرہ ہو، یا کبیرہ یا صغیرہ جو وطی کے قابل ہو اور اگر صغیرہ وطی کے قابل نہیں ہے بلکہ ایسی ہے کہ فرج کے علاوہ بدن کے دوسرے حصہ سے اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے مثلاً بوسہ لینا، اپنے سے چمٹانا، اسے دیکھ کر فرحت وخوشی حاصل کرنا وغیرہ تو ان تمام صورتوں میں شوہر پر اس کا نان ونفقہ واجب ہے۔

اور اگر صغیرہ اس درجہ کے بھی نہیں ہے مثلاً اس قدر چھوٹی ہے کہ نہ تو اس سے جماع کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے بدن کے دوسرے حصہ سے استمتاع کیا جاسکتا ہے تو ایسی چھوٹی بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے اس لیے مانع خود بیوی کی طرف سے پایا جارہا ہے جس طرح کہ اگر میاں بیوی دونوں ہی صغیر ہوں اور وطی کرنے کرانے کے لائق نہ ہوں تو زوجہ صغیرہ کا نفقہ زوج صغیر پر واجب نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ عورت کی جانب سے سپردگی نہیں پائی گئی ہے اس صورت میں مانع وطی اگرچہ دونوں جانب سے پایا جاتا ہے لیکن صغیر کا مانع وطی ہونا قابل اعتبار نہیں ہے بلکہ اس کا صغرپن کالعدم ہے اور صغیرہ کا مانع وطی ہونا موجود ہے اس لیے نان ونفقہ کا مستحق نہ ہوگی۔

نان ونفقہ واجب ہونے کی صورتیں

بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے خواہ بیوی محتاج وضرورت مند ہو، یا مالدار، خواہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا، بایں صورت کے شوہر نابالغ ہو، یا عورت کی شرمگاہ میں زائد گوشت پیدا ہونے کی وجہ سے شرمگاہ بند ہوگئی ہو، یا شرمگاہ میں ہڈی نکل جانے کی وجہ سے شرم گاہ بند ہوگئی ہو، یا بیوی معتوہ ہو یا بیوی اس قدر بوڑھی ہوچکی ہے کہ جماع کے قابل نہ رہی ہو، اسی طرح ایسی صغیرہ بیوی جو شوہر کی خدمت کرنے کے قابل ہو اور شوہر کے ساتھ موانست کے قابل ہو اس کو تنہائی میں قریب بیٹھا کر وحشت کو دور کیا جاسکتا ہو، اس سے انس حاصل کیا جاسکتا ہو تو مذکورہ تمام قسم کی بیویوں کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے بشرطیکہ ان کو اپنے گھر میں روک رکھا ہے اور یہ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے صاحب تحفہ نے اسی قول کو پسندیدہ قرار دیا ہے اور اگر شوہر ان بیویوں کو ان کے باپ کے گھر واپس بھیج دیا ہے تو پھر نفقہ واجب نہ ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۲۸۳)

اگر بیوی مہر کے مطالبہ کے واسطے جماع پر قدرت نہ دے تو شوہر پر نفقہ کا وجوب

اگر بیوی اپنے نفس پر شوہر کو قدرت جماع نہیں دے رہی ہے بلکہ شوہر سے اپنا مہر معجل مطالبہ کررہی ہے کہ پہلے آپ مہر معجل ادا کیجئے پھر ہم جماع پر قدرت دیں گے، اور شوہر مہر معجل ادا نہیں کررہا ہے تو اس صورت میں باتفاق ائمہ ثلاثہ شوہر پر بیوی کا

نان ونفقہ واجب ہے خواہ مدخول بہا ہو یا نہ ہو، خواہ سارا ہی مہر معجل کیوں نہ ہو اور یہ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے البحر الرائق اور النہر الفائق میں ہے اور الاشباہ والنظائر کے مصنف نے بھی اسی قول کو پسند فرمایا ہے اس لیے مہر کو حاصل کرنے کے لیے شوہر کو روک دینا یہ ایک حق واجبی ہے لہٰذا منع وطی کے باوجود بھی شوہر سے نفقہ کا مستحق ہوگی۔

میاں بیوی کی حیثیت کے مطابق نفقہ واجب ہے

اور شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے میاں بیوی کی مالی وسعت کے مطابق اور اسی پر فتویٰ بھی ہے اور شوہر اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دینے کا مکلف ہوگا اور اگر میاں بیوی میں سے ہر ایک صاحب وسعت اور مالدار ہیں تو اس صورت میں فراخی والا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا۔

شوہر تنگ دست اور غریب ہو اور بیوی مالدار تو نفقہ کس اعتبار سے واجب ہوگا

اگر شوہر کی مالی حالت خستہ اور کمزور ہو اور بیوی مالدار اور صاحب حیثیت ہو تو اس صورت میں شوہر بیوی کی حیثیت کے مطابق نفقہ دینے کا مخاطب اور مکلف ہے مگر جب تک شوہر تنگ دست ہے اپنی وسعت کے مطابق نان ونفقہ ادا کرتا رہے باقی اس کے ذمہ قرض رہے گا جب اس کو وسعت حاصل ہوگی اور مالدار ہوگا تو وہ قرض اس کو ادا کرنا پڑے گا۔

شوہر مالدار اور بیوی غریب ہو تو نفقہ کس اعتبار سے واجب ہوگا

اگر شوہر مالدار، صاحب ثروت اور صاحب حیثیت ہے مگر بیوی محتاج وغریب ہو تو اس صورت میں شوہر پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ بیوی کو اس معیار کا نفقہ دے جو اس کی حیثیت ہے یعنی جو خود کھاتا ہے جو خود لباس استعمال کرتا ہے اسی معیار کا طعام ولباس مہیا کرنا شوہر پر واجب نہیں ہے البتہ مندوب اور مستحب ہے کہ شوہر جو خود کھائے اور جس معیار کا لباس خود استعمال کرے اسی معیار کا لباس اور طعام بیوی کے لیے بھی مہیا کرے۔

(وَلَوْ هِيَ فِي بَيْتِ أَبِيهَا) إذَا لَمْ يُطَالِبْهَا الزَّوْجُ بِالنُّقْلَةِ بِهِ يُفْتَى؛ وَكَذَا إذَا طَالَبَهَا وَلَمْ تَمْتَنِعْ أَوْ امْتَنَعَتْ (لِلْمَهْرِ أَوْ مَرِضَتْ فِي بَيْتِ الزَّوْجِ) فَإِنَّ لَهَا النَّفَقَةَ اسْتِحْسَانًا لِقِيَامِ الِاحْتِبَاسِ، وَكَذَا لَوْ مَرِضَتْ ثُمَّ إلَيْهِ نُقِلَتْ، أَوْ فِي مَنْزِلِهَا بَقِيَتْ وَلِنَفْسِهَا مَا مَنَعَتْ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى كَمَا حَرَّرَهُ فِي الْفَتْحِ. وَفِي الْخَانِيَةِ: مَرِضَتْ عِنْدَ الزَّوْجِ فَانْتَقَلَتْ لِدَارِ أَبِيهَا، إنْ لَمْ يَكُنْ نَقْلُهَا بِمِحَفَّةٍ وَنَحْوِهَا فَلَهَا النَّفَقَةُ وَإِلَّا لَا كَمَا لَا يَلْزَمُهُ مُدَاوَاتُهَا. (لَا) نَفَقَةَ لِأَحَدِ عَشَرَ: مُرْتَدَّةٍ، وَمُقَبِّلَةِ ابْنِهِ، وَمُعْتَدَّةِ مَوْتٍ، وَمَنْكُوحَةٍ فَاسِدًا وَعِدَّتِهِ، وَأَمَةٍ لَمْ تُبَوَّأْ، وَصَغِيرَةٍ لَا تُوطَأُ، وَ (خَارِجَةٍ مِنْ بَيْتِهِ بِغَيْرِ حَقٍّ)

وَهِيَ النَّاشِزَةُ حَتَّى تَعُودَ وَلَوْ بَعْدَ سَفَرِهِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ، وَالْقَوْلُ لَهَا فِي عَدَمِ النُّشُوزِ بِيَمِينِهَا، وَتَسْقُطُ بِهِ الْمَفْرُوضَةُ لَا الْمُسْتَدَانَةُ فِي الْأَصَحِّ كَالْمَوْتِ، قَيَّدَ بِالْخُرُوجِ؛ لِأَنَّهَا لَوْ مَانَعَتْهُ مِنَ الْوَطْءِ لَمْ تَكُنْ نَاشِزَةً – وَشَمِلَ الْخُرُوجَ الْحُكْمِيَّ كَأَنْ كَانَ الْمَنْزِلُ لَهَا فَمَنَعَتْهُ مِنَ الدُّخُولِ عَلَيْهَا فَهِيَ كَالْخَارِجَةِ مَا لَمْ تَكُنْ سَأَلَتْهُ النَّقْلَةَ، وَلَوْ كَانَ فِيهِ شُبْهَةٌ كَبَيْتِ السُّلْطَانِ فَامْتَنَعَتْ مِنْهُ فَهِيَ نَاشِزَةٌ لِعَدَمِ اعْتِبَارِ الشُّبْهَةِ فِي زَمَانِنَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِ الْغَصْبِ أَوْ أَبَتْ الذَّهَابَ إِلَيْهِ أَوْ السَّفَرَ مَعَهُ أَوْ مَعَ أَجْنَبِيٍّ بَعَثَهُ لِيَنْقُلَهَا فَلَهَا النَّفَقَةُ، وَكَذَا لَوْ أَجَّرَتْ نَفْسَهَا لِإِرْضَاعِ صَبِيٍّ وَزَوْجُهَا شَرِيفٌ وَلَمْ تَخْرُجْ، وَقِيلَ تَكُونُ نَاشِزَةً. وَلَوْ سَلَّمَتْ نَفْسَهَا بِاللَّيْلِ دُونَ النَّهَارِ أَوْ عَكْسُهُ فَلَا نَفَقَةَ لِنَقْصِ التَّسْلِيمِ. قَالَ فِي الْمُجْتَبَى: وَبِهِ عُرِفَ جَوَابُ وَاقِعَةٍ فِي زَمَانِنَا أَنَّهُ لَوْ تَزَوَّجَ مِنَ الْمُحْتَرِفَاتِ الَّتِي تَكُونُ بِالنَّهَارِ فِي مَصَالِحِهَا وَبِاللَّيْلِ عِنْدَهُ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا انْتَهَى، قَالَ فِي النَّهْرِ. وَفِيهِ نَظَرٌ. (وَمَحْبُوسَةً) وَلَوْ ظُلْمًا إِلَّا إِذَا حَبَسَهَا هُوَ بِدَيْنٍ لَهُ فَلَهَا النَّفَقَةُ فِي الْأَصَحِّ جَوْهَرَةٌ، وَكَذَا لَوْ قَدَرَ عَلَى الْوُصُولِ إِلَيْهَا فِي الْحَبْسِ صَيْرَفِيَّةٌ كَحَبْسِهِ مُطْلَقًا، لَكِنْ فِي تَصْحِيحِ الْقُدُورِيِّ: لَوْ حُبِسَ فِي سِجْنِ السُّلْطَانِ فَالصَّحِيحُ سُقُوطُهَا. وَفِي الْبَحْرِ عَنْ مَآلِ الْفَتَاوَى: وَلَوْ خِيفَ عَلَيْهَا الْفَسَادُ تُحْبَسُ مَعَهُ عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِينَ (وَمَرِيضَةً لَمْ تُزَفَّ) أَيْ لَا يُمْكِنُهَا الِانْتِقَالُ مَعَهُ أَصْلًا فَلَا نَفَقَةَ لَهَا وَإِنْ لَمْ تَمْنَعْ – نَفْسَهَا لِعَدَمِ التَّسْلِيمِ تَقْدِيرًا بَحْرٌ (وَمَغْصُوبَةً) كُرْهًا (وَحَاجَّةً) وَلَوْ نَفْلًا (لَا مَعَهُ وَلَوْ بِمَحْرَمٍ) لِفَوَاتِ الِاحْتِبَاسِ. (وَلَوْ مَعَهُ فَعَلَيْهِ نَفَقَةُ الْحَضَرِ خَاصَّةً) لَا نَفَقَةُ السَّفَرِ وَالْكِرَاءِ (امْتَنَعَتْ الْمَرْأَةُ) مِنَ الطَّحْنِ وَالْخَبْزِ (إِنْ كَانَتْ مِمَّنْ لَا تَخْدِمُ) أَوْ كَانَ بِهَا عِلَّةٌ (فَعَلَيْهِ أَنْ يَأْتِيَهَا بِطَعَامٍ مُهَيَّإٍ وَإِلَّا) بِأَنْ كَانَتْ مِمَّنْ تَخْدِمُ نَفْسَهَا وَتَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ (لَا) يَجِبُ عَلَيْهِ وَلَا يَجُوزُ لَهَا أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَى ذَلِكَ لِوُجُوبِهِ عَلَيْهَا دِيَانَةً وَلَوْ شَرِيفَةً؛ لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – قَسَّمَ الْأَعْمَالَ بَيْنَ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ، فَجَعَلَ أَعْمَالَ الْخَارِجِ عَلَى عَلِيٍّ –رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ– وَالدَّاخِلِ عَلَى فَاطِمَةَ –رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا– مَعَ أَنَّهَا سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ بَحْرٌ.

اگر بیوی اپنے باپ کے گھر میں ہو تو نفقہ کے وجوب کا کیا حکم ہے

اور اگر بیوی اپنے باپ کے گھر میں ہو تو بھی شوہر پر بیوی کا نان ونفقہ واجب ہے بشرطیکہ شوہر نے بیوی کو وہاں سے منتقل ہونے کو نہ کہا ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے اسی طرح اگر بیوی اپنے باپ کے گھر میں ہو اور شوہر جب اس کو بلاتا ہے تو آنے سے منع نہیں کرتی ہے

اور شوہر کے بلانے پر جانے سے انکار کردیا مہر کے وصول کرنے کے لیے، یعنی شوہر نے بیوی کا مہر نہیں دیا اور شوہر بیوی کو اپنے گھر بلایا اب بیوی کہتی ہے کہ پہلے میرا مہر ادا کرو اس کے بعد ہم جائیں گے تو اس صورت میں بھی شوہر پر بیوی کا نان ونفقہ واجب ہے۔

اگر بیوی اپنے سسرال میں بیمار ہوجائے تو کیا حکم ہے

اگر بیوی اپنے شوہر کے گھر میں رہتے ہوئے بیمار پڑگئی اور وہ جماع کے لائق نہ رہی ہو تو بھی شوہر پر استحسانا بیوی کا نان ونفقہ واجب ہے اس لیے کہ جب بیوی شوہر کے گھر میں رہ رہی ہے اور بیمار ہوگئی ہے تو احتباس پایا گیا نیز اس حالت میں شوہر بیوی کے ساتھ موانست کرسکتا ہے اور عورت گھر کی حفاظت کرسکتی ہے لہٰذا اس صورت میں بھی شوہر کے ذمہ نفقہ واجب ہے۔

بیوی اپنے گھر میں بیمار ہوگئی اور شوہر کے گھر منتقل ہوگئی تو کیا حکم ہے

اسی طرح اگر بیوی باپ کے گھر بیمار ہوگئی پھر اپنے شوہر کے گھر منتقل ہوگئی یا اپنے ہی باپ کے گھر میں سکونت پذیر رہی، لیکن شوہر کو اپنے پاس آنے سے نہیں روکا تو اس صورت میں بھی وہ عورت نان ونفقہ کے مستحق ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اس کو صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے۔

بیمار بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے

فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب فتاویٰ الخانیہ میں یہ مسئلہ منقول ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے گھر بیمار ہوگئی اور بیماری ہی کی حالت میں اپنے باپ کے گھر چلی آئی اس کے بعد شوہر نے اس کو اپنے گھر بلایا تو اگر بیوی اس قدر بیمار ہے کہ ڈولی وغیرہ سے بھی نہیں جاسکتی ہے تو اس صورت میں اس عورت کا نان ونفقہ شوہر پر بیوی کے وہاں رہتے ہوئے بھی واجب ہے، اور اگر بیوی اس قدر بیمار نہیں ہے بلکہ وہ ڈولی رکشہ وغیرہ کے ذریعہ شوہر کے گھر پہنچ سکتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی شوہر کے گھر نہیں پہنچی تو بیوی نان ونفقہ کا مستحق نہیں ہے۔

بیمار بیوی کا علاج شوہر کے ذمہ واجب نہیں

اگر عورت بیمار ہوجائے تو شوہر پر اس کا علاج ومعالجہ کرانا دوا اور کرانا واجب نہیں ہے اور نہ ڈاکٹر، فصد اور حجامت کا فیس ادا کرنا شوہر کے ذمہ واجب ہے البتہ بچہ جنوانے والی عورت کا اجرت شوہر کے ذمہ واجب ہے یا نہیں اس بارے میں عنقریب بحث آئے گی۔

گیارہ طرح کی عورتوں کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں

گیارہ قسم کی عورتیں ایسی ہیں کہ ان کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے:

(۱) مرتدہ بیوی کا نفقہ (۲) وہ عورت جس نے اپنے شوہر کے بیٹے کا بوسہ لے لیا ہو (۳) وہ عورت جو شوہر کی موت کی

عدت گزار رہی ہو۔ (۴) نکاح فاسد کے طریقہ سے جس عورت کا نکاح ہوا ہو (۵) وہ عورت جو نکاح فاسد کی عدت گزار رہی ہو (۶) منکوحہ ایسی باندی ہو کہ اس کے آقا نے اس کو رہنے کے لیے الگ الگ سے مکان نہ دیا ہو۔ (۷) بیوی اس قدر چھوٹی ہو کہ جماع یا موانست یا خدمت گزاری کے قابل بالکل نہ ہو۔ (۸) وہ عورت جو بلا عذر شرعی شوہر کے مکان سے باہر چلی گئی ہو اس لیے کہ یہی عورت ناشزہ ہے یہاں تک وہ اپنے شوہر کے گھر لوٹ کر واپس آجائے تو اب ناشزہ نہ رہے گی اگرچہ شوہر کے سفر میں چلے جانے کے بعد ہی واپس آئی ہو، اس میں حضرت امام شافعیؒ کا اختلاف ہے کہ عورت اگر شوہر کے سفر میں چلے جانے کے بعد واپس لوٹ کر آئی ہے تو وہ شرعاً ناشزہ ہی کہلائے گی، اور اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا، یہاں تک کہ وہ سفر سے اپنے گھر واپس لوٹ کر آجائے (۹) محبوسہ بیوی کا نفقہ واجب نہیں ہے (۱۰) مریضہ بیوی کا نفقہ واجب نہیں (۱۱) مغصوبہ بیوی کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

نشوز میں شوہر کا قول معتبر ہوگا یا بیوی کا؟

خروج من البیت اور عدم خروج من البیت کے بارے میں اختلاف ہوجائے مثلاً شوہر نے دعویٰ کیا کہ عورت ناشزہ ہے بلا عذر شرعی گھر سے باہر چلی گئی تھی اور اس پر اس کے پاس کوئی شاہد نہیں ہے اور عورت اس کا انکار کر رہی ہے اور عدم خروج من البیت پر قسم کھاتی ہے تو اس صورت میں بیوی کا قول معتبر ہوگا، اور بیوی کو غیر ناشزہ مان لیا جائے گا اور مرد پر اس کا نان ونفقہ واجب ہوگا۔

نشوز زوجہ سے کون سا نفقہ ساقط ہوتا ہے

اور عورت کے ناشزہ ہونے کی وجہ سے وہ نفقہ ساقط ہوتا ہے جو فرض اور متعین ہوتا ہے اور جو نفقہ شوہر کے ذمہ بطور قرض پہلے واجب تھا وہ نشوز کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا ہے اس بارے میں اصح قول یہی ہے، یعنی اگر شوہر کی اجازت سے اس نے بقدر نفقہ کسی سے قرض لے لیا ہے یا پھر اس نے قاضی کے حکم سے قرض لیا ہے اس کے بعد بلا عذر شرعی گھر سے خروج کیا ہے تو یہ نفقہ ساقط نہ ہوگا بلکہ شوہر کو دینا پڑے گا یہی حکم موت کا بھی ہے کہ بیوی کا نفقہ متعینہ موت کی وجہ سے ساقط ہوجاتا ہے مگر شوہر کی اجازت یا قاضی وحاکم کے حکم سے جو قرض لیا ہے وہ ساقط نہیں ہوگا۔

ناشزہ حکمی کا شرعی حکم

اگر کوئی عورت حکماً ناشزہ ہو مثلاً عورت تو مکان ہی کے اندر ہے لیکن شوہر کو بیوی اپنے پاس آنے سے روک دے تو اس صورت میں عورت گھر سے بلا عذر شرعی خارج ہونے والی کے حکم میں ہوگی، اور حکماً ناشزہ کہلائے گی اس کا نفقہ شوہر پر لازم نہ ہوگا جب تک کہ بیوی نے شوہر سے نقل مکان کا سوال نہ کیا ہو، یعنی بیوی اپنے گھر میں رہتے ہوئے شوہر سے کہے کہ مجھے دوسرے مکان میں لے چل اس گھر میں نہ رہوں گی اور شوہر نے اس پر توقف کیا ہو، اور بیوی نے اس حالت میں اپنے آنے

سے روکا ہو تو اس صورت میں عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

مشتبہ مکان میں عورت کے داخل ہونے سے رکنے پر نفقہ کے وجوب کا حکم

شوہر جس مکان میں موجود ہے اس کے بارے میں شبہ ہے کہ مکان مال حرام سے بنایا ہے یا مال حلال سے، اس لیے بیوی اس مکان میں منتقل ہونے سے رک گئی، مثلاً بادشاہ کا گھر، تو اس صورت میں عورت ناشزہ کہلائے گی کیوں کہ ہمارے زمانہ میں شبہ کا اعتبار نہیں ہے یعنی زمانہ ماضی میں اس کثرت کے ساتھ بد دیانتی ہوئی ہے کہ آدمی کو شبہات سے بچنا مشکل ہو گیا ہے، اس لیے دور میں شبہات پر ہمارے نزدیک کوئی حکم نہیں دیا ہے، البتہ شبہات سے احتراز کرنا افضل اور بہتر ہے ادھر شوہر کی اطاعت و فرماں برداری فرض ہے لہٰذا مستحب کی ادائیگی کے لیے فرض کو ترک کرنا ناسمجھی کی بات ہوگی۔

مغصوبہ مکان سے نکلنا نفقہ کے لیے مانع نہیں ہے

اس کے برخلاف اس صورت میں کہ بیوی مغصوبہ مکان میں شوہر کے ساتھ قیام پذیر تھی بعد میں بیوی کو پتا چلا کہ یہ تو غصب کردہ مکان ہے یہ سن کر بیوی گھر سے نکل گئی، یا عورت نے غصب کردہ مکان جانے سے انکار کر دیا، تو ان دونوں صورتوں میں بیوی ناشزہ نہیں کہلائے گی اور شوہر کے ذمہ بیوی کا نان ونفقہ واجب ہوگا۔

بیوی شوہر کے ساتھ سفر میں جانے سے انکار کردے

شوہر بیوی کو اپنے ساتھ سفر میں لے جانا چاہتا ہے مگر عورت سفر میں نہیں جانا چاہتی ہے بلکہ سفر میں جانے سے انکار کر دیا تو اس صورت میں عورت ناشزہ نہیں کہلائے گی، اسی طرح اگر شوہر حالت سفر میں ہے اور ایک اجنبی شخص کو بھیجا کہ جاؤ میری بیوی کو لے آؤ چناں چہ عورت اجنبی نامحرم مرد کے ساتھ سفر کرنے سے انکار کر دیا تو عورت ناشزہ نہیں کہلائے گی اور اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا کیوں کہ نامحرم کے ساتھ سفر میں جانا عورت کے لیے جائز نہیں ہے فتویٰ اسی قول پر ہے۔ (شامی: ۵/۲۸۸)

مسئلہ: اگر سفر کی مسافت مدت شرعی سے کم ہے یعنی چالیس پچاس کلومیٹر دوری ہے اور عورت نامحرم کے ساتھ سفر کرنے سے انکار کر دیتی ہے تو اس صورت میں وہ ناشزہ کہلائے گی اور عورت کو نان ونفقہ کا استحقاق نہ ہوگا، اسی طرح اگر سفر میں ساتھ لے جانے والا کوئی محرم ہو اور اس کے ساتھ جانے سے منع کرتی ہے تو بھی عورت ناشزہ کہلائے گی اور نان ونفقہ کا استحقاق نہ ہوگا۔ (شامی: ۵/۲۸۸)

مرضعہ عورت جو اجرت لے کر دودھ پلائے اس کا نفقہ

اور اسی طرح وہ عورت جس نے کسی بچے کو دودھ پلانے کے لیے ملازمت کر لی ہو اور اس کا شوہر ایک شریف الطبع متدین

آدمی ہو جس کو شرم آتی ہے کہ اس کی بیوی کسی کو دودھ پلانے کے لیے ملازمت کرے اگر چہ عورت دودھ پلانے کے لیے گھر سے باہر نہیں جاتی ہے بلکہ گھر میں ہی رہ کر دودھ پلاتی ہے تو اس صورت میں عورت ناشزہ نہ کہلائے گی اور اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا لیکن اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس عمل سے عورت ناشزہ بن جاتی ہے لہٰذا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا۔

بیوی رات میں شوہر کے پاس رہتی ہے اور دن میں کام کرتی ہے اس کا نفقہ

اگر بیوی نے اپنے آپ کو رات میں شوہر کے سپرد کر دیا اور دن کو اپنا کام کاج انجام دیتی ہے یا اس کے برعکس کرتی ہے یعنی دن میں شوہر کے حوالہ اپنے آپ کو کر دیتی ہے اور رات کے وقت اپنے کام وکاج انجام دیتی ہے تو اس صورت میں بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے سپردگی میں کوتاہی کی وجہ سے، اور فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب المجتبیٰ میں مذکور ہے اس جواب مذکور سے اس واقعہ کا حکم بھی معلوم ہو گیا جو ہمارے دور میں پیش آیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی پیشہ ور عورت سے شادی کرے جو دن میں تو اپنے کاموں میں مصروف ومشغول رہتی ہے اور رات میں اپنے شوہر کے پاس رہتی ہے تو اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ لازم نہیں ہوگا اس لیے سپردگی کامل طور پر نہیں پائی گئی ہے۔ المجتبیٰ کا کلام پورا ہوا۔

نہر الفائق میں مذکور ہے کہ اس جواب میں ہم کو اشکال ہے اور یہ جواب محل نظر ہے مگر وہ نظر اور اشکال کیا ہے اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی ہے لیکن علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ دائی اور غسل دینے والی عورت کا نکلنا تو مجبوری ہے اور وہ معذور ہیں اس لیے نفقہ کا مستحق ہوگی اس کے برخلاف جو بلا عذر شرعی باہر نکل جاتی ہے اس کا نان ونفقہ واجب نہیں ہے۔

عورت کو مقید کر دی جائے تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟

وہ عورت جس کو جیل میں قید کر دی گئی اگر چہ ظلماً ہی کیوں نہ بند کیا گیا ہو اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے اس لیے کہ عورت کے مقید ہونے کی وجہ سے شوہر کا اس کے پاس پہنچنا واجب نہیں ہے اور عورت شوہر کے قبضہ اور احتباس میں نہیں ہے، ہاں اگر شوہر ہی نے اپنے قرض کی وجہ سے اس کو قید کر دیا تو اس صورت میں علی الاطلاق اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا خواہ شوہر اس کے پاس پہنچ سکتا ہو یا نہ پہنچ سکتا ہو اس بارے میں اصح قول یہی ہے جیسا کہ جوہرۃ الفتاویٰ میں ہے اس طرح اگر شوہر بیوی کے مقید ہونے کی صورت میں اس کے پاس پہنچنے پر قادر ہے تو نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔

اگر شوہر مقید ہو اور عورت گھر پر ہو تو اس کے نفقہ کا وجوب

فتاویٰ صیرفیہ میں ہے کہ بیوی شوہر کے گھر پر موجود ہے لیکن شوہر جیل میں مقید ہے تو اس صورت میں بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے خواہ شوہر ظلماً قید کیا گیا ہو، یا کسی قرض کی وجہ سے قید کیا گیا ہو، بیوی اس کے پاس پہنچ سکتی ہو یا نہ پہنچ سکتی

ہو اس لیے عدم تسلیم اور احتباس عورت کی طرف سے نہیں پایا گیا ہے خاص طور پر اس وقت جب کہ بیوی گھر پر موجود ہو اس لیے کہ بیوی کے باہر جانے سے شوہر راضی بھی نہیں ہوگا لہٰذا شوہر کا احتباس بدستور قائم ہے اس لیے شوہر کے ذمہ نفقہ واجب ہوگا۔

امام قدوری کی رائے

لیکن الصحیح القدوری میں صاحب کتاب نے لکھا ہے کہ اگر شوہر بادشاہ کے جیل میں بند ہو تو صحیح قول یہ ہے کہ بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے، (قدوری میں یہ مسئلہ فتاویٰ قاضی خاں اور عالم گیری سے نقل کیا گیا ہے اور صاحب قدوری سے یہ مسئلہ نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے اس لیے کہ فتاویٰ قاضی خاں میں اس کے خلاف مذکور ہے چناں چہ قاضی خاں کی عبارت یہ ہے کہ: ان حبس فی سجن السلطان ظلما اختلفوا فيه والصحيح انها استحق النفقة یعنی اگر شوہر بادشاہ کے جیل میں ظلماً قید کر دیا گیا تو اس میں حضرات فقہائے کرام کا اختلاف ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ بیوی نفقہ کی مستحق ہے نیز فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی عبارت مذکور ہے۔

نفقہ کے بارے میں مآل الفتاویٰ کی رائے گرامی

مآل الفتاویٰ کے حوالے سے البحر الرائق میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر بیوی پر کسی فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں شوہر کے ساتھ بیوی کو بھی اس کے ساتھ قید میں ڈال دیا جائے گا اور یہ متاخرین علماء کے نزدیک ہے عام ازیں کے شوہر کو خود اس کی بیوی نے اپنے کسی قرض کی وجہ سے جیل میں ڈلوایا ہو، یا کسی دوسرے آدمی نے ڈلوایا ہو، اور بیوی کے شوہر کے ساتھ جیل میں اس وقت ڈالا جائے گا جب کہ اجنبی شخص جیل میں نہ ہو۔

عورت اتنا زیادہ بیمار ہے کہ گھر سے باہر نکلنے پر قادر نہیں ہے

اور اگر بیوی اس قدر بیمار ہے کہ بیماری کی وجہ سے اپنے گھر سے شوہر کے گھر نہیں پہنچ سکتی ہے تو اس صورت میں اس عورت کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے اگر چہ بیوی اپنے شوہر کے گھر آنے سے انکار نہ کرتی ہو، پھر بھی نفقہ واجب نہیں ہے اس لیے کہ عورت کی جانب سے تقدیراً تسلیم نہیں پایا گیا ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

مغصوبہ بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے

اور جس عورت کو کسی نے زبردستی غصب کر لیا اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے یہی ظاہر الروایہ بھی ہے لیکن حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مغصوبہ بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہے اور اگر غاصب کے ساتھ خوشی خوشی چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ واجب نہیں ہے۔

حج میں جانے والی عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں

اور جو عورت اپنے محرم کے ساتھ حج کرنے چلی گئی خواہ نفل حج کیوں نہ ہو، اس کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے احتباس کے فوت ہونے کی وجہ سے ہاں اگر اپنے شوہر کے ساتھ حج کرنے گئی تو اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے مگر حضر والا ہی نفقہ واجب ہے مصارف سفر اور سفر کے معیار کا خرچ شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر عورت فرض حج ادا کرنے کے واسطے اپنے محرم کے ساتھ گئی ہے تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا (علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ شارح کے لیے مناسب تھا کہ یہاں لو نفلا کی جگہ و فرضا کہتے ہیں اس لیے کہ اگر عورت فرض حج ادا کرنے کے لیے سفر کرے تو اس میں اختلاف ہے کہ شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ واجب ہے یا نہیں نفل حج میں تو سب کا اتفاق ہے کہ شوہر کے ذمہ نفقہ واجب نہیں ہے بلکہ نفقہ ساقط ہے۔ (شامی: ۵/۲۹۰)

بیوی اگر آٹا پیسنے اور روٹی پکانے سے انکار کردے تو کیا حکم ہے

اگر بیوی شوہر کے گھر پر آٹا پیسنے اور روٹی پکانے سے انکار کردیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ یہ لڑکی ان گھرانوں سے تعلق رکھتی ہے جن کے یہاں یہ کام عورتیں نہیں کرتی ہیں یا عورت کو کوئی بیماری لاحق ہونے کی وجہ سے روٹی پکانے سے معذور ہے تو اس صورت میں شوہر کے ذمہ بنا بنایا کھانا مہیا کرانا واجب ہے اور اگر لڑکی ایسے خاندان سے تعلق رکھتی ہے جس کے یہاں آٹا پیسنے اور روٹی پکانے کا کام خود عورتیں کرتی ہیں اور عورت کو کوئی بیماری بھی لاحق نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے وہ یہ کام نہ کرسکیں اس کے باوجود عورت روٹی پکانے سے انکار کرتی ہے تو اس صورت میں شوہر کے ذمہ تیار شدہ پکا کھانا دینا واجب نہیں ہے بلکہ اس کو کچا اناج دے دے وہ خود اپنا کھانا تیار کرے گی کیوں کہ اس طرح کے کام عورت کے ذمہ بطور دیانت از روئے شرع واجب ہے اگر چہ قاضی عورت کو مجبور نہیں کرسکتا ہے۔

مسئلہ: عورت کو کھانا پکانے پر جبر نہیں کیا جائے گا لیکن عورت قدرت کے باوجود کھانا نہ پکائے تو اس کو دال اور سالن دینا شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے بلکہ صرف روٹی دے دے اور دال اور سالن نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ شوربہ وغیرہ کھانے کے لیے سالن نہ دے اب عورت روٹی کیسے کھائے گی تو اس کے لیے دودھ یا گھی دے دے تا کہ عورت روٹی کو آسانی سے کھالے۔

گھریلو کام وکاج پر اجرت کا مطالبہ جائز نہیں

اور عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ روٹی پکانے آٹا پیسنے اور گھریلو کام وکاج کرنے کی اجرت شوہر سے مطالبہ کرے، اس لیے کہ گھریلو کام وکاج عورت کے ذمہ دیانتا واجب ہے اگر چہ عورت شریف اور اونچے خاندان کی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان گھریلو ضروریات کے لیے اس طرح تقسیم کار فرمایا کہ خارجی کام مثلاً

بازار سے سودا لانا، اونٹ کو پانی پلانا اس کی ذمہ داری حضرت علیؓ پر ڈالی اور گھریلو کام وکاج کی ذمہ داری حضرت فاطمہؓ پر ڈالی، جیسے آٹا پیسنا روٹی پکانا، جھاڑو دینا برتن صاف ستھرا کرنا، جب کہ حضرت فاطمہؓ سارے جہاں کی عورتوں کے لیے سردار تھیں، حتی کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت مریم، حضرت سارا، اور حضرت آسیہ سے بھی افضل واشرف تھیں کیوں کہ حضرت فاطمہؓ جگر گوشۂ رسول تھیں۔

(وَيَجِبُ عَلَيْهِ آلَةُ طَحْنٍ وَخُبْزٍ وَآنِيَةُ شَرَابٍ وَطَبْخٍ كَكُوزٍ وَجَرَّةٍ وَقِدْرٍ وَمِغْرَفَةٍ) وَكَذَا سَائِرُ أَدَوَاتِ الْبَيْتِ كَحُصْرٍ وَلِبْدٍ وَطِنْفِسَةٍ، وَمَا تَتَنَظَّفُ بِهِ وَتُزِيلُ الْوَسَخَ كَمُشْطٍ وَأُشْنَانٍ وَمَا يَمْنَعُ الصُّنَانَ، وَمَدَاسِ رِجْلِهَا، وَتَمَامُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ وَالْبَحْرِ. وَفِيهِ أُجْرَةُ الْقَابِلَةِ عَلَى مَنْ اسْتَأْجَرَهَا مِنْ زَوْجَةٍ وَزَوْجٍ وَلَوْ جَاءَتْ بِلَا اسْتِئْجَارٍ، - قِيلَ عَلَيْهِ وَقِيلَ عَلَيْهَا. (وَتُفْرَضُ لَهَا الْكِسْوَةُ فِي كُلِّ نِصْفِ حَوْلٍ مَرَّةً) لِتَجَدُّدِ الْحَاجَةِ حَرًّا وَبَرْدًا (وَلِلزَّوْجِ الْإِنْفَاقُ عَلَيْهَا بِنَفْسِهِ) وَلَوْ بَعْدَ فَرْضِ الْقَاضِي خُلَاصَةٌ (إِلَّا أَنْ يَظْهَرَ لِلْقَاضِي عَدَمُ إِنْفَاقِهِ فَيَفْرِضُ) أَيْ يُقَدِّرُ (لَهَا) بِطَلَبِهَا مَعَ حَضْرَتِهِ وَيَأْمُرُهُ لِيُعْطِيَهَا إِنْ شَكَتْ مَطْلَهُ وَلَمْ يَكُنْ صَاحِبَ مَائِدَةٍ، لِأَنَّ لَهَا أَنْ تَأْكُلَ مِنْ طَعَامِهِ وَتَتَّخِذَ ثَوْبًا مِنْ كِرْبَاسِهِ بِلَا إِذْنِهِ، فَإِنْ لَمْ يُعْطِ حَبَسَهُ وَلَا تَسْقُطُ عَنْهُ النَّفَقَةُ خُلَاصَةٌ وَغَيْرُهَا. وَقَوْلُهُ (فِي كُلِّ شَهْرٍ) أَيْ كُلِّ مُدَّةٍ تُنَاسِبُهُ كَيَوْمٍ لِلْمُحْتَرِفِ وَسَنَةٍ لِلدَّهْقَانِ، وَلَهُ الدَّفْعُ كُلَّ يَوْمٍ، كَمَا لَهَا الطَّلَبُ كُلَّ يَوْمٍ عِنْدَ الْمَسَاءِ لِلْيَوْمِ الْآتِي. - وَلَهَا أَخْذُ كَفِيلٍ بِنَفَقَةِ شَهْرٍ فَأَكْثَرَ خَوْفًا مِنْ غَيْبَتِهِ عِنْدَ الثَّانِي وَبِهِ يُفْتَى وَقِيسَ سَائِرُ الدُّيُونِ عَلَيْهِ وَبِهِ أَفْتَى بَعْضُهُمْ جَوَاهِرُ الْفَتَاوَى مِنْ كَفَالَةِ الْبَابِ الْأَوَّلِ. وَلَوْ كَفَلَ لَهَا كُلَّ شَهْرٍ كَذَا أَبَدًا وَقَعَ عَلَى الْأَبَدِ وَكَذَا لَوْ لَمْ يَقُلْ أَبَدًا عِنْدَ الثَّانِي، - وَبِهِ يُفْتَى بَحْرٌ. وَفِيهِ عَلَيْهَا دَيْنٌ لِزَوْجِهَا لَمْ يَلْتَقِيَا قِصَاصًا إِلَّا بِرِضَاهُ لِسُقُوطِهِ بِالْمَوْتِ، بِخِلَافِ سَائِرِ الدُّيُونِ. وَفِيهِ آجَرَتْ دَارَهَا مِنْ زَوْجِهَا وَهُمَا يَسْكُنَانِ فِيهِ لَا أَجْرَ عَلَيْهِ. وَلَوْ دَخَلَ بِهَا فِي مَنْزِلٍ كَانَتْ فِيهِ بِأَجْرٍ فَطُولِبَتْ بِهِ بَعْدَ سَنَةٍ فَقَالَتْ لَهُ: أَخْبَرْتُكَ بِأَنَّ الْمَنْزِلَ بِالْكِرَاءِ عَلَيْكَ الْأَجْرُ فَهُوَ عَلَيْهَا؛ لِأَنَّهَا الْعَاقِدَةُ بَزَّازِيَّةٌ، وَمَفْهُومُهُ أَنَّهَا لَوْ سَكَنَتْ بِغَيْرِ إِجَارَةٍ فِي وَقْفٍ أَوْ مَالِ يَتِيمٍ أَوْ مُعَدٍّ لِلِاسْتِغْلَالِ، فَالْأُجْرَةُ عَلَيْهِ فَلْيُحْفَظْ (وَيُقَدِّرُهَا بِقَدْرِ الْغَلَاءِ وَالرُّخْصِ وَلَا تُقَدَّرُ بِدَرَاهِمَ) وَدَنَانِيرَ كَمَا فِي الِاخْتِيَارِ، وَعَزَاهُ الْمُصَنِّفُ لِشَرْحِ الْمَجْمَعِ لِلْمُصَنِّفِ لَكِنْ فِي الْبَحْرِ عَنْ الْمُحِيطِ ثُمَّ الْمُجْتَبَى: إِنْ شَاءَ الْقَاضِي فَرَضَهَا أَصْنَافًا أَوْ قَوَّمَهَا بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ يُقَدِّرُ بِالدَّرَاهِمِ. -

وَفِيهِ: لَوْ قَتَّرَتْ عَلَىٰ نَفْسِهَا فَلَهُ أَنْ يَرْفَعَهَا لِلْقَاضِي لِتَأْكُلَ مِمَّا فَرَضَ لَهَا خَوْفًا عَلَيْهَا مِنَ الْهُزَالِ فَإِنَّهُ يَضُرُّهُ كَمَا لَهُ أَنْ يَرْفَعَهَا لِلْقَاضِي لِلُبْسِ الثَّوْبِ؛ لِأَنَّ الزِّينَةَ حَقُّهُ.

بیوی کی جملہ ضروریات کی فراہمی شوہر کی ذمہ داری ہے

گھر میں استعمال کی جانے والی تمام اشیاء اور امور خانہ داری میں جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ان تمام چیزوں کا انتظام کرنا شوہر کے ذمہ واجب ہے، مثلاً آٹا پیسنے کی چکی، سل بٹہ، پانی پینے اور پکانے کے برتن جیسے کوزہ، گھڑا، مٹکا ہانڈی اور ڈوئی وغیرہ اسی طرح گھر کے دوسرے تمام سامان جیسے چٹائی، چارپائی گدہ فرش جیسے دری، شطرنجی اس کے علاوہ وہ چیزیں جن سے عورت بدن اور کپڑے کی صفائی ستھرائی کر سکے، جیسے کنگھی، اشنان، صابن اور وہ چیزیں جو اس علاقہ کی عورتیں استعمال کرتی ہیں یا ان کا رواج ہو اور اس کا پورا بیان البحر الرائق میں ہے۔

مسئلہ: لذت اور زینت کی چیزیں مثلاً خضاب، سرمہ وغیرہ تو اس کا فراہم کرنا شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے شوہر کو اختیار ہے چاہے دے یا چاہے نہ دے، اور خوشبو کا انتظام کرنا صرف اس حد تک انتظام کرنا ضروری ہے کہ عورت اس سے اپنا بسائند دور کر لے۔ (شامی: ۵/ ۲۹۱)

مسئلہ: شوہر کے ذمہ اتنا پانی دینا واجب ہے کہ عورت اس کے ذریعہ اپنے کپڑے اور بدن کو دھولے اور بدن کا میل کچیل صاف کر لے غسل جنابت کے لیے پانی کا انتظام کرنا شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ (شامی: ۵/ ۲۹۱)

دائی بچہ جنوانے والی کی اجرت

کنز الدقائق کی شرح البحر الرائق میں لکھا ہے کہ دائی کی اجرت اس پر واجب ہے جس نے اس کو بلایا ہے عورت نے بلایا ہے تو اس کے ذمہ واجب ہے مرد نے بلایا ہے تو اس کے ذمہ واجب ہے اور اگر دائی بغیر بلائے آئے تو اس میں دو قول ہے ایک قول کے مطابق اس کی اجرت شوہر کے ذمہ واجب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی اجرت عورت کے ذمہ واجب ہے لیکن علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک قول اوّل راجح ہے اس لیے کہ دائی کا نفع زیادہ تر ولد کو پہنچا ہے لہٰذا اس کے باپ پر واجب ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۲۹۲)

سال میں دو مرتبہ لباس دینا مرد پر واجب ہے

اور حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سال میں دو جوڑے کپڑے چھ ماہ بعد دینا عورت کو واجب ہے اس لیے کہ موسم گرمی اور موسم سردی کے لحاظ سے ضرورت بدلتی رہتی ہے گرمی کے کپڑے سردی میں اور سردی کے کپڑے گرمی میں کام نہیں آسکتے ہیں، لہٰذا ہر موسم کے لحاظ سے اس کو کپڑا فراہم کرانا چاہیے۔

وقت سے پہلے کپڑے پھٹ جائیں تو کیا حکم ہے

جو کپڑا شوہر نے بیوی کو دیا ہے وہ وقت سے پہلے پھٹ گئے تو یہ دیکھا جائے گا کہ عورت نے احتیاط اور عادت کے مطابق کپڑے استعمال کیے ہیں اس کے باوجود پھٹ گئے تو شوہر پر دوسرا کپڑا لاکر دینا واجب ہوگا، اور بے احتیاطی اور عادت کے خلاف استعمال کرنے کی وجہ سے پھٹ گئے تو شوہر پر وقت سے قبل کپڑے دینا واجب نہیں ہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

از خود نفقہ ادا کرنا شوہر کے لیے جائز ہے

اور شوہر کے لیے جائز ہے کہ بیوی کا نان ونفقہ از خود ادا کرے یعنی اس کی ضرورت کے جملہ سامان خود ہی خرید کر لا کر دے، تا کہ عورت کو باہر نکلنے کی ضرورت پیش نہ آئے اگرچہ ایسا قاضی کے متعین کر دینے کے بعد ایسا ہوا ہو جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔

اگر قاضی کو معلوم ہو جائے کہ شوہر نفقہ نہیں دے گا

لیکن اگر قاضی کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ شوہر اپنی بیوی کا نان ونفقہ ادا نہیں کرتا ہے تو اگر پہلے سے قاضی نفقہ مقرر نہیں کیا تھا تو اب قاضی نفقہ مقرر کر دے بشرطیکہ بیوی نفقہ کا مطالبہ کرے، اور شوہر کی موجودگی میں نفقہ کی تعیین کرے، اس لیے کہ غائب شخص پر حکم نہیں چلتا ہے اب قاضی کے مقرر ومتعین کر دینے کے بعد معلوم ہوا کہ شوہر اپنی بیوی کا نفقہ ادا نہیں کرتا ہے تو قاضی حکم نامہ جاری کرے کہ شوہر بیوی کا نفقہ ادا کرے جب کہ بیوی شوہر کی شکایت کرتی ہے کہ شوہر نفقہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ شوہر بخی اور صاحب دستر خوان نہیں ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ شوہر سخی، فیاض اور کشادہ دستر خوان والا ہے تو قاضی کو حکم نامہ جاری نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ عورت کو بھی دوسروں کی طرح اختیار ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے کھانے میں سے کھائے اور اس کے کپڑوں میں سے کپڑا اپنائے اس لیے کہ جو آدمی دوسروں کے لیے دستر خوان کشادہ رکھتا ہے وہ اپنی بیوی کے لیے کیسے تنگ کرے گا، لیکن اگر قاضی کے حکم کرنے کے بعد بھی شوہر نفقہ ادا نہ کرے تو قاضی کو چاہیے کہ شوہر کو مقید کر دے اور جب تک شوہر قید میں رہے گا اس ایام کا نفقہ اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا، جیسا کہ خلاصہ وغیرہ میں ہے۔

قاضی حسب حال مدت نفقہ متعین کرے

اور حضرت مصنفؒ کا یہ قول کہ قاضی ہر ماہ نفقہ مقرر کر دے، اس قول کا مطلب یہ ہے کہ قاضی ہر شخص کے مناسب حال مدت مقرر کر دے، مثلاً محنت ومزدوری کرنے والے شوہر کے لیے روزانہ کی مقرر کرے، اور وہ روز آنہ کے حساب سے نفقہ ادا کرے، اور اگر شوہر کوئی کاشت اور کسان ہے تو نفقہ کی مدت سال بھر کی مقرر کر دے تا کہ نفقہ دینے میں آسانی رہے، اسی طرح اگر کوئی شخص ملازم ہے اور اس کو ہر ماہ تنخواہ ملتی ہے تو قاضی نفقہ ماہانہ کے حساب سے متعین کرے، اور اگر ہر ہفتہ کے اعتبار سے

حساب ہوتا ہے تو ہفتہ کے اعتبار سے قاضی نفقہ متعین کرے۔ (شامی: ۵/ ۲۹۳)

نفقہ ہر روز ادا کر دینے کی اجازت

اگر شوہر روز آنہ ہی بیوی کا نفقہ دینا چاہے تو اس کی اجازت ہے اسی طرح اگر بیوی اپنا نان ونفقہ روز آنہ چاہتی ہے تو وہ ہر روز شام کے وقت اگلے روز کا نفقہ لے لیا کرے تا کہ رات میں پینے میں آسانی اور سہولت ہو۔

اور عورت کو اس بات کی اجازت ہے کہ ہر ماہ یا اس سے زائد مدت کے لیے کوئی کفیل اور ضامن مقرر کرادے جب کہ عورت کو اس بات کا خطرہ ہو کہ شوہر غائب ہوگا اور یہ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور اسی قول پر فتویٰ بھی ہے اور شوہر سے جبر واکراہ کر کے ضامن لیا جائے گا اور اسی پر تمام قرضوں کو بھی قیاس کر لیجے، اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ مدیون غائب ہو جائے گا تو اس صورت میں کوئی ضامن اور کفیل لے لیا جائے تا کہ مدیون کے غائب ہونے کی صورت میں اس سے بھی قرض کی وصولیابی کی جا سکے بعض فقہاء کرام کا فتویٰ بھی اسی پر ہے، جواہر الفتاویٰ کے کتاب الکفالہ کے باب اوّل میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

مسئلہ: اگر عورت پوری کا نفقہ یا ہر ماہ کے نفقہ کا ضامن طلب کرے تو حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

ضامن کی کفالت دائمی ہوگی

اگر کوئی شخص اس کی جانب سے ہر ماہ کا کفیل ہو گیا تو یہ کفالت دائمی کے لیے ہوگی، یعنی شوہر اتنی رقم یا اتنا غلہ ہر ماہ بیوی کو دیا کرے گا اسی طرح اگر کوئی شخص ابداً کے ذریعہ کفالت لی اور یوں کہا کہ اس کی طرف سے ہمیشہ کے لیے ضامن ہوں تو یہ ضمانت دائمی ہوگی، اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر ابدا کا لفظ نہیں بھی بولا تب بھی کفالت دائمی ہوگی اسی قول پر فتویٰ بھی ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

اگر شوہر کا قرض بیوی پر واجب ہو تو کیا حکم ہے

اور البحر الرائق ہی میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ اگر شوہر کا کوئی قرض عورت کے ذمہ واجب الادا ہو اس کے باوجود عورت نے قاضی سے اپنا نفقہ مقرر کرنے کا مطالبہ کیا، تو شوہر کی رضامندی کے بغیر دین نفقہ پر مجرانہ ہوگا، یعنی اگر شوہر یوں کہہ دے کہ اپنا نفقہ میرے دین میں حساب کر کے مجرا کرلو، تو ایسا کرنا جائز ہے کیوں کہ نفقہ دین ضعیف ہے شوہر کی مدت سے ساقط ہو جاتا ہے اس کے برخلاف دوسرے دیون کے وہ مدت کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے مجرا ہو سکتے ہیں۔

میاں بیوی دونوں ایک مکان میں رہتے ہوں

اسی کتاب البحر الرائق میں یہ جزئیہ مذکور ہے کہ بیوی نے اپنا مکان کرایہ پر شوہر کو دیا اور دونوں میاں بیوی اس مکان میں

رہتے ہیں تو اس صورت میں شوہر پر اس گھر کا کرایہ ادا کرنا واجب نہ ہوگا، لیکن شارح نے الاشباہ والنظائر کے حاشیہ سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ اس قول کے مخالف ہے یعنی صورت مذکورہ میں شوہر پر کرایہ واجب ہوگا۔ (شامی: ۵/۲۹۶)

شوہر نے بیوی سے اس گھر میں جماع کرلیا جس میں وہ کرایہ دے کر رہتی تھی تو کیا حکم ہے

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے اس گھر میں جماع کرلیا جس میں وہ کرایہ دے کر رہتی تھی، پھر وطی کے ایک سال کے بعد عورت سے کرایہ کا مطالبہ کیا گیا تو بیوی نے شوہر سے یوں کہا کہ میں آپ کو خبر دے چکی ہوں کہ یہ کرایہ کا مکان ہے اور اس کا کرایہ تیرے ذمہ واجب ہے تو اس صورت میں کرایہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہوگا بلکہ کرایہ خود بیوی پر واجب ہوگا کیوں کہ کرایہ طے کرنے والی بیوی ہے مرد کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

مکان موقوفہ یا یتیم کے مکان میں رہائش کرنے سے کرایہ کا وجوب شوہر کا ذمہ

اور اگر عورت بغیر کسی کرایہ کے وقف شدہ مکان میں رہتی ہے، یا کسی یتیم کے مال سے وہ مکان تیار کیا گیا اس میں رہ رہی ہے، یا وہ مکان جو اناج اور غلہ رکھنے کے لیے تیار کیا گیا اس میں رہ رہی ہے تو ان مکانات میں رہنے کا کرایہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا کیوں کہ اجارہ کا معاملہ عورت نے نہیں کیا ہے اور بیوی کے رہائش کا انتظام کرنا شوہر کے ذمہ واجب ہے لہٰذا شوہر کو اس مکان کا کرایہ دینا واجب ہوگا، اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیے۔

گرانی اور ارزانی کے اعتبار سے نفقہ متعین کیا جائے

اور قاضی کو چاہیے کہ مرد کی بیوی کا نفقہ ارزانی اور گرانی کے اعتبار سے متعین کرے، اور گرانی اور ارزانی کا معیار غلہ ہے روپیہ پیسہ نہیں ہے، جیسا کہ الاختیار شرح المختار میں ہے اور حضرت مصنفؒ نے اپنے اس قول کو شرح مجمع کی طرف انتساب کیا ہے۔

لیکن البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں علامہ ابن نجیم المصری نے المحیط اور المجتبیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اگر قاضی چاہے تو ہر قسم کا نفقہ الگ الگ متعین کر دے مثلاً گندم ہر ماہ اتنا دیا جائے گا گوشت اتنا دیا جائے گا تیل اور گھی اتنا دیا جائے گا اسی طرح دال نمک مرچ وغیرہ اور اگر چاہے تو سالانہ متعین کر دے اور اگر چاہے مذکورہ جملہ ضروریات کے مصارف کا اندازہ روپیہ پیسہ کے ذریعہ کر دے اور قاضی شوہر کو حکم دے ہر ماہ، یا ہر سال بطور نفقہ بیوی کو اتنا روپیہ دینا ہوگا۔

متعینہ نفقہ میں بیوی کا بخل کرنا

جو نفقہ قاضی وحاکم نے بیوی کے لیے متعین کر دیا ہے اگر بیوی اس میں سے خرچ کرنے میں بخل کرتی ہو اور اپنے نفس پر خرچ کم کرتی ہو تو ایسی صورت میں شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ قاضی کے یہاں اس کی شکایت کر دے تا کہ پوری خوراک کو

کھائے ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ کمزور ولاغر ہو جائے گی اور شوہر کا اس میں نقصان ہوگا کمزور ولاغر ہونے کی وجہ سے عورت رغبت وشہوت کے قابل نہیں رہے گی۔

اگر بیوی شوہر کی خواہش کے مطابق عمدہ لباس استعمال نہیں کرتی ہے

اگر بیوی شوہر کی خواہش کے مطابق عمدہ لباس استعمال نہ کرے یا زینت اختیار نہ کرے تو شوہر کو اس بات کی اجازت ہے کہ اس کی شکایت قاضی کے پاس کرے کہ عورت پوشاک نہیں تبدیل کرتی، میلی اور گندی رہتی ہے اس لیے کہ عورت کا بناؤ سنگار کرنا اور خوشبو لگانا کنگھی کرنا یہ سب شوہر کا حق ہے اس لیے شوہر قاضی سے شکایت کرسکتا ہے۔

(وَتُزَادُ فِي الشِّتَاءِ جُبَّةً) وَسِرْوَالًا وَمَا يُدْفَعُ بِهِ أَذَى حَرٍّ وَبَرْدٍ (وَلِحَافًا وَفِرَاشًا) وَحْدَهَا؛ لِأَنَّهَا رُبَّمَا تَعْتَزِلُ عَنْهُ أَيَّامَ حَيْضِهَا وَمَرَضِهَا (إِنْ طَلَبَتْهُ، وَيَخْتَلِفُ ذَلِكَ يَسَارًا وَإِعْسَارًا وَحَالًا وَبَلَدًا) اخْتِيَارٌ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ خُفُّهَا بَلْ خُفُّ أَمَتِهَا مُجْتَبَى. وَفِي الْبَحْرِ: قَدْ اُسْتُفِيدَ مِنْ هَذَا أَنَّهُ لَوْ كَانَ لَهَا أَمْتِعَةٌ مِنْ فُرُشٍ وَنَحْوِهَا لَا يَسْقُطُ عَنِ الزَّوْجِ ذَلِكَ بَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ وَقَدْ رَأَيْنَا مَنْ يَأْمُرُهَا بِفَرْشِ أَمْتِعَتِهَا لَهُ وَلِأَضْيَافِهِ جَبْرًا عَلَيْهَا وَذَلِكَ حَرَامٌ كَمَنْعِ كُسْوَتِهَا. اهـ لَكِنْ قَدَّمْنَا فِي الْمَهْرِ عَنْهُ عَنِ الْمُبْتَغَى. لَوْ زُفَّتْ إِلَيْهِ بِلَا جِهَازٍ يَلِيقُ بِهِ فَلَهُ مُطَالَبَةُ الْأَبِ بِالنَّقْدِ إِلَّا إِذَا سَكَتَ انْتَهَى. وَعَلَيْهِ فَلَوْ زُفَّتْ بِهِ إِلَيْهِ لَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ الِانْتِفَاعُ بِهِ وَفِي عُرْفِنَا يَلْتَزِمُونَ كَثْرَةَ الْمَهْرِ لِكَثْرَةِ الْجِهَازِ وَقِلَّتَهُ لِقِلَّتِهِ وَلَا شَكَّ أَنَّ الْمَعْرُوفَ كَالْمَشْرُوطِ فَيَنْبَغِي الْعَمَلُ بِمَا مَرَّ كَذَا فِي النَّهْرِ. وَفِيهِ عَنْ قَضَاءِ الْبَحْرِ: هَلْ تَقْدِيرُ الْقَاضِي لِلنَّفَقَةِ حُكْمٌ مِنْهُ؟ قُلْت: نَعَمْ؛ لِأَنَّ طَلَبَ التَّقْدِيرِ بِشَرْطِهِ دَعْوَى فَلَا تَسْقُطُ بِمُضِيِّ الْمُدَّةِ. وَلَوْ فَرَضَ لَهَا كُلَّ يَوْمٍ أَوْ كُلَّ شَهْرٍ هَلْ يَكُونُ قَضَاءً مَا دَامَ النِّكَاحُ؟ - قُلْت: نَعَمْ إِلَّا لِمَانِعٍ، وَلِذَا قَالُوا الْإِبْرَاءُ قَبْلَ الْفَرْضِ بَاطِلٌ وَبَعْدَهُ يَصِحُّ مِمَّا مَضَى وَمِنْ شَهْرٍ مُسْتَقْبَلٍ، حَتَّى لَوْ شَرَطَ فِي الْعَقْدِ أَنَّ النَّفَقَةَ تَكُونُ مِنْ غَيْرِ تَقْدِيرٍ وَالْكُسْوَةَ كُسْوَةُ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ لَمْ يَلْزَمْ فَلَهَا بَعْدَ ذَلِكَ طَلَبُ التَّقْدِيرِ فِيهِمَا. وَلَوْ حَكَمَ بِمُوجِبِ الْعَقْدِ مَالِكِيٌّ يَرَى ذَلِكَ فَلِلْحَنَفِيِّ تَقْدِيرُهَا لِعَدَمِ الدَّعْوَى وَالْحَادِثَةِ. - بَقِيَ لَوْ حَكَمَ الْحَنَفِيُّ بِفَرْضِهَا دَرَاهِمَ هَلْ لِلشَّافِعِيِّ بَعْدَهُ أَنْ يَحْكُمَ بِالتَّمْوِينِ؟ قَالَ الشَّيْخُ قَاسِمٌ فِي مُوجِبَاتِ الْأَحْكَامِ: لَا، وَعَلَيْهِ فَلَوْ حَكَمَ الشَّافِعِيُّ بِالتَّمْوِينِ لَيْسَ لِلْحَنَفِيِّ الْحُكْمُ بِخِلَافِهِ فَلْيُحْفَظْ، نَعَمْ لَوْ اتَّفَقَا بَعْدَ الْفَرْضِ عَلَى أَنْ تَأْكُلَ مَعَهُ تَمْوِينًا بَطَلَ الْفَرْضُ السَّابِقُ لِرِضَاهَا بِذَلِكَ. وَفِي السِّرَاجِيَّةِ: قَدَّرَ كُسْوَتَهَا دَرَاهِمَ

وَرَضِيَتْ وَقَضَى بِهِ هَلْ لَهَا أَنْ تَرْجِعَ وَتَطْلُبَ كِسْوَةً قَمَاشًا؟ أَجَابَ نَعَمْ، وَقَالُوا: مَا بَقِيَ مِنَ النَّفَقَةِ لَهَا فَيُقْضَى بِأُخْرَى، بِخِلَافِ إِسْرَافٍ وَسَرِقَةٍ وَهَلَاكٍ وَنَفَقَةِ مَحْرَمٍ وَكِسْوَةٍ، إِلَّا إِذَا تَخَرَّقَتْ - بِالِاسْتِعْمَالِ الْمُعْتَادِ أَوْ اسْتَعْمَلَتْ مَعَهَا أُخْرَى فَيُفْرَضُ أُخْرَى.

گرمی اور سردی کا پوشاک انتظام کرنا مردوں پر واجب ہے

گرمی اور سردی کے لحاظ سے عورت کا کپڑا انتظام کرنا شوہر پر واجب ہے جیسا کہ سردی کے موسم میں جبہ اور سروال یعنی پائجامہ کا انتظام کیا جائے اور ایسے لباس کا انتظام کیا جائے جو گرمی اور سردی کو دور کر سکے، اور عورت موسم سرما میں سردی سے اور موسم گرما میں گرمی کی شدت سے اپنی حفاظت کر سکے۔

سردی کے موسم میں لحاف اور گدا مہیا کرنا واجب ہے

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سردی کے موسم میں عورت کو لحاف گدا اور بچھونا الگ تھلگ دیا جائے اور اس لحاف اور گدا کے علاوہ دیا جائے جس میں زوجین دونو ساتھ مل کر لیتے ہیں اور لحاف گدا علیحدہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات عورت کو عذر کی وجہ سے خاوند سے الگ تھلگ لیٹنا پڑتا ہے، مثلاً حیض کے دنوں میں یا بیماری کی حالت میں۔

لحاف گدا اور بچھونا عورت کی درخواست پر قاضی علیحدہ مقرر کرے

اگر عورت قاضی سے درخواست کرے تو قاضی کو چاہیے کہ عورت کے لیے لحاف گدا اور سردی گرمی سے بچاؤ حفاظت کے لیے لباس مقرر کر دے اور اگر عورت قاضی سے درخواست نہ کرے تو قاضی پر اس قسم کے کپڑوں اور لباسوں کا مقرر کرنا لازم اور واجب نہیں ہے۔

لباس کے متعلق حضرت امام محمدؒ کا قول

فتاویٰ ظہیریہ میں مذکور ہے کہ حضرت امام محمدؒ نے عورتوں کے سال بھر کے لباس و پوشاک کے متعلق فرمایا کہ شوہر پر دو درع، دو خمار، اور ایک ملحفہ واجب ہے درع وہ کرتا ہے جو گلے سے نیچے تک لمبا ہوتا ہے اور خمار وہ کپڑا ہے جو سر پر اوڑھا جاوے اور ملحفہ وہ بڑی چادر ہے جس سے پورا جسم چھپایا جا سکے، اور بعض اہل علم نے فرمایا ملحفہ وہ لباس ہے جو رات میں سونے کے لیے استعمال کیا جائے مگر امام جصاص رازی نے درع کے بجائے قمیص تحریر فرمایا ہے، لیکن درع اور قمیص در حقیقت دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ درع میں چاک سینہ کی طرف کھلا ہوتا ہے جب کہ قمیص میں چاک دونوں مونڈھوں کی جانب کھلا ہوتا ہے۔ (شامی: ۵/۲۹۷)

لباس کے متعلق علامہ ابن عابدین شامیؒ کی رائے گرامی

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ تفصیل لباس کے متعلق حضرت امام محمدؒ کے زمانے کے عرف کے اعتبار سے ہے ہمارے زمانے کے عرف کے اعتبار سے سردیوں میں سراویل جبہ، بچھونا، لحاف، اور اس چیز کا انتظام کرنا واجب ہے جس سے سردی دور ہوسکے اور گرمیوں کے موسم میں ہر اس شئی کا انتظام ضروری ہے جو گرمی سے بچاؤ کرسکے اور یہ مکانات اور عادات کے اعتبار سے مختلف ہوسکتے ہیں، لہٰذا قاضی اماکن وعادات کے اختلاف کو سامنے رکھتے ہوئے لباس و پوشاک مقرر کرے۔ (شامی:۵/۲۹۷)

مرد کی حیثیت کے لحاظ سے لباس کا اختلاف

کتاب الاختیار میں مذکور ہے کہ بیوی کی خوراک و پوشاک اور دیگر ضروری سامان کا معیار و مقدار شوہر کے امیر اور غریب ہونے کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے نیز موسم اور ملک کے اعتبار سے بھی اس میں تبدیلی ہوتی ہے لہٰذا اس ملک کے رواج وعادت کے مطابق لباس کا انتظام کرنا شوہر پر واجب ہے بشرطیکہ وہ لباس شریعت اسلامیہ کے خلاف نہ ہو، بیوی کے لیے موزے کا انتظام کرنا شوہر پر واجب نہیں ہے البتہ اگر اس کی کوئی باندی ہے تو اس کے واسطے موزہ کا انتظام کرنا واجب ہے کیوں کہ باندی کام کاج کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلتی ہے اس کے برخلاف بیوی گھر سے باہر نہیں نکلتی ہے اس لیے موزے بیوی کے لیے فراہم کرنا شوہر پر واجب نہیں ہے یہ حکم حضرت مصنفؒ اور شارح کے زمانے کے عرف کے اعتبار سے ہے ہمارے زمانے کے عرف کا اعتبار کرتے ہوئے موزے کا انتظام بھی واجب ہے اس لیے کہ سردیوں سے حفاظت کے لباس کا انتظام کرنا جب ضروری ہے تو موزے کا انتظام بھی ضروری ہوگا۔ (شامی:۵/۲۹۸)

اگر بیوی کے پاس سردی وگرمی کا لباس موجود ہو پھر بھی شوہر کے ذمہ انتظام کرنا واجب ہے

کنز الدقائق کی شرح البحر الرائق میں مذکور ہے کہ لباس اور فرش وغیرہ کے وجوب سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر عورت کے پاس پہلے ہی سے لباس بچھونا دیگر ضروری سامان موجود ہے پھر بھی شوہر سے اس کا فراہم کرنا ساقط نہیں ہوتا ہے بلکہ مذکورہ سامان کا فراہم کرنا شوہر پر واجب ہے۔

عورت کا مملوکہ سامان شوہر کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے

ہم نے بعض شوہروں کو دیکھا ہے کہ وہ عورتوں کے سامان فرش برتن وغیرہ پر حکومت کرتے ہیں اور اس کو استعمال کرتے ہیں اور اپنے مہمانوں کے استعمال میں بھی لاتے ہیں عورت پر ظلم کرکے یہ حرام اور ناجائز ہے اس لیے کہ دوسرے کے مال میں زبردستی کرنا حرام اور ناجائز ہے جس طرح کہ عورت کے لیے اس کا پوشاک انتظام نہ کرنا حرام ہے۔ کلام پورا ہوا۔

شوہر بیوی کے سامان کو استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

لیکن ہم بحوالہ منحتی البحر الرائق سے نقل کر کے باب المہر میں پہلے بیان کیا ہے کہ اگر عورت کو شوہر کے گھر بغیر اس قدر مال دیئے پہنچادی گئی جو اس عورت کے مال کے مناسب ہے تو شوہر کے لیے بیوی کے باپ سے اس قدر مال کا مطالبہ کرنا جائز ہے لیکن اگر کچھ دن تک شوہر خاموش رہا پھر اس کے بعد مطالبہ کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔

پس اگر جہیز میں فرش برتن وغیرہ آئے تو اس کا استعمال کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے حرام نہیں ہے اور ہمارے عرف میں لوگ مہر کی زیادتی کا التزام کرتے ہیں جہیز کی کثرت کی وجہ سے، اور جہیز کم دیا گیا تو مہر کی کمی کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ معروف شئ مشروط کے درجہ میں ہوتی ہے لہٰذا مذکورہ بالا حکم کے مطابق عمل کرنا مناسب ہے یعنی جہیز کے مال کا استعمال کرنا بیوی کی اجازت کے بغیر شوہر کے لیے جائز ہے حرام نہیں ہے جیسا کہ نہر الفائق میں ہے۔

قاضی جو نفقہ مقرر کرتا ہے وہ حکم ہے یا نہیں

اور النہر الفائق میں البحر الرائق کی کتاب القضا کے حوالہ سے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ وہ نفقہ جو قاضی نے بیوی کے لیے مقرر کیا ہے وہ قاضی کی جانب سے حکم ہے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں جی ہاں، قاضی کا نفقہ مقرر کرنا شرعاً حکم ہے اس لیے کہ عورت نے دعویٰ کیا پھر شوہر کی موجودگی میں نفقہ طے ہوا اور مقدار متعین ہوا اور اسی کا نام حکم ہے لہٰذا جب قاضی کی تعیین نفقہ بمنزلہ حکم ہے تو مدت کے گذرنے سے نفقہ ساقط نہ ہوگا یعنی اگر چند ایام گذر گئے اور شوہر نے قاضی کے حکم کے مطابق نفقہ ادا نہیں کیا تو وہ ساقط نہ ہوگا، بلکہ ایام گذشتہ کا نفقہ بھی شوہر پر لازم ہوگا اور اگر قاضی کے متعین کرنے سے عورت کا نفقہ روزآنہ یا ماہانہ متعین ہوگیا تو قاضی کا یہ حکم اور تعیین اس وقت تک باقی رہے گی۔ جب تک عقد نکاح باقی رہے گا، شارحؒ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ قاضی کا یہ حکم زوجین کے نکاح باقی رہنے تک باقی رہے گا، ہاں اگر کوئی مانع پیش آجائے تو یہ حکم موقوف ہوجائے گا چناں چہ اگر عورت ناشزہ ہوجائے تو قاضی نے جو نفقہ متعین کیا تھا ساقط ہوجائے گا باوجود کہ دونوں کے درمیان نکاح قائم ودائم ہے۔

اگر بیوی شوہر کو نفقہ سے بری کردے تو کیا حکم ہے

چوں کہ قاضی اور حاکم کے متعین کردینے سے نفقہ ازروئے شرع متعین ہوجاتا ہے اسی لیے حضرات فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ نفقہ متعین ہونے سے پہلے، یا زوجین کی رضامندی سے پہلے اگر شوہر کو نفقہ سے بری کردے تو یہ باطل ہے کیوں کہ بری کرنا صحیح ہوجاتا ہے حق واجب میں جو دین ہو، اور قاضی کے حکم سے پہلے یا طرفین کے مقرر کرنے سے پہلے دین نہیں ہوتا ہے اس لیے بری کرنا بھی درست نہیں ہوتا ہے ہاں طرفین کی رضامندی سے نفقہ متعین ہوجانے کے بعد نیز قاضی کے نفقہ متعین کردینے کے بعد اگر بیوی شوہر کو نفقہ سے بری کردے تو یہ صحیح ہے اس لیے کہ یہ ابراء بعد الوجوب ہے اور یہ ابراء گذشتہ مہینوں

سے بھی اور آئندہ مہینوں سے بھی درست ہے۔

بوقت نکاح قلیل مقدار میں نفقہ دینے کی شرط لگانا

حتی کہ اگر شوہر نے بوقت عقد نکاح یہ شرط لگادی کہ نفقہ مؤنت کے مطابق ملے گا یا یہ شرط لگادی کہ نفقہ بقدر ضرورت معمولی مقدار میں ملے گا اور لباس کے بارے میں یہ شرط لگادی کہ صرف ایک کپڑا گرمی اور سردی کے لیے دیا جائے گا یہ شرط لازم نہ ہوگی بلکہ اس شرط کے بعد بھی عورت کے لیے اختیار ہوگا کہ قاضی سے اپنا نفقہ وکپڑا ولباس کے لیے درخواست کرے کیوں کہ شوہر نے جو شرط لگائی ہے وہ قاضی کا حکم اور فیصلہ نہیں ہے اور شرط اس چیز میں لگائی ہے جو اس پر نکاح سے پہلے واجب نہیں ہے (اور اس طرح کی شرط لگانے سے شوہر پر لازم اس لیے نہیں ہوتا ہے کہ نفقہ کے متعلق شرط لگانا اور شرط نہ لگانا دونوں برابر ہے کیوں کہ نفقہ تو شوہر کے ذمہ محض عقد نکاح سے واجب ہوجاتا ہے خواہ شرط لگائے یا نہ لگائے اور آپسی صلح اور رضامندی نیز قضائے قاضی کے ذریعہ شیٔ معین کی تقدیر اس لیے کی جاتی ہے تاکہ اس کی ادائیگی میں شوہر کی جانب سے ٹال مٹول نہ ہو اسی لیے یہ نفقہ شوہر کے ذمہ دین اور اس پر لازم ہوتا ہے حتی کہ مدت کے گذرنے سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا ہے۔ (شامی: ۵/۳۰۱)

شرط کے مطابق مالکی قاضی فیصلہ کردے تو کیا حکم ہے

وہ عقد نکاح جس میں شوہر نے بیوی کے واسطے نفقہ کی مقدار متعین کردی اور شرط لگادی ہے اب اگر کوئی مالکی المسلک قاضی اسی شرط کے مطابق بیوی کے لیے نفقہ کا فیصلہ کردیا تو اس صورت میں حنفی المسلک بیوی کے لیے تقدیر نفقہ جائز ہے اس لیے کہ عورت کی جانب سے نہ کوئی دعویٰ ہے اور نہ کوئی حادثہ پیش آیا۔

حنفی قاضی کے فیصلہ کے بعد شافعی قاضی کے لیے کم کرنے کا اختیار ہے یا نہیں

باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر کوئی حنفی قاضی نے کھانے کے بجائے نفقہ میں رقم دراہم متعین کردیا تو آیا شافعی قاضی اس مقدار کو کم کرسکتا ہے یا نہیں؟ یعنی یہ فیصلہ کرسکتا ہے یا نہیں کہ مقرر کردہ رقم ضرورت سے زیادہ ہے؟ تو اس بارے میں موجبات الاحکام نامی کتاب میں شیخ قاسم نے لکھا ہے کہ شافعی قاضی کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

شافعی قاضی نفقہ مقرر کرچکا ہے تو حنفی قاضی کے لیے کمی کرنے کا اختیار ہے یا نہیں

مذکورہ مسئلہ میں اگر شافعی قاضی نفقہ کی مقدار متعین کرچکا ہے تو اب حنفی قاضی کے لیے اس کے خلاف حکم کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ جب پہلا قاضی ایسا فیصلہ کرچکا ہے جو تمام شرائط کو جامع ہے اور دونوں کے اختلاف کو رفع کرنے والا ہے تو اب دوسرا حکم اس کو نہیں توڑ سکتا ہے یہ مسئلہ بہت اہم ہے اس لیے اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

قضائے قاضی کے بعد زوجین راضی ہوجائے

جی ہاں اگر قاضی کے فیصلہ اور حکم جاری ہونے کے بعد میاں بیوی اس بات پر رضامند ہوگئے کہ بیوی اپنے شوہر کے ساتھ بقدر ضرورت کھایا کرے گی تو سابقہ تعیین باطل ہوجائے گا یعنی قاضی کا حکم موقوف ہوجائے گا بیوی کے اس پر راضی ہونے کی وجہ سے اور وہ مثل صادق آئے گی کہ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا گاؤں کا قاضی۔

مسئلہ: باہمی رضامندی کے بعد اگر بیوی دوبارہ ناراض ہوجائے تو قاضی کا سابقہ فیصلہ دوبارہ لوٹ آئے گا اس لیے کہ قاضی کا فیصلہ تابقائے نکاح باقی رہتا ہے۔

کپڑے کی جگہ اس کی قیمت دینا

فتاویٰ السراجیہ میں لکھا ہے کہ شوہر نے عورت کے لیے کپڑے کے بدلے اس کی رقم متعین کردے اور وہ اس پر راضی ہوگئی اور اسی کے مطابق قاضی کی طرف سے حکم بھی جاری ہوگیا تو اب اس کے بعد عورت کا اس سے پھر جانا اور قیمت کی جگہ کپڑا مطالبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دیا کہ جائز ہے۔

اور حضرات فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ وہ مقدار جو خرچ کرنے کے بعد عورت کے پاس باقی بچ رہی ہے وہ بچا ہوا مال عورت کی ملکیت ہے، شوہر اس کو نہ واپس لے سکتا ہے اور نہ مجرا علی الحساب کرسکتا ہے مثال کے طور پر شوہر از خود بحکم قاضی بیوی کے لیے ماہانہ ایک ہزار روپیہ مقرر کردیا اب عورت ماہانہ خرچ کرنے کے بعد پانچ سو روپیہ بچ گئے تو یہ باقی ماندہ درہم عورت کی ملک ہے شوہر نہ اس کو واپس لے سکتا ہے اور نہ اگلے ماہ کے حساب میں مجرا کرسکتا ہے کہ ہزار روپیہ میں سے پانچ سو روپیہ کاٹ کر صرف پانچ سو روپیہ دے۔

نفقہ ہلاک ہوگیا یا چوری چلا گیا

اس کے برخلاف اگر بیوی نے فضول خرچی کیا یا نفقہ کا مال چوری ہوگیا یا ہلاک ہوگیا اور نفقہ محرم کے اور کپڑے کے تو اس صورت میں شوہر پر دوسرا نفقہ دینا لازم نہ ہوگا، اس کے برخلاف اگر قاضی نے پورے سال کے لیے بیوی کو کپڑا دلایا اور چار پانچ ماہ بعد کپڑا پھٹ گیا تو قاضی شوہر سے دوسرا کپڑا نہ دلائے گا ہاں اگر عورت عادت کے مطابق کپڑا استعمال کیا اور احتیاط کے ساتھ پہنا اس کے باوجود کپڑے پھٹ گئے تو اس صورت میں شوہر پر لازم ہوگا کہ عورت کو دوسرا کپڑا دے، اسی طرح شوہر کے دیئے ہوئے کپڑوں کے ساتھ ساتھ عورت نے دوسرا کپڑا بھی استعمال کیا اس کے باوجود پھٹ گیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ قاضی کا فیصلہ صحیح نہیں تھا اس لیے دوسرا کپڑا لازم ہوگا۔

(وَ) تَجِبُ (لِخَادِمِهَا الْمَمْلُوكِ) لَهَا عَلَى الظَّاهِرِ مِلْكًا تَامًّا وَلَا شُغْلَ لَهُ غَيْرُ خِدْمَتِهَا بِالْفِعْلِ

فَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِي مِلْكِهَا أَوْ لَمْ يَخْدِمْهَا لَا نَفَقَةَ لَهُ؛ لِأَنَّ نَفَقَةَ الْخَادِمِ بِإِزَاءِ الْخِدْمَةِ، وَلَوْ جَاءَهَا بِخَادِمٍ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ إِلَّا بِرِضَاهَا فَلَا يَمْلِكُ إِخْرَاجَ خَادِمِهَا بَلْ مَا زَادَ عَلَيْهِ بَحْرٌ بَحْثًا (لَوْ) حُرَّةً لَا أَمَةً جَوْهَرَةٌ لِعَدَمِ مِلْكِهَا (مُوسِرًا) لَا مُعْسِرًا فِي الْأَصَحِّ وَالْقَوْلُ لَهُ فِي الْعِسَارِ، وَلَوْ بَرْهَنَا فَبَيِّنَتُهَا أَوْلَى خَانِيَّةٌ (وَلَوْ لَهُ أَوْلَادٌ لَا يَكْفِيهِ خَادِمٌ وَاحِدٌ فُرِضَ عَلَيْهِ) نَفَقَةُ (لِخَادِمَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ اتِّفَاقًا) فَتْحٌ. وَعَنِ الثَّانِي: غَنِيَّةٌ زُفَّتْ إِلَيْهِ بِخَدَمٍ كَثِيرٍ اسْتَحَقَّتْ نَفَقَةَ الْجَمِيعِ ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ. ثُمَّ قَالَ: وَفِي الْبَحْرِ عَنِ الْغَايَةِ وَبِهِ نَأْخُذُ. قَالَ: وَفِي السِّرَاجِيَّةِ: وَيُفْرَضُ عَلَيْهِ نَفَقَةُ خَادِمِهَا، وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْأَشْرَافِ فُرِضَ نَفَقَةُ خَادِمَيْنِ، - وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى. (وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا بِعَجْزِهِ عَنْهَا) بِأَنْوَاعِهَا الثَّلَاثَةِ (وَلَا بِعَدَمِ إِيفَائِهِ) لَوْ غَائِبًا (حَقَّهَا وَلَوْ مُوسِرًا) وَجَوَّزَهُ الشَّافِعِيُّ بِإِعْسَارِ الزَّوْجِ وَبِتَضَرُّرِهَا بِغَيْبَتِهِ، وَلَوْ قَضَى بِهِ حَنَفِيٌّ لَمْ يَنْفُذْ، نَعَمْ لَوْ أَمَرَ شَافِعِيًّا فَقَضَى بِهِ نَفَذَ - إِذَا لَمْ يَرْتَشِ الْآمِرُ وَالْمَأْمُورُ بَحْرٌ. (وَ) بَعْدَ الْفَرْضِ (يَأْمُرُهَا الْقَاضِي بِالِاسْتِدَانَةِ) لِتُحِيلَ (عَلَيْهِ) وَإِنْ أَبَى الزَّوْجُ. أَمَّا بِدُونِ الْأَمْرِ فَيَرْجِعُ عَلَيْهَا وَهِيَ عَلَيْهِ إِنْ صَرَّحَتْ بِأَنَّهَا عَلَيْهِ أَوْ نَوَتْ، وَلَوْ أَنْكَرَ نِيَّتَهَا فَالْقَوْلُ لَهُ مُجْتَبَى، وَتَجِبُ الْإِدَانَةُ عَلَى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ نَفَقَتُهَا وَنَفَقَةُ الصِّغَارِ لَوْلَا الزَّوْجُ كَأَخٍ وَعَمٍّ، وَيُحْبَسُ الْأَخُ وَنَحْوُهُ إِذَا امْتَنَعَ؛ لِأَنَّ هَذَا مِنَ الْمَعْرُوفِ زَيْلَعِيٌّ وَاخْتِيَارٌ، وَسَيَتَّضِحُ (قَضَى بِنَفَقَةِ الْإِعْسَارِ ثُمَّ أَيْسَرَ فَخَاصَمَتْهُ تَمَّمَ) الْقَاضِي نَفَقَةَ يَسَارِهِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ - (وَبِالْعَكْسِ وَجَبَ الْوَسَطُ) كَمَا مَرَّ. (صَالَحَتْ زَوْجَهَا عَنْ نَفَقَةِ كُلِّ شَهْرٍ عَلَى دَرَاهِمَ ثُمَّ) قَالَتْ لَا تَكْفِينِي زِيدَتْ، وَلَوْ (قَالَ الزَّوْجُ لَا أُطِيقُ ذَلِكَ فَهُوَ لَازِمٌ) فَلَا الْتِفَاتَ لِمَقَالَتِهِ بِكُلِّ حَالٍ (إِلَّا إِذَا تَغَيَّرَ سِعْرُ الطَّعَامِ وَعَلِمَ) الْقَاضِي (أَنَّ مَا دُونَ ذَلِكَ) الْمُصَالَحِ عَلَيْهِ (يَكْفِيهَا) فَحِينَئِذٍ يَفْرِضُ كِفَايَتَهَا، نَقَلَهُ الْمُصَنِّفُ عَنِ الْخَانِيَّةِ. وَفِي الْبَحْرِ عَنِ الذَّخِيرَةِ إِلَّا أَنْ يَتَعَرَّفَ الْقَاضِي عَنْ حَالِهِ بِالسُّؤَالِ مِنَ النَّاسِ فَيُوجِبُ بِقَدْرِ طَاقَتِهِ. وَفِي الظَّهِيرِيَّةِ صَالَحَهَا عَنْ نَفَقَةِ كُلِّ شَهْرٍ عَلَى مِائَةِ دِرْهَمٍ وَالزَّوْجُ مُحْتَاجٌ لَمْ يَلْزَمْهُ إِلَّا نَفَقَةُ مِثْلِهَا.

بیوی کے خادم کا نفقہ شوہر پر واجب ہے

ظاہر الروایہ کے مطابق بیوی کے مملوک خادم کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے جب کہ خادم پورے طور پر بیوی کی ملکیت میں ہو، اور خادم کا کام صرف اس کی بیوی کی خدمت کرنا ہو اور دوسرا کوئی کام اس کے ذمہ نہ ہو، اس لیے کہ خادم کا نفقہ خدمت کی

وجہ سے واجب ہے اور جب خادم خدمت نہیں کرے گا تو نفقہ کا مستحق بھی نہیں ہوگا، اسی طرح اگر خادم بیوی کا مملوک نہ ہو تو شوہر پر اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔

قوله: ملكا تاما: ملک تام کی قید لگا کر اس سے احتراز کیا کہ اگر بیوی کا خادم کوئی مکاتب غلام ہو تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے اس لیے کہ مکاتب غلام پورے طور پر بیوی کی ملکیت میں داخل نہیں ہے اور اگر شوہر نے بیوی کی خدمت کے لیے خادم لایا ہے تو بیوی کی رضامندی کے بغیر مقبول نہ ہوگا، لہٰذا شوہر کو بیوی کے خادم کے نکالنے کا مجاز نہ ہوگا ہاں اگر خادم ایک سے زائد ہوں تو ان کو نکالنے کا اختیار شوہر کو حاصل ہوگا جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

بیوی کے خادم کا نفقہ شوہر پر کب واجب ہوگا

بیوی کے خادم کا نفقہ شوہر پر اس وقت لازم ہوگا جب کہ شوہر مالدار ہو اور خادم کے نفقہ برداشت کرنے کی صلاحیت وقدرت حاصل ہو، اگر شوہر مفلس ہے یا بیوی کے خادم کا نفقہ برداشت کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو اس صورت میں خادم کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہوگا، اس بارے میں اصح قول یہی ہے اور اگر شوہر مالدار ہونے اور مال دار نہ ہونے میں زوجین کے درمیان اختلاف ہو جائے تو شوہر کا قول معتبر ہوگا اور اگر اپنے اپنے دعویٰ پر دونوں نے گواہ پیش کر دیا تو اس صورت میں بیوی کے گواہوں کا قول معتبر ہوگا جیسا کہ فتاویٰ خانیہ میں ہے۔

قوله: حرة لا امة: بیوی کے خادم کا نفقہ شوہر پر اس وقت واجب ہوگا جب کہ وہ آزاد ہو باندی نہ ہو، جیسا کہ جوہرۃ میں ہے اس لیے کہ باندی خادم کا مالک نہیں ہو سکتی ہے علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ: **المملوك** کہنے کے بعد **لوحرة** کہنے کی کوئی حاجت نہیں تھی جیسا کہ اس کی صراحت مصنفؒ نے منح الغفار میں کی ہے اور اس کی جانب شارحؒ نے اپنے قول **لعدم ملكها** سے اشارہ بھی کیا ہے۔ (شامی: ۵/ ۳۰۴)

کثرت اولاد کی وجہ سے ایک خادم کافی نہ ہو تو مزید خادموں کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے

اگر شوہر کی اولاد متعدد ہوں ان کے لیے ایک خادم ناکافی ہو اور ایک خادم سے ضرورت پوری نہ ہوتی ہو تو اس صورت میں شوہر پر دو خادم یا اس سے زائد خادموں کا نفقہ دینا واجب ہے اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور ایک خادم سے زائد خادموں کے نفقہ کے وجوب کے متعلق حضرت امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر کوئی مالدار عورت نکاح کر کے آئی اور اپنے ساتھ چند خادم کو بھی لائی تو عورت اپنے تمام خادموں سمیت نفقہ کی مستحق ہوگی، چناں چہ روایت کو مصنفؒ نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے اور اسکے بعد فرمایا کہ البحر الرائق میں غایت البیان کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں اور صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم المصریؒ نے لکھا ہے کہ فتاویٰ السراجیہ میں ہے کہ شوہر پر بیوی کے ایک خادم کا

نفقہ ادا کرنا فرض ہے اور اگر عورت کسی شریف ومحترم خاندان کی ہے تو اس صورت میں اس کے لیے دو خادموں کا نفقہ شوہر کے ذمہ فرض ہوگا اسی قول پر فتویٰ بھی ہے۔

عصارۃ الکلام

ظاہر الروایہ کے مطابق صرف ایک خادم کا نفقہ شوہر پر واجب ہے اور مفتی بہ قول حضرت امام ابو یوسفؒ کا ہے اور اگر عورت کا خادم اس کا مملوک نہ ہو تو شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے کہ اس کے واسطے کوئی خادم یا نوکر رکھے البتہ بازار سے سامان لاکر دینا شوہر پر واجب ہے۔

اگر شوہر تینوں قسموں کے نفقہ سے عاجز ہو جائے تو کیا حکم ہے

اگر شوہر تینوں قسم یعنی طعام، لباس اور سکنی کی ادائے گی سے عاجز ہو تو زوجین کے درمیان تفریق نہیں کرائی جائے گی اگر شوہر حالت سفر میں ہو اور مالدار بھی ہو مگر بیوی کا نفقہ ادا نہ کرتا ہو باوجود قدرت رکھنے کے شوہر اس کے اخراجات پورا نہ کرتا ہو تو اس صورت میں بھی قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق نہیں کراسکتا ہے۔

تینوں قسم کے نفقات سے عاجز ہونے کی صورت میں امام شافعیؒ کا قول

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شوہر مفلس ہو اور افلاس وتنگ دستی کے سبب نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو یا شوہر بیوی کے پاس سے غائب ہو اور اس کی غیوبت سے بیوی کو نقصان پہنچتا ہو تو تفریق کو جائز قرار دیا ہے اور اگر کوئی حنفی قاضی دونوں باتوں میں سے کسی ایک بات کی وجہ سے یا دونوں باتوں کی وجہ سے تفریق کا فیصلہ کردے تو یہ تفریق نافذ نہ ہوگی، اس لیے کہ حنفی قاضی کا اپنے مسلک کے خلاف فیصلہ کرنا نافذ نہیں ہوتا ہے البتہ اگر کوئی حنفی قاضی کسی شافعی قاضی کو حکم کردے اور اس حکم کے مطابق شافعی قاضی تفریق کردے تو تفریق ہو جائے گی بشرطیکہ آمر و مامور میں کسی نے رشوت نہ لی ہو، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے اس لیے کہ رشوت لے کر جو فیصلہ کیا جاتا ہے وہ نافذ نہیں ہوتا ہے رشوت دے کر قاضی کو فیصلہ پر آمادہ کرنا اور قاضی متعین کرنا جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۵/ ۳۰۷)

حاکم کا مفلس یا غائب شوہر پر نفقہ متعین کرنا

قاضی نے مفلس یا غائب شوہر پر اس کی بیوی کے لیے نفقہ مقرر کردیا اب شوہر تو مفلس ہے یا غائب ہے نفقہ ادا نہیں کرسکتا ہے لہٰذا قاضی عورت کو قرض لینے کا حکم دے گا اور عورت اپنے مفلس شوہر یا غائب شوہر کی جانب سے قرض لے گی تاکہ عورت قرض ادا کرنے کے وقت شوہر کی طرف حوالہ کرسکے یعنی عورت جس آدمی سے بھی قرض لے اس سے یہ کہہ دے کہ میں قاضی کے

حکم سے قرض لیتی ہوں تم اپنا قرض میرے شوہر سے وصول کر لینا تو جائز ہے اگر چہ شوہر قرض لینے پر راضی نہ ہو۔

اگر عورت نے قاضی کے حکم کے بغیر قرض لیا تو کیا حکم ہے

مفلس شوہر یا غائب شوہر پر نفقہ مقرر کر دینے کے بعد بیوی نے قاضی کے حکم کے بغیر قرض لیا ہے تو اس صورت میں قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے وصول کرے، اور عورت اپنے شوہر سے طلب کرے بشرطیکہ قرض لیتے وقت اس بات کی تصریح کر دی ہو کہ میں شوہر پر قرض لیتی ہوں، یا کم از کم اپنے دل میں اس کی نیت کر لی ہو، اور اگر شوہر عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی شوہر یوں کہے کہ تو نے قرض لیتے وقت اس کی نیت نہیں کی تھی تو اس صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا جیسا کہ المجتبیٰ میں ہے۔

جن رشتہ داروں پر نفقہ واجب ہے ان پر قرض دینا بھی واجب ہے

شوہر کی عدم موجودگی میں جن رشتہ داروں پر بیوی کا نفقہ اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کا نفقہ واجب ہے مثلاً بھائی اور چچا، ان ہی رشتہ داروں پر شوہر کی عدم موجودگی میں قرض کے طور پر رقم فراہم کرنا بھی واجب ہے اس لیے کہ یہ ایک مشہور بات ہے اور اس کا رواج بھی ہے۔

بھائی اور چچا قرض دینے سے انکار کرے تو کیا حکم ہے

اگر بھائی، چچا اور بیٹا قرض دینے سے انکار کریں تو ان کو قید کر دیا جائے گا اس لیے کہ اس طرح کے دشوار کن حالات میں قرض دینے کا دستور اور رواج بھی ہے، مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ اگر عورت و مرد مفلس ہوں تو ان رشتہ داروں پر قرض دینا واجب ہے جن پر شوہر کی عدم موجودگی میں نفقہ دینا واجب ہوتا ہے، اور علامہ زیلعیؒ نے کہا کہ کتاب الاختیار میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عورت اور اس کا شوہر دونوں مفلس ہیں اور اس کا وہ بیٹا جو کسی دوسرے شوہر سے ہے مالدار ہے یا اس کا بھائی مالدار ہے تو عورت کا نفقہ اس پر واجب ہے اور عورت کے بیٹے اور اس کے بھائی پر حکم کیا جائے گا کہ وہ اس کا نفقہ ادا کرے، اور جب اس کے شوہر کو وسعت حاصل ہو جائے تو رقم اس سے واپس لے لیں۔

قاضی مفلسی کا نفقہ مقرر کر دیا اس کے بعد شوہر مالدار ہو گیا

چوں کہ شوہر مفلس اور غریب آدمی تھا اس لیے قاضی نے اس کے مفلسی کا اعتبار کرتے ہوئے مفلسی کا نفقہ متعین کر دیا، اور شوہر مفلسی کا نفقہ بیوی کو دینے لگا ایک عرصہ گزرنے کے بعد شوہر مالدار ہو گیا مگر عورت مفلس ہی رہی، چناں چہ عورت نے قاضی کے یہاں مقدمہ دائر کیا کہ شوہر مالدار ہو گیا ہے لہٰذا اب مالداری کا نفقہ مقرر کیا جائے تو قاضی کو چاہیے کہ وہ شوہر کی مالداری کا اعتبار کرتے ہوئے آئندہ مالداری کا نفقہ متعین کر دے گذشتہ ایام کا نفقہ مالداری کے اعتبار سے نہ دلائے۔ (اور اس

جگہ مالداری کے نفقہ سے مراد متوسط درجہ کا نفقہ ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر شوہر مالدار ہو اور عورت مفلس ہو یا اس کے برعکس ہو تو اس صورت میں شوہر پر اوسط درجہ کا نفقہ واجب ہوتا ہے جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر کیا جائے گا اسی قول پر فتویٰ بھی ہے)(شامی:۵/۳۰۹)

قاضی نے مالداری کا نفقہ مقرر کر دیا پھر شوہر مفلس ہو گیا

یا اس کا برعکس ہو گیا ہو یعنی زوجین میں سے ہر ایک پہلے مالدار تھے تو قاضی نے مالداری کا اعتبار کرتے ہوئے نفقہ بسیار یعنی مالداری کا نفقہ متعین کر دیا اس کے بعد کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد شوہر مفلس ہو گیا تو اب عورت کے لیے اوسط درجہ کا نفقہ ہوگا یعنی مالدار عورت سے کم اور مفلس عورت سے زائد، اور شوہر اپنی وسعت وحیثیت کے مطابق نفقہ دیتا رہے گا باقی اس کے ذمہ قرض رہے گا جب اس کو وسعت وقدرت حاصل ہو تب پورا نفقہ پورا ادا کر دے جیسا کہ باب کے شروع میں اس کا ذکر گذر چکا ہے۔

عورت نے شوہر سے چند دراہم پر مصالحت کر لی

اگر میاں بیوی دونوں نے چند دراہم پر مصالحت کر لی یعنی ماہانہ چند روپیوں پر مصالحت کر لی اس کے چند دن کے بعد کہا کہ میرا کام اتنا درہم میں نہیں چلتا ہے اور یہ دراہم میرے نفقہ کے لیے ناکافی ہیں تو اس صورت میں زیادہ دلائے جائیں گے۔ (یعنی جب عورت دعویٰ کرے کہ یہ رقم میرے نفقہ کے لیے ناکافی ہے تو قاضی اس کے دعویٰ کو بغور سنیں اور اسکی تحقیق کرے کہ کیا واقعتاً یہ رقم ناکافی ہے یا عورت کی طرف سے ڈھونگ ہے اگر واقعی وہ رقم ناکافی ہو تو قاضی اضافہ کرا دے۔

مسئلہ: بیوی نے شوہر سے اس مقدار میں مصالحت کر لی جو مقدار نفقہ کے لیے ناکافی ہے اور اس سے گزر بسر ہونا مشکل ہے تو عورت کو یہ صلح توڑ دینا چاہیے اور قاضی سے بقدر کفایت مطالبہ کرنا چاہیے اور یہ عورت کے لیے جائز ہے۔ (شامی:۵/۳۱۰)

مسئلہ: قاضی نے نفقہ مکرر کر دیا بعد میں غلہ کی قیمت بڑھ گئی اور وہ مقررہ مقدار ناکافی ہو گئی تو اس صورت میں قاضی اپنا فیصلہ کو بدل دے اور دوبارہ گرانی کے اعتبار سے نفقہ متعین کرے تاکہ کافی ہو جائے۔ (کشف الاسرار:۳/۳۸۱)

مصالحت کے بعد شوہر کہے کہ میں اتنا زیادہ نفقہ دینے پر قادر نہیں ہوں

عورت نے اپنے شوہر سے ماہانہ ایک خاص مقدار دراہم پر مصالحت کر لی کہ ہر ماہ شوہر اتنے دراہم بطور نفقہ دیا کرے گا اس کے بعد شوہر نے کہا کہ میں اس قدر زیادہ درہم دینے پر قدرت نہیں رکھتا ہوں تو اس صورت میں مصالحت برقرار رکھی جائے گی اور کسی بھی حال میں شوہر کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا خواہ اپنی قدرت کا اظہار کرے یا نہ کرے اس لیے کہ مصالحت پر راضی ہونا اس کے قادر ہونے کی دلیل ہے۔

مصالحت کے بعد سامانوں کی قیمت بدل جائے

البتہ مصالحت ہوجانے کے بعد غلوں کی قیمت بدل جائے اور قاضی کو یہ معلوم ہوجائے کہ عورت کو اس متعینہ مقدار دراہم سے کم پر بھی گزر ہوجائے گا تو اس صورت میں قاضی بقدر کفایت دراہم متعین کردے اس مسئلہ کو حضرت مصنفؒ نے اپنی شرح میں فتاویٰ خانیہ سے نقل کیا ہے اور علامہ ابن نجیم المصریؒ نے البحر الرائق میں ذخیرہ سے نقل کرکے لکھا ہے کہ مصالحت کی ہوئی چیز شوہر پر لازم ہے لیکن اگر قاضی لوگوں سے معلومات کرکے شوہر کی کمزوری اور طاقت نہ رکھنے کی بات بالیقین جان لے تو اس صورت میں شوہر کی استطاعت کے مطابق نفقہ مقرر کردے۔

اور فتاویٰ ظہیریہ میں منقول ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی کو ہر ماہ سو دراہم دینے پر مصالحت کرلی حالاں کہ شوہر خود محتاج اور ضرورت مند ہے رقم کی یہ مقدار ادا نہیں کرسکتا ہے، تو اس صورت میں شوہر پر صرف نفقہ مثل واجب ہوگا یعنی عورت کے مناسب حال جو مقدار ہوتی ہے وہ واجب ہوگی اور مصالحت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

(وَالنَّفَقَةُ لَا تَصِيرُ دَيْنًا إِلَّا بِالْقَضَاءِ أَوِ الرِّضَا) أَيِ اصْطِلَاحِهِمَا عَلَى قَدْرٍ مُعَيَّنٍ أَصْنَافًا أَوْ دَرَاهِمَ، فَقَبْلَ ذَلِكَ لَا يَلْزَمُ شَيْءٌ، وَبَعْدَهُ تَرْجِعُ بِمَا أَنْفَقَتْ وَلَوْ مِنْ مَالِ نَفْسِهَا بِلَا أَمْرِ قَاضٍ. وَلَوِ اخْتَلَفَا فِي الْمُدَّةِ – فَالْقَوْلُ لَهُ وَالْبَيِّنَةُ عَلَيْهَا. وَلَوْ أَنْكَرَتْ إِنْفَاقَهُ فَالْقَوْلُ لَهَا بِيَمِينِهَا ذَخِيرَةٌ (وَبِمَوْتِ أَحَدِهِمَا وَطَلَاقِهَا) وَلَوْ رَجْعِيًّا ظَهِيرِيَّةٌ وَخَانِيَّةٌ وَاعْتَمَدَ فِي الْبَحْرِ بَحْثًا عَدَمَ سُقُوطِهَا بِالطَّلَاقِ، لَكِنِ اعْتَمَدَ الْمُصَنِّفُ مَا فِي جَوَاهِرِ الْفَتَاوَى، وَالْفَتْوَى عَدَمُ سُقُوطِهَا بِالرَّجْعِيِّ كَيْ لَا يَتَّخِذَ النَّاسُ ذَلِكَ حِيلَةً وَاسْتَحْسَنَهُ مُحَشِّي الْأَشْبَاهِ، وَبِالْأَوَّلِ أَفْتَى شَيْخُنَا الرَّمْلِيُّ، لَكِنْ صَحَّحَ الشُّرُنْبُلَالِيُّ فِي شَرْحِهِ لِلْوَهْبَانِيَّةِ مَا بَحَثَهُ فِي الْبَحْرِ مِنْ عَدَمِ السُّقُوطِ وَلَوْ بَائِنًا قَالَ وَهُوَ الْأَصَحُّ وَرَدُّ مَا ذَكَرَهُ ابْنُ الشِّحْنَةِ فَيُتَأَمَّلُ عِنْدَ الْفَتْوَى (يَسْقُطُ الْمَفْرُوضُ) ؛ لِأَنَّهَا صِلَةٌ (إِلَّا إِذَا اسْتَدَانَتْ بِأَمْرِ الْقَاضِي) فَلَا تَسْقُطُ بِمَوْتٍ أَوْ طَلَاقٍ فِي الصَّحِيحِ لِمَا مَرَّ أَنَّهَا كَاسْتِدَانَتِهِ بِنَفْسِهِ. وَعِبَارَةُ ابْنِ الْكَمَالِ: إِلَّا إِذَا اسْتَدَانَتْ بَعْدَ فَرْضِ قَاضٍ آخَرَ وَلَوْ بِلَا أَمْرِهِ فَلْيُحَرَّرْ. (وَلَا تُرَدُّ) النَّفَقَةُ وَالْكِسْوَةُ (الْمُعَجَّلَةُ) بِمَوْتٍ أَوْ طَلَاقٍ عَجَّلَهَا الزَّوْجُ أَوْ أَبُوهُ وَلَوْ قَائِمَةً بِهِ يُفْتَى. (يُبَاعُ الْقِنُّ) وَيَسْعَى مُدَبَّرٌ وَمُكَاتَبٌ لَمْ يَعْجِزْ (الْمَأْذُونُ فِي النِّكَاحِ) وَبِدُونِهِ يُطَالَبُ بَعْدَ عِتْقِهِ (فِي نَفَقَةِ زَوْجَتِهِ) – الْمَفْرُوضَةِ (إِذَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ مَا يَعْجِزُ عَنْ أَدَائِهِ وَلَمْ يَفْدِهِ) ذَخِيرَةٌ وَلَوْ بِنْتَ الْمَوْلَى، لَا أَمَتِهِ وَلَا نَفَقَةِ وَلَدِهِ وَلَوْ زَوْجَتُهُ حُرَّةً، بَلْ نَفَقَتُهُ عَلَى أُمِّهِ وَلَوْ مُكَاتَبَةً لِتَبَعِيَّتِهِ لِلْأُمِّ وَلَوْ

مُكَاتَبَيْنِ سَعَى لِأُمِّهِ وَنَفَقَتُهُ عَلَى أَبِيهِ جَوْهَرَةٌ (مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى) أَيْ لَوْ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ أُخْرَى بَعْدَ مَا اشْتَرَاهُ مَنْ عَلِمَ بِهِ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ ثُمَّ عَلِمَ فَرَضِيَ بِيعَ ثَانِيًا، وَكَذَا الْمُشْتَرِي الثَّالِثُ وَهَلُمَّ جَرًّا؛ لِأَنَّهُ دَيْنٌ حَادِثٌ قَالَهُ الْكَمَالُ وَابْنُ الْكَمَالِ: فَمَا فِي الدُّرَرِ تَبَعًا لِلصَّدْرِ سَهْوٌ. -

بیوی کا نفقہ طرفین کی رضامندی یا بحکم قاضی دین ہوتا ہے

بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ میں قرض نہیں ہوتا ہے مگر دوصورتوں میں (۱) قاضی نے نفقہ کا حکم دیا ہو (۲) میاں بیوی دونوں نے رضامندی ظاہر کر دی ہو، یعنی میاں بیوی میں سے دونوں نے معین مقدار پر رضامندی کا اظہار کر دیا ہو خواہ وہ معین مقدار دراہم ہوں یا کھانے کے اقسام واصناف ہوں مثلاً گیہوں چاول وغیرہ، خلاصہ یہ ہوا کہ قضائے قاضی یا باہم رضامندی کے بغیر نفقہ شوہر کے ذمہ میں دین نہیں ہوتا ہے یعنی چند دن یا چند ماہ ایسے گزر گئے کہ شوہر نے بیوی کا نفقہ نہیں دیا اس کے بعد قاضی کا فیصلہ ہو گیا یا زوجین باہم رضامندی سے مقدار نفقہ طے کر لیا تو اس صورت میں گزرے ہوئے ایام کا نفقہ شوہر کے ذمہ قرض نہیں ہوگا اور بعد میں گذشتہ ایام کا نفقہ دینا لازم نہیں ہوگا۔

قضائے قاضی یا باہم رضامندی کے بعد جو نفقہ عورت خرچ کرے گی

قضائے قاضی یا باہم رضامندی کے بعد عورت نفقہ کی جو مقدار خرچ کرے گی وہ بعد میں شوہر سے وصول کر سکتی ہے اگر چہ عورت نفقہ میں اپنا ذاتی مال ہی کیوں نہ خرچ کر ڈالا ہو، اور چاہے قاضی کے حکم کے بغیر ہی خرچ کیا ہو، بہر صورت طے شدہ رقم شوہر سے وصول کرے گی اور اگر میاں بیوی میں مدت کے بیان کرنے میں اختلاف ہو جائے مثلاً عورت کہتی ہے کہ قاضی نے دو ماہ قبل نفقہ مقرر کیا تھا اور شوہر کہتا ہے کہ ایک ماہ قبل نفقہ مقرر ہوا تھا تو اس صورت میں شوہر ہی کا قول قابل اعتبار ہوگا اور اگر عورت نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کر دیا تو اس صورت میں عورت کے گواہ کی بات معتبر مانی جائے گی اور اگر عورت نفقہ ہی کے وصول کرنے کا انکار کر دیا مثلاً عورت کہتی ہے میں بالکل نفقہ ہی وصول نہیں کیا اور شوہر کہتا ہے کہ عورت نے اپنا طے شدہ نفقہ وصول کیا ہے تو اس صورت میں عورت کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔

نفقہ مقررہ کا سقوط

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ نفقہ جو قضائے قاضی یا باہمی رضامندی سے طے ہوا تھا وہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کی موت سے یا عورت پر طلاق واقع ہو جانے سے ساقط ہو جاتا ہے اگر چہ طلاق رجعی ہی کیوں نہ دی گئی ہو جیسا کہ فتاویٰ ظہیریہ اور تاتارخانیہ میں ہے اور البحر الرائق میں بحث کرنے کے بعد لکھا ہے کہ طلاق کی صورت میں نفقہ کا ساقط نہ ہونا قابل اعتماد ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن، اور حضرت مصنفؒ نے اس پر اعتماد کیا ہے جو جواہر الفتاویٰ میں ہے اور فتویٰ اس بات

پر ہے کہ طلاق رجعی کی صورت میں بیوی کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا تا کہ لوگ اس کو بہانہ نہ بنالیں یعنی جب عورت کے نفقہ کی مقدار زیادہ ہوجائے تو اس کو طلاق رجعی دے کر نفقہ سے سبک دوش ہوجائیں پھر اس کے بعد اسی عورت سے نکاح کرلیں اس طرح وہ سابق نفقہ دینے سے بچ جائیں اس کے اندر عورتوں کا بہت زیادہ نقصان ہے اور الاشباہ والنظائر کے محشی نے طلاق رجعی کی صورت میں نفقہ کے عدم سقوط کے قول کو مستحسن قرار دیا ہے اور شارح فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ محترم علامہ خیر الدین رملیؒ نے مطلق طلاق سے عورت کے نفقہ کے سقوط کے قول پر فتوی دیا ہے یعنی مطلق طلاق سے نفقہ ساقط ہوجاتا ہے لیکن علامہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں اس قول کو صحیح قرار دیا ہے جو البحر الرائق میں بحث ومباحثہ کے بعد لکھا ہے کہ طلاق سے عورت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا ہے اگر چہ طلاق بائن ہی کیوں نہ ہو، اور فرمایا کہ نفقہ ساقط نہ ہونا ہی زیادہ صحیح ہے اور ابن شحنہ کے قول کو رد کیا ہے یعنی جن حضرات نے نفقہ کے سقوط کا قول کیا ہے ان کی تردید کی ہے لہٰذا فتوی نویسی کے وقت اس مسئلہ میں غور وفکر کرلیا جائے اس کے بعد فتوی دیا جائے یعنی نفقہ متعین ہوجانے کے بعد اگر شوہر نے طلاق دے دی ہے تو قاضی اور مفتی کو اس میں خوب غور کرلینا چاہیے اگر معلوم ہوجائے کہ نفقہ سے بچنے کے لیے اس نے طلاق دی ہے تو عدم سقوط نفقہ کا حکم دے، لیکن اگر طلاق بیوی کی بدمزاجی سے پریشان ہوکر دی ہے تو سقوط نفقہ کا حکم اور فتوی دے اس پر طحطاوی نے اعتماد ظاہر کیا ہے۔ (شامی: ۵/ ۳۱۴)

احد الزوجین کی موت اور طلاق سے سقوط نفقہ کی دلیل

احد الزوجین کی موت یا طلاق سے نفقہ اس وجہ سے ساقط ہوجاتا ہے کہ نفقہ ایک عطیہ ہے اور عطیہ طلاق اور موت سے ساقط ہوجاتا ہے اسی وجہ سے ہبہ پر قبضہ کرنے سے پہلے واہب کا انتقال ہوگیا تو ہبہ ساقط ہوجاتا ہے۔ (شامی: ۵/ ۳۱۴)

نفقہ مقرر ہونے کے بعد قرض لیا تو کیا حکم ہے

لیکن اگر عورت قاضی کے حکم سے اپنے نان ونفقہ کے بقدر کسی سے قرض لے لیا، اس کے بعد شوہر کا انتقال ہوگیا یا شوہر نے اس کو طلاق دے دی تو صحیح قول کے مطابق نفقہ ساقط نہیں ہوگا جیسا کہ یہ مسئلہ گزر چکا ہے کہ عورت کا قاضی کے حکم سے قرض لینا ایسا ہی ہے جیسے خود شوہر نے بذات خود اپنے لیے قرض لیا ہو لہٰذا جس طرح شوہر کا لیا ہوا قرض واجب الادا ہے اسی طرح بیوی کا لیا ہوا قرض بھی واجب الادا ہے۔

علامہ ابن الکمال کی عبارت کا ماحصل

بیوی کا مقررہ نفقہ شوہر کی موت یا طلاق سے ساقط ہوجاتا ہے لیکن اگر اس نے یہ قرض قاضی کے مقرر کرنے کے بعد لیا ہے تو ساقط نہیں ہوتا ہے خواہ عورت نے قاضی کے حکم کے بغیر قرض لیا ہو، اس کی مزید تفصیل فقہ کی دوسری کتابوں میں دیکھنا چاہیے۔

علامہ ابن عابدین کی رائے گرامی

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ مذکورہ بالا مسئلہ فقہ کی متون اور شروح دونوں کے خلاف ہے لہٰذا اس پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کیا جاسکتا ہے اور علامہ خصاف کا قول آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ قرض لینے کے حکم دینے کی صورت میں مقررہ نفقہ ساقط ہو جاتا ہے لہٰذا امر کے بغیر کس طرح ساقط ہوگا ظاہر یہی ہے کہ ابن کمال نے جو ذکر کیا ہے یہ ان سے سبقت قلم ہو گیا ہے۔ (شامی: ۵/ ۳۱۴)

اگر شوہر نے عورت کا نان ونفقہ پیشگی ادا کردیا تو کیا حکم

اگر شوہر نے بیوی کا نان ونفقہ اور کپڑا بطور پیشگی دے دیا اس کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا یا شوہر نے اس کو طلاق دے دی ہو اب یہ نفقہ اور کپڑا شوہر کو یا اس کے وارث کو واپس نہیں کیا جائے گا، یا بیوی کا نان ونفقہ یا کپڑا شوہر کے والد نے پیشگی ادا کردیا اس کے بعد اس کے لڑکے یعنی عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا یا اس نے طلاق دے دی تو اس صورت میں بھی نفقہ اور کپڑا واپس نہیں کیا جائے گا اگرچہ کپڑا اور نفقہ بیوی کے پاس موجود ہی کیوں نہ ہو، اسی قول پر فتویٰ ہے۔

فتاوی الولوالجیہ کا مسئلہ

فتاویٰ الولوالجیہ وغیرہ میں یہ مسئلہ درج ہے کہ شوہر کے والد نے اپنے بیٹے کی بیوی کا نفقہ سو درہم ادا کردیا اس کے بعد شوہر نے اس کو طلاق دے دی تو اب شوہر کے والد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ دیا ہوا نفقہ واپس لوٹائے اس لیے کہ اگر یہ نفقہ بذات خود شوہر ادا کرتا اور مسئلہ اپنی حالت پر رہتا تو حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شوہر کو واپس لینے کا اختیار نہیں ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے یہی حکم اس وقت ہے جب اس کے باپ نفقہ ادا کرے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نفقہ دینا درحقیقت بیوی کو عطیہ دینا ہے اور بیوی کو عطیہ دے کر واپس لینا جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۵/ ۳۱۵)

ادائے گی نفقہ کے لیے خالص غلام کو فروخت کرنا

بیوی کے نان ونفقہ کی ادائے گی کے لیے خالص غلام کو فروخت کردیا جائے گا، بشرطیکہ قاضی نے اس کا نفقہ متعین کیا ہو اور اس کے آقا نے اس کو شادی کرنے کی اجازت بھی دی ہو، اور اگر خالص غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر ہی کسی عورت سے نکاح کرلیا ہو تو جب یہ آزاد ہوگا تب اس سے نفقہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔

مدبر اور مکاتب غلام سے نفقہ کی ادائے گی

مدبر یا مکاتب غلام جو ابھی بدل کتابت کے ادا کرنے سے عاجز نہیں ہوا ہے وہ اپنی بیوی کے نان ونفقہ کے لیے محنت ومزدوری

کر کے پورا کرے گا بیوی کے نفقہ کی ادائے گی کے لیے مکاتب ومدبر کو فروخت نہیں کیا جائے گا البتہ خالص غلام کو اس کے نفقہ کے لیے فروخت کر دیا جائے گا جب کہ اس کے ذمہ میں نفقہ کی اتنی بڑی مقدار واجب ہوگئی ہو کہ اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو۔

اور اگر غلام نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو غلام کا مالک اس کے بدلہ نفقہ ادا نہ کرے اگر چہ غلام کی بیوی آقا کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو مگر غلام کو اس کے واسطے نہ کیا جائے گا۔

غلام کی بیوی آقا کی باندی ہے تو کیا حکم

اور اگر غلام کی بیوی آقا کی باندی ہے یعنی غلام کے آقا کی باندی ہے تو اس کا نفقہ غلام پر واجب نہ ہوگا اسی طرح غلام کے لڑکے کا نفقہ بھی اس پر واجب نہ ہوگا اگر چہ اس کی بیوی آزاد ہی کیوں نہ ہو، بلکہ غلام کے لڑکے کا نفقہ اس لڑکے کی ماں پر واجب ہوگا، اگر چہ اس کی ماں مکاتبہ ہی کیوں نہ ہو، اس کی دلیل یہ ہے کہ لڑکا آزاد اور مکاتب ہونے کے باب میں ماں کے تابع ہے لہٰذا اس کی ماں آزاد ہے تو لڑکا بھی آزاد شمار ہوگا اور اگر ماں مکاتبہ ہے تو لڑکا بھی مکاتب شمار ہوگا لہٰذا جب لڑکا آزاد قرار دے دیا گیا تو اس کا نفقہ غلام پر واجب ہو سکتا ہے اور اگر اس لڑکے کی ماں باندی ہو یا مدبرہ ہو تو اس صورت میں نفقہ ولد مولیٰ پر واجب ہوگا کیوں کہ اس صورت میں ولد مولیٰ کا مملوک ہے۔

اگر میاں بیوی دونوں مکاتب ہوں تو کیا حکم ہے

اگر میاں بیوی دونوں کسی کے مکاتب ہوں اور ان سے کوئی لڑکا بھی ہو، تو وہ لڑکا اپنی ماں کے لیے کوشش کرے گا اور کما کر لائے گا اور اس کی آمدنی کی مالک ماں ہوگی اس لیے کہ لڑکا اپنی ماں کے تابع ہوا کرتا ہے اور اس لڑکا کا نفقہ اس کے والد پر واجب ہوگا جیسا کہ جوہرۃ میں ہے۔

قوله: ونفقته على ابيه: شارح کا قول کے ولد کا نفقہ باپ پر واجب ہوگا یہ ان کی طرف سے سبقت قلم ہے بلکہ والد کا نفقہ اس کی ماں پر واجب ہوگا اس لیے کہ الجوہرہ میں یہی مسئلہ اس طرح لکھا ہے کہ آقا نے اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا، پھر ان دونوں کو مکاتب بنا دیا اس کے بعد ان سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ بچہ اپنی والدہ کے ساتھ عقد کتابت میں داخل نہ ہوگا اور لڑکا جو کچھ بھی کمائے گا اس کا مالک اس کی والدہ ہوگی اور اس ولد کا نفقہ مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور مکاتبہ باندی کا نفقہ مکاتب شوہر پر واجب ہوگا۔

اور یہی مسئلہ فتاویٰ ہندیہ میں اس طرح لکھا ہے کہ ایک آدمی نے اپنے ایک غلام اور ایک باندی کو مکاتب بنایا، اس کے بعد ان دونوں کی شادی آپس میں کر دی، پھر اس کے بعد اس باندی سے اس غلام کا ایک لڑکا پیدا ہوا تو لڑکے کا نفقہ ماں کے ذمہ واجب ہوگا باپ کے ذمہ واجب نہ ہوگا، ہندیہ کی عبارت سے بھی یہ معلوم ہوا کہ شارح سے اس مقام پر غلطی ہوئی ہے کہ

انھوں نے ولد کا باپ پر واجب قرار دے دیا ہے، حالاں کہ باپ پر نہیں بلکہ ماں پر واجب ہے۔

شوہر خالص غلام کو نفقہ میں متعدد بار فروخت کرنا

خالص غلام نے اپنا نکاح کرلیا ہے تو اس کی بیوی کا نفقہ اسی پر واجب ہوگا چناں چہ غلام کو فروخت کر کے جو رقم حاصل ہوگی اس رقم سے نفقہ کی رقم ادا کی جائے گی اور اس طرح بار بار کیا جائے گا مطلب یہ ہے کہ غلام کو ایک بار فروخت کر کے نفقہ ادا کر دیا گیا اس کے بعد دوبارہ اس کے سر پر نفقہ کا بوجھ ہوگیا تو دوسری مرتبہ بھی غلام کو فروخت کر کے حاصل شدہ رقم اس کی بیوی پر نفقہ میں خرچ کیا جائے گا۔

اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ غلام پر اس کی بیوی کا نفقہ واجب الادا ہوگیا، چناں چہ اس کو ادا کرنے کے لیے اس کو فروخت کر دیا گیا، جس نے اس کو خریدا تھا اس کو یہ معلوم تھا کہ اس غلام پر بیوی کے نفقہ کی رقم واجب ہے اس کے باوجود اس نے خریدا تھا یا خریدتے وقت تو معلوم نہ تھا لیکن بعد میں معلوم ہوگیا تھا اس کے باوجود بھی غلام کو مالک اوّل کے پاس واپس نہیں کیا تو اس صورت میں نفقہ کی ادائے گی کے لیے دوبارہ اس غلام کو فروخت کر دیا جائے گا۔

اسی طرح تیسرے مالک نے اس کا حال معلوم ہونے کے باوجود خرید لیا، یا بعد میں اس کا حال معلوم ہوا اس کے بعد بھی اس نے واپس نہیں کیا تو اس صورت میں اس غلام کو تیسری مرتبہ بھی نفقہ کی ادائے گی کے سلسلہ میں فروخت کر دیا جائے گا، اور یہ سلسلہ اخیر تک چلتا رہے گا اس لیے کہ نفقہ دین حادث ہے یعنی نفقہ چوں کہ ہر روز واجب ہوتا ہے اس لیے جب بھی غلام نفقہ کی ادائے گی سے عاجز ہوگا تب ہی اس کو فروخت کر دیا جائے گا البتہ وہ قرض جو صرف ایک مرتبہ واجب ہوا ہے اس کی ادائیگی کے لیے غلام کو صرف ایک مرتبہ فروخت کیا جائے گا جیسا کہ کمال اور ابن الکمال نے کہا ہے جو درر میں صدر الشریعہ کی اتباع میں جو قول مذکور ہے وہ غلط ہے اور سہو ہے صدر الشریعہ کے قول سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام ایک ہزار کا مقروض ہوا اور اس کو پانچ سو درہم میں کسی وجہ سے فروخت کر دیا گیا تو اب دوبارہ اس غلام کو فروخت نہیں کیا جائے گا، سو یہ غلط ہے۔

(وَتَسْقُطُ بِمَوْتِهِ وَقَتْلِهِ) فِي الْأَصَحِّ (وَيُبَاعُ فِي دَيْنٍ غَيْرِهَا) مَرَّةً لِعَدَمِ التَّجَدُّدِ، وَسَيَجِيءُ فِي الْمَأْذُونِ أَنَّ لِلْغُرَمَاءِ اسْتِسْعَاءَهُ وَمُفَادُهُ أَنَّ لَهَا اسْتِسْعَاءَهُ وَلَوْ لِنَفَقَةِ كُلِّ يَوْمٍ بَحْرٌ، قَالَ: وَهَلْ تُبَاعُ فِي كَفَنِهَا؟ يَنْبَغِي عَلَى قَوْلِ الثَّانِي الْمُفْتَى بِهِ نَعَمْ كَمَا يُبَاعُ فِي كُسْوَتِهَا. (وَنَفَقَةُ الْأَمَةِ الْمَنْكُوحَةِ) وَلَوْ مُدَبَّرَةً أَوْ أُمَّ وَلَدٍ، أَمَّا الْمُكَاتَبَةُ فَكَالْحُرَّةِ (إِنَّمَا تَجِبُ) عَلَى الزَّوْجِ وَلَوْ عَبْدًا (بِالتَّبْوِئَةِ) بِأَنْ يَدْفَعَهَا إِلَيْهِ – وَلَا يَسْتَخْدِمَهَا (فَلَوْ اسْتَخْدَمَهَا الْمَوْلَى) أَوْ أَهْلُهُ (بَعْدَهَا أَوْ بَوَّأَهَا بَعْدَ الطَّلَاقِ لِأَجْلِ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ لَا قَبْلَهُ) أَيْ وَلَمْ يَكُنْ بَوَّأَهَا قَبْلَ الطَّلَاقِ (سَقَطَتْ) بِخِلَافِ

حُرَّةٍ نَشَزَتْ فَطَلُقَتْ فَعَادَتْ. وَفِي الْبَحْرِ بَحْثًا: فَرْضُهَا قَبْلَ التَّبْوِئَةِ بَاطِلٌ وَنَفَقَاتُ الزَّوْجَاتِ الْمُخْتَلِفَةِ مُخْتَلِفَةٌ بِحَالِهِمَا. (وَكَذَا تَجِبُ لَهَا السُّكْنَى فِي بَيْتٍ خَالٍ عَنْ أَهْلِهِ) سِوَى طِفْلِهِ الَّذِي لَا يَفْهَمُ الْجِمَاعَ وَأَمَتِهِ وَأُمِّ وَلَدِهِ (وَأَهْلِهَا) وَلَوْ وَلَدَهَا مِنْ غَيْرِهِ (بِقَدْرِ حَالِهِمَا) كَطَعَامٍ وَكُسْوَةٍ وَبَيْتٍ مُنْفَرِدٍ مِنْ دَارٍ لَهُ غَلَقٌ. زَادَ فِي الِاخْتِيَارِ وَالْعَيْنِيِّ: وَمَرَافِقَ، وَمُرَادُهُ لُزُومُ كَنِيفٍ وَمَطْبَخٍ، وَيَنْبَغِي الْإِفْتَاءُ بِهِ بَحْرٌ (كَفَاهَا) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ هِدَايَةٌ. وَفِي الْبَحْرِ عَنْ الْخَانِيَةِ: يُشْتَرَطُ أَنْ لَا يَكُونَ فِي الدَّارِ أَحَدٌ - مِنْ أَحْمَاءِ الزَّوْجِ يُؤْذِيهَا، وَنَقَلَ الْمُصَنِّفُ عَنْ الْمُلْتَقِطِ كِفَايَتَهُ مَعَ الْأَحْمَاءِ لَا مَعَ الضَّرَائِرِ فَلِكُلٍّ مِنْ زَوْجَتَيْهِ مُطَالَبَتُهُ بِبَيْتٍ مِنْ دَارٍ عَلَى حِدَةٍ. (وَلَا يَلْزَمُهُ إتْيَانُهَا بِمُؤْنِسَةٍ) وَيَأْمُرُهُ بِإِسْكَانِهَا بَيْنَ جِيرَانٍ صَالِحِينَ بِحَيْثُ لَا تَسْتَوْحِشُ سِرَاجِيَّةٌ. وَمُفَادُهُ أَنَّ الْبَيْتَ بِلَا جِيرَانٍ لَيْسَ مَسْكَنًا شَرْعِيًّا بَحْرٌ. وَفِي النَّهْرِ: وَظَاهِرُهُ وُجُوبُهَا لَوْ الْبَيْتُ خَالِيًا عَنْ الْجِيرَانِ لَا سِيَّمَا إذَا خَشِيَتْ عَلَى عَقْلِهَا مِنْ سَعَتِهِ. قُلْت: لَكِنْ نَظَرَ فِيهِ الشُّرُنْبُلَالِيُّ بِمَا مَرَّ أَنَّ مَا لَا جِيرَانَ لَهُ غَيْرُ مَسْكَنٍ شَرْعِيٍّ، فَتَنَبَّهْ

غلام سے نفقہ کا سقوط

اصح قول کے مطابق اگر غلام مر گیا یا اس کو قتل کر دیا گیا تو اس کی بیوی کا نفقہ اس پر سے ساقط ہو جاتا ہے اور بیوی کے نفقہ کے وجوب میں چوں کہ تجدد کا معنیٰ پایا جاتا ہے یعنی روزانہ نفقہ واجب ہوتا رہتا ہے اس لیے شریعت نے غلام کو بار بار فروخت کرنے کی اجازت دی ہے لیکن اگر غلام کسی کا مقروض ہو گیا تو قرض ادا کرنے کے لیے غلام کو صرف ایک بار فروخت کیا جائے گا، دوبارہ فروخت نہیں کیا جائے گا وجوب میں تجدد کا معنیٰ نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

اور وہ غلام جس کو آقا نے خرید و فروخت کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اگر وہ مقروض ہو گیا یا اس پر زوجہ کا نفقہ واجب ہو گیا تو اس کا حکم عنقریب آنے والا ہے کہ عبد ماذون نے قرض خواہ محنت و مزدوری کرائے اور اس کی محنت و مزدوری کی اجرت خود لیتا رہے درست ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی کے لیے بھی جائز ہے کہ غلام سے محنت و مزدوری کرائے اس کی اجرت سے نفقہ کی ضرورت پوری کرتی رہے اگر چہ روزانہ کا نفقہ کیوں نہ ہو، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

بیوی کے کفن دفن کے لیے شوہر غلام کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں

صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم المصری فرماتے ہیں کہ بیوی کے کفن دفن کے لیے شوہر غلام کو فروخت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی شوہر غلام کو فروخت کر کے اس سے حاصل شدہ رقم سے بیوی کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

حضرت امام ابو یوسف ؒ فرماتے ہیں کہ جب بیوی کے کپڑوں کے لیے غلام کو فروخت کیا جاسکتا ہے تو اس کے کفن کے انتظام کے لیے فروخت کیا جاسکتا ہے مفتی بہ قول یہی ہے گویا حضرت امام ابو یوسف ؒ نے کفن کو لباس پر قیاس فرمایا ہے، بقول شارح یہ حضرت امام ابو یوسف ؒ کا قول نہیں ہے بلکہ ان کے اس قول سے کہ کفن پوشاک کے برابر ہے صاحب البحرالرائق نے قیاس کیا ہے۔

منکوحہ باندی کا نفقہ غلام پر واجب ہے

منکوحہ باندی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے اگرچہ شوہر غلام ہی کیوں نہ ہو، اور منکوحہ باندی خواہ ام ولد ہو یا مدبرہ، شوہر پر نفقہ واجب ہے بشرطیکہ آقا باندی سے خدمت لینا چھوڑ دیا ہو اور باندی ام ولد یا مدبرہ کو رات گزارنے کے لیے شوہر کے پاس بھیج دیا ہو، اور باندی کا نکاح کر دینے کے بعد آقا اس کو اپنی خدمت میں رکھے تو اس باندی کا نفقہ شوہر پر واجب نہ ہوگا، رہا مکاتبہ باندی کا نفقہ تو اس کا نفقہ تبویت پر موقوف نہیں ہے یعنی رات گزارنے کے لیے علیحدہ مکان دینے پر موقوف نہیں ہے بلکہ جس طرح آزاد بیوی کا نفقہ واجب ہے اسی طرح اس کا نفقہ بھی واجب ہے۔ اور اگر منکوحہ باندی کا مالک دن میں اپنی خدمت لے اور رات گزارنے کے لیے شوہر کے پاس بھیج دے تو اس صورت میں اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا۔

رات میں باندی مولیٰ کی خدمت کرے اور دن میں شوہر کی تو کیا حکم ہے

اور اگر آقا باندی کو رات میں اپنی خدمت کے لیے رکھتا ہے اور دن میں شوہر کی خدمت کے لیے بھیجتا ہے تو اس صورت میں رات کا نفقہ آقا کے ذمہ واجب ہوگا اور دن کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔

منکوحہ باندی کے نفقہ کا شوہر سے ساقط ہونا

اگر آقا یا اس کے گھر والے نے باندی سے تبویت کے بعد خدمت لی ہے تو اس صورت میں منکوحہ باندی کا نفقہ شوہر سے ساقط ہو جاتا ہے بلکہ نفقہ واجب ہی نہیں ہوتا ہے، اس طرح اگر شوہر نے منکوحہ باندی کو طلاق دے دی، طلاق واقع ہو جانے کے بعد باندی کے آقا نے باندی کو عدت گزارنے کے لیے مکان دیا طلاق سے قبل مکان نہیں دیا تو اس صورت میں بھی منکوحہ باندی کا نفقہ شوہر سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر شروع نکاح ہی سے باندی منکوحہ کو رہنے کے لیے مکان نہیں دیا تو اس صورت میں شوہر کے ذمہ نفقہ واجب ہی نہیں ہوگا۔

حرہ منکوحہ ناشزہ کے نفقہ کا وجوب

اس کے برخلاف اگر منکوحہ کوئی آزاد عورت ہو اور کسی وجہ سے شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے گھر سے باہر چلی گئی اور طلاق واقع ہونے کے بعد دوبارہ شوہر کے گھر لوٹ کر آ گئی تو اس عورت کا نفقہ عدت گزرنے تک شوہر کے ذمہ واجب ہوگا اور اس

مسئلہ میں صاحب البحر الرائق کی رائے گرامی یہ ہے کہ منکوحہ باندی کا نفقہ متعین کرنا تفویض سے پہلے باطل ہے یعنی منکوحہ باندی پہلے شوہر کے پاس رات گزارے اور اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کرے اس کے بعد ہی نفقہ شوہر پر واجب ہوگا تفویض سے پہلے شوہر کے ذمہ نفقہ واجب نہیں ہوگا۔

مختلف درجات کی بیویوں کا نفقہ

اگر ایک شخص کی متعدد بیویاں ہوں اور مختلف درجات کے ہوں تو مفتی بہ قول کے مطابق ان کے احوال کے اعتبار سے نفقہ واجب ہوگا، مثلاً ایک بیوی مالدار ہے اور دوسری غریب، تو مالدار بیوی کا نفقہ اس کے حال کے مطابق اور غریب عورت کا نفقہ اس کی حالت کے مطابق اوسط درجہ کا واجب ہوگا، لیکن اگر شوہر تنگ دست ومفلوک الحال ہے اور اس کی ایک بیوی تو انگر اور دوسری تنگ دست ہے تو اس صورت میں مال دار بیوی کا نفقہ اوسط درجہ کا ہوگا اور تنگ دست عورت کا نفقہ اس کی تنگ دستی کے مطابق ہوگا۔

شوہر کے ذمہ ایسا مکان دینا واجب ہے جو اہل وعیال سے خالی ہو

شوہر کے ذمہ جس طرح بیوی کا نان ونفقہ اور کپڑا دینا واجب ہے اسی طرح شوہر کے ذمہ یہ بھی واجب ہے کہ بیوی کے لیے ایک ایسا گھر یا کوٹھری انتظام کرے جو دوسرے اہل وعیال سے بالکل خالی ہو، اور عورت کے بھی جو دوسرے شوہر سے بچے ہوں ان سے بھی خالی ہو، اور جس طرح اس مکان کا اہل وعیال کی موجودگی سے خالی ہونا چاہیے اسی طرح فی نفسہ مکان اس طرح ہو جو میاں بیوی کی حیثیت کے مطابق ہو۔

اگر مکان میں شیر خوار بچہ یا باندی ہو تو کیا حکم ہے

جو مکان رہنے کے واسطے شوہر بیوی کو دے وہ اہل وعیال سے بالکل خالی ہو لیکن اگر اس مکان میں اس کا اتنا چھوٹا بچہ ہے جو جماع کو نہیں سمجھتا ہے یا اس کی باندی ہے یا اسی شوہر کی ام ولد ہے تو اس سے کوئی حرج نہیں ہے۔ شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ بیوی کو ایسا مکان دے جو اس کے گھر میں بالکل الگ تھلگ ہو اور اختیار اور عینی میں ہے کہ اس مکان میں تالا بھی ہو اور مرافق بھی، اور مرافق سے مراد یہ ہے کہ اس مکان میں بیت الخلاء، مطبخ بھی ہو، اور اسی قول پر فتویٰ دینا مناسب ہے، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے اور ہدایہ میں ہے عورت کو مقفل مکان دینا کافی ہے اس لیے کہ اس سے بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہے، اور مکان ایسا ہو جس میں کسی کی بھی شرکت نہ ہو، بلکہ مخصوص طور پر بیوی کے لیے ہو، نیز اسی طرح سے بیوی کے لیے بیت الخلاء اور مطبخ بھی بالکل مخصوص ہو گھر والوں میں سے کسی کی بھی شرکت اس میں نہ ہو۔ (شامی: ۵/ ۳۲۰، ۳۲۱)

رہائش کے متعلق ہمارے ملک کا رواج

جب یہ مسئلہ معلوم ہو چکا ہے کہ بیوی کے لیے ایسا مکان انتظام کرنا شوہر کے ذمہ واجب ہے جو مکان بالکل الگ تھلگ،

غیر مشترک، مقفل اور ضروریات زندگی پر مشتمل ہو، تو ہمارے ملک میں جو یہ رواج ہے کہ بیوی کے لیے علیحدہ مکان انتظام نہیں کرتے ہیں بلکہ سبھی اہل خانہ اسی میں رہتے ہیں بعض مرتبہ ایک کمرہ ہونے کی وجہ سے درمیان میں کسی کپڑے کا پردہ کردیا جاتا ہے اس کے بعد زوجین اور گھر والے بھی اس میں رہتے ہیں یہ طریقہ قطعاً غلط اور شریعت کے بھی خلاف ہے اس میں عورت کی حق تلفی کے ساتھ ساتھ بے حیائی بھی ہے اس لیے کہ اس طرح کے مکان میں میاں بیوی کے آپسی تعلقات کے حرکات وسکنات سے اہل خانہ بے خبر ہوں یہ ممکن نہیں ہے، اس کو معمولی سمجھ کر نہیں ٹالنا چاہیے، بلکہ عورت کی سکونت کے لیے مقفل الگ سے کمرہ انتظام کرنا چاہیے۔

مکان میں احماء یعنی شوہر کی طرف کے رشتہ دار نہ ہوں

احماء بیوی کے وہ رشتہ دار ہیں جو شوہر کی طرف سے ہوں مثلاً دیور، سسر، جیٹھ وغیرہ البحر الرائق میں فتاویٰ خانیہ کے حوالہ سے منقول ہے کہ بیوی کو رہنے کے لیے جو گھر دیا جائے اس میں شرط یہ ہے کہ اس گھر میں شوہر کے اقرباء رشتہ دار نہ رہیں جو بیوی کو تکلیف پہنچائے۔

متعدد بیویوں والے کے لیے کس طرح مکان دینا واجب ہے

اگر کسی شخص کی چند بیویاں ہوں تو اس کے متعلق مصنفؒ نے الملتقط نامی کتاب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایسی صورت میں بیوی کی رہائش کے لیے وہ مکان کافی ہے جس میں بیوی کے سسر، جیٹھ اور دیور رہتے ہوں لیکن وہ مکان کافی نہ ہوگا جس میں سوکنیں رہتی ہوں اس لیے کہ عورت کو جس قدر تکلیف اور اذیت سوکن سے پہنچتی ہے کسی اور رشتہ دار سے نہیں پہنچتی ہے (خاص کر ہمارے ملک ہندوستان میں یہاں متعدد بیویاں رکھنے کا رواج نہیں ہے اور نہ ہی ہندوستان میں عورت اپنی سوکنوں کو برداشت کرتی ہے) اس لیے ہر بیوی علیحدہ علیحدہ مکان رہائش کے لیے مطالبہ کرسکتی ہے اور شوہر کو چاہیے کہ ان سب کے رہنے کے لیے علیحدہ علیحدہ کمروں کا انتظام کرے اور الگ الگ جگہوں پر انتظام کرے، کمرے ایک ساتھ نہ ہوں۔

مسئلہ: اگر کوئی بڑا گھر ہو اور اس میں ایک آنگن ہو اور متعدد کمرے ہوں ان میں سے ایک کمرہ مخصوص طور پر بیوی کو رہنے کے لیے دے دیا اور دوسرے کمروں میں دوسرے رشتہ دار ہیں جو اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتے ہیں تو یہ مکان اس کی رہائش کے لیے کافی ہوگا۔ (شامی: ۵/۳۲۱)

سکنی شرعی کے متعلق بعض فروعی مسائل

شوہر پر یہ واجب نہیں ہے کہ بیوی کے پاس کوئی ایک ایسی عورت رکھے جو اس کا دل بہلائے اور اس کی انسیت وموانست کا باعث بنے، البتہ قاضی صاحب شوہر کو حکم دے گا کہ بیوی کی رہائش کا انتظام کرے جہاں پڑوسی نیک دین دار اور

صالح ہوں اور ایسی جگہ ہو جہاں وحشت اور گھبراہٹ محسوس نہ کرے جیسا کہ فتاویٰ سراجیہ میں ہے۔

مسئلہ: پڑوس میں سکونت پذیر رہنے والوں کے مکان اتنے قریب قریب ہوں کہ بوقت ضرورت ومصیبت وہ ان کو پکار سکے، یا تنہائی کے وقت ان سے دل بہلانا چاہے تو آس پاس جا سکے۔

صالح پڑوسی کے بغیر سکنی شرعی سکنی نہیں

مکان خواہ کشادہ ہو یا تنگ لیکن پڑوس بہر حال اچھا ہونا چاہیے، اس لیے بغیر اچھے پڑوسی کے کوئی مسکن شرعی مسکن نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے اور النہر الفائق میں لکھا ہے کہ فتاویٰ السراجیہ کے کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لیے کسی مونس کا (جس سے عورت دل بہلا سکے) ہونا ضروری ہے اگر اس مکان کے ارد گرد کوئی مناسب پڑوسی نہ ہو، بطور خاص اس وقت جب کہ عورت مکان کی کشادگی کی وجہ سے خوف زدہ ہو، یا پھر ایسی جگہ منتقل کرنا ضروری ہے جہاں پڑوسی اچھے ہوں۔

شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس میں علامہ شرنبلالیؒ نے ایک اعتراض کیا ہے کہ جس مکان کے پڑوسی اچھے نہ ہوں وہ شرعاً مکان ہی نہیں ہے یہ کہنا غلط ہے لہٰذا ہوشیار اور خبردار ہو جاؤ۔

(وَلَا يَمْنَعُهَا مِنَ الْخُرُوجِ إِلَى الْوَالِدَيْنِ) فِي كُلِّ جُمُعَةٍ إِنْ لَمْ يَقْدِرَا عَلَى إِتْيَانِهَا عَلَى مَا اخْتَارَهُ فِي الِاخْتِيَارِ وَلَوْ أَبُوهَا زَمِنًا مَثَلًا فَاحْتَاجَهَا فَعَلَيْهَا تَعَاهُدُهُ وَلَوْ كَافِرًا وَإِنْ أَبَى الزَّوْجُ فَتْحٌ (وَلَا يَمْنَعُهُمَا مِنَ الدُّخُولِ عَلَيْهَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ، وَفِي غَيْرِهِمَا مِنَ الْمَحَارِمِ فِي كُلِّ سَنَةٍ) لَهَا الْخُرُوجُ وَلَهُمْ الدُّخُولُ زَيْلَعِيٌّ (وَيَمْنَعُهُمْ مِنَ الْكَيْنُونَةِ) وَفِي نُسْخَةٍ: مِنَ الْبَيْتُوتَةِ لَكِنْ عِبَارَةُ مُنْلَا مِسْكِينٍ: مِنَ الْقَرَارِ (عِنْدَهَا) بِهِ يُفْتَى خَانِيَّةٌ، وَيَمْنَعُهَا مِنْ زِيَارَةِ الْأَجَانِبِ وَعِيَادَتِهِمْ وَالْوَلِيمَةِ، وَإِنْ أَذِنَ كَانَا عَاصِيَيْنِ كَمَا مَرَّ فِي بَابِ الْمَهْرِ. وَفِي الْبَحْرِ: لَهُ مَنْعُهَا مِنَ الْغَزْلِ وَكُلِّ عَمَلٍ وَلَوْ تَبَرُّعًا لِأَجْنَبِيٍّ وَلَوْ قَابِلَةً أَوْ مُغَسِّلَةً - لِتَقَدُّمِ حَقِّهِ عَلَى فَرْضِ الْكِفَايَةِ، وَمِنْ مَجْلِسِ الْعِلْمِ إِلَّا لِنَازِلَةٍ امْتَنَعَ زَوْجُهَا مِنْ سُؤَالِهَا، وَمِنَ الْحَمَّامِ إِلَّا النُّفَسَاءَ وَإِنْ جَازَ بِلَا تَزَيُّنٍ وَكَشْفِ عَوْرَةِ أَحَدٍ. قَالَ الْبَاقَانِيُّ: وَعَلَيْهِ فَلَا خِلَافَ فِي مَنْعِهِنَّ لِلْعِلْمِ بِكَشْفِ بَعْضِهِنَّ، وَكَذَا فِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ مَعْزِيًّا لِلْكَمَالِ. (وَتُفْرَضُ) النَّفَقَةُ بِأَنْوَاعِهَا الثَّلَاثَةِ (لِزَوْجَةِ الْغَائِبِ) مُدَّةَ سَفَرٍ صَيْرَفِيَّةٌ وَاسْتَحْسَنَهُ فِي الْبَحْرِ وَلَوْ مَفْقُودًا (وَطِفْلِهِ) وَمِثْلُهُ كَبِيرٌ زَمِنٌ وَأُنْثَى مُطْلَقًا (وَأَبَوَيْهِ) فَقَطْ، فَلَا تُفْرَضُ لِمَمْلُوكِهِ وَأَخِيهِ، وَلَا يَقْضِي عَنْهُ دَيْنَهُ؛ لِأَنَّهُ قَضَاءٌ عَلَى الْغَائِبِ (فِي مَالٍ لَهُ مِنْ جِنْسِ حَقِّهِمْ) كَتِبْرٍ أَوْ طَعَامٍ، أَمَّا خِلَافُهُ فَيَفْتَقِرُ لِلْبَيْعِ، وَلَا يُبَاعُ مَالُ الْغَائِبِ اتِّفَاقًا (عِنْدَ) أَوْ عَلَى (مَنْ يُقِرُّ بِهِ) عِنْدَهُ

لِلْأَمَانَةِ، وَعَلَى لِلدَّيْنِ، وَيَبْدَأُ بِالْأَوَّلِ، وَيُقْبَلُ قَوْلُ الْمُودِعِ فِي الدَّفْعِ لِلنَّفَقَةِ لَا الْمَدْيُونِ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ أَوْ إِقْرَارِهَا بِخَطِّ وَسَبَحِيءُ؛

ہفتہ میں ایک دن بیوی کو والدین سے ملنے کے لیے جانے کی شرعاً اجازت ہے

اگر والدین اپنی بیٹی کے پاس آنے پر قادر نہ ہوں تو شرعی اعتبار سے شوہر اپنی بیوی کو ہفتہ میں ایک دن والدین سے ملنے کے لیے جانے کی اجازت دینی ہوگی اور ہر جمعہ جانے سے منع نہیں کرے گا جیسا کہ اس قول کو اختیار نامی کتاب میں پسند کیا گیا ہے۔

اگر باپ بیمار ہو اور خدمت کا محتاج ہو تو کیا حکم ہے

اور اگر عورت کا باپ اپاج ہو یا کسی مرض میں مثلاً مبتلا ہو اور اس کو اپنی کی خدمت کی ضرورت ہے اس کے علاوہ کوئی خدمت گزار بھی نہ ہو، تو اس صورت میں بیٹی جو کسی کی منکوحہ ہے پر باپ کی خدمت کرنا واجب اور لازم ہے، اگرچہ باپ کافر ہی کیوں نہ ہو، اور شوہر باپ کی خدمت سے روکتا ہی کیوں نہ ہو، پھر بھی باپ کی خدمت کرے گی جیسا کہ فتح القدیر میں ہے البتہ جب تک وہ اپنے باپ کی خدمت میں مشغول رہے گی شوہر پر اس کا نان ونفقہ واجب نہیں ہے۔ (شامی:۵/ ۳۲۴)

اگر باپ کے پاس کوئی دوسرا خادم موجود ہو

اگر بیٹی کے علاوہ کوئی دوسرا خادم بھی باپ کے پاس موجود ہے یا کوئی دوسرا شخص گھر میں موجود ہے جو اس کی خدمت اور دیکھ بھال کر سکے، تو ایسی صورت میں بیٹی پر باپ کی خدمت کرنا واجب نہیں ہے اگر شوہر منع کرتا ہے اس کے باوجود اپنے باپ کی خدمت کرنے چلی جائے گی تو عورت ناشزہ اور نافرمان نہ کہلائے گی اور نفقہ شوہر پر لازم ہوگا۔ (شامی:۵/ ۳۲۴)

بیوی کے والدین کو آنے سے روکنے کا حکم

اگر بیوی کے والدین جمعہ، جمعہ ہفتہ میں ایک مرتبہ اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے آتے ہیں تو شوہر ان کو منع نہیں کر سکتا ہے یہی قول صحیح ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ شوہر کو یہ حق حاصل ہوگا کہ ان کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے منع کرے البتہ گھر کے دروازے پر کھڑے ہونے سے منع نہیں کر سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ بیوی کے والدین کو گھر میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جا سکتا البتہ گھر میں قرار سے روکے جب کہ ان کے طول مکث اور طول کلام سے بیوی کے بگڑنے کا خطرہ ہو اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ بیوی والدین سے بات چیت کرے گی اور ملے گی تو خراب ہو جائے گی اور گھر کا سکون ختم ہو جائے گا تو اس صورت میں شوہر ان کے والدین سے علی الاطلاق ملنے سے روک سکتا ہے۔ (شامی:۵/ ۳۲۴)

والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ دار سے ملنے کی مدت شرعی

اگر بیوی کے پاس اس کے ماں باپ کے علاوہ دوسرے قریبی رشتہ دار مثلاً بیوی کا بھائی، بہن، چچا، خالہ، ماموں وغیرہ تو ان رشتہ داروں کو سال میں ایک مرتبہ آنے کی اجازت سے شوہر نہیں منع کرسکتا ہے لہٰذا ان رشتہ داروں کے پاس سال میں ایک مرتبہ خود بیوی جائے یا رشتہ دار حضرات ہی آئیں، یہ شرعاً حق اور اجازت ہے شوہر منع نہیں کرسکتا ہے جیسا کہ زیلعی میں ہے۔

ان رشتہ داروں کو رات کے قیام سے شوہر کا روکنا

البتہ شوہر کو شرعی اعتبار سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کے ماں باپ اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کو بیوی کے پاس رات میں قیام کرنے سے منع کرے، اس لیے کہ ان کے رات میں قیام کرنے سے شوہر کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور اس قول پر فتویٰ بھی ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے۔

عبارت میں فرق

شارح فرماتے ہیں کہ الدر المختار کے ایک نسخہ میں لفظ کینونۃ کی جگہ بیتوتۃ کا لفظ ہے اور منلا مسکن میں یہاں نہ لفظ کینونۃ نہ بیتوتۃ بلکہ قرار کا لفظ ہے یعنی شرعاً شوہر کو اختیار ہے کہ بیوی کے رشتہ داروں کو اس کے ٹھہرنے سے منع کرے، یعنی رات میں قرار سے روک دے، لفظ قرار کے قرینہ سے کینونت کا لفظ راجح معلوم ہوتا ہے۔

سات جگہوں پر بیوی کو جانے کی اجازت دینا

کتاب الخلاصہ میں لکھا ہے کہ شوہر کے لیے شرعی اعتبار سے جائز ہے کہ بیوی کو سات جگہوں پر جانے کی اجازت دے۔ (۱) والدین سے ملنے کے لیے (۲) والدین کی بیماری میں عیادت کے لیے (۳) والدین کی وفات پر ماتم کرنے کے لیے (۴) ماں باپ میں سے کسی ایک سے ملنے کے لیے (۵) ماں باپ میں سے کسی ایک کی بیماری میں عیادت کے لیے (۶) دوسرے کی ماتم پرسی کے لیے۔ (۷) محارم سے ملنے کے لیے۔

شوہر بیوی کو مندرجہ ذیل چیزوں سے روک سکتا ہے

شوہر کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ بیوی کو درج ذیل چیزوں سے منع کرے (۱) اجنبی لوگوں سے ملنے سے، (۲) اجنبی مردوں کی عیادت کے لیے جانے سے (۳) اجنبی شخص کے ولیمہ میں شرکت کرنے سے اور اجنبی لوگوں سے مراد وہ تمام حضرات ہیں جو عورت کے محرم نہ ہوں جیسے چچا اور ماموں کا بیٹا وغیرہ اگر شوہر نے بیوی کو اجنبی کی زیارت کے واسطے جانے یا اجنبی کے ولیمہ میں شرکت کی اجازت دے دی اور بیوی چلی گئی تو دونوں گنہگار ہوں گے اس کی پوری تفصیل باب المہر میں گذر چکی ہے۔

(۴) البحر الرائق میں لکھا ہے کہ شوہر کے لیے جائز ہے کہ بیوی کو چرخہ کاتنے سے منع کردے۔ (۵) ہر اس کام سے شوہر بیوی کو روک سکتا ہے جو کسی اجنبی کے لیے کرتی ہو اگر چہ تبرعاً ہی کرتی ہو اگر چہ عورت دائی جنائی یا مردوں کو غسل دینے والی ہو۔ (۶) یعنی شوہر بیوی کو دایہ کے کام سے روک سکتا ہے۔ (۷) مردوں کے غسل دینے کے لیے جانے سے منع کرسکتا ہے، اس لیے مردوں کو غسل دینا اور دایہ کے کام کو انجام دینا فرض کفایہ ہے اور شوہر کے حقوق کی ادائے گی فرض کفایہ کی ادائے گی پر مقدم ہے۔

فرض عین کی ادائے گی شوہر کے حق پر مقدم ہے

اس کے برخلاف فرض عین ہے تو اس کی ادائے گی شوہر کے حق پر مقدم ہے چناں چہ حج فرض عین ہے اگر سفر حج میں جانے کے لیے عورت کے ساتھ کوئی شرعی محرم ہے تو شوہر بیوی کو حج فرض کو ادا کرنے سے منع نہیں کرسکتا ہے کیوں کہ حج فرض عین ہے اور فرض عین کی ادائے گی شوہر کے حق پر مقدم ہے۔ (شامی: ۵/ ۳۲۵)

بچہ جنانے والی عورت کے متعلق صاحب خلاصہ کا قول

صاحب خلاصہ کا قول یہ ہے کہ بچہ جنوانی والی اور مردوں کو غسل دینے والی عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے اسی طرح قرض وصول کرنے کی شکایت کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے خواہ شوہر اجازت دے یا نہ دے، صاحب خلاصہ کا قول اس وقت پر محمول ہوگا جب شوہر اپنی بیوی کو مہر معجّل ادا نہ کیا ہو، اور اس جگہ اس کے علاوہ کوئی دوسری عورت بچہ جنوانے کے لیے موجود نہ ہو یا مردوں کو غسل دینے والی کوئی دوسری عورت موجود نہ ہو تو اس صورت میں اس کو گھر سے باہر نکلنا بدون اذن زوج جائز ہے کیوں کہ اس صورت میں بچہ جنوانا اور مردے کو غسل دینا فرض کفایہ نہ رہا بلکہ فرض عین ہو گیا لہٰذا بلا اذن شوہر نکلنا جائز ہو گیا۔ (ملخص)

بیوی کو مجلس علم میں شرکت کے لیے جانا

(۸) شوہر کے لیے جائز ہے کہ بیوی کو مجلس علم میں شرکت کرنے سے نیز وعظ و تقریر کی مجلسوں میں شرکت کرنے سے منع کردے ہاں اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہے جس کو شوہر معلوم نہیں کرسکتا ہے تو عورت کو اس مسئلہ کے معلوم کرنے کے لیے گھر سے باہر جانا جائز ہے لیکن اگر مسئلہ ایسا ہے کہ شوہر خود ہی معلوم کرکے بتاسکتا ہے تو عورت کو باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

حمام میں جانے سے بیوی کو روکنا

(۹) شوہر کے لیے جائز ہے کہ بیوی کو حمام میں جانے سے منع کردے اور یہ فقیہ ابو اللیث کا قول ہے البتہ صاحب فتاویٰ قاضی خاں فرماتے ہیں کہ عورت کے لیے حمام میں داخل ہونا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں جا کر اس کا ستر کسی کے سامنے نہ کھلے۔

دونوں اقوال میں تطبیق وتوفیق

صاحب فتح القدیر اور فقیہ ابواللیث نے حمام میں داخل ہونے سے ممانعت لکھی ہے اور قاضی خاں نے دخول فی الحمام کو مباح قرار دیا ہے بظاہر دونوں قولوں میں تعارض ہے توان دونوں کے اقوال میں تطبیق کی کیا شکل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں کے قول میں کوئی اختلاف نہیں ہے چوں کہ زیادہ تر عورتیں حمام میں داخل ہونے کے بعد ستر کھول لیتی ہیں اس لیے صاحب فتح القدیر نے منع لکھا ہے اور قاضی خاں نے ستر نہ کھلنے کی شرط کے ساتھ اجازت دی ہے یعنی ستر کھلنے کے خوف کی وجہ سے حمام میں جانا منع ہے اور بہت ساری احادیث فقیہ اور صاحب فتح القدیر کے قول کے موئد ہیں۔ (شامی: ۵/ ۳۲۶)

مریضہ اور نفساء کے لیے حمام میں جانے کی اجازت

بیمار عورت اور نفاس والی عورت کو حمام میں داخل ہونے کی اجازت ہے شوہر منع نہیں کرسکتا ہے۔ اسی طرح اگر عورت حمام میں داخل ہوئی لیکن تزین کے واسطے غسل کرنے کے لیے نہیں اور نہ وہاں بے پردگی ہوتی ہوتو جائز ہے، علامہ باقانی نے کہا کہ فتویٰ اس قول پر ہے لہٰذا کوئی اختلاف نہیں رہا عورتوں کو روکنے اور منع کرنے میں اس لیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ عورتوں کا بعض حصہ ستر بالیقین کھل جاتا ہے اسی طرح شرنبلالیہ میں کمال کی طرف منسوب کرکے لکھا ہے۔

غائب شوہر کی بیوی کا نفقہ

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر غائب اور مدت سفر کی دوری پر ہوتو اس کی بیوی کے لیے تینوں قسم کا نفقہ مقرر کیا جائے گا یعنی طعام، کسوہ اور سکنی تینوں قسم کا نفقہ قاضی مقرر کرے گا جیسا کہ صیرفیہ میں ہے اور صاحب البحر الرائق نے اسی قول کو مستحسن قرار دیا ہے اگر شوہر مفقود یعنی لاپتہ ہوتب بھی یہی حکم ہے اسی طرح اس کے چھوٹے بچوں کا نفقہ بھی اور اس کے بڑے لڑکوں کا نفقہ جو معذور ہو اور محتاج ہو مقرر کیا جائے گا اور غائب شخص کی لڑکیوں کا نفقہ مطلقاً مقرر کیا جائے گا خواہ لڑکی چھوٹی ہو یا بڑی، ہر قسم کی لڑکیوں کا نفقہ مقرر کیا جائے گا۔

شوہر غائب پر وجوب نفقہ میں مدت سفر کی قید

محیط نامی کتاب میں لکھا ہے کہ غائب شوہر پر نفقہ واجب ہے نفقہ کے واجب ہونے میں مدت سفر شرعی کی دوری کی کوئی شرط نہیں ہے، حتی کہ اگر شوہر ایک گاؤں سے دوسرا گاؤں چلا گیا اور بیوی کو اسی گاؤں میں چھوڑ دیا تو قاضی کے لیے جائز ہے کہ اس کی بیوی کے لیے نفقہ مقرر کرے۔ (شامی: ۵/ ۳۲۶)

غائب شخص کے مال سے والدین کا نفقہ

غائب آدمی کے مال سے صرف اس غریب والدین کا نفقہ مقرر کیا جائے گا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ غائب آدمی کے مال

سے اس کے بھائی اور اس کے مملوک کے لیے نفقہ مقرر نہیں کیا جائے گا (اور بھائی سے مراد ہر قسم کا قریبی رشتہ دار ہے قرابت ولادت کے علاوہ، اس لیے ذی رحم محرم رشتہ دار کا نفقہ اس غائب پر قبل القضاء واجب نہیں ہے اور نہ ہی ان حضرات کو قبل القضاء اس کے مال سے کچھ لینے کا حق ہے چناں چہ ان کے حق میں نفقہ کے متعلق قاضی کا فیصلہ ابتداء ایجاب ہے اور غائب پر کوئی شئ واجب کرنا جائز نہیں ہے اس کے برخلاف بیوی اور قرابت ولادت کے ان کے لیے اس کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر بھی لینا جائز ہے خواہ قبل القضاء ہی کیوں نہ ہو، اور ان کے حق میں قاضی کا فیصلہ درحقیقت ان کی اعانت اور قاضی کی جانب سے فتویٰ ہوگا۔ (شامی:۵/۳۲۶)

غائب آدمی کے مال سے اس کے قرض کی ادائے گی کا حکم

غائب آدمی کے مال سے اس کا قرض بھی ادا نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ غائب آدمی کے مال سے غائب کا قرض ادا کرنا غائب آدمی پر فیصلہ کرنا یعنی یہ قضاء علی الغائب ہے اور قضاء علی الغائب جائز نہیں ہے، اس لیے غائب کے مال سے اس کا قرض ادا کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

غائب آدمی کے کون سے مال سے نفقہ مقرر کیا جائے گا

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ غائب آدمی کے اس مال سے نفقہ مقرر کیا جائے گا جو بیوی، لڑکا اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو، جیسے سونا کا ڈلا، چاندی، غلہ اور کپڑا وغیرہ اور اس کے مناسب ہو، اور جو ان کے حقوق کے غیر مناسب ہو مثلاً زمین اور دوسرے قسم کے مال واسباب ہیں جن کو فروخت کرنے کی ضرورت پڑے گی تا کہ ان کا نفقہ ادا ہو سکے، حالاں کہ آدمی کے مال کو فروخت کرنا عند الاحناف بالاتفاق نا جائز ہے۔

اور غائب شخص کے اس مال سے بھی نفقہ ادا کیا جا سکتا ہے جو کسی کے پاس بطور امانت ہو یا کسی کے ذمہ میں قرض باقی نہ ہو اور بیوی والدین اور بچوں کے نفقہ ادا کرنے کے لیے سب سے پہلے غائب آدمی کے مال میں سے اس مال سے نفقہ ادا کیا جائے گا جو کسی کے پاس امانت رکھا ہوا ہو، جب امانت والا مال ختم ہو جائے گا تو پھر قرض والے مال سے نفقہ ادا کیا جائے گا اور امانت کے مال سے نفقہ پہلے اس لیے ادا کیا جائے گا کہ مال امانت میں ہلاک اور ضائع ہونے کا خطرہ ہے اس لیے کہ امانت کا مال امین کے پاس بعینہٖ باقی رہتا ہے اس کے برخلاف مال قرض مقروض کے ذمہ میں واجب ہوتا ہے بعینہٖ مال موجود نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ اس میں ہلاک اور ضیاع کا خطرہ بھی نہیں ہے۔

مودع قضائے قاضی کے بعد دعویٰ کرے کہ میں نے امانت میں سے خرچ کیا اور بیوی منکر ہو

قاضی کے فیصلہ ہو جانے کے بعد جس کے پاس امانت کا مال رکھا ہوا ہے اس نے کہا میں نے مال امانت میں سے نفقہ کے

لیے خرچ کیا ہے اور بیوی انکار کرے کہ امانت کے مال سے خرچ نہیں کیا ہے تو اس صورت میں امانت دار کا قول معتبر ہوگا لیکن اگر مقروض یوں کہے کہ میں قرض کے مال میں سے اس کی بیوی کو دے دیا ہے اور بیوی انکار کرے تو اس صورت میں مدیون کا قول بغیر گواہوں اور بغیر قسم کے مقبول نہ ہوگا یا پھر بیوی ہی اقرار کرلے کہ ہاں مدیون نے قرض کا مال دے دیا ہے تو اس کی بات معتبر ہوگی ورنہ نہیں، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے اور اس کی مزید تفصیل عنقریب آنے والی ہے۔

وَلَوْ أَنْفَقَا بِلَا فَرْضٍ ضَمِنَا بِلَا رُجُوعٍ (وَبِالزَّوْجِيَّةِ وَ) بِقَرَابَةِ (الْوِلَادِ وَكَذَا) الْحُكْمُ ثَابِتٌ (إِذَا عَلِمَ قَاضٍ بِذَلِكَ) أَيْ بِمَالٍ وَزَوْجِيَّةٍ وَنَسَبٍ، وَلَوْ عَلِمَ بِأَحَدِهِمَا أُحْتِيجَ لِلْإِقْرَارِ بِالْآخَرِ، وَلَا يَمِينَ وَلَا بَيِّنَةَ هُنَا لِعَدَمِ الْخَصْمِ (وَكَفَلَهَا) أَيْ أَخَذَ مِنْهَا كَفِيلًا بِمَا أَخَذَتْهُ لَا بِنَفْسِهَا وُجُوبًا فِي الْأَصَحِّ (وَيُحَلِّفُهَا مَعَهُ) أَيْ مَعَ الْكَفِيلِ احْتِيَاطًا، وَكَذَا كُلُّ آخِذٍ نَفَقَتَهُ؛ فَلَوْ ذَكَّرَ الضَّمِيرَ كَابْنِ الْكَمَالِ لَكَانَ أَوْلَى (أَنَّ الْغَائِبَ لَمْ يُعْطِهَا النَّفَقَةَ) وَلَا كَانَتْ نَاشِزَةً وَلَا مُطَلَّقَةً مَضَتْ عِدَّتُهَا، فَإِنْ حَضَرَ الزَّوْجُ وَبَرْهَنَ أَنَّهُ أَوْفَاهَا النَّفَقَةَ طُولِبَتْ هِيَ أَوْ كَفِيلُهَا بِرَدِّ مَا أَخَذَتْ، وَكَذَا لَوْ لَمْ يُبَرْهِنْ وَنَكَلَتْ، وَلَوْ أَقَرَّتْ طُولِبَتْ فَقَطْ (لَا) تُفْرَضُ عَلَى غَائِبٍ (بِإِقَامَةِ) الزَّوْجَةِ (بَيِّنَةً عَلَى النِّكَاحِ) أَوْ النَّسَبِ (وَلَا) تُفْرَضُ أَيْضًا (إِنْ لَمْ يُخَلِّفْ مَالًا فَأَقَامَتْ بَيِّنَةً لِيَفْرِضَ عَلَيْهِ وَيَأْمُرَهَا بِالِاسْتِدَانَةِ وَلَا يَقْضِي بِهِ) ؛ لِأَنَّهُ قَضَاءٌ عَلَى الْغَائِبِ (وَقَالَ زُفَرُ يَقْضِي بِهَا) أَيْ النَّفَقَةِ (لَا بِهِ) أَيْ بِالنِّكَاحِ (وَعَمَلُ الْقُضَاةِ الْيَوْمَ عَلَى هَذَا لِلْحَاجَةِ فَيُفْتَى بِهِ) وَهَذَا مِنَ السِّتِّ الَّتِي يُفْتَى بِهَا بِقَوْلِ زُفَرَ – وَعَلَيْهِ، وَلَوْ غَابَ وَلَهُ زَوْجَةٌ وَصِغَارٌ تُقْبَلُ بَيِّنَتُهَا عَلَى النِّكَاحِ إِنْ لَمْ يَكُنْ عَالِمًا بِهِ ثُمَّ يُفْرَضُ لَهُمْ ثُمَّ يَأْمُرُهَا بِالْإِنْفَاقِ أَوْ الِاسْتِدَانَةِ لِتَرْجِعَ بَحْرٌ. (وَ) تَجِبُ (لِمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيِّ وَالْبَائِنِ، وَالْفُرْقَةِ بِلَا مَعْصِيَةٍ كَخِيَارِ عِتْقٍ، وَبُلُوغٍ وَتَفْرِيقٍ بِعَدَمِ كَفَاءَةِ النَّفَقَةِ وَالسُّكْنَى وَالْكُسْوَةِ) إِنْ طَالَتْ الْمُدَّةُ، وَلَا تَسْقُطُ النَّفَقَةُ الْمَفْرُوضَةُ بِمُضِيِّ الْعِدَّةِ عَلَى الْمُخْتَارِ بَزَّازِيَّةٌ؛ وَلَوْ ادَّعَتْ امْتِدَادَ الطُّهْرِ فَلَهَا النَّفَقَةُ مَا لَمْ يَحْكُمْ بِانْقِضَائِهَا مَا لَمْ تَدَّعِ الْحَبَلَ فَلَهَا النَّفَقَةُ إِلَى سَنَتَيْنِ مُنْذُ طَلَّقَهَا، فَلَوْ مَضَتَا ثُمَّ تَبَيَّنَ أَنْ لَا حَبَلَ فَلَا رُجُوعَ عَلَيْهَا، وَإِنْ شَرَطَ؛ لِأَنَّهُ شَرْطٌ بَاطِلٌ بَحْرٌ، وَلَوْ صَالَحَهَا عَنْ نَفَقَةِ الْعِدَّةِ إِنْ بِالْأَشْهُرِ صَحَّ، وَإِنْ بِالْحَيْضِ لَا لِلْجَهَالَةِ.

قاضی کے حکم کے بغیر امانت دار نے نفقہ خرچ کیا تو کیا حکم

اگر بیوی، والدین اور بچوں کا نفقہ مدیون یا امانت دار نے قاضی کے حکم اور فیصلہ کے بغیر خرچ کر دیا، تو اس صورت میں

دونوں مال کے ضامن ہوں گے اور بیوی والدین اور بچوں پر جو مال خرچ کیا ہے وہ ان سے واپس نہیں لے سکتے ہیں۔

قاضی کا نفقہ مقرر کرنا

اگر قاضی کو یہ بات معلوم ہو کہ بیوی، لڑکا اور والدین غائب آدمی کے رشتہ دار ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ غائب آدمی کا مال فلاں کے پاس بطور امانت رکھا ہوا ہے یا فلاں کے ذمہ میں قرض ہے چناں چہ قاضی نے ان کے نفقہ کا آرڈر کر دیا تو یہ آرڈر کرنا صحیح ہے گویا قاضی کے حکم کے صحیح ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں: (۱) قاضی کو معلوم ہوا کہ بیوی اور والدین اور بچہ غائب آدمی ہی کے ہیں۔(۲) یہ بھی قاضی کے علم میں ہو کہ اس کا مال فلاں کے پاس دین ہے یا امانت رکھا ہوا ہے اس کے بعد نفقہ کا حکم دیا تو صحیح ہے۔

اگر دونوں باتوں میں سے صرف ایک بات کا علم قاضی کو ہو

اور اگر قاضی کو دونوں باتوں میں سے صرف ایک بات کو جانتا ہے تو اس صورت میں دوسری بات کو ثابت ہونے کے لیے اقرار کی ضرورت وحاجت ہوگی یعنی قاضی کو یہ معلوم ہے کہ غائب آدمی کا مال فلاں شخص کے پاس بطور امانت رکھا ہوا ہے یا فلاں کے ذمہ میں واجب الادا ہے مگر قاضی کو ان کے رشتوں کے بارے میں علم نہیں ہے یا اس کے برعکس یعنی رشتوں کے متعلق معلوم ہے مگر مال کے متعلق قاضی کو معلوم نہیں ہے تو اس صورت میں جس کے پاس مال ہے وہ غائب شخص کی زوجیت کا اور لڑکے کے متعلق غائب کے بیٹا ہونے کا اور فلاں فلاں کے بارے میں والدین ہونے کا اقرار کرے اور اگر قاضی کو زوجیت وولدیت اور بیٹے ہونے کے بارے میں معلوم ہے تو پھر مال والوں کی طرف سے اس اقرار کی ضرورت ہوگی کہ فلاں غائب شخص کا مال میرے پاس بطور امانت موجود ہے یا میرے ذمہ قرض ہے اسی کے بعد ہی نفقہ کا حکم کرنا صحیح ہوگا، ورنہ نہیں اور چوں کہ یہاں کوئی خصم اور فریق موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی وکیل موجود ہے اس لیے یہاں نہ تو گواہوں کی ضرورت ہوگی نہ ہی قسم کی۔

غائب بیوی کو نفقہ دیتے وقت ضمانت طلب کرنا

اور قاضی جب غائب شوہر کی بیوی کو نفقہ دے گا اس وقت اس سے ضامن طلب کرے یعنی قاضی بیوی سے مطالبہ کرے کہ تم کوئی ضامن پیش کرو اس چیز پر جو تم نے بطور نفقہ لیا ہے نفس پر ضامن طلب نہیں کرے گا اور اصح قول کے مطابق ضمانت لینا واجب ہے۔

بیوی اور اس کے ضامن دونوں سے احتیاطاً قسم لینا

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ قاضی کو چاہیے کہ بیوی اور اس ضامن دونوں سے از راہِ احتیاط قسم لے لے، اسی طرح اس شخص سے قسم لی جائے گی جو غائب شخص کے مال سے نفقہ وصول کرے گا مثلاً غائب آدمی کا لڑکا، اس والدین اور انکی لڑکیاں،

لیکن اگر ولد صغیر ہے تو نفقہ دیتے وقت اس سے قسم نہیں لی جائے گی۔

ماتن پر ایک اعتراض

اس موقع پر قسم بیوی، لڑکے اور والدین سے لیے جانے کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ تو اس موقع پر مناسب تھا کہ مصنفؒ یحلفھا کی جگہ یحلفه تحریر فرماتے، یعنی مونث کے بجائے مذکر کی ضمیر لانا چاہیے تھا اور یوں کہنا چاہیے تھا کفله ویحلفه جیسا کہ ابن کمال نے اسی طرح ذکر فرمایا ہے تا کہ نفقہ لینے والے مذکر و مونث ہر ایک کو حکم شامل ہوتا، اور مصنفؒ نے کتاب درمختار میں کفالت اور قسم کا ذکر صرف بیوی کے لیے کیا ہے دوسرے رشتہ داروں کے لیے یہ حکم نہیں دیا ہے حالاں کہ قسم لینے اور کفیل طلب کرنے کا حکم مال غائب سے نفقہ ادا کرتے وقت سب کے لیے ہے جن جن افراد کو نفقہ دیا جائے گا سب سے کفیل طلب کیا جائے گا اور قسم لی جائے گی۔

قاضی کس چیز کی قسم لے گا

قاضی جب غائب شخص کے مال سے اس کی بیوی یا رشتہ داروں کو نفقہ ادا کرنے لگے تو ان سے اس طرح کی قسم لی جائے گی کہ غائب شوہر نے اس کو نفقہ نہیں دیا ہے اور اس بات پر بھی قسم لی جائے گی کہ عورت ناشزہ نہیں ہے اور نہ ایسی مطلقہ ہے کہ اس کی عدت مکمل ہو چکی ہے اور قسم اور ضمانت میں سے جو چاہے پہلے لے ترتیب مقصود نہیں ہے بلکہ قسم لینا اور ضامن طلب کرنا مقصود ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ جب قاضی غائب کے مال سے نفقہ ادا کرنے لگے تو پہلے قسم لے پھر اس کے بعد نفقہ ادا کرے، پھر اخیر میں اس دینے پر کفیل اور ضامن طلب کرے۔ (شامی: ۵/ ۳۲۸)

شوہر غائب لوٹ کر گھر آگیا تو کیا حکم ہے

غائب شوہر کے مال سے قاضی نے ضابطہ اور اصول کے مطابق اس کی بیوی، لڑکے اور والدین کا نفقہ مقرر کر دیا اس کے بعد شوہر غائب گھر واپس آگیا اور اس نے اس بات پر گواہ پیش کر دیا کہ میں ان کو نفقہ واجبہ ادا کر کے گیا تھا تو اس صورت میں قاضی بیوی یا اس کے کفیل سے اس نفقہ کے واپس کرنے کے لیے کہے گا جو اس نے لیا ہے اسی طرح واپسی کے بعد شوہر نے نفقہ ادا کرنے کا دعویٰ کیا لیکن گواہ نہیں پیش کر سکا اور عورت نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو اس صورت میں بھی وہ نفقہ واپس کرنا پڑے گا اور اگر بیوی نے قسم کھا لیا کہ شوہر اس کا نفقہ ادا کر کے نہیں گیا تھا تو اس صورت میں صرف بیوی سے نفقہ واپس کرنے کا حکم کیا جائے گا۔

صاحبِ درمختار پر علامہ شامی کا اعتراض

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ ماتن کی عبارت میں نقل کرنے والوں سے غلطی ہوئی ہے اس لیے کہ البحر الرائق میں لکھا ہے کہ اگر شوہر کے پاس نفقہ دینے سے متعلق گواہ نہ ہوں اور عورت قسم کھالے کہ شوہر نے اس کو نفقہ نہیں دیا ہے تو عورت اور کفیل دونوں

بری الذمہ ہوں گے اور بدائع الصنائع کے حوالہ سے عالم گیری نے لکھا ہے کہ اگر بیوی اس بات کا اقرار کرے کہ شوہر اس کو نفقہ دے کر گیا تھا تو اس صورت میں شوہر بیوی سے مطالبہ کرے گا کفیل سے مطالبہ نہیں کرے گا اس لیے کہ مصنف کی عبارت اس طرح ہے لو اقرت طولبت فقط اگر نفقہ دیئے جانے کا عورت اقرار کرلے تو صرف عورت ہی سے مطالبہ کیا جائے گا کفیل سے نہیں، کاتبوں سے غلطی ہوئی ہے اور اقرت کی جگہ حلفت لکھ دیا ہے۔ (شامی:۵/۳۳۰)

بیوی نے غائب شخص سے نکاح ہونے پر گواہ پیش کردیا

اگر بیوی نے شوہر کے غائب ہوجانے کے بعد اس بات پر گواہ پیش کردیا کہ میرا نکاح غائب شخص سے ہوچکا ہے اور میں اس کی بیوی ہوں یا قریبی نے گواہ پیش کردیا کہ میں اس کا بیٹا ہوں مگر جس شخص کے پاس مال بطور امانت رکھا ہوا ہے یا جس کے ذمہ میں قرض ہے وہ اس کے نکاح اور رشتہ کا انکار کرے تو اس صورت میں قاضی غائب کے مال سے نفقہ مقرر نہ کرے، اسی طرح اگر غائب ہونے والے شخص کی بیوی نے قاضی کی عدالت میں گواہ قائم کردیا کہ میں غائب کی منکوحہ ہوں تو اگر غائب ہونے والے شخص نے مال نہیں چھوڑا تو اس صورت میں قاضی کی طرف نفقہ مقرر نہیں کیا جائے گا اور نہ شوہر کے نام پر کسی سے قرض لینے کی اجازت دی جائے گی، اس لیے کہ یہ قضا علی الغائب ہے جو جائز نہیں ہے۔

قاضی ثبوت نکاح کا فیصلہ بھی نہ کرے

اور نہ قاضی اس عورت کے نکاح کے ثبوت کا فیصلہ کرے کہ غائب شخص سے اس کا نکاح ہوچکا ہے اس لیے کہ یہ قضا علی الغائب ہے اور قضا علی الغائب عند الفقہا صحیح نہیں ہے۔

حضرت امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ جب عورت نے ثبوت نکاح پر قاضی کی عدالت میں گواہ قائم کردیا تو قاضی اس کے لیے نفقہ کا حکم کرے گا البتہ قاضی غائب شخص سے اس عورت کا نکاح ہونے کا فیصلہ نہیں کرے گا، اس لیے کہ یہ قضا علی الغائب ہے۔

امام زفرؒ کے قول پر عمل اور فتویٰ

اس دور میں ضرورت شدید ہے اس لیے تمام قاضیوں کا عمل حضرت امام زفرؒ کے قول پر ہے اور امام زفرؒ ہی کا قول مفتی بہ قول ہے، اور یہ ان چھ مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے جس میں حضرت امام زفرؒ کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے کیوں کہ ارفق للناس ہے جیسا کہ النہر الفائق میں ہے اور یہی قول مختار ہے جیسا کہ ملتقی الابحر وغیرہ میں ہے اور اکثر مشائخ نے اسی قول کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (شامی:۵/۳۳۰)

علامہ حموی کا قول محقق

علامہ حموی نے چھ کے بجائے پندرہ ایسے مسائل شمار کرائے ہیں جن میں حضرت امام زفرؒ کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے اور وہ پندرہ مسائل ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

(۱) مسئلہ مذکورہ یعنی دعویٰ کی صورت میں قاضی نفقہ کا فیصلہ کرے گا نکاح کا نہیں۔
(۲) بیمار شخص کا نماز میں تشہد پڑھنے والے کی طرح بیٹھنا۔
(۳) متنفل کو متشہد کی طرح بیٹھنا۔
(۴) اس شخص کو ضامن بنانا جو ظالم بادشاہ سے چغل خوری کرے۔
(۵) دعویٰ عقار میں حدود اربعہ کو بیان کرنا۔
(۶) نابینا کی شہادت کا قبول ہونا ان مسائل میں جن کا تعلق صرف سماع سے ہو۔
(۷) وکیل بالخصومت قبض المال کا مالک نہیں ہوتا ہے۔
(۸) مشتری کا خیار رؤیت صحن دار دیکھنے سے ساقط نہیں ہوتا ہے۔
(۹) تھان میں لپٹا کپڑا دیکھنے سے مشتری کا خیار ساقط نہیں ہوتا ہے۔
(۱۰) کفیل کے سپردگی کے لیے یہ شرط ہے کہ مکفول عنہ مجلس قضا میں موجود ہو۔
(۱۱) جب مبیع عیب دار ہو جائے تو مرابح شخص پر واجب ہے کہ وہ یہ بیان کرے کہ اس نے اس کو صحیح سالم اتنے میں خریدا ہے۔
(۱۲) طلب اشہاد کے بعد ایک ماہ تک شفیع کا حق شفعہ لینے میں تاخیر کرنا حق شفعہ کو باطل کر دیتا ہے۔
(۱۳) اگر کسی نے اپنے نقد میں سے ثلث کی وصیت کی اور غنم میں سے ثلث کی وصیت کی پھر دو ثلث مال ضائع ہو گیا تو اس صورت میں بقیہ مال کے ثلث سے وصیت نافذ کی جائے گی۔
(۱۴) اگر غریم یعنی قرض خواہ نے عمدہ مال کا فیصلہ کر دیا اپنے کھوئے مال کے بدلہ تو اس کو قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔
(۱۵) لقطہ اٹھانے والے نے لقطہ پر کچھ خرچ کیا پھر اتنا خرچ کیا ہوا مال وصول کرنے کے لیے لقطہ کو روک لیا پھر لقطہ ہلاک ہو گیا تو اس صورت میں جو کچھ بھی اس نے خرچ کیا ہے سب کے سب ساقط ہو جائے گا۔ (شامی:۵/۳۳۰، ۳۳۱)

علامہ ابن عابدین شامی کا قول

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ پندرہ مسائل میں سے تین مسئلے کا نکالنا واجب ہے اور وہ یہ ہیں:
(۱) دعویٰ عقار میں حدود اربعہ کو بیان کرنا۔ (۲) شہادۃ الاعمیٰ کا مقبول ہونا (۳) نقد میں سے ثلث کی وصیت کرنا۔ مذکورہ تینوں مسئلوں میں حضرت امام زفرؒ کے قول کے خلاف فتویٰ ہے اور یہی ہمارے تینوں اماموں کا قول ہے اور اسی پر متون ہے۔
(شامی:۵/۳۳۱)

غائب شدہ شوہر کی اولاد کا نفقہ

حضرت امام زفرؒ کے قول کے مطابق اگر شوہر غائب ہو گیا ہو اور اس کے پیچھے اس کی ایک بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچے

ہوں تو اس صورت میں قاضی عورت کے گواہ کی بات کو قبول کرے کہ اس کا نکاح شوہر غائب سے ہوا ہے اور نکاح پر گواہ قبول کرنے کے بعد اس کی چھوٹی اولاد کے لیے نفقہ کا حکم دے اگر مال عورت کے پاس موجود ہو لیکن اگر بیوی کے پاس مال موجود نہ ہو تو اس صورت میں جتنی مقدار قاضی نے نفقہ کے لیے مقرر کیا ہے اتنی مقدار عورت کسی سے قرض لے کر گزر بسر کرے اور جب شوہر گھر واپس لوٹ آئے تو قرض کے طور پر لی ہوئی رقم عورت شوہر سے واپس کر لے، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

مطلقہ رجعیہ اور بائنہ کے لیے نفقہ کا وجوب

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مطلقہ رجعیہ، مطلقہ بائنہ اور وہ عورت جس کو کسی گناہ کے بغیر فرقت واقع ہوگئی جیسے خیار عتق، خیار بلوغ اور غیر کفو میں نکاح کرنے کی وجہ سے فرقت واقع ہوئی ہو تو مذکورہ تمام عورتوں کے لیے نفقہ، سکنی اور کپڑا واجب ہے البتہ کپڑے کا وجوب اس وقت ہوگا جب کہ عدت کی مدت دراز ہو جائے (اور یہاں فرقت بلا معصیۃ کی قید لگائی گئی ہے اس لیے کہ اگر معصیت کی وجہ سے فرقت واقع ہوئی تو سکنی کے علاوہ کچھ واجب نہیں ہوگا، اسی طرح طلاق رجعی اور بائن کی قید لگائی ہے اس لیے کہ اگر ام ولد آزاد کی گئی تو اس کا نفقہ زمانہ عدت کا واجب نہیں ہے۔ اور وان طالت المدة سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت امام محمدؒ کسوہ کا تذکرہ اس لیے نہیں کیا ہے عام طور پر عدت طویل نہیں ہوئی ہے لیکن اگر عورت کا طہر دراز ہو گیا جس کے نتیجے میں عدت کی مدت لمبی ہوگئی تو اس صورت میں کپڑا بھی واجب ہوگا اور کپڑا دینا ضروری ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۳۳۳)

قاضی کا مقرر کردہ نفقہ ساقط نہیں ہوتا ہے

اگر قاضی نے معتدہ عورت کے لیے نفقہ مقرر کر دیا اور شوہر نے عدت کا نفقہ اس کو نہیں دیا یا عورت نے عدت کا نفقہ نہیں لیا اور عدت کا زمانہ گزر گیا تو مختار قول کے مطابق قاضی کا مقرر کردہ نفقہ شوہر کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

معتدہ عورت کا طہر دراز ہونے کا دعویٰ کرنا

ایک عورت حیض سے عدت گزار رہی تھی اتفاق سے جب حیض کے بعد طہر آیا تو وہ دراز ہو گیا، اور مسلسل کئی ماہ تک عورت کو حیض ہی نہیں آیا تو اس دوران عورت کو نفقہ کا حق حاصل رہے گا اس وقت تک جب تک قاضی انقضائے عدت کا فیصلہ نہ کر دے، ہاں اگر اس عورت نے اپنے حاملہ ہونے کا دعویٰ کر دیا تو اس صورت میں عورت کو جس وقت طلاق دی ہے اس وقت سے دو سال تک نفقہ دیا جائے گا۔

ایک اشکال

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قاضی عدت کے پورے ہو جانے کا حکم

کرے اس کے بعد عورت اپنے حاملہ ہونے کا دعویٰ کرے تب اس کو نفقہ کا استحقاق ہوگا حالاں کہ مسئلہ ایسا نہیں ہے اس لیے کہ ثبوت نسب کے باب میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اگر عورت عدت گزرنے کا اقرار کر لیا اور مدت انقضائے عدت کا محتمل بھی ہے اس کے بعد عورت نے بچہ جنا تو بچہ ثابت النسب نہ ہوگا اور جب بچہ ثابت النسب ہی نہیں ہوگا تو نفقہ کیوں کر واجب ہوگا۔ لہٰذا اگر شامیؒ اس طرح فرماتے کہ وما لا تدع الحمل تو اشکال ہی وارد نہ ہوتا کیوں کہ واو عاطفہ کی وجہ سے یہ مستقل جملہ ہو جائے گا اور علیحدہ مسئلہ سمجھا جائے گا فلا اشکال فیہ۔ (شامی:۵/۳۳۴)

دعویٰ حمل کی وجہ سے دو سال تک نفقہ جاری رہا پھر معلوم ہوا حمل نہیں تھا تو کیا حکم

قاضی نے عورت کے دعویٰ حمل کے بعد نفقہ مقرر کر دیا اور دو سال تک برابر نفقہ چالو رہا پھر دو سال گزرنے کے بعد معلوم ہوا کہ حمل نہیں تھا اور عورت کا دعویٰ حمل غلط تھا تو اس صورت میں شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ بیوی سے نفقہ میں دی ہوئی رقم واپس لے لے، اگرچہ شوہر نے اس کی شرط ہی کیوں نہ لگائی ہو، یعنی یوں کہہ دیا ہو کہ اگر عورت کا دعویٰ حمل غلط نکلا تو میں نفقہ واپس لے لوں گا پھر بھی دیا ہوا نفقہ واپس لینے کا حق نہ ہوگا اس لیے کہ یہ شرط باطل ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

زوجین نے نفقہ عدت کو مہینوں پر مصالحت کر لی

اگر شوہر نے معتدہ مطلقہ کے نفقہ کے متعلق اس بات پر مصالحت کر لی کہ وہ ماہ واری کے اعتبار سے نفقہ ادا کرے گا تو اگر مطلقہ معتدہ صغیرہ ہو جس کو بچپن ہی سے حیض نہ آیا ہو یا آئسہ ہو کہ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو تو یہ صلح درست ہے اور اگر مطلقہ معتدہ حیض سے عدت گزار رہی ہو تو اس میں نفقہ کی ادائیگی مہینوں کے اعتبار سے درست نہیں ہے اس لیے کہ اس صورت میں مدت عدت معلوم نہیں ہے بلکہ مجہول ہے اس لیے اس کا احتمال ہے کہ حیض کے بعد جو طہر آئے وہ دراز ہو جائے اس لیے جہالت کی وجہ سے معتدہ بالحیض کے لیے مہینوں سے نفقہ کی ادائے گی درست نہیں ہے۔

(لَا تَجِبُ النَّفَقَةُ بِأَنْوَاعِهَا (لِمُعْتَدَّةِ مَوْتٍ مُطْلَقًا) وَلَوْ حَامِلًا (إِلَّا إِذَا كَانَتْ أُمَّ وَلَدٍ وَهِيَ حَامِلٌ) مِنْ مَوْلَاهَا فَلَهَا النَّفَقَةُ مِنْ كُلِّ الْمَالِ جَوْهَرَةٌ.- (وَتَجِبُ السُّكْنَى) فَقَطْ (لِمُعْتَدَّةِ فُرْقَةٍ بِمَعْصِيَتِهَا) إِلَّا إِذَا خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهِ فَلَا سُكْنَى لَهَا فِي هَذِهِ الْفُرْقَةِ قُهُسْتَانِيٌّ وَكِفَايَةٌ (كَرِدَّةٍ) وَتَقْبِيلِ ابْنِهِ (لَا غَيْرُ) مِنْ طَعَامٍ وَكُسْوَةٍ، وَالْفَرْقُ أَنَّ السُّكْنَى حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى فَلَا تَسْقُطُ بِحَالٍ، وَالنَّفَقَةُ حَقُّهَا فَتَسْقُطُ بِالْفُرْقَةِ بِمَعْصِيَتِهَا (وَتَسْقُطُ النَّفَقَةُ بِرِدَّتِهَا بَعْدَ الْبَتِّ) أَيْ إِنْ خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهِ وَإِلَّا فَوَاجِبَةٌ قُهُسْتَانِيٌّ (لَا بِتَمْكِينِ ابْنِهِ) لِعَدَمِ حَبْسِهَا، بِخِلَافِ الْمُرْتَدَّةِ، حَتَّى لَوْ لَمْ تُحْبَسْ فَلَهَا النَّفَقَةُ إِلَّا إِذَا لَحِقَتْ بِدَارِ الْحَرْبِ ثُمَّ عَادَتْ وَتَابَتْ لِسُقُوطِ الْعِدَّةِ بِاللَّحَاقِ، لِأَنَّهُ كَالْمَوْتِ بَحْرٌ، وَهُوَ مُشِيرٌ إِلَى

أَنَّهُ قَدْ حُكِمَ بِلَحَاقِهَا وَإِلَّا فَتَعُودُ نَفَقَتُهَا بِعَوْدِهَا فَلْيُحْفَظْ. (وَتَجِبُ) النَّفَقَةُ بِأَنْوَاعِهَا عَلَى الْحُرِّ (لِطِفْلِهِ) يَعُمُّ الْأُنْثَى وَالْجَمْعَ (الْفَقِيرِ) الْحُرِّ، فَإِنَّ نَفَقَةَ الْمَمْلُوكِ عَلَى مَالِكِهِ وَالْغَنِيَّ فِي مَالِهِ الْحَاضِرِ؛ فَلَوْ غَائِبًا فَعَلَى الْأَبِ ثُمَّ يَرْجِعُ إِنْ أَشْهَدَ لَا إِنْ نَوَى إِلَّا دِيَانَةً؛ وَلَوْ كَانَا فَقِيرَيْنِ فَالْأَبُ يَكْتَسِبُ أَوْ يَتَكَفَّفُ وَيُنْفِقُ عَلَيْهِمْ، وَلَوْ لَمْ يَتَيَسَّرْ أَنْفَقَ عَلَيْهِمُ الْقَرِيبُ وَرَجَعَ عَلَى الْأَبِ إِذَا أَيْسَرَ ذَخِيرَةٌ. وَلَوْ خَاصَمَتْهُ الْأُمُّ فِي نَفَقَتِهِمْ فَرَضَهَا الْقَاضِي وَأَمَرَهُ بِدَفْعِهَا لِلْأُمِّ مَا لَمْ تَثْبُتْ خِيَانَتُهَا فَيَدْفَعُ لَهَا صَبَاحًا وَمَسَاءً أَوْ يَأْمُرُ مَنْ يُنْفِقُ عَلَيْهِمْ، وَصَحَّ صُلْحُهَا عَنْ نَفَقَتِهِمْ وَلَوْ بِزِيَادَةٍ يَسِيرَةٍ تَدْخُلُ تَحْتَ التَّقْدِيرِ، وَإِنْ لَمْ تَدْخُلْ طُرِحَتْ، وَلَوْ عَلَى مَا لَا يَكْفِيهِمْ زِيدَتْ بَحْرٌ؛ وَلَوْ ضَاعَتْ رَجَعَتْ بِنَفَقَتِهِمْ دُونَ حِصَّتِهَا. وَفِي الْمُنْيَةِ: أَبٌ مُعْسِرٌ وَأُمٌّ مُوسِرَةٌ تُؤْمَرُ الْأُمُّ بِالْإِنْفَاقِ وَيَكُونُ دَيْنًا عَلَى الْأَبِ وَهِيَ أَوْلَى مِنَ الْجَدِّ الْمُوسِرِ، وَفِيهَا: لَا نَفَقَةَ عَلَى الْحُرِّ لِأَوْلَادِهِ مِنَ الْأَمَةِ وَلَا عَلَى الْعَبْدِ لِأَوْلَادِهِ وَلَوْ مِنْ حُرَّةٍ، وَعَلَى الْكَافِرِ نَفَقَةُ وَلَدِهِ الْمُسْلِمِ وَسَيَجِيءُ بَحْرٌ.

معتدۃ الموت کا نفقہ

اور جو عورت شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی ہو اس کے لیے مذکورہ بالا تینوں نفقوں میں سے کوئی بھی علی الاطلاق واجب نہ ہوگا اگرچہ عورت حاملہ ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ زمانہ عدت میں شوہر کے گھر میں رہنا شریعت کے حق کی وجہ سے ہے حق زوج کی وجہ سے نہیں، اسی طرح عدت الوفات میں رحم کی صفائی بھی مطلوب نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی عدت حیض کے ذریعہ واجب نہیں ہوتی ہے بلکہ عدت وفات مہینوں کے اعتبار سے چار ماہ دس دن مقرر ہوا ہے۔ (لیکن ایک ضعیف قول علامہ قہستانیؒ نے یہ نقل کیا ہے کہ اگر عورت حاملہ ہو تو اس صورت میں عورت کا نفقہ میت کے جمیع مال سے واجب ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے)(شامی:۵/ ۳۳۴)

معتدۃ الموت اگر ام ولد ہو تو اس کے نفقہ کا وجوب

لیکن اگر وفات کی عدت گزارنے والی عورت ام ولد ہو اور اس کے بطن میں مرنے والے کا حمل بھی ہو تو ام ولد کے لیے مولی کے کل مال سے نفقہ واجب ہوگا مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ام ولد کے بطن کے حمل کا اقرار مولی نے اپنی زندگی میں کیا ہو، اس لیے کہ مولی کے اقرار کے بغیر ام ولد کا بچہ ثابت النسب نہیں ہوگا۔ جیسا کہ جوہرۃ میں ہے۔

معصیت کی وجہ سے فرقت سے صرف سکنی کا وجوب

اگر عورت سے کوئی گناہ کے کام سرزد ہو جائے مثلاً ابن الزوج کو بوسہ دے دیا، یا نعوذ باللہ مرتد ہو گئی، اور زوجین میں

تفریق واقع ہوگئی تو اس صورت میں نفقہ یعنی طعام وکسوہ ساقط ہو جائے گا البتہ سکنٰی چوں کہ شریعت کا عطا کردہ حق ہے جس کو شوہر ساقط نہیں کر سکتا ہے اس لیے کہ سکنٰی بہر حال لازم ہوگا، اور اگر یہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل باہر چلی گئی تو اب اس کے لیے سکنٰی کا حق بھی نہیں ہے جیسا کہ قہستانی اور کفایہ میں ہے۔

کتاب الخلاصہ میں رقم ہے کہ اگر جدائی شوہر کی طرف سے ہوئی ہو تو معتدہ کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر جدائی عورت کی طرف سے ہو اور کسی معصیت کی وجہ سے نہ ہو تو بھی نفقہ واجب ہوگا لیکن اگر جدائی عورت کی طرف سے ہو اور کسی معصیت کے سبب سے ہو مثلاً ارتداد کی وجہ سے یا تقبیل ابن الزوج کی وجہ سے تو نفقہ ساقط ہو جائے گا لیکن جو جدائی لعان کی وجہ سے ہو یا ایلاء کی وجہ سے ہو یا ظہار کی وجہ سے ہو یا شوہر کے مرتد ہونے کی وجہ سے ہو، یا خوش دامن سے وطی کر لینے کی وجہ سے جدائی واقع ہوئی ہو تو ان تمام صورتوں میں شوہر کے ذمہ بیوی کا نفقہ واجب ہوگا کیوں کہ ان صورتوں میں جدائی کا سبب مرد ہے عورت نہیں۔

طلاق بائنہ کے بعد عورت نعوذ باللہ مرتد ہو جائے تو کیا حکم ہے

شوہر نے بیوی کو طلاق بائن دے دی اس کے بعد بیوی نعوذ باللہ مرتد ہوگئی تو اس صورت میں نفقہ ساقط ہو جاتا ہے بشرطیکہ بیوی مرتد ہونے کے بعد شوہر کے گھر سے نکل کر باہر چلی گئی، لیکن اگر عورت مرتد ہونے کے بعد گھر ہی میں موجود ہو تو نفقہ واجب ہوگا، جیسا کہ قہستانی میں ہے۔

طلاق بائن کے بعد عورت ابن الزوج سے تقبیل کر لی تو کیا حکم ہے

شوہر نے بیوی کو طلاق بائن دے دی اس کے بعد بیوی نے ابن الزوج کا بوسہ لے لیا اور شہوت کے ساتھ بوسہ لیا تو اس صورت میں نفقہ ساقط نہیں ہوگا اسی طرح اگر اس نے ابن الزوج کو طلاق بائن کے بعد قدرت دے دی ہے تو اس سے بھی نفقہ ساقط نہیں ہوگا، مقید نہ ہونے کی وجہ سے اور مقید ومحبوس نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تقبیل کی صورت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ اس عورت کو قاضی یا حاکم کے پاس قید کیا جائے گا اور جب قاضی کے یہاں قید کی حاجت نہیں ہے تو عدت شوہر کے گھر ہی گزارے گی لہٰذا نفقہ واجب ہوگا ساقط نہ ہوگا۔

مرتدہ عورت کے نفقہ کا مسئلہ

اس کے برخلاف اس عورت کے جو مرتد ہو جائے چوں کہ مرتد ہونے کے بعد قاضی اس کو محبوس کر دے گا اور عورت کو شوہر کے گھر سے باہر نکل جانا پڑے گا اس لیے شوہر کے ذمہ سے اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا حتی کہ اگر اس مرتد عورت کو محبوس نہ کیا جائے یا شوہر ہی کے گھر پر محبوس کر دیا جائے تو اس صورت میں اس عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔

مرتدہ عورت دار الحرب سے لوٹ آئے تو کیا حکم ہے

ایک عورت طلاق بائن کی عدت گزار رہی تھی کہ اسی دوران نعوذ باللہ مرتد ہو کر دار الحرب چلی گئی اور قاضی اس کو دار الحرب جانے کا حکم بھی دے دیا اس کے بعد اس نے توبہ کر لی اور مسلمان ہو کر دوبارہ دار الاسلام لوٹ آئی تو اس صورت میں اس عورت کے لیے نفقہ نہ ہوگا اس لیے کہ دار الحرب چلی جانے کی وجہ سے اس کی عدت ساقط ہو گئی، اس لیے کہ اس کا مرتد ہو کر دار الحرب چلی جانا موت کی طرح ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے اور اگر معتدہ عورت مرتد ہو کر خود ہی دار الاسلام سے دار الحرب چلی گئی قاضی نے حکم نہیں دیا تھا پھر عورت توبہ کر کے دوبارہ دار الاسلام لوٹ آئی تو اس صورت میں شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ واجب ہوگا۔ اس مسئلہ کو خوب اچھی طرح محفوظ کر لو۔

چھوٹے بچے کے نفقہ کا وجوب

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ چھوٹے بچہ کا نفقہ تینوں قسموں کا آزاد مرد پر واجب ہے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی یا لڑکا لڑکی دونوں ہوں، اور وجوب نفقہ کے باب میں آزاد کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ غلام پر اس کے بچوں کا نفقہ واجب نہیں ہے بلکہ غلام کے مولیٰ پر اس کے بچوں کا نفقہ واجب ہے طفل فقیر کا نفقہ اس کے باپ پر واجب ہے اور طفل مملوک کا نفقہ اس کے آقا پر واجب ہے اور طفل مالدار کا نفقہ اس کے موجودہ مال سے ادا کرنا واجب ہے، البتہ اگر طفل مالدار کا مال موجود نہ ہو بلکہ غائب ہو تو اس طفل مالدار کا نفقہ اس کے باپ پر واجب ہے۔

طفل صغیر مالدار پر خرچ ہوئی رقم واپس لینا

طفل صغیر مالدار پر اس کے والد نے جو رقم بطور نفقہ خرچ کیا ہے مال کے فی الحال موجود نہ ہونے کی وجہ سے اگر خرچ کرتے وقت باپ نے کسی کو گواہ بنا دیا تھا یا گواہوں کے سامنے واپس لینے کا اظہار کر دیا تھا تو باپ بعد میں طفل صغیر مالدار سے وہ رقم واپس لے سکتا ہے۔ البتہ اگر نفقہ کی رقم واپس لینے پر گواہ بنانے کے بجائے دل میں صرف نیت کر لی ہو کہ یہ مال بعد میں واپس لے لیا جائے گا تو اس صورت میں باپ قضاءً اس خرچ شدہ نفقہ کو واپس لینے کا حق دار نہ ہوگا البتہ دیانتاً واپس لینے کا حقدار ہوگا۔

طفل صغیر اور اس کے والد دونوں ہی محتاج ہوں تو کیا حکم ہے

اگر ولد صغیر یعنی نابالغ بچہ اور اس کے والد جس پر نفقہ کی اصل ذمہ داری ہے دونوں تنگدست اور غریب ہوں تو اس صورت میں باپ کو چاہیے کہ محنت و مزدوری کر کے کمائے اور بچہ کا نفقہ پورا کرے اور اگر محنت و مزدوری کے بعد جو اجرت ملتی ہے وہ نفقہ کے لیے ناکافی ہوتی ہے اور اخراجات پورے نہیں ہوتے ہیں اس صورت میں باپ کو سوال کرنے اور مانگنے کی

اجازت ہے کہ مانگ کرلائے اور بچوں کے نفقہ میں خرچ کرے۔

ماموں اور چچا سے قرض لینا

اور اگر باپ کے پاس اپنے اولادِ صغار پر نفقہ خرچ کرنے کی گنجائش نہ ہو اور کمانے کی طاقت نہ ہو تو اس صورت میں قریبی رشتہ دار مثلاً چچا اور ماموں ان دونوں کو نفقہ دیں گے یا باپ ماموں سے یا چچا سے قرض لے کر اولادِ صغار اور اپنی ذات پر خرچ کرے اور جب باپ کو میسر ہو جائے تو ماموں اور چچا نفقہ کی رقم باپ سے واپس لے لے جیسا کہ فتاویٰ ذخیرہ میں ہے۔

عند العذر بچوں کا نفقہ بیت المال سے

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر باپ اپنے چھوٹے بچوں کے نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو جائے اور کمانے کی قدرت بھی نہ ہو تو ان بچوں کا نفقہ بیت المال سے ادا کرنا واجب ہوگا جیسا کہ البحر الرائق میں ہے اور قاضی تنگ دست کے لیے بقدر کفایت نفقہ مقرر کرے گا اور مالدار کے لیے قاضی اپنے صواب دید کے مطابق جو مناسب سمجھے گا متعین کرے گا۔ (شامی: ۵/ ۳۴۷)

بچے کی ماں نے باپ سے مخاصمت کرلی تو کیا حکم ہے

اگر نفقہ کی مقدار کے متعلق بچوں کی ماں نے باپ سے یعنی اپنے شوہر سے جھگڑا کرلیا تو قاضی کو چاہیے کہ نفقہ کی مقدار متعین کردے، اور قاضی باپ کو حکم دے کہ بچوں کا سارا نفقہ ان کی ماں کے حوالہ کردے لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ماں خائن ہے اور اس کی خیانت ثابت ہو جائے تو نگرانی کے واسطے قاضی کوئی تیسرا آدمی مقرر کردے تاکہ نفقہ کی رقم صحیح صحیح طریقہ سے خرچ کیا جائے اور ایک شکل یہ بھی ہے کہ نفقہ کی رقم ہر روز صبح وشام دے دیا کرے یکبارگی نفقہ کی رقم ماں کے حوالہ نہ کرے، صبح وشام رقم دے دے تو ماں بچے پر روزانہ صبح وشام خرچ کرتی رہے گی۔

بچوں کی ماں کا باپ سے نفقہ کی مقدار میں مصالحت کرنا

اگر بچوں کی والدہ نے بچوں کے والد سے بچوں کے نفقہ میں مصالحت کرلی تو جائز ہے اگرچہ یہ صلح اس مقدار سے تھوڑی بہت زائد ہو جس کو اندازہ کر کے مقرر کرنے والے مقرر کریں مثلاً اندازہ کرنے والوں نے نفقہ کی رقم ماہانہ سو روپیہ متعین کیا اور ماں کی صلح شوہر سے اس مقدار سے کچھ زائد مثلاً ایک سو دس روپے پر ہوا تو یہ زیادتی کوئی معتبر زیادتی نہیں ہے اس لیے صلح جائز ہے اور اگر اتنی زیادہ مقدار پر صلح کرلی جو اندازہ کرنے والوں کے اندازہ میں داخل نہیں ہے تو اس کو کم کردیا جائے گا اور اگر بچوں کی والدہ نے اتنی قلیل مقدار میں صلح کی ہے جو نفقہ کے لیے ناکافی ہے تو پھر اس مقدار میں اضافہ کیا جائے گا جو نفقہ کے لیے کفایت کرے، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے مثال کے طور پر مصالحت سو روپے میں کیا جب کہ گرانی کی وجہ سے نفقہ پانچ سو

روپیہ ہوتے ہیں تو اس مقدار میں بقدر کفایت اضافہ کیا جائے گا۔

ماں کے پاس سے اولادِ صغار کا نفقہ ہلاک ہو گیا تو کیا حکم ہے

اگر باپ نے اپنے چھوٹے بچوں کا نفقہ اپنی بیوی یعنی بچوں کی ماں کے حوالہ کر دیا اور وہ نفقہ کے مال ماں کے پاس سے ہلاک ہو گیا تو اس صورت میں ماں باپ سے یعنی بیوی اپنے شوہر سے بچوں کے نفقہ کے لیے دوبارہ مال لے سکتی ہے لیکن خود اپنا نفقہ دوبارہ نہیں لے سکتی ہے۔

بچوں کے والد اگر تنگ دست ہو تو کیا حکم ہے

اور منیہ نامی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر بچوں کے والد تنگ دست اور غریب ہو اور بچوں کی ماں مالدار اور صاحب ثروت ہو تو اس صورت میں قاضی کی طرف سے ماں کو حکم دیا جائے گا کہ اولادِ صغار کا نفقہ خود ادا کرے، اور جتنی مقدار ماں اپنے بچوں پر خرچ کرے گی وہ مقدار باپ پر دین ہوگا چناں چہ جب بھی باپ کو وسعت حاصل ہو جائے ماں نفقہ کی مقدار باپ سے وصول کر لے گی اور ماں ہی کی طرح بچوں کا دادا بھی مالدار ہو تو دادا کے بہ نسبت ماں کو نفقہ کا انتظام کرنا اور بچوں پر خرچ کرنا بہتر اور افضل ہے کیوں کہ بچہ ماں کا جز اور اس کے زیادہ قریب ہے نیز ماں کے اندر دادا کے مقابلہ میں شفقت و محبت اور الفت پیار زیادہ ہوتی ہے۔

باندی سے پیدا شدہ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب نہیں

اور کتاب منیہ میں یہ بھی مسئلہ درج ہے کہ آزاد شخص پر اس کی اولاد کا نفقہ واجب نہیں ہے جو باندی سے پیدا ہوئی ہوں، اسی طرح غلام پر بھی اس کی اولاد کا نفقہ واجب نہیں ہے خواہ اولاد آزاد عورت کے بطن سے پیدا ہوئی ہو، یا باندی کے بطن سے۔

کافر باپ پر مسلم اولاد کا نفقہ

باپ کافر ہو اور اس کی اولاد مسلمان ہو تو مسلم اولاد کا نفقہ کافر باپ پر واجب ہے جیسا کہ اس کا تفصیلی بیان عنقریب آئندہ آنے والا ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

مسئلہ: ایک ذمی نے کسی ذمیہ عورت سے شادی کی پھر ذمیہ عورت مسلمان ہو گئی اور اس ذمیہ عورت کا جو مسلمان ہوئی ہے ذمی شوہر سے ایک لڑکا ہے تو خیر الابوین کے تابع کر کے بچہ مسلمان کہلائے گا اور اس کا نفقہ کافر باپ پر واجب ہوگا، اسی طرح اگر بچہ مرتد ہو جائے عند الطرفین اس کا ارتداد صحیح ہے اور اس کا نفقہ باپ پر واجب ہوگا۔ (شامی: ۵/۳۴۱)

(وَكَذَا) تَجِبُ (لِوَلَدِهِ الْكَبِيرِ الْعَاجِزِ عَنِ الْكَسْبِ) كَأُنْثَى مُطْلَقًا وَزَمِنٍ وَمَنْ يَلْحَقُهُ الْعَارُ

بِالتَّكَسُّبِ وَطَالِبِ عِلْمٍ لَا يَتَفَرَّغُ لِذَلِكَ، كَذَا فِي الزَّيْلَعِيِّ وَالْعَيْنِيِّ. وَأَفْتَى أَبُو حَامِدٍ بِعَدَمِهَا لِطَلَبَةِ زَمَانِنَا كَمَا بَسَطَهُ فِي الْقُنْيَةِ، وَلِذَا قَيَّدَهُ فِي الْخُلَاصَةِ بِذِي رُشْدٍ (لَا يُشَارِكُهُ) أَيِ الْأَبَ وَلَوْ فَقِيرًا (أَحَدٌ فِي ذَلِكَ كَنَفَقَةِ أَبَوَيْهِ وَعِرْسِهِ) بِهِ يُفْتَى مَا لَمْ يَكُنْ مُعْسِرًا فَيَلْحَقُ بِالْمَيِّتِ، فَتَجِبُ عَلَى غَيْرِهِ بِلَا رُجُوعٍ عَلَيْهِ عَلَى الصَّحِيحِ مِنَ الْمَذْهَبِ إِلَّا لِأُمٍّ مُوسِرَةٍ بَحْرٌ. قَالَ: وَعَلَيْهِ فَلَا بُدَّ مِنْ إِصْلَاحِ الْمُتُونِ جَوْهَرَةٌ. [فُرُوعٌ] لَوْ لَمْ يَقْدِرْ إِلَّا عَلَى نَفَقَةِ أَحَدِ وَالِدَيْهِ فَالْأُمُّ أَحَقُّ، وَلَوْ لَهُ أَبٌ وَطِفْلٌ فَالطِّفْلُ أَحَقُّ بِهِ، وَقِيلَ يَقْسِمُهَا فِيهِمَا. وَعَلَيْهِ نَفَقَةُ زَوْجَةِ أَبِيهِ وَأُمِّ وَلَدِهِ بَلْ وَتَزْوِيجُهُ أَوْ تَسَرِّيهِ، وَلَوْ لَهُ زَوْجَاتٌ فَعَلَيْهِ نَفَقَةٌ وَاحِدَةٌ يَدْفَعُهَا لِلْأَبِ لِيُوَزِّعَهَا عَلَيْهِنَّ. وَفِي الْمُخْتَارِ وَالْمُلْتَقَى: وَنَفَقَةُ زَوْجَةِ الِابْنِ عَلَى أَبِيهِ إِنْ كَانَ صَغِيرًا فَقِيرًا أَوْ زَمِنًا. وَفِي وَاقِعَاتِ الْمُفْتِينَ لِقَدْرِي أَفَنْدِي: وَيُجْبَرُ الْأَبُ - عَلَى نَفَقَةِ امْرَأَةِ ابْنِهِ الْغَائِبِ وَوَلَدِهَا، وَكَذَا الْأُمُّ عَلَى نَفَقَةِ الْوَلَدِ لِتَرْجِعَ بِهَا عَلَى الْأَبِ، وَكَذَا الِابْنُ عَلَى نَفَقَةِ الْأُمِّ لِيَرْجِعَ عَلَى زَوْجِ أُمِّهِ، وَكَذَا الْأَخُ عَلَى نَفَقَةِ أَوْلَادِ أَخِيهِ لِيَرْجِعَ بِهَا عَلَى الْأَبِ، وَكَذَا الْأَبْعَدُ إِذَا غَابَ الْأَقْرَبُ انْتَهَى. وَفِي الْفُصُولَيْنِ مِنَ الرَّابِعِ وَالثَّلَاثِينَ: أَجْنَبِيٌّ أَنْفَقَ عَلَى بَعْضِ الْوَرَثَةِ فَقَالَ: أَنْفَقْتُ بِأَمْرِ الْمُوصِي وَأَقَرَّ بِهِ الْوَصِيُّ وَلَا يُعْلَمُ ذَلِكَ إِلَّا بِقَوْلِ الْوَصِيِّ بَعْدَمَا أَنْفَقَ يُقْبَلُ قَوْلُ الْوَصِيِّ لَوِ الْمُنْفَقُ عَلَيْهِ صَغِيرًا. اهـ وَفِيهِ قَالَ أَنْفِقْ عَلَيَّ أَوْ عَلَى عِيَالِي أَوْ عَلَى أَوْلَادِي فَفَعَلَ، قِيلَ يَرْجِعُ بِلَا شَرْطِهِ، وَقِيلَ لَا. وَلَوْ قَضَى دَيْنَهُ بِأَمْرِهِ رَجَعَ بِلَا شَرْطِهِ، وَكَذَا كُلُّ مَا كَانَ مُطَالَبًا بِهِ مِنْ جِهَةِ الْعِبَادِ كَجِنَايَةٍ وَمُؤَنٍ مَالِيَّةٍ. ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّ الْأَسِيرَ وَمَنْ أَخَذَهُ السُّلْطَانُ لِيُصَادِرَهُ لَوْ قَالَ لِرَجُلٍ خَلِّصْنِي فَدَفَعَ الْمَأْمُورُ مَالًا فَخَلَّصَهُ، قِيلَ يَرْجِعُ، وَقِيلَ لَا فِي الصَّحِيحِ بِهِ يُفْتَى.

بالغ لڑکا جو عاجز عن الکسب ہو اس کا نفقہ

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح باپ پر اس بالغ لڑکے کا نفقہ واجب ہے جو کام وکاج کرنے کے لائق نہ ہو اور جسمانی طور پر اپاہج ہو، جس طرح کہ باپ پر مطلقاً بیٹی کا نفقہ واجب ہے خواہ لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ بشرطیکہ اس کی شادی نہ ہوئی ہو، شادی ہوجانے کے بعد لڑکی کے نفقہ کا وجوب باپ سے ساقط ہوجاتا ہے اور شوہر پر نفقہ واجب ہوتا ہے۔

اس لڑکے کا نفقہ جس کو کام وکاج کرنے سے حیا آتی ہو

اسی طرح وہ بیٹا جو اتنا زیادہ شریف یا قابل احترام معزز شخصیت کا حامل ہو کہ اس کو کام کاج کرنے میں حیا آتی ہو تو اس کا

نفقہ باپ کے ذمہ واجب ہے۔

طالب علم بالغ بیٹا کا نفقہ

اگر بیٹا طالب علم ہو اور قرآن وحدیث کے علوم کے حصول میں مشغول ہونے کی وجہ سے کام کاج کے لیے اس کا وقت خالی نہ ہو کہ وہ محنت مزدوری کر کے وہ اپنی روزی کا سامان فراہم کر سکے تو اس طرح کے طالب علم کا نفقہ بھی باپ پر واجب ہوگا جب تک کہ وہ تحصیل علم میں مشغول رہے جیسا کہ زیلعی اور عینی میں ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہاں پر شیخ رحمتی نے ایک اعتراض کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے لیے اور اپنے بال بچوں کے لیے کمانا تو فرض ہے اور حدیث میں حلال روزی کمانے کو تمام فرائض اسلامیہ کے بعد ایک فرض قرار دیا گیا ہے تو پھر یہ باعث عار وشرم وحیا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لیے بہتر وہ ہے جو منح الغفار میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ بعض مرتبہ شریف ومعزز خاندان کے لوگ اپنے بیٹوں کو ملازمت کے لیے نہیں بھیجتے ہیں اور ان کی شرافت وکرامت کی وجہ سے لوگ بھی ملازمت پر نہیں رکھتے ہیں اس لیے ایسا شخص عاجز عن الکسب کے حکم میں ہوگا اور اس کا نفقہ باپ پر واجب ہوگا۔ (شامی: ۵/ ۳۴۱)

ابو حامد کا فتویٰ

اور ابو حامد نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ہمارے زمانے کے طالب علم کے لیے باپ پر نفقہ واجب نہیں ہے اس لیے کہ اس زمانے میں اکثر طالب علم کے احوال خراب ہیں لایعنی امور میں زیادہ تر وقت گزارتے ہیں اس لیے ان کا نفقہ باپ پر واجب نہیں ہے جیسا کہ تفصیل کے ساتھ قنیہ میں بیان کیا گیا ہے اس لیے خلاصہ میں جہاں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہے وہاں اس کی قید ہے وہ طالب علم نیک اور محنتی ہو، لہٰذا غیر اشد کے لیے نفقہ واجب نہ ہوگا۔

نفقہ کے وجوب میں باپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں

چھوٹے بچوں اور بالغ عاجز لڑکوں کا نفقہ باپ پر واجب ہے باپ کے ساتھ اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے، اگر چہ باپ غریب وفقیر ہی کیوں نہ ہو جس طرح کہ غریب ولاچار والدین کا نفقہ صرف ان کے لڑکے پر واجب ہے لڑکے کے چچا یا دادا پر واجب نہیں ہے، اور جس طرح بیوی کا نفقہ صرف شوہر پر واجب ہے کسی غیر پر واجب نہیں ہے، اسی قول پر فتویٰ بھی ہے اور بچوں کا نفقہ صرف باپ پر اس وقت واجب ہے جب کہ باپ انتہائی تنگدست نہ ہو۔

اگر باپ لاچار وتنگدست ہو

اگر بچوں کا باپ انتہائی لاچار وغریب ہو تو اس باپ کو مردہ مان کر بچوں کا نفقہ اس کے غیر یعنی رشتہ داروں پر واجب ہوگا

اور باپ کے مالدار ہونے کے بعد نفقہ کی یہ رقم واپس لینے کا حقدار نہیں ہے اس بارے میں مذہب کا صحیح قول یہی ہے ہاں اگر باپ کے تنگدست ہوجانے کے بعد بچوں کی مالدار ماں نے بچوں کی کفالت کی تو بعد میں ماں باپ سے نفقہ کی رقم واپس لے سکتی ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔

صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم المصری ؒ کی وضاحت

صاحب البحر الرائق فرماتے ہیں کہ مذکورہ مسئلہ ہی صحیح ہے لہٰذا اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے نفقہ کی دوسری متون کی کتابوں کی اصلاح کرنی چاہیے جیسا کہ الجوہرۃ میں ہے یعنی نفقہ کے وجوب کے باب میں صحیح مذہب یہی ہے کہ تنگدست اور حاجت مند باپ کے بیٹوں کا نفقہ قرابت داروں پر واجب ہے ادھر فقہ اسلامی کی دوسری کتابیں میں اس پر اتفاق ہے کہ باپ کی موجودگی میں طفل کا نفقہ صرف باپ پر واجب ہے اور وجوب نفقہ کے سلسلہ میں باپ کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں ہے اس لیے ان کتابوں میں مذکور مسئلہ کی اصلاح کرنی چاہیے۔

علامہ خیر الدین رملی کا قول فیصل

البحر الرائق کے حاشیہ میں علامہ خیر الدین رملی نے رقم فرمایا ہے کہ اصحاب متون نے قدوری کی روایت کو اختیار کی ہے کہ باپ کی موجودگی میں اس کی اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے نفقہ کے وجوب میں کوئی دوسرا رشتہ دار شریک نہیں ہے خواہ باپ تنگدست ہو یا تونگر، البتہ تنگدستی کی حالت میں اس کی اولاد کا نفقہ رشتہ داروں پر واجب ہے اور جب باپ کو وسعت حاصل ہوجائے تو نفقہ کی رقم اس سے واپس لے لے، اسی پر سارے علماء کا اتفاق ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور صاحب البحر الرائق نے جس مذہب کو صحیح خیال کیا ہے وہ قابل توجہ اور لائق التفات نہیں ہے اس لیے نقل مذاہب کے باب میں متون ہی اصل ہیں۔

شارح کی طرف سے اضافہ شدہ جزوی مسائل

ایک شخص کے باپ اور ماں دونوں بقید حیات ہیں اور لڑکا دونوں کے نفقہ ادا کرنے پر قادر نہیں ہے بلکہ ماں باپ میں سے کسی ایک کے نفقہ دینے پر قادر ہے تو اس صورت میں ماں زیادہ حقدار ہے، اور ایک شخص کا باپ زندہ ہے اور اس کا لڑکا بھی ہے تو اس شخص کے باپ اور بیٹے دونوں کا نفقہ واجب ہے۔

اگر دونوں میں سے صرف ایک کے نفقہ پر قادر ہو

لیکن اگر وہ شخص دونوں کے نفقہ ادا کرنے پر قادر نہیں ہے بلکہ ان دونوں میں سے کسی ایک ہی کے نفقہ ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو اس صورت میں باپ کے مقابلہ میں بیٹا نفقہ کا زیادہ حقدار ہے کیوں کہ طفل صغیر کسب پر مطلقاً قدرت نہیں

رکھتا ہے اور بھوک کی شدت کو وہ برداشت بھی نہیں کرسکتا ہے اور اس بارے میں ایک ضعیف قول یہ ہے کہ اس نفقہ کو دونوں میں تقسیم کردیا جائے۔

باپ کی زوجہ اور اس کی ام ولد کا نفقہ

بیٹے پر اپنے باپ کی بیوی اور باپ کی ام ولد کا نفقہ بھی واجب ہے نیز بیٹے پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ اپنے باپ کی شادی کردے اور اگر استطاعت ہو تو باپ کی خدمت کے لیے ایک باندی بھی خرید کردے مگر شرط یہ ہے کہ باپ شادی کرنے کے قابل ہو اور بیٹے کے اندر باندی خریدنے اور شادی کے جملہ مصارف برداشت کرنے کی قدرت بھی ہو۔

اگر باپ کی متعدد زوجات ہوں تو ان کا نفقہ

اور اگر باپ کی متعدد بیوی ہوں تو اس صورت میں بیٹے پر صرف ان میں سے ایک بیوی کا نفقہ دینا واجب ہے بیٹا اس ایک کا نفقہ باپ کے حوالہ کردے گا تاکہ باپ اس نفقہ کو تمام بیویوں پر تقسیم کردے، اور معاملہ قاضی تک لے جانے کی اجازت ہوگی تاکہ قاضی قرض لینے کا حکم کرے۔

بہو کے نفقہ کا وجوب خسر پر

الختار اور الملتقی میں یہ مسئلہ درج ہے کہ اگر بیٹا نابالغ فقیر ہو یا ایسا کمزور اور اپاہج ہو کہ اپنی بیوی کا نفقہ کسب کرکے نہیں خرچ کرسکتا ہے، تو اس صورت میں باپ کے ذمہ بیٹے کی بیوی کا نفقہ واجب ہے، اور قدوری آفندی کی کتاب واقعات المفتیین میں لکھا ہے کہ اگر بیٹا غائب ہو تو اس کی بیوی کا نفقہ باپ پر واجب ہوگا اور اس غائب کی بیوی کے نفقہ کے لیے باپ کو مجبور کیا جائے گا اسی طرح بہو کے بیٹے کا نفقہ بھی باپ کے ذمہ واجب ہے۔

خسر پر بہو کے نفقہ کے وجوب کے متعلق شامی کا قول

حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ بیٹے کی بیوی کا نفقہ باپ پر واجب نہیں ہے اگرچہ بیٹا صغیر اور فقیر ہی کیوں نہ ہو، پس اگر بیٹا کبیر اور غائب ہو تو بدرجہ اولیٰ اس کی بیوی کا نفقہ باپ پر واجب نہیں ہوگا ہاں یہاں وجوب کے معنی یہ ہے کہ باپ کو بیٹے کی بیوی پر خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا اور بیٹا جب حاضر ہو جائے تو وہ بیٹا سے نفقہ میں خرچ کی گئی رقم واپس کرے، اور ماقبل میں یہ مسئلہ بھی گذر چکا ہے غائب شخص کی بیوی کا نفقہ قاضی اس کے شوہر پر مقرر کرے گا اور قاضی بیوی کو شوہر کے نام پر قرض لینے کا حکم کرے گا اور اس شخص پر قرض دینا واجب ہے جس پر نفقہ واجب ہے۔ (شامی: ۵/ ۳۴۵)

لڑکے کے نفقہ کے لیے ماں کو مجبور کرنا

اسی طرح بچے کے نفقہ کے لیے ماں کو مجبور کیا جائے گا تا کہ جب باپ جو غائب ہے سفر سے واپس لوٹ آئے تو ماں بچہ کا نفقہ اس سے وصول کر لے، اسی طرح بیٹا کو ماں کا نفقہ ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا یعنی بیٹا پر واجب ہے کہ ماں کا نفقہ ادا کرے جب باپ غائب ہو، اور جب ماں کا شوہر سفر سے واپس لوٹ آئے تو جو رقم بیٹا نے ماں پر خرچ کیا ہے وہ ماں کے شوہر سے واپس کر لے، خواہ شوہر بیٹا کا باپ ہو یا کوئی اجنبی شخص ہو۔

بھائی کی اولاد کے نفقہ کے لیے بھائی کو مجبور کرنا

اسی طرح بھائی سے اس کے دوسرے بھائی کی اولاد کا نفقہ زبردستی دلایا جائے گا تا کہ جب باپ سفر سے لوٹ کر آجائے تو اس سے نفقہ میں خرچ کی ہوئی رقم واپس لے لے، اسی طرح اگر دور کے رشتہ دار سے قریب کے رشتہ دار کی اولاد کا نفقہ زبردستی دلایا جائے گا جب کہ قریب کا رشتہ دار غائب ہو، پھر جب قریب کا رشتہ دار سفر سے لوٹ کر گھر واپس آجائے تو دور والا رشتہ دار اس نفقہ کی رقم واپس کر لے۔ (واقعات کا کلام پورا ہوا)

فصولین کی چونتیسویں فصل میں درج ایک مسئلہ

اور فصولین کی چونتیسویں فصل میں لکھا ہے کہ ایک اجنبی شخص نے میت کے بعض وارثوں پر بطور نفقہ خرچ کر دیا اور بعد میں اس نے یوں کہا کہ میں وصی کے کہنے کی وجہ سے خرچ کیا ہے اور وصی نے اس کا اقرار بھی کر لیا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اس نفقہ کا حال کسی کو بھی معلوم نہیں ہو سکا مگر خرچ کرنے کے بعد اور وصی کے اقرار کرنے کے بعد اس صورت میں وصی کا قول معتبر مانا جائے گا بشرطیکہ جس وارث پر نفقہ صرف کیا گیا ہو وہ صغیر اور نابالغ ہو، اور اگر وارث صغیر نہ ہو بلکہ عاقل و بالغ ہو تو اس اجنبی کا اس پر خرچ کیا ہوا نفقہ تبرع اور احسان ہو گا قرض نہ ہو گا اور میت کے ترکہ سے اس کو لوٹایا نہیں جائے گا۔

مطالبہ کے بعد اجنبی شخص یا اس کی اولاد پر نفقہ خرچ کیا تو رقم واپس لے سکتا ہے یا نہیں

ایک اجنبی شخص نے کسی دوسرے آدمی سے کہا کہ آپ مجھ پر نفقہ خرچ کیجئے، یا کہا کہ میرے اہل و عیال پر یا میری اولاد پر نفقہ خرچ کیجئے، اس کے کہنے پر اس نے اس پر یا اس کے اہل و عیال یا اس کی اولاد پر نفقہ خرچ کر دیا تو اب وہ شخص اس خرچ کیا ہوا نفقہ کی رقم واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں دو قول ہیں: (۱) بلا کسی شرط کے وہ اس رقم کو واپس لے گا خواہ واپسی کی شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو، (۲) اگر اس نے واپسی کی شرط نہیں لگائی تھی تو بعد میں نفقہ کی رقم واپس نہیں لے سکتا ہے۔

دوسرے کا قرض اس کے حکم سے ادا کر دینا

ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا تو میرا قرض ادا کر دے چناں چہ اس کے کہنے پر اس نے اس کا قرض ادا کر دیا تو بعد

میں وہ رقم اس سے واپس لے سکتا ہے خواہ واپسی کی شرط لگائی ہو خواہ نہ لگائی ہو، اسی طرح اگر کسی نے دوسرے شخص کی طرف سے اس کے حقوق مالیہ جو اس پر واجب الادا تھے ادا کر دیا مثال کے طور پر کسی پر کوئی جرمانہ کی رقم واجب الادا تھی یا کوئی مؤنت مالیہ تھی اس نے اس کی جانب سے ادا کر دیا یا کوئی عشر و خراج واجب الادا تھی اس نے ادا کر دیا تو بعد میں وہ شخص اپنی رقم جو اس نے خرچ کیا ہے واپس لے سکتا ہے خواہ واپسی کی شرط لگائی ہو خواہ نہ لگائی ہو۔

حاکم وقت نے ظلماً کسی کو قید خانہ میں بند کر دیا

اور فصولین میں یہ مسئلہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اگر بادشاہ وقت نے کسی کو ناجائز طور پر ظلماً قید کر لیا ہے تا کہ اس سے مال لے، اس قید میں بند شخص نے کہا کہ مجھے رہا کرا دے، چناں چہ اس شخص نے مال خرچ کر کے اس کو قید سے آزاد کرا لیا تو بعض نے کہا کہ رقم جو اس نے خرچ کیا ہے اس سے واپس لے لے، اور ایک قول یہ ہے وہ رقم واپس لے نہیں سکتا ہے اور یہی صحیح قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(وَلَيْسَ عَلَى أُمِّهِ إِرْضَاعُهُ) قَضَاءً بَلْ دِيَانَةً (إِلَّا إِذَا تَعَيَّنَتْ) فَتُجْبَرُ كَمَا مَرَّ فِي الْحَضَانَةِ، وَكَذَا الظِّئْرُ تُجْبَرُ عَلَى إِبْقَاءِ الْإِجَارَةِ بَزَّازِيَّةٌ (وَيَسْتَأْجِرُ الْأَبُ مَنْ تُرْضِعُهُ عِنْدَهَا) ، لِأَنَّ الْحَضَانَةَ لَهَا وَالنَّفَقَةَ عَلَيْهِ، وَلَا يَلْزَمُ الظِّئْرَ الْمُكْثُ عِنْدَ الْأُمِّ مَا لَمْ يَشْتَرِطْ فِي الْعَقْدِ (لَا) يَسْتَأْجِرُ الْأَبُ (أُمَّهُ لَوْ مَنْكُوحَةً) وَلَوْ مِنْ مَالِ الصَّغِيرِ خِلَافًا لِلذَّخِيرَةِ وَالْمُجْتَبَى (أَوْ مُعْتَدَّةً رَجْعِيٍّ) وَجَازَ فِي الْبَائِنِ فِي الْأَصَحِّ جَوْهَرَةٌ، كَاسْتِئْجَارِ مَنْكُوحَتِهِ لِوَلَدِهِ مِنْ غَيْرِهَا (وَهِيَ أَحَقُّ) بِإِرْضَاعِ – وَلَدِهَا بَعْدَ الْعِدَّةِ (إِذَا لَمْ تَطْلُبْ زِيَادَةً عَلَى مَا تَأْخُذُهُ الْأَجْنَبِيَّةُ) وَلَوْ دُونَ أَجْرِ الْمِثْلِ، بَلِ الْأَجْنَبِيَّةُ الْمُتَبَرِّعَةُ أَحَقُّ مِنْهَا زَيْلَعِيٌّ أَيْ فِي الْإِرْضَاعِ، أَمَّا أُجْرَةُ الْحَضَانَةِ فَلِلْأُمِّ كَمَا مَرَّ وَلِلرَّضِيعِ النَّفَقَةُ وَالْكِسْوَةُ، وَلِلْأُمِّ أُجْرَةُ الْإِرْضَاعِ بِلَا عَقْدِ إِجَارَةٍ، وَحُكْمُ الصُّلْحِ كَالْإِسْتِئْجَارِ. وَفِي كُلِّ مَوْضِعٍ جَازَ الْإِسْتِئْجَارُ وَوَجَبَتْ النَّفَقَةُ لَا تَسْقُطُ بِمَوْتِ الزَّوْجِ بَلْ تَكُونُ أُسْوَةَ الْغُرَمَاءِ، لِأَنَّهَا أُجْرَةٌ لَا نَفَقَةٌ. (وَ) تَجِبُ (عَلَى مُوسِرٍ) وَلَوْ صَغِيرًا (يَسَارَ الْفِطْرَةِ) عَلَى الْأَرْجَحِ وَرَجَّحَ الزَّيْلَعِيُّ وَالْكَمَالُ إِنْفَاقَ فَاضِلِ كَسْبِهِ. وَفِي الْخُلَاصَةِ: الْمُخْتَارُ أَنَّ الْكَسُوبَ يُدْخِلُ أَبَوَيْهِ فِي نَفَقَتِهِ. وَفِي الْمُبْتَغَى: لِلْفَقِيرِ أَنْ يَسْرِقَ مِنْ ابْنِهِ الْمُوسِرِ مَا يَكْفِيهِ إِنْ أَبَى وَلَا قَاضِيَ ثَمَّةَ وَإِلَّا أَثِمَ .

کیا ماں کے ذمہ شرعی طور پر دودھ پلانا واجب ہے؟

قضاءً ماں کے ذمہ یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں کو دودھ پلائے البتہ دیانتاً ماں کے ذمہ دودھ پلانا واجب

ہے، چوں کہ ماں کے اندر شفقت ومحبت کوٹ کوٹ کو بھری ہوتی ہے وہ اپنے چھوٹے بچوں کو دودھ پلانے سے انکار نہیں کرتی ہے، لیکن اگر عورت یوں کہے کہ مجھے دودھ پلانے کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اس پر جبر نہیں کر سکتا ہے۔

اگر بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں پیتا

البتہ اگر بچہ کسی دوسری عورت کے پستان کو منہ میں لیتا ہے یا دودھ پلانے والی عورت بغیر اجرت کے دودھ پلانے کے لیے تیار نہیں ہے اور بچہ کے باپ میں دودھ پلانے کی اجرت دینے کی استطاعت نہیں ہے تو اس صورت میں بچہ کی ماں دودھ پلانے کے لیے متعین ہے تا کہ بچہ دودھ کے بغیر بھوک کی وجہ سے ہلاک ہونے سے بچ جائے جیسا کہ اس کا تفصیلی بیان باب الحضانۃ میں گذر چکا ہے۔

مرضعہ دودھ پلانے والی عورت کو نوکری کرنے پر جبر کرنا

فتاویٰ بزازیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ مرضعہ عورت کو دودھ پلانے کی نوکری کو باقی رکھنے پر مجبور کیا جائے گا مثال کے طور پر ایک مرضعہ کو دودھ پلانے کے لیے ایک ماہ کے لیے رکھا اور ایک ماہ گزرنے کے بعد اس نے نوکری کرنے سے انکار کر دیا اور کوئی دوسری مرضعہ نہیں مل رہی ہے یا دوسری مرضعہ مل تو رہی ہے لیکن بچہ اس کا دودھ منہ میں لینے کے لیے بالکل تیار ہی نہیں ہے تو اس صورت میں اس کو نوکری کرنے پر مجبور کیا جائے گا تا کہ بچہ ضائع نہ ہو۔

کرایہ پر دودھ پلانے والی عورت کو رکھنا

ماں پر قضاءً بچوں کو دودھ پلانا جب واجب نہیں ہے تو باپ کسی ایسی عورت کو کرایہ پر رکھے جو اس بچہ کو دودھ پلائے اور باپ جس عورت کو بچہ کے دودھ پلانے کے لیے کرایہ پر رکھے گا اس کو بچہ کی ماں کے پاس قیام کرنا پڑے گا اس لیے بچوں کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے اور نفقہ باپ پر لازم ہے اور دائی بچہ نیز بچہ کی ماں کا نفقہ باپ پر لازم ہے اور بالفرض ماں زندہ نہ ہو تو اس صورت میں جس عورت کو حق حضانت پہنچتا ہے بچہ اسی کے پاس رہے گا۔

مرضعہ عورت کا بچہ ماں کے پاس قیام کرنا ضروری ہے

دائی یعنی دودھ پلانے والی عورت کا ماں کے پاس قیام کرنا لازم نہیں ہے ہاں اگر کرایہ پر رکھتے وقت اس کی شرط لگائی کہ اس کو بچہ کی ماں کے پاس قیام کرنا ہوگا تو اس صورت میں دائی کا ماں کے پاس قیام کرنا لازم اور ضروری ہوگا اور اگر عقد کے وقت کوئی شرط نہیں لگائی گئی تو دائی کو اختیار حاصل ہے کہ ماں کی اجازت سے بچہ کو اپنے گھر لے جائے، یا دہلیز پر بیٹھ کر بچے کو دودھ پلائے اور دودھ پلانے کے بعد بچے کو اس کی ماں کے پاس چھوڑ کر اپنے گھر چلی جائے، لیکن اگر ماں کے پاس رہنے کی شرط

لگادی گئی تھی تو پھر اختیار حاصل نہ ہوگا۔

کیا بچہ کی ماں کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر رکھا جاسکتا ہے

باپ بچے کی ماں کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر نہ رکھے نہ اپنے مال سے اجرت پر رکھے اور نہ بچے کے مال سے، برخلاف اس مسئلہ کے جو ذخیرہ اور مجتبیٰ میں مذکور ہے ان دونوں کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ ماں کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر رکھا جاسکتا ہے اور علامہ حمویؒ نے نقل کیا ہے کہ فتویٰ اسی قول پر ہے کہ صغیر کے مال سے ماں کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر رکھا جاسکتا ہے لیکن علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں کہ اب ذخیرہ اور مجتبیٰ ہی کی روایت پر فتویٰ ہے۔(کشف الاسرار: ۳/۴۲۱)

مطلقہ رجعیہ ماں کو اجرت پر دودھ پلانے کے لیے رکھنا

اسی طرح اگر بیٹے کی ماں مطلقہ رجعیہ ہو یعنی شوہر نے اس کو طلاق رجعی دے رکھی ہو تو اس کو بھی اجرت پر دودھ پلانے کے لیے نہ رکھے، اس لیے کہ مطلقہ رجعیہ درحقیقت شوہر کی زوجیت من کل الوجوہ باقی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے وطی کرنا اور دواعی وطی دونوں جائز ہیں البتہ اگر بچے کی ماں مطلقہ بائنہ ہو اور عدت کے اندر ہو تو اس کو اصح قول کے مطابق اجرت پر رکھنا جائز ہے جیسا کہ جوہرۃ میں ہے۔

بچے کی ماں کو کسی دوسرے کے بچے کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر رکھنا

اگر بچے کی ماں کو کسی دوسرے آدمی کے بچے کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر رکھا جائے تو یہ درست ہے مثلاً زید کا لڑکا حلیمہ سے پیدا ہوا اور زید کی دوسری بیوی نعیمہ ہے تو نعیمہ کو حلیمہ کے بچے کو دودھ پلانے کے لیے رکھنا جائز ہے اس لیے کہ نعیمہ پر حلیمہ کے لڑکے کو دودھ پلانا واجب نہیں ہے اس لیے حلیمہ کے لیے اجرت لے کر دودھ پلانا جائز ہے۔

بچہ کی حقیقی ماں کو اجرت پر رکھنا مقدم ہے

اگر شوہر کسی عورت کو بچہ کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر رکھے تو بچہ کی حقیقی ماں جس کو شوہر طلاق دے چکا ہو اور عدت کے ایام بھی گزر چکے ہوں کو اجرت پر رکھنا زیادہ مناسب ہے دوسری عورتوں کو اجرت پر رکھنے کے مقابلہ میں بشرطیکہ حقیقی ماں اجنبیہ عورت سے زیادہ اجرت کا مطالبہ نہ کرے اجنبیہ عورت کی اجرت خواہ بازار کے بھاؤ سے کم ہی کیوں نہ ہو، اگر حقیقی ماں اجنبی عورت سے زیادہ اجرت مطالبہ کرے تو اس صورت میں اجنبیہ عورت ہی سے دودھ پلایا جائے گا۔

اجنبیہ عورت مفت میں دودھ پلانے پر راضی ہو تو کیا حکم ہے

اگر بچہ کی حقیقی ماں اجرت لے کر دودھ پلانے پر راضی ہو جب کہ اجنبیہ عورت بلا کسی اجرت مفت میں دودھ پلانے

پر راضی ہوتو اس صورت میں اجنبیہ عورت ہی دودھ پلانے کی زیادہ حقدار ہے جیسا کہ زیلعی میں ہے اور بچہ کی پرورش کرنے کی اجرت تو بہر حال ماں ہی کو ملے گی خواہ دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لیے باپ نے اجرت پر رکھ لیا ہو حق حضانت ماں سے کسی بھی حال میں ساقط نہیں ہوگا جیسا کہ باب الحضانۃ میں گذر چکا ہے۔

شیر خوار بچہ کے نفقہ کا وجوب باپ پر

دودھ پیتا بچہ کا نفقہ اور کپڑا دونوں باپ پر واجب ہیں اس لیے کہ بچہ اگر چہ صرف دودھ پر گزر کر رہا ہے مگر صرف یہی کافی نہیں ہے بلکہ اسکو پھسلانے بہلانے کے لیے دوسری چیز کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسے سیرولکس وغیرہ لہٰذا قاضی کو چاہیے کہ بچے کے لیے اس کی ضرورت وحاجت کو سامنے رکھ کر نفقہ مقرر کر دے جو رضاعت سے اور حضانت کی اجرت کے علاوہ ہو، الغرض باپ پر تین طرح کا نفقہ واجب ہوگا۔(۱) اجرت رضاعت (۲) اجرت حضانت (۳) نفقہ ولد، یعنی بچے کے تیل صابون بچھونا وغیرہ کے لیے۔

مطلقہ ماں کا بلا اجرت دودھ پلانا

اگر مطلقہ ماں اجرت متعین کئے بغیر اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے تو اس صورت میں اس کی اجرت باپ پر واجب ہے یعنی دوسال کے اندر اندر جب بھی مطلقہ ماں بچے کو دودھ پلائے گی تو اس کی اجرت باپ پر واجب ہوگی اگر چہ باپ نے اس کو اجرت پر نہ رکھا ہو۔(اور یہ مسئلہ اس مسئلہ سے علیحدہ ہے کہ اجرت بغیر عقد کے واجب نہیں ہوتی ہے)

صلح کا حکم اجارہ پر رکھنے کی طرح ہے

اگر بچہ کی حقیقی ماں نے باپ سے صلح کر لی تو جوہرہ کی روایت کے مطابق یہ صلہ جائز ہے مثلاً مطلقہ بائنہ ماں نے باپ سے اس بات پر صلح کر لی کہ میں ماہنا اتنا روپیہ لوں گی تو بچے کو دودھ پلاؤں گی تو یہ صلح درست ہے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ماں اس کے نکاح میں نہ ہو، یا مطلقہ رجعیہ نہ ہو اگر ماں منکوحہ یا معتدہ رجعیہ ہے تو پھر یہ صلح جائز نہیں ہے جس طرح کہ ماں کو نوکری کرنا جائز نہیں ہے اگر ماں مطلقہ مغلظہ یا بائنہ دودھ پلانے کے لیے اجرت پر رہے تو جائز ہے جوہرہ کی روایت کے مطابق اور اگر عدت گزر چکی ہے تو بالاتفاق جائز ہے۔

شوہر کی موت کی وجہ سے اجرت کا ساقط نہ ہونا

اور جس جگہ بچے کی حقیقی ماں کو اجرت پر رکھنا شرعاً جائز ہے اور اس کے واسطے نفقہ واجب ہے اس جگہ شوہر کے مرنے کی وجہ سے اجرت ساقط نہیں ہوتی ہے بلکہ ماں دوسرے قرض خواہوں کی طرح قرض لے گی اور میت کے مال سے جس طرح دوسرے قرض خواہوں کا قرض ادا کیا جائے گا اسی طرح دودھ پلانے والی عورت کی اجرت بھی دی جائے گی اس لیے کہ یہ ماں

کی اجرت ہے نفقہ نہیں ہے کہ شوہر کی موت کی وجہ سے ساقط ہو جائے۔

آباء واجداد کا نفقہ چھوٹے بچے پر

چھوٹا بچہ اگر مالدار ہو اس پر صدقۃ الفطر واجب ہو تو اس کے ذمہ اس کے اصول کا نفقہ واجب ہے بشرطیکہ اصول محتاج وضرورت مند ہو، یہی قول راجح ہے یعنی چھوٹا بچہ اگر مالک نصاب ہو اور اس کے پاس مال اس کی حاجات اصلیہ سے زائد ہو تو اس پر اصول ماں باپ کا نفقہ واجب ہے، خواہ مال نامی ہو یا غیر نامی صاحب ہدایہ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کا یہی قول ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ولد صغیر پر اصول کا نفقہ اس وقت واجب ہوگا جب اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اور امام زیلعی اور علامہ کمال الدین نے کہا کہ ولد صغیر کے زائد مال سے اصول کا نفقہ واجب ہوگا اسی کو ان حضرات نے راجح قرار دیا ہے یعنی اس کی کمائی میں سے خرچ کے بعد جو بچ جائے وہ اصول پر یعنی والدین پر خرچ کرے، بعض حضرات نے اسی کو قول راجح اور قابل فتویٰ قرار دیا ہے۔

بیٹا اپنی کمائی میں والدین کو بھی شریک کرے

خلاصہ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ مختار قول یہ ہے کہ کمانے والا بیٹا اپنے ساتھ اخراجات میں اپنے والدین کو بھی شامل کرے اگر چہ اس کی آمدنی اور کمائی اپنے اخراجات سے زائد نہ ہو اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب والدین اپاہج اور کھانے کمانے سے عاجز ہو۔ (شامی:۵/ ۳۵۳)

صاحب مبتغی کی رائے

مبتغی نامی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ حاجت مند اور ضرورت مند باپ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اپنے بیٹے کے مال سے چوری کر کے اپنے اوپر خرچ کرے جب کہ بیٹا باپ کو کچھ بھی نہ دیتا ہو بلکہ باپ پر خرچ کرنے پر انکار کرتا ہو اور وہاں کوئی قاضی بھی نہ ہو جو بیٹا کو والدین کا نفقہ دینے پر مجبور کرے باپ اس صورت میں گناہ گار نہ ہوگا، ہاں اگر وہاں کوئی قاضی موجود ہو تو پھر قاضی سے شکایت کرے اور قاضی کو چاہیے کہ باپ کا نفقہ بیٹے سے دلائے اس صورت میں چوری کرنا باعث گناہ اور ناجائز ہوگا۔

(النَّفَقَةُ لِأُصُولِهِ) وَلَوْ أَبَ أُمِّهِ ذَخِيرَةٌ (الْفُقَرَاءِ) وَلَوْ قَادِرِينَ عَلَى الْكَسْبِ وَالْقَوْلُ لِمُنْكِرِ الْيَسَارِ وَالْبَيِّنَةُ لِمُدَّعِيهِ (بِالسَّوِيَّةِ) بَيْنَ الِابْنِ وَالْبِنْتِ، وَقِيلَ كَالْإِرْثِ، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ. (وَالْمُعْتَبَرُ فِيهِ الْقُرْبُ وَالْجُزْئِيَّةُ) فَلَوْ لَهُ بِنْتٌ وَابْنُ ابْنٍ أَوْ بِنْتُ بِنْتٍ وَأَخٌ النَّفَقَةُ عَلَى الْبِنْتِ أَوْ بِنْتِهَا؛ لِأَنَّهُ (لَا)

يُعْتَبَرُ (الْإِرْثُ) إِلَّا إِذَا اسْتَوَيَا كَجَدٍّ وَابْنِ ابْنٍ فَكَإِرْثِهِمَا إِلَّا لِمُرَجِّحٍ - كَوَالِدٍ وَوَلَدٍ فَعَلَى وَلَدِهِ لِتَرَجُّحِهِ، "بِأَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ") وَفِي الْخَانِيَةِ: لَهُ أُمٌّ وَأَبُو أَبٍ فَكَإِرْثِهِمَا. وَفِي الْقُنْيَةِ: لَهُ أُمٌّ وَأَبُو أُمٍّ فَعَلَى الْأُمِّ، وَلَوْ لَهُ عَمٌّ وَأَبُو أُمٍّ فَعَلَى أَبِي الْأُمِّ. وَاسْتَشْكَلَهُ فِي الْبَحْرِ بِقَوْلِهِمْ: لَهُ أُمٌّ وَعَمٌّ فَكَإِرْثِهِمَا. قَالَ: وَلَوْ لَهُ أُمٌّ وَعَمٌّ وَأَبُو أُمٍّ هَلْ تَلْزَمُ الْأُمَّ فَقَطْ أَمْ كَالْإِرْثِ؟ احْتِمَالُهُ. (وَ) تَجِبُ أَيْضًا (لِكُلِّ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ صَغِيرٍ أَوْ أُنْثَى) مُطْلَقًا (وَلَوْ) كَانَتْ الْأُنْثَى (بَالِغَةً) صَحِيحَةً (أَوْ) كَانَ الذَّكَرُ (بَالِغًا) لَكِنْ (عَاجِزًا) عَنْ الْكَسْبِ (بِنَحْوِ زَمَانَةٍ) كَعَمًى وَعَتَهٍ وَفَلَجٍ، زَادَ فِي الْمُلْتَقَى وَالْمُخْتَارِ: أَوْ لَا يُحْسِنُ الْكَسْبَ لِحِرْفَةٍ أَوْ لِكَوْنِهِ مِنْ ذَوِي الْبُيُوتَاتِ أَوْ طَالِبَ عِلْمٍ (فَقِيرًا) حَالٌ مِنْ الْمَجْمُوعِ بِحَيْثُ تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ وَلَوْ لَهُ مَنْزِلٌ وَخَادِمٌ عَلَى الصَّوَابِ بَدَائِعُ (بِقَدْرِ الْإِرْثِ) - ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ﴾ - وَلِذَا (يُجْبَرُ عَلَيْهِ).

نانا کے نفقہ کا وجوب نواسے پر

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر لڑکا مالدار ہو اور اس کے اصول محتاج و فقیر ہوں تو اس کا نفقہ بیٹے کے ذمہ واجب ہے، اگر چہ اصول میں اس کی ماں کا باپ نانا ہی کیوں نہ ہو، اور اگر چہ اس اصول کے کمانے پر قادر ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ ذخیرہ میں ہے (اور اصول سے مراد باپ دادا، دادی، ماں نانی سب ہی ہیں البتہ پوتے پر دادا کا نفقہ اس وقت واجب ہوگا جبکہ دادا کا بیٹا یعنی باپ مر چکا ہو یا محتاج و نادار ہو اس نواسہ پر نانا کا نفقہ اس وقت واجب ہوگا جب نانا کی لڑکی یعنی مر چکی ہو یا محتاج و تنگ دست ہو)

اگر بیٹا وسعت کا منکر ہو تو کیا حکم ہے

اگر لڑکا نفقہ کا بار تحمل کرنے کی قدرت و استطاعت کا انکار کرتا ہے کہ میں نفقہ ادا کرنے پر قادر نہیں ہوں اور والدین کے پاس اس کے ثبوت میں کوئی گواہ نہیں ہے تو اس صورت میں اس کے انکار کو مان لیا جائے گا اور اگر والدین نے بیٹے کا مالدار ہونے کے متعلق گواہ پیش کر دیں تو پھر والدین کے گواہوں کی بات معتبر ہوگی، اگر والدین اس بات کے مدعی ہیں کہ بیٹا نفقہ پورا کرنے پر قادر ہے لیکن بیٹا انکار کرتا ہے اور باپ نے اپنے دعوی پر شہادت پیش کر دی تو اس صورت میں باپ کا قول معتبر ہوگا۔

باپ بیٹا دونوں شہادت پیش کریں تو کس کی شہادت معتبر ہوگی

اگر باپ اس بات کا مدعی ہے کہ اس کا فرزند صاحب استطاعت اور مالدار ہے اور اس پر بینہ پیش کر دیتا ہے اور بیٹا اس

کا انکار کرتا ہے تو اس صورت میں باپ کا قول معتبر ہوگا اور بینہ نہ پیش کر سکا تو بیٹے کا قول معتبر ہوگا۔ اور اگر بیٹا اس بات کا مدعی ہے کہ باپ صاحب استطاعت اور مالدار ہے محتاج اور غریب نہیں ہے لہذا اس کا نفقہ میرے ذمہ واجب نہیں ہے اور باپ استطاعت کا انکار کرتا ہے اور اپنی محتاجگی پر گواہ پیش کر دیتا ہے تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوی پر بینہ پیش کر دیا تو اس صورت میں جو مدعی ہوں گے اس کے گواہ معتبر ہوں گے منکر کے گواہ معتبر نہ ہوں گے۔

وجوب نفقہ میں بیٹا اور بیٹی کا درجہ

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اصول کا نفقہ اولاد پر برابر برابر واجب ہے بیٹا اور بیٹی میں کوئی فرق نہیں ہے مطلب یہ ہیکہ اگر بیٹا اور بیٹی دونوں صاحب استطاعت اور مالدار ہوں تو والدین کا نفقہ دونوں پر مساوی طور پر واجب ہوگا یعنی نصف نفقہ لڑکے پر اور نصف نفقہ بیٹی پر واجب ہوگا یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے کیوں کہ نفقہ کے واجب ہونے کی علت ولادت ہے اور وہ دونوں میں علی سبیل التسویہ پائی جارہی ہے۔

لیکن اس بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ جس طرح وراثت میں حصہ تقسیم ہوتا ہے اسی کے مطابق نفقہ بھی واجب ہوگا یعنی نفقہ کا دو حصہ بیٹا دے گا اور نفقہ کا ایک حصہ بیٹی ادا کرے گی مثلا نفقہ کی مقدار نو سو روپے ہیں تو چھ سو روپے بیٹا ادا کرے گا اور تین سو روپیہ بیٹی ادا کرے گی یہی قول حضرت امام شافعی کا بھی ہے مگر یہ قول ضعیف ہے۔

وجوب نفقہ کی علت قرب وجزئیت ہے نہ کہ وراثت

اور نفقہ ولادت میں قرب وجزئیت کا اعتبار ہے وراثت کا نہیں، چنانچہ اگر دو شخص ہوں اور دونوں میں قرب وجزئیت کا رشتہ ہو اور ان میں سے ایک زیادہ قریب ہو دوسرے کے مقابلے میں، تو اس صورت میں نفقہ اقرب جو سب سے زیادہ قریب ہے اس پر واجب ہوگا مثال کے طور پر ایک شخص محتاج وغریب ہے اور اس کی بیٹی مالدار ہو نیز پوتا پوتی بھی مالدار ہوں تو اس صورت میں نفقہ بیٹی پر واجب ہوگا اس لیے کہ بیٹی پوتی اور نواسی کے مقابلہ میں زیادہ قریب ہے اسی طرح ایک شخص ضرورت مند اور محتاج ہو اور اس کے رشتہ داروں نواسی اور بھائی موجود ہوں تو نفقہ نواسی پر واجب ہوگا کیوں کہ اس میں وراثت کی ترتیب کا اعتبار نہیں ہے۔

قرب میں دونوں مساوی ہوں تو کیا حکم ہے

ایک شخص غریب وتنگدست ہو اور اس کا دادا اور پوتا موجود ہوں اور دونوں صاحب استطاعت اور مالدار ہوں تو اس صورت میں نفقہ دونوں پر واجب ہوگا اور اسی مقدار میں واجب ہوگا جس مقدار میں اس کو حق وراثت ملتا ہے یعنی کل نفقہ کا سدس

یعنی چھٹا حصہ دادا پر واجب ہوگا اور باقی پوتے پر واجب ہوگا کیوں کہ دادا اور پوتا دونوں ایک ایک واسطہ سے میت تک پہنچتے ہیں اور دادا بواسطہ باپ اور پوتا بواسطہ بیٹا میت کے قریب ہیں۔

اگر کوئی مرجح موجود نہ ہو تو کیا حکم ہے

اگر دونوں مرجح موجود نہ ہو تو قرابت کی مساوات اور وراثت کا اعتبار دونوں ساقط ہو جاتے ہیں مثال کے طور پر ایک شخص محتاج ہے اور اس کا باپ اور بیٹا دونوں صاحب استطاعت اور مالدار ہیں تو اس صورت میں نفقہ بیٹے پر واجب ہوگا باپ پر واجب نہ ہوگا کیوں کہ اس جگہ علت مرجحہ موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے تو بیٹے کے مال کو باپ کا مال قرار دینا یہ بھی علت ترجیح ہے کہ باپ کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے رسول ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ باپ کا مال بیٹے کی ملکیت ہے۔

ماں اور دادا موجود ہوں تو کیا حکم ہے

اور فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ اگر کسی محتاج شخص کے دادا اور ماں دونوں موجود ہوں تو اس محتاج شخص کا نفقہ ان دونوں پر بقدر ارث واجب ہوگا یعنی جس مقدار میں ان کو وراثت میں حصہ ملتا ہے اسی مقدار کے مطابق ان پر نفقہ واجب ہوگا اس لیے کہ ماں کو ترجیح تو قرب کی وجہ سے حاصل ہے اور دادا کو قوت نسب کی وجہ سے ترجیح حاصل ہے اس لیے اس کے اندر وراثت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

ماں اور نانا موجود ہوں تو کیا حکم ہے

اور اگر کسی محتاج شخص کی ماں اور اس کا نانا موجود ہوں تو اس صورت میں اس محتاج شخص کا نفقہ ماں پر واجب ہوگا اس لیے کہ دادا کے مقابلے میں قوت قرابت نانا میں کمتر ہے اس لیے نانا پر ماں کو ترجیح دی گئی ہے اور نفقہ ماں پر واجب کیا گیا ہے اور محتاج شخص کا چچا اور اس کا نانا موجود ہوں تو اس صورت میں اس محتاج شخص کا نفقہ نانا پر واجب ہوگا اس لیے کہ چچا کے مقابلہ میں نانا میں جزئیت کی وجہ سے قوت ترجیح حاصل ہے اور ارث کا یہاں اعتبار نہیں ہے کیوں کہ وارث تو چچا ہوتا ہے نانا نہیں۔

صاحب البحر الرائق کا ایک اشکال

صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم المصری نے حضرات فقہاء کے اس قول پر کہ ایک شخص محتاج ہے اور اس کی ماں ہے اور چچا تو اس محتاج شخص کا نفقہ ماں اور چچا دونوں پر بقدر ارث واجب ہوگا یعنی ایک ثلث ماں پر نفقہ واجب ہوگا اور دو ثلث چچا پر، ایک اشکال وارد کیا ہے۔

اشکال یہ ہے کہ نفقہ کے وجوب میں ماں مقدم ہے اس لیے کہ ماں اور بیٹے میں جزئیت پائی جاتی ہے تو اس میں وراثت کے حصے کا اعتبار کیوں کیا گیا ہے یہ مسئلہ محل نظر ہے۔

صاحب البحر الرائق نے کہا کہ اگر ایک شخص کی ماں، چچا اور نانا موجود ہوں تو کیا نفقہ صرف ماں ہی پر واجب ہوگا یا اس میں وراثت کا اعتبار ہوگا یہاں دونوں کا احتمال ہے، شیخ رحمتی کا قول اس بارے میں یہ ہے کہ یہ اشکال درحقیقت صاحب قنیہ کا ہے صاحب البحر الرائق نے اس کے نقش قدم پر چلا ہے اور یہاں صورت حال یہ ہے اس جگہ دو روایت ہے ایک قوی روایت ہے اور دو دوسری روایت ضعیف ہے قوی روایت یہ ہے کہ وجوب نفقہ میں قرب وجزئیت ہی کو ترجیح حاصل ہے اور ضعیف روایت یہ ہیکہ ارث کا اعتبار ہے۔

ان دونوں روایتوں کو ذکر کرنے کے بعد یہ سمجھ لیا گیا کہ دونوں روایتیں ایک دوسرے کی نقیض اور معارض ہیں اس لیے اشکال وا :ہوا حالانکہ یہ اصول مسلم ہے کہ ضعیف روایت کبھی بھی قوی روایت کا معارض اور نقیض نہیں ہوسکتی ہے اس لیے اشکال بھی وارد نہ ہوگا۔

ذی رحم محرم نفقہ کا وجوب

اور ہر ذی رحم محرم کا نفقہ بھی واجب ہے ذی رحم محرم صغیر ہو یا مؤنث اگرچہ تندرست اور بالغہ ہی کیوں نہ ہو علی الاطلاق نفقہ واجب ہے بشرطیکہ محتاج شخص قرابت والا اور محرم ہو یعنی اس سے نکاح کرنا شرعا حرام ہو، لہذا ابن العم کا نفقہ واجب نہیں ہے اس لیے کہ وہ اگرچہ قریب اور عزیز ہے مگر محرم نہیں ہے۔

رضاعی بھائی بہن کے نفقہ کا عدم وجوب

رضاعی بھائی بہن کا نفقہ بھی واجب نہیں ہے اس لیے کہ رضاعی بھائی بہن اگرچہ محرم ہیں لیکن ان میں نسبی قرابت مفقود ہے نسب کے اعتبار سے دونوں اجنبی ہیں اور محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہے جس کے ساتھ نکاح کرنا قرابت کی وجہ سے حرام ہو۔

صغیر کی قید لگانے کا فائدہ۔

وجوب نفقہ کے باب میں حضرت مصنف نے صغیر کی قید لگائی ہے اس سے بالغ خارج ہوگیا، جو تندرست، توانا اور کما سکتا ہے اور بالغ ہو اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

محرم میں کون کون سی عورتیں داخل ہیں

محرم کے اندر، خالہ، پھوپھی، بہن، بھانجی اور بھتیجی داخل ہیں ان کا نفقہ واجب ہے خواہ صغیرہ ہوں یا بالغہ ہو، تندرست ہوں

یا بیمار مگر شرط یہ ہے کہ محتاج وضرورت مند ہوں غیر منکوحہ ہوں اس لیے کہ اگر منکوحہ ہوں گی تو ان کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا۔

ذی رحم محرم بالغ محتاج کے نفقہ کا وجوب

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اس قریبی ذی رحم محرم کا نفقہ بھی شرعی اعتبار سے واجب ہے جو بالغ ہو مگر محنت ومزدوری کرنے سے عاجز ہو کسی دائمی مرض کی وجہ سے جیسے اپاہج ہونا، اندھا ہونا، ناسمجھ باولا ہونا، یا اس پر فالج کا اثر ہونا، اور الملتقی اور المختار میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ذی رحم محرم رشتہ دار بالغ ہو مگر اچھی طرح محنت ومزدوری کرنے سے عاجز ہو خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ انتہائی درجہ بیوقوف ہو یا اس وجہ سے کہ خاندان نہایت شریف ہو اس لیے محنت ومزدوری نہیں کرسکتا یا طالب علم ہو تو ان کا نفقہ بھی واجب ہے۔ مذکورہ شرائط کے ساتھ،

نفقہ کے واجب ہونے کی شرطیں

صغیر مؤنث اور عاجز مرد جن کا ابھی ابھی ماسبق میں ذکر ہو چکا ہے یعنی ذی رحم محرم کا نفقہ اس شرط کے ساتھ واجب ہے کہ وہ ایسے محتاج اور ضرورت مند ہو کہ اس کے لیے صدقہ کا مال لینا حلال ہو تب ان کا نفقہ واجب ہوگا اگرچہ ان کے پاس ان کے ملک میں مکان ہو اور خدمت کنندہ خادم بھی موجود ہوں اصح قول کے مطابق جیسا کہ بدائع میں ہے پھر بھی نفقہ واجب ہے اس لیے کہ اپنے لیے مکان اور خدمت گذار خادم حاجت اصلیہ سے زائد نہیں ہے اس لیے ان کا ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔

نفقہ کا وجوب حق وراثت کے اعتبار سے

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ذی رحم محرم کا نفقہ حق وراثت کی مقدار کے مطابق واجب ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی وجہ سے کہ وارث پر اسی کے مثل واجب ہے، لہٰذا قریبی رشتہ دار پر نفقہ دینے کے لیے مجبور کیا جائے گا اور مسئلہ کی صورت اس طرح پر ہوگی کہ مان لیجئے کہ یہ فقیر محتاج جس کے نفقہ کا حکم دیا جارہا ہے مالدار ہوتا اور انتقال کر جاتا اور بہت سارا مال واسباب ترکہ میں چھوڑ کر جاتا تو اس کا قریب کتنی مقدار میں وراثت کا حق پاتا اتنی مقدار میں نفقہ بھی اس پر وجب ہوگا اگر مرنے والے کا کل مال کا وارث ہوتا تو کل نفقہ اس فقیر کا واجب ہوگا، اور اگر مرنے والے کا بعض مال کا وارث ہوتا تو بعض نفقہ اس پر واجب ہوگا۔

ثُمَّ فَرَّعَ عَلَى اعْتِبَارِ الْإِرْثِ بِقَوْلِهِ (فَنَفَقَةُ مَنْ) أَيْ فَقِيرٍ (لَهُ أَخَوَاتٌ مُتَفَرِّقَاتٌ) مُوسِرَاتٌ (عَلَيْهِنَّ أَخْمَاسًا) وَلَوْ إِخْوَةٌ مُتَفَرِّقِينَ فَسُدُسُهَا عَلَى الْأَخِ لِأُمٍّ وَالْبَاقِي عَلَى الشَّقِيقِ (كَإِرْثِهِ) وَكَذَا لَوْ كَانَ مَعَهُنَّ أَوْ مَعَهُمْ ابْنٌ مُعْسِرٌ؛ لِأَنَّهُ يُجْعَلُ كَالْمَيِّتِ لِيَصِيرُوا وَرَثَةً، وَلَوْ كَانَ مَكَانَهُ بِنْتٌ فَنَفَقَةُ الْأَبِ

عَلَى الْأَشِقَّاءِ فَقَطْ لِإِرْثِهِمْ مَعَهَا، وَعِنْدَ التَّعَدُّدِ يُعْتَبَرُ الْمُعْسِرُونَ أَحْيَاءً. فِيمَا يَلْزَمُ الْمُعْسِرِينَ ثُمَّ يَلْزَمُهُمْ الْكُلُّ، كَذِي أُمٍّ وَأَخَوَاتٍ مُتَفَرِّقَاتٍ، وَالْأُمُّ وَالشَّقِيقَةُ مُوسِرَتَانِ فَالنَّفَقَةُ عَلَيْهِمَا أَرْبَاعًا. (وَالْمُعْتَبَرُ فِيهِ) أَيْ الرَّحِمِ الْمَحْرَمِ (أَهْلِيَّةُ الْإِرْثِ لَا حَقِيقَتُهُ) إذْ لَا يَتَحَقَّقُ إلَّا بَعْدَ الْمَوْتِ، فَنَفَقَةُ مَنْ لَهُ خَالٌ وَابْنُ عَمٍّ عَلَى الْخَالِ؛ لِأَنَّهُ مَحْرَمٌ؛ وَلَوْ اسْتَوَيَا فِي الْمَحْرَمِيَّةِ كَعَمٍّ وَخَالٍ رُجِّحَ الْوَارِثُ لِلْخَالِ مَا لَمْ يَكُنْ مُعْسِرًا فَيُجْعَلُ كَالْمَيِّتِ. وَفِي الْقُنْيَةِ: يُجْبَرُ الْأَبْعَدُ إذَا غَابَ الْأَقْرَبُ. وَفِي السِّرَاجِ: مُعْسِرٌ لَهُ زَوْجَةٌ وَلِزَوْجَتِهِ أَخٌ مُوسِرٌ أُجْبِرَ أَخُوهَا عَلَى نَفَقَتِهَا وَيَرْجِعُ بِهِ عَلَى الزَّوْجِ إذَا أَيْسَرَ. اهـ. وَفِيهِ النَّفَقَةُ إنَّمَا هِيَ عَلَى مَنْ رَحِمُهُ كَامِلٌ، وَلِذَا قَالَ الْقُهُسْتَانِيُّ: قَوْلُهُمْ وَابْنُ الْعَمِّ فِيهِ نَظَرٌ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَحْرَمٍ، وَالْكَلَامُ فِي ذِي الرَّحِمِ الْمَحْرَمِ فَافْهَمْ. - (وَلَا نَفَقَةَ) بِوَاجِبَةٍ (مَعَ الِاخْتِلَافِ دِينًا إلَّا لِلزَّوْجَةِ وَالْأُصُولِ وَالْفُرُوعِ) عَلَوْا أَوْ سَفَلُوا (الذِّمِّيِّينَ) لَا الْحَرْبِيِّينَ وَلَوْ مُسْتَأْمَنِينَ لِانْقِطَاعِ الْإِرْثِ

فقیر ومحتاج کا نفقہ اس کی بہنوں پر

یہاں سے حضرت مصنف ارث کے اعتبار سے مسائل کی تفریع فرمارہے ہیں اپنے اس قول سے کہ اس فقیر وغریب کا نفقہ جس کی مختلف قسم کی مالدار بہنیں ہوں خمس کے اعتبار سے ان پر نفقہ واجب ہے مطلب یہ ہے کہ ایک شخص جو کہ غریب اور تنگدست ہے اس کی تین قسم کی مالدار بہنیں ہیں (۱) حقیقی اور سگی بہنیں، (۲) علاتی بہنیں یعنی سوتیلی بہنیں، (۳) مادری بہنیں یعنی اخیافی بہنیں ہیں تو اس صورت میں اخیافی بہن پر $\frac{1}{5}$ حقیقی بہن پر $\frac{3}{5}$ ۔اور علاتی بہن پر ایک خمس واجب ہے اس لیے کہ ان تینوں کا وراثت میں اسی حساب سے حصہ ہے۔

محتاج وغریب شخص کے مختلف بھائی ہوں تو کیا حکم ہے

ایک محتاج وغریب شخص ہے اور اس کے مختلف درجات کے بھائی ہیں مثال کے طور پر حقیقی بھائی، اخیافی بھائی، علاتی بھائی تو اس صورت میں کل نفقہ کا سدس اخیافی بھائی پر اور باقی کل نفقہ حقیقی بھائی پر ارث کے اعتبار سے واجب ہوگا، یعنی یہ بھائی اگر مالدار ہوتا اور انتقال کر جاتا اور اس کی وفات کے بعد اسکے مال کے حقدار یہی بھائی ہوتے تو اسی طرح حصہ پاتے، کہ اخیافی بھائی کو کل مال کا سدس ملتا اور حقیقی بھائی کو عصبہ ہونے کی وجہ سے بقیہ سارا مال مل جاتا، اور سوتیلا بھائی محروم ہو جاتا، لہذا سوتیلا بھائی یعنی علاتی بھائی پر نفقہ بھی واجب نہ ہوگا صرف حقیقی بھائی اور اخیافی بھائی پر نفقہ واجب ہوگا۔

وجوب نفقہ کی مقدار کی ایک صورت

اسی طرح اگر متفرق بہنوں یا متفرق بھائیوں کے ساتھ محتاج وغریب شخص کا بیٹا بھی ہو اور وہ تنگدست اور محتاج ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے اس لیے کہ محتاج ہونے کی وجہ سے بیٹا بھی میت کے مانند قرار دیا جائے گا تا کہ بھائی بہن اس کے وارث قرار پائیں اور حق وراثت کے مطابق ان پر نفقہ واجب ہو اور اگر بیٹا کو زندہ قرار دیا جائے تو بیٹے کی موجودگی میں بھائی بہن سب محروم ہو جاتے ہیں تو پھر نفقہ کس پر واجب ہوگا؟

اگر باپ کے ساتھ بیٹی بھی محتاج ہو تو کیا حکم ہے

فرماتے ہیں کہ، چونکہ نفقہ کا وجوب وراثت میں حصہ دار ہونے پر موقوف ہے اور حق وراثت کے بقدر نفقہ واجب ہوتا ہے اس لیے اس شکل میں اگر باپ محتاج ہے اور اس کی بیٹی بھی محتاج ہے تو اس صورت میں باپ کا نفقہ باپ کے صرف بھائی بہنوں پر واجب ہوگا، علاتی واخیافی بھائی بہنوں پر واجب نہ ہوگا کیوں کہ حقیقی بیٹی کی موجودگی میں ان کو حصہ نہیں ملتا ہے بلکہ اخیافی علاتی بھائی بہن محروم ہوتے ہیں لہذا ان پر نفقہ بھی واجب نہ ہوگا اور نفقہ کی ذمہ داری صرف حقیقی بھائی بہنوں پر ہوگی۔

بیٹی کی موجودگی میں حقیقی بہن عصبہ بن جاتی ہے اور بحیثیت عصبہ اس کو ملتا ہے بیٹی اور بہن کو آدھا آدھا حصہ دیا جائے گا اور یہاں چونکہ بیٹی مفلس ہے اس لیے افلاس کی وجہ سے اس کو میت شمار کر لی گئی اور پورا پورا نفقہ بہن پر واجب کیا گیا ہے۔

اگر محتاج کی بیٹی اور بہن متفرق ہوں تو کیا حکم ہے

اگر محتاج کی بیٹی اور بہن متفرق ہوں تو اخیافی بھائی، بیٹی کی وجہ سے محجوب ہو جاتا ہے اور علاتی بھائی حقیقی بہن کی وجہ سے محجوب ہو جاتا ہے اس لیے اس صورت میں پورا نفقہ حقیقی بھائی پر واجب ہوگا۔

اور جب چند اشخاص مالدار ہوں اور چند اشخاص مفلس ہوں تو اس صورت میں مفلسوں کو زندہ اعتبار کیا جائے گا ان چیزوں میں جو مالداروں پر لازم ہوتے ہیں مثلاً ایک محتاج شخص کی ماں اور متفرق بہنیں ہیں حالانکہ اس کی ماں اور حقیقی بہنیں مالدار ہیں جبکہ اس کی علاتی اور اخیافی بہنیں مفلس ہیں تو اس صورت میں اس کا نفقہ ماں اور حقیقی بہن پر لازم ہوگا چار حصہ ہو کر چنانچہ چوتھائی حصہ ماں پر اور تین چوتھائی حقیقی بہن پر لازم ہوگا۔

وجوب نفقہ میں اہلیت ارث ہونا معتبر ہے

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ ذی رحم محرم کی قرابت میں وارث ہونے کی صلاحیت ہونا کافی ہے یعنی کسی نہ کسی مرحلہ میں وارث بن سکتا ہو، محروم محض نہ ہو۔ حقیقتاً وارث ہونا ضروری نہیں ہے اس لیے کہ حقیقی اعتبار سے وارث تو موت کے بعد بنتا ہے

اور یہاں سوال زندگی کا ہے لہذا کسی نہ کسی مرحلہ میں وراثت کا حقدار ہونا قرابت داری اور ذی رحم محرم کے لیے کافی ہے اس قائدہ اور اصول کا ثمرہ یہ ہوگا کہ۔

مفلس عاجز کا ماموں اور چچا کا بیٹا زندہ ہوں تو نفقہ کا حکم

اگر مفلس عاجز شخص کا ماموں اور چچا کا بیٹا زندہ ہوں تو اس صورت میں محتاج کا نفقہ ماموں پر واجب ہوتا ہے کیوں کہ ماموں محروم ہے اس کے برخلاف چچا کا بیٹا ہے اگر چہ فی الحال وارث بھی ہے نہ کہ ماموں لیکن وجوب نفقہ کا مدار محرم ہونے پر ہے محض وراثت پر نہیں ہے اس لیے ماموں پر نفقہ واجب ہوگا۔

محرم ہونے میں دو آدمی برابر ہوں تو کیا حکم ہے

اور اگر مفلس ومحتاج کے محرم ہونے میں دو آدمی برابر ہیں جیسے چچا اور ماموں تو اس صورت میں وجوب کے متعلق اس کو ترجیح دی جائے گی جو فی الحال وارث بن رہا ہے مگر شرط یہ ہے کہ جو فی الحال وارث بن رہا ہے وہ تنگدست اور محتاج نہ ہو اور اگر وہ فی الحال مفلس ہو تو اس کو میت کا درجہ دے کر نفقہ ماموں پر واجب ہوگا چچا پر واجب نہیں ہوگا۔

قریبی رشتہ دار کے غائب ہونے کی صورت میں دور کے رشتہ دار پر نفقہ کا وجوب

اگر مفلس ومحتاج آدمی کے قریبی رشتہ دار غائب ہو تو اس صورت میں دور کے رشتہ دار کو نفقہ ادا کرنے پر قاضی مجبور کرے گا جیسا کہ قنیہ میں ہے مثال کے طور پر مفلس آدمی کے حقیقی بھائی غائب ہو گیا تو قاضی سوتیلے کو نفقہ دینے پر مجبور کرے گا پھر جب حقیقی بھائی واپس آجائے تو اسی کے بقدر جو اس نے نفقہ میں دیا ہے واپس لے لیگا۔

بھائی کو حقیقی محتاج بہن کے نفقہ کی ادائیگی پر مجبور کرنا

اور کتاب السراج الوہاج میں لکھا ہے کہ ایک تنگدست شخص کی بیوی ہے اور اسکی بیوی کا بھائی ہے جو مالدار ہے تو اس صورت میں بھائی مالدار سے بہن کا نفقہ زبردستی دلایا جائے گا پھر جب شوہر مالدار ہو جائے تو نفقہ میں خرچ کردہ رقم واپس کر لے، یعنی جو کچھ بھائی نے بطور نفقہ بہن پر خرچ کیا ہے وہ بہنوئی کے مالدار ہونے کے بعد اس سے واپس لے سکتا ہے۔

اور کتاب السراج الوہاج ہی میں یہ مسئلہ بھی درج ہے کہ نفقہ کے وجوب کا انحصار اگر چہ قرابت کاملہ پر ہے یعنی قرابت داری بالکل کامل ہو یا محرم کامل ہو، اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے صاحب قہستانی نے ایک اعتراض کیا ہے کہ ماسبق میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے ماموں اور چچا کے بیٹا کی موجودگی میں نفقہ ماموں پر واجب کیا گیا ہے اس لیے کہ چچا کا بیٹا تو محرم نہیں ہے اور ماموں محرم ہے تو اعتراض یہ ہے کہ جب چچا کا بیٹا محرم نہیں ہے اور ماموں محرم ہے تو اس جگہ تو قریبی محرم کو ترجیح دینے کا مسئلہ

درپیش ہے تو اس جگہ ماموں کو چچا کے بیٹے کے ساتھ ذکر کرنا مناسب نہیں تھا، لہذا اس پر غور کر لیجیے۔

اختلاف دین وجوب نفقہ کے لیے مانع ہے

محتاج و مالدار میں جب دین و مذہب کا اختلاف ہو تو اس صورت میں ایک کا نفقہ دوسرے پر واجب نہیں ہوتا ہے مثال کے طور پر محتاج و غریب مسلمان ہے اور مالدار شخص جو اس کا قریبی ہے کافر غیر مسلم ہے تو غیر مسلم پر مسلمان محتاج کا نفقہ واجب نہیں ہے اسی طرح اگر مسلما مالدار ہو اور اس کا کوئی قریبی رشتہ دار غیر مسلم کافر ہو تو اس کا نفقہ مالدار مسلمان پر واجب نہیں ہے۔

اصول وفروع کے نفقہ کے وجوب کے لیے اختلاف دین مانع نہیں

اختلاف دین وجوب نفقہ کے لیے مانع ہے لیکن اس اصول سے یہ مستثنیٰ ہے کہ اگر بیوی کافرہ، غیر مسلمہ ہو یا اسکے اصول وفروع میں سے کوئی غیر مسلم ہوں تو اس کا نفقہ مسلمان مالدار شخص پر واجب ہے نیز مسلمان شوہر پر کافرہ بیوی کا نفقہ واجب ہے جس طرح کے مسلمان شخص پر اپنے کافر اصول ماں باپ یا فروع کا بیٹا پوتا کا نفقہ واجب ہے خواہ اصول اوپر تک کیوں نہ ہو اور فروع نیچے تک کیوں نہ ہو۔

اصول وفروع اگر ذمی ہوں تو ان کا نفقہ کس پر واجب ہے

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ ان اصول وفروع کا نفقہ مسلمان مالدار شخص پر واجب ہے جو کافر ذمی ہوں لہذا کافر ذمی ماں باپ دادا، دادی کا نفقہ اسی طرح فروع کافر ذمی یعنی کافر ذمی کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی کا نفقہ جزئیت اور بعضیت کی وجہ سے واجب ہے لیکن اگر مذکورہ رشتہ دار کافر حربی ہوں خواہ امن لے کر دارالاسلام میں رہتے ہوں تو ان کا نفقہ واجب نہیں ہے اس لیے کہ کافر حربی کے ساتھ احسان سلوک کا معاملہ کرنا اہل اسلام کے لیے منع ہے اس لیے شرعا ان کو وراثت سے بھی محروم رکھا گیا ہے اس لیے نفقہ دینا بھی جائز نہ ہوگا۔

حاصل کلام

حاصل کلام یہ ہوا کہ نفقہ کے وجوب وعدم وجوب کا مدار نص قرآنی کے اعتبار سے حق وراثت پر ہے اس لیے مسلم کا نفقہ کافر پر اور کافر کا نفقہ مسلم پر واجب نہیں ہوتا ہے کیوں کہ اختلاف دینین کی وجہ سے ان کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوتی ہے اس لیے انقطاع وراثت کی وجہ سے نفقہ بھی واجب نہ ہوگا مگر اس اصول سے چند رشتہ دار مستثنیٰ ہیں، یعنی زوجہ کا نفقہ شوہر پر، اور اس کے اصول وفروع کا نفقہ اختلاف دینین کے باوجود بھی واجب ہے۔

(بَيعُ الأَبِ) ؛ لِأَنَّ لَهُ وِلَايَةَ التَّصَرُّفِ (لَا الأُمُّ) وَلَا بَقِيَّةُ أَقَارِبِهِ وَلَا القَاضِي إِجمَاعًا (عَرَضَ ابنِهِ)

الْكَبِيرِ الْغَائِبِ لَا الْحَاضِرِ إجْمَاعًا (لَا عَقَارَهُ) فَيَبِيعُ عَقَارَ صَغِيرٍ وَمَجْنُونٍ اتِّفَاقًا لِلنَّفَقَةِ لَهُ وَلِزَوْجَتِهِ وَأَطْفَالِهِ كَمَا فِي النَّهْرِ بَحْثًا. بِقَدْرِ حَاجَتِهِ لَا فَوْقَهَا (وَلَا فِي دَيْنٍ لَهُ سِوَاهَا) لِمُخَالَفَةِ دَيْنِ النَّفَقَةِ لِسَائِرِ الدُّيُونِ (ضَمِنَ) قَضَاءً لَا دِيَانَةً (مُودَعُ الِابْنِ) كَمَدْيُونِهِ (لَوْ أَنْفَقَ الْوَدِيعَةَ عَلَى أَبَوَيْهِ) وَزَوْجَتِهِ وَأَطْفَالِهِ (بِغَيْرِ أَمْرِ) مَالِكٍ (أَوْ قَاضٍ) إنْ كَانَ وَإِلَّا فَلَا ضَمَانَ اسْتِحْسَانًا كَمَا لَا رُجُوعَ، وَكَمَا لَوْ انْحَصَرَ إرْثُهُ فِي الْمَدْفُوعِ إلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ وَصَلَ إلَيْهِ عَيْنُ حَقِّهِ. (وَ) الْأَبَوَانِ (لَوْ أَنْفَقَا مَا عِنْدَهُمَا) لِغَائِبٍ (مِنْ مَالِهِ عَلَى أَنْفُسِهِمَا وَهُوَ مِنْ جِنْسِهِ) أَيْ جِنْسِ النَّفَقَةِ (لَا) لَا يَضْمَنَانِ لِوُجُوبِ نَفَقَةِ الْوِلَادِ وَالزَّوْجِيَّةِ قَبْلَ الْقَضَاءِ؛ حَتَّى لَوْ ظَفِرَ بِجِنْسِ حَقِّهِ فَلَهُ أَخْذُهُ، وَلِذَا فُرِضَتْ مِنْ مَالِ الْغَائِبِ بِخِلَافِ بَقِيَّةِ الْأَقَارِبِ. وَلَوْ قَالَ الِابْنُ أَنْفَقْته وَأَنْتَ مُوسِرٌ وَكَذَّبَهُ الْأَبُ حَكَمَ الْحَاكِمُ يَوْمَ الْخُصُومَةِ، وَلَوْ بَرْهَنَا فَبَيِّنَةُ الِابْنِ خُلَاصَةٌ. (قَضَى بِنَفَقَةِ غَيْرِ الزَّوْجَةِ) زَادَ الزَّيْلَعِيُّ وَالصَّغِيرُ (وَمَضَتْ مُدَّةٌ) أَيْ شَهْرٌ فَأَكْثَرُ (سَقَطَتْ) لِحُصُولِ الِاسْتِغْنَاءِ فِيمَا مَضَى، وَأَمَّا مَا دُونَ شَهْرٍ وَنَفَقَةِ الزَّوْجَةِ وَالصَّغِيرِ فَتَصِيرُ دَيْنًا بِالْقَضَاءِ (إلَّا أَنْ يَسْتَدِينَ) غَيْرُ الزَّوْجَةِ (بِأَمْرِ قَاضٍ) فَلَوْ لَمْ يَسْتَدِنْ بِالْفِعْلِ فَلَا رُجُوعَ، بَلْ فِي الذَّخِيرَةِ: لَوْ أَكَلَ أَطْفَالُهُ مِنْ مَسْأَلَةِ النَّاسِ فَلَا رُجُوعَ لِأُمِّهِمْ؛ وَلَوْ أَعْطَوْا شَيْئًا وَاسْتَدَانَتْ شَيْئًا أَوْ أَنْفَقَتْ مِنْ مَالِهَا رَجَعَتْ بِمَا زَادَتْ خَانِيَّةٌ

باپ کا اپنے نفقہ کے لیے بیٹے کے مال کو فروخت کرنا

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ باپ اپنے نفقہ اور غائب بیٹے کی بیوی کے نفقہ اور غائب بیٹے کی چھوٹی چھوٹی اولاد کے نفقہ کے لیے اپنے غائب بیٹے کے وہ مال جو منقول ہو حسب ضرورت فروخت کرسکتا ہے ضرورت سے زیادہ فروخت کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر بیٹا بالغ ہے اور حاضر ہے تو اس کے مال کو باپ فروخت نہیں کرسکتا ہے اور باپ نفقہ کے لیے صرف مال منقول کو فروخت کرسکتا ہے غیر منقول مال مثلاً باغ، زمین، گھر وغیرہ کو فروخت نہیں کرسکتا ہے باپ کو چوں کہ ولایت تصرف حاصل ہے اس کو فروخت کرنے کا حق جواز بھی حاصل ہے۔

ماں اور دوسرے قرابت دار اس کے مال کو فروخت کرسکتا ہے

نفقہ کے لیے ماں اپنے غائب بیٹے کے مال کو فروخت کرسکتی ہے یا نہیں؟

اسی طرح دوسرے اقارب اور قاضی غائب شخص کے مال کو فروخت کرسکتا ہے یا نہیں ہے؟

تو حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ ماں اور دوسرے اقارب نیز قاضی غائب شخص کے مال کو فروخت نہیں کرسکتے ہیں کیوں

کہ ان کو غائب کے مال میں بالاتفاق ولایت تصرف حاصل نہیں ہے۔

نابالغ لڑکے اور مجنون کے غیر منقول مال کو فروخت کرنا

باپ بالغ غائب بیٹے کے غیر منقول مال کو تو فروخت نہیں کرسکتا ہے لیکن باپ کے لیے شرعاً اجازت ہے کہ وہ اپنے نفقہ کے لیے ولد صغیر اور مجنون کے مال غیر منقول کو فروخت کردے اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے نیز باپ اپنے بالغ لڑکے کی بیوی اور اس کے بچوں کے نفقہ کے لیے اپنے بالغ غائب بیٹے کے مال کو فروخت کرسکتا ہے اور صرف مال منقول کو فروخت کرسکتا ہے غیر منقول کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے نیز صرف حسب ضرورت ہی فروخت کرسکتا ہے ضرورت سے زائد مال فروخت کرنا جائز نہیں ہے، عبارت میں للنفقۃ لہ میں ہ ضمیر کا مرجع، نیز لزوجتہ میں ہ ضمیر کا مرجع، اور اطفالہ میں ہ ضمیر کا مرجع، جائز ہے باپ ہو تو اس صورت میں عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ باپ اپنے ولد غائب بالغ کا مال منقول اپنی ضرورت نفقہ اور اپنے چھوٹوں بچوں کی ضرورت اور اپنی بیوی کی ضرورت نفقہ کے لیے فروخت کرسکتا ہے۔

علامہ شامی کا قول ولایت تصرف کے متعلق

ماقبل میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا کہ باپ کو اپنے غائب بیٹے کے مال میں ولایت تصرف حاصل ہوتا ہے یہ محل نظر ہے اس لیے کہ ہدایہ وغیرہ میں عبارت اس طرح ہے لان لاب ولایۃ الحفظ فی مال الغائب کہ باپ کو غائب کے مال میں ولایت حفظ حاصل ہوتا ہے ولایت تصرف نہیں ہے کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ وصی کو ولایت حفظ حاصل ہوتا ہے تو باپ کے اندر تو شفقت ومحبت پہلے کے تئیں بھرپور ہے لہذا باپ کو بدرجہ اولی ولایت حفظ کا حق حاصل ہوگا۔ (شامی ۵/۳۶۷)

باپ اپنے واجب الادا قرض کے بدلہ غائب بیٹے کا مال فروخت نہ کرے

باپ کے ذمہ کچھ قرض ہے جو واجب الادا ہے لیکن اپنی تنگدستی کی وجہ سے ادا نہیں کرسکتا ہے تو باپ اپنے قرض کو ادا کرنے کے لیے غائب بالغ بیٹے کا مال فروخت نہ کرے، ہاں اپنے نفقہ کے لیے فروخت کرسکتا ہے اس لیے کہ نفقہ اور دین میں فرق ہے دین کی ادائیگی کے بدلہ غائب کا مال فروخت کرنا قضاء علی الغائب ہے اور قضاء علی الغائب جائز نہیں ہے۔

نفقہ کے بدلہ دین ذمہ میں واجب ہوا اس کے بدلہ غائب کا مال فروخت کرنا

باپ کے ذمہ جو قرض ہے وہ دین نفقہ ہے یعنی بیٹا چوں کہ غائب ہو چکا ہے اس لیے باپ قرض لے کر اپنے اوپر نفقہ خرچ کررہا ہے تو یہ دین نفقہ ہوا اور اس نفقہ کی وجہ سے قرض واجب ہوا ہے لہذا قاضی واجب شدہ نفقہ کے بدلہ جو بصورت دین ہے اس غائب کے مال کو فروخت کرنے کا حکم صادر کرسکتا ہے کیوں کہ یہ واجب شدہ نفقہ کے ادا کرنے کے لیے اعانت ہے قضاء علی

الغائب نہیں ہے۔

امانت دار شخص نے غائب کے مال کو اس کے والدین پر قاضی کی اجازت کے بغیر خرچ کر دیا

بیٹا اپنا مال ایک شخص کے پاس بطور امانت رکھ کر کہیں غائب ہوگیا، اور معلوم نہیں کہ کہاں چلا گیا، ادھر اسکے والدین، بیوی بچے مفلسی کا شکار ہے امانت دار نے قاضی کے حکم دیئے بغیر اس غائب شخص کے مال کو اس والدین کے اور اس کی بیوی بچوں پر خرچ کر دیا تو اس صورت میں امانت دار پر قضاءً تاوان دینا لازم ہوگا کیوں کہ اس نے مالک کی اجازت کے بغیر تصرف کر دیا۔

البتہ استحسانا تاوان دینا لازم نہیں ہوگا اور اگر مالک اجازت دے کر غائب ہوا تھا یا اس نے قاضی کی اجازت سے خرچ کیا تو تاوان دینا لازم نہ ہوگا۔

اگر وہاں قاضی موجود نہ ہوں

اگر وہاں قاضی موجود ہی نہ ہوں کہ ان سے اجازت لی جائے یا غائب سے اجازت لیکر خرچ کیا جائے، چنانچہ اس نے قاضی کی اجازت کے بغیر ہی اس کی بیوی بچوں اور محتاج والدین پر خرچ کر دیا تو اس صورت میں استحسانا واجب نہیں ہوگا اور وجہ استحسان یہ ہے کہ امانت دار نے جو مال بطور نفقہ اس کے والدین یا اس کی بیوی بچوں پر خرچ کیا ہے وہ مستحق پر خرچ کیا ہے اس لیے اس کو مصلح کا درجہ دیا جائے گا مال کو برباد اور ضائع کرنے والا شمار نہ کیا جائے گا۔

تاوان ادا کرنے کے بعد رجوع کا حق حاصل نہیں

جس طرح کہ اگر امانت دار نے مالک مال کو تاوان ادا کر دیا یعنی جو کچھ اس نے غائب کے مال سے اس کے والدین یا زوجہ واطفال پر خرچ کیا ہے اس کا تاوان غائب کو دیدیا تو اب امین کو رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں ہے اس لیے کہ جب امانت دار نے تاوان ادا کر دیا ہے تو گویا تاوان ادار کرنے کے بعد اپنی خرچ کردہ رقم کا مالک ہوگیا اور اس پر خرچ کر کے احسان کیا ہے اس لیے اس کو محسن قرار دیا جائے گا اور محسن کو احسان کر کے مال واپس لینے کا حق حاصل نہیں ہوتا ہے۔ (شامی ۵/۳٦۸)

امانت دار غائب کے وارث پر مال خرچ کر دیا

جس طرح کہ امانت دار کو واپس لینا جائز نہیں ہے اگر غائب شدہ شخص کی وراثت روک لی جائے اس شخص کے حق میں جن پر اس نے نفقہ کے طور پر خرچ کیا ہے اس لیے بعینہ اس کا حق مل گیا ہے یہاں مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ خالد نے اپنا مال بطور امانت راشد کے پاس رکھ کر غائب ہوگیا اور خالد کا انتقال ہوگیا اب راشد نے اس کے غائب ہونے کے بعد امانت کے طور پر رکھا ہوا مال خالد کے اوپر خرچ کر دیا، اور صورت حال یہ ہے کہ اس لڑکے کے علاوہ کوئی دوسرا وارث بھی نہیں ہے تو اب

لڑکا امانت سے واپس بھی نہیں لے سکتا ہے کیوں کہ اس کا حق مل چکا ہے۔ (شامی ۵/ ۳۶۹)

غائب بیٹے کے والدین نے اس کے مال میں سے خرچ کیا جو ان کے پاس رکھا تھا

غائب بیٹے کا وہ مال والدین میں سے کسی ایک کے پاس رکھا ہے جو اس کو نفقہ میں مطلوب ہے مثلاً غلہ اناج جو بیٹا ہی کا دیا ہوا ہے والدین کے پاس رکھا ہے انہوں نے بطور نفقہ اپنے اوپر خرچ کرلیا تو ان پر اس مال کا تاوان ادا کرنا واجب نہ ہوگا۔ اور تاوان واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اصول وفروع اور بیوی کا نفقہ بیٹے پر قضائے قاضی سے پہلے ہی واجب تھا حتی کہ اگر بیٹا کا رکھا ہوا مال والدین یا بیوی کو کہیں مل جائے اور وہ مال نفقہ ہی کے قبیل سے ہو یعنی اناج، غلہ، کپڑا ہو تو قضائے قاضی کے بغیر لینا ہی اس کو درست ہے اسی طرح غائب شخص کی رضامندی کے بغیر بھی لینا جائز ہے کیوں کہ غائب کے مال میں نفقہ مقرر شدہ اور فرض ہے۔

اس کے برخلاف دوسرے اقرباء کو اس طرح کرنا درست نہیں ہے یعنی دوسرے رشتہ داروں کو محارم کے لیے غائب کے مال کو بطور نفقہ نے لینا جائز نہیں ہے جب تک کہ قاضی حکم صادر نہ کرے یا غائب شخص کی طرف سے اجازت نہ مل جائے۔

غائب بیٹا واپس آ کر باپ کی مالداری کا دعوی کرے تو کیا حکم ہے

غائب بیٹا جب واپس لوٹ آیا تو اس نے باپ سے کہا کہ جس وقت آپ نے میرے مال میں سے بطور نفقہ خرچ کیا تھا اس وقت آپ مالدار تھے باپ اس کی تکذیب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جب تیرے مال سے بطور نفقہ لیا تھا اس وقت تنگدست اور محتاج تھا تو اس صورت میں یوم الخصومت کا اعتبار ہوگا یعنی جس دن یہ معاملہ قاضی کے پاس پہنچے گا باپ وبیٹے کے درمیان گفتگو ہوئی اس دن باپ کی حالت دیکھی جائے گی اگر اس دن باپ مفلس ہے تو قاضی مفلس کے اعتبار سے فیصلہ کرے گا اور باپ کی بات کا اعتبار ہوگا اور اگر اس دن باپ مالدا ہوگا تو پھر بیٹے کی بات مان کر قاضی فیصلہ کرے گا۔ اور اگر باپ وبیٹا دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کر دیا تو اس صورت میں بیٹے کے گواہ کی بات قبول ہوگی جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔

گذری ہوئی مدت کے نفقہ کا حکم

قاضی نے نفقہ ادا کرنے کا حکم صادر کر دیا، اور حکم صادر ہونے کے بعد ایک ماہ یا اس سے زائد کی مدت گذر گئی اور کسی ذی رحم محرم نے جس کے لیے نفقہ کا حکم ہوا ہے نفقہ وصول نہیں کیا ہے، تو گذری ہوئی مدت کا نفقہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا کیوں کہ گذشتہ مدت میں نفقہ بلا وصول کیے ہوئے گذر بسر کر لینے کا سبیل پیدا ہو گیا جس سے معلوم ہوا کہ اس مدت میں اس کو نفقہ کی ضرورت نہیں تھی ورنہ ضرور وصول کرتا، اور نفقہ کا وجوب درحقیقت ضرورت ہی کو دور کرنے کے لیے ہے اور جب مدت گذر گئی تو گویا ضرورت ختم ہوگئی اس لیے گذشتہ مدت کا نفقہ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

زوجہ اور صغیر کے نفقہ کا استثناء

مگر اس سے بیوی کا نفقہ مستثنیٰ ہے یعنی گذشتہ مدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا اور علامہ زیلعی نے اس میں صغیر کے نفقہ کا بھی اضافہ کیا ہے یعنی مدت ماضیہ کا نفقہ صغیر کو دینا بھی واجب ہے، مدت کے گذر جانے سے زوجہ اور صغیر کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا (علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ اس میں اصول وفروع، محارم اور ممالک بھی شامل ہیں یعنی ان کا نفقہ بھی مدت گذرنے سے ساقط نہیں ہوتا ہے) (شامی ۵/۳۶۹)

قضائے قاضی کے بعد نفقہ کا ذمہ میں قرض ہونا

ایک ماہ سے کم مدت کا نفقہ محارم، زوجہ اور ولد صغیر کا قاضی کے فیصلے کے بعد ذمہ میں قرض ہوجاتا ہے لہذا اگر قضائے قاضی کے بعد ایک ماہ سے کم مدت گذری ہے اور نفقہ وصول نہیں کیا ہے تو یہ نفقہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا اس لیے کہ ایک ماہ کی مدت کو مدت طویل شمار کیا گیا ہے اور ایک ماہ سے کم مدت کو قصیر شمار کیا گیا ہے اس لیے یہ ساقط نہ ہوگا۔

مدت گذر جانے کے بعد اقارب ومحارم کا نفقہ ساقط ہوجاتا ہے البتہ اگر کوئی محرم شخص بیوی کے علاوہ قاضی کے حکم سے قرض لے لے، تو ذمہ میں قرض ہوجائے گا اور اگر قاضی کے حکم آجانے کے بعد محرم نے بالفعل قرض نہیں لیا ہے بلکہ یوں گذر بسر کرتا رہا، زکوۃ وخیرات کے مال سے اپنی زندگی کے ایام گذارتا رہا تو اب اس کو رجوع کرنے حق حاصل نہ ہوگا یعنی جس کے ذمہ نفقہ واجب تھا اس سے گذشتہ ایام کا نفقہ وصول نہیں کرے گا اس لیے کہ بقدر کفایت مقصد حاصل ہوگیا اس لیے ضرورت باقی نہیں رہی۔

کتاب الذخیرہ میں ذکر کردہ ایک مسئلہ

بلکہ کتاب الذخیرہ میں یہ مسئلہ درج ہے کہ اگر غائب شخص کے بچوں نے لوگوں سے بھیک مانگ کر کھالیا اور زندگی بسر کرلی، جبکہ قاضی نے بقدر نفقہ قرض لینے کا حکم کردیا تھا پھر بھی قرض نہ لیا بلکہ یوں ہی لوگوں سے مانگ کر زندگی گذری تو اس صورت میں بچوں کی ماں کو بچوں کے باپ سے نفقہ کی رقم واپس وصول کرنے حق نہ ہوگا کیوں کہ ضرورت پوری ہوچکی ہے۔

بچوں نے کچھ نفقہ مانگ کر پورا کیا اور کچھ ماں نے قرض لیکر پورا کیا تو کیا حکم ہے

غائب آدمی کے بچوں نے اپنا نفقہ تو کچھ لوگوں سے مانگ کر پورا کیا اور کچھ حصہ ان کی ماں نے قضائے قاضی کے بعد قرض لے کر پورا کیا یا اپنے پاس ہی سے خرچ کیا تو مانگنے کے علاوہ جو زائد نفقہ ماں نے ان پر قرض لے کر خرچ کیا یا اپنے مال میں سے خرچ کیا وہ نفقہ ان کے باپ سے وصول کرسکتی ہے جیسا کہ فتاوی خانیہ میں ہے۔

(وَيُنْفِقُ مِنْهَا) عَزَاهُ فِي الْبَحْرِ لِلْمَبْسُوطِ، لَكِنْ نَظَرَ فِيهِ فِي النَّهْرِ بِأَنَّهُ لَا أَثَرَ لِإِنْفَاقِهِ بِمَا

اسْتِدَانَةُ حَتَّى لَوْ اسْتَدَانَ وَأَنْفَقَ مِنْ غَيْرِهِ وَوَفَّى مِمَّا اسْتَدَانَهُ لَمْ تَسْقُطْ أَيْضًا. اهـ. (فَلَوْ مَاتَ الْأَبُ) أَوْ مَنْ عَلَيْهِ النَّفَقَةُ (بَعْدَهَا) أَيْ الِاسْتِدَانَةِ الْمَذْكُورَةِ (فَهِيَ) أَيْ النَّفَقَةُ (دَيْنٌ) ثَابِتٌ (فِي تَرِكَتِهِ فِي الصَّحِيحِ) بَحْرٌ، ثُمَّ نَقَلَ عَنْ الْبَزَّازِيَّةِ تَصْحِيحَ مَا يُخَالِفُهُ، وَنَقَلَهُ الْمُصَنِّفُ عَنْ الْخُلَاصَةِ قَائِلًا: وَلَوْ لَمْ تَرْجِعْ حَتَّى مَاتَ لَمْ تَأْخُذْهَا مِنْ تَرِكَتِهِ هُوَ الصَّحِيحُ اهـ مُلَخَّصًا، فَتَأَمَّلْ. وَفِي الْبَدَائِعِ: الْمُمْتَنِعُ مِنْ نَفَقَةِ الْقَرِيبِ الْمَحْرَمِ يُضْرَبُ وَلَا يُحْبَسُ لِفَوَاتِهَا بِمُضِيِّ الزَّمَنِ فَيَسْتَدْرِكُ بِالضَّرْبِ، - وَقَيَّدَهُ فِي النَّهْرِ بَحْثًا بِمَا فَوْقَ الشَّهْرِ لِعَدَمِ سُقُوطِ مَا دُونَهُ كَمَا مَرَّ، وَلَا يَصِحُّ الْأَمْرُ بِالِاسْتِدَانَةِ لِيَرْجِعَ عَلَيْهِ بَعْدَ بُلُوغِهِ. (وَ) تَجِبُ النَّفَقَةُ بِأَنْوَاعِهَا (لِمَمْلُوكِهِ) مَنْفَعَةً، وَإِنْ لَمْ يَمْلِكْهُ رَقَبَةً كَمُوصًى بِخِدْمَتِهِ. وَفِي الْقُنْيَةِ: نَفَقَةُ الْمَبِيعِ عَلَى الْبَائِعِ مَا دَامَ فِي يَدِهِ، هُوَ الصَّحِيحُ. وَاسْتَشْكَلَهُ فِي الْبَحْرِ بِأَنَّهُ لَا مِلْكَ لَهُ رَقَبَةً وَلَا مَنْفَعَةً، فَيَنْبَغِي أَنْ تَلْزَمَ الْمُشْتَرِيَ (فَإِنْ امْتَنَعَ فَفِي كَسْبِهِ) إنْ قَدَرَ بِأَنْ كَانَ صَحِيحًا، وَلَوْ غَيْرَ عَارِفٍ بِصِنَاعَةٍ فَيُؤْجِرُ نَفْسَهُ كَمُعِينِ الْبَنَّاءِ بَحْرٌ (وَإِلَّا) كَكَوْنِهِ زَمِنًا أَوْ جَارِيَةً (لَا) يُؤْجَرُ مِثْلُهَا (أَمَرَهُ الْقَاضِي بِبَيْعِهِ) وَقَالَا يَبِيعُهُ الْقَاضِي وَبِهِ يُفْتَى (إنْ مَحَلًّا لَهُ) وَإِلَّا كَمُدَبَّرٍ وَأُمِّ وَلَدٍ أُلْزِمَ بِالْإِنْفَاقِ لَا غَيْرُ.

نفقہ ذمہ میں دین کب ہوتا ہے

جب قاضی نفقہ کے نام سے قرض لینے کا حکم صادر کردے پھر محارم کسی سے بحکم قاضی قرض لے اور اس کو نفقہ میں خرچ کردے تو اب یہ نفقہ ذمہ میں قرض ہوجاتا ہے، اور صاحب البحر الرائق نے خرچ کرنے کی شرط لگانے کو مبسوط کی جانب منسوب کیا ہے، لیکن اس کے اندر نظر ہے اور اس مسئلہ میں صاحب النہر الفائق کی رائے یہ ہے کہ مال مقروض کا خرچہ کرنے کی شرط لگانا کوئی ضروری نہیں ہے یعنی اگر محرم نفقہ کے نام پر قرض لے لیکن نفقہ میں خرچ دوسری رقم سے کرے پھر بعد میں اس کو نفقہ کی رقم ادا کرے تب جائز ہے اور نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

شیخ رحمتی کی رائے عالی

شیخ رحمتی فرماتے ہیں کہ جو رقم محرم نے بطور نفقہ خرچ کیا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو مال خود محرم کا ملک ہے یا دوسرے سے قرض لے کر خرچ کیا ہے اگر مال جو اس نے بطور نفقہ خرچ کیا ہے محرم کا مملوک ہے تو نفقہ ساقط ہے کیوں کہ اس کو نفقہ کی ضرورت نہیں ہے اور اگر دوسرے کا مال خرچ کیا ہے تو اس کو قرض کہتے ہیں اور اس سے اس نے خرچ بھی کیا ہے اس لیے نفقہ کی رقم اپنی جگہ خرچ ہوئی ہے لہذا النہر الفائق کا اعتراض درست نہیں ہے۔

قرض لینے کے بعد باپ کا انتقال ہو جائے تو کیا حکم ہے

اگر مذکورہ قرض لینے کے بعد باپ کا انتقال ہو جائے یا اس کا انتقال ہو جائے جس پر نفقہ واجب تھا تو یہ نفقہ اس کے ذمہ میں دین ثابت ہوگا اور میت کے ترکہ سے اس دین کو ادا کیا جائے گا اس بارے میں صحیح قول یہی ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے پھر صاحب البحر الرائق نے بزازیہ کے حوالہ سے اس کے خلاف تصحیح نقل کی ہے کہ یہ نفقہ اور دین میت کے ترکہ سے نہیں لیا جائے گا۔

اور مصنف نے منح الغفار نامی کتاب میں خلاصہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اگر صغیر کی ماں نے قاضی کے حکم سے بغیر نفقہ کے لیے کوئی قرض لیا ہے اور ماں ابھی صغیر کے باپ سے وہ رقم حاصل نہیں کیا تھا کہ اس سے پہلے صغیر کے والد کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں عورت صغیر کے باپ کے ترکہ سے وہ رقم نہیں لے سکتی ہے اس بارے میں یہی قول صحیح ہے، مصنف کا قول ملخصاً مکمل ہوا، اور یہ مقام قابل غور وفکر ہے لیکن بقول علامہ حلبی غور وفکر کرنے کا کام مفتی کو ہے کہ وہ فتوی دیتے وقت غور وفکر کر کے ہی اس پر فتوی دے۔

نفقہ ادا نہ کرنے والے کو سزا دی جائے گی

بدائع الصنائع میں ہے کہ اگر کوئی قریب اپنے محرم کو واجب شدہ نفقہ ادا نہ کرے بلکہ اس میں کوتاہی کرے یا ادا کرنے سے انکار کرے تو اس کے خلاف کاروائی کی جائیگی یعنی اگر واجب شدہ نفقہ ایک ماہ تک ادا نہ کرے تو اس کی پٹائی کی جائے گی لیکن اس کو قید نہیں کیا جائے گا کیوں کہ واجب شدہ نفقہ زمانے کے گذرنے سے فوت ہو چکا ہے لہذا اس کے تدارک کے طور پر اس کی ضرب تادیبی کی جائے گی۔

لیکن عدم حبس کو صاحب النہر الفائق نے مقید کیا ہے کہ اگر ایک ماہ یا اس سے زائد مدت تک اس نے نفقہ ادا نہیں کیا تو اس کو قید کیا جائے گا مگر اس قید کی تائید میں انہوں نے کوئی روایت نقل نہیں فرمائی ہے اس لیے کہ اگر ایک ماہ سے کم مدت تک نفقہ ادا نہیں کیا تو وہ ساقط نہیں ہوتا ہے بلکہ واجب الاداء ہوتا ہے جیسا کہ اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔

کیا صغیر کو قاضی قرض لینے کا حکم کر سکتا ہے

ولد صغیر کو بطور نفقہ قرض لینے کا حکم کرنا قاضی کے لیے درست نہیں ہے یعنی ولد صغیر کو قاضی قرض لینے کا حکم نہیں دے سکتا ہے تاکہ وہ بلوغ کے بعد اس سے واپس کرے۔ مگر دو صورتوں میں کہ صغیر کے پاس مال موجود ہو لیکن صغیر جس مقام پر مقیم ہے اس جگہ مال نہیں ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ جس شخص پر صغیر کا نفقہ واجب ہے وہ زندہ ہو، تو صغیر کو قرض لے کر نفقہ خرچ کرنے کا حکم کرنا قاضی کے لیے صحیح ہے۔

غلام کا نفقہ اس کے مالک پر واجب ہے

غلام اور مملوک کا تینوں قسم کا نفقہ اس کے مولی پر واجب ہے اگر چہ مولی غلام کی ذات کا مالک نہ ہو بلکہ صرف اس کی منفعت کا مالک ہو، جیسے کہ کسی شخص نے اپنے مملوک غلام کو کسی دوسرے آدمی کو خدمت کے لیے دیدیا تو خدمت لینے والے شخص پر اس غلام کا نفقہ واجب ہے اگر چہ وہ اس کی ذات کا مالک نہیں ہے۔

تینوں اقسام کے نفقہ سے مراد

تینوں اقسام کے نفقہ سے مراد، غلام اور باندی، کا کھانا، کپڑا، اور رہائش کے لیے مناسب مکان ہے۔ مالک پر ان تینوں چیزوں کا انتظام کرنا واجب ہے۔ اور کھانا کپڑا جس معیار اور جس نوع کا اس جگہ رائج ہو جہاں وہ رہتا ہے اس معیار اور اسی نوع کا دینا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر مولی کی ملکیت میں ایک سے زائد غلام ہوں تو مناسب یہ ہے کہ طعام ولباس میں سب کو مساوی رکھے اور یکساں طور پر ہر ایک کے لیے انتظام کرے اور یہ مولی کے لیے مستحب ہے۔

مسئلہ: اگر باندی یا غلام مولی کے لیے کھانا تیار کر کے لائیں تو ایمان تقاضہ یہ ہے کہ غلام یا باندی کو بھی اس کھانے میں شریک کرلے، اور اگر غلام ادب کا خیال کرتے ہوئے ساتھ میں کھانا نہ کھائیں تو پھر مستحب ہیکہ مولی اس کھانے میں سے تھوڑا بہت چھوڑ دے تا کہ غلام یا باندی بعد میں کھالیں۔ غلام کو ساتھ میں کھلانا درحقیقت مکارم اخلاق کا تقاضہ اور تواضع وانکساری کی دلیل ہے جس کو اختیار کرنا چاہیے۔

کیا غلام کا نفقہ بائع کے ذمہ واجب ہے

قنیہ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ مبیع کا نفقہ، مبیع خواہ غلام ہو یا جانور جب تک بائع کے قبضے میں ہے بائع پر اس کا نفقہ واجب ہے۔ یہی قول صحیح ہے لیکن صاحب البحر الرائق نے اس پر اشکال کیا ہے کہ غلام اور جانور میں بائع کی ملکیت نہیں رہتی ہے نہ ذات کے اعتبار سے اور نہ منفعت کے اعتبار سے۔ لہذا انسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ نفقہ مشتری پر واجب ہو، اس اشکال کا جواب بعض اہل علم نے یہ دیا ہے کہ مبیع جب تک بائع کے قبضے میں ہوتی ہے اس وقت تک بائع کے ضمان میں ہوتی ہے لہذا نفقہ بھی بائع ہی پر واجب ہوگا، جس طرح کہ شئ مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہوتا ہے حالاں کہ غاصب شئ مغصوب کی نہ ذات کا مالک ہوتا ہے اور نہ منفعت کا۔

مولی غلام کا نفقہ دینے سے انکار کرے تو کیا حکم ہے

پس اگر مولی غلام کو نفقہ دینے سے انکار کرے اور غلام کو نفقہ نہ دے تو غلام کا نفقہ اس کی کمائی ہے بشرطیکہ غلام صحیح

اور تندرست ہو اور کمانے کی طاقت رکھتا ہو، اگرچہ کوئی ہنر اور پیشہ سے واقف نہ ہو، تو کسی ہنر مند اور جاننے والے کا معین اور مددگار بن جائے یا پھر محنت مزدوری کرے۔ مثلاً کسی معمار کے ساتھ اس کے تعاون میں کام کرے اینٹ گارے دے کر کام کرے، اور یہ کام تو ہر آدمی کر سکتا ہے بشرطیکہ تندرست اور طاقت ور ہو۔

اگر غلام کسب کرنے سے عاجز ہو تو کیا حکم ہے

اگر غلام کسی عذر کی وجہ سے کسب کرنے سے عاجز ہے مثلاً ہاتھوں اور پیروں سے معذور ہے اپاہج ہے یا پھر ایسی باندی ہے جو محنت و مزدوری کے لائق نہیں ہے مثلاً ایسی حسین و جمیل اور خوبصورت ہے کہ اس کے مزدوری کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے، تو ایسی صورت میں قاضی حکم نامہ جاری کر کے مالک سے زبردستی اس باندی کو فروخت کرا دے، اور حضرات صاحبین کا قول اس بارے میں یہ ہے کہ قاضی خود اس کو فروخت کر دے مالک سے اجازت لینے اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے اور اسی قول پر فتوی بھی ہے۔

(عَبْدٌ لَا يُنْفِقُ عَلَيْهِ مَوْلَاهُ أَكَلَ) أَوْ أَخَذَ مِنْ مَالِ مَوْلَاهُ (قَدْرَ كِفَايَتِهِ بِلَا رِضَاهُ عَاجِزًا عَنْ الْكَسْبِ) أَوْ لَمْ يَأْذَنْ لَهُ فِيهِ (وَإِلَّا لَا) يَأْكُلُ، كَمَا لَوْ قَتَّرَ عَلَيْهِ مَوْلَاهُ لَا يَأْكُلُ مِنْهُ بَلْ يَكْتَسِبُ إنْ قَدَرَ مُجْتَبًى. وَفِيهِ: تَنَازَعَا فِي عَبْدٍ أَوْ دَابَّةٍ فِي أَيْدِيهِمَا يُجْبَرَانِ عَلَى نَفَقَتِهِ. (نَفَقَةُ الْعَبْدِ الْمَغْصُوبِ عَلَى الْغَاصِبِ إلَى أَنْ يَرُدَّهُ إلَى مَالِكِهِ، فَإِنْ طَلَبَ) الْغَاصِبُ (مِنْ الْقَاضِي الْأَمْرَ بِالنَّفَقَةِ أَوْ الْبَيْعِ لَا يُجِيبُهُ) ؛ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ (وَ) لَكِنْ (إنْ خَافَ) الْقَاضِي (عَلَى الْعَبْدِ الضَّيَاعَ بَاعَهُ الْقَاضِي لَا الْغَاصِبُ وَأَمْسَكَ) الْقَاضِي (ثَمَنَهُ لِمَالِكِهِ وَطَلَبَ الْمُودِعُ) أَوْ آخِذُ الْآبِقِ أَوْ أَحَدُ شَرِيكَيْ عَبْدٍ غَابَ أَحَدُهُمَا (مِنْ الْقَاضِي الْأَمْرَ بِالنَّفَقَةِ عَلَى عَبْدِ الْوَدِيعَةِ) وَنَحْوِهَا (لَا يُجِيبُهُ) لِئَلَّا تَأْكُلَهُ النَّفَقَةُ (بَلْ يُؤْجِرُهُ وَيُنْفِقُ مِنْهُ أَوْ يَبِيعُهُ وَيَحْفَظُ ثَمَنَهُ لِمَوْلَاهُ) دَفْعًا لِلضَّرَرِ، وَالنَّفَقَةُ عَلَى الْآجِرِ وَالرَّاهِنِ وَالْمُسْتَعِيرِ. وَأَمَّا كُسْوَتُهُ فَعَلَى الْمُعِيرِ، وَتَسْقُطُ بِعِتْقِهِ وَلَوْ زَمِنًا، وَتَلْزَمُ بَيْتَ الْمَالِ خُلَاصَةٌ.

اگر غلام یا باندی محل بیع نہ ہو تو کیا حکم ہے

قاضی اس غلام یا اس باندی کو فروخت کرے گا جو محل بیع ہو اور اس کو فروخت کرنا جائز ہو اور غلام یا باندی محل بیع نہ ہو اور اس کو فروخت کرنا ناجائز ہو مثلاً غلام مدبر ہو یا باندی ام ولد ہو تو ظاہر ہے کہ ان کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ محل بیع ہی نہیں ہے اس لیے کہ مدبر کی آزادی یقینی ہے اور ام ولد میں بھی آزادی کا شائبہ آ گیا ہے لہذا اب ایسی صورت میں حکومت کی جانب سے قاضی اس کا نفقہ مقرر کر دے اور اس کے علاوہ کچھ نہ کرے۔

اگر مولی غلام پر نفقہ خرچ نہ کرے تو غلام بقدر کفایت مولی کے مال لے سکتا ہے

اگر غلام کے مولی نے غلام کا نفقہ واجبہ ادا نہ کیا، تو غلام نے مولی کے مال سے بقدر کفایت کھالیا، یا بقدر ضرورت لے لیا اور اپنے مولی سے اجازت نہیں لی، تو اگر غلام کسب سے عاجز ہے، یا معذور ہے کسب نہیں کرسکتا ہے یا غلام کسب کرنے پر قادر ہے لیکن مولی کسب کی اجازت نہیں دیتا ہے تو اس کے لیے مولی کے مال سے کھانا اور بقدر ضرورت اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز ہے ورنہ نہیں، یعنی غلام کسب پر قادر ہو اور آقا اس کو کسب سے منع کرتا ہو تو اس صورت میں آقا کی رضامندی کے بغیر غلام کو آقا کے مال لینا اور کھانا جائز نہیں ہے۔

اگر مولی غلام کے نفقہ واجبہ کی ادائیگی میں تنگی کرتا ہو

جس طرح کہ اگر مولی غلام کے نفقہ واجبہ کی ادائیگی میں تنگی کرتا ہو تو غلام کو چاہیے آقا کے مال استعمال نہ کرے بلکہ حسب ضرورت محنت و مزدوری کر کے کام چلائے جیسا کہ المجتبیٰ نامی کتاب میں ہے، اور اس کتاب میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ دو آدمیوں نے ایک غلام یا جانور کے بارے میں جھگڑا کیا دونوں اس بات کا مدعی ہے کہ غلام یا جانور میرا ہے اور غلام یا جانور دونوں آدمیوں کے نفقہ میں ہے تو اس صورت میں ان دونوں کو اس کے نفقہ کی ادائیگی پر قاضی مجبور کرے گا اور دونوں کے ذمہ میں نفقہ لازم ہوگا۔

عبد مغصوب کا نفقہ غاصب کے ذمہ واجب ہے

غاصب نے جس غلام کو غصب کیا ہے اس کا نفقہ اسی پر واجب ہے جب تک وہ اس غلام مغصوب کو اس کے مالک کے پاس لوٹا نہ دے، اگر غاصب غلام مغصوب کے مالک سے بحکم قاضی نفقہ دلانے کی درخواست کرے تو قاضی کو چاہیے کہ اس کی درخواست رد کردے قبول نہ کرے، مثلاً غاصب نے قاضی سے یہ درخواست کی کہ اس غلام کا نفقہ اس کے مالک سے دلایا جائے، یا غاصب نے قاضی سے غلام کے فروخت کرنے کی اجازت طلب کی تو قاضی اس کی درخواست کو منظور نہ کرے۔

غاصب کی درخواست قبول نہ کرنے کی وجہ

اور قاضی غاصب کی درخواست کو رد کردے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب غاصب کا غصب کرنا ثابت ہے تو غلام کا تاوان بھی اسی کے ذمہ واجب ہے غلام خواہ زندہ رہے یا مرجائے، لیکن اگر قاضی کو اس بات کا خطرہ ہے کہ اس جھگڑا میں غلام یوں ہی فاقہ سے مرجائے گا یا مملوک ہوجائے گا تو قاضی اس عبد مغصوب کو فروخت کردے، مگر غاصب کو فروخت کرنے کی شرعاً اجازت حاصل نہیں ہے اور قاضی اس غلام کی قیمت کو اپنے پاس روکے رکھے تاکہ جب اس غلام کا مالک آجائے تو اس کو دیدی جائے۔

امانت دار کا، یا عبد آبق کو پکڑنے والے کا، یا دو شریکوں میں سے ایک کا قاضی سے نفقہ کا مطالبہ کرنا

جس کے پاس غلام بطور امانت رکھا ہوا ہے اس نے طلب کیا، یا بھاگے ہوئے غلام کو پکڑنے والے نے مطالبہ کیا یا غلام کے

دومالکوں میں سے ایک نے قاضی سے مطالبہ کیا، جب کہ ایک مالک ان میں غائب ہے کہ غلام کے نفقہ کے لیے قرض لینے کی اجازت دی جائے یا تو قاضی اس کی درخواست قبول نہ کرے، اس لیے کہ خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہوجائے کہ قرض کی زیادتی سے غلام کی ساری قیمت اس میں مجرا ہوجائے پھر وہ غلام مالک بن بیٹھے، اور غلام کی حفاظت کے لیے قاضی کو چاہیے کہ غلام سے محنت ومزدوری کروائے اور اس کی محنت ومزدوری کی اجرت سے اس کے نفقہ کا انتظام کرے یا غلام کو قاضی فروخت کر کے اس کی قیمت کو اس مالک کے لیے محفوظ کرلے، تاکہ مالک کا خسارہ نہ ہو، اور جب مالک قاضی کے پاس آجائے تو غلام کی قیمت اس کو دیدے۔

جس غلام کو اجارہ پر بھیجا گیا اس کا نفقہ کس پر واجب ہے

اگر کسی نے اپنا غلام بطور اجارہ کہیں بھیج دیا تو اس کا نفقہ اجارہ پر بھیجنے والے پر واجب ہوگا اس شخص پر واجب نہ ہوگا جس نے اجارہ پر رکھا ہے، اور اگر کسی نے اپنا غلام کسی کے پاس بطور رہن رکھ دیا تو اس کا نفقہ راہن پر واجب ہوگا مرتہن پر نہیں، اسی طرح اگر کسی نے اپنا غلام بطور عاریت کسی کو دیدیا ہے تو اس غلام کا نفقہ مستعیر پر یعنی عاریت پر لینے والے پر واجب ہوگا عاریت دینے والے پر نہیں، البتہ جس غلام کو بطور عاریت دیا ہے اس کا لباس مستعیر یعنی عاریت دینے والے پر واجب ہوگا۔

غلام کا نفقہ آزاد کر دینے کے بعد ساقط ہو جاتا ہے

غلام کے آزاد ہوجانے کے بعد اس کا نفقہ اس کے مولی کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے اگرچہ غلام اپاہج اور معذور ہی کیوں نہ ہو البتہ ایسے معذور غلام کا نفقہ مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کرنا واجب ہوگا جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں ہے۔ اور مسلمان کے بیت المال سے نفقہ اس وقت واجب ہوگا جبکہ غلام عاجز عن الکسب ہو اور اس کا کوئی قریبی رشتہ دار نہ ہو جس پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہو۔ (شامی ۵/۳۷۷)

(دَابَّةٌ مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ امْتَنَعَ أَحَدُهُمَا مِنَ الْإِنْفَاقِ أَجْبَرَهُ الْقَاضِي) لِئَلَّا يَتَضَرَّرَ شَرِيكُهُ جَوْهَرَةٌ. وَفِيهَا (وَيُؤْمَرُ) إِمَّا بِالْبَيْعِ وَإِمَّا (بِالْإِنْفَاقِ عَلَى بَهَائِمِهِ دِيَانَةً لَا قَضَاءً عَلَى) ظَاهِرِ (الْمَذْهَبِ) لِلنَّهْيِ عَنْ تَعْذِيبِ الْحَيَوَانِ وَإِضَاعَةِ الْمَالِ. وَعَنْ الثَّانِي يُجْبَرُ وَرَجَّحَهُ الطَّحَاوِيُّ وَالْكَمَالُ، وَبِهِ قَالَتْ الْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ. وَلَا يُجْبَرُ فِي غَيْرِ الْحَيَوَانِ وَإِنْ كُرِهَ تَضْيِيعُ الْمَالِ مَا لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ كَمَا مَرَّ. قُلْت: وَفِي الْجَوْهَرَةِ: وَإِنْ كَانَ الْعَبْدُ مُشْتَرَكًا فَامْتَنَعَ أَحَدُهُمَا أَنْفَقَ الثَّانِي وَرَجَعَ عَلَيْهِ. وَنَقَلَ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلْبَحْرِ عَنْ الْخُلَاصَةِ: أَنْفَقَ الشَّرِيكُ عَلَى الْعَبْدِ فِي غَيْبَةِ شَرِيكِهِ بِلَا إِذْنِ الشَّرِيكِ أَوْ الْقَاضِي فَهُوَ مُتَطَوِّعٌ، وَكَذَا النَّخِيلُ وَالزَّرْعُ الْوَدِيعَةُ وَاللُّقَطَةُ وَالدَّارُ الْمُشْتَرَكَةُ إِذَا اسْتَرَمَّتْ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

مشترک جانور کے نفقہ کے ادا کرنے سے کوئی ایک رک جائے تو کیا حکم ہے

ایک جانور دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے ان میں سے ایک آدمی اس مشترکہ جانور پر خرچ کرنے سے رک گیا تو قاضی اس کو اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ اس مشترکہ جانور پر خرچ کرے تاکہ اس کے شریک کو کوئی نقصان نہ ہو جیسا کہ جوہرہ میں ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے جانور پر خرچ نہیں کرتا ہے تو کیا حکم ہے

اور جوہرہ ہی میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک جانور ہے جس میں کوئی دوسرا آدمی شریک نہیں ہے لیکن جس آدمی کا جانور ہے وہ اس پر خرچ نہیں کرتا ہے اس کے دانا پانی اور گھاس کا انتظام نہیں کرتا ہے تو اس صورت میں قاضی اس آدمی کو حکم دے گا کہ آیا جانور کو فروخت کردے یا اپنے جانور پر نفقہ خرچ کرے۔

اور یہ حکم دیا جانا ہوگا قضاء نہیں ظاہر مذہب کے مطابق، جانوروں کو تکلیف دینے اور مال کے ضائع کرنے کی ممانعت کی وجہ سے، اور حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں اس آدمی کو اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے جانور پر خرچ کرے، اور یہ علامہ کمال اور طحاوی نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے اور حضرات ائمہ ثلاثہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

جانور کے علاوہ کھیت وغیرہ پر خرچ کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا

اور اگر اس کے پاس جانور کے علاوہ کھیت زمین یا باغات ہیں تو اس پر خرچ کرنے کے لیے اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا جب کہ کوئی دوسرا شریک نہ ہو، اگرچہ مال کا ضائع کرنا ناپسندیدہ اور غیرہ مناسب ہے جیسا کہ گذر چکا ہے لیکن اگر اس کھیت یا باغ میں کوئی دوسرا بھی شریک ہے تو اس کو اس پر خرچ کرنے کے لیے مجبور کیا جائے گا، تا کہ دوسرے شریک کا کوئی نقصان نہ ہو۔

عبد مشترک میں ایک شریک کا نفقہ دینے سے رکنا

شارح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جوہرہ میں ہے کہ اگر غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے اور ان دونوں میں کوئی ایک خرچ کرنے سے رک جائے تو اس صورت میں اس پر دوسرا شریک خرچ کرتا رہے اور بعد میں اپنے شریک ساتھی سے اس کے حصہ کے بقدر رجوع کرلے یعنی اس سے واپس لے لے، (لیکن علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ساتھی سے رجوع کرنے کا حق اس وقت ہے جبکہ قاضی کے حکم یا شریک کی اجازت سے اس پر خرچ کیا ہو، اور اگر بغیر حکم قاضی اور بدون اذن شریک خرچ کردیا تو رجوع کرنے کا حق نہ ہوگا)۔

قاضی کے حکم کے بغیر عبد مشترک پر خرچ کرنا

حضرت مصنف نے صاحب البحر الرائق کی پیروی کرتے ہوئے خلاصہ نامی کتاب سے نقل کیا ہے کہ ایک غلام

دو آدمیوں کے مابین مشترک ہے مثلاً حماد اور عباد کے درمیان مشترک ہے عباد کی عدم موجودگی میں حماد نے عباد سے اجازت لیے بغیر یا قاضی کی اجازت کے بغیر مشترک غلام پر نفقہ خرچ کر دیا تو یہ عباد کے لیے تطوع اور اس احسان ہوگا لہذا حماد سے لیے جائز نہیں ہے عباد سے نفقہ میں خرچ کردہ رقم واپس کر لے۔

مشترک کھیتی اور مشترک گھر پر بدون اذن خرچ کرنا

اور یہی حکم ہے کہ اگر کوئی شخص مشترک کھجور کا درخت، اور مشترک کھیتی، اور مشترک امانت، اور مشترک لقطہ اور مشترک گھر میں ایک کی عدم موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر یا قاضی کے حکم کے بغیر خرچ کر دیا تو یہ خرچ کرنا دوسرے ساتھی کے حق میں تطوع اور احسان ہوگا لہذا خرچ کرنے والا ساتھی اس سے رجوع نہیں کر سکتا ہے البتہ اگر قاضی یا ساتھی کی اجازت کے بعد اس نے خرچ کیا ہے تو وہ اپنے غائب ساتھی سے بعد میں رجوع کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الحمد للہ۔ آج بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۴ جولائی سن ۲۰۰۸ء مطابق ۱۰/رجب المرجب ۱۴۲۹ھ گیارہ بجکر ۳۰ منٹ پر بمقام جامعۃ القرآن والسنہ الخیریہ بجنور یوپی الہند بتوفیق خدائے لم یزل ولایزال الدر المختار کا ترجمہ وتشریح کی چوتھی جلد کتاب العتق تک مکمل ہوئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کو محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے اور آخرت کے لیے نجات کا ذریعہ اور رفع درجات کا سبب بنائے آمین اور اللہ تعالی عوام وخواص میں اس حقیر کوشش کو یکساں طور مفید ثابت کرے حاسدین کے حسد اور مفسدین کے فتنہ وفساد سے ہر چہار جانب سے حفاظت فرمائے اور بقیہ جلدوں کی بھی محض اپنے فضل وکرم سے تکمیل کروا دے۔ آمین یارب العالمین

ابو حماد غلام رسول منظور القاسمی پہروای
خادم الافتاء والحدیث النبوی الشریف